



وَجَعَلْنَا مِنْكُمْ إِبْرَاهِيمَ وَآدَمَ وَمُوسَى وَنُوحًا رُسُلًا لِّنُخْرِجَكُم مِّنَ ظُلُمَاتٍ إِلَى نُّورٍ طَافٍ  
اور میں نے تم میں سے ایک دفعہ ہلاک کر دیا، اس کا پھر ابھرنا محال ہے،

# تاکثر

فَنِّ شَاءَ ذِكْرًا

(ہرگز نہیں یہ تو ایک عبرت ہو سوچو چاہے اس سے عبرت پکڑ لے)

بمعنی

قرآن حکیم کے صحیح مقاصد اور اس کے بجانب اللہ بنے ہوئے درس جلدوں میں ایک مکمل اور بڑی علمی تبصرہ  
جس میں مسلمانان عالم کو انکی اجتماعی موت حیات کے متعلق پیغامِ اخیر دیا گیا ہے

مجلد اول

مقدمہ کتاب، ماہیت ایمان و حکمت عبادات وغیرہ

مع فتاویٰ تاجیہ بیروتی و جریباچہ

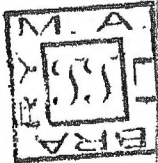
للفقہ الاسلامی

محمد عنایت اللہ خان

الشرقی

بابتہام شیخ عبدالغزیزا شریطی

مطبع و ر بازار امرتسر میں قتی قوت سے طبع ہوئی





**ARABU SECTION**

✓ C.P. 100  
242 114  
8273

Q  
10-12

29.

RE-ACCESSIONED



وَقَدْ عَلِمْنَا عَلَىٰ فِرْعَوْنَ أَنَّهُ كَانَ مُنَافِقًا

اور جس قوم کو ہم نے ایک دفعہ پاک کر دیا، اس کا پھر اظہارِ حال سے نہ ہوتا ہے۔

کَلَامُ اللَّهِ

# تذکرہ

شعاعِ شمسِ دلکش

(ہرگز نہیں تو ایک جہت ہے سوج چاہے اس سے عبرت پڑے)

یعنی

قرآن حکیم کے صحیح مقاصد اور اس کے منجانب اللہ ہونے پر دلچسپی میں ایک مکمل اور جامع تبصرہ

جس میں

مسلمانانِ عالم کو ان کی اجتماعی موت و حیات کے متعلق آخری پیغام دیا گیا ہے

مجلد اول

مقدمہ کتاب، ماہیتِ ایمان و حکمتِ عبادات، مع افتتاحیہ و دیباچہ

للفقیر الی اللہ الرحمن

محمد عنایت اللہ خان الشرقی الہندی

۱۹۶۲ء مطابق ۱۳۸۲ھ

مطبع وکیل مرت سروس بکستان شری محمد عبدالعزیز ناظم طبع ہو کر

إِنَّمَا أَمْرُهُ إِشْرَاقٌ لِلنَّارِ كَذَلِكَ يُبَيِّنُ لَكُمْ بَيِّنَاتٍ مِّنْهُ

ORBU SECTION

~~SECRET~~  
59.

M.A. LIBRARY, A.M.U.



U590

# فهرس

## المقالات التي جاءت في الافتتاحية العربية من كتاب تذكرة المجلد الاول

صفحة	المقالات	صفحة	المقالات	صفحة	المقالات
١٣	في ما اختلق المسلمون المعاصرون من الكذب ان القرآن نهيهم عن هذه الدنيا -	٦	وليعبرهم على الهدى -	٣-١	في حمد الله عز وجل
١٢	في انه ما جاء النبي صلعم الا ليظهر الله على الذين كله -	٦	لكن الناس قد اختلفوا بينهم وجعلوا يتوكلوا في حب انبياءهم ليعبدونهم من الله ليخرجوا كلهم	١	في ان الله عز وجل جعل الانسان السبع البصر الفرقان وفصله على سائر الحيوان وجعله خليفة الارض -
١٣	وانه من خسر ههنا وحبطت اعماله في هذه الدنيا فهو الذي يخرج من في الاخر في انه ما كان المسلمين المعاصرين من نظم ونسق واخوة ووحدة الا والطاعة والمواخاة والمواشاة وما لهم من امير وامير وامارة	٨	فلذلك ظهر الفساد فيهم فكم يشركوا ففقدوا فوجب على الانسان ان يتبع القرآن الذي حفظه الله عن التحريف واللفظي -	١	وعلى هذا كتب عليه طاعة الايمان انما فالطاعة هي التي تصير على اعدائه وتختلف في الارض -
١٣	فلا يقبلون الا ان تملكوا على شئ لهذا يخطط الله اعمالهم -	٨-٩	لأن الله يشاء ان يكون الناس امة واحدة ويسئل عما يتفرق -	٢	فلا يحال الاحد ان يفر على ربه عصيانا و طغيانا ومن فعل هذا فم الذين يهلكون في الدنيا في انه عز وجل اعطى الانسان الكتاب الذي جاء به الانبياء على كونه صاحب النعم البصر التي لا تعلم على قانده تعالى -
١٣	وهم الذين يتقون اربابا لهم من دن الله ليسر كوا به اشد شركا -	٩	الذين ردوا الارض بل تخلفوا با خالف الله ولم يتخذوا ما خلق الله في السموات والارض با واضرا بما خلق الله فيها بالحق ولم يشركوا في حكمهم احدا -	٢	في ان الكتاب هو الذي جهم فيه روح من امره تعالى في انه من اطاع ربه فخير بهم الله حيثما اراد في الحيوة الدنيا وبالجنة في الاخرة -
١٤-١٥	فالذين ايهلكهم الله في الدنيا وبنتهم منهم -	٩	وهو والى الصراط المستقيم -	٣	الفرق بين الجنة والجنة -
١٨-٢١	حقيقة الشرك وفي الله ما الشريك الا الاستغراق في الحيوة الدنيا وعبادته الذات والاهواء	٩-١٣	في ما يفعل المخلفون من المسلمين في زماننا هذا -	٣-٢	في الصلوة على نبيينا صلعم في انه صلعم كان من اعظم الناس اكرامهم واكرمهم عند الله -
٢١-٢٢	وما الشريك من قول او كلمة -	١٠	في ما كان لهم من العلم والفضل الحكم النبوة في القرآن الماضية -	٣-٣	في الصلوة على الانبياء الكرام وفيما جاءوا به من عند الله ليعلم القوامهم
٢٢	وما هو بعبادة الاصنام المحقق حجة وما التوحيد بان تقوله واحد بافواهكم -	١٠	والامتثال بامرهم -	٢-٥	في ان عليهم ونبأهم قد احاط بعلم حكماءنا الحاضرين -
٢٣-٢٤	حقيقة الكفر والفسق والفساد الظلم -	١٠	بل ما كان لهم من النعم والعمل عبادة في ما اخترع المسلمون المعاصرون من دين الاقوال والالفاظ فاعين التعويض العمل -	٥	في انهم جاءوا من عند الله بكتاب احيد لا يرسل شئ -
٢٤-٢٥	في انه من اعرض عن الدنيا فم الذين	١١	في ان القول من دون العمل ليس شئ عند الله	٥	وجاءوا بالبصيرة بين الناس ليعلموا بينهم

المقالة	صفحة	المقالة	صفحة	المقالة	صفحة
يغلبون فيها -	٢٦	في ما عفى الله بلفظ علماء في القرآن وما يصنع المغربون العالمون من الأشياء الطبيعية -	٢٦-٢٧	ما هي برهبا نية -	٤٩-٤٧
حقيقة الاثقاء وفي الله من اتقى				في ان كل واحد من العشرة المبشرة	
فهم الذين يورثهم الله الارض -	٢٧-٢٨	في توصيف العلم وفوائده -	٢٨-٢٩	من لوازم الايمان وشرايطه -	٩٠-٩١
ومن لم يرث الارض فهم الذين يهلكون فيها -	٢٨	في الله عز وجل ينقل اسامة كتابه		في الله تعالى لا يرحم ولا يغفر	
في الله لا يستطيع احد ان يبطل		ووجهه من قوم الى قوم في اوقات شتى	٢٨-٢٩	الامن استمسك بالعقدة المبشرة	٩٧-٩٨
سنة الله -	٢٩	في حقيقة الاسلام وما الذي		حقيقة الحق وما يفعلون باحرام	٩٩-١٠٠
في ما اجر الطالين في الدنيا والاخرة		فطر الله الناس عليه -	٢٩-٣٠	في ان كل واحد من العشرة المبشرة	
من دون القائلين -	٣٠-٣١	في الله قد نبى الاسلام على عشرة		يصدر من اتقاء الله	١٠٩-١١٠
في ان المغربين هم الذين يحسنون		اصول -	٣١-٣٢	في حقيقة الكفر وما ضل المفتون	
في زماننا هذا -	٣١	فما اركان الاسلام المتعارفة الامم		في فتاوىهم -	١١٠-١١١
مسئلة الجبر والقدر وفي الله		الائمة المحمدية وما هي باصل		في الله ما الكفر الا الاعراض	
عز وجل لا يجبرنا على شيء بل		الذين فقط -	٣٢-٣٣	عن العشرة المبشرة من اصول	
اطلقنا لنفعل ما نشاء -	٣٣-٣٤	في ما استنبط المغربون من اصول		الاسلام -	١١٢-١١٣
في الله ما بقي للمسلمين المعاصرين		الذين من صحيفة الفطرة -	٣٤-٣٥	في الله ما الكفر الا في العمل ما	
من محيص الا ان يغيروا ما بانفسهم		في ما فصل الله من صلوة الزوات		هو باقوال او كلمات -	١١٣-١١٤
بالسعي العجل -	٣٥-٣٦	وتسبيح الطيب وسجودهم -	٣٦-٣٧	في الصراط المستقيم حقيقته	١١٤-١١٥
في ما يفعل المغربون في زماننا		وما عني الله بالصلوة والصراط		في الله من استمسك بالعشرة	
هذا وانما هم احكام القرآن		المستقيم -	٣٧-٣٨	المبشرة فهم الذين سلكوا صراطه	
علماء ومعلماء -	٣٨-٣٩	في ان كل واحد من العشرة المبشرة		المستقيم -	١٣٨-١٣٩
في ما حرض الله الناس على مطالعة		يصدر من التوحيد ويوجب فيه -	٣٩-٤٠	البلاغ الاخير للمسلمين المعاصرين	١٣٩-١٤٠
صحيفة الفطرة في القرآن -	٣٩-٤٠	في الله ما العبادة الا اطاعة		البلاغ الاخير لافراء المسلمين و	
وما استنبط المغربون منها فالحواجا -	٤٠-٤١	احكامه تعالى والسعي العجل		ملوكهم	١٤٠-١٤١

تمت

ينبغي للقارئ ان يتدبروا هذه الافتتاحية اشد تدبرا فانه قد خصت فيها روحا من امره تعالى بقدر استطاعتهم حد وسعته ويتبين فيها ما الذي جاء به الانبياء من ربهم ولم أكد ابين في الفهرس معشاة المقالات التي جاءت في كتاب الاقل القليل الذي يجوز للايضاح فينبغي للقارئ ان يطالعها ويخوض في الفاظها الجلية والحفيدة اشد خوفا لاستقراء المطالب والاستقصاء في ما انزل الله علينا الفلاحة في الدنيا والاخرة - واخر دعوانا ان الحمد لله رب العالمين \*

# فہرست مضامین دیباچہ

صفحہ	مضامین	صفحہ	مضامین	صفحہ	مضامین	صفحہ	مضامین
۵۲-۵۳	نہایت نیکی سے سب کلمات میں سے بڑا اور پاک	۳۱	مغرب کو مذہب کے پہلے پہل سے مذہب کے طرف متوجہ ہونا چاہیے تھا۔	۱	مغرب کو مذہب کے پہلے پہل سے مذہب کے طرف متوجہ ہونا چاہیے تھا۔	۱	مغرب کو مذہب کے پہلے پہل سے مذہب کے طرف متوجہ ہونا چاہیے تھا۔
۵۴	ایکے راز پر دیکھو باوجود کہ کسی مذہب کے	۱۵	پانچ مذہب ہیں۔	۲	ایک مذہب کے کلام معاذ اللہ جوڑے تھے یا نہیں	۲	ایک مذہب کے کلام معاذ اللہ جوڑے تھے یا نہیں
۵۶-۵۷	آج کل کے قطعی فیصلہ نہ ہو کہ کونسا مذہب سچا ہے	۳۲	کونسا مذہب سچا ہے؟	۳	کونسا مذہب سچا ہے؟	۳	کونسا مذہب سچا ہے؟
۵۸	اگر سب مذہب سچے ہوتے تو ان میں اختلاف نہ ہوتا	۳۳	حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی شخصیت کے متعلق ایک عجیب و غریب انکشاف۔	۴	حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی شخصیت کے متعلق ایک عجیب و غریب انکشاف۔	۴	حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی شخصیت کے متعلق ایک عجیب و غریب انکشاف۔
۵۹	جہاں پر اختلاف نہ ہو تو کونسا مذہب سچا ہے	۳۴	انہی کی اولوالعزمی اور کامیابی ہی انکی صداقت کا پتہ ثابت ہو۔	۵	انہی کے لئے ہونے والے پیغام کی حقیقت کا خلاف	۵	انہی کے لئے ہونے والے پیغام کی حقیقت کا خلاف
۶۰	مذہب کی صداقت معلوم کرنے کی اہمیت۔	۳۵	قرآن مجید کے کلام میں معنی بخوبی	۶	مغرب کی کلام کی طرف سے مذہب کے راز کو	۶	مغرب کی کلام کی طرف سے مذہب کے راز کو
۶۱	دیکھو کہ کونسا مذہب سچا ہے	۳۶	قرآن مجید کے کلام میں معنی بخوبی	۷	مغرب کی کلام کی طرف سے مذہب کے راز کو	۷	مغرب کی کلام کی طرف سے مذہب کے راز کو
۶۲	باعث واقع ہوئے ہیں۔	۳۷	قرآن مجید کے کلام میں معنی بخوبی	۸	مغرب کی کلام کی طرف سے مذہب کے راز کو	۸	مغرب کی کلام کی طرف سے مذہب کے راز کو
۶۳	تسلل انسانی کا باہمی اختلاف منشا بن گیا ہے	۳۸	قرآن مجید کے کلام میں معنی بخوبی	۹	مغرب کی کلام کی طرف سے مذہب کے راز کو	۹	مغرب کی کلام کی طرف سے مذہب کے راز کو
۶۴	خلافت اور غیر خلافت	۳۹	قرآن مجید کے کلام میں معنی بخوبی	۱۰	مغرب کی کلام کی طرف سے مذہب کے راز کو	۱۰	مغرب کی کلام کی طرف سے مذہب کے راز کو
۶۵	سب مذہب سچے کلام میں فرق کیا ہے	۴۰	قرآن مجید کے کلام میں معنی بخوبی	۱۱	مغرب کی کلام کی طرف سے مذہب کے راز کو	۱۱	مغرب کی کلام کی طرف سے مذہب کے راز کو
۶۶	مذہب کی صداقت جہالت کی ضد ہے	۴۱	قرآن مجید کے کلام میں معنی بخوبی	۱۲	مغرب کی کلام کی طرف سے مذہب کے راز کو	۱۲	مغرب کی کلام کی طرف سے مذہب کے راز کو
۶۷	نبوت کی ضد نہیں۔	۴۲	قرآن مجید کے کلام میں معنی بخوبی	۱۳	مغرب کی کلام کی طرف سے مذہب کے راز کو	۱۳	مغرب کی کلام کی طرف سے مذہب کے راز کو
۶۸	کلام خدا انسان کے لئے ہے	۴۳	قرآن مجید کے کلام میں معنی بخوبی	۱۴	مغرب کی کلام کی طرف سے مذہب کے راز کو	۱۴	مغرب کی کلام کی طرف سے مذہب کے راز کو
۶۹	وہ کیا طریقہ تھا جو انہی کے کلام کے	۴۴	قرآن مجید کے کلام میں معنی بخوبی	۱۵	مغرب کی کلام کی طرف سے مذہب کے راز کو	۱۵	مغرب کی کلام کی طرف سے مذہب کے راز کو
۷۰	کائنات جہالت کی ضد ہے	۴۵	قرآن مجید کے کلام میں معنی بخوبی				
۷۱	پیغام انہی کا اصل انسان کو تھا	۴۶	قرآن مجید کے کلام میں معنی بخوبی				
۷۲	راہ دکھانا تھا۔	۴۷	قرآن مجید کے کلام میں معنی بخوبی				
۷۳	ظہر کی ہر شے کا کوئی نہ کوئی ذوق نہیں	۴۸	قرآن مجید کے کلام میں معنی بخوبی				
۷۴	اسیے انسان کی ہر شے کی ہر شے کی ہر شے	۴۹	قرآن مجید کے کلام میں معنی بخوبی				
۷۵	عمل تھا چاہیے۔	۵۰	قرآن مجید کے کلام میں معنی بخوبی				
۷۶	یونین کی تعریف۔	۵۱	قرآن مجید کے کلام میں معنی بخوبی				
۷۷	انہی کے کلام کی نبوت، وحی کی اہمیت	۵۲	قرآن مجید کے کلام میں معنی بخوبی				
۷۸	نبوت کی کڑی گواہی۔	۵۳	قرآن مجید کے کلام میں معنی بخوبی				
۷۹	مختلف نبی مختلف دعوت میں صرف وہی	۵۴	قرآن مجید کے کلام میں معنی بخوبی				
۸۰	ظہر ہی لائے۔	۵۵	قرآن مجید کے کلام میں معنی بخوبی				
۸۱	اسی کی ظہر کی تجدید یا بارگاہ ہے	۵۶	قرآن مجید کے کلام میں معنی بخوبی				
۸۲	انسان کے لئے پیغام مختلف ہے	۵۷	قرآن مجید کے کلام میں معنی بخوبی				
۸۳	ہائے۔	۵۸	قرآن مجید کے کلام میں معنی بخوبی				
۸۴	محمد ہی بنے اور مسلم بنے کیا فرق ہے۔	۵۹	قرآن مجید کے کلام میں معنی بخوبی				
۸۵	نصرتی الہی نام انسان کی فوج بند ہے	۶۰	قرآن مجید کے کلام میں معنی بخوبی				
۸۶	تمام مذہب سچے ہیں لیکن سچے سچے	۶۱	قرآن مجید کے کلام میں معنی بخوبی				
۸۷	علماء مذہب کی مذہب کے بنیادی	۶۲	قرآن مجید کے کلام میں معنی بخوبی				
۸۸	انہی علم الامان کی طرف سے علم الامان	۶۳	قرآن مجید کے کلام میں معنی بخوبی				
۸۹	علم الامان کی فطرت اور انہی کی فطرت	۶۴	قرآن مجید کے کلام میں معنی بخوبی				
۹۰	نہایت اعلیٰ کے لئے انسانی فلاح کے لئے	۶۵	قرآن مجید کے کلام میں معنی بخوبی				
۹۱	ناکافی ہیں۔	۶۶	قرآن مجید کے کلام میں معنی بخوبی				
۹۲	انسان کے لئے کلام وحی کی قطعی ضرورت۔	۶۷	قرآن مجید کے کلام میں معنی بخوبی				
۹۳	مغرب کی مذہب کے لئے تو یہی ہے	۶۸	قرآن مجید کے کلام میں معنی بخوبی				
۹۴	مذہب کی موجودہ شکل کی صورت۔	۶۹	قرآن مجید کے کلام میں معنی بخوبی				



[illegible]

# فہرست مضامین تذکرہ

## مجلد اول

جو مضامین کتاب کے متن میں وارد ہوئے ہیں اُن کو جلی قلم سے لکھا گیا ہے جو  
حواشی میں آئے ہیں اُن کا قلم مہین ہے \*

صفحہ	مضامین	صفحہ	مضامین	صفحہ	مضامین
۳۷-۲۷	علم طبقات الارض کی تشریح	۱۰-۹	لفظ استخلاف کی تشریح		۱- افتتاحیہ زبان عربی
۲۸	طبقات الارض کی تعمیر کے پرکٹ	۲۷-۱۱	ڈارون کا نظریہ ارتقا	۱۲۴ تا ۱۲۳	از صفحہ ۱ تا ۱۲۴
۲۹-۲۸	رکازات زمین کے وجود کی توجیہ	۲۷-۱۱	مسئلہ ارتقا کی تشریح		فہرست مضامین بالحدہ ہے
۲۹	صغیر فطرت کی کتاب سے مشابہت	۱۱	مسئلہ ارتقا اور معرفت خدا		۲- دیباچہ
۳۰	طبقات الارض کی تعمیر کے پانچ زمانے	۱۱	شق اول دوم (مسئلہ تکوین و ترتیب کائنات)	۱۳۲ تا ۱۳۱	از صفحہ ۱ تا ۱۳۲
۳۰	القیدیۃ الاولیٰ کے رکازات	۱۲	شق سوم (مسئلہ تنازع البقا)		فہرست مضامین بالحدہ ہے
۳۱-۳۰	القیدیۃ الاخریٰ کے رکازات	۱۳	شق چہارم (مسئلہ استخلافیہ)		۳- مقدمہ
۳۰	کونٹے کی کانوں کا ذکر قرآن مجید میں	۱۴	شق پنجم (مسئلہ تدریج تکوین)	۱۰۰ تا ۱۰۱	از صفحہ ۱ تا ۱۰۰
۳۱-۳۲	الحیۃ الوسطیٰ کے رکازات	۱۴-۱۳	سنتہ الکاہل کے بوم کی تشریح	۱	مسلمانان عالم کا عالمگیر خطاط
۳۲-۳۳	صلاحت بقا کی تشریح	۱۴-۱۵	نقش قاجار کی تشریح	۲	اخطاط کے وجوہ
۳۳	الحجۃ القصدیٰ کے رکازات	۱۶	ارتقاء انسان کے متعلق قرآنی شہادت	۳	عدم نظام عمل
۳۴-۳۵	الحجۃ الاخریٰ کے رکازات	۱۷	شق ششم (مسئلہ اجتماع و ہستیا)	۴	اسلام یعنی نبی و فطرت و
۳۷-۳۶	مسئلہ وحدت اصل و اصل کی قرآنی شہادت	۱۸	شق ہفتم (مسئلہ بقائے صلح)	۴	مسلمانان قابل فدا اُمت ہیں
۳۷	سنتہ الکاہل کی تشریح	۱۹	شق ہفتم (مسئلہ وحدت کائنات و وحدت حیات)	۴	فطر اللہ اللہ فطر اللہ لکھا گیا کا مفہوم
۳۸-۳۷	تمکین انسانی اور صلاحیت بقا	۲۱-۲۰	تشریح سورج انسب علی المر علیہ وسلم	۵	اسلام ایک تعمیری فلسفہ ہے
۳۵	مغربی عمران اور صلاحیت بقا	۲۱	حرکت زمین کے متعلق قرآنی شہادت	۶	اسلام کی مسخ شدہ صورت
۳۵	ایمان اور اعمال صالحہ کی مابہیت	۲۲	حرکت برہم نکلی کے متعلق قرآنی شہادت	۶	قرآن حکیم کی حکمت ساطعہ نقاد کی نظر نہیں
۳۷-۳۶	آیہ استخلاف کا صحیح مفہوم	۲۳	حرکت شمس کا انکشاف اور قرآنی شہادت	۶	ایمان کی مابہیت
۳۹-۳۸	آیہ استخلاف کا قرآنی پیش نہاد	۲۵-۲۴	مسئلہ قتل خدا کا ابطال ارشاد قرآن	۷	ایمان اور عمل صالح کا نتیجہ
۳۹	وراثت زمین کا قرآنی پیش نہاد	۲۵	مسئلہ ارتقا کی صحت پر کتاب کے مباحث کا خلاصہ		آیہ استخلاف کا پیشانیہ ایرونی اور مسئلہ
۳۹	اعمال و محلو الصلحۃ کے مفہوم کی پہلی شق (سہرا)	۲۶	مسئلہ ارتقا کی علمی تصدیق	۱۰-۸	ارتقا و بقائے صلح
۴۰	صلح کی قرآنی تشریح کی ایک جگہ	۲۷	مسئلہ ارتقا کی علمی تصدیق	۸	مسئلہ ارتقا کے فخریہ اور تنقیدی



[illegible]

صفحہ	مضامین	صفحہ	مضامین	صفحہ	مضامین
۱۲۲	اتفاقا کے الٰہی مفہوم کی اہم نشانی استقلال اور کثرت	۱۱۸	کی تشریح	۱۰۱	خدا کی عینی شہادت کا حصول
۱۳۳	ایمان کا اثر نتیجہ زمین میں ممکن ہو	۱۱۹	شرک کی ابتدائی شرح	۱۰۲	صحیفہ فطرت کا مشاہدہ اور معرفت خدا
۱۴۳-۱۴۳	القول الکلیٰ، الکلیات کا صحیح مفہوم	۱۱۹	لفظ نیت کی ابتدائی تشریح	۱۰۳	مشاہدہ فطرت ایمان ہے
۱۴۴	یقینیت اللہ کا قرآنی مفہوم	۱۱۹	معجزہ کا صحیح مفہوم	۱۰۳	لرزش قلبی موجود ہوتا ایمان ہے
۱۶۳-۱۶۵	کیفیت التقا	۱۱۹	شرک کہ جنوں میں ناقابل عفو گناہ ہے	۱۰۴	لامانست خدا کی علی شہادت قرون اولیٰ میں
۱۴۵	اتفاقا کے الٰہی مفہوم اتحاد و استوار عقیدہ	۱۲۰	ابجد کے اصول کے متعلق قرآنی ارشاد	۱۰۴	تعلقات نبوی کا انقطاع ایمان ہے
۱۴۵	و بحبل اللہ ہے۔	۱۲۰-۱۲۲	ولایت الانبیاء علیہ السلام و لہما باین القائیں کا صحیح مفہوم	۱۰۵	عبودیت خدا کی شہادت قرون اولیٰ میں
۱۴۶	اعتصام بحبل اللہ کے معانی	۱۲۱	غزوہ احد کا ذکر	۱۰۵	شہداء علیہ السلام کی تشریح
۱۴۷	الف بکر قالوا یوسف یا صبیح	۱۲۱	مؤمن، شہداء، ظالم اور کافر کی تشریح	۱۰۵-۱۱۳	عبادۃ کا الٰہی مفہوم
۱۴۷	المعروف اور المذکور کی قرآنی اصطلاحات	۱۲۲-۱۲۵	قرآنی جان مال کے الٰہی ارشاد کی لم	۱۰۶-۱۱۶	قرون اولیٰ کے مسلمانوں کی استعداد قبول
۱۴۷-۱۵۱	کی تشریح۔	۱۲۳-۱۳۲	ایہ قال اللہ وانما الذکر رجوعی کا صحیح مفہوم	۱۰۶	سجود کا قرآنی مفہوم
۱۵۱	قرآنی اصطلاحات کی شرح میراجت کا باب اتفاق	۱۲۳-۱۲۶	مُحِبِّہ کا قرآنی مفہوم	۱۰۶-۱۰۸	رکوع کا قرآنی مفہوم
۱۵۱	گروہ کن ہونا۔	۱۲۶-۱۲۷	مُحِبِّہ اعلان برکتی سزا ہے	۱۰۸	عبادۃ کا قرآنی مفہوم اور قرآن کی احسن
۱۵۲-۱۵۳	اتفاقا کا نتیجہ از روئے قرآن نیادی مبنیا	۱۲۷-۱۳۲	تشریح سَیِّئَةٍ اور حَسَنَةٍ	۱۰۹	بے نیازی کی مثال
۱۵۲	اور ممکن ہے۔	۱۲۸	كُسِبُوا السَّيِّئَاتِ اور كَفَرُوا السَّيِّئَاتِ	۱۰۹	بنی اسرائیل کی عرفی عبادۃ کی تشریح
۱۵۲	یَحْبِلْ لَكَ فَرْغانہ کی تشریح	۱۳۰	اور كَفَرُوا السَّيِّئَاتِ کا مفہوم	۱۱۰-۱۱۱	مختلف مذاہب میں عبادت کے معنی و طریقے
۱۵۲	فضل کے قرآنی معانی	۱۳۰	حسن عمل کا الٰہی مفہوم	۱۱۱	اسلامی نماز کی صلیت رفتہ رفتہ معنوی پہچ
۱۵۳	کفر اور اتقا کا مقابلہ از روئے قرآن	۱۳۱	الحسنۃ کا بلند معیار از روئے قرآن	۱۱۲	اسلام میں تسبیح کا غلط استعمال
۱۵۴-۱۵۵	تقویٰ کا عظیم مرجع مفہوم	۱۳۱	مَعْرِفَتِہٖ عَلَیْہِمْ سِتْرًا اور صحیح مفہوم	۱۱۲	اِنَّكَ تَعْبُدُنِي تَشِیْع
۱۵۴	اتقا کے تشریح شدہ مطالب کی خدمت	۱۳۲	صَلَوَاتِ کے مفہوم کی تشریح	۱۱۳	مَا جَعَلَ عَلَيْكَ فِي الدِّينِ مِنْ حَرَجٍ کی تفسیر
۱۵۴	متقی قوم کو دنیا اور آخرت دونوں ازدی	۱۳۲	نبی کریم پر درود بھیجنے کا صحیح مفہوم	۱۱۴	سچے مؤمنوں کی قرآنی تعریف
۱۵۴-۱۵۵	قرآن درست ہیں۔	۱۳۳	مثافیر عرب پر درود بھیجنے کا الٰہی مفہوم	۱۱۴	قرآنی ایمان از روئے قرآن محض کچھ نہیں
۱۵۶-۱۵۷	وَابْتَغُوا الْوَدَّ وَالْوَسِيلَةَ کی تشریح اور کیا	۱۳۳	اَلَمْ يَنْزِلْ عَلٰی مُحَمَّدٍ کے مطالب	۱۱۵	ایمان کے لازمی خاک نگار زبات کے متعلق
۱۵۶-۱۵۷	غلط مزج مفہوم	۱۳۴	نماز کے التیات کے مطالب	۱۱۵	الٰہی ارشاد
۱۵۸	پیرستی کے خلاف قرآنی شہادت	۱۳۴-۱۳۵	التَّحْدِثَاتِ کی قرآنی اصطلاح کا صحیح مفہوم	۱۱۵-۱۱۶	جَنَّاتٌ اور الْجَنَّةُ فی القرآن کی تشریح
۱۵۸	متقی قوم کی دنیوی حالت کی یکسر درست ہو	۱۳۴-۱۳۸	فَرْضًا احساناً کا الٰہی مفہوم	۱۱۶-۱۱۷	قرون اولیٰ کے ایمان کا صحیح نصیب لین
۱۵۸	ماؤں لیکہ اللہ کی تشریح اور کون اشخاص اس	۱۳۸	شکر کے صحیح معانی	۱۱۷	ایمان کا شدت حسب ترادوف
۱۵۸	خطاب کے مصداق ہیں۔	۱۳۹-۱۴۰	کیا رکوع صرف ایک مذہبی رسم تھی؟	۱۱۷	ایمان اور ترک ماسوا
۱۵۹	متقی قوم کے لیے روئے زمین کی یادداشت	۱۴۰	ایمان کی اہم قرآنی شرائط	۱۱۷	صادق اور صدقہ کی تشریح
۱۵۹	وقف ہے۔	۱۴۰	ایمان کی تخصیص کسی مذہب سے نہیں	۱۱۸	عبادۃ اطاعت احکام الٰہی ہی ہے۔
۱۶۳-۱۶۴	تقویٰ و توحید کا عالمی مفہوم قرون اولیٰ میں	۱۴۱-۱۴۳	قرآنی مان جان کی الٰہی اغرض	۱۱۸	وَ مَا خَلَقْتُ الرَّجُلَ وَلَا النَّرَّ إِلَّا لِعِبَادَتِي

صفحہ	مضامین	صفحہ	مضامین	صفحہ	مضامین
۱۸۲-۱۸۳	ایمان کے لوازمات کی فہرست۔	۱۷۱	ظلم کی قرآنی اصطلاح یعنی عسیان میر۔	۱۶۱	مُحَمَّدٌ صَلَّاهُ اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ کی تہنیت
۱۸۳	ایمان کی ساٹھ شاخیں۔	۱۷۱	اقتلے خدا اور طاعت امیر۔	۱۶۱	دُؤین کے معانی
۱۸۳	اَلْهَدٰی اور دُؤین الحق کی تشریح۔	۱۷۱	صحیح توحید کا نتیجہ تمام جماعت ہو۔	۱۶۱	لُکُوْز دُؤین دُؤین اور ظلال کُؤو۔
۱۸۳	شاہ محمد تقی کے سکون پر گہبے۔	۱۷۱	قرآنی مال جان اور طاعت امیر کی	۱۶۱	الدین کا صحیح مفہوم۔
۱۸۳	اسلام کا منہائے حید از روئے قرآن	۱۷۱	غرض غایت تقویت قوم تھی۔	۱۶۲	اقتا کا نتیجہ پیش بندی اور حفظ نفس ہے
۱۸۵-۱۸۶	دنیا میں غالب بکر رہنا ہے۔	۱۷۱	تقویت قوم کا دوسرا منہائے نظر تھا۔	۱۶۲	کُؤا قَد مَتَّ لَعَلَّہَا کا صحیح مفہوم۔
۱۸۶	سیاسی ملک کے منہائے حید ہو کر قرآنی شہادتیں	۱۷۱	انسان کیلئے وحی کی ضرورت۔	۱۶۲	اقتلے خدا کا نتیجہ دشمن کو مرعوب اور
۱۸۶	روایاتی حقیقت۔	۱۷۱	کتاب وحی کا مال حفظ نفس کے حصول	۱۶۳	مغلوب کرنا ہے۔
۱۸۵-۱۸۶	غلبہ اسلام و اتحاد عالم	۱۷۱	پیش کرنا تھا۔	۱۶۳	کا فرقہ کی خصوصیات۔
۱۸۶	اسلام کے سیاسی ممکن اور ممکنات میں بی	۱۷۱	قرآن کے نازل ہونے کا مال امیر کے حفظ	۱۶۳	صاحب بیان قوم کا دشمن پر غالب ہونا
۱۸۶-۱۸۷	نوع انسان کا اتحاد مضمر تھا۔	۱۷۱	نفس کے حصول کے حکم نامہ ہے۔	۱۶۳-۱۶۴	اٹل ہے۔
۱۸۶	دین اسلام کی دعوت اتحاد کی پہلی شکر	۱۷۱	ظلمت جہل سے نور علم کی طرف کانٹا ہے	۱۶۴	کفر اور ایمان کے انتہائی درجے
۱۸۶-۱۸۷	اساس توحید ہے۔	۱۷۱	اَلْظُلُمٰتِ اور النُّوْر کی تشریح۔	۱۶۴	دنیاوی ممکن کا ایمان اور ممکنات میں
۱۸۶	لُکُوْز اِلٰی کُلِّ سُوْرَةٍ مِّنْہَا وَیَسْمَعُ مِنْہَا	۱۷۱	اقتا اور تسلیم خدا کا مال امت کو نیایں	۱۶۴	مظفر و مضمون مضمون مضمون مضمون
۱۸۶	تشریح۔	۱۷۱	بے خوف خطر کر دینا ہے۔	۱۶۴	صاحب بیان قوم پر ملائکہ کا نزول
۱۸۶	اَلْبَاقِیْنَ دُؤِیْنِ اللّٰہِ کی توضیح۔	۱۷۱	اِسْلَام اور اِحْسَان کی قرآنی اصطلاحات	۱۶۴	ایمان اور اقتا آپس میں تو کام ہیں
۱۸۶	عبادۃ کا صحیح مفہوم توحید کا صحیح مفہوم	۱۷۱	کی توضیح۔	۱۶۴	ایمان کی طاقت قرون اولیٰ میں اور
۱۸۶	دوسری مشترک اساس سبائیکہ کو بلا	۱۷۱	اسلام کے سبب و امر و نواہی کا منہا	۱۶۴-۱۶۵	ایمان اور ایمان کی تہنیت اور خروج۔
۱۸۸-۱۸۹	تفریق مبین سببائیکہ کا منہا ہے۔	۱۷۱	سیاسی اور اجتماعی غلبہ تھا	۱۶۵	اَلْمُؤْمِنُوْنَ اَوْ کُلُوْا الصَّلٰوٰتِ کے مفہوم کی پہلی شرح
۱۸۹	ایمان صرف عمل کا نام ہے بلکہ اس کے تعلق میں	۱۷۱	حفظ نفس از روئے قرآن نیت خدا ہے۔	۱۶۵	سُبْحَانَکَ رَبِّیْ وَبِحَمْدِکَ اِنَّ الشَّیْطٰنَ کَاذِبٌ
۱۸۹	تیسری مشترک اساس آپس میں فرقہ بند	۱۷۱	اتحاد، اطاعت اور اقتا لازمی ایمان ہیں	۱۶۵	مطالعہ ہے۔
۱۸۹-۱۹۰	نہ بننا ہے۔	۱۷۱	اَعْلٰوْنَ بنارضاے خدا کی علامت ہے	۱۶۵-۱۶۶	ایمان اور ایمان کی تہنیت اور خروج۔
۱۸۹-۱۹۰	کُلُّ النَّاسِ لِرَءِیْسٍ وَّارِیْسٍ کا صحیح مفہوم۔	۱۷۱	تاسیس بیت المال کی حکمت۔	۱۶۶	اطاعت رسول کی حقیقت قرون اولیٰ میں
۱۸۹	نبی نبی انسان کی وحدت نسل۔	۱۷۱	ایشار مال کا مصدق ایمان، محرک عشق اور مطہر	۱۶۶	اور تحویل قبیلہ کا حکم۔
۱۸۹	مقتضات طبیعت اتحاد سبب۔	۱۷۱	قلب ہونا۔	۱۶۶	اطاعت رسول کی حقیقت قرون اولیٰ میں
۱۸۹	غیر انسانی نوع کے افراد کا سبب ایمان اور وحدت نسل	۱۷۱	ایشار مال کے انسان کی اجتماعی بہتری	۱۶۶	ایک ہی ہم شریعت تھی۔
۱۹۰	انبیائے کرام اللہ کے قرآن ایک بیجا کام حاصل تھے	۱۷۱	کے لیے ہونے کی قرآنی شہادت۔	۱۶۶	اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ وَرَسُوْلُہٗ کا صحیح مفہوم قرون
۱۹۰	خدا کے عزوجل کا مقصود نبی نوع انسان کی توحید	۱۷۱	رسول خدا کے مبعوث ہونے کی واحد	۱۶۶-۱۶۷	اولیٰ میں اور اسکا اطلاق زمانہ حال میں۔
۱۹۱	کُلُّ النَّاسِ لِرَءِیْسٍ وَّارِیْسٍ کا صحیح مفہوم	۱۷۱	غرض غایت۔	۱۶۷	رسول خدا کی وفات بعد اطاعت رسول کا مفہوم
۱۹۱	اِسْلَام کی قرآنی اصطلاح کی حقیقت	۱۷۱	جنت کی قرآنی اصطلاح کا آخری جنت اور	۱۶۷	امت اسلام کیلئے ایک امیر کی ضرورت۔
۱۹۲	وَلَوْ شَاءَ اللّٰہُ لَجَعَلْنَاکُمْ اُمَّةً وَّاحِدَةً کا صحیح مفہوم	۱۷۱	اور دنیاوی بادشاہت دونوں پر اطلاق۔	۱۶۷	اطاعت خدا اور طاعت رسول کا تعلق قرون اولیٰ میں

صفحہ	مضامین	صفحہ	مضامین	صفحہ	مضامین
۲۱۳-۲۱۲	نعمت کا لفظ و نیاوی لغتوں کے معنوں میں	۱۹۳	اسلام کا ہر امر و نہی قوت پیدا کرنے اور	۱۹۳	مشیت خدا اور نشانے خدا میں فرق
۲۱۳-۲۱۳	نعمت کا لفظ انسانی و نادر شناسی کے	۱۹۳	بنی نوع انسان کو اپنے میں جذب	۱۹۳	تفرقے کا باعث خود انسان ہونا نہیں
۲۱۳-۲۱۳	بیان کے ضمن میں	۲۰۵	کر لینے کا چارہ ہے۔	۱۹۳	وَلَوْ شَاءَ رَبُّكَ لَجَعَلَ النَّاسَ أُمَّةً
۲۱۵-۲۱۳	نعمت کا لفظ تذکرہ الاء اللہ کے ضمن میں	۲۴۰-۲۰۵	<b>حکمت اِصْلَاحِ</b>	۱۹۳	وَاحِدَةً كِى تَشْرَحَ
۲۱۵-۲۱۳	نعمت کا لفظ بنی اسرائیل سے خطاب کے	۲۰۵	الصَّلَوة کی باہریت	۱۹۳	وَقَدَّمَتْ كَلِمَةً رَبِّكَ لَا مَلْئِقَ يَهْتَمُّ بِهَا
۲۱۶-۲۱۵	ضمن میں	۲۰۶	الصَّلَوة سے مقصود خارجی نظم و نسق	۱۹۶-۱۹۵	الْجَنَّةِ وَالنَّارِ لِكُلِّ جَمْعٍ كِى تَشْرَحَ
۲۱۶-۲۱۵	نعمت کا لفظ قرون اولی کے مسلمانوں کے	۲۰۶	پیدا کرنا ہی ہے۔	۲۰۶-۱۹۶	<b>تو حید کا نام و نقش و توحید</b>
۲۱۸-۲۱۶	خطاب کے ضمن میں	۲۰۶	الصَّلَوة اور اطاعت الہیہ	۱۹۶-۱۹۶	توحید کا علی منظر اور دعوت اتحاد
۲۲۰-۲۱۹	نعمت کا لفظ توفیق عمل کے معنوں میں	۲۰۶	الصَّلَوة اور مساوات	۱۹۸-۱۹۶	توحید کی قوت اور اہمیت
۲۲۰-۲۱۹	انبیاء کے کلام کے بارے میں اَنَعَزَ اللہ	۲۰۶	الصَّلَوة اور اذکار الصَّلَوة وَالْمَنَاجَاتِ	۱۹۶	الاسلام کی حقیقت
۲۲۲-۲۲۱	علیہم کے الفاظ کا صحیح مفہوم	۲۰۶	الصَّلَوة اور اطاعت امام کی غرض غایت	۱۹۸	توحید کی حقیقت کی تشریح
۲۲۲	نعمت کے الہی مفہوم کی فہرست	۲۰۶-۲۰۶	مساجد خدا کے اندر موجود بظنی	۲۰۶-۱۹۸	توحید کا پیدا کیا ہوا اخلاق
۲۲۳	الصَّلَوة علیہم کی تشریح	۲۰۶-۲۰۶	الصَّلَوة کا الہی مفہوم	۱۹۸	انسانے خدا کا پیدا کیا ہوا ایقانے عہد
۲۲۳	الصَّلَوة کی شرح اور ضلال کا صحیح	۲۰۶-۲۰۶	نماز میں خدا کے حضور میں نمازی کی	۱۹۸-۱۹۸	ایقانے عہد کی اسلام میں اہمیت
۲۲۳	مفہوم	۲۰۶	واحد گزارش	۱۹۸-۱۹۸	قرآن حکیم کے احکام کی گرفت حکمت اولیہ
۲۲۳	مفہوم	۲۰۶	الصَّلَوة کے مفہوم کی باہریت	۲۰۰-۱۹۹	لا یستأذِنُ اِلَّا الْمُطَهَّرُونَ کی تشریح
۲۲۴-۲۲۳	<b>صراط مستقیم</b>	۲۲۴-۲۱۰	اِهْدِنَا الصِّرَاطَ الْمُسْتَقِيمَ صِرَاطَ	۲۰۱-۲۰۰	توحید کا پیدا کیا ہوا عجز و انکار قرون
۲۲۴-۲۲۳	صراط مستقیم کی دعائیں حصول اہمیت	۲۱۰	الدِّينِ اَنْعَمْتَ عَلَيْهِمْ کا صحیح مفہوم	۲۰۱-۲۰۰	اولی میں۔
۲۲۴-۲۲۳	کے لئے اضطراب	۲۱۰	الهدی اور دین الحق کے الفاظ کی الصَّلَوة	۲۰۱-۲۰۰	اِذَا خَاطَبْتَهُمُ الْجَمْعُ لَوْ قَالُوا سَلِمًا
۲۲۴	صراط مستقیم کے الفاظ میں اختصار	۲۱۰	المستقیم سے مناسبت	۲۰۱-۲۰۰	کی ایک سخن تشریح
۲۲۴	راہ کا مفہوم	۲۲۴-۲۱۰	نعمت کا الہی مفہوم اندرون قرآن اور	۲۰۲	علو اخلاق اور شہادت خداوندی
۲۲۵-۲۲۴	صراط مستقیم اور خط مستقیم میں مائت	۲۱۰	صحیح تشریح۔	۲۰۲	اولی میں۔
۲۲۵	يَهْدِيكَ رَبُّكَ الصِّرَاطَ الْمُسْتَقِيمَ کا صحیح	۲۱۰	الصَّلَوة علیہم اور الصَّلَوة کا غلط	۲۰۲	انسانے خدا کے علی منظر کی ایک تصویر
۲۲۵	مفہوم	۲۱۰	مروج مفہوم	۲۰۲	ہجری کی مثال
۲۲۵	اِهْدِنَا الصِّرَاطَ الْمُسْتَقِيمَ کی دعا جہانی	۲۱۱-۲۱۰	الصَّلَوة اور انعمت علیہم کا مروج مفہوم	۲۰۰-۲۰۳	<b>۵- حکمت عبادات</b>
۲۲۵	دعا ہے انفرادی نہیں۔	۲۱۱	بال سے باریکہ اور تلوار سے تیز راہ کا فلسفہ	۲۰۳	نقش توحید علو اخلاق اور تقاضا خدا
۲۲۵	نماز کے اندر تکلم کی واحد اور جمع کی فہرست	۲۱۱	مفہوم	۲۰۳	کا تبلیغی اثر صدر اسلام میں۔
۲۲۶-۲۲۶	صراط مستقیم کا الہی مفہوم اندرون	۲۱۱	صراط مستقیم پر چلنے کا مفہوم قطع و جدال	۲۰۳-۲۰۳	دین اسلام کی اوعانی اور عینی حقیقتیں
۲۲۶	قرآن۔	۲۱۱	پر چڑھنا ہے	۲۰۳	دین اسلام کے عالمگیر جماعت پیدا کرنے کا
۲۲۶	صراط مستقیم کے مفہوم کی پہلی شرح	۲۱۲	نعمت کا مفہوم اندرون قرآن سہم	۲۰۳	قوت اور ممکن پیدا کرنے کے وسائل
۲۲۶	اتحاد ہے	۲۱۲	و نیاوی ہے۔	۲۰۳	



# فهرس آیات القرآن

## التي جاءت في الافتتاحية العربية من كتاب تذكرة (المجلد الأول)

العدد الأول اعني ٢ في نحو (١١٢:٢) صفحة ٣٤ يشير إلى عدد السورة والثاني اعني ١١٢- إلى عدد الآية  
والثالث اعني ٣٤- إلى عدد الصفحة من الافتتاحية

صفحات	اعداد سور القرآن	صفحات	اعداد سور القرآن	صفحات	اعداد سور القرآن	صفحات	اعداد سور القرآن	صفحات	اعداد سور القرآن
٩٩	٩٩:٥	٣٣	٣٣:١٣	٥٣:١٢٨	٥٣:١٣	٩٩:١٣	١١٢:٢	٢٤	١١٢:٢
١٢٤	٤٣:٥-٤٣:٥	٥٩:١٣	٥٩:١٣	٥٩:١٣	٥٩:١٣	١١١	١١١:٢	١١١	١١١:٢
٩١	٤٣:٥	٤٨٠	٤٨٠	١٠٥:٢٤	١٠٥:٢٤	١٣١	١٣١:٢	١٣١	١٣١:٢
٩٣	٤٣:٥	٤٣	٤٣:١٣	٩٤	٩٤:١٣	١٥٤-١٥٥:٢	١٥٤-١٥٥:٢	١٥٤-١٥٥:٢	١٥٤-١٥٥:٢
٨٢٤٨٠	١١٢:٥	١٣١	٤٠-٩٩:١٣	٥٥:١٢٨	٥٥:١٢٨	١٣١	١٣١:٢	١٣١	١٣١:٢
الانعام		١٣٤	٩٩:١٣	١٣٩:١٢٢	١٣٩:١٢٢	١٠٠	١٠٠:٢	١٠٠	١٠٠:٢
		٩٢	٤١:١٣	١٤	٩٨:١٣	٩٢	٩٢:٢	٩٢	٩٢:٢
٣٠	٣٤:٩	١١٨	٤٩:١٣	١٣٠	١٠٢-١٠٠:٢	٣٩	١٣١:٩	٣٩	١٣١:٩
٣١:٣٩	٣٨:٩	٤٣	٨٠:١٣	١٢	١٠٢-١٠١:٢	٨٠:١٣	١٣١:٩	٨٠:١٣	١٣١:٩
٣١:٣٥	٣٩:٩	٣٢	٨٢:١٣	١٥١٨	١٠٢:١٣	١٢	١٣١:٩	١٢	١٣١:٩
٢٥	٣٥:٩	١١٩	٨٩:١٣	١٤	١٠٢:١٣	٢٤	١٣١:٩	٢٤	١٣١:٩
٤٣:٢٥	٣٤:٩	١١٣	٩٣:١٣	٣٣	١٢٨:١٣	٩٢	١٣١:٩	٩٢	١٣١:٩
١١٢	٤٠:٩	٩٢	١٠٢:١٣	١٠٩	١٢٩:١٣	١٠١	١٣١:٩	١٠١	١٣١:٩
٤٩:٢١١٥	٨٣:٩	١١٩	١٠٢:١٣	١٠٥	١٣٣-١٣٢:١٣	١٠٥:٢٤	١٣١:٩	١٠٥:٢٤	١٣١:٩
٣٩	٩٠-٨٩:٩	٩٢	١١٠:١٣	١٣٩:١٢٨	١٣٨:١٣	٤٣	١٣١:٩	٤٣	١٣١:٩
٣٨:١١	٩٢:٩	١٢٩	١٣٩:١٣	١٣٨:١٢١	١٣٨:١٢١	٣٢:٢١	١٣١:٩	٣٢:٢١	١٣١:٩
٤٨:١٩	٩٣:٩	٢٠	١٣٩-١٣٨:١٣	٩١	١٣٠:١٣	١٠٩	١٣١:٩	١٠٩	١٣١:٩
٣٩	٩٨:٩	١٥	١٣٥:١٣	١١	١٣١:١٣	١٣٠:١٣	١٣١:٩	١٣٠:١٣	١٣١:٩
١١١	١١٥:٩	١٢٨:١٥	١٥٢-١٥٠:١٣	١٢٥	١٣٢-١٣١:١٣	٩٣	١٣١:٩	٩٣	١٣١:٩
١١١	١١٧:٩	١٣٨	١٤٩:١٣	١٣٩	١٣٣:١٣	١١٢:٩٢	١٣١:٩	١١٢:٩٢	١٣١:٩
١٣٨:١١١	١١٨-١١٤:٩	المائدة		١٣١	١٣٩:١٣	٥٣:١٣	١٣١:٩	٥٣:١٣	١٣١:٩
٩٠	١١٨:٩			١١٩	١٥٥:١٣	١٣٣	١٣١:٩	١٣٣	١٣١:٩
١٣٤	١٢٨-١٢٣:٩	١٠٩	٨١:٥	١١٤	١٢٤-١٢٥:١٣	١٣١	١٣١:٩	١٣١	١٣١:٩
١٠٩	١٢٩:٩	١٠٥	١١:٥	٥٥	١٢٩:١٣	٢٢	١٣١:٩	٢٢	١٣١:٩
١٣٤	١٢٨-١٢٩:٩	٥٢	١٣:٥	١١٤	١٢٩-١٢٨:١٣	٨٢	١٣١:٩	٨٢	١٣١:٩
٩٨:١٥	١٢٩:٩	١٣٥	١٢-١٥:٥	٨٥	١٢٩-١٢٨:١٣	١٣١:١٢٩	١٣١:٩	١٣١:١٢٩	١٣١:٩
٩٩	١٣٩-١٢٩:٩	٢٥	١٨:٥	٩	١٢٩:١٣	١٢٩:١٣	١٣١:٩	١٢٩:١٣	١٣١:٩
٩٨	١٣٤:٩	٨١	٢٣:٥	٨١:٤٨٠	١٢٩:١٣	ال عمران		٥٢	١٣١:٩
٣٢	١٣٩:٩	١٠٥	٣٥:٥	النساء		١١٩	١١:٣	٩٣	١٣١:٩
١٣٢	١٥٢-١٥٣:٩	٩٢	٣٩:٥			١٩	١٣:٣	١٠٩	١٣١:٩
١٣٢	١٢٩:٩	١١٠	٣٢:٥	١٠٩	٩:٣	٨٣	١٤:٣	٥٠	١٣١:٩
١٣٠	١٢٨-١٢٩:٩	١٨٠	٣٥:٥	٩٢	١٢:٣	٥٥:١٣	١٨:٣	٢٥	١٣١:٩
١٣٢:٩٢:١٣	١٢٩:٩	١١٠	٣٤:٥	٩٢	١٨:٣	٩٢	٣١-١٢٠:٣	٥٨:١١	١٣١:٩
الاعراف		١٠٤	٥٤:٥	١١٥	٣٤:٣	١١	٥٣:٣	٩٣	١٣١:٩
		١٠٤	٥٤:٥	١١٥	٣٤:٣	١١	٥٣:٣	٩٣	١٣١:٩

صفحات	اعداد سور القرآن وآياته	صفحات	اعداد سور القرآن وآياته	صفحات	اعداد سور القرآن وآياته	صفحات	اعداد سور القرآن وآياته	صفحات	اعداد سور القرآن وآياته
٢٣	١٠٨:١٤	ابراهيم ١٣		٧	١٩:١٥	١٢٣	٥٩-٥٥:٨	١٣١	٢٣:٤
٩١:٩٣	١٩٩:١٠٤:١٤	١١٢	٣-٢:١٣	١٣	٢٥:١٠	٢٤	٦٠:٨	١٧	٢٤:٤
١٣٠	١٢٢-١٢٠:١٤		١٣٥	٢٥:١٠	١٠	٧٣:٨	١٣	٢٩:٤	
١٣٢	١٢٥:١٤	٥١	٢١:١٣	٣١	٢٤:١٠	١١٩	٧٥:٨	٢٨	٣٣:٤
بنی اسرائیل ١٤		١٣٦	٥:١٣	١٤	٢٨:١٥	٨١:٤٤	٤٣:٨	٧٦:٢٤	٣٥:٤
١٢٢	٨-٣:١٤	١٣٨:٩٢	٤:١٣	٣٢:٣	٣٣:١٠	التوبة ٩		١٠٣	٣٩-٣٤:٤
	١٢٢:٤٨	٩:١٤	١٣١	١٢:١٣	١٢	٢٩:١٥	١٠٥	٣١	٥٢:٤
١٢٢	١٧:١٤	١٠٤	١٥-١٣:١٣	٢٢	٧٢-٧٢:١٠	١٠٤:٤٥		١٣:٩	١٣٠:٣
٩٥	١٤:١٤	١٣١:٩	١٨:١٣	٤٧	٧٢:١٠	١٢٧	١٨-١٤:٩	١٣٨:١٠	٥٧:٤
٨٢	١٩-١٨:١٤	١٢٣	٢٨:١٣	١٢٢	٧٨:١٥	٢٥	٢٣:٩	٢٤	٤١:٤
٣٧	١٨:١٤	الحج ١٥		١٢٢	٤٠-٧٩:١٠	٢٥	٢٣:٩	١٠٤	٩٧:٤
١٢٣	٢٤-٢٧:١٤	٩	٢:١٥	٨١	٨٢:١٠	١٣٩:٢٥	٢٥:٩	١٣٨:٢٧	١٢٨:٤
٩٠	٣٧:١٤			١٣١	٨٧-٨٥:١٠	٩٣	٢٤:٩	٤١٥	٩١
٧٢:٧١	٣٣:١٤	٢٨	١٤:١٥	١٣١	٨٨:١٠	١٢٨:٧٨	٣٠:٩	٩١	١٥٤:٤
١١٥	٧٤:١٤	١٠٨	٣٧-٣٥:١٥	هود ١١		١٢٨:٧٨	٣١:٩	٩١	١٥٤:٤
١٠٣:٢٩	٤٢:١٤	٩٢	٥٠-٣٩:١٥	٣٩	١٢:١١	١٠٥	٣٧:٩	١٣٢	١٤٠-١٣٨:٤
٣٣	٨٣:١٤	٢٥	٧٧:١٥	٤٤	٥٠:١١	١٠٥	٢٣:٩	١٠٤	١٧٩:٤
٢٩	٨٤-٨٧:١٤	١٣٩	٨٤:١٥	٤٨	٥٢-٥٠:١١	١١٧	٢٣:٩	١٣٩	١٤٣:٤
١٣٠:١٢٧	٨٨:١٤	التخل ١٦		١٣٢	٥٧:١١	١١٧	٥٥-٥٣:٩	١٧	١٤٧:٤
الكهف ١٨		٢٤	٤:١٧	٨١	٨٧-٨٣:١١	٧٢	٤٣:٩	٩٩	١٤٩:٤
٢٢	٤:١٨			٣٨	١٢:١٧	٧	٨٨:١١	٩٥	٨٠:٩
٨١:٢	٢٧:١٨	١١٣	١٩:١٧	٩٥	١١٤:١١	١٧	٨٢:٩	١٢	١٨٨:٤
٩٧	٢٤:١٨	١٠٩	٢٥:١٧	١٨	١١٩-١١٨:١١	١١٤	٨٥-٨٣:٩	١٢٧	٢٠٣-٢٠٢:٤
٩٧:٣١	٢٨:١٨	١١	٢٧:١٧	٤	١١٩:١١	١١٤	٩٠:٩	الانفال ٨	
١٢٠	٥٧:١٨	١٠٤	٣١-٣٠:١٧	يوسف ١٢		١١٨	٩٤-٩٣:٩	٤١٠	٣-٢:٨
١٧	١٠٢:١٨	٨٢	٣٧:١٧	٥١	٢:١٢	٩٣	٩٩:٩		
١٢١	١٠٨-١٠٣:١٨	١٢٢	٣٩-٢٨:١٧	١٥	٢٩:١٢	١٣٠	١٠٢:٩	٨١	٨:٨
٢٨:١٣	١٠٧-١٠٣:١٨	٧٠:٢	٥٠-٣٩:١٧	١٢٥	٨٤:١٢	٧٠	١١١:٩	٩١	١٧:٨
مريم ١٩		٣٠	٧٧:١٧	٩٢:٣٨	١٠٠:١٢	١٠٥	١١٩:٩	١١٨	١٧:٨
١١٥	٣٤:١٩	٧١	٧٩-٧٨:١٧	٤٩	١١١-١٠٣:١٢	٤٤:٧٧	١٢٠:٩	١١٧:٣١	٢٥٣:٨
٤٤	٣٠:١٩	٣٠	٧٩:١٧	٣٩	١١١:١٢	١٠٥	١٢٣:٩	١٠٣	٢٥-٢٣:٨
٩٧	٤١:١٩	٩	٤٢:١٧	العنكب ١٣		٣٠	١٢٨:٩	٢٣	٢٥:٨
٢٠	٨١:١٩	١٢٢	٤٨:١٧	يونس ١٠		٢٠	٢٨:٨	٢٠	٢٨:٨
طه ٢٠		٨٢	٤٩-٤٨:١٧	٩٢	٧:١٣	١٠٤	٢٩:٨	١٠٤	٢٩:٨
١٣٧	١٥:٢٠	١٢١	٨٨:١٧	٩٤:٢٨	١١:١٣	٢١	٥:١٠	١١٥	٣٤-٣٣:٨
	٣٩:٣٣	٥٠:٢٠	١١١:٥٠	٨٩:١٧	١٢١	١٣:١٣	١٠٧:٣٩	٧:١٠	١١٩:٢٨
٤١	٨١:٢٠	١١٢	١٠٩-١٠٧:١٧	١١٣	٣٢-٣١:١٣	١٢٥	٩-٤:١٠	٧٥	٣٩:٨
٩٢	٨٢:٢٠	٢٢	١٠٤:١٧	١١٣	٣٢:١٣	١٣٢	١٢:١٠	١١٠:٧٢	٢٧:٨

اعل اسو القرآن آيات	صفحات	اعل اسو القرآن آيات	صفحات	اعل اسو القرآن آيات	صفحات	اعل اسو القرآن آيات	صفحات	اعل اسو القرآن آيات	صفحات
١١٣:٢٠	١٠٣	١١:٢٣	١١٢	١٤:١٥:٢٤	٨٤	١٤:٢٤	١١٠	١٢:٢٣	١١٠
الانبيا ٢١		١٢:٢٣	٩٣	٣١:٢٤	١٠٢	٤٥:٢٤	١٣٩	٢٣:٢٣	٩٣
		١٩-١١:٢١	١٣٢	١٣:٢٣	١٣	١٣:٢٣	١٣٩	٢٣:٢٣	٩٣
٢٢:٢١	٢٢	١١:٢٣	١١٢	١٤:٢٤	٨٤	١٤:٢٤	١١٠	١٢:٢٣	١١٠
٢٣:٢١	٢٣	١٢:٢٣	٩٣	٣١:٢٤	١٠٢	٤٥:٢٤	١٣٩	٢٣:٢٣	٩٣
٢٤:٢١	٢٤	١٣:٢٣	١٣٢	١٣:٢٣	١٣	١٣:٢٣	١٣٩	٢٣:٢٣	٩٣
٢٥:٢١	٢٥	١٤:٢٤	١١٢	١٤:٢٤	٨٤	١٤:٢٤	١١٠	١٢:٢٣	١١٠
٢٦:٢١	٢٦	١٥:٢٥	١٢٢	١٥:٢٥	٩٤	١٥:٢٥	١٢٢	١٣:٢٣	١٢٢
٢٧:٢١	٢٧	١٦:٢٦	١٣٢	١٦:٢٦	١٠٢	١٦:٢٦	١٣٢	١٤:٢٤	١١٢
٢٨:٢١	٢٨	١٧:٢٧	١٤٢	١٧:٢٧	١١٢	١٧:٢٧	١٤٢	١٥:٢٥	١٢٢
٢٩:٢١	٢٩	١٨:٢٨	١٥٢	١٨:٢٨	١٢٢	١٨:٢٨	١٥٢	١٦:٢٦	١٣٢
٣٠:٢١	٣٠	١٩:٢٩	١٦٢	١٩:٢٩	١٣٢	١٩:٢٩	١٦٢	١٧:٢٧	١٤٢
٣١:٢١	٣١	٢٠:٣٠	١٧٢	٢٠:٣٠	١٤٢	٢٠:٣٠	١٧٢	١٨:٢٨	١٥٢
٣٢:٢١	٣٢	٢١:٣١	١٨٢	٢١:٣١	١٥٢	٢١:٣١	١٨٢	١٩:٢٩	١٦٢
٣٣:٢١	٣٣	٢٢:٣٢	١٩٢	٢٢:٣٢	١٦٢	٢٢:٣٢	١٩٢	٢٠:٣٠	١٧٢
٣٤:٢١	٣٤	٢٣:٣٣	٢٠٢	٢٣:٣٣	١٧٢	٢٣:٣٣	٢٠٢	٢١:٣١	١٨٢
٣٥:٢١	٣٥	٢٤:٣٤	٢١٢	٢٤:٣٤	١٨٢	٢٤:٣٤	٢١٢	٢٢:٣٢	١٩٢
٣٦:٢١	٣٦	٢٥:٣٥	٢٢٢	٢٥:٣٥	١٩٢	٢٥:٣٥	٢٢٢	٢٣:٣٣	٢٠٢
٣٧:٢١	٣٧	٢٦:٣٦	٢٣٢	٢٦:٣٦	٢٠٢	٢٦:٣٦	٢٣٢	٢٤:٣٤	٢١٢
٣٨:٢١	٣٨	٢٧:٣٧	٢٤٢	٢٧:٣٧	٢١٢	٢٧:٣٧	٢٤٢	٢٥:٣٥	٢٢٢
٣٩:٢١	٣٩	٢٨:٣٨	٢٥٢	٢٨:٣٨	٢٢٢	٢٨:٣٨	٢٥٢	٢٦:٣٦	٢٣٢
٤٠:٢١	٤٠	٢٩:٣٩	٢٦٢	٢٩:٣٩	٢٣٢	٢٩:٣٩	٢٦٢	٢٧:٣٧	٢٤٢
٤١:٢١	٤١	٣٠:٤٠	٢٧٢	٣٠:٤٠	٢٤٢	٣٠:٤٠	٢٧٢	٢٨:٣٨	٢٥٢
٤٢:٢١	٤٢	٣١:٤١	٢٨٢	٣١:٤١	٢٥٢	٣١:٤١	٢٨٢	٢٩:٣٩	٢٦٢
٤٣:٢١	٤٣	٣٢:٤٢	٢٩٢	٣٢:٤٢	٢٦٢	٣٢:٤٢	٢٩٢	٣٠:٤٠	٢٧٢
٤٤:٢١	٤٤	٣٣:٤٣	٣٠٢	٣٣:٤٣	٢٧٢	٣٣:٤٣	٣٠٢	٣١:٤١	٢٨٢
٤٥:٢١	٤٥	٣٤:٤٤	٣١٢	٣٤:٤٤	٢٨٢	٣٤:٤٤	٣١٢	٣٢:٤٢	٢٩٢
٤٦:٢١	٤٦	٣٥:٤٥	٣٢٢	٣٥:٤٥	٢٩٢	٣٥:٤٥	٣٢٢	٣٣:٤٣	٣٠٢
٤٧:٢١	٤٧	٣٦:٤٦	٣٣٢	٣٦:٤٦	٣٠٢	٣٦:٤٦	٣٣٢	٣٤:٤٤	٣١٢
٤٨:٢١	٤٨	٣٧:٤٧	٣٤٢	٣٧:٤٧	٣١٢	٣٧:٤٧	٣٤٢	٣٥:٤٥	٣٢٢
٤٩:٢١	٤٩	٣٨:٤٨	٣٥٢	٣٨:٤٨	٣٢٢	٣٨:٤٨	٣٥٢	٣٦:٤٦	٣٣٢
٥٠:٢١	٥٠	٣٩:٤٩	٣٦٢	٣٩:٤٩	٣٣٢	٣٩:٤٩	٣٦٢	٣٧:٤٧	٣٤٢
٥١:٢١	٥١	٤٠:٥٠	٣٧٢	٤٠:٥٠	٣٤٢	٤٠:٥٠	٣٧٢	٣٨:٤٨	٣٥٢
٥٢:٢١	٥٢	٤١:٥١	٣٨٢	٤١:٥١	٣٥٢	٤١:٥١	٣٨٢	٣٩:٤٩	٣٦٢
٥٣:٢١	٥٣	٤٢:٥٢	٣٩٢	٤٢:٥٢	٣٦٢	٤٢:٥٢	٣٩٢	٤٠:٥٠	٣٧٢
٥٤:٢١	٥٤	٤٣:٥٣	٤٠٢	٤٣:٥٣	٣٧٢	٤٣:٥٣	٤٠٢	٤١:٥١	٣٨٢
٥٥:٢١	٥٥	٤٤:٥٤	٤١٢	٤٤:٥٤	٣٨٢	٤٤:٥٤	٤١٢	٤٢:٥٢	٣٩٢
٥٦:٢١	٥٦	٤٥:٥٥	٤٢٢	٤٥:٥٥	٣٩٢	٤٥:٥٥	٤٢٢	٤٣:٥٣	٤٠٢
٥٧:٢١	٥٧	٤٦:٥٦	٤٣٢	٤٦:٥٦	٤٠٢	٤٦:٥٦	٤٣٢	٤٤:٥٤	٣٨٢
٥٨:٢١	٥٨	٤٧:٥٧	٤٤٢	٤٧:٥٧	٤١٢	٤٧:٥٧	٤٤٢	٤٥:٥٥	٣٩٢
٥٩:٢١	٥٩	٤٨:٥٨	٤٥٢	٤٨:٥٨	٤٢٢	٤٨:٥٨	٤٥٢	٤٦:٥٦	٤٠٢
٦٠:٢١	٦٠	٤٩:٥٩	٤٦٢	٤٩:٥٩	٤٣٢	٤٩:٥٩	٤٦٢	٤٧:٥٧	٤١٢
٦١:٢١	٦١	٥٠:٦٠	٤٧٢	٥٠:٦٠	٤٤٢	٥٠:٦٠	٤٧٢	٤٨:٥٨	٤٢٢
٦٢:٢١	٦٢	٥١:٦١	٤٨٢	٥١:٦١	٤٥٢	٥١:٦١	٤٨٢	٤٩:٥٩	٤٣٢
٦٣:٢١	٦٣	٥٢:٦٢	٤٩٢	٥٢:٦٢	٤٦٢	٥٢:٦٢	٤٩٢	٥٠:٦٠	٤٤٢
٦٤:٢١	٦٤	٥٣:٦٣	٥٠٢	٥٣:٦٣	٤٧٢	٥٣:٦٣	٥٠٢	٥١:٦١	٤٥٢
٦٥:٢١	٦٥	٥٤:٦٤	٥١٢	٥٤:٦٤	٤٨٢	٥٤:٦٤	٥١٢	٥٢:٦٢	٤٦٢
٦٦:٢١	٦٦	٥٥:٦٥	٥٢٢	٥٥:٦٥	٤٩٢	٥٥:٦٥	٥٢٢	٥٣:٦٣	٤٧٢
٦٧:٢١	٦٧	٥٦:٦٦	٥٣٢	٥٦:٦٦	٥٠٢	٥٦:٦٦	٥٣٢	٥٤:٦٤	٤٨٢
٦٨:٢١	٦٨	٥٧:٦٧	٥٤٢	٥٧:٦٧	٥١٢	٥٧:٦٧	٥٤٢	٥٥:٦٥	٤٩٢
٦٩:٢١	٦٩	٥٨:٦٨	٥٥٢	٥٨:٦٨	٥٢٢	٥٨:٦٨	٥٥٢	٥٦:٦٦	٥٠٢
٧٠:٢١	٧٠	٥٩:٦٩	٥٦٢	٥٩:٦٩	٥٣٢	٥٩:٦٩	٥٦٢	٥٧:٦٧	٥١٢
٧١:٢١	٧١	٦٠:٧٠	٥٧٢	٦٠:٧٠	٥٤٢	٦٠:٧٠	٥٧٢	٥٨:٦٨	٥٢٢
٧٢:٢١	٧٢	٦١:٧١	٥٨٢	٦١:٧١	٥٥٢	٦١:٧١	٥٨٢	٥٩:٦٩	٥٣٢
٧٣:٢١	٧٣	٦٢:٧٢	٥٩٢	٦٢:٧٢	٥٦٢	٦٢:٧٢	٥٩٢	٦٠:٧٠	٥٤٢
٧٤:٢١	٧٤	٦٣:٧٣	٦٠٢	٦٣:٧٣	٥٧٢	٦٣:٧٣	٦٠٢	٦١:٧١	٥٥٢
٧٥:٢١	٧٥	٦٤:٧٤	٦١٢	٦٤:٧٤	٥٨٢	٦٤:٧٤	٦١٢	٦٢:٧٢	٥٦٢
٧٦:٢١	٧٦	٦٥:٧٥	٦٢٢	٦٥:٧٥	٥٩٢	٦٥:٧٥	٦٢٢	٦٣:٧٣	٥٧٢
٧٧:٢١	٧٧	٦٦:٧٦	٦٣٢	٦٦:٧٦	٦٠٢	٦٦:٧٦	٦٣٢	٦٤:٧٤	٥٨٢
٧٨:٢١	٧٨	٦٧:٧٧	٦٤٢	٦٧:٧٧	٦١٢	٦٧:٧٧	٦٤٢	٦٥:٧٥	٥٩٢
٧٩:٢١	٧٩	٦٨:٧٨	٦٥٢	٦٨:٧٨	٦٢٢	٦٨:٧٨	٦٥٢	٦٦:٧٦	٦٠٢
٨٠:٢١	٨٠	٦٩:٧٩	٦٦٢	٦٩:٧٩	٦٣٢	٦٩:٧٩	٦٦٢	٦٧:٧٧	٦١٢
٨١:٢١	٨١	٧٠:٨٠	٦٧٢	٧٠:٨٠	٦٤٢	٧٠:٨٠	٦٧٢	٦٨:٧٨	٦٢٢
٨٢:٢١	٨٢	٧١:٨١	٦٨٢	٧١:٨١	٦٥٢	٧١:٨١	٦٨٢	٦٩:٧٩	٦٣٢
٨٣:٢١	٨٣	٧٢:٨٢	٦٩٢	٧٢:٨٢	٦٦٢	٧٢:٨٢	٦٩٢	٧٠:٨٠	٦٤٢
٨٤:٢١	٨٤	٧٣:٨٣	٧٠٢	٧٣:٨٣	٦٧٢	٧٣:٨٣	٧٠٢	٧١:٨١	٦٥٢
٨٥:٢١	٨٥	٧٤:٨٤	٧١٢	٧٤:٨٤	٦٨٢	٧٤:٨٤	٧١٢	٧٢:٨٢	٦٦٢
٨٦:٢١	٨٦	٧٥:٨٥	٧٢٢	٧٥:٨٥	٦٩٢	٧٥:٨٥	٧٢٢	٧٣:٨٣	٦٧٢
٨٧:٢١	٨٧	٧٦:٨٦	٧٣٢	٧٦:٨٦	٧٠٢	٧٦:٨٦	٧٣٢	٧٤:٨٤	٦٨٢
٨٨:٢١	٨٨	٧٧:٨٧	٧٤٢	٧٧:٨٧	٧١٢	٧٧:٨٧	٧٤٢	٧٥:٨٥	٦٩٢
٨٩:٢١	٨٩	٧٨:٨٨	٧٥٢	٧٨:٨٨	٧٢٢	٧٨:٨٨	٧٥٢	٧٦:٨٦	٧٠٢
٩٠:٢١	٩٠	٧٩:٨٩	٧٦٢	٧٩:٨٩	٧٣٢	٧٩:٨٩	٧٦٢	٧٧:٨٧	٧١٢
٩١:٢١	٩١	٨٠:٩٠	٧٧٢	٨٠:٩٠	٧٤٢	٨٠:٩٠	٧٧٢	٧٨:٨٨	٧٢٢
٩٢:٢١	٩٢	٨١:٩١	٧٨٢	٨١:٩١	٧٥٢	٨١:٩١	٧٨٢	٧٩:٨٩	٧٣٢
٩٣:٢١	٩٣	٨٢:٩٢	٧٩٢	٨٢:٩٢	٧٦٢	٨٢:٩٢	٧٩٢	٨٠:٩٠	٧٤٢
٩٤:٢١	٩٤	٨٣:٩٣	٨٠٢	٨٣:٩٣	٧٧٢	٨٣:٩٣	٨٠٢	٨١:٩١	٧٥٢
٩٥:٢١	٩٥	٨٤:٩٤	٨١٢	٨٤:٩٤	٧٨٢	٨٤:٩٤	٨١٢	٨٢:٩٢	٧٦٢
٩٦:٢١	٩٦	٨٥:٩٥	٨٢٢	٨٥:٩٥	٧٩٢	٨٥:٩٥	٨٢٢	٨٣:٩٣	٧٧٢
٩٧:٢١	٩٧	٨٦:٩٦	٨٣٢	٨٦:٩٦	٨٠٢	٨٦:٩٦	٨٣٢	٨٤:٩٤	٧٨٢
٩٨:٢١	٩٨	٨٧:٩٨	٨٤٢	٨٧:٩٨	٨١٢	٨٧:٩٨	٨٤٢	٨٥:٩٥	٧٩٢
٩٩:٢١	٩٩	٨٨:٩٩	٨٥٢	٨٨:٩٩	٨٢٢	٨٨:٩٩	٨٥٢	٨٦:٩٦	٨٠٢
١٠٠:٢١	١٠٠	٨٩:١٠٠	٨٦٢	٨٩:١٠٠	٨٣٢	٨٩:١٠٠	٨٦٢	٨٧:٩٨	٨١٢
١٠١:٢١	١٠١	٩٠:١٠١	٨٧٢	٩٠:١٠١	٨٤٢	٩٠:١٠١	٨٧٢	٨٨:٩٩	٨٢٢
١٠٢:٢١	١٠٢	٩١:١٠٢	٨٨٢	٩١:١٠٢	٨٥٢	٩١:١٠٢	٨٨٢	٨٩:٩٩	٨٣٢
١٠٣:٢١	١٠٣	٩٢:١٠٣	٨٩٢	٩٢:١٠٣	٨٦٢	٩٢:١٠٣	٨٩٢	٩٠:١٠١	٨٤٢
١٠٤:٢١	١٠٤	٩٣:١٠٤	٩٠٢	٩٣:١٠٤	٨٧٢	٩٣:١٠٤	٩٠٢	٩١:١٠٢	٨٥٢
١٠٥:٢١	١٠٥	٩٤:١٠٥	٩١٢	٩٤:١٠٥	٨٨٢	٩٤:١٠٥	٩١٢	٩٢:١٠٣	٨٦٢
١٠٦:٢١	١٠٦	٩٥:١٠٦	٩٢٢	٩٥:١٠٦	٨٩٢	٩٥:١٠٦	٩٢٢	٩٣:١٠٤	٨٧٢
١٠٧:٢١	١٠٧	٩٦:١٠٧	٩٣٢	٩٦:١٠٧	٩٠٢	٩٦:١٠٧	٩٣٢	٩٤:١٠٥	٨٨٢
١٠٨:٢١	١٠٨	٩٧:١٠٨	٩٤٢	٩٧:١٠٨	٩١٢	٩٧:١٠٨	٩٤٢	٩٥:١٠٦	٨٩٢
١٠٩:٢١	١٠٩	٩٨:١٠٩	٩٥٢	٩٨:١٠٩	٩٢٢	٩٨:١٠٩	٩٥٢	٩٦:١٠٧	٩٠٢
١١٠:٢١	١١٠	٩٩:١١٠	٩٦٢	٩٩:١١٠	٩٣٢	٩٩:١١٠	٩٦٢	٩٧:١٠٨	٩١٢
١١١:٢١	١١١	١٠٠:١١١	٩٧٢	١٠٠:١١١	٩٤٢	١٠٠:١١١	٩٧٢	٩٨:١٠٩	٩٢٢
١١٢:٢١	١١٢	١٠١:١١٢	٩٨٢	١٠١:١١٢	٩٥٢	١٠١:١١٢	٩٨٢</		



صفحات	اعداد سور القرآن وآياته	صفحات	اعداد سور القرآن وآياته	صفحات	اعداد سور القرآن وآياته	صفحات	اعداد سور القرآن وآياته	صفحات	اعداد سور القرآن وآياته
١٠٣	١٩-٥:٤٢	١١٩	٢٣-٢٢:٣٨	١٣٢	٥١:٣٩	١٣٢	٥١:٣٩	١٣٢	٥١:٣٩
١٠١	٨:٤٢	١٠	٢٩:٣٨	١٣٢	٥٢:٣٩	١٣٢	٥٢:٣٩	١٣٢	٥٢:٣٩
١٠٠	٢٨-٢٠:٤٢	المجرات ٢٩		٢٢	٥٣:٣٩	٢٢	٥٣:٣٩	٢٢	٥٣:٣٩
١٢	٢١:٤٢	١٠٢	٣٤:٣٩	٩٥	٥٥-٥٣:٣٩	٩٥	٥٥-٥٣:٣٩	٩٥	٥٥-٥٣:٣٩
١٢	٢٩:٤٢	١٢	٩:٣٩	٢٢	٥٤-٥١:٣٩	٢٢	٥٤-٥١:٣٩	٢٢	٥٤-٥١:٣٩
١٢	٢٤:٤٢	١٠٢	١٠:٣٩	٢٤	٥٨:٣٩	٢٤	٥٨:٣٩	٢٤	٥٨:٣٩
المذخر ٤٢		الجاثية ٣٥		١٠٨	٤٥-٤٣:٣٩	١٠٨	٤٥-٤٣:٣٩	١٠٨	٤٥-٤٣:٣٩
٣٢	٥٥-٥٣:٤٢	١١٠	١٢:٣٩	٤١٩	٤١:٣٩	٤١٩	٤١:٣٩	٤١٩	٤١:٣٩
الذهر ٤٢		١١٣	١٣:٣٩	المؤمن ٣٠		١٢٠	٤-٣:٣٩	١٢٠	٤-٣:٣٩
٣٢	٢:٤٢	٨١	١٩:٣٩	٣٨	٥:٣٥	١٢٢	٥٨-٥٤:٣٩	١١٥	٤٣-٤٢:٣٩
والترخت ٤٩		ق ٥٠		١٠٨	١٤:٣٥	١١٥	٤٣-٤٢:٣٩	١١٥	٤٣-٤٢:٣٩
٣٠	٣٣:٤٩	١١٩	٢٩:٥٠	٥٠	٢٠:٣٥	١٢٤	٨٥-٨٣:٣٩	١٢٤	٨٥-٨٣:٣٩
عيس ٨٠		٣٠	٣٨:٥٠	الزيت ٥١		٨٩	٢٢-٢١:٣٥	٨٩	٢٢-٢١:٣٥
٣٥	١٤:٨٠	١٢٥	١٣:٥٠	١٠٨	١٩-١٥:٥١	٢٢	٢٣:٣٥	٢٢	٢٣:٣٥
٣٢	٢٠-١٩:٨٠	الصف ٩١		٨٢	٢٣:٣٥	حم السجدة ٣١		١١٩	٤-٦:٣٥
التكوير ٨١		١١٢	٢:٩١	٩٣	١٨-١٥:٥١	٨٢	٢٣:٣٥	٨٢	٢٣:٣٥
٢٩	٢٩:٨١	١١	٣-٢:٩١	٩٣	١٩:٥١	الاحقاف ٣٦		٤٢	١١:٣٥
الانقطار ٨٢		١١٢	٣:٩١	٤٩	١٤:٥١	١٢٢	٣:٣٦	١٠٣	٢٥:٣٥
٣٢	٨:٨٢	١٢٢	٢:٩١	٩١	١٨-١٤:٥١	١٠٢	٢٩:٣٦	١٢٥	٢٦:٣٥
الانشقاق ٨٢		١٢٢	٩:٩١	٤٩	١٨:٥١	١٠٢	٣٠:٣٦	٩٩	٢٩:٣٥
١٢٥	٢٢-٢١:٨٢	الجمعة ٩٢		٩٤	٢٨-٢٤:٥١	١٠٢	٣١:٣٦	٤٨	٣٢-٣٠:٣٥
الاعنة ٨٤		١٢	٥:٩٢	٩٨	٥١-٢٩:٥١	١٠٢	٣٢:٣٦	٤	٣٢:٣٥
٥٩	١٣:٨٤	١٢٢	٨-٧:٩٢	٥٩	٥٩:٥١	١٠٢	٣٣:٣٦	٥٢	٣٣:٣٥
اليل ٩٢		الغابن ٩٢		الطور ٥٢		الشورى ٣٢		٢٥	٣٥:٣٦
٤٤	٢٠-١٩:٩٢	٢٠	١٣:٩٢	١٠٨	٢٠-١٤:٥٢	محمّد ٣٤		٤٢	١٣:٣٦
التين ٩٥		الطلاق ٩٥		١١٢	٢١:٥٢	١١٩	١:٣٤	٩	١٣:٣٦
١٢٣	٦:٩٥	١٠٤	٣-٢:٩٥	١٠٠	٢٨:٥٢	١٢٠	٢:٣٤	٩	١٥:٣٦
البينة ٩٨		الحريم ٩٩		الجم ٥٣		١٢٣	٣:٣٤	٢٩	١٦:٣٦
٤	٥-٣:٩٨	١٠٨	٢٣:٥٣	١٠٨	٢٣:٥٣	١٢٣	٤:٣٤	٣٢	١٦:٣٦
الزلزال ٩٩		١٢٣	٣٠-٢٨:٥٣	١١٩	٥-٣:٥٣	١٢٣	٥:٣٤	١٢٣	٣٨:٣٦
٣١	٨-٤:٩٩	١٣٢	٣١:٥٣	٢٩	٨:٥٣	١٢٣	٨:٥٣	٣٩	٣٩:٣٦
الهزّة ١٠٢		١٢٢	٣٩:٥٣	١١٩	٩-٨:٥٣	١٢٣	٩:٥٣	٩٤	٣١:٣٦
٣١	٤-٦:١٠٢	٢٨	٣:٩٤	١٢٠	١١-١٠:٥٣	١٢٠	١١:٥٣	١٣٩	٥٢:٣٦
الماعون ١٠٤		الحاقة ٩٩		الرحمن ٥٥		التخوف ٣٣		٢٩	١١:٥٣
٩٢	٤-٣:١٠٤	٥٠	٢٨:٩٩	٩١	٩:٥٥	١٢٢	١٢:٥٣	٥١	٣:٣٣
النصر ١١٠		المعارج ٤٠		٣١	٢٩:٥٥	١٢٣	١٨:٥٣	٩٤	٩:٣٣
٥٢	٢:١١٠	٩٢	٢٣-١٩:٤٠	٩٤	٣٣:٥٥	١٢٢	٣١:٥٣	٢٤	٢٣:٣٣
الاخلاص ١١٢		نوح ٤١		١٠٨	٢٩:٥٥	١٠٥	٣٩-٣٥:٥٣	١٣٥	٣٣:٣٣
٢١	١:١١٢	٤٨	٣-٢:٤١	الواقعة ٥٦		الفتح ٣٨		١٣٦	٩١:٣٣
القاس ١١٢		٤٨	١٢-١٠:٤١	٩٥	٣-١:٥٦	١٣٢	٢-١:٣٨	١٣٠	٩٢-٩١:٣٣
الجن ٤٢		١٠	١١-١٠:٥٦	١٠	١١-١٠:٥٦	١٣٩	٢:٣٨	١٣٦	٩٢-٩١:٣٣
تحت بالخير		١٠٢	٢-١:٤٢	٥	٤٦:٥٦	١١٨	١٣-١١:٣٨	١٣١	٩٥-٩٣:٣٣
١٠٢	٢-٣:٤٢	١٠٢	٢-٣:٤٢	٥	٤٦:٥٦	١٣٢	٢٠:٣٨	٩٩	٨٤:٣٣

# فہرست آیات تذکرہ (مجلد اول)

اس فہرست میں صرف اُن آیات آتی کا حوالہ دیا گیا ہے جن کے الفاظ مع مطالبہ بن کتاب یا حواشی میں آئے ہیں۔ جہاں فقرہ  
آیت کا شمار لکھ کر حوالہ دیا گیا اُن کو نظر انداز کر دیا گیا +

شماره	شماره آیت مع سورہ	صفحہ کتاب	شمارہ	شماره آیت مع سورہ	صفحہ کتاب
۱- الفاتحہ (۷)					
۱	(۱:۱)	۲۴۷	۳۳	(۱۵۱:۲)	۵۴
۲	(۲:۱)	۲۴۷	۳۴	(۱۵۲:۲)	۲۴۸
۳	(۳:۱)	۲۴۷	۳۵	(۱۵۳:۲)	۲۴۸
۴	(۴:۱)	۲۴۷	۳۶	(۱۵۴:۲)	۱۲۶
۵	(۵:۱)	۲۴۷	۳۷	(۱۵۵:۲)	۱۲۳
۶	(۶:۱)	۲۴۷	۳۸	(۱۵۶:۲)	۱۲۳
۷	(۷:۱)	۲۴۷	۳۹	(۱۵۷:۲)	۱۲۳
۸	(۸:۱)	۲۴۷	۴۰	(۱۵۸:۲)	۱۱۹
۹	(۹:۱)	۲۴۷	۴۱	(۱۵۹:۲)	۲۰۷
۱۰	(۱۰:۱)	۲۴۷	۴۲	(۱۶۰:۲)	۲۰۷
۱۱	(۱۱:۱)	۲۴۷	۴۳	(۱۶۱:۲)	۲۰۷
۱۲	(۱۲:۱)	۲۴۷	۴۴	(۱۶۲:۲)	۲۰۷
۱۳	(۱۳:۱)	۲۴۷	۴۵	(۱۶۳:۲)	۲۰۷
۱۴	(۱۴:۱)	۲۴۷	۴۶	(۱۶۴:۲)	۲۰۷
۱۵	(۱۵:۱)	۲۴۷	۴۷	(۱۶۵:۲)	۲۰۷
۱۶	(۱۶:۱)	۲۴۷	۴۸	(۱۶۶:۲)	۲۰۷
۱۷	(۱۷:۱)	۲۴۷	۴۹	(۱۶۷:۲)	۲۰۷
۱۸	(۱۸:۱)	۲۴۷	۵۰	(۱۶۸:۲)	۲۰۷
۱۹	(۱۹:۱)	۲۴۷	۵۱	(۱۶۹:۲)	۲۰۷
۲۰	(۲۰:۱)	۲۴۷	۵۲	(۱۷۰:۲)	۲۰۷
۲۱	(۲۱:۱)	۲۴۷	۵۳	(۱۷۱:۲)	۲۰۷
۲۲	(۲۲:۱)	۲۴۷	۵۴	(۱۷۲:۲)	۲۰۷
۲۳	(۲۳:۱)	۲۴۷	۵۵	(۱۷۳:۲)	۲۰۷
۲۴	(۲۴:۱)	۲۴۷	۵۶	(۱۷۴:۲)	۲۰۷
۲۵	(۲۵:۱)	۲۴۷	۵۷	(۱۷۵:۲)	۲۰۷
۲۶	(۲۶:۱)	۲۴۷	۵۸	(۱۷۶:۲)	۲۰۷
۲۷	(۲۷:۱)	۲۴۷	۵۹	(۱۷۷:۲)	۲۰۷
۲۸	(۲۸:۱)	۲۴۷	۶۰	(۱۷۸:۲)	۲۰۷
۲۹	(۲۹:۱)	۲۴۷	۶۱	(۱۷۹:۲)	۲۰۷
۳۰	(۳۰:۱)	۲۴۷	۶۲	(۱۸۰:۲)	۲۰۷
۳۱	(۳۱:۱)	۲۴۷	۶۳	(۱۸۱:۲)	۲۰۷
۳۲	(۳۲:۱)	۲۴۷	۶۴	(۱۸۲:۲)	۲۰۷
۲- البقرہ (۲۸۶)					
۸	(۲:۳)	۷۵	۳۳	(۱۵۱:۲)	۵۴
۹	(۲:۴)	۷۵	۳۴	(۱۵۲:۲)	۲۴۸
۱۰	(۲:۵)	۷۵	۳۵	(۱۵۳:۲)	۲۴۸
۱۱	(۲:۶)	۷۵	۳۶	(۱۵۴:۲)	۱۲۶
۱۲	(۲:۷)	۷۵	۳۷	(۱۵۵:۲)	۱۲۳
۱۳	(۲:۸)	۷۵	۳۸	(۱۵۶:۲)	۱۲۳
۱۴	(۲:۹)	۷۵	۳۹	(۱۵۷:۲)	۱۲۳
۱۵	(۲:۱۰)	۷۵	۴۰	(۱۵۸:۲)	۱۱۹
۱۶	(۲:۱۱)	۷۵	۴۱	(۱۵۹:۲)	۲۰۷
۱۷	(۲:۱۲)	۷۵	۴۲	(۱۶۰:۲)	۲۰۷
۱۸	(۲:۱۳)	۷۵	۴۳	(۱۶۱:۲)	۲۰۷
۱۹	(۲:۱۴)	۷۵	۴۴	(۱۶۲:۲)	۲۰۷
۲۰	(۲:۱۵)	۷۵	۴۵	(۱۶۳:۲)	۲۰۷
۲۱	(۲:۱۶)	۷۵	۴۶	(۱۶۴:۲)	۲۰۷
۲۲	(۲:۱۷)	۷۵	۴۷	(۱۶۵:۲)	۲۰۷
۲۳	(۲:۱۸)	۷۵	۴۸	(۱۶۶:۲)	۲۰۷
۲۴	(۲:۱۹)	۷۵	۴۹	(۱۶۷:۲)	۲۰۷
۲۵	(۲:۲۰)	۷۵	۵۰	(۱۶۸:۲)	۲۰۷
۲۶	(۲:۲۱)	۷۵	۵۱	(۱۶۹:۲)	۲۰۷
۲۷	(۲:۲۲)	۷۵	۵۲	(۱۷۰:۲)	۲۰۷
۲۸	(۲:۲۳)	۷۵	۵۳	(۱۷۱:۲)	۲۰۷
۲۹	(۲:۲۴)	۷۵	۵۴	(۱۷۲:۲)	۲۰۷
۳۰	(۲:۲۵)	۷۵	۵۵	(۱۷۳:۲)	۲۰۷
۳۱	(۲:۲۶)	۷۵	۵۶	(۱۷۴:۲)	۲۰۷
۳۲	(۲:۲۷)	۷۵	۵۷	(۱۷۵:۲)	۲۰۷
۳۳	(۲:۲۸)	۷۵	۵۸	(۱۷۶:۲)	۲۰۷
۳۴	(۲:۲۹)	۷۵	۵۹	(۱۷۷:۲)	۲۰۷
۳۵	(۲:۳۰)	۷۵	۶۰	(۱۷۸:۲)	۲۰۷
۳۶	(۲:۳۱)	۷۵	۶۱	(۱۷۹:۲)	۲۰۷
۳۷	(۲:۳۲)	۷۵	۶۲	(۱۸۰:۲)	۲۰۷
۳۸	(۲:۳۳)	۷۵	۶۳	(۱۸۱:۲)	۲۰۷
۳۹	(۲:۳۴)	۷۵	۶۴	(۱۸۲:۲)	۲۰۷
۴۰	(۲:۳۵)	۷۵	۶۵	(۱۸۳:۲)	۲۰۷
۴۱	(۲:۳۶)	۷۵	۶۶	(۱۸۴:۲)	۲۰۷
۴۲	(۲:۳۷)	۷۵	۶۷	(۱۸۵:۲)	۲۰۷
۴۳	(۲:۳۸)	۷۵	۶۸	(۱۸۶:۲)	۲۰۷
۴۴	(۲:۳۹)	۷۵	۶۹	(۱۸۷:۲)	۲۰۷
۴۵	(۲:۴۰)	۷۵	۷۰	(۱۸۸:۲)	۲۰۷
۴۶	(۲:۴۱)	۷۵	۷۱	(۱۸۹:۲)	۲۰۷
۴۷	(۲:۴۲)	۷۵	۷۲	(۱۹۰:۲)	۲۰۷
۴۸	(۲:۴۳)	۷۵	۷۳	(۱۹۱:۲)	۲۰۷
۴۹	(۲:۴۴)	۷۵	۷۴	(۱۹۲:۲)	۲۰۷
۵۰	(۲:۴۵)	۷۵	۷۵	(۱۹۳:۲)	۲۰۷
۵۱	(۲:۴۶)	۷۵	۷۶	(۱۹۴:۲)	۲۰۷
۵۲	(۲:۴۷)	۷۵	۷۷	(۱۹۵:۲)	۲۰۷
۵۳	(۲:۴۸)	۷۵	۷۸	(۱۹۶:۲)	۲۰۷
۵۴	(۲:۴۹)	۷۵	۷۹	(۱۹۷:۲)	۲۰۷
۵۵	(۲:۵۰)	۷۵	۸۰	(۱۹۸:۲)	۲۰۷
۵۶	(۲:۵۱)	۷۵	۸۱	(۱۹۹:۲)	۲۰۷
۵۷	(۲:۵۲)	۷۵	۸۲	(۲۰۰:۲)	۲۰۷
۵۸	(۲:۵۳)	۷۵	۸۳	(۲۰۱:۲)	۲۰۷
۵۹	(۲:۵۴)	۷۵	۸۴	(۲۰۲:۲)	۲۰۷
۶۰	(۲:۵۵)	۷۵	۸۵	(۲۰۳:۲)	۲۰۷
۶۱	(۲:۵۶)	۷۵	۸۶	(۲۰۴:۲)	۲۰۷
۶۲	(۲:۵۷)	۷۵	۸۷	(۲۰۵:۲)	۲۰۷
۶۳	(۲:۵۸)	۷۵	۸۸	(۲۰۶:۲)	۲۰۷
۶۴	(۲:۵۹)	۷۵	۸۹	(۲۰۷:۲)	۲۰۷
۶۵	(۲:۶۰)	۷۵	۹۰	(۲۰۸:۲)	۲۰۷
۶۶	(۲:۶۱)	۷۵	۹۱	(۲۰۹:۲)	۲۰۷
۶۷	(۲:۶۲)	۷۵	۹۲	(۲۱۰:۲)	۲۰۷
۶۸	(۲:۶۳)	۷۵	۹۳	(۲۱۱:۲)	۲۰۷
۶۹	(۲:۶۴)	۷۵	۹۴	(۲۱۲:۲)	۲۰۷
۷۰	(۲:۶۵)	۷۵	۹۵	(۲۱۳:۲)	۲۰۷
۷۱	(۲:۶۶)	۷۵	۹۶	(۲۱۴:۲)	۲۰۷
۷۲	(۲:۶۷)	۷۵	۹۷	(۲۱۵:۲)	۲۰۷
۷۳	(۲:۶۸)	۷۵	۹۸	(۲۱۶:۲)	۲۰۷
۷۴	(۲:۶۹)	۷۵	۹۹	(۲۱۷:۲)	۲۰۷
۷۵	(۲:۷۰)	۷۵	۱۰۰	(۲۱۸:۲)	۲۰۷
۳- آل عمران (۱۹۹)					
۵۹	(۳:۳)	۵۹	۳۳	(۱۵۱:۲)	۵۴
۶۰	(۳:۴)	۵۹	۳۴	(۱۵۲:۲)	۲۴۸
۶۱	(۳:۵)	۵۹	۳۵	(۱۵۳:۲)	۲۴۸
۶۲	(۳:۶)	۵۹	۳۶	(۱۵۴:۲)	۱۲۶
۶۳	(۳:۷)	۵۹	۳۷	(۱۵۵:۲)	۱۲۳
۶۴	(۳:۸)	۵۹	۳۸	(۱۵۶:۲)	۱۲۳
۶۵	(۳:۹)	۵۹	۳۹	(۱۵۷:۲)	۱۲۳
۶۶	(۳:۱۰)	۵۹	۴۰	(۱۵۸:۲)	۱۱۹
۶۷	(۳:۱۱)	۵۹	۴۱	(۱۵۹:۲)	۲۰۷
۶۸	(۳:۱۲)	۵۹	۴۲	(۱۶۰:۲)	۲۰۷
۶۹	(۳:۱۳)	۵۹	۴۳	(۱۶۱:۲)	۲۰۷
۷۰	(۳:۱۴)	۵۹	۴۴	(۱۶۲:۲)	۲۰۷
۷۱	(۳:۱۵)	۵۹	۴۵	(۱۶۳:۲)	۲۰۷
۷۲	(۳:۱۶)	۵۹	۴۶	(۱۶۴:۲)	۲۰۷
۷۳	(۳:۱۷)	۵۹	۴۷	(۱۶۵:۲)	۲۰۷
۷۴	(۳:۱۸)	۵۹	۴۸	(۱۶۶:۲)	۲۰۷
۷۵	(۳:۱۹)	۵۹	۴۹	(۱۶۷:۲)	۲۰۷
۷۶	(۳:۲۰)	۵۹	۵۰	(۱۶۸:۲)	۲۰۷
۷۷	(۳:۲۱)	۵۹	۵۱	(۱۶۹:۲)	۲۰۷
۷۸	(۳:۲۲)	۵۹	۵۲	(۱۷۰:۲)	۲۰۷
۷۹	(۳:۲۳)	۵۹	۵۳	(۱۷۱:۲)	۲۰۷
۸۰	(۳:۲۴)	۵۹	۵۴	(۱۷۲:۲)	۲۰۷
۸۱	(۳:۲۵)	۵۹	۵۵	(۱۷۳:۲)	۲۰۷
۸۲	(۳:۲۶)	۵۹	۵۶	(۱۷۴:۲)	۲۰۷
۸۳	(۳:۲۷)	۵۹	۵۷	(۱۷۵:۲)	۲۰۷
۸۴	(۳:۲۸)	۵۹	۵۸	(۱۷۶:۲)	۲۰۷
۸۵	(۳:۲۹)	۵۹	۵۹	(۱۷۷:۲)	۲۰۷
۸۶	(۳:۳۰)	۵۹	۶۰	(۱۷۸:۲)	۲۰۷
۸۷	(۳:۳۱)	۵۹	۶۱	(۱۷۹:۲)	۲۰۷
۸۸	(۳:۳۲)	۵۹	۶۲	(۱۸۰:۲)	۲۰۷
۸۹	(۳:۳۳)	۵۹	۶۳	(۱۸۱:۲)	۲۰۷
۹۰	(۳:۳۴)	۵۹	۶۴	(۱۸۲:۲)	۲۰۷
۹۱	(۳:۳۵)	۵۹	۶۵	(۱۸۳:۲)	۲۰۷
۹۲	(۳:۳۶)	۵۹	۶۶	(۱۸۴:۲)	۲۰۷
۹۳	(۳:۳۷)	۵۹	۶۷	(۱۸۵:۲)	۲۰۷
۹۴	(۳:۳۸)	۵۹	۶۸	(۱۸۶:۲)	۲۰۷
۹۵	(۳:۳۹)	۵۹	۶۹	(۱۸۷:۲)	۲۰۷
۹۶	(۳:۴۰)	۵۹	۷۰	(۱۸۸:۲)	۲۰۷
۹۷	(۳:۴۱)	۵۹	۷۱	(۱۸۹:۲)	۲۰۷
۹۸	(۳:۴۲)	۵۹	۷۲	(۱۹۰:۲)	۲۰۷
۹۹	(۳:۴۳)	۵۹	۷۳	(۱۹۱:۲)	۲۰۷
۱۰۰	(۳:۴۴)	۵۹	۷۴	(۱۹۲:۲)	۲۰۷
۴- النساء (۱۷۷)					
۵۹	(۴:۳)	۵۹	۳۳	(۱۵۱:۲)	۵۴
۶۰	(۴:۴)	۵۹	۳۴	(۱۵۲:۲)	۲۴۸
۶۱	(۴:۵)	۵۹	۳۵	(۱۵۳:۲)	۲۴۸
۶۲	(۴:۶)	۵۹	۳۶	(۱۵۴:۲)	۱۲۶
۶۳	(۴:۷)	۵۹	۳۷	(۱۵۵:۲)	۱۲۳
۶۴	(۴:۸)	۵۹	۳۸	(۱۵۶:۲)	۱۲۳
۶۵	(۴:۹)	۵۹	۳۹	(۱۵۷:۲)	۱۲۳
۶۶	(۴:۱۰)	۵۹	۴۰	(۱۵۸:۲)	۱۱۹
۶۷	(۴:۱۱)	۵۹	۴۱	(۱۵۹:۲)	۲۰۷
۶۸	(۴:۱۲)	۵۹	۴۲	(۱۶۰:۲)	۲۰۷
۶۹	(۴:۱۳)	۵۹	۴۳	(۱۶۱:۲)	۲۰۷
۷۰	(۴:۱۴)	۵۹	۴۴	(۱۶۲:۲)	۲۰۷
۷۱	(۴:۱۵)	۵۹	۴۵	(۱۶۳:۲)	۲۰۷
۷۲	(۴:۱۶)	۵۹	۴۶	(۱۶۴:۲)	۲۰۷
۷۳	(۴:۱۷)	۵۹	۴۷	(۱۶۵:۲)	۲۰۷
۷۴	(۴:۱۸)	۵۹	۴۸	(۱۶۶:۲)	۲

شماره	شماره آیت مشهور	صفحه کتاب	شماره	شماره آیت مشهور	صفحه کتاب	شماره	شماره آیت مشهور	صفحه کتاب
۱۰۱	(۵:۴)	۱۴۹	۱۴۲	(۷:۵)	۲۱۷	۱۸۳	(۱۲۸:۷)	۲۳۸
۱۰۲	(۷:۴)	۱۴۹	۱۴۳	(۷:۵)	۲۱۸	۱۸۴	(۱۳۳:۷)	۹
۱۰۳	(۱۱:۴)	۱۸۹	۱۴۴	(۸:۵)	۲۰۲	۱۸۵	(۱۴۲:۷)	۱۱۵
۱۰۴	(۱۵:۴)		۱۴۵	(۱۱:۵)	۲۱۷، ۱۷۸	۱۸۶	(۱۵۲:۷)	۲۴۱، ۲۴۰
۱۰۵	(۱۶:۴)	۱۸۹	۱۴۶	(۱۲:۵)	۲۶۴	۱۸۷	(۱۵۳:۷)	۲۴۱، ۲۴۰
۱۰۶	(۱۷:۴)	۱۸۹	۱۴۷	(۱۳:۵)	۲۶۶	۱۸۸	(۱۵۴:۷)	۲۴۲، ۲۴۰
۱۰۷	(۱۹:۴)	۱۴۹	۱۴۸	(۱۵:۵)	۲۷۱، ۲۳۵، ۱۷۱	۱۸۹	(۱۵۵:۷)	۸۹
۱۰۸	(۲۳:۴)	۱۸۹	۱۴۹	(۱۶:۵)	۱۷۱، ۲۷۰، ۲۳۵	۱۹۰	(۱۵۶:۷)	۸۹
۱۰۹	(۲۵:۴)	۱۴۹	۱۵۰	(۲۰:۵)	۲۱۵	۱۹۱	(۱۵۸:۷)	۹۰
۱۱۰	(۲۹:۴)	۱۸۹	۱۵۱	(۲۲:۵)	۲۱۹	۱۹۲	(۱۶۰:۷)	۱۳۱
۱۱۱	(۳۰:۴)	۱۸۹	۱۵۲	(۲۳:۵)	۲۱۹	۱۹۳	(۱۶۱:۷)	۱۳۰
۱۱۲	(۳۲:۴)	۱۸۹	۱۵۳	(۳۵:۵)	۱۵۶	۱۹۴	(۱۶۲:۷)	۲۳۱
۱۱۳	(۳۳:۴)	۱۸۹	۱۵۴	(۳۴:۵)	۹۶، ۸۹	۱۹۵	(۱۶۳:۷)	۲۳۱
۱۱۴	(۳۳:۴)	۱۸۹	۱۵۵	(۳۵:۵)	۹۶	۱۹۶	(۱۶۴:۷)	۲۳۱
۱۱۵	(۳۵:۴)	۱۸۹	۱۵۶	(۳۶:۵)	۸۹	۱۹۷	(۱۶۶:۷)	۱۳
۱۱۶	(۳۶:۴)	۱۸۹	۱۵۷	(۳۷:۵)	۹۶	۱۱۶۱-اعراف (۲۰۶)		
۱۱۷	(۳۸:۴)	۱۲۰	۱۵۸	(۳۸:۵)	۱۹۳، ۱۳۵			
۱۱۸	(۵۸:۴)	۲۴۱	۱۵۹	(۵۰:۵)	۹۲	۱۹۸	(۱۶:۷)	۱۹۵
۱۱۹	(۵۹:۴)	۲۴۴، ۱۷۹	۱۶۰	(۵۵:۵)	۱۰۷	۱۹۹	(۱۷:۷)	۱۹۵
۱۲۰	(۶۲:۴)	۱۲۵	۱۶۱	(۵۶:۵)	۱۷۹، ۱۵۳، ۱۷۵	۲۰۰	(۱۸:۷)	۱۹۵
۱۲۱	(۶۳:۴)	۲۴۵	۱۶۲	(۵۷:۵)	۲۵۰	۲۰۱	(۲۷:۷)	۲۰۷
۱۲۲	(۶۶:۴)	۲۴۳	۱۶۳	(۵۸:۵)	۲۵۰	۲۰۲	(۲۸:۷)	۲۰۷
۱۲۳	(۶۷:۴)	۲۴۳	۱۶۴	(۱۰۶:۵)	۱۲۶	۲۰۳	(۲۹:۷)	۲۰۳، ۲۰۸، ۲۰۶، ۲۰۴، ۲۵۷، ۲۱۱
۱۲۴	(۶۸:۴)	۲۴۳	۱۶۵	(۱۰۹:۵)	۲۲۱	۲۰۴	(۳۴:۷)	۱۷۷، ۱۷۷
۱۲۵	(۶۹:۴)	۲۴۰، ۲۴۳	۱۶۶	(۱۱۰:۵)	۲۲۱	۲۰۵	(۳۵:۷)	۱۷۷، ۱۷۷، ۱۷۷
۱۲۶	(۷۰:۴)	۲۴۳	۱۶۷	(۱۱۲:۵)	۱۷۹	۲۰۶	(۵۲:۷)	۱۷۷، ۱۷۷، ۱۷۷، ۱۷۷
۱۲۷	(۷۲:۴)	۱۲۵	۹۵۵-۴-الانعام (۱۶۶)			۲۰۷	(۵۳:۷)	۱۳۱
۱۲۸	(۷۹:۴)	۲۷۷، ۱۲۳				۲۰۸	(۵۶:۷)	۲۰۵
۱۲۹	(۸۰:۴)	۱۷۱	۱۶۸	(۴۴:۷)	۲۵۴	۲۰۹	(۹۵:۷)	۱۲۷
۱۳۰	(۸۲:۴)	۵۸	۱۶۹	(۴۵:۷)	۲۵۴	۲۱۰	(۱۲۸:۷)	۲۰۹
۱۳۱	(۱۰۳:۴)	۲۳۰، ۱۸۹	۱۷۰	(۴۷:۷)	۲۵۶، ۱۸۱	۲۱۱	(۱۲۹:۷)	۹
۱۳۲	(۱۰۴:۴)	۱۶۴	۱۷۱	(۴۸:۷)	۸۱	۲۱۲	(۱۳۰:۷)	۱۲۷
۱۳۳	(۱۱۳:۴)	۵۴	۱۷۲	(۸۷:۷)	۲۳۴	۲۱۳	(۱۳۷:۷)	۲۰۷، ۱۹
۱۳۴	(۱۱۴:۴)	۱۴۹	۱۷۳	(۸۸:۷)	۲۳۴	۲۱۴	(۱۳۸:۷)	۲۰
۱۳۵	(۱۱۶:۴)	۱۱۹	۱۷۴	(۹۲:۷)	۸۹	۲۱۵	(۱۵۲:۷)	۲۲۳
۱۳۶	(۱۳۵:۴)	۲۵۷، ۲۰۲	۱۷۵	(۹۹:۷)	۱۵	۲۱۶	(۱۵۴:۷)	۸۹
۱۳۷	(۱۴۲:۴)	۲۵۴	۱۷۶	(۱۰۰:۷)	۱۱۵۷، ۱۰۳	۲۱۷	(۱۵۶:۷)	۱۵۶
۱۳۸	(۱۴۳:۴)	۲۵۴	۱۷۷	(۱۱۵:۷)	۹۳، ۱۷۲، ۱۷۹	۲۱۸	(۱۵۷:۷)	۱۷۲
۱۳۹	(۱۴۵:۴)	۲۵۴	۱۷۸	(۱۱۶:۷)	۱۵۱، ۱۷۳، ۱۷۹، ۱۷۰	۲۱۹	(۱۵۸:۷)	۲۰۴
۱۴۰	(۱۷۶:۴)	۲۲۴	۱۷۹	(۱۱۷:۷)	۹۳	۲۲۰	(۱۶۲:۷)	۲۶۰
۷۷۹-۵-التین (۱۲)			۱۸۰	(۱۱۸:۷)	۹۳	۲۲۱	(۱۶۸:۷)	۱۲۷
			۱۸۱	(۱۲۶:۷)	۲۳۸	۲۲۲	(۱۷۶:۷)	۸۵
		۲۱۷، ۱۷۷	۱۸۲	(۱۲۷:۷)	۲۳۸	۲۲۳	(۱۸۲:۷)	۹۸



شماره	شماره آیتین سو	صفحه کتاب	شماره	شماره آیتین سو	صفحه کتاب	شماره	شماره آیتین سو	صفحه کتاب	شماره	شماره آیتین سو	صفحه کتاب
۲۰۳۰	۱۶-القول (۱۲۸)		۲۴۶۴	۱۵۴	۵۴:۱۱۶	۳۷۷	۲۴۶۵	۵۴:۱۱۶	۳۷۸	۱۵۴	۵۴:۱۱۶
۳۳۷	۲۵	۸۵:۱۶	۲۴۶۶	۲۱۳	۸۳:۱۱۶	۳۷۹	۲۴۶۷	۷۱	۸۸:۱۱۶	۳۸۰	۱۵۱/۸۹:۵۹
۳۳۸	۱۵۹	۸۵:۱۶	۲۴۶۸	۷۲	۱۰۶:۱۱۶	۳۸۱	۲۴۶۹	۱۱۲	۱۱۰:۱۱۶	۳۸۲	۱۲۸
۳۳۹	۱۸۷	۳۶:۱۶	۲۴۶۹				۲۴۷۰				۱۰۷
۳۴۰	۱۵۱/۸۹:۵۹	۲۴:۱۶	۲۴۷۱				۲۴۷۱				۲۱۳
۳۴۱	۱۲۸	۸۵:۱۶	۲۴۷۲				۲۴۷۲				۹۰
۳۴۲	۱۰۷	۲۹:۱۶	۲۴۷۳				۲۴۷۳				۲۱۳
۳۴۳	۲۱۳	۵۳:۱۶	۲۴۷۴				۲۴۷۴				۲۱۳
۳۴۴	۹۰	۶۸:۱۶	۲۴۷۵				۲۴۷۵				۲۱۳
۳۴۵	۲۱۳	۷۱:۱۶	۲۴۷۶				۲۴۷۶				۲۱۳
۳۴۶	۲۱۳	۷۱:۱۶	۲۴۷۷				۲۴۷۷				۲۱۳
۳۴۷	۲۱۳	۷۱:۱۶	۲۴۷۸				۲۴۷۸				۲۱۳
۳۴۸	۲۱۳	۷۱:۱۶	۲۴۷۹				۲۴۷۹				۲۱۳
۳۴۹	۲۱۳	۷۱:۱۶	۲۴۸۰				۲۴۸۰				۲۱۳
۳۵۰	۲۱۳	۷۱:۱۶	۲۴۸۱				۲۴۸۱				۲۱۳
۳۵۱	۲۱۳	۷۱:۱۶	۲۴۸۲				۲۴۸۲				۲۱۳
۳۵۲	۲۱۳	۷۱:۱۶	۲۴۸۳				۲۴۸۳				۲۱۳
۳۵۳	۲۱۳	۷۱:۱۶	۲۴۸۴				۲۴۸۴				۲۱۳
۳۵۴	۲۱۳	۷۱:۱۶	۲۴۸۵				۲۴۸۵				۲۱۳
۳۵۵	۲۱۳	۷۱:۱۶	۲۴۸۶				۲۴۸۶				۲۱۳
۳۵۶	۲۱۳	۷۱:۱۶	۲۴۸۷				۲۴۸۷				۲۱۳
۳۵۷	۲۱۳	۷۱:۱۶	۲۴۸۸				۲۴۸۸				۲۱۳
۳۵۸	۲۱۳	۷۱:۱۶	۲۴۸۹				۲۴۸۹				۲۱۳
۳۵۹	۲۱۳	۷۱:۱۶	۲۴۹۰				۲۴۹۰				۲۱۳
۳۶۰	۲۱۳	۷۱:۱۶	۲۴۹۱				۲۴۹۱				۲۱۳
۳۶۱	۲۱۳	۷۱:۱۶	۲۴۹۲				۲۴۹۲				۲۱۳
۳۶۲	۲۱۳	۷۱:۱۶	۲۴۹۳				۲۴۹۳				۲۱۳
۳۶۳	۲۱۳	۷۱:۱۶	۲۴۹۴				۲۴۹۴				۲۱۳
۳۶۴	۲۱۳	۷۱:۱۶	۲۴۹۵				۲۴۹۵				۲۱۳
۳۶۵	۲۱۳	۷۱:۱۶	۲۴۹۶				۲۴۹۶				۲۱۳
۳۶۶	۲۱۳	۷۱:۱۶	۲۴۹۷				۲۴۹۷				۲۱۳
۳۶۷	۲۱۳	۷۱:۱۶	۲۴۹۸				۲۴۹۸				۲۱۳
۳۶۸	۲۱۳	۷۱:۱۶	۲۴۹۹				۲۴۹۹				۲۱۳
۳۶۹	۲۱۳	۷۱:۱۶	۲۵۰۰				۲۵۰۰				۲۱۳
۳۷۰	۲۱۳	۷۱:۱۶	۲۵۰۱				۲۵۰۱				۲۱۳
۳۷۱	۲۱۳	۷۱:۱۶	۲۵۰۲				۲۵۰۲				۲۱۳

شماره	شماره آیت مع سوره	صفحه کتاب	شماره	شماره آیت مع سوره	صفحه کتاب	شماره	شماره آیت مع سوره	صفحه کتاب
۴۴۸	(۶:۲۸)	۹۵	۴۸۵	(۵۵:۲۸)	۲۰۰	۵۲۰	(۲۳:۳۱)	۸۹
۴۴۹	(۳۰:۲۵)	۴۶	۴۸۶	(۵۸:۲۸)	۱	۵۲۱	(۶۲:۳۲)	۴
۴۵۰	(۳۱:۲۵)	۴۶	۴۸۷	(۵۹:۲۸)	۸۱/۸۱	۳۴۰۷-۳۳-الاحزاب(۳)		
۴۵۱	(۳۲:۲۵)	۷۲/۴۶	۴۸۸	(۶۷:۲۸)	۳۳	۵۲۲	(۹:۳۳)	۲۱/۲۱
۴۵۲	(۶۳:۲۵)	۲۰۱/۲۰۰	۴۸۹	(۶۸:۲۸)	۱۹۱/۴۳	۵۲۳	(۳۳:۲۵)	۱۳۳/۲۱۹
۴۵۳	(۷۲:۲۵)	۲۰۱	۴۹۰	(۸۲:۲۸)	۱۲۸	۵۲۴	(۷۲:۲۵)	۳۳۰/۱۳۲
۳۴۰۸-۲۶-الشعراء(۲۲)			۳۴۱۰-۲۹-العنکبوت(۶۹)			۳۴۱۱-۳۳-النساء(۵۲)		
۴۵۴	(۳۱:۲۶)	۸۰	۴۹۱	(۶۱:۲۹)	۱۱۲/۱۸۱/۱۷۳	۵۲۵	(۱۷:۳۳)	۹۶
۴۵۵	(۴۱:۲۶)	۸۰	۴۹۲	(۱۹:۲۹)	۲۴	۵۲۶	(۲۸:۳۳)	۲۰۳
۴۵۶	(۲۲:۲۶)	۱۱۲/۱۱۰	۴۹۳	(۲۰:۲۹)	۲۴	۵۲۷	(۳۹:۳۳)	۱۰
۴۵۷	(۵۷:۲۶)	۱۱۶	۴۹۴	(۲۹:۲۹)	۱۵۰	۳۴۰۹-۳۵-الفاطر(۲۵)		
۴۵۸	(۵۸:۲۶)	۱۱۶	۴۹۵	(۲۵:۲۹)	۳۳۰/۴۶۴/۴۶	۵۲۸	(۱:۳۵)	۳۲
۴۵۹	(۵۹:۲۶)	۱۱۶	۴۹۶	(۳۹:۲۹)	۹۴	۵۲۹	(۳:۳۵)	۲۱۲
۴۶۰	(۱۳۶:۲۶)	۱۱۶	۴۹۷	(۵۰:۲۹)	۹۴	۵۳۰	(۱۵:۳۵)	۳۳
۴۶۱	(۱۳۳:۲۶)	۱۱۶	۴۹۸	(۵۱:۲۹)	۹۴/۹۰	۵۳۱	(۱۶:۳۵)	۳۴
۴۶۲	(۱۳۳:۲۶)	۱۱۶	۴۹۹	(۵۲:۲۹)	۹۴	۵۳۲	(۱۷:۳۵)	۳۴
۴۶۳	(۱۴۷:۲۶)	۱۱۶	۵۰۰	(۶۷:۲۹)	۲۱۸	۵۳۳	(۲۷:۳۵)	۲۸
۴۶۴	(۱۴۸:۲۶)	۱۱۶	۵۰۱	(۶۹:۲۹)	۲۴۲	۵۳۴	(۳۷:۳۵)	۱۳۶
۴۶۵	(۲۲۴:۲۶)	۶۴	۳۴۱۰-۳۱-الروم(۶۰)			۵۳۵	(۳۹:۳۵)	۲۶۵
۴۶۶	(۲۲۵:۲۶)	۶۴	۵۰۲	(۹:۳۰)	۷۶/۳۹	۵۳۶	(۴۳:۳۵)	۱۹۳
۴۶۷	(۲۲۶:۲۶)	۶۴	۵۰۳	(۲۷:۳۰)	۲۴	۵۳۷	(۴۴:۳۵)	۳۹
۳۴۵۳-۲۷-القل(۲۹)			۵۰۴	(۳۱:۳۰)	۱۰۰/۷۱	۳۴۸۹-۳۶-یونس(۸۳)		
۴۶۸	(۱:۲۷)	۱۷۵/۵۷	۵۰۵	(۳۶:۳۰)	۱۲۷	۵۳۸	(۱:۳۶)	۵۳
۴۶۹	(۲:۲۷)	۱۷۵/۵۹	۵۰۶	(۴۷:۳۰)	۱۶۶	۵۳۹	(۲:۳۶)	۵۳
۴۷۰	(۶:۲۷)	۵۲	۳۵۰۴-۳۱-لقمان(۳۴)			۵۴۰	(۳:۳۶)	۵۳
۴۷۱	(۱۲:۲۷)	۱۰۷	۵۰۷	(۴:۳۱)	۵۳	۵۴۱	(۴:۳۶)	۵۳
۴۷۲	(۴۶:۲۷)	۱۲۷	۵۰۸	(۳:۳۱)	۹۰	۵۴۲	(۳۴:۳۶)	۱۱۵
۴۷۳	(۶۰:۲۷)	۱۹۱/۱۱۲	۵۰۹	(۲۰:۳۱)	۲۱۴	۵۴۳	(۳۸:۳۶)	۲۳
۴۷۴	(۷۷:۲۷)	۹۰	۵۱۰	(۳۱:۳۱)	۲۱۴	۵۴۴	(۳۹:۳۶)	۲۳
۴۷۵	(۸۹:۲۷)	۱۳۱	۵۱۱	(۳۴:۳۱)	۱۶۲	۵۴۵	(۴۰:۳۶)	۲۳
۴۷۶	(۹۰:۲۷)	۱۳۱	۳۵۳۴-۳۲-التیاج(۳۰)			۵۴۶	(۴۱:۳۶)	۲۳
۳۴۳۴-۲۸-القصاص(۸۸)			۵۱۲	(۴:۳۲)	۱۴	۵۴۷	(۴۱:۳۶)	۲۳
۴۷۷	(۲:۲۸)	۵۷	۵۱۳	(۵:۳۲)	۱۴	۵۴۸	(۴۲:۳۶)	۱۷۳
۴۷۸	(۵:۲۸)	۱۸	۵۱۴	(۶:۳۲)	۱۴	۵۴۹	(۴۳:۳۶)	۱۷۳
۴۷۹	(۶:۲۸)	۱۸	۵۱۵	(۷:۳۲)	۱۴	۵۵۰	(۴۴:۳۶)	۶۴
۴۸۰	(۳۲:۲۸)	۶۵	۵۱۶	(۸:۳۲)	۱۴	۵۵۱	(۴۵:۳۶)	۶۴
۴۸۱	(۳۳:۲۸)	۸۹	۵۱۷	(۹:۳۲)	۱۴	۵۵۲	(۴۶:۳۶)	۱۷۴
۴۸۲	(۳۴:۲۸)	۱۲۵	۵۱۸	(۱۳:۳۲)	۱۹۶	۵۵۳	(۴۷:۳۶)	۳۱
۴۸۳	(۳۹:۲۸)	۹۱/۸۹	۵۱۹	(۱۶:۳۲)	۲۶۳/۲۴۶	۵۵۴	(۴۸:۳۶)	۳۱
۴۸۴	(۴۸:۲۸)	۱۲۹						

شماره	شماره آیتین سورو	صفحه کتاب	شماره	شماره آیتین سورو	صفحه کتاب	شماره	شماره آیتین سورو	صفحه کتاب	شماره	شماره آیتین سورو	صفحه کتاب
۳۹	۱۸۲	۵۵۵	۴۰	۱۸۳	۵۵۶	۴۱	۱۸۴	۵۵۷	۴۲	۱۸۵	۵۵۸
۴۳	۱۸۶	۵۵۹	۴۴	۱۸۷	۵۶۰	۴۵	۱۸۸	۵۶۱	۴۶	۱۸۹	۵۶۲
۴۷	۱۸۹	۵۶۳	۴۸	۱۹۰	۵۶۴	۴۹	۱۹۱	۵۶۵	۵۰	۱۹۲	۵۶۶
۵۱	۱۹۳	۵۶۷	۵۲	۱۹۴	۵۶۸	۵۳	۱۹۵	۵۶۹	۵۴	۱۹۶	۵۷۰
۵۵	۱۹۷	۵۷۱	۵۶	۱۹۸	۵۷۲	۵۷	۱۹۹	۵۷۳	۵۸	۲۰۰	۵۷۴
۵۹	۲۰۱	۵۷۵	۶۰	۲۰۲	۵۷۶	۶۱	۲۰۳	۵۷۷	۶۲	۲۰۴	۵۷۸
۶۳	۲۰۵	۵۷۹	۶۴	۲۰۶	۵۸۰	۶۵	۲۰۷	۵۸۱	۶۶	۲۰۸	۵۸۲
۶۷	۲۰۹	۵۸۳	۶۸	۲۱۰	۵۸۴	۶۹	۲۱۱	۵۸۵	۷۰	۲۱۲	۵۸۶
۷۱	۲۱۳	۵۸۷	۷۲	۲۱۴	۵۸۸	۷۳	۲۱۵	۵۸۹	۷۴	۲۱۶	۵۹۰
۷۵	۲۱۷	۵۹۱	۷۶	۲۱۸	۵۹۲	۷۷	۲۱۹	۵۹۳	۷۸	۲۲۰	۵۹۴
۷۹	۲۲۱	۵۹۵	۸۰	۲۲۲	۵۹۶	۸۱	۲۲۳	۵۹۷	۸۲	۲۲۴	۵۹۸
۸۳	۲۲۵	۵۹۹	۸۴	۲۲۶	۶۰۰	۸۵	۲۲۷	۶۰۱	۸۶	۲۲۸	۶۰۲
۸۷	۲۲۹	۶۰۳	۸۸	۲۳۰	۶۰۴	۸۹	۲۳۱	۶۰۵	۹۰	۲۳۲	۶۰۶
۹۱	۲۳۳	۶۰۷	۹۲	۲۳۴	۶۰۸	۹۳	۲۳۵	۶۰۹	۹۴	۲۳۶	۶۱۰
۹۵	۲۳۷	۶۱۱	۹۶	۲۳۸	۶۱۲	۹۷	۲۳۹	۶۱۳	۹۸	۲۴۰	۶۱۴
۹۹	۲۴۱	۶۱۵	۱۰۰	۲۴۲	۶۱۶	۱۰۱	۲۴۳	۶۱۷	۱۰۲	۲۴۴	۶۱۸
۱۰۳	۲۴۵	۶۱۹	۱۰۴	۲۴۶	۶۲۰	۱۰۵	۲۴۷	۶۲۱	۱۰۶	۲۴۸	۶۲۲
۱۰۷	۲۴۹	۶۲۳	۱۰۸	۲۵۰	۶۲۴	۱۰۹	۲۵۱	۶۲۵	۱۱۰	۲۵۲	۶۲۶
۱۱۱	۲۵۳	۶۲۷	۱۱۲	۲۵۴	۶۲۸	۱۱۳	۲۵۵	۶۲۹	۱۱۴	۲۵۶	۶۳۰
۱۱۵	۲۵۷	۶۳۱	۱۱۶	۲۵۸	۶۳۲	۱۱۷	۲۵۹	۶۳۳	۱۱۸	۲۶۰	۶۳۴
۱۱۹	۲۶۱	۶۳۵	۱۲۰	۲۶۲	۶۳۶	۱۲۱	۲۶۳	۶۳۷	۱۲۲	۲۶۴	۶۳۸
۱۲۳	۲۶۵	۶۳۹	۱۲۴	۲۶۶	۶۴۰	۱۲۵	۲۶۷	۶۴۱	۱۲۶	۲۶۸	۶۴۲
۱۲۷	۲۶۹	۶۴۳	۱۲۸	۲۷۰	۶۴۴	۱۲۹	۲۷۱	۶۴۵	۱۳۰	۲۷۲	۶۴۶
۱۳۱	۲۷۳	۶۴۷	۱۳۲	۲۷۴	۶۴۸	۱۳۳	۲۷۵	۶۴۹	۱۳۴	۲۷۶	۶۵۰
۱۳۵	۲۷۷	۶۵۱	۱۳۶	۲۷۸	۶۵۲	۱۳۷	۲۷۹	۶۵۳	۱۳۸	۲۸۰	۶۵۴
۱۳۹	۲۸۱	۶۵۵	۱۴۰	۲۸۲	۶۵۶	۱۴۱	۲۸۳	۶۵۷	۱۴۲	۲۸۴	۶۵۸
۱۴۳	۲۸۵	۶۵۹	۱۴۴	۲۸۶	۶۶۰	۱۴۵	۲۸۷	۶۶۱	۱۴۶	۲۸۸	۶۶۲
۱۴۷	۲۸۹	۶۶۳	۱۴۸	۲۹۰	۶۶۴	۱۴۹	۲۹۱	۶۶۵	۱۵۰	۲۹۲	۶۶۶
۱۵۱	۲۹۳	۶۶۷	۱۵۲	۲۹۴	۶۶۸	۱۵۳	۲۹۵	۶۶۹	۱۵۴	۲۹۶	۶۷۰
۱۵۵	۲										

شماره	شماره آیت مخ سوری	صفحه کتاب	شماره	شماره آیت مخ سوری	صفحه کتاب	شماره	شماره آیت مخ سوری	صفحه کتاب
۴۷۸۵	۵۲-الطور (۴۹)	۶۸۶	۵۲	(۴۴:۵۵)	۵۲	۴۷۸۶	(۸:۶۱)	۴۷۸
۴۷۸۶	(۲۹:۵۴)	۶۸۷	۵۰۶۶	۵۶-الواقعة (۹۶)	۴۱۸	۴۷۸۷	(۹:۶۱)	۴۱۹
۴۷۸۷	(۳۰:۵۴)	۶۸۸	۸۲	(۱۰:۶۱)	۴۲۰	۴۷۸۸	(۱۱:۶۱)	۴۲۱
۴۷۸۸	(۳۱:۵۴)	۶۸۹	۸۲	(۱۲:۶۱)	۴۲۲	۴۷۸۹	(۱۳:۶۱)	۴۲۳
۴۷۸۹	(۳۳:۵۴)	۶۹۰	۵۱	(۱۳:۶۱)	۴۲۳	۵۱۹۹	۶۲-الجمعة (۱۱)	۴۲۳
۴۷۹۰	(۳۴:۵۴)	۶۹۱	۵۱	(۲۰:۶۲)	۴۲۳	۵۲۱۰	۶۳-المنفقين (۱۱)	۴۲۳
۴۷۹۱	(۳۵:۵۴)	۶۹۲	۵۱	(۲۱:۶۲)	۴۲۳	۴۲۳	(۴:۶۳)	۴۲۳
۴۷۹۲	(۳۶:۵۴)	۶۹۳	۱۹۹:۵۱	(۴۴:۵۴)	۶۹۳	۴۲۴	(۱۱:۶۳)	۴۲۴
۴۷۹۳	(۳۷:۵۴)	۶۹۴	۱۹۹:۵۱	(۴۸:۵۴)	۶۹۴	۴۲۵	(۱۲:۶۳)	۴۲۵
۴۷۹۴	(۳۸:۵۴)	۶۹۵	۱۹۹:۵۱	(۴۹:۵۴)	۶۹۵	۴۲۶	(۱۳:۶۳)	۴۲۶
۴۷۹۵	(۳۹:۵۴)	۶۹۶	۱۹۹:۵۱	(۸۰:۵۴)	۶۹۶	۴۲۷	(۱۴:۶۳)	۴۲۷
۴۷۹۶	(۴۰:۵۴)	۶۹۷	۵۱	(۸۱:۵۴)	۶۹۷	۴۲۸	(۱۵:۶۳)	۴۲۸
۴۷۹۷	(۴۱:۵۴)	۶۹۸	۵۱	(۸۲:۵۴)	۶۹۸	۴۲۹	(۱۶:۶۳)	۴۲۹
۴۷۹۸	(۴۲:۵۴)	۶۹۹	۵۱	(۸۳:۵۴)	۶۹۹	۴۳۰	(۱۷:۶۳)	۴۳۰
۴۷۹۹	(۴۳:۵۴)	۷۰۰	۵۱	(۸۴:۵۴)	۷۰۰	۴۳۱	(۱۸:۶۳)	۴۳۱
۴۸۰۰	(۴۴:۵۴)	۷۰۱	۵۱	(۸۵:۵۴)	۷۰۱	۴۳۲	(۱۹:۶۳)	۴۳۲
۵۱۰۵	۵۷-الحديد (۲۹)	۵۱۰۵	۹	(۴:۵۴)	۷۰۲	۴۳۳	(۲۰:۶۳)	۴۳۳
۷۰۲	(۴:۵۴)	۷۰۲	۱۳۷	(۱۱:۵۴)	۷۰۳	۴۳۴	(۲۱:۶۳)	۴۳۴
۷۰۳	(۱۲:۵۴)	۷۰۴	۲۷۱	(۱۲:۵۴)	۷۰۴	۴۳۵	(۲۲:۶۳)	۴۳۵
۷۰۴	(۱۳:۵۴)	۷۰۵	۱۸۰	(۱۸:۵۴)	۷۰۵	۴۳۶	(۲۳:۶۳)	۴۳۶
۷۰۵	(۲۲:۵۴)	۷۰۶	۱۲۵	(۲۲:۵۴)	۷۰۶	۴۳۷	(۲۴:۶۳)	۴۳۷
۷۰۶	(۲۳:۵۴)	۷۰۷	۱۲۵	(۲۳:۵۴)	۷۰۷	۴۳۸	(۲۵:۶۳)	۴۳۸
۵۱۲۷	۵۸-المجادلة (۲۲)	۵۱۲۷	۱۳۸	(۴:۵۸)	۷۰۸	۴۳۹	(۲۶:۶۳)	۴۳۹
۷۰۸	(۲۲:۵۸)	۷۰۹	۱۷۹:۱۰۳	(۲۲:۵۸)	۷۰۹	۴۴۰	(۲۷:۶۳)	۴۴۰
۵۱۵۱	۵۹-الحشر (۲۴)	۵۱۵۱	۱۵۵	(۲:۵۹)	۷۱۰	۴۴۱	(۲۸:۶۳)	۴۴۱
۷۱۰	(۲:۵۹)	۷۱۱	۱۶۳	(۱۳:۵۹)	۷۱۱	۴۴۲	(۲۹:۶۳)	۴۴۲
۷۱۱	(۱۳:۵۹)	۷۱۲	۱۶۳	(۱۸:۵۹)	۷۱۲	۴۴۳	(۳۰:۶۳)	۴۴۳
۷۱۲	(۱۸:۵۹)	۷۱۳	۱۶۳	(۲۳:۵۹)	۷۱۳	۴۴۴	(۳۱:۶۳)	۴۴۴
۷۱۳	(۲۳:۵۹)	۷۱۴	۱۶۳	(۲۴:۵۹)	۷۱۴	۴۴۵	(۳۲:۶۳)	۴۴۵
۷۱۴	(۲۴:۵۹)	۷۱۵	۱۶۳	(۲۵:۵۹)	۷۱۵	۴۴۶	(۳۳:۶۳)	۴۴۶
۵۱۶۴	۶۰-الممتحنة (۱۳)	۵۱۶۴	۲۵۲	(۱۹:۶۰)	۷۱۶	۴۴۷	(۳۴:۶۳)	۴۴۷
۷۱۶	(۱۹:۶۰)	۷۱۷	۲۵۲	(۲۰:۶۰)	۷۱۷	۴۴۸	(۳۵:۶۳)	۴۴۸
۷۱۷	(۲۰:۶۰)	۷۱۸	۲۵۲	(۲۱:۶۰)	۷۱۸	۴۴۹	(۳۶:۶۳)	۴۴۹
۷۱۸	(۲۱:۶۰)	۷۱۹	۲۵۲	(۲۲:۶۰)	۷۱۹	۴۵۰	(۳۷:۶۳)	۴۵۰
۷۱۹	(۲۲:۶۰)	۷۲۰	۲۵۲	(۲۳:۶۰)	۷۲۰	۴۵۱	(۳۸:۶۳)	۴۵۱
۷۲۰	(۲۳:۶۰)	۷۲۱	۲۵۲	(۲۴:۶۰)	۷۲۱	۴۵۲	(۳۹:۶۳)	۴۵۲
۷۲۱	(۲۴:۶۰)	۷۲۲	۲۵۲	(۲۵:۶۰)	۷۲۲	۴۵۳	(۴۰:۶۳)	۴۵۳
۷۲۲	(۲۵:۶۰)	۷۲۳	۲۵۲	(۲۶:۶۰)	۷۲۳	۴۵۴	(۴۱:۶۳)	۴۵۴
۷۲۳	(۲۶:۶۰)	۷۲۴	۲۵۲	(۲۷:۶۰)	۷۲۴	۴۵۵	(۴۲:۶۳)	۴۵۵
۷۲۴	(۲۷:۶۰)	۷۲۵	۲۵۲	(۲۸:۶۰)	۷۲۵	۴۵۶	(۴۳:۶۳)	۴۵۶
۷۲۵	(۲۸:۶۰)	۷۲۶	۲۵۲	(۲۹:۶۰)	۷۲۶	۴۵۷	(۴۴:۶۳)	۴۵۷
۷۲۶	(۲۹:۶۰)	۷۲۷	۲۵۲	(۳۰:۶۰)	۷۲۷	۴۵۸	(۴۵:۶۳)	۴۵۸
۷۲۷	(۳۰:۶۰)	۷۲۸	۲۵۲	(۳۱:۶۰)	۷۲۸	۴۵۹	(۴۶:۶۳)	۴۵۹
۷۲۸	(۳۱:۶۰)	۷۲۹	۲۵۲	(۳۲:۶۰)	۷۲۹	۴۶۰	(۴۷:۶۳)	۴۶۰
۷۲۹	(۳۲:۶۰)	۷۳۰	۲۵۲	(۳۳:۶۰)	۷۳۰	۴۶۱	(۴۸:۶۳)	۴۶۱
۷۳۰	(۳۳:۶۰)	۷۳۱	۲۵۲	(۳۴:۶۰)	۷۳۱	۴۶۲	(۴۹:۶۳)	۴۶۲



شماره	شماره آیت مع سورہ	صفحہ کتاب	شماره	شماره آیت مع سورہ	صفحہ کتاب	شماره	شماره آیت مع سورہ	صفحہ کتاب
۵۴۵۸	۴۱- نووح (۲۸)	۵۹۵۹	۸۶- الطارق (۱۷)	۶۱۷۹	۱۰۱- القارعة (۱۱)	۵۴۵۹	۸۶- الطارق (۱۷)	۶۱۷۹
۴۴۲	(۱۳:۷۱)	۵۹۷۸	۸۷- الاعلیٰ (۱۹)	۶۱۸۷	۱۰۲- التكاثر (۸)	۴۴۳	(۱۳:۷۱)	۶۱۸۷
۴۴۳	(۱۳:۷۱)	۶۰۰۳	۸۸- الغاشية (۲۶)	۶۱۹۰	۱۰۳- العصر (۳)	۴۴۴	(۱۳:۷۱)	۶۱۹۰
۴۴۴	(۱۳:۷۱)	۶۰۳۳	۸۹- الفجر (۳۰)	۶۱۹۹	۱۰۴- الهمزة (۹)	۴۴۵	(۱۳:۷۱)	۶۱۹۹
۵۴۸۶	۴۲- الجن (۲۸)	۶۰۵۴	۹۰- البلد (۲۰)	۶۲۰۴	۱۰۵- الفيل (۵)	۵۴۸۶	۴۳- المؤمن (۲۰)	۶۲۰۴
۵۵۰۶	۴۳- المؤمن (۲۰)	۶۰۶۹	۹۱- الشمس (۱۵)	۶۲۰۸	۱۰۶- القریش (۴)	۴۴۶	(۲۰:۷۱)	۶۲۰۸
۴۴۵	(۲۰:۷۱)	۶۰۹۰	۹۲- الیل (۲۱)	۶۲۱۵	۱۰۷- الماعون (۵)	۴۴۷	(۲۰:۷۱)	۶۲۱۵
۴۴۶	(۲۰:۷۱)	۴۵۲	۹۳- الضحیٰ (۱۱)	۶۲۱۸	۱۰۸- الکوثر (۳)	۴۴۸	(۲۰:۷۱)	۶۲۱۸
۴۴۷	(۲۰:۷۱)	۴۵۳	۹۴- الانشراح (۸)	۶۲۲۴	۱۰۹- الکفرون (۶)	۴۴۹	(۲۰:۷۱)	۶۲۲۴
۴۴۸	(۲۰:۷۱)	۶۱۰۱	۹۵- التین (۸)	۶۲۲۷	۱۱۰- النصر (۳)	۴۵۰	(۲۰:۷۱)	۶۲۲۷
۴۴۹	(۲۰:۷۱)	۴۵۴	۹۶- العلق (۱۹)	۶۲۳۲	۱۱۱- الہب (۵)	۴۵۱	(۲۰:۷۱)	۶۲۳۲
۵۶۰۲	۴۵- القيمة (۳۰)	۴۵۵	۹۷- الخلق (۱۹)	۶۲۳۶	۱۱۲- الاخلاص (۴)	۴۵۲	(۲۰:۷۱)	۶۲۳۶
۵۶۳۳	۴۶- الذہر (۳۱)	۴۵۶	۹۸- البینہ (۸)	۶۲۴۱	۱۱۳- الناس (۶)	۴۵۳	(۲۰:۷۱)	۶۲۴۱
۵۶۸۳	۴۷- المرسلات (۵۰)	۴۵۷	۹۹- الزلزال (۸)	۶۱۵۷	۱۱۴- الفلق (۵)	۴۵۴	(۲۰:۷۱)	۶۱۵۷
۴۵۰	(۲۸:۷۱)	۴۵۸	۱۰۰- العدیٰ (۱۱)	۶۱۶۸	۱۱۵- التکویر (۲۹)	۴۵۵	(۲۸:۷۱)	۶۱۶۸
۴۵۱	(۲۸:۷۱)	۴۵۹	۱۰۱- الانفطار (۱۹)	۶۱۷۹	۱۱۶- التکویر (۲۹)	۴۵۶	(۲۸:۷۱)	۶۱۷۹
۵۷۲۳	۴۸- النبأ (۴۰)	۴۶۰	۱۰۲- التکویر (۲۹)	۶۱۸۷	۱۱۷- التکویر (۲۹)	۴۵۷	(۲۸:۷۱)	۶۱۸۷
۵۷۶۹	۴۹- الذرعات (۴۶)	۴۶۱	۱۰۳- التکویر (۲۹)	۶۱۹۰	۱۱۸- التکویر (۲۹)	۴۵۸	(۲۸:۷۱)	۶۱۹۰
۵۸۱۱	۵۰- عبس (۴۲)	۴۶۲	۱۰۴- التکویر (۲۹)	۶۱۹۹	۱۱۹- التکویر (۲۹)	۴۵۹	(۲۸:۷۱)	۶۱۹۹
۵۸۴۰	۵۱- التکویر (۲۹)	۴۶۳	۱۰۵- التکویر (۲۹)	۶۲۰۴	۱۲۰- التکویر (۲۹)	۴۶۰	(۲۸:۷۱)	۶۲۰۴
۵۸۵۹	۵۲- الانفطار (۱۹)	۴۶۴	۱۰۶- التکویر (۲۹)	۶۲۰۸	۱۲۱- التکویر (۲۹)	۴۶۱	(۲۸:۷۱)	۶۲۰۸
۵۸۹۵	۵۳- التطفیف (۳۶)	۴۶۵	۱۰۷- التکویر (۲۹)	۶۲۱۵	۱۲۲- التکویر (۲۹)	۴۶۲	(۲۸:۷۱)	۶۲۱۵
۵۹۲۰	۵۴- الاشفاق (۲۵)	۴۶۶	۱۰۸- التکویر (۲۹)	۶۲۱۸	۱۲۳- التکویر (۲۹)	۴۶۳	(۲۸:۷۱)	۶۲۱۸
۵۹۴۲	۵۵- الذرعات (۴۶)	۴۶۷	۱۰۹- التکویر (۲۹)	۶۲۲۴	۱۲۴- التکویر (۲۹)	۴۶۴	(۲۸:۷۱)	۶۲۲۴
۵۹۷۹	۵۶- التکویر (۲۹)	۴۶۸	۱۱۰- التکویر (۲۹)	۶۲۲۷	۱۲۵- التکویر (۲۹)	۴۶۵	(۲۸:۷۱)	۶۲۲۷
۵۸۱۱	۵۷- التکویر (۲۹)	۴۶۹	۱۱۱- التکویر (۲۹)	۶۲۳۲	۱۲۶- التکویر (۲۹)	۴۶۶	(۲۸:۷۱)	۶۲۳۲
۵۸۴۰	۵۸- التکویر (۲۹)	۴۷۰	۱۱۲- التکویر (۲۹)	۶۲۳۶	۱۲۷- التکویر (۲۹)	۴۶۷	(۲۸:۷۱)	۶۲۳۶
۵۸۵۹	۵۹- التکویر (۲۹)	۴۷۱	۱۱۳- التکویر (۲۹)	۶۲۴۱	۱۲۸- التکویر (۲۹)	۴۶۸	(۲۸:۷۱)	۶۲۴۱
۵۸۹۵	۶۰- التکویر (۲۹)	۴۷۲	۱۱۴- التکویر (۲۹)	۶۲۴۴	۱۲۹- التکویر (۲۹)	۴۶۹	(۲۸:۷۱)	۶۲۴۴
۵۹۲۰	۶۱- التکویر (۲۹)	۴۷۳	۱۱۵- التکویر (۲۹)	۶۲۴۷	۱۳۰- التکویر (۲۹)	۴۷۰	(۲۸:۷۱)	۶۲۴۷
۵۹۴۲	۶۲- التکویر (۲۹)	۴۷۴	۱۱۶- التکویر (۲۹)	۶۲۵۲	۱۳۱- التکویر (۲۹)	۴۷۱	(۲۸:۷۱)	۶۲۵۲
۵۹۷۹	۶۳- التکویر (۲۹)	۴۷۵	۱۱۷- التکویر (۲۹)	۶۲۵۶	۱۳۲- التکویر (۲۹)	۴۷۲	(۲۸:۷۱)	۶۲۵۶
۵۸۱۱	۶۴- التکویر (۲۹)	۴۷۶	۱۱۸- التکویر (۲۹)	۶۲۶۱	۱۳۳- التکویر (۲۹)	۴۷۳	(۲۸:۷۱)	۶۲۶۱
۵۸۴۰	۶۵- التکویر (۲۹)	۴۷۷	۱۱۹- التکویر (۲۹)	۶۲۶۴	۱۳۴- التکویر (۲۹)	۴۷۴	(۲۸:۷۱)	۶۲۶۴
۵۸۵۹	۶۶- التکویر (۲۹)	۴۷۸	۱۲۰- التکویر (۲۹)	۶۲۶۷	۱۳۵- التکویر (۲۹)	۴۷۵	(۲۸:۷۱)	۶۲۶۷
۵۸۹۵	۶۷- التکویر (۲۹)	۴۷۹	۱۲۱- التکویر (۲۹)	۶۲۷۲	۱۳۶- التکویر (۲۹)	۴۷۶	(۲۸:۷۱)	۶۲۷۲
۵۹۲۰	۶۸- التکویر (۲۹)	۴۸۰	۱۲۲- التکویر (۲۹)	۶۲۷۶	۱۳۷- التکویر (۲۹)	۴۷۷	(۲۸:۷۱)	۶۲۷۶
۵۹۴۲	۶۹- التکویر (۲۹)	۴۸۱	۱۲۳- التکویر (۲۹)	۶۲۸۱	۱۳۸- التکویر (۲۹)	۴۷۸	(۲۸:۷۱)	۶۲۸۱
۵۹۷۹	۷۰- التکویر (۲۹)	۴۸۲	۱۲۴- التکویر (۲۹)	۶۲۸۴	۱۳۹- التکویر (۲۹)	۴۷۹	(۲۸:۷۱)	۶۲۸۴
۵۸۱۱	۷۱- التکویر (۲۹)	۴۸۳	۱۲۵- التکویر (۲۹)	۶۲۸۷	۱۴۰- التکویر (۲۹)	۴۸۰	(۲۸:۷۱)	۶۲۸۷
۵۸۴۰	۷۲- التکویر (۲۹)	۴۸۴	۱۲۶- التکویر (۲۹)	۶۲۹۲	۱۴۱- التکویر (۲۹)	۴۸۱	(۲۸:۷۱)	۶۲۹۲
۵۸۵۹	۷۳- التکویر (۲۹)	۴۸۵	۱۲۷- التکویر (۲۹)	۶۲۹۶	۱۴۲- التکویر (۲۹)	۴۸۲	(۲۸:۷۱)	۶۲۹۶
۵۸۹۵	۷۴- التکویر (۲۹)	۴۸۶	۱۲۸- التکویر (۲۹)	۶۲۹۹	۱۴۳- التکویر (۲۹)	۴۸۳	(۲۸:۷۱)	۶۲۹۹
۵۹۲۰	۷۵- التکویر (۲۹)	۴۸۷	۱۲۹- التکویر (۲۹)	۶۳۰۴	۱۴۴- التکویر (۲۹)	۴۸۴	(۲۸:۷۱)	۶۳۰۴
۵۹۴۲	۷۶- التکویر (۲۹)	۴۸۸	۱۳۰- التکویر (۲۹)	۶۳۰۸	۱۴۵- التکویر (۲۹)	۴۸۵	(۲۸:۷۱)	۶۳۰۸
۵۹۷۹	۷۷- التکویر (۲۹)	۴۸۹	۱۳۱- التکویر (۲۹)	۶۳۱۵	۱۴۶- التکویر (۲۹)	۴۸۶	(۲۸:۷۱)	۶۳۱۵
۵۸۱۱	۷۸- التکویر (۲۹)	۴۹۰	۱۳۲- التکویر (۲۹)	۶۳۱۸	۱۴۷- التکویر (۲۹)	۴۸۷	(۲۸:۷۱)	۶۳۱۸
۵۸۴۰	۷۹- التکویر (۲۹)	۴۹۱	۱۳۳- التکویر (۲۹)	۶۳۲۴	۱۴۸- التکویر (۲۹)	۴۸۸	(۲۸:۷۱)	۶۳۲۴
۵۸۵۹	۸۰- التکویر (۲۹)	۴۹۲	۱۳۴- التکویر (۲۹)	۶۳۲۷	۱۴۹- التکویر (۲۹)	۴۸۹	(۲۸:۷۱)	۶۳۲۷
۵۸۹۵	۸۱- التکویر (۲۹)	۴۹۳	۱۳۵- التکویر (۲۹)	۶۳۳۲	۱۵۰- التکویر (۲۹)	۴۹۰	(۲۸:۷۱)	۶۳۳۲
۵۹۲۰	۸۲- التکویر (۲۹)	۴۹۴	۱۳۶- التکویر (۲۹)	۶۳۳۶	۱۵۱- التکویر (۲۹)	۴۹۱	(۲۸:۷۱)	۶۳۳۶
۵۹۴۲	۸۳- التکویر (۲۹)	۴۹۵	۱۳۷- التکویر (۲۹)	۶۳۴۱	۱۵۲- التکویر (۲۹)	۴۹۲	(۲۸:۷۱)	۶۳۴۱
۵۹۷۹	۸۴- التکویر (۲۹)	۴۹۶	۱۳۸- التکویر (۲۹)	۶۳۴۴	۱۵۳- التکویر (۲۹)	۴۹۳	(۲۸:۷۱)	۶۳۴۴
۵۸۱۱	۸۵- التکویر (۲۹)	۴۹۷	۱۳۹- التکویر (۲۹)	۶۳۴۷	۱۵۴- التکویر (۲۹)	۴۹۴	(۲۸:۷۱)	۶۳۴۷
۵۸۴۰	۸۶- التکویر (۲۹)	۴۹۸	۱۴۰- التکویر (۲۹)	۶۳۵۲	۱۵۵- التکویر (۲۹)	۴۹۵	(۲۸:۷۱)	۶۳۵۲
۵۸۵۹	۸۷- التکویر (۲۹)	۴۹۹	۱۴۱- التکویر (۲۹)	۶۳۵۶	۱۵۶- التکویر (۲۹)	۴۹۶	(۲۸:۷۱)	۶۳۵۶
۵۸۹۵	۸۸- التکویر (۲۹)	۵۰۰	۱۴۲- التکویر (۲۹)	۶۳۶۱	۱۵۷- التکویر (۲۹)	۴۹۷	(۲۸:۷۱)	۶۳۶۱
۵۹۲۰	۸۹- التکویر (۲۹)	۵۰۱	۱۴۳- التکویر (۲۹)	۶۳۶۴	۱۵۸- التکویر (۲۹)	۴۹۸	(۲۸:۷۱)	۶۳۶۴
۵۹۴۲	۹۰- التکویر (۲۹)	۵۰۲	۱۴۴- التکویر (۲۹)	۶۳۶۷	۱۵۹- التکویر (۲۹)	۴۹۹	(۲۸:۷۱)	۶۳۶۷
۵۹۷۹	۹۱- التکویر (۲۹)	۵۰۳	۱۴۵- التکویر (۲۹)	۶۳۷۲	۱۶۰- التکویر (۲۹)	۵۰۰	(۲۸:۷۱)	۶۳۷۲
۵۸۱۱	۹۲- التکویر (۲۹)	۵۰۴	۱۴۶- التکویر (۲۹)	۶۳۷۶	۱۶۱- التکویر (۲۹)	۵۰۱	(۲۸:۷۱)	۶۳۷۶
۵۸۴۰	۹۳- التکویر (۲۹)	۵۰۵	۱۴۷- التکویر (۲۹)	۶۳۷۹	۱۶۲- التکویر (۲۹)	۵۰۲	(۲۸:۷۱)	۶۳۷۹
۵۸۵۹	۹۴- التکویر (۲۹)	۵۰۶	۱۴۸- التکویر (۲۹)	۶۳۸۴	۱۶۳- التکویر (۲۹)	۵۰۳	(۲۸:۷۱)	۶۳۸۴
۵۸۹۵	۹۵- التکویر (۲۹)	۵۰۷	۱۴۹- التکویر (۲۹)	۶۳۸۷	۱۶۴- التکویر (۲۹)	۵۰۴	(۲۸:۷۱)	۶۳۸۷
۵۹۲۰	۹۶- التکویر (۲۹)	۵۰۸	۱۵۰- التکویر (۲۹)	۶۳۹۲	۱۶۵- التکویر (۲۹)	۵۰۵	(۲۸:۷۱)	۶۳۹۲
۵۹۴۲	۹۷- التکویر (۲۹)	۵۰۹	۱۵۱- التکویر (۲۹)	۶۳۹۶	۱۶۶- التکویر (۲۹)	۵۰۶	(۲۸:۷۱)	۶۳۹۶
۵۹۷۹	۹۸- التکویر (۲۹)	۵۱۰	۱۵۲- التکویر (۲۹)	۶۳۹۹	۱۶۷- التکویر (۲۹)	۵۰۷	(۲۸:۷۱)	۶۳۹۹
۵۸۱۱	۹۹- التکویر (۲۹)	۵۱۱	۱۵۳- التکویر (۲۹)	۶۴۰۴	۱۶۸- التکویر (۲۹)	۵۰۸	(۲۸:۷۱)	۶۴۰۴
۵۸۴۰	۱۰۰- التکویر (۲۹)	۵۱۲	۱۵۴- التکویر (۲۹)	۶۴۰۸	۱۶۹- التکویر (۲۹)	۵۰۹	(۲۸:۷۱)	۶۴۰۸
۵۸۵۹	۱۰۱- التکویر (۲۹)	۵۱۳	۱۵۵- التکویر (۲۹)	۶۴۱۵	۱۷۰- التکویر (۲۹)	۵۱۰	(۲۸:۷۱)	۶۴۱۵
۵۸۹۵	۱۰۲- التکویر (۲۹)	۵۱۴	۱۵۶- التکویر (۲۹)	۶۴۱۸	۱۷۱- التکویر (۲۹)	۵۱۱	(۲۸:۷۱)	۶۴۱۸
۵۹۲۰	۱۰۳- التکویر (۲۹)	۵۱۵	۱۵۷- التکویر (۲۹)	۶۴۲۴	۱۷۲- التکویر (۲۹)	۵۱۲	(۲۸:۷۱)	۶۴۲۴
۵۹۴۲	۱۰۴- التکویر (۲۹)	۵۱۶	۱۵۸- التکویر (۲۹)	۶۴۲۷	۱۷۳- التکویر (۲۹)	۵۱۳	(۲۸:۷۱)	۶۴۲۷
۵۹۷۹	۱۰۵- التکویر (۲۹)	۵۱۷	۱۵۹- التکویر (۲۹)	۶۴۳۲	۱۷۴- التکویر (۲۹)	۵۱۴	(۲۸:۷۱)	۶۴۳۲
۵۸۱۱	۱۰۶- التکویر (۲۹)	۵۱۸	۱۶۰- التکویر (۲۹)	۶۴۳۶	۱۷۵- التکویر (۲۹)	۵۱۵	(۲۸:۷۱)	۶۴۳۶
۵۸۴۰	۱۰۷- التکویر (۲۹)	۵۱۹	۱۶۱- التکویر (۲۹)	۶۴۴۱	۱۷۶- التکویر (۲۹)	۵۱۶	(۲۸:۷۱)	۶۴۴۱
۵۸۵۹	۱۰۸- التکویر (۲۹)	۵۲۰	۱۶۲- التکویر (۲۹)	۶۴۴۴	۱۷۷- التکویر (۲۹)	۵۱۷	(۲۸:۷۱)	۶۴۴۴
۵۸۹۵	۱۰۹- التکویر (۲۹)	۵۲۱	۱۶۳- التکویر (۲۹)	۶۴۴۷	۱۷۸- التکویر (۲۹)	۵۱۸	(۲۸:۷۱)	۶۴۴۷
۵۹۲۰	۱۱۰- التکویر (۲۹)	۵۲۲	۱۶۴- التکویر (۲۹)	۶۴۵۲	۱۷۹- التکویر (۲۹)	۵۱۹	(۲۸:۷۱)	۶۴۵۲
۵۹۴۲	۱۱۱- التکویر (۲۹)	۵۲۳	۱۶۵- التکویر (۲۹)	۶۴۵۶	۱۸۰- التکویر (۲۹)	۵۲۰	(۲۸:۷۱)	۶۴۵۶
۵۹۷۹	۱۱۲- التکویر (۲۹)	۵۲۴	۱۶۶- التکویر (۲۹)	۶۴۵۹	۱۸۱- التکویر (۲۹)	۵۲۱	(۲۸:۷۱)	۶۴۵۹
۵۸۱۱	۱۱۳- التکویر (۲۹)	۵۲۵	۱۶۷- التکویر (۲۹)	۶۴۶۱	۱۸۲- التکویر (۲۹)	۵۲۲	(۲۸:۷۱)	۶۴۶۱
۵۸۴۰	۱۱۴- التکویر (۲۹)	۵۲۶	۱۶۸- التکویر (۲۹)	۶۴۶۴	۱۸۳- التکویر (۲۹)	۵۲۳	(۲۸:۷۱)	۶۴۶۴
۵۸۵۹	۱۱۵- التکویر (۲۹)	۵۲۷	۱۶۹- التکویر (۲۹)	۶۴۶۷	۱۸۴- التکویر (۲۹)	۵۲۴	(۲۸:۷۱)	۶۴۶۷
۵۸۹۵	۱۱۶- التکویر (۲۹)	۵۲۸	۱۷۰- التکویر (۲۹)	۶۴۷۲	۱۸۵- التکویر (۲۹)	۵۲۵	(۲۸:۷۱)	۶۴۷۲
۵۹۲۰	۱۱۷- التکویر (۲۹)	۵۲۹	۱۷۱- التکویر (۲۹)	۶۴۷۶	۱۸۶- التکویر (۲۹)	۵۲۶	(۲۸:۷۱)	۶۴۷۶
۵۹۴۲	۱۱۸- التکویر (۲۹)	۵۳۰	۱۷۲- التکویر (۲۹)	۶۴۷۹	۱۸۷- التکویر (۲۹)	۵۲۷	(۲۸:۷۱)	۶۴۷۹
۵۹۷۹	۱۱۹- التکویر (۲۹)	۵۳۱	۱۷۳- التکویر (۲۹)	۶۴۸۴	۱۸۸- التکویر (۲۹)	۵۲۸	(۲۸:۷۱)	۶۴۸۴
۵۸۱۱	۱۲۰- التکویر (۲۹)	۵۳۲	۱۷۴- التکویر (۲۹)	۶۴۸۷	۱۸۹- التکویر (۲۹)	۵۲۹	(۲	

وَأَرْسَلْنَا إِلَيْكَ لَكَرِيمِينَ لِلنَّاسِ فَأَنزَلْنَا إِلَيْهِمُ الْكِتَابَ وَالْحِكْمَ وَتَفَكَّرُوا

## البلغ المبين

اعنى المقالة

# الافتححة

البلاغية العربية من كتاب تل كن الذي صنفه باللغة الهندية  
المفتقر الى الله الرحيم الرحمن محمد عن اية الله خان المشرقي الهندي بن عطاء محمد خان  
بن كمال الدين خان المغفور

في مجلدات عشر لتبيين القرآن العظيم وتشريح حكمته وقانونه وعلمه  
بل تشريع ما شرع الله فيه للناس من الدين العملي الذي جاء به كل الانبياء عليهم السلام  
المعول عليه لفلاح الانام المرجوع اليه لاصلاح القوام وقاعن الدين القولي الشرعي النظري الذي  
اشاع به علماء الاسلام الذي يصرفنا عن سبيل السلام

وقد بلغت فيها المسلمين المعاصرين المستضعفين الهالكين

### بلاغاً اختياراً

في سياهم ومما هم و اوضحت لهم طريقا يهديهم الى البقاء ويدخلهم في زمرة الاحياء من قبل ان ياتيهم العذاب  
فانه قال

وَجَزَاءُ عَلَىٰ ذَٰلِكُمْ أَنْ تَتَّقُوا اللَّهَ أَنْ يُكَلِّفَهُمُ الْعَذَابَ وَلَا يَتُخَلَّوْا

مَعَهُمْ هَـذِهِ سُنَّةُ اللَّهِ عِندَ

طبعت هذه المقالة بواسطة الشيخ محمد عبد العزيز

بمطبعة دار البكة بدمشق وبتأيد ادارة الشريعة بدمشق

تهدية

الى

الله

عز وجل

فاطر السموات والارض واحكم الحاكمين

رب انى قد جئت بك بشئ غريب

مما آتيتنى من لدنك وقلبي وجل انه انا الذى آتيتك

بالمريات به احد وقلبي وجل انى راجع اليك ليوم لا ريب فيه

فستلنى عما فعلت فتقبل منى واصلى لى فى تدبرى وثبت به فؤادى

واجعل افدة من الناس تهوى اليه فيعلموا انه الحق منك فتخب لك قلوبهم

رب واصلى المسلمين واهد هم بنورك فى هذا كما اصلحتهم وهديتهم من قبل

فانهم قوم لا يعلمون رب اخبرتنى انهم لها لكون من قريب فانيتهم

بنبياء عظيمين من فور رب فالف بينهم وجمع شملهم واهد هم

الضراط المستقيم صراط الذين

انعمت عليهم

غير المغضوب عليهم ولا الضالين



الحمد لله العظيم \* البارئ الفاطر الذي فطر السموات والارض في احسن تنظيم \* القادر  
المقدر السميع البصير الذي جعل الشمس والقمر بحسبان \* وسخر ما في الارض لنفع الانسان \*  
حمد له مقدم على كل امر جامع لهم به الاعضاء والاذهان \* واستعانته حرق الا تترك الا  
في لعنة البغي والعصيان \* للملك حقاً فما يخلق الا ليطاع \* ومن اطاع فاجرة لا يضاع \*  
منة من منحه ان خلق الانسان \* ذا السمع والبصر والفرقان \* فجعله مكين المكان \* و  
قومه على مخلوق الزمان \* وفضله مع ضعف جسمه على سائر الحيوان \* ذوات القرن و  
الاسنان \* ثم حملة في البر والبحر \* وجعله خليفة الجبل والقعر \* والسهل والصخر \*  
وقدر له حظاً من الغلبة والامر \* فلما كشف الغطاء \* وبرزت الاشياء والاسماء \*  
اعترف الانسان بان عليه نصيباً من دون الحكم والمجال من الطاعة والامتثال باسم  
ربه شديد الحال \* والحاكم المتعال \* فسبحان الحق الذي لا يموت \* وبه المملوكوت  
الذي اسس بنيان التدوين \* تدوين الدين المستقيم \* بل تكوين الكون العظيم \*

على الحكم والتسليم \* والتنظيم والتنظيم \* وعسر التعبد ويسر الامارة \* وحلاوة الحكمة  
 وفز الطاعة \* الذي جعل مع كل يسر عسرا \* ومع كل حلاوة قسرا \* الملك العادل  
 الذي يحكم بين الناس عند التحالف والجدل \* ويزن بقسطاس العدل \* سواء عليه  
 البيض والسود \* والنصارى واليهود \* والمسلم والهنود \* وسائر المخلوق والمولود \* الذي  
 لا يبدل حكمته \* ولا يصرّف آياته \* ولن تجد تبديلا لحكمته وعادته \* ونحويلا  
 لامره وسنته \* فتبارك الذي يطاع ولا يطيع \* ويمال اليه ولا يميل \* من لا غاية  
 لقوته وسلطانه \* ولا حد لجلاله وبرهانه \* مرجع الانام بين رفعه وخفض \* ومصر  
 الاقوام بين بسطه وقبض \* من هلك من حكمه فقد هلك عن بيته \* ومن سلم سلم من  
 اصول مسلمة \* ملك الكون والفساد \* وهالك كل باغ وعاد \* بارئ الموت والحيات \* و  
 الخبير بما هوات \* الذي من اطاعه فرفع درجاته \* ومن عصاه فقد لاقى ممانته \*  
 احمد لاقى لا اجد لاحد مثما من دونه ملجا ومجيرا \* ولا وليا ولا نصيرا \* بشديد  
 العقاب \* ولي الظول والعذاب \* المعز لمن اهتدى \* والمذل لمن اعتدى \* الله  
 يرزق ويسلب ويرفع ويخفض ويقبض ويبسط ويسئل ويحيب لمن اتقى او طغى  
 بقدر حساب \* احمد لاقى اخاف عذاب يوم عظيم للائمة التي عصيت عن امره \* وبنت  
 عن طاعته فقل لم يكن لها من مآب \* احمد لانه هدى الانسان صراطه \* والله حياته  
 ومماته \* وجعل له سمعه وبصره وفؤاده \* وبين له فطرته وعادته \* نزل على هذا  
 انزل عليه الكتب \* الكتب الذي جاء به النبي العربي خاتما لانبيا الى يوم الحساب \*  
 القول الفصيل الذي جُمع فيه دوح من امره تعالى ولبت الابواب \* وسر السموات والارض  
 وسر الشباب \* وسؤال البقاء والجواب \* وعقدة فريضة الانسان في الدنيا وحلها

بالصواب ❦ وحكاية الثواب والعذاب ❦ الذي تمت كلمته صدقاً وعدلاً . يصدق  
 ما جرى وما يجري نظراً وعملاً ❦ لا يخفى لا يأنه والغاظه . ولا يحاسب على وجوبه جوازاً  
 احمد لانه قد اكمل دينه واتم برهانه . ورضى للانسان ما احسن له ❦ فلا حجة لنا اليه . و  
 لا هي بقطة من النوم ❦ لاحد من القوم . فان القول قد وقع . والحكم قد جب وفرض .  
 فاما الرحمة والثواب . او المسكنة والعذاب ❦ فالحمد لله جل البرهان . عظيم الشان  
 الرحيم الرحمن . الذي علمنا القرآن ❦ تساق به الاقوام . الى المعاد والمرام . والتمكن  
 القيام . والنسق والنظام . وسائر الافعال والاکرام ❦ من اتبعه عملاً واسلم وجهه  
 لاحكامه معناه واصلاً ❦ فجزاؤهم جنت الارض تجري من تحتها الانهار ❦ وفي الآخرة  
 الجنة الخلد التي يرثها الاخيار والابرار ❦ ومن انكره فعلاً دون القول واللسان واصبر على  
 معصية فاحله الله دار البوار ❦ سلبهم ما كان لهم من ملك وفضل في الدنيا وطردهم من  
 الجنة بالاستحقاق ❦ فمن اسلم سلم . ومن ابتغى دون ذلك وجهاً عدم واخذ مر ❦ وهذا  
 هو الأصل من اصول الدين ❦ الذين امنتين الذي جاء في الكتب المبين ❦ وما ارسل  
 الله به ختم المرسلين ❦ وصراط ربك المستقيم يحق اليقين ❦ يجتمع فيه فلاح الدنيا و  
 الدين . ويشترى به يسر الحكومة بعسر التسليم . وطاعة من في الارض بطاعة العلى  
 العظيم . ونعمة الدنيا والعقبى بالصراط المستقيم . وجنت الارض والجنة المقيمة على  
 رضوان الله ولقاء احكم الحكامين ❦ فاطر السموات والارض ❦ ومالك ما ينزله بقدر معلوم ❦  
 يستل من في السموات ومن في الضمين ومن في الروم ❦ فسبحن ربنا رب العالمين ❦  
 والصلوة والسلام على محمد ختم الانبياء وسيد العالمين . واما المختارين المتقين  
 واعظم المقتنين الذي ائنا بقرآن عظيم . وهدى قومه الصراط المستقيم . و

نجاة من الكرب الاليم \* وجعلهم من ورثة جنت النعيم \* ومكنهم في الارض تمكن المقيم  
 ويدل ضعفهم قوة وخوفهم بمقام امين \* أعد للظالمين المسلمين \* الذين يتبعون  
 عملاً ومعناً ما انزل الله من الدين \* ويقولون به نستعين \* ويمسسون ويصبحون معتصمين  
 بالجميل المتين \* ويفعلون ما فعل النبي الكريم \* عليه التحية والتسليم \* الذي ثنى عليه  
 العزيز العليم \* اصله لانه اعظم الناس واعلمهم \* واكرمهم عند الله وانقهم \* البطل  
 الجليل الذي فعل في هذه الدنيا ما لم يفعل حد اصلاً \* وسلك سبيل ربه طوعاً وذللاً \*  
 فبعثه ربه مقاماً جلاً \* وجهها في الدنيا وما ثوراً \* وفي الآخرة ماجوراً ومشكوراً \* فالحمد  
 لمن لا شريك له في الحكم والامر \* والسلام على من لا مثيل له في الطاعة والعمل \* الله الغالب  
 على امره جل وعلا \* وعلى النبي البالغ في امره المجتبي والمصطفى \* صلى الله تعالى عليه وآله  
 واصحابه اجمعين \* الى يوم الدين \* ﴿﴾

واصل على سائر الانبياء الكرام والانتفاء العظام \* من دون النبي العربي سيد  
 الانام \* الذين شرعوا في اصلاح العوام \* وابتدوا بتعليم الانام كالانعام \* اشرقت به الظلمت  
 وظهرت علينا الصلوات البقيت \* وبدت لنا السيئات المهلكات \* واكتشفت لنا طريقة  
 الحيات والسمات \* الذين اصبحوا واحسنوا شاهدين مبشرين ومنذرين وبينوا لنا ما هوات \*  
 اعلى الله مقامهم رفيع الدرجات \* لا افرق بين احد منهم وبين سيدنا محمد لا تتم كانوا من  
 عباد الله المخلصين \* ورسله المصلحين \* وخدامه المسلمين المكرمين \* اجلة الخلق ائمة  
 العصر \* عبادة ذوي الايد والبصر \* الذين لم يبلغ مقامهم احد من العوام \* من العلماء  
 الطبعين \* والحكماء المهندسين \* والكبراء السالفين \* حتى الفضلاء المتكبرون المعاصرون  
 الذين يظنون انهم بينوا اول مرة حقاً في الاشياء \* وكشفوا الغطاء \* والقوا عنها الرذا \* و



جلباب السر والحفا ❦ فلا اقسماً فاق النجوم . **وَأَنَّهُ لَقَدْ عَلِمْتُمُ اللَّغْوُ عَظِيمٌ** (٢١٥) . **إِنَّ الْأَنْبِيَاءَ قَدْ**  
**يَتَّبِعُونَ فِي عَمَلِهِمْ مَا لَمْ يَبْلُغُوا فِي هَذَا الزَّمَانِ** . من ظانف لا سان . **وَنَتَّالِجُ الْبَغْيَ وَالطَّغْيَانَ**  
**وَتَعْبُدُ مَا خَلَا الرَّحْمَنُ** . وعبادة الاوثان والاصنام . **وَأَصُولُ بَقَاءِ الْأَقْوَامِ** . واسباب فناء  
الامم . **وَأَسْلُحَةُ إِصْلَاحِ الشَّيْمِ** ❦ **فَالْحَقُّ أَنْ عِلْمُ الْأَشْيَاءِ الَّذِي دُونَهُ الطَّبْعِيُونَ وَغَيْرُهُمْ**  
**مِنَ الْحُكَمَاءِ فِي زَمَانِنَا هَذَا لَيْسَ بِشَيْءٍ وَلَا يَقَابِلُ بِالْعِلْمِ الْجَلِيلِ الَّذِي جَاءَ بِهِ الْأَنْبِيَاءُ**  
**فِي عَهْدِهِمْ** ❦ علمهم قد احاط بعلم حكماءنا الحاضرة . واحتوى على اخبارهم الجارية . بل  
سبق علمنا على ما نحن عليه اسباقاً تامّة . **لَا تُهْمُ أَيْضًا أَصْرًا فِي عَصْرِهِمْ عَلَى تَحْصِيلِ عِلْمِ**  
**حَقَائِقِ الْأَشْيَاءِ** . وتدوين خواص الاجزاء والاعضاء . **مِنْ دُونِ أَصُولِ الْفَنَاءِ وَالْبَقَاءِ** . و  
**أَوْضُوحِ النَّاسِيَا سَةِ الْمُدُنِ وَالْعِمَارِ** من دون علم فرائض الانسان ❦ فاصلى عليهم صلوة  
الرجل المتخير . واحمدهم بتحسين المراء المتشكر ❦ **لَا تُهْمُ أَيْضًا مَحْوُ الْبَالِ أَرْضِنَا وَجَاءَ وَابْدَاءُ مَرْضِنَا**  
**حِينَ لَمْ تَكُنِ الْأَرْضُ مَشْرُوقَةً بِأَنْوَارِ الْعَالَمِ** . ولم يطلع احد على سرائر البدن والجسم ❦ **إِذَا مَنَّ اللَّهُ**  
**أَثَرًا بِأَحَدِهِمْ فِي الدُّنْيَا وَأَصْلَحَ اللَّهُ أَمْرًا فَلَا حُجْمَ فِي الْعَقْبَى** صلواتنا وسلامنا عليهم اجمعين .  
**مُخْلِصِينَ لَهُمُ الدِّينَ** ❦

**وَلَا شَكَّ فِي أَنَّ هَذِهِ الْأَنْبِيَاءَ الْكَرَامَ وَالْهَادِيَّيْنَ الْعِظَامَ جَاءُوا مِنْ رَبِّهِمْ حِينَ**  
**جَاءَ وَابْكِتَابٍ وَاحِدٍ** . جامع الاصول والعقائد . وشارح الحقائق والفرائض .  
**الَّذِينَ الَّذِينَ أَشَاعُوا بِهِ فِي الْأَرْضِ وَشَرَعُوا لِلنَّاسِ لَابُدَّ مِنْ كَوْنِ بِنَاءٍ عَلَى أَسَاسٍ وَاحِدٍ** .  
**جَامِعِ النَّاسِ لَا فَرْقَ** \* **وَلَا بُدَّ مِنْ كَوْنِهِ مَبْنِيًّا عَلَى كَلِمَةٍ سَوَاءٍ بَيْنَ الْبَدَنِ وَالْخَصْرِ** و  
**الْجُحْمِ وَالْعَرَبِ وَالشَّرْقِ وَالْغَرْبِ** وساكُنِ الْخَزِيرَةِ وَفَكِينِ الْبَرِّ \* **مُشْتَرِكًا لِكُلِّ مَا يَحْتَاجُ**  
**الْإِنْسَانُ مِنْ تَشْرِيحِ النَّفْعِ وَالضَّرِّ** \* **مُفَضَّلًا لِمَا يَنْبَغِي لَهُ لِبَقَاءِ نَسْلِهِ** وتقوية جماعته



وَمَا تَقْرَأُ الْكِتَابَ بَعْدَ مَا جَاءَهُمُ الْعِلْمُ بَعِيْثُهُمْ (۱۴۳) وَقَوْلُهُ هَٰذَا اخْتَلَفُوا الْاَلَمَيْنِ هُنَا جَاءَهُمُ الْعِلْمُ بَعِيْثُهُمْ (۱۴۴) ۱۴۵ ای کتابی که او را

وَمَا تَقْرَأُ الْكِتَابَ بَعْدَ مَا جَاءَهُمُ الْعِلْمُ بَعِيْثُهُمْ (۱۴۳) ۱۴۴ ای امیریکو و در اینجا بیعتا و بیعتا و بیعتا (۱۴۵) ای یوحنا و یوسف و شعیب علیه السلام

وَمَا تَقْرَأُ الْكِتَابَ بَعْدَ مَا جَاءَهُمُ الْعِلْمُ بَعِيْثُهُمْ (۱۴۳) ۱۴۴ ای امیریکو و در اینجا بیعتا و بیعتا و بیعتا (۱۴۵) ای یوحنا و یوسف و شعیب علیه السلام

فَمَا تَفَرَّقَ الَّذِينَ أُوتُوا الْكِتَابَ إِلَّا مِنْ بَعْدِ مَا جَاءَتْهُمُ الْبَيِّنَةُ ۚ وَمَا أُمِرُوا إِلَّا لِيَعْبُدُوا اللَّهَ  
 رَبَّ الْأَرْبَابِ \* جَامِعَ الْأَشْتَاتِ وَالْأَحْزَابِ \* فَمِنْ ذَلِكَ ظَهَرَ الْفَسَادُ فِي الْبَرِّ وَالْبَحْرِ بِمَا كَسَبَتْ أَيْدِي  
 النَّاسِ (٢١: ٢٣) \* مِنْ شَرِّ الْوَسْوَاسِ \* الْخَنَّاسِ الَّذِي يُوَسْوِسُ فِي صُدُورِ النَّاسِ (٢١: ٢٤) \*  
 وَكُنْتُمْ كَلِمَةً رَبِّكَ لَا مَلَكَيْنِ جَهَنَّمِ مِنَ الْجِنِّ وَالنَّاسِ (١١: ١١٩) \* اشْرِكُوا فَتُفَرَّقُوا فُلَاتِ  
 حِينَ مَنَاصٍ \* فَيَا مَعْشَرَ الرَّجَالِ! هَلْ لَكُمْ مِنْ حِيلَةٍ عَنْ هَذَا الْجِدَالِ \* وَمَنْ مَقَرَّ عَنْ هَذَا  
 التَّخَالُفِ وَالْقِتَالِ \* وَتَحُولَكُمْ حَالًا عَنْ حَالٍ \* وَالْقَاءَ أَنْفُسَكُمْ بِأَيْدِيكُمْ إِلَى التَّهْلُكَةِ وَالزَّوَالِ \*  
 هَلْ لَكُمْ مِنْ مَجَالٍ عَنْ أَنْ تُنْشِئُوا مَرَّةً أُخْرَى إِلَى رَبِّكُمْ شَدِيدِ الْحَالِ \* وَمَنْ مَحْصٍ عَنْ أَنْ تُؤْبُوا إِلَيْهِ  
 وَاجْمَعُوا أَنْفُسَكُمْ عَلَى دِينِ رَبِّكُمْ مِنْ دُونِ أَدْيَانِكُمْ الشَّيْءُ صَاحِبُ الْحَوْلِ وَالْجَلَالِ \* وَإِنْ نَسَقُمْكُمْ  
 كُلَّكُمْ بِالذِّكْرِ الْوَاحِدِ الَّذِي أَحْظَ عَنْ التَّحْرِيفِ وَالزَّوَالِ \* بِالْقُرْآنِ الْمَجِيدِ \* وَالْفِرْقَانِ  
 الْحَمِيدِ \* وَكِتَابِ اللَّهِ الْحَكِيمِ الرَّشِيدِ \* لَا يَأْتِيهِ الْبَاطِلُ مِنْ بَيْنِ يَدَيْهِ وَلَا مِنْ خَلْفِهِ تَنْزِيلٌ مِّنْ  
 حَكِيمٍ حَمِيدٍ (٢٢: ٢١) \* فَيَا أَيُّهَا النَّاسُ! هَلْ لَكُمْ مِنْ كِتَابٍ غَيْرِهِ تَخُوضُوا فِيهِ وَتُثْوِرُ وَتُورِ  
 فَعَلِمُوا بِالْيَقِينِ مَا يَشَاءُ رَبُّكُمْ يَكُمُ \* وَمَا يَرِيدُ بِقُوفِكُمْ \* وَمَا مَشِئْتُهُ \* وَمَا الْقَانُونُ الَّذِي يَحْكُمُ بِهِ \*  
 وَمَا وَظِيفَتُكُمْ فِي الدُّنْيَا \* وَمَا بِالْكَفْرِ فِي الْعَقْبِ \* هَلْ مِنْ صَحِيفَةٍ عِنْدَكُمْ مِنْ دُونِ الْقُرْآنِ  
 فَتُخْرِجُوهَا لِتَبَيِّنَ لَكُمْ بِلَفْظِهِ وَبَعِينِهِ مَا ذَا أَنْزَلَ اللَّهُ عَلَيْنَا فَنَعْلَمَهُ فَإِنَّ الصَّحُفَ الْقَدِيمَةَ  
 الْكِتَابَ الْمُقَدَّسَةَ كُلَّهَا قَدْ تَرَجُمَتْ مِنْ لِسَانٍ إِلَى لِسَانٍ \* وَبَدَّلَتْ حَالًا عَنْ حَالٍ \* وَغَدَرَتْ مَعْنَى  
 عَنْ مَعْنَى \* حَتَّى مَنَحَهَا النَّاسُ كُلَّهَا \* وَغَابَ أَصْلُهَا \* وَغَوَرَتْ حَقِيقَتُهَا وَوَحْيُهَا \* وَتَبَدَّلَتْ صَوْتُهَا  
 مَعَ أَمْرِهَا وَنَهْيِهَا \* فَلَمْ يَبْقَ مِنْهَا إِلَّا مَا فَهَمَ بَعْضُ الرِّجَالِ عِنْدَ التَّرْجُمَةِ مِنْ مَطَالِبِهَا وَمَقَاصِدِ أَمْرِهَا  
 الْمُهَيَّمَةِ الَّتِي يَتَّبِعُونَ رَتَبَاتِهَا فِيهَا \* فَلَا مَجَالَ لَنَا أَنْ نَذْكُرَ إِلَّا أَنْ مَا عَنِ اللَّهِ بِنُصُوصِهَا وَالْفَاظِهَا \* وَمَا  
 مَحَلَّهَا وَمَقَامِهَا \* بَلْ مَا حَلَّهَا وَحَرَّمَهَا \* فَتَعَالَوْا إِلَى الْقُرْآنِ الْعَظِيمِ! وَخُوضُوا فِيهِ خَوْضَ

البصير العليم. وتدبروه واحرثوه بل تجتسوه بوساطة العلم الجديد الذي يكشف عنكم  
الظن ويهديكم الى صراط مستقيم. ويجمع بينكم ويرفعكم ويوحدكم على اختلافكم الاليم\*  
فَاعْتَصِمُوا بِحَبْلِ اللَّهِ جَمِيعًا وَلَا تَفَرَّقُوا (١٠٢: ٣) واستمسكوا بعبادة الرب من دون عبادة الطائفت  
الذي يغري بينكم العداوة والبغضاء. والله يريد ان يجمع بينكم ويحفظكم منه ومن شيت  
وَلَوْ شَاءَ اللَّهُ لَجَعَلَكُمْ أُمَّةً وَاحِدَةً (٩٣: ١٧) \* وانتم تشاءون ان تضلوا وتقتلوا انفسكم\*  
وَلَكِنْ يُضِلُّ مَنْ يَشَاءُ وَيَهْدِي مَنْ يَشَاءُ (٩٣: ١٧) \* كُلَّ حِزْبٍ بِمَا لَدَيْهِمْ فَرِحُونَ (٥٣: ٢٣) \*  
وَلَتَسْلُكُنَّ عَمَّا كُنْتُمْ تَعْمَلُونَ (٩٣: ١٧)

واصل على السلف من المسلمين المؤمنين الصالحين \* الذين اتبعوا الانبياء الكبرياء  
بحد امكانهم عملاً ومعنى واتبعوهم بعين اليقين \* الذين صدقوا ولم يكذبوا ولم يستهزءوا  
بالدين المتين \* واتقوا مدة قيامهم في الارض طائعين \* وداموا ماداموا في الارض  
غالبين \* واستأجروا القوم هم العزة والعظمة واستداموها في الآخرين \* وتخلقوا باخلاق  
الله العزيز العظيم \* صاحب العزة والعظمة الذي يرث السموات والارض ولا يشرك في  
حكيمه احداً (٢٦: ١٨) من العالمين \* وَلَوْ كَانَ فِيهِمَا آلِهَةٌ إِلَّا اللَّهُ لَفَسَدَتَا (٢٢: ٢١) باليقين \*  
فاطاعوا فوجدوا اجرهم عند ربهم وقالوا الحمد لله الذي صدقنا وعده واورثنا الارض ننبؤ  
من الجنة حيث نشاء فنعم اجر العمِلين (٤٣: ٣٩) \* فسلام على المتقين \* الذين لم يغادروا  
من الارض قطعاً ولا ملكاً ولا صعيداً ولا جزاً ولا جبلاً ولا سهلاً ولا بئراً ولا بحراً ولا  
ما فوق البر وما تحت البحر وما في جوف السماء وما في جوف الارض الا كما نوا عليها  
قايضين \* وبما كونها يتحكم خليفة الله في الارض وعلى ارض من خلق الانسان منها ومن

\* قد مثل الشارحون ضللاً بعيداً في شرح هذه الآية الشهيرة فبشرت معناه بهذا التوكيد على لفظ الله - اعلم الله يشاء ان يجمع بينكم ويوحدكم وانتم لا تشاءون هذه الوحدة  
بينكم فانه لا بد اخل مشيئته في مشيئتهم واطلقتكم لبعثكم ويشمل عن اعمالكم - فيترجمون هذه الآية انه تعالى لا يرضى لعباده الاشياء ولا الفرائض بل يرضى ان يكون  
الناس امة واحدة لا يفسد في الارض - في سبيل تفسير ما لا تقاوم على صفحة ١٠٠ - الحزم هذه الا فتناحية نبينا امده وعلى صفحة ٤٤ تحت المائتين من كتاب التلخيص  
نبي امده - فيبين لكون المتقين الذين يرضون الارض في لغة القرآن \*

طين \* ويقولون رَبَّنَا مَا خَلَقْتَ هَذَا بَاطِلًا (١٩٠:٣) وَخَلَقَ اللَّهُ السَّمَوَاتِ وَالْأَرْضَ بِالْحَقِّ (٢٢:٢٩)  
 فاجعل لنا خاضعة كل ما خلقت بالحق في الدنيا وفي يوم الدين \* وابعدنا فيها على مقام أمين \*  
 ولا تترك لأحد سوانا في هذه الأرض يملك من قشر التين \* ولا تترك في حكمنا أحدًا لئلا نكون  
 من المفسدين \* واصلاح الأرض لنا واللباقين \* وطهر الأرض من الكافرين \* الذين  
 مثل عمالهم كرماد اشتدَّت به الرِّيحُ في يوم عاصف لا يقدرُونَ بها كسبوا على شئ (١٨:١٣)  
 ويفسدون في الأرض ولا يصلحون \* والذين يؤمنون بالباطل من نعمة الله هم يكفرون  
 (٤٢:١١) \* والذين يعرفون نعمت الله ثم ينكرونها وأكثرهم الكفرون (٨٣:١١) \* وإلهنا  
 الصراط المستقيم صراط الذين أنعمت عليهم غير المغضوب عليهم ولا الضالين (٥:١٦)  
 الضالين الذين آمنوا بالباطل وكفروا بالله أولئك هم الخاسرون (٥٢:٢٩) \* واعرضوا عن  
 الحق وصاروا من الآخرين \* ومن كان في هذه أعمى فهو في الآخرة (٤٢:١٤) من العلمين \*  
 من المغضوبين الضالين \* فسلام على المنعمين المتطوعين \* وربما يود الذين كفروا والقوا  
 كانوا مسلمين (٢:١٥) اعلم الظالمين الوارثين • الذين يرثون الفردوس يرثون الأرض بتمكين  
 المهيمن • على رغم العادين والعالمين \* ولا يهنؤا ولا يفتخروا وأنتم إلا علوان (١٣٨:١٣) \*  
 ويامعشر المخلفين المتشرعين المتفرقين الحاضرين! المتعارفين في زماننا هذا بالمسلمين  
 المؤمنين \* الذين يزعمون أنهم يتبعون السلف من الصالحين \* وأنهم على آثارهم بهتدون •  
 ويظنون أنهم أبناء الله وأنهم هم المقربون الخاضعون من دون العالمين \* المغضوبين الضالين \*  
 قد فسدت أمور دنياكم وخربت دياركم وهلكت عظمتكم وجلالكم وفقدت أموالكم و  
 ضاحت بلادكم وذهب الله بنوركم وهدايتكم واهلككم فلم يبق منكم إلا حكايتكم • ودنى  
 أمركم من البوار والترك من الزوال • صرتم في الدنيا كالعضو المتعطل • وفي التاديب كالحلق للكل

فلا حركة بحسبكم من الموت والنوم \* ولا سماع لصريحكم اليوم \* ازعمراتكم تتبعون الاسلاف والحياء  
وتقلدوهم \* وقد تشابه المؤمنون الذين خلوا من قبلكم \* وقد جاءنا اخبارهم واحوالهم \* و  
اعمالهم وافعالهم في التاريخ وصلاحيته بالهم \* وما كان في هذه الدنيا لهم \* وما كان عندهم  
من العلم والتور ومن معرفة الاراء الصائبة التي دفعوا بها مضرة الاعداء وخلصوا بها مالم يستشاق  
والمها لك \* والمصائب التواب \* وما استصانوا بها لرفع مقامهم في الدنيا نفاس المدن عظيم  
الممالك \* وما استملكو في هذه الارض من عجائب القلدة وغرائب الطبيعة للاستنفاع و  
التجارة \* وما طبكوا في الارض طبل لمن المالك اليوم \* وما كان فيهم من العصبية و  
حماية القوم \* من الطاعة والعمل والجد والجهد دون القول والتطر \* وتصديق ايمانهم  
بالامثال بالامر \* لا بالتاويل والمكر \* واتيانهم الله بقلب سليم \* وخوفهم من نار الحكيم \*  
وجهادهم في الله حق جهاده \* واختصاصهم بالله حد امكانه \* وتعبدتهم ربه بقلب فرج \* و  
تشبيتهم منه ان الله ما جعل عليهم في الدين من حرج \* ومسايقتهم بانعامات ربهم وتقلد  
الى الخيرات \* ومسايرتهم الى ما هوات \* واضطرابهم لتحصيل الدرجات \* يسئلى نورهم بين  
ايدى يومهم (١٢: ٥٤) وتتبعهم عروس السلطنة تبعكم عبيدكم والاموات فاعبدوها الا اشياء على الكفار  
رسماء بينهم (٢٩: ٢٨) \* ولو انفق ما في الارض جميعا ما بلغت بين قلوبهم ولكن الله الف بينهم  
(٢٣: ١٨) \* فيا ايها المسلمون المرسمون للعاصرون! هل انتم الاعلون وهل نتم مؤمنون \*  
فما الاشرار الذينكم وبين المتقدمين المقدمين \* لا انتم ما كانوا عليه ولا انتم لها سابقون \*  
ولا انتم مقدمون في الارض بل نتم ساكنون \* بل الى الزوال لراجعون \* ولا شارعون الا  
الى العذاب المهين \* والشيقون الشيقون \* اولئك المقربون (١١: ١٠) \* واولئك هم المؤمنون \*

م. اى على كونه مشكلا لانهم كانوا يفعلون ما امرهم الله بالثبات من انفسهم ولا يرضوا الله وهذا ما عفى الله بقوله وما جعل عليكم في الدين من حرج و  
ولينظر القارى الى صفحة ١١ من كتاب التذكرة رخت المتن تصديق طرفة المعاني \*  
\* الشيقون في لغة القرآن الذين يسعون في الارض سعيا بليغا ليسبقوا ويسبقوا انعامات ربهم \*

وانتم لا تسبقون فسبقون \* قد قبحت امور دنياكم فانتم في الآخرة ايضا من المقبوحين \* و  
ضللتم عن الصراط فانتم منه عمون \* بل لا تستطيعون \* ونسيتم ما كنتم عليه فسيحكم الله  
فكنتم من النسيين \* وعصيتهم فعصى الله عنكم وقد قال لكم كان حقا علينا نصر المؤمنين .  
(٣٤: ٣٥) \* فالتخذتم مكر الاعتقاد والالفاظ والنظريات والا قوال دون ايمان الافعال  
والاعمال والاشكال . وصرت من المؤمنين ، النظريين ، المعتقدين ، . والمسلمين اللفاظين  
القوليين \* فشرعتم في تاويل حديث ربكم الى ما شئتم . وتسهيل دينكم عن حرج واشكال \* و  
نشر يحه من حال الى حال . وتركتم كل ما كان فيه من اشكال العمل ويطي الحاصل . واتخذتم  
حكمكم بكم سخرى . ودينكم لهوا ولعبا . وبدلتموه قولا ومعنا . وكبرتم صغائر الامور وصغرت  
كبائرهماعدا ومكرا . وجعلتم تنوعوا في دينكم تؤمنون ببعض لكنكم في كفر وون ببعض (١٥: ٢)  
تقولون بافوا هم نؤمن بهم كلاً \* واخذتم بتجملون قراطيس تبدل بها وتحقون كثيرا (١٢: ١٢) منه  
كاليهود اتخذوا انفسكم فعلا وعلا \* فيا ايها الذين زعمتم انكم امنتم لم تقولون بافوا هم واليس  
في قلوبكم ولم تقولون مالا تفعلون كبر مقتا عند الله ان تقولوا مالا تفعلون (٣٠: ٢١) \*  
فمكرتم ومكر الله والله خير الماكرين (٥١: ٣) \* قد مكر الذين من قبلهم فاني الله نبياهم من القواعد  
فشر عليهم السقف من فوقهم واتهم العذاب من حيث لا يشعرون (٢٦: ١٦) \* انحسبتم ان تتركوا  
ان تقولوا امنا وانتم لا تفتنون \* ولقد فتن الله الذين من قبلكم فليعلمن الله الذين صدقوا  
وليعلمن الكذابين (٣١: ٢٩) \* ومن الناس من يقول امنا بالله وباليوم الآخر وما هم بمؤمنين \*  
(٨: ٢) \* ام حسبكم ان تدخلوا الجنة ولما يعلم الله الذين جاهدوا وامنكم ويعلم الضالين (٣١: ٢٣) \*  
فانتم لا تصبرون على مصيبتكم بل تبصرون \* ولا تجهدون بل تجنون \* وتنظرون و  
ام الاشارة الى قوله تعالى احسب الناس ان يتركوا ان يقولوا امنا وهم لا يفتنون . ولقد فتنا الذين من قبلهم فليعلمن الله الذين صدقوا وليعلمن  
الكذابين (٣٠: ٢٩) فالحق ان الايمان بالقول ليس بشئ عند الله وسيأتي تشرجه في الصفحات الالتمية .  
\* هذا هو القول الفيصل الذي يصمد منه ان القول من دون العمل ليس بشئ عند الله .

تقولون ولا تفعلون \* مستشهدين بنهاية مكركم على أن القرآن نهكم عن هذه الدنيا و  
 الاعتناء بها وزخارفها وانتم تريدون الآخرة فهل لكم من خلاق في الآخرة ان كنتم فهمنا من  
 الاخسرين \* وقد اختلفتم هذا الكذب حين الدنيا لم تردكم \* ودينكم المحرف لم يزدكم \* حين  
 بدل الله مكانكم الحسنة السيئة \* ولم يغفر لنوبكم \* فجعلتم القرآن عضين \* ومترقموه  
 كل مترق وجعلتموه احاديث المكر والرياء تحرفون الكلم عن مواضعه لتسكين شهواتكم وانتم  
 تراءون الناس تقسمون \* فقطعتم امركم بينكم ربوا كل حزب بما لديهم فرحون (٥٣: ٢٣) \*  
 فيما مالت الدنيا الى الاولين؟ \* وبما شغفوها شغف المتطلبين؟ \* وبما لانت لهم فتغشوها  
 تغشى العاشقين؟ \* ولما ارسل الرسول بالهدى دين اليقين؟ \* ليظهره على الدين  
 كله ولو كره المشركون (٩١: ٣٣) \* فلما القتال بالسيف مع الكافرين؟ \* ولما  
 الجهاد بالمال والانفس \* ولما الهجرة \* ولما الصوم والصلاة \* ولما الحج والزكاة \* ولما التلقين  
 بالاتحاد والصلم \* وبطاعة اولى الامر منكم \* وبالاختصاص بالله \* ولما انتهى عن عبادة الطاغوت  
 والامر بما وصاكم به الله منوها لعلكم تعقلون \* فهل هذا الا ليغلبكم وليظهركم على عداء الدين \*  
 ولما اسوة خلفاءكم الراشدين \* وسلاطينكم الاولين \* وشهداءكم المجاهدين \* وجنودكم  
 الساتحين \* التي انتم في الغار يخفقرون \* الا ليصلحوا بالكم في الدنيا ولتكونوا من الذين  
 لا خوف عليهم ولا هم يحزنون \* ولئلا تكونوا من الخسرين \* في الحياة الدنيا وتكونوا في الآخرة  
 من المكرمين \* فهل سئلكم كل الدين \* وكل آيات الكتب المبين \* وما انتم بها من  
 المكلفين \* وبقي لكم ما بقي من كلمة الشهادة \* ولحي <sup>الجمعة</sup> مشرعة \* وعما تم متطوعة \* وانتظار  
 الجنة فانتظروا التي معكم من المنتظرين \* افلهما البنات ولكم البنون؟ \* ولكم الجنة بغير اذى

١. اعني انجيليوس مسلي القرن الاول في نصيبنا من الجهد العنصر العمل فيجعلون لانفسكم الشرايمان الا قول وهذا ما عزا الله بقوله ويجعلون في البنات سجنه. وقد  
 كما يشتهرون. واذا شيرا حلهم بالاننى كل وشفه مسودا وهو لطيف (٥٤: ١١) - (٥٥) يعني يجعلون له خطانا قصدا من السعي العزم المبال غيرها ولا نفهم خطا مخطا  
 وطوبيا وهذا ما يفعل المسلمون في زماننا هذا صارفين عن دينهم.



ولهم قرح ما داموا في الارض وما لا يطاق به وخسران مبين \* قُلْ هَلْ نُنَبِّئُكُمْ بِالْأَخْسَرِينَ  
 أَعْمَالًا الَّذِينَ ضَلَّ سَعِيَهُمْ فِي الْحَيَاةِ الدُّنْيَا وَهُمْ يَحْسَبُونَ أَنَّهُمْ يُحْسِنُونَ صُنْعًا \*  
 أُولَئِكَ الَّذِينَ كَفَرُوا بِآيَاتِ رَبِّهِمْ وَلِقَائِهِ فَحَبِطَتْ أَعْمَالُهُمْ فَلَا تُقِيمُ لَهُمْ يَوْمَ الْقِيَامَةِ وَزْنًا \* ذَلِكَ  
 جَزَاءُهُمْ جَهَنَّمَ بِمَا كَفَرُوا وَتَلَاؤُا النَّبِيِّ وَرُسُلِي هُنَّ وَأُولَئِكَ \* (١١٨-١٢٠) فلم تذكرون مكر الشعلب عبثا \*  
 وتقولون ما نبأ الدنيا نقرا \* أفليس الله بأحكم الحاكمين في هذه الدنيا من دون يوم الدين \*  
 وهل يعدن بكم أحدا من دونه بهذا العذاب المهين \* فلم تحذرون دينكم ولا تصلحون \* وتقطعون  
 القرآن فتقطعون ❦

يا حربي المسلمين! ويا رحمة المتشككين! المستضعفين في الارض العالين! قد قال الله  
 لكم فاتقوا الله وأصلحوا ذات بينكم وأطيعوا الله ورسوله إِنَّ كُنْتُمْ تُؤْمِنُونَ (١١٨) \* وقد قال لكم  
 إِنَّمَا الْمُؤْمِنُونَ إِخْوَةٌ فَأَصْلَحُوا بَيْنَ أَخَوِيكُمْ وَاتَّقُوا اللَّهَ لَعَلَّكُمْ تُرْحَمُونَ (١٠٩: ٣٩) \* فهل انتم تصلحون  
 بين اخويكم وهل انتم مؤمنون \* وهل انتم في السالك منسلكون \* وفي الاخوة شاملون \*  
 هل فيكم من النظم والنسق ووحدة الامة والطاعة والمواخاة والموانسة والمعاونة وخوف  
 العذاب وطهر الثواب ورهب الفساد ورغب الصلاح فتكونوا من المؤمنين \* هل انتم تطيعون  
 اولى الامر منكم وتردون نزاعكم الى الله ان تنازعتم في شئ والله يأمركم به ان كنتم تؤمنون (٥٩: ٢) \*  
 بل هل لكم الامير والجماعة \* هل لكم من امير او امير او اماراة \* بل هل من امر من شئ ومن  
 جمع من شئ \* ومن نظم \* ومن صورة \* تقذفون في الارض كالاناء المكسور \* وتنشرون  
 كالهباء المنثور ❦ فكيف لا يؤخذكم الله ولا يحاسبكم بما ان كنتم من المفسدين ❦ اعمالكم كركاد

❦ فبعد من هذه الايات الله من خاب سعيه وحبط عمله ولم يقدر مما كسب على شئ في هذه الدنيا فم الذين كفروا وهم الذين لا يجدين في الآخرة الا الخسران  
 فالنصرة والفتح والغلبة هي لا علام لفلان في الآخرة عند الله والذين يحسبون انهم يحسنون صنعا على ضعفهم خوفا من الاعاء ولا يجهدون ان يغالبوا في الارض  
 فم يكيدون انفسهم كيدا عظيما وهم الذين يكفرون بالله حقا كما قال الله عز وجل قُلْ الَّذِينَ كَفَرُوا وَإِنَّمَا كُنَّا لَكُمْ فِتْنَةً يَوْمَ الْحَرْبِ فِي يَوْمٍ تَأْوِيلُ لَا تَعْلَمُونَ  
 إِنَّمَا كُنَّا لَكُمْ فِتْنَةً يَوْمَ الْحَرْبِ فَذَرِكُنَا إِنَّكُمْ كُنْتُمْ لَكَاذِبِينَ (١١٣: ١١٣) (كما في الآية ١١٣ من هذه الآية) فالنظم والنسق والعمل يحصلون الغلبة هي يا بواقي بالاجان وما  
 يتأق الكفر فندب ❦ الاشارة الى قوله تعالى يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا أَطِيعُوا اللَّهَ وَأَطِيعُوا الرَّسُولَ وَأُولِي الْأَمْرِ مِنْكُمْ فَإِن تَنَازَعْتُمْ فِي شَيْءٍ فَرُدُّوهُ إِلَى اللَّهِ وَالرَّسُولِ  
 إِن كُنْتُمْ تُؤْمِنُونَ بِاللَّهِ وَالْيَوْمِ الْآخِرِ ذَلِكَ خَيْرٌ وَأَحْسَنُ تَأْوِيلًا (٥٩: ١٢) ❦



وَاشْتَدَّتْ بِهِ الرِّجْزُ فِي يَوْمِ عَاصِفٍ (١٨: ١٣) لَا تَقْدِرُونَ مِنْهَا كَسْبَتُمْ عَلَى شَيْءٍ يَكْفُرُكُمْ فَهَلْ أَنْتُمْ تَفْعَلُونَ  
 أَلَا مَا يَفْعَلُ الْكَافِرُونَ \* وَقَدْ نَبِّهَكُمْ اللَّهُ: وَإِنَّ هَذِهِ أُمَّتُكُمْ أُمَّةً وَاحِدَةً وَأَنَا رَبُّكُمْ فَاتَّقُونِ  
 (٥٢: ١٣٣) \* فَهَلْ فِيكُمْ مِنَ الْإِنْفَاءِ مِنْ شَيْءٍ وَهَلْ أَنْتُمْ مُتَّقُونَ \* فَاخْتَلَقْتُمْ مَذَاهِبَ شِرَاطِمْ وَ  
 مَسَالِكَ وَطَرِيقَ عَامًّا بَعْدَ عَامٍ وَقَرِيبًا بَعْدَ قَرْنٍ فِي دِينِكُمُ الَّذِي ضَلَّ اللَّهُ لَكُمْ وَتَتَّبِعْتُمْ أَزْوَاجَ عُلَمَاءِكُمْ  
 وَقِيَاسَاتِ كِبَرَاءِكُمْ وَظَنُونَ جَهْلَاءَكُمْ وَسُفَهَاءَكُمْ مُتَصَرِّفًا كُلِّ وَاحِدٍ مِنْكُمْ عَنِ الَّذِي أَشَارَ اللَّهُ وَالرَّسُولُ  
 إِلَيْهِ مِنْ وَحْدَةِ أَمْتِكُمْ. وَخَلَقْتُمْ أَفْكًَا بَعْدَ أَفْكَ وَاخْتَرْتُمْ جَمْعًا بَعْدَ جَمْعٍ اتِّبَاعًا لِلصِّلَحَةِ كَمَا الَّذِينَ  
 مَا قَالُوا الْكُفْرَانُ تَتَّبِعُوهُمْ وَابْدَعْتُمْ مَلَلًا وَخُلَاقًا حَسَدًا وَبَغْيًا بَيْنَكُمْ. وَاتَّخَذْتُمْ أَجْبَارَكُمْ وَرَهْبَانَكُمْ  
 وَأَصْفِيَاءَكُمْ وَأَوْلِيَاءَكُمْ وَأَهْلَ الْغَرَضِ مِنْكُمْ وَأَهْلِي الشَّرِّ مِنْكُمْ أَرْبَابًا مِنْ دُونِ اللَّهِ \* وَاتَّخَذْتُمْ  
 تَعْبُدُونَهُمْ لِيُقَرَّبُوا بِكُمْ إِلَى اللَّهِ زُلْفَى \* وَلَتُبْتَغُوا إِلَيْهِ الرِّسَالَةُ \* وَلَتَتَّخِذُوا مِصْرَانَكُمْ فِي الْجَنَّةِ \*  
 وَلَتَعْلَمُوا الْغَيْبَ مِنْهُمْ \* وَلَيُشْفَعُوا لَكُمْ \* وَلَيَقْضُوا حَاجَاتَكُمْ \* وَيَرْفَعُوا دَرَجَاتَكُمْ \* وَإِنَّمَا  
 أَمْرُهُمْ أَنْ تَعْبُدُوا اللَّهَ عَاصِبِينَ لَهُ الدِّينُ \* لَتَنْتَضِعُوا بِالْحَبْلِ الْمَتِينِ \* وَقَدْ قَالَ اللَّهُ لَكُمْ إِنَّهُ  
 لَا يَعْلَمُ مَنْ فِي السَّمَوَاتِ وَالْأَرْضِ الْغَيْبَ إِلَّا اللَّهُ (٦٥: ٢٤) \* وَقُلْ لِرَبِّمَا الْغَيْبُ لِلَّهِ (٢٠: ١١) \* وَلَا يَشْرِكُ  
 فِي حُكْمِهِ أَحَدًا (٢٤: ١٨) \* وَعِلْمُ الْغَيْبِ فَلَا يَظْهَرُ عَلَى غَيْبِهِ أَحَدًا (٢٧: ٤٢) \* (الَّذِينَ ارْتَضَى مِنْ رَسُولٍ  
 (٢٤: ٤٢) \* وَقَدْ قَالَ اللَّهُ لِرَسُولِهِ قُلْ لِلَّهِ الشَّفَاعَةُ جَمِيعًا (٢٢: ٣٩) \* وَلَا تَتَّبِعُوا الشَّفَاعَةَ عِنْدَ الرَّبِّ  
 إِذْ أَنْزَلَ لَهُ (٢٣: ٢٣) \* وَقَدْ قَالَ لَهُ قُلْ إِنِّي لَا أَمْلِكُ لَكُمْ ضَرًّا وَلَا رَشَدًا (٢١: ٤٢) \* بَلْ مَا أَدْرِي مَا  
 يَفْعَلُنِي وَلَا يَكْفُرُ (٩: ٣٦) \* وَلَوْ كُنْتُ أَعْلَمُ الْغَيْبَ لَا سْتَلْزَمْتُ مِنَ الْخَيْرِ (١٠٠: ٤) \* وَلَا أَمْلِكُ لِنَفْسِي خَيْرًا  
 وَلَا نَفْعًا (٢٩: ١١) \* فَاتَّقُونِ بِشَهَادَةٍ عَلَى أَنْ أَوْلِيَاءَكُمْ وَكِبَرَاءَكُمْ خَيْرٌ مِنَ الرُّسُولِ أَوْ مِنْ رُسُلِ أَوْ قَرِيبِهِ  
 عِنْدَ اللَّهِ أَنْ أَنْتُمْ لَهُمْ عَابِدُونَ \* فَجَبَّحُوا لَكُمْ وَتَرَحَّاهُمْ عِنْدَكُمْ مِنْ سُلْطَنِ كُلِّ هَذَا الْإِخْلَاقِ وَ

فيصير من هذه الآية أن وحدة الأمة هي لا تقاوم والذي بقي ربه حتى تقف فيه فهو يوحد بين الناس والذي يظفر بين الناس يتفقيه بالحق وهذا  
 فرع من فروع الاختلاف فرع مهمتها منها كما يأتي - \* \* \* الأمانة أن قوله تعالى في الموضع الواحد والأجرامهم ورهبانهم أدباً بأمر من دُونِ اللَّهِ وَالسَّيِّئُ ابْنُ مَرْيَمَ  
 وَمَا آخَرُ وَلَا إِلَٰهَ إِلَّا يَعبُدُ وَالْحَقُّ وَاحِدًا كَلَامُهُ لَا هُوَ سُبْحَنَهُ عَمَّا يُشْرِكُونَ (٣١: ٩)

الاختلاف في الدين ان كنتم صدقين \* وقد قال الله لكم ان اقيموا الدين ولا تتفرقوا فيه كبر  
 على المشركين ما تدعوهم اليه (١٣: ٣٢) فان المشركين لا يزالون مختلفين \* وقد قال الله لكم  
 ان لا تكونوا من المشركين فمن الذين فرقوا دينهم وكانوا شيعاء كل حزب بما لديهم فرحون (١٣: ٣١-٣٢) \*  
 فقد كبر عليكم الاتحاد ورضيتم بالثب والافتراق \* وشرعتم في التباين والشقاق \* وروتم على البغي  
 والتفاق \* بعد ان اصبحت بنعمتيه اخوانا \* فهل لكم من محيص عن ان اصبحت بالحق من المشركين \*  
 فلذلك ظهر الله بعذابه وفار التثورا \* وتزخرت البحار \* وزلزلت الانهار من غيظه وغضبه \*  
 وجاشت بحره غيرته وعزته \* ففيل للارض اطردى وللسماء اسقطى على هذا القوم لا تهم المشركين  
 الكفارا \* فاما الملكة ينزلون في كل مكان يضربون وجوهنا والادبار \* لا تكلم صرتم مرة اخرى  
 على شفا حفرة من نار \* وصرت في ذلك الاسفل من النار \* واتخذتم اليهم رهبا نكم والخبار \*  
 واخباكم والابرار \* واتخذتم اربابا لكم شياطين الانس الاشار \* واتبعتم طواغيتكم الذين  
 اتوكم من بين ايديكم ومن خلفكم وعن ايمانكم وعن شمالككم ليعذبوكم عن الله القادر الجبار \* وانتم  
 تظنون انهم اغنياء عنكم لا تهم كانوا يكتون ويحجون انفسهم في بطون حجراتهم مستجدين ومصلدين  
 بالاستغفار \* معشر الجحش الذين استكثروا كل واحد منهم من الانس ليقطعوكم ويضعفوكم ففشلوا  
 وتذ هب يحكم ويحاكم دار البوار \* فيا للعذاب! ويا للعار! اليوم تعدون بشرككم الشرك  
 الذي لا يغفر الله لاحد من الناس يغفر من دون ذلك لمن يشاء لانه رحيم غفار \* يؤاخذكم  
 بشرككم الظالم العظيم الذي من لبس ايمانه به فلا امن لهم في الدنيا ولا قرار \* ومن دونها  
 جهنم وبئس القرار \* ءفاز باب متفرق قولا لله الواحد القهار (٢٩: ١١) \* فحربون تضربون تضربون

في الاشارة الى قوله عز وجل واذكرنا نعمت الله عليكم اذ كنتم اعداء فالتقينا بينكم فاصبحتم بنعمته اخوانا. وكنتم على شفا حفرة من النار  
 فانقذناكم منها كذلك يبين الله لكم آياته لعلكم تهتدون (١٣: ٣٢) - والى قوله ان المتفرقين في الدلالة الاسفل من النار ومن جبالهم نصيبون  
 (١٣: ١٣) ولذا كانت سائرهم الجحش في القرآن. فالذين يهدون الناس باهمهم هم الجحش في لغته. وكبراء الخلق هم الجنة لا تهم (البقرة تالي من غيها)  
 في الاشارة الى قوله تعالى ينعش الجحش قد استكثروا من الارض (١٢٩: ١٦) في الاشارة الى قوله تعالى يسئ لا تشرك بالله ان الظالمين هم (١٣: ٣١)  
 والى قوله الذين استكثروا من الارض انهم لا آمنون منهم مهتدون (٨٣: ١٦) \*

(البقية من صفحة ١٥) يجتنبون انفسهم من الناس كذوهم ههنا هم وسادتهم. وكل القرائن يشهد على ان الله عني بالحق هذا القوم. وايضا ترون محمد وبن  
هذين الصفيين من الناس احدا يبيعون واخر يبتاعون. احدا يتبعون من طائفة الناس اخري يعجبون من عاصيتهم. فكل ذلك ساهم الله الحق والاخر ساهم الله الانس كل ذلك  
نعال فيهم ان لنا الذين اشعوا امر الذين اشعوا وادوا العدا اية تلتقطهم بالاسباب وقال الذين اشعوا ان لنا شركة فقتلنا ايديهم كما ترون واما ذلك فان يومئذ الله اعلم  
حسبنا عليهم. وما هم بخارجين من القارة (١١٢-١١٣) وفي موضع اخر قال يوم تفتق وجوههم والذين يقولون بلبينا اكلنا الله واكلمنا الزمولا. وقالوا ربنا اننا اكلنا ساداتنا  
وكبرائنا فاصولنا الشريعة. ربنا اليوم صفيين من العدا اب والعمهم نعمنا كبر (١٣٤-١٣٥-١٣٦) وليتظر القارى على صفحة ٩-١٠ من هذا الانتاج للتصديق والبرهان

شهيقكم وابكوا بدموع فائضة على خراب بلادكم وفساد احوالكم وذهاب اموالكم واشكوا  
اليهم ضعف قوتكم وقلت حيلتكم وفقدان حكمكم وفساد امركم في الدنيا فليستجيبوا لكم  
وليخلصوكم من هذه المصيبة ان كانوا قادرين \* فلا يستجيبون لكم الا انهم يكفرون بعبادتكم  
كلا ويقولون ما كنتم ايانا تعبدون (٢٨: ١٥) \* ولم نقل لكم ان تعبدوا ان عبدتم وما نحن  
بما خوذنا بما فعل الجاهلون \* وما انتم الا انكم تكفرون بعبادتهم وتقولون ما نعبدهم  
بل نقيمهم ديناً ومسلماً ان الله جعلهم خفيين علينا وهادين لنا وما اختلفنا بل استحكم  
ديننا ولنسقم الى اسلامنا ولندخل الجنة مستمسكين باذيال اوليائنا \* ولعل الله يفتح  
ابواب السماء لنا \* وكل هذا اجاز الله لنا \* وما اختلف ائمتنا الا رحمة لنا \* فما نعبد الا الله  
لا شريك به في القول شيئاً وما نحن الا من الموحدين \* فلن يقبل منكم هذا المكر  
فانكم تعبدونهم بالحق عملاً ومعناً وتتخذونهم ارباباً والهة وتفعلون ما يأمرونكم من  
ما يأمركم الله فما الله بغافل عن عبادتكم وما الله بغافل عما تعملون (٩٨: ٣) \* فوالله لا تفتح  
لكم ابواب السماء ولا تدخلون الجنة حتى يلج الجمل في سم الخياط فانكم كذلك بآيات الله  
استكبرتم عنها \* وذلك جزاء الجحrim \* وسعيت في آيات الله معجزين \* معاندين عليها بينكم  
مستضعفين بعضكم بعضاً مظاهرين ومعاونين على الاثم والعدوان والشقاق الاليم \*  
وَالَّذِينَ يَسْعَوْنَ فِي آيَاتِنَا مُجْرِمِينَ أُولَٰئِكَ فِي الْعَذَابِ مُحْضَرُونَ (١٣٨: ٣٣) \* افلم يقل ربكم لكم  
ولا تكونوا كالذين تفرقوا واختلفوا من بعد ما جاءهم البينات \* واولئك لهم عذاب عظيم (١٠٨: ٣) \*  
فلا حجة لكم اليوم فانكم اشرتم فقرقتم وظلمتم انفسكم فضربت عليكم الذلة والسكينة

هـ هذا ما اختلفت المسألة من احاديث نبينا صلعم ولا شك في الله من اشترى الاحاديث فان المسلمين يعرضون به ويستشهدون منه في ما نأخذنا به من ادب  
شبهنا نظراً اليه ولا يخافون ان لا يفرقوا ولا يشترى هو الذي يدبرهم ويحكمهم \*  
هـ الاشارة الى قوله تعالى (الَّذِينَ كَذَّبُوا بِآيَاتِنَا وَاسْتَكْبَرُوا عَنْهَا لَا تُفْعَلْ لَهُمْ الْعَذَابُ بِالسَّمَاءِ وَلَا يَدْخُلُونَ الْجَنَّةَ حَتَّى يُلَاقُوا فِي سَمِّ الْخِيَارِ)  
وكذلك في الجحيم \* لهم عذاب عظيم \* وكذا في الجحيم \* وكذا في الجحيم \* وكذا في الجحيم \* وكذا في الجحيم \*  
هـ اعني سعيت ان جاء من الله تعالى ما يعجزون به منكم ولم يصفوا بعضكم بعضاً ١٢

وبئس بغضب من الله فتوبوا إلى باريكم فاقتلوا أنفسكم \* ذاكم خير لكم لو كنتم تعلمون \*  
 وإن لم تفعلوا فاعلموا أن عذاب الآخرة هو أشق من هذا العذاب واقفوا النار التي أعدت  
 للمشركين \* وَلَوْ شَاءَ رَبُّكَ لَجَعَلَ النَّاسَ أُمَّةً وَاحِدَةً (١١٨: ١١) ووجدهم بوحدة الهمم و  
 بتوحيدة الناس يشاءون أن يفرقوا بالنشرات وعبادة الجن ولذلك لا يزالون مختلفين  
 (١١٨: ١١) \* فما يشاء الناس أصلاً ما يشاء الله بهم (الآمن) رَحِمَ رَبُّكَ (١١٩: ١١) وما خلق الله الجن  
 والانس إلا لعبادة فيكونوا أمة واحدة بتعبده وعبادته ولذا لك خلقهم (١١٩: ١١) \* فما  
 الاتحاد إلا فطرة الله التي فطر الناس عليها لو كنتم تعلمون \* فالطاغوت  
 لا يزال يغري بينهم العداوة والبغضاء ويزيد الاشتات والافتراق بين احزابهم و  
 شياطين الانس من الاشرار والجنة لا يزالون يستكثرون من الناس ليصلحوا بال  
 انفسهم في الدنيا ولخبر بوجههم ويقطعوهم فيكونوا على شفا حفرة من النار وتكتمت كلمة  
 ربك لا ملئتم من الجنة والناس جميعين \* (١١٩: ١١) ﴿﴾

يا معشر المتوحدين ويا محفل المبحدين المنتشرين! الموحدون في القول والمشركون  
 في العمل برب العالمين \* اعلموا انكم لا تعبدون الا الله ولا تشركون به شيئا ولا يتخذ  
 احد منكم ارباباً من دون الله \* فقفوا اثبت لكم انكم بالحق من المشركين \* لا شك  
 في اقراركم يا فواكهكم يا الله وبتوحيد ودعوتكم ليلاً ونهاراً باسمائه \* وتكرار صفاته في  
 صلواتكم كرامة ومزية \* ولا شك في مكرخوفكم من كلمات الكفر المضرة \* وفي شهادتكم بالسنتكم  
 على كونه تعالى واحداً وفي اعترافكم لساناً بكونه شاهداً وحاضراً وناظراً \* ولكن اشك في  
 ما انتم تعملون \* لا قول لنا في اقوالكم ولا حجة لنا في ما تصف السنتكم وافواهم وما

﴿ الاشارة الى قوله تعالى واذا قال موسى لفرعون انك ظلمتني انفسك يا احمق انك العجل فتوبوا الى باريكم فاقتلوا انفسكم ذاكم خير لكم عند باريكم فتاب عليكم ذاكم هو القرآن المجيد (٥٣: ٢) ومعنى فتوبوا الى باريكم فاقتلوا انفسكم هو ان لم تفعلوا فاقتلوا انفسكم \* وقد يترتب ههنا معنى هذه الآية الشهيرة انما اصل النار جن من الاعيان في تشريح معانيها فيصداً منها ان الله خلق الجن (اي كبرياء الخلق) والانس (اي العامة من الناس) للاتحاد والمصالحة لا للتفرق والتخريب \*

يظهر من كلامكم واقوالكم ولكن انبتوني بها في قلوبكم ان كنتم من الصادقين \*  
اشرحوا صدوركم وبيتوا الى ما انتم في القلب مستترون \* فما هذه التماثيل التي انتم لها  
عاكفون (٥٢: ٢١) \* وما الاوثان التي انتم في صدوركم منبتون \* تشنون صدوركم  
لتخفوها متاوانتم في الحق لمبزون ما تريدون ان تسروا في قلوبكم ما كبرين \* فما هذا  
الحب لاولادكم التي انتم بها تعتنون \* وما شغفكم ببنيتكم وبناتكم وما وثن حُبكم  
هذا الى اموالكم وانفسكم وصنم تفشيتكم ازواجكم وعشيرتكم والله رغبتكم الى الآباء  
وأُمَّهاتكم وما هذا الولع بالمال والاشتغال بالنساء والرجال عن الرب المتعال \* و  
استيثاركم على ربكم نفاس الاشياء ومعظم الاموال \* وما وثن حُبكم للقناطر المُنْطَرَّة  
من الذَّهَبِ الْفِضَّةِ وَالْحَبْلِ الْمُسَوَّمَةِ وَالْأَنْعَامِ وَالْحَرْثِ (١٣١: ٣) واقطاع الارض ونفاس  
الطَّيْرِ \* وما صنم اشتهاكم الى الاطعمة اللذيذة \* والله اشياكم النفيسة \* ووثن شهواتكم  
المرضية \* وجعل هواكم التفسية \* ومالات حُبكم الحياة الدنيا \* ووثن عشقكم بالاعمال العاجلة  
ويغوث بخلكم بالمال \* وود شغفكم بالجمال \* وهبل جيفة الدنيا \* وعزى العزة السابعة  
الأخرى \* والآخر من اصنام الملائكة الملائع ما سواها وتشتتى \* فلا تغدوا لخصي \* فلا  
تنبتوني بما انتم تعبدون في قلوبكم ولكن بيتوا الى ما انتم لا تعبدون \* من و الله الهكم الحق اليقين \*  
افحِبُّكُمْ بِالْأَمْوَالِ لِرَبِّ الْعَالَمِينَ \* وبِالْأَوْلَادِ لِعِلَاءِ الدِّينِ الْمُتِينَ \* وبِالشَّهَوَاتِ  
لِابْتِغَاءِ وَجْهِ الْعَزِيزِ الْحَكِيمِ \* وبِالْأَهْوَاءِ لِحَصُولِ رِضْوَانِهِ الْعَلِيِّ الْعَظِيمِ \* انطيعونه كما  
تطيعون اولادكم الاقربين \* في الشَّغَاءِ وَحِينَ يَرْضَوْنَ \* ام انتم تجاهدون في الله  
كجهادكم في البنين \* وسعيكم لاولى الارحام الاخرين \* بالليل وبالنهاريصيتين مصبيين \*  
افلا تعبدون حكامكم المكرمين النعمين \* وتدعونهم رغباً ورهباً لهم خشعين \* وتعرضون

عليهم صفاتكم سجدًا كالبحر من المبحوحين • مد هشين مستغفرين من الدال في الاصفاد  
مقرنين \* الذي بعث الله عليكم ليعذبكم وليكونوا من المذمرين \* عبادك اولو باس شديد  
اعلهم الله ليقطعوا دابركم ويخربوا دياركم وبلادكم والباقيين \* فقد ف الله في قلوبكم  
الرجب منهم فانتم بهم عابدون \* مستمسكين بهم ولولا تشنهون \* افا نتم تخشون كافر  
خشيتكم منهم وتعبدونه معشاد ما تعبدنهم والله احق ان تخشوه ان كنتم مؤمنين • (٩: ١٣)  
فبشر المنافقين بان لهم عذابا اليما الذي يتخذون الكافرين اولياء من دون المؤمنين  
ايبتغون عندهم العزة فان العزة لله جميعا • (١٣٩: ١٣٨) \* الذي يتخذون من دون الله الهة  
ليكونوا لهم عزاء • (١١٩: ٨١) \* كلا سيقطعون دابركم ويقطعون اسبابكم ويكونون عليكم ضدا  
افانتم تؤمنون بالله وتحبونه امرتون حكامكم المعبودين • واولادكم الخدمين • واهواءكم و  
اموالكم وانفسكم الاسنة ونساءكم وابناءكم المكرمين \* وقد قال الله لكم يا ايها الذين امنوا  
ان من اذواكم واولادكم عدوا لكم فاحذروهم • (١٣١: ١٣٠) واعلموا انما اموالكم واولادكم  
فتنة وان الله عنده اجر عظيم • (٢٨: ٢٨) \* فما شغفكم بهذه وبالاصنام الباقيين من ثلثمائة  
وستين اوزيرين التي انتم في كعبة قلوبكم مضيقون \* وبها ادعاءكم بالايمان بعد هذا التزيين  
فالذين امنوا اسئلوا الله • (١٦٥: ٢) ولا يدخلون في جوف قلوبهم احدا من العالمين \* ومن الناس  
من يتخذون من دون الله آئدا يحبونهم كحب الله • (١٦٥: ٢) فما هذه الاوثان والارباب الا نملدكم  
بالبقيين • من دون الله اله العالمين • اله واحد لا اله الا هو لثلاث تكون للناس حجة بعد العذاب  
ان كانوا غافلين • رب السموات والارض احكم الحاكمين • ولو كان فيهما الهة الا الله لفسد تاء  
فسبحن الله رب العرش عما يصفون • (٢٢: ٢٢) \* فاتخذتم الهة من دونه فافسد الله امركم في الدنيا  
وجعل عالمكم سافلكم ودمرا هلككم حقا عليه يفسد المفسدين • وقضى الله على شريب بالكم



في العقبي الله انقم الثاقمين \* فلا تشركوا بالله ان الشراك لظلم عظيم \* (١٣: ٣١) \* والله  
 لعلم الفساد المقيم \* ودليل على العذاب الاليم \* والله لحسرة على الظالمين \* يستدجم  
 من حيث لا يعلمون \* يفرقهم ويقطعهم فما يشتغل احدا بالاله صرعا عن الباقيين \* و  
 بمنزلة كل ممزق فينخطفهم الناس عن كل مكان امين \* ومن يشرك بالله فكأنما خر من  
 السماء فخطفه الطير او تهوى به الريح في مكان سحيق \* (٣١: ٢٢) فلا عدوان الا على الظالمين .  
 \* (١٩: ٣١) \* والذين امنوا ولم يلبسوا ايمانا نههم بظلم اولئك لهم الامن وهم مهتدون \* (١٣: ٦) \*  
 فيا ايها المشركون الظالمون المعاصرون ! انتم بالتوحيد تدعون \* وانتم على الله مفترون \*  
 وعلى اسلافكم قمتون \* افليس الله بعالم ما تسترون وما تعلنون \* اما هو يخبر بما تبدون ما انتم  
 تكتمون \* اولا هو يحول بين المرء وقلبه ويعلم ما في قلوبكم وما تظهر من \* افليس الله باعلم  
 العالمين \* واحكم الحاكمين \* وامكر الماكرين \* فتقولون بافواهكم ما ليس في قلوبكم  
 وتصف السننكم الكذب تشهد على ايمانكم وتوحيدكم ايدايكم وارجلكم شهادة على ما في  
 صدوركم من الهتكم انتم لها تبجدون \* والتي انتم بها مكلفون \* فانكم تفعلون ما يأمرونكم  
 لئلا ونهايهم وما انتم بفاعلين ما يأمركم رب العالمين \* فيحسرق على المسلمين ! عبدة الاصنام  
 المعاصرين \* ما تاتيهم من شهادة شرهم الا كانوا بها كافرين \* ويقولون انما نحن نعبده ولا نشرك  
 به شيئا ونحن على ذلك من الشاهدين \* ما قولنا والسنننا وصلواتنا وكلما تناوحنا وعمامتنا  
 الهذا اله واحد وما نحن بما خوذنا بما نفعل بل بما نقول من كلمات الكفر وما نحن  
 في الله قائلون \* بل الله كلفنا بالقول وقال لنبية قل هو الله احد \* (١١: ١٢) فما نحن بصارفين  
 عما جاء في الكتب المبين \* فالיום طأركم معكم وتشهد على ايمانكم احوالكم السيئة فلم  
 يعد بكم الله بذنوبكم ان كنتم من الموحدين المؤمنين \* الله ولي الذين امنوا يجرهم



(٢٥٤:٢) من ظلمت الخوف والحزن الى نور الغلبة والامن الا ان اولياء الله لا خوف عليهم ولا هم يحزنون الذين امنوا وكانوا يتقون لهم البشرى في الحياة الدنيا وفي الآخرة لا تبديل للحكمة الله ذلك هو الفوز العظيم (٢٥٤:١٠) \* فلهم في الدنيا ما يشاءون وما يشتهون \* وما يشرككم في هذه الحياة ايها القائلون الجاهلون ! الا ان تخذلون وتعدون بالعذاب الاليم \* فاقولوا ليس بشئ عندكم لا تكلم تقولون ما لا تفعلون \* وما الشراك في العمل وما يريد الله منكم من شئ الا ان لا تسلموا وجوهكم لغير ان كنتم اياه تفترون \* وقد قال الله وما خلقت الجن والانس الا ليعبدون (٢٥٤:٨) \* فما العباد الا ان تفعلوا ما انتم به تؤمرون \* وان لا تطيعوا من دونه شيئا ولا تصنوه ولا تشركوا به ما لم ينزل به من سلطان مبين \* وان كان الشراك سيجيكم للارثان المحجزة خاصة من دون سائر الالهة فما غلظكم الله عن اهل انكم ولذا انكم وشهواتكم التي تشغلكم عن ربكم ولقال لنبيي اتق الحجارة واتخذ من دونها ما شئت سكينه لقلبك لان الحجارة هي المعبودون الذين يغضونني اشد غضبا فلا تشرك بي حجرا ولا بعبادهم تكفرون \* وان لم يكسر سولكم في عهده وثنا من اوثان قلوبكم الباطنة سوى الاصنام المحجزة الظاهرة من ثلاثمائة وستين التي كانت تخدع في جوف الكعبة وان كان هذا مبلغ سعيه ومعظم دينه وشد جهاده في الاسلام فوالله لا اجدر هذه الحكاية المهمة في الكتب المبين \* بل اوثانكم معكم وفي قلوبكم وتجيئكم عن ايمانكم وعن ايساركم لترغبكم عن ربكم وتنهكم عن طاعة عباد الله وخوفه وتمنعكم عن كل ما يصلح بالكم وما يوحدهم ويقويكم فلذلك منعكم الله عن الشراك وهذه ما كسر سولكم في عهده كسرة تامة لو كنتم تعلمون \* افترعمون انكم تعبدون ربكم بصلواتكم والحق انكم لا تعبدون الا انفسكم ولا تخذلون \* فوالله ما اشتغل الهنود باصنامهم الظاهرة المحجزة قط مثل ما تشغلكم باصنامكم الباطنة المفرقة ووالله ما هم بمشركين في عبادتهم الاحجار

\* اي الله حشر في طينة الجن والانس وجبلتهم ان يتبعوا قلوبهم فاعلموا انهم يعبدونهم ويحكمهم - ولينظر القائل الى كتاب التثنية ص ١٨٨ للتشريح بها \*

معشار ما انتم تشركون \* فما التبعيد الا بالعمل وما العباداة الا بخدمة المولى وما الخدمة الا  
 بطاعته وما الطاعة الا الاعتناء بما امر الامرون \* وما صلواتكم من عباداة وصومكم من  
 طاعة وركعتكم من صدقة او حجاجكم من خدمة حتى تسلموا وجوهكم لله كآفة وقاطبة و  
 تجاهدوا فيه حتى جهاده وتقدوه حتى قدره وتفعلوا به اقل ما انتم تفعلون بحكامكم  
 المحبوبين المعززين . واولادكم الاقربين . وطواغيتكم المعبوفين . واولئكم الخلق بين  
 وشهواتكم المعززة . واهواءكم المكتومة \* فهل انتم تصرون على عصيانكم من بعد ما  
 جاءكم البينة \* فاتقوا فتنة لا تصيبن الذين ظلموا منكم خاصة (٢٥:١٨) \* واعلموا ان  
 الله يحول بين المرء وقلبه (٢٣:٨) \* ويجول بينكم وقلوبكم المستنكرة \* واعلموا انه عزيز  
 ذوالنقه \* فيا ايها السلاسل القوالون ! ايكفيكم ان تقولوه واحدا بافواهكم وتحنن وامرجونه  
 اربابا بعد ارباب لتعبدوهم عملا وتجاهدوا فيهم ثم تسئلوا الله عليه حق هذه الخدمة .  
 واجر هذه العباداة . والجنة الآخرة . وجنات الارض المحضرة . ايليق بكم ان تسئلوه  
 من اجر على ما انتم تفعلون \* فنبثوني بمالك او مولى يؤدى اجر عبدك اليه وبشئ عليه و  
 يضعف له اجره والعبد لا يزال يخدم جاره ويعبد عذرة ويسجد لخصمه ومع هذا لا يزال  
 يشهد على كونه واحدا بلسانه ليلًا ونهارًا وانبثوني بمالك رضى عن عبد او وقفه حسابه  
 مع عصيانه وطغيانه لان العبد ستمه واحدا او قال له احدا بلسانه كرامة بعد مدة  
 فهل يجب عليه من اجر او يلزمه من حق بهذا القول والتكرار ان كنته صدقين \* بل هل  
 انتم موفون عهدهم كم او مؤدون اجوركم بخادمكم الذى يستميكم احدا ولا يفعل شيئا تأثمرون \*  
 فلن تجد التجارة رابحة مثل هذه فى هذه الدنيا ولو حرصت كل الحرص فاعترفوا بانكم  
 بالحق من المشركين \* وان قلوبكم تشهد على مكركم وانتم الاعلون بما هم الماكرون \* وان

الله يعذب بنا شركنا في الدنيا وإن نحن إلا من المغضوبين الضالين \* من الذين ختم الله على  
 قلوبهم وعلى سمعهم وعلى أبصارهم غشاوة ولهم عذاب عظيم \* (١٠٣) \* ذلك بأنهم استحبوا  
 الحياة الدنيا على الآخرة وأن الله لا يهدي القوم الكافرين \* (١٠٤) \* أولئك الذين طبع الله  
 على قلوبهم وسمعهم وأبصارهم أولئك هم الغفلون \* (١٠٥) \* ومن الناس من يقول  
 آمنا بالله وباليوم الآخر وما هم بمؤمنين \* (١٠٦) \* يخادعون الله والذين آمنوا وما يخدعون  
 إلا أنفسهم وما يشعرون \* (١٠٧) \* أفترى من اتخذ الهة موله وأضله الله على علمه  
 وختم على سمعه وقلبه وجعل على بصره غشاوة فمن يهديه من بعد الله أفلا تذكرون \* (١٠٨)  
 فتوبوا إلى الله توبة نصوحا \* (١٠٩) \* وطهروا أنفسكم من رجس الشيطان \* ومحضوا قلوبكم من  
 الاوثان \* وابنوا في صدركم بناء مشيدا للرحمن \* حنفاء لله غير مشركين به \* (١١٠) \* احذروا من  
 الاصنام فإياها الذين أسرفوا على أنفسهم لا تقنطوا من رحمة الله إن الله يغفر الذنوب  
 جميعا \* (١١١) \* هو الغفور الرحيم \* (١١٢) \* أييبؤا إلى ربكم وأسلموا له من قبل أن يأتيكم  
 العذاب ثم أنتم تنصرون \* (١١٣) \* وما أموالكم ولا أولادكم بالتي تقرّبكم عندنا نالقي إلا من  
 آمن وعمل صالحا فاولئك لهم جزاء الضعفاء بما عملوا وهم في الغرابت آمنون \* (١١٤) \* فإياها  
 الذين زعموا أن امنوا توبوا إلى الله توبة نصوحا عسى يكفركم عنكم سيئاتكم ويؤيد خلاصكم  
 جهنم تجري من تحتها الأنهار \* (١١٥) \* التي أخرجكم منها وذلك هو الفوز العظيم \* ولا تهنأوا ولا  
 تحزنوا وأنتم الأفلون \* (١١٦) \* إن كنتم مؤمنين \* (١١٧) \*

يا حزب المعتدين ويا معشر الظالمين ! الشركين بالحق رب العالمين ! إن كان أبائكم وأبناؤكم  
 وأخوانكم وأزواجكم وعشيرتكم وأموالكم اقترفتموها وتجارة تخشون كسادها ومساكنكم

\* فيصد رمن الخوض في هذه الآيات (١١٢) و(١١٣) و(١١٤) و(١١٥) و(١١٦) و(١١٧) \* الله من استحب الحياة الدنيا على الآخرة فهم الذين طبع الله على  
 قلوبهم وعلى سمعهم وعلى أبصارهم غشاوة لا يهتدون ما عاقبة هذه الأعمال العاجلة في الدنيا \* وشهد القرآن على أنهم هم الكفرة من الغافلون  
 بقوله تعالى \* أولئك الذين طبع الله على قلوبهم وسمعهم وأبصارهم أولئك هم الغفلون \* (١٠٨) \*

تَرْضَوْنَهَا أَحَبَّ إِلَيْكُمْ مِنَ اللَّهِ وَرَسُولِهِ وَجِهَادٍ فِي سَبِيلِهِ فَتَرَبَّصُوا حَتَّى يَأْتِيَ اللَّهُ بِأَمْرٍ ۖ وَاللَّهُ  
 لَا يَهْدِي الْقَوْمَ الْفَاسِقِينَ ﴿٢٣١﴾ \* وقد قال لكم إن لا تختزنوا آباءكم وأخوانكم أولياء إن  
 استحبوا الكفر على الإيمان وَمَنْ يَتَوَلَّهُمْ فَوَلَّيْكُمْ فَأُولَئِكَ هُمُ الظَّالِمُونَ ﴿٢٣٢﴾ \* المشركون و  
 فاعلموا الظالم العظيم \* فالتحقنتم بالحياة الدنيا الهكم فذهب الله بدينكم وجعلتم تفسدون  
 فيها تختزنون الهمة من الأرض وسعيتكم تفسد الأمور الله ففسد الله أمركم ودينكم وهو القوم  
 المتين \* وعلوتم في الأرض تقولون هُنَّ ابْنَتُ اللَّهِ وَاجْتَاوُوهُ (١٨:٥) وَلَنْ تَمْسَنَا النَّارُ لَا أَيَّامًا  
 مَعْدُودَةً (٨٠:٢) فبعث الله عليكم عبدًا له أولى بأس شديد فجاسوا خلل ياركم حاكمين \* و  
 غزوا في غقر داركم جاثمين \* فتحكمتهم فصرتم من الحكومين \* وعصيتهم ركبتم فصمت الأرض  
 عنكم وعن باقين \* فضأقت عليكم الأرض بما رحبت (٢٥:٩) وشنت عليكم الغارات وصارت  
 غرضًا يرمي في العرصات \* وعبادة أولو بأس يخرجونكم من دار إلى دار \* وظهر الفساد في بركم وبكم  
 بما كسبت أيديكم لين يقم بعض الذي علمتم لعالم ترجعون \* فاصبرتم على معصيتكم وتنازعتم  
 وتعاجزتم بينكم وتواكلتم وتخاذلتم فذهب الله بدينكم وشغلتكم أموالكم واهلوكم من  
 دون الله ورسولكم شغلًا تامًا وكثرت فيكم الأحداث والذنوب وازددتم كفرًا وظلمًا و  
 فسقًا وشركًا فَقَضَيْنَا إِلَيْهِ ذَلِكَ الْأَمْرَ أَنَّ دَابِرَهُمْ لَآءٍ مَقْطُوعٌ مُصْبِحِينَ (٩٧:١٥) فلم  
 يبق من بلادكم قطعًا أو ملكًا إلا وكلها بقوم ليسوا بهم بكافرين \* هَلْ يَمُنُّ إِلَّا الْقَوْمُ الْفَاسِقُونَ  
 (٣٥:٣٧) \* وَهَلْ يَمُنُّ إِلَّا الْقَوْمُ الظَّالِمُونَ (٣٤:١٧) \* كفرتهم فاخذكم الله فسيروا في الأرض  
 فانظروا كيف كان عاقبة الذين من قبل كان أكثرهم مشركين (٣٢:٣٠) \* فَقُطِعَ دَابِرُ  
 الْقَوْمِ الَّذِينَ ظَلَمُوا وَالْحَمْدُ لِلَّهِ رَبِّ الْعَالَمِينَ (٣٥:١٧) \* فإيا من يعذبون ولا يصلحون ويأمر  
 الله من حيث لا يشعرون! الدنيا محبوبية عجوز عاقرة طليقة اللسان حسناء الوجه التي

تترك بعلا جديداً كل يوم ولا تنال تدللاً ببيعها وتخلل له كل ما يشاء ويستهي لنفسه حتى  
تضعف قواه وأعضائه وتوهن امره فتتركه او تطرده ولا تلد أزواجها الا الخزي والخسران في  
العاقبة ولا تدوم وتصاب بالآمن انكرها وامهلها ومن اخل بها ولم يد عينيه اليها بل  
نظر من طرف خفي الى حليها وغض طرفه عن زخارفها وزينتها فلا تدنو هذه العقيم الآمن  
ابعدا ولا عيبتها ومن دنا منها فتنقص به ومن مال اليها فترغب عنه **وَمَا الْحَيَاةُ الدُّنْيَا إِلَّا**  
**مَتَاعُ الْغُرُورِ** (١٨: ٤٥) \* وهذا سرُّ حُبِّها وتسخيرها وتعشيقها بكم وفي ذلك فليتنسم التوسمون \*  
ولذلك قال الله **وَمَنْ كَانَ يُرِيدْ حَرْثَ الدُّنْيَا نُؤْتِهِ مِنْهَا وَمَا لَهُ فِي الْآخِرَةِ مِنْ نَصِيبٍ** (١٨: ٤٦) ولذلك  
قال **مَنْ كَانَ يُرِيدُ الْعَاجِلَةَ جَئَلْنَا لَهُ فِيهَا مَا مَنَّاهُ لَنْ يُرِيدَ شَيْءَ جَعَلْنَا لَهُ جَهَنَّمَ** (١٨: ٤٧) وذلك  
جزاء الكافرين . الذين يريدون الدنيا فالدنيا تطردهم في النار دائرين . والذين يعبدونها  
فتبعدهم خاسئين \* وقد قال الله **وَمَا خَلَقْتُ الْجِنَّ وَالْإِنْسَ إِلَّا لِيَعْبُدُونِ** (٥١: ٥٦) ومن يعبد  
يؤثره الارض **إِنَّ الْأَرْضَ لِلَّهِ يُورِثُهَا مَنْ يَشَاءُ مِنْ عِبَادِهِ وَالْعَاقِبَةُ لِلتَّقِيينَ** (٢٨: ٥٨) \* فسلام على المتقين .  
الذين يرثون الارض لا يزالون امة واحدة وبرتهم يتقون . والذين لا يشركون به شيئاً في العمل  
ويطهرون قلوبهم من رجز الاوثان ويقولون **اتمنا الهنا الله واحد به نستعين** . والذين  
يجاهدون اعدائهم بالسيف باموالهم وانفسهم ويهاجرون في سبيله لتقوية قومهم وهجرون  
كل ما يشغلهم من المعبودين . والذين يطيعون اولى الامر منهم ويردون نزاعهم الى الله اناهم  
ان تنازعوا في شئ لئلا يكونوا من المفسدين . ودوام ادموا في الارض منظمين . وفي السلك  
منسلكين . وفي الآخرة شاملين \* **الْحَمْدُ لِلَّهِ الْعَلِيِّ الْغَفِيرِ** الذين يخلص الناس عنهم وهم لا يخشون  
احداً الا عذاب احكام الحاكمين \* اشداء على الاعداء رحماء بينهم فلا يعدون الا على الظالمين .  
المشركين المتفريقين المستضعفين من الرجال فيختطفونهم خطفة العقاب الشاهين . ويقولون

لا تذر في الأرض أحداً من المشركين • ودياراً من الكافرين • إلا من أتى الله بقلب سليم  
 (٢٦: ٨٩) • وسلك صراطه المستقيم • وطاع وأسلم وتنظم ونطوع ولم يخش (إلا الله) وأتقى  
 فتقوى واحسن فأولئك من المفلحين \* والذين إذا أصابهم البغي هم ينتصرون \* (٣٩: ٣٩)  
 والذين إذا عاهدوا عاهدوا (١٤٤: ٢) وأولئك هم المتقون \* (١٤٤: ٢) بلى من أوفى بعهده وأتقى  
 فإن الله يحب المتقين • (٥: ٣) \* فسلام على المتقين الذين لا يزالون شاهدين على الناس  
 لربهم وعلى توحيدهم عملاً ومعناً ويتمون مدة حياتهم في أعلاء سنته العلي العظيم \* بلى من أسلم  
 وجهه لله وهو محسن فله أجره عند ربه (١١: ١٢) فمن أتى وأسلم فلا خوف عليهم ولا هم يحزنون  
 (٣٥: ٤) \* فيحسرة على المسلمين المعاصرين ! يكاد سنا البرق يخطفهم وكسف من السماء يسقط  
 عليهم وهم غافلون \* عسى أن يأتي الله بامرء وهم في غفلة يعمهون • ويقولون إنا وجدنا آباءنا على أمة وإنا على آثارهم مقتدون (٢٣: ٢٣) • واتبعنا نحن الموحدين من جن والعلمين  
 الذين هم أصحاب النار والجحيم • طمأنا كأنه رؤوس الشياطين (٢٥: ٣٥) \* وإذا قيل لهم اتبعوا  
 ما أنزل الله قالوا بل نتبع ما ألفينا عليه آباءنا أولاً لو كان آباءهم يعقلون شيئاً ولا يهتمون  
 (١٤: ١٢) \* فانتظروا آتينا معكم من المنتظرين (٤: ٤) \* وشئنا وإرحالكم فأنكم من المرحلين • في  
 صبح خامسة أو أقرب منه باليقين • ومظنتكم الجحيم • وحملكم بحفرة من نار ووقىها الحجارة  
 واشتدكم المقلدون \* والحمد لله رب العلمين • الرحمن الرحيم • ملك يوم الدين • إياك نعبد  
 وإياك نستعين • إهدنا الصراط المستقيم صراط الذين أنعمت عليهم غير المغضوب عليهم  
 ولا الضالين (١: ١-٤) \* »

فيما مؤتمر السافرين ! ويا فوج المنتهضين ! هل نتم تدعون ان تبدلوا سنة الله في الأرض  
 بمكرهم أو ترصده بقولكم مهلدين \* مكبرين مبسملين وحامدين وجامدين \* هل نتم

تسعون ان تغيروا ما بكم بالحدود • او تغيروا عادته بالجزع والفرع • او تخربوا الارض وتكسروا  
السماء كسركم كسرت الشمسوا في الارض مرجين \* وانتم تهتدون بان تبدلوا هذه الارض بغير الارض سماء  
غير السماء وسنة غير سنته تعالى الجارية لتفعلوا فيها ما انتم تشتهون \* هل ترون في خلق الرحمن  
من تقويته (٣: ٧٤) • وفي الارض من ضعف • وفي السماء من نقص وفي سنته من لينه او تحول  
ليلين لكم او يكاديركن اليكم فتصنعوا فيها ما تشاؤون \* بل بناها قصراً مشيداً وسقفاً محفوظاً و  
بناءً غير محول لا مبدل لعادته وفطرته وحفظها من كل شيطان رجيم (١٥: ١٥) \* من شيطانيكم  
الذين يوحون الى اوليائهم انهم هم القادرون على ان يبدلوا امره وحكمه بدعائهم وشفاعتهم  
وهم في هذه الارض لا يملكون من يقرر لا يقرر \* ولن تستطيعوا ان تغيروا مقداره حجة خردل  
ولو اجتمعتم له انتم ومن في الارض جميعاً فلما لا ترجعون \* بلى وهو المليك العظيم \* والاقار العلى  
الحكيم \* والبناء المقيم \* لا يسئل عتياً يفعل (٢٣: ٢١) وانتم تسئلون \* فهل تنظرون الا  
سنة الاولين \* فيسبحوا في الارض وانظروا كيف كان عاقبة المكذبين \* واخر المجرمين \*  
وذلة الكافرين \* ان تنتموا يغفل لكم ما قد سلف وان تعودوا فقد مضت سنة الاولين •  
(٣٨: ١٥) \* سنة الكفار المعتدين \* عسى ان يكونوا من المقبوحين \* فوالله ما انتم بمعجزين  
الله في هذه • وما كان لكم ان تغيروا عادته ولكم انتم من اللغيرين \* او مغيرين بانفسكم  
من قبل ان ياتيكم اليقين \* فان الله لا يغير ما بقوم حتى يغيروا ما بانفسهم (١١: ١٣) ولا يدر  
احداً حتى دنا امره الى الحين \* فاذا جاء اجلهم لا يستأخرون ساعة ولا يستقدمون (٣٨: ١٥) \*  
فتعالوا الى القران العظيم • واحجروا الشرك والكفر هجراً مهجوراً فسحقاً لاصحاب الحميم \* و  
تعالوا الى كلمة سواء بيننا وبينكم الا نعبد الا الله ولا نشرك به شيئاً ولا يخن بعضنا  
بعضاً ارباباً فمن دون الله (٢٣: ١٣) فهل انتم مسلمون \* فاطر السموات والارض وما بينهما



وخالق ما لا تعلمون \* علم الغيب الشهادة (٢٢: ٥٩) فتعالى عما يشركون \* وهذا هو الاسلام  
 الذى اتس عليه السموات والارض ونظام كل التكوين \* وتنظيم الكون المتين \* و  
 ترتيب كل ما احلهم وافلم في العلمين \* فطرت الله التى فطر الناس عليها لا تبديل لخلق الله  
 ذلك الذين القيمه ولكن اكثر الناس لا يعلمون (٣٠: ٢٨) \* ومن يدع مع الله الها اخر لا بهتان له  
 به فاما حسابه عند ربه انه لا يقبل الكفرون (١١٤: ٢٣) \* ومن يتبع غير الاسلام ديناً  
 فلن يقبل منه وهو في الآخرة من الخسرين (١٨: ١٣) \* والله فى هذه الدنيا من الاخرين \*  
 افتدرون ما فى هذه الارض للموحدين المسلمين \* وما اجر العاملين الصبرين المؤمنين الفاعلين  
 من دون القائلين الكافرين \* ان الله يدخل الذين امنوا وعملوا الصالحات جنتهم بغير حصى من  
 شجرها الا نهم والذين كفروا يمتنعون ويا كلون كما تأكل الانعام والنار مثوى لهم (١٣: ٢٤) بما  
 كانوا يكفرون \* والذين امنوا بما نزل على محمد وهو الحق من ربهم كفر عنهم سيئاتهم و  
 اصلهم بالهم (٢: ١٣٤) \* والذين كفروا فتعسا لهم واصل انهم اله (١١: ٢٤) \* ذلك بان الله  
 موالى الذين امنوا وان الكافرين لا موالى لهم (١١: ٢٤) \* فيا ايها المسلمون المعاصرون ! كيف  
 تدعون بالايمان وبالايمان على محمل وبالكفر بال الكافرين \* ومثل الذين اتخذوا  
 من دون الله اولياء كمثل العنكبوت اتخذت بيتاً وان اوهن البيوت لبيت العنكبوت  
 لو كانوا يعلمون (٣١: ٢٩) \* فيا من يزعمون انهم يحسنون ويصلحون باتخاذهم الاولياء تمنعوا  
 فى هذه الارض حتى حين \* ويا من ضل سعيهم فى الدنيا امشوا فى الارض مشتمى قلوبكم  
 فرحين \* بما هى الية لكم فى يوم الدين \* وما لكم فى الآخرة من النعيم \* من فضيل رحمة  
 وشراب وفاكهة ومن حور عين \* تباشر او تمارحوا وتفاخروا بينكم فان لكم نار النعيم \* و  
 عذاب ربكم المقيم \* ومن دون عذابكم فى الدنيا عذاب يوم الدين \* فان الدين هو





الْخَلْقِ وَالْأَمْرِ تَبَارَكَ اللَّهُ رَبُّ الْعَالَمِينَ \* (٥٣:٤) يَسْأَلُهُ مَنْ فِي السَّمَوَاتِ وَالْأَرْضِ كُلَّ يَوْمٍ هُوَ  
 فِي شَأْنٍ (٢٩:٥٥) فكيف احب العلمين \* بل نرى عمل كل عامل في الدنيا وسعيه ونعطيه اجره مقدار  
 جهده ووسعه بقدر سعيه ان الله لا يظلم الناس شيئا ولكن الناس انفسهم يظلمون \* (٢٣:١٠) فمن  
 يعمل مثقال ذرة خيرا يره \* ومن يعمل مثقال ذرة شرا يره \* (٩٩:٤-٥) فما انا بطارد العلمين  
 من الجنة وقابل القائلين \* هم الذين ما زالوا في الارض مكرمين اسمى وعاصين عن امرى  
 ولم يعلموا من انا حين دعوني ولم يكن موقى او يعظموني معشار ما كرموا الههم غيرى فكيف كرم  
 ههنا الظالمين العادين \* وان تكفروا انتم ومن في الارض جميعا (١١:٣) فاني انا الله ذو القوم  
 العزيز العليم \* احب كل صاحب قوة وعزرة وعلم من الناس الذين احسنوا صنعم في  
 الدنيا وداموا ماداموا خليف فيها وخليف متى مستخين كل ما سخر الله لهم في السماء والارض  
 متفكرين في خلقهما وما بينهما شاكرين بما الله من فضله ورحمته حمد شكرهم وقد هم الذين  
 احرقوا الارض وتوسمها ومشوا في مناكبها وتشاوبتها وبحرها لتعرفوا من انا ومن اين كل هذه  
 وما هي وما هي وما كتبها وكيفها وليشهد امانا فم لهم وليبتغوا من فضله سائحين \* جباون  
 في الارض قاهرين على من ضعف وكسل ومكرومون من شجع ويسل متخلقون باخلا في اخلاق  
 فطرتي وعادتي فانتى انا الجبار القهار القوي العظيم \* ولا احب المستضعفين الا قليلا الذين  
 ضربت عليهم الذلة والمسكنة ينظرون من طرف خفي الى الناس من ذل وغنى يسئلون عبادنا  
 الحافا ومفتقر لا يقدر على شيء ولا يملكون نقرا الذين يسجدون لكل مالك قويا كان او  
 ضعيفا ويعبدونهم يحجوا ولفيفا لاصقين بهم من الضعف الفقر لا يحسنون ما بانفسهم من نار  
 السقر \* انا الله الموقد \* التي تظلم على الاقيدة \* (١١:٣-٤) فتخرفهم تحرفة متهلة \* ترهقهم  
 ذلة \* ما لهم من الله من عاصم \* (٢٤:١١) اعشيت وجوههم قطعاً من الليل مظلماء \* (٢٤:١١) \* و

املئت ثيابهم بالبالية المسترقعة فوجا من القمل مكملا \* ياكُونُ كَمَا تَأْكُلُ الْأَنْعَامُ (١٢: ٢٤)  
 لا تحسبهم الا حزباً من قودة خاسين \* لا اجهم ولا آمن عليهم لانهم ما قدر وناحق قدرنا و  
 ما عرفونا حق معرفتنا وانا الذي جعلت لهم السمع والبصر والا فإذ لا يعرفونهم شكرين \* فقليل  
 ما كانوا يشكرون في الارض وقليلاً ما يشكرون \* فلا تشكران لسعيهم اليوم وما هم في حمتنا بداخلين \*  
 اخرجوا واهبطوا من هذه ان هذا لكم الحميم \* وان جهنم لمحطاة بالكافرين \* فيما تنعمون انكم  
 احق بالجنة ولستم تجدون لها وحررين بانعمها لو كنتم تعلمون \* فمن يليق بنعمة الجنة الخلد  
 الباطنة ان لم يكن له نصيب من نعمة الارض الظاهرة افلا تعقلون \* ومن كان في هذه اعمى  
 فهو في الآخرة اعمى (٢١: ١٤) ومن الضالين \* فما الجنة الا لوارث جنات الارض وعيونها  
 وما العاقبة الا للمتقين \* ➤

ويا ايها المسلمون النجيدون المعاصرون ! الذين يظنون انهم يظلمون في هذه الارض وان  
 الله يظلمهم بمشيئته متصرفاً عما يفعلون ويعتقدون \* ما دكم بظلام العالمين \* ان الله لا يظلم  
 الناس شيئاً ولكن الناس انفسهم يظلمون (٢٣: ١١) \* يفعل ما يشاء وهو لطيف بما يشاء  
 انه هو العليم الحكيم (١٠٠: ١٢) \* فلا عدوان الا على الظالمين (١٩٣: ٢) \* الذين يتعدون حدود  
 الله ومن يتعد حدود الله فاولئك هم الظالمون (٢٢٩: ٢) \* وما اصابكم من مصيبة فيما كسبت  
 ايديكم (٣٠: ٢٢) فمن شاء فليرجع الى قانونه وحدده ويتخذ الى ربه سبيلاً ويصبر عليه و  
 يستقم اليه ويشير الضالين \* الذين اذا اصابتهم مصيبة قالوا ان الله واننا اليه رجعون (١٥٥: ٢)  
 (١٥٦) \* ومن شاء فليصبر على مصيبته فان الله غني عن العالمين (٩٤: ٣) \* وما تشاءون الا ان  
 يشاء الله رب العالمين (٢٩: ٨١) \* ما مشيئته الا ان ليس للانسان الا ما يريد وما مشيئته

ما يجوز للقارى ان يفسر هذه الآية اشتراكاً بترتيب معناه ههنا باستعمال كلمة بعد قرة - فالمنع هو انكم ما تشاءون شيئاً الا الله يساكنكم مهما تشاءون  
 وان اردتم ان تسعوا في الدنيا سعياً بليغاً لتقودوا فمربودى اليكم اجوركم يقدر ما تتم تسعون - فلا شك في ان معنى هذه الآية ان الله يقول ان الله  
 لا انسان الا ما يشاء (١٥٦: ٢) لا ازيد منه ولا انقص ما فهم بعض الرجال منه انه ما تشاء شيئاً حتى يشاء الله ولا نقول على شيء حتى يقدرنا الله عليه من لده فهو ليس بغيره +

ألا ما تفعلون وما تقولون \* وما مشيئة إلا قانونه \* فارجعوا إلى قانونه وعادته مرة أخرى  
 ليكون لكم في الدنيا والعقبى ما تشاءون \* مهما تجهلون فهو يسأحكم ويؤدى اجركم اليكم غير  
 منقوص لأنه لا يكاد ان يتدخل في مشيئكم او يعارض سعيكم حتى تنتهون \* ليحزبكم او  
 يعذبكم بالعدل \* ويزن سعيكم بالقسطاس المستقيم \* فما تشاءون إلا ان يشاء الله  
 رب العالمين (٢٩: ٨١) \* ومن قال اني راجع اليه يجازعه عند من فوري \* وأولئك عليهم  
 صلوات من ربهم ورحمة \* وأولئك هم المهتدون (١٥: ١٣) \* فلا تجهلوا وتنتظروا بل انبوا  
 إلى ربكم وارجعوا اليه وجاهدوا فيه حق جهادة ليشاء ربكم بكم ما تشتهون \* فانه لا يشاء  
 بكم شيئاً حتى تشاءون \* ولا يحزى حتى تجهلون \* فما تشاءون إلا ان يشاء الله رب العالمين  
 (٢٩: ٨١) بكم مقدار ما تعملون \* فسبحن ربك رب العزة عما يصفون (١٨: ٢٤) \* ويقولون  
 لا خيرة لنا في اعمالنا وما لنا من الامر من شيء فكيف نغير ما بانفسنا حتى يشاء ربنا ما يشاء وما  
 نحن بشيء الا ما يشاء العزيز الحكيم \* يغفر لمن يشاء ويعذب من يشاء (١٢٨: ٢٣) وان نحن  
 الا من المظلومين المحبسين \* فما هذا الا ما حكم بانفسكم ولتفر وامن السعي وتمكروا السيئات  
 وما الله بمغير ما بكم حتى تغيروا ما بانفسكم وما الله بغافل عما تعملون \* ان الله لا يظلم شيئاً  
 ذرة \* وان تك حسنة يضاعفها (٣٠: ٣٠) فسبحن ربك عما يصف القاريون الجاهلون الذين  
 قالوا ما ربنا الا ملك مستبد لا قانون له ولا يحكم الا ما يشتهى من فوري متصرفاً عما يحول له عدلاً  
 واصولاً \* ويجبرنا على ما نفعل ويعذبنا بما يشاء \* وقد ردنا كل ما فعلنا وما نفعل من قبل  
 فالله يص لنا عما يريد \* انه على كل شيء قدير \* بل قانونه مشيئته \* وما مشيئته الا قانونه  
 وامره \* وما يشاء الا ما يوافق بامره \* وما يامر الا ما يطيع بمشيئته \* وما يعذب الا من بعد اتمام  
 حجتة وتبيين قانونه \* وما الانسان الا بقادر على فعله \* ولا يكلف الله احداً الا وسع نفسه

وحل استطاعته \* ولا يزر وازراً الا وزراً \* ولو كان فيهما ملك مستبداً مثل ما يصفونه  
 لفسدت السموات والارض \* فلا طلعت الشمس مثل هذه \* ولا جاء الليل بهذا التتابع وهذه  
 الصحة \* ولا تغورت النجوم او طلع البدل بكل هذا النظم والتسوية \* ولا جرت الفلك في البحر او  
 سال الماء في الاودية \* واحترقت النار وجرت كل ما يجري في عادة الله المؤكدة المستمرة \*  
 فوالله ما يقع كل هذا الا بعد دليل ونهاد بعد نهاية لا بمشيئته \* فما مشيئته الاعادة الحارثة \*  
 وما عادته الا ما يشاء الله اعطى كل شئ خلقه ثم هدى (٥٠: ١٢) \* كل يعمل على شاكلته (١١: ١٤)  
 من اول يوم خلق فلن يتحد لسنن الله تبديلاً \* ولن يتحد لسنن الله تحويلاً (٢٣: ١٣) \* و  
 من هذا القبيل خلق الانسان في ارق صورة ما شاء (٨: ١٢) ركبته \* فجعل له سمعه وبصره وقوادة  
 وبين له فطرته وعادته \* وقدر له وسعته وقدرته \* والهمة فجوره وعصمته \* خلقه فقدره  
 ثم السبيل يسره (٨: ١٩-٢٠) \* ومع هذا انزل عليه كتابه \* فمن شاء من بعد ذلك فليشكره  
 ومن شاء يكفره \* وما كتابه بمضيقه \* كلا انه قل كمره \* فمن شاء ذكره (٢٣: ٥٢-٥٥) \* افلا  
 يتدبرون القرآن ولو كان من عند غير الله لوجدوا فيه اختلافاً كثيراً (١٢: ١٣) \* افان الله  
 على كل شئ قدير بدليل على ان الانسان لا يقدر على شئ شيئاً \* بل قدرة لا يقدر على ما يفعل  
 واعد لكل عمل اجرا \* وان قدر الانسان قادراً بمشيئته \* وجعله سميعاً بصيراً (٢٤: ٤٧) برضائه  
 ورغبته ايها الجاهلون! ولم يرضن عليه عن قدرته اقل يوم خلقه ولا يخالفكم الان فيما  
 تفعلون بمشيئكم \* ولا يكف ايديكم عما تعملون برضاكم ورغبتكم \* فما تشاءون الا ان يشاء الله  
 رب العالمين (٢٩: ٨١) \* فما هو الا ان مشيئكم مشيئته \* وان لم تكن مشيئكم بتابعة مشيئته  
 فتقولوا اما نشاء شيئاً الا ان شاء ربنا من قبل فانه اطلقكم وارسلكم رسالة تامة واعد اجوركم  
 بقدر سعيكم ووسع انفسكم \* فهل لكم من حجة بعد هذه القدرة والعدل ان كنتم صديقين \*

فقتل الإنسان ما أكفر له (١٤:١٨) \* يفعل ما يرضيه \* ثم يقول الله اجبره \* فمن اين جبره \* و  
يعمل العمل ويستعمل ارجله وايديه \* ولا يخالفه احدا فيا يفعله \* فيا ايها المسلمون القديرون  
الاجبريون ! ما جزيتكم الالباء عملتم حتى الآن \* وهل تجزون بعد ذلك الا ما تعملون \* اجبروا  
انفسكم واقدروها فانكم لن تؤثروا مثقال حبة اجرا حتى سعيتم لها \* هذا ما قد الله لنا وهذا  
ما اجبرنا عليه \* فلا جبر علينا الا ان نفعل ما امرنا به احكم الحاكمين \* الذي لا بد لاحد من  
حكمه \* واتباع امره حكم لا ضرب \* وهو القوي العزيز الحكيم ﴿﴾

فيا معشر المسلمين النجدين ! هل بقي لكم بعد الذي تغيرتم اليه من وسيلة الا ان  
تسعوا لانفسكم سعيًا متنا بعليل او نهيارًا ملايطاق به ولا يسبق \* لترضوا الله فان الله لا يرضى  
الا عن القوم العاملين \* اعملوا على مكانتكم حد امكانكم \* واستميتوا التفوزوا ولا تمنوا في زعمكم  
الباطل ان امرنا قد تجاوز عن سعيينا \* فعسى الله ان يتجاوز عنا متعظفا علينا واحسانا لنا متصرفا  
عن سعيينا وجهدا او يرسل علينا مهلا يامبشرا يهدينا ويقرينا \* ويغير على اعدائنا فنكون  
من الغالبين \* فها هذا الانتظار الالاماتة قولكم \* وتوهين امركم \* وتضعيف اعضائكم  
في الدنيا \* وما اشاع بهذا الكذب الا اشراككم المفسدون المخلفون \* فلا مهدي لكم اليوم  
الا من هدىكم \* وهذا الصراط المستقيم صراط الذين (٥١:١-٦) انعم الله عليهم \*  
من نصركم ومن بدل ضعفكم قوة وخوفكم امنا \* ولا شهادة على بعثة المهدي في القرآن الا ما جاء  
في احاديثكم الضعيفة الموضوعة \* وان كان لنا من نبي او رسول ياتي من بعد ختم الانبياء اسما  
مهدي فلما لا نبشرا الله بهذا الامر المهم في الكتب المبين \* ولا نجهد من قولكم الشهادان الا وهو  
اذ اتاهت تغيرت فانه لا يتغير شيئا في هذه الدنيا حتى يغيثون \* وليس الذي انتم تنظرون اليه  
وترجعون من اثار القيمة \* وما لكم من علم بعلائها انما عنتم عند ربّي (١٨:٤٠) تاتيكم بعثة

وانتم لا تشعرون \* **إِنْ تَتَّبِعُونَ إِلَّا الظَّنَّ وَإِنْ أَنْتُمْ إِلَّا خُرَاصُونَ** (١٣٩:١٦) \* وما هي إلا قاذورات  
قامت قيامتكم فأتكم في موتكم تجاهلون \* وتخذعون انفسكم في موت أعدائكم وتاروهم  
على ما ترونها وانتم لم تعلمون \* فما يظن رجل أحول إلا أن الأرض مثلت من الأحوالين \* فلا بد  
لكم من أن تسعوا وتجهدا وإن اردتم أن تحبوا البقاء \* وتوثرون أن تكونوا في زمرة الأحياء \* فإذ  
الله لا يحيى الموتى وهو يحيى الموتى حتى يحيوا انفسكم ويحذروها جاهدين \* فما لكم لا تستيقظون  
من نومكم وموتكم وسائر الناس قد تيقظوا من نومهم \* والشمس قد بلغت بمعدل النهار أفلا  
تشعرون \* وما لكم تظنون أن خلقكم الله عبثا وانكم اليه لا ترجعون \* **هُوَ الَّذِي جَعَلَكُمْ**  
**خَلَائِفَ فِي الْأَرْضِ وَرَفَعَ بَعْضَكُمْ فَوْقَ بَعْضٍ رَجِبَ لِيَسْأَلَكُمْ فِي مَا أَنْتُمْ فِيهَا** (١٧٢:١٦) **وَخَلَقَ الْمَوْتَ وَ**  
**الْحَيَاةَ لِيَسْأَلَكُمْ أَنْتُمْ أَحْسَنَ عِلْمًا** (٢٠:٦٥) **أَفَلَا تَعْقِلُونَ** \* **وَإِنَّ رَبَّكَ سَرِيعُ الْعِقَابِ وَإِنَّهُ لَشَدِيدُ**  
**الْعِقَابِ** (١٦٩:٦) \* فانتم تتأمنون في مضاجعكم والذين يرجون لقاء ربهم يؤمنون ويعملون \*  
تتجافى جنوبهم عن المضاجع يدعون ربهم خوفا وطمعاً ومباررة فمنهم من يقفون \* فلا تعلم نفس ما  
أُحْجِيَ لَهُمْ قِنَ قُرْآنٍ عَرَبِيٍّ جَاءَ بِهَا كَانُوا يَعْلَمُونَ \* **أَفَسِنْ كَانَ مُؤْمِنًا كُنَّ كَانُوا فَاسْقَاءَ لَا يَسْتَوُونَ**  
(١٨-١٩:٣٢) \* **وَالَكُمْ تَضَعُونَ وَتَفْسُقُونَ \* وَتُخْلِبُونَ وَلَا تَقْنُونَ \* وَتَنْظُرُونَ وَلَا تَعْمَلُونَ \***  
**وَأَنْتُمْ الْأَعْلَوْنَ إِنْ كُنْتُمْ مُوقِنِينَ** (١٣٨:١٣) \* **وَأَمَّا الَّذِينَ آمَنُوا وَعَمِلُوا الصَّالِحَاتِ فَالَهُمْ جَنَّاتُ الْأَعْلَى**  
**يُزَلَّونَ بِهَا كَانُوا يَعْلَمُونَ** \* **وَأَمَّا الَّذِينَ فَسَقُوا فَمَأْوَاهُمُ النَّارُ كُلَّمَا أَرَادُوا أَنْ يَخْرُجُوا مِنْهَا أُعِيدُوا**  
**فِيهَا وَقِيلَ لَهُمْ دُونُوا ابْنَ النَّارِ الَّذِي كُنْتُمْ بِهِ تُكَذِّبُونَ** \* **وَلَنَذِقَنَّهُمْ عَذَابَ الدُّنْيَا**  
**دُونَ الْعَذَابِ الْأَكْبَرِ لَعَلَّهُمْ يَرْجِعُونَ** (٢١-١٩-٣٢) \* **ارْجِعُوا فَإِنَّ الْعَذَابَ الْأَدْنَى قَدْ قُمَ وَلَعَلَّ اللَّهَ**  
**يُحْدِثُ بَعْدَ ذَلِكَ عَذَابًا** آخر فتكونوا من المدينين \* **اعْمَلُوا وَلَا تَظُنُّوا أَنَّكُمْ بِمَعْجَازِ اللَّهِ أَتَسْتَطِيعُونَ**  
**أَنْ تَفْرُوا مِنْهُ أَوْ تَنْفُذُوا مِنْ أَفْطَارِ السَّمَوَاتِ وَالْأَرْضِ بَلْ لَا تَقْدِرُونَ مِمَّا كَسَبْتُمْ عَلَى شَيْءٍ أَفَلَا تَذَكَّرُونَ** \*



انقدرون على ان تكونوا الشكلاء على حكامكم الذين بعثهم الله عليكم وانضروهم شيئاً ولو حرصتم \* فكيف  
 تطيقون على ان تضرروا الله او تعجزوه ما لك السموات والارض واحكم الحاكمين \* بل هل يسمعون  
 لكم اذا سألتموهم شيئاً \* اويتوجهون اليكم حين يتجبدن لهم \* باسمهم بينكم شديد \* بعثهم الله  
 عليكم ليخذلكم في الدنيا وليجعلكم نكالاً لما بين يديكم وما خلفكم فلا يرد بأسه عن القوم الكافرين \*  
 كفرتم باحكام الله وكذبتم بها وتوليتم \* فاستبدل قوما غيركم لا تضرهم وشئنا ولا تضرهم  
 فانقلبوا خسرين \* عبادة اولو باس فضّل الله بعضهم على بعض درجات \* يرثون الارض على  
 سلطان منه \* لا هم احسنوا في هذه الدنيا واصلحوا واتقوا واسلموا وجوههم له \* ولم يتخذوا  
 ارباباً من دونه \* ولم يعبدوا الا الله \* ولم يسجدوا لاحد غيره \* ولم يتخذوا الهاءهم واولياءهم  
 الهة \* ولم يتفرقوا \* واعتصموا بحبل الله جميعاً \* ولم يصيروا شيئاً \* ولم يقطعوا امرهم بينهم  
 حزباً \* واطاعوا اولي الامر منهم بلا عناء وحجة \* وردوا نزاعهم الى الله حين تنازعوا \* وجاهدوا  
 باموالهم وانفسهم \* ولم يولوا ديارهم حين البأس \* ولم يتحرفوا عن القتال \* وهاجروا من مكان  
 الى مكان لتقوية سلطنتهم واجراء حكمهم في الدنيا \* وهجروا اكثر ما يلصق بالانسان من رجز  
 الشيطان \* ومن لوث العداوة والبغضاء بينهم \* واسلكوا انفسهم في الاخوة \* ولم يغترب بعضهم  
 بعضاً \* ولم يتجسسوا بينهم \* ولم يترزّلوا في ايفاء عهودهم \* ولم يرفعوا اصواتهم فوق صوت  
 اميرهم \* وغضبوا ابصارهم واصواتهم عند اولي الامر منهم \* ولم يخشوا الا الله \* وتفكروا في خلق  
 السموات والارض حد امكانهم \* وساحوا في الارض ومشوا في مناكبها حد سعيهم \* وقد رآوا الله  
 حق قدرة بدرس اعماله \* وعرفوه حق معرفته بدين فطرته \* واختاروا كل ما يجري في العادة \* و  
 تركوا كل ما يبعد فيها \* وفعلوا اكثر ما امر الله من ذنوبهم في الكتاب \* وهو اعن فيه في الجملة \* وصاروا  
 من الذين احسنوا واصلاحوا \* فادخلهم الله في الصالحين المحسنين العبدية \* وورثهم

الأرض ومساكنكم التي كنتم فيها آمنين \* وقد كتب الله في الزبور من بعد الذي ذكر أن الأرض يرثها  
 عبادي الصالحون \* إن في هذا لبلغا لقوم عابدين (١٠٦-١٠٧) \* وقد قال لكم إن الأرض  
 لله يومئذ آمن يثبت من عباده والعاقبة للمتقين (١٢٠: ٤) \* ففتشوا الأرض الله \* ودرسوا صحيفه  
 الفطره \* وعلّموا قانونه \* وطلّعو احوال مخلوقاتها \* وطلّعو اعلی عاداتها وخصائصها \* واستوعبوا  
 امر معاشهم وسعيهم في الدنيا \* واستقصوا بال فلاح الافوام وصلاحهم \* واستقرعوا الير واملکوا  
 السموت والأرض \* وليطلّعو اعلی عاداته تعالى وسنته \* وتركوا ما يبعد في العادة قولاً واعتقاداً \*  
 واستمسكوا بما يجري فيها عملاً ونظراً \* وتخلّقوا باخلاق الله \* وبما صلح من عادات مخلوقاته السفلیه  
 ومیزوا الخبیث من الطیب \* وحصرو الثواب عن الخطاء بما كانوا \* واستعملوا اسمعهم وبصرهم  
 وفؤادهم ليطلبوا العلم من اعمال الله من دون الظن \* فعرفوا اعماله تعالى ليعرفوا نعمه \* وليعلموا  
 ما يريد منهم ويهمهم \* وما مشيئته فيهم \* ولخصوا احقائق الفطره \* وبتوا دقائق الاشياء ليستنبطوا  
 منها فريضة الانسان \* ثم استسلموا لها \* وصلوا من المفلحين \* درسوا كتاب الله \* بل حجته  
 البالغة الكاملة \* وكنتم عن راسته لغفلين \* وقد قال الله لكم ان في السموت والأرض لايت  
 للمؤمنين (١٢١: ٢٥) \* وخلق الله السموت والأرض بالحق \* ان في ذلك لايت للمؤمنين  
 (١٢٢: ٢٩) \* وسخر لكم ما في السموت وما في الأرض جميعاً منه \* ان في ذلك لايت لقوم يتفكرون  
 (١٢٣: ٢٥) \* وما خلقنا السموت والأرض وما بينهما الا بالحق \* وما خلقنما الا بالحق \* ولكن اكثروهم  
 لا يعلمون (١٢٤: ٣٨-٣٩) \* وسخر لكم الليل والنهار والشمس والقمر والنجوم مسخرات بامر الله  
 ان في ذلك لايت لقوم يعقلون (١٢٥: ١٦) \* واختلاف الليل والنهار وما انزل الله من السماء  
 من رزق فاحياء به الأرض بعد موتها وتصريف الرياح آيت لقوم يعقلون (١٢٥: ٢٥) \* وان في  
 خلق السموت والأرض واختلاف الليل والنهار والشمس والقمر والنجوم ما يتفكر الناس \* وما انزل

اللَّهُ مِنَ السَّمَاءِ مِنْ قَاءٍ فَأَخْبَاهُ الْأَرْضَ بَعْدَ مَوْتِهَا وَبَكَ فِيهَا مِنْ كُلِّ ذَاتٍ وَتَصْرِيفِ الرِّيحِ وَ  
 السَّحَابِ الْمُسَخَّرِ بَيْنَ السَّمَاءِ وَالْأَرْضِ لَا يَتَّبِعُ لِقَوْمٍ يَعْقِلُونَ ﴿١٧٣﴾ \* وَفِي خَلْقِكُمْ وَمَا يَبُتُّ مِنْ  
 دَابَّةٍ آيَاتٍ لِقَوْمٍ يُوقِنُونَ ﴿١٧٤﴾ \* وَلَنْ فِي اخْتِلَافِ اللَّيْلِ وَالنَّهَارِ وَمَا خَلَقَ اللَّهُ فِي السَّمَوَاتِ وَالْأَرْضِ  
 لَآيَاتٍ لِقَوْمٍ يَعْقِلُونَ ﴿١٧٥﴾ \* وَهُوَ الَّذِي جَعَلَ لَكُمْ الْخُومَ لِتَهْتَدُوا بِهَا فِي ظُلُمَاتِ اللَّيْلِ  
 وَالْيَوْمِ قَدْ فَضَّلْنَا الْآيَاتِ لِقَوْمٍ يَعْلَمُونَ ﴿١٧٦﴾ \* وَقَدْ قَالَ اللَّهُ لَكُمْ وَمَا مِنْ دَابَّةٍ فِي  
 الْأَرْضِ وَلَا طَيْرٍ يَطِيرُ بِجَنَاحَيْهِ إِلَّا أُمَمٌ أَمْثَلُكُمْ فَاذْكُرُوا فِي كُتُبٍ مِنْ شَيْءٍ  
 ثُمَّ إِلَى رَبِّهِمْ يُحْشَرُونَ ﴿١٧٧﴾ \* فَنَاضُوا فِي أحوال الدواب والطيور \* واطلوعا على عوائلها  
 واخلقها \* وفتشوا نظام مجامعها وعوالمها \* وعلموا مستقرها ومستودعها \* وفحصوا عن نظمها  
 نسقها بينها \* صنع الله الذي علم كل مخلوق درسه \* وأعطى كل شئ خلقه ثم هدى ﴿١٧٨﴾ \*  
 إِلَّا الْإِنْسَانَ فَلَمْ يَرْفَعْ عَلَيْهِ صَلَاطَهُ \* إِلَّا أَنَّهُ اعْطَاهُ سَمْعَهُ وَبَصَرَهُ وَفَوَادَهُ \* ليعلم ما فريضة  
 فِي الدُّنْيَا \* ويدرس ما يريد الله منهم \* ومن دون هذا إعطاء الكتاب الذي جاء به الأنبياء  
 ما فرط الله فيه من شئ \* وأظهر فيه كل ما يجوز له وينفعه \* وأشار فيه إلى كل ما ينفعه ويضره \*  
 نَبِيًّا نَاكِحًا كُلَّ شَيْءٍ ﴿١٧٩﴾ وَتَفْصِيلَ كُلِّ شَيْءٍ ﴿١٨٠﴾ لعلكم تتدبرون \* وتتفكرون فيه حل فكركم و  
 تدبركم ولتكونوا من المفكرين \* الذي كان لكم أن تأوهتم له لو اجتمعت الأنس الجن له فأنه أنزل إليهم  
 اللَّهُ ﴿١٨١﴾ فَمَهَلٌ أَنْتُمْ مُسْلِمُونَ ﴿١٨٢﴾ \* فلا يزال الحكماء الطبيعيون من المغرب يطلعون على أسرار الطبيعة و  
 عوائل العادة وأحوال المواليد الثلاثة من الجاد والنبات والحيوان حتى ظهرت عليهم بمائلة اسم الإنسانية بأم المخلوقات  
 السفلية والمشاكله بين قواعد مجامعها وبين عوائل الأحياء الحيوانية الحاضرة \* ولم يدركوا ذلك حتى لاحظ لهم  
 الحقيقة \* واتضحت لهم الطريقة \* فاستنبطوا من كل هذا العلم القانون الذي أسس

لهم بحيث أن يستدبروا القاري مطالب هذه الآية المهمة النافعة ويخوض فيها أشد خوضه كالاتي قد بين فيها قانون بقية الأمم الإنسانية بتبويبها بأقسام  
 السفلية وقضى فيها أنه من سلك صراطه المستقيم وسجد للقانون الذي يجري في العادة (كما يفعل الدواب والطيور) فهو الذي من الخلق في هذه  
 الدنيا وأولئك من المخلوقين فيها ما دامت السموات والأرض مثل المخلوقات السفلية - ولذلك قال في موضع آخر والله يتجيد (أي بطبعه) كافي السموات وما  
 دونها

عليه نظام العالم \* واصول حفظ الاقوام وبقاء الامم \* وطلبوا فيها آيات الله البالغة النافعة التي  
تقدم ذكرها \* وصاروا بالحق من عباد الله المؤمنين المتفكرين العالمين العاقلين  
الموقنين المتقين \* واتخذتم آيات الله المتقدمة هزواً وبخراً \* وما سعيتم ان تحرفوها  
لتعلموا منها من شيء \* وقلتم ما انزل الله علينا فيها من امر ومن في \* فما في خلق السموات والارض  
من آيات لقوم يتفكرون \* ومن علم لقوم يعلمون \* ومن اتقاء لقوم يتقون \* بل كفانا ما  
دون الفقهاء منا وعلماءنا من طرق الظهارة واساليب الاستنباط ومسائل الاستحاضة والنفاس  
وغيرها من العلوم الشرعية التي لا بد للانسان من علمها لتحقيق النجاة وحصول رضوان الله في الآخرة  
وما كان لنا ان نعلم ما المماثلة بيننا وبين ائمة الدواب والطير \* الا اننا نعتقد ان الله ما غادر  
وما فرط في قرائنا من شيء الا وعلمها فيه \* فلا يجب علينا ان نعلم كل ما جاء في كتابنا الا ما يكفينا  
للنجاة \* فنحن نرى ما النجاة في نعمكم \* وما رضوان الله في ظنكم ان كنتم صدقين \* فكذلك  
بآيات الله بالحق \* والذين كنوا بايتنا صموا وبكم في الظلمات من يشاء الله يضلله ومن يشاء الله  
على صراط مستقيم (٣٩: ١٧) \* فيا حاسل القرآن العظيم ويا من يزعمون انهم على صراط مستقيم  
من الذين المتين \* وانهم يعلمون القرآن ويتلون كتب الله من دون العلمين \* انما انتم يا حق  
بصمكم في الظلمات بتكذيب هذه الآيات \* امر لا ضللتكم عن الصراط والحكماء الغربيون  
قد اقتبسوا نورهم منها ورفعوا انفسهم عليكم ورجت \* انتم عرفتم ما معناها \* وفهمتم  
مقاصدها ومعارفها \* وتعلمتم ما علمها وحكمتها \* ام الذين اكتسبوا الفضائل من حقيقة  
الله التي عرضها السموات والارض بعد ان تفكروا في خلقها مدة عمرهم \* واسبغوا نعمه تعالى  
الظاهرة والباطنة على انفسهم \* وهذا الى الصراط المستقيم صراط الذين انعم الله عليهم

(المعقبة من الصفحة ٣٩) في الارض من آية وللكليلة وهم لا يستعملونها بخلاف ذلك من قديم ويضعون ما يؤمنون به (٥٠: ١٧) وبعد ذلك  
قال في هذه السورة: انكم في الانعام لعبادة \* وبعد ذلك قال في العمل فاستبكت سبل ربات ذلك (٧٥: ١٧) ونظر الى اطلاق مطالب الآية واهميتها  
قال: وقالوا لا نزل علينا آية (اي ما يبعد في العادة) حتى ندينهم قل ان الله قادر على ان ينزل آية (اي اعلمهم من قلوبهم) ولكن انهم لا يعلمون (اي ما معناها  
الباقى)



لغوم آخرين \* انما قال الله لكم في القرآن ان الله انزل من السماء ماء \* فاخرجنا به ثمرات  
 مختلفا لوانها \* ومن الجبال جدد بيض وحمر مختلف لوانها وعرايب سود \* ومن الناس  
 الذوات والاعوام مختلف لوانه كذلك انما يخشى الله من عباده العلماء ان الله عزيز  
 غفور (٣٨-٢٤-٢٨) \* افجهلاؤكم الذين لم يعرفوا الماء \* ولم يتدبروا ثمرات الارض  
 ولم يميزوا بين لوانها المختلفة \* ولم يسيروا في الجبال ليعلموا جد ها البيض والحمر \* ولم يجرثوا  
 طبقها السود النافعة التي احرقها الغرب فاصلمها واقلح \* والذين لم يفرقوا بين لوان الناس  
 والذوات وغيرها من خلق الله \* اهم حريون بان يستموا العلماء ام الغريبيون الذين جعلوا على  
 الارض سافلها \* وبدلوا سافلها بعاليها \* وصعيد ها بجزها \* وغوروا في بطنها \* وصعدوا على  
 جبالها \* ولم يغادروا من الارض شيئا الا عرفوا احسنها وقبحها \* وزينوا الارض بزخارفها وحلوا  
 بحلية العلم والايجاد والفضل والرحمة \* الذين احسنوا في هذه الدنيا علما وعلماء واصباحا  
 بالهم في الدنيا والاخرة فانتوني بشهادة علمكم ان كنتم صدقين \* انا نتم اجدون بهذا  
 اللقب في قلوبكم على جهالتكم الشاقة المتعدية \* واذاها نكم المختلة الخالية \* وبراهينكم الشتى العظيمة  
 ومجتكم التي ليست باللغة او نافعة \* واجتهاد اكم المفرقة المشتته \* والبستكم المشعة وعائكم  
 المتطوية \* فاقوا برهانكم ان كنتم صدقين \* انما قال الله لكم في الكتب اننا جعلنا ما على الارض  
 زينة لها لنبلوهم ايهم احسن عملا (١٨: ٤٠) \* فنتبوني بما احسنتم في هذه الدنيا وما علمتم  
 وما الذي على الارض جعلتموه زينة لها \* فالغريبيون الذين تسمونهم الكفار بلسانكم وتظنونهم  
 اصحاب النار والمغضوبين عليهم في زعمكم قد ساقوا على بر هذه الارض فروسا من الخشب \* وفي جوارها  
 تماثيل من الحديد \* وتحت البحر حيتانا من الفلز \* وفي جوار السماء طيور من الرصاص  
 فينفخون فيها فتكون طيرا باذن الله يطير في الهواء كالشهاب الثاقب \* ويوقدون في افرانها و

مجاهرها فتجسى في البحر ليلا ونهارا كالحوت البهيموت \* ويقلد من مقاليدها فتسعى في الارض  
 كدابة الغابة \* وما كان فيكم مسحاة من علم هذه الجاثبات الغرائب \* لا اجد في صدوركم  
 اذها نكم من شئ الا ما يستحي منه ويستهن به العالمون \* فلا شاك انكم مخربون وتخذلون و  
 تغلبون في هذه الارض لانكم لم تقدر الله حق قدره \* ولم تعرفوه حق معرفته \* ولم تشكروه حق  
 شكره \* اتخذتم السموات الارض ما بينهما وما عليها باطلا وعبثا \* واحكام ربكم زهقا وهنلا \*  
 فابطلكم الله وازهقكم \* تسرون في الارض كالمخلوق المقهور \* وفي باركم كالاخلاق الاجلاف  
 تطمرون من دار الى دار من الضعف والذل خاسئين \* والمغربيون العالمون الذين عرفوا  
 ربهم بوساطة صحيفة الفطرة ودرسوا كتاب الله فهم الذين يطئون في الارض وطاة الغالب التي  
 تعيظكم وهم الذين ينالون منكم نيلا فتعضون انا ملكم عليهم من الغضب الاسف وتقولون ما  
 هذا الا انهم ارادوا الدنيا فجعل الله لهم في الدنيا ما شاء \* ونحن نريد الآخرة فما لهم من نصيب  
 في الآخرة ان شاء ربنا رب العالمين \* فناموا في غفلتكم ايها الضالون الجاهلون ! \* وموتوا  
 بغيبظكم على قوتهم فلا خلاق لكم فيما انتم تزعمون \* ان في صدوركم الاكبر وتفاخر بينكم  
 فموتوا في ضعفكم مفاخرين \* والله ما يشاء ربكم بهم ما شئتم ولا يرب انكم انتم في الآخرة  
 من المخذولين \* انما قال الله لكم وانزلنا الحديد فيه بآيتين مبينتين وَمَنَافِعُ لِلنَّاسِ لِيَعْلَمَ اللَّهُ  
 مَن يَنْصُرُهُ وَرُسُلَهُ بِالْغَيْبِ إِنَّ اللَّهَ قَوِيٌّ عَزِيزٌ (٢٥١٥) \* افاستمر امنتم بهذه الآية امر الكفار  
 القويون المعززون \* وانتم تخلقتم باخلاق الله القوي العزيز ام النصارى الوثنيون \* و  
 انتم استنفعتم من الحديد او الغريبيون الحديد دون السبل دون \* اولو بائس شين يذل الذين يحذرون  
 سكاكينهم وسيوفهم ليحذروا عليكم ويشددوكم فلا يستطيعون ان يتحاذوهم عاجزين \* و  
 يبتغون فضلا من الله في مناكب الارض وبه يرجون \* فقد علم الله انكم لا تنصرونه ولا رسله



بالغيب فالذي نصر نفسه من أعدائه فقد نصر الله \* صاحب القوة والعزة الذي لا حاجة  
 له بنصركم \* إلا أنه يشاء أن تنصروا أنفسكم غالبين \* والله لا يؤمن عند أحد إلا الذي  
 إذا أمم بهم البغي هم يتجهرون \* (٢٢: ٣٩) \* والذين داموا ماداموا في الأرض منصورين \* وأنتم  
 الأعلون إن كان فيكم من الأيمان فالمؤمنون لهم المنصورون \* (٤٢: ٢٤) \* وأن جندهم لهم العلويون \*  
 (٤٣: ٣١) \* فعملوا من هذا الفلز الجيب الغريب مغايرهم وعجايبهم \* وأعدوا أسلحتهم للحرب  
 القتال \* وألصقوا للجرح والدفاع \* والبنادق والمدافع للهجوم والدخول \* وصنعوا موازينهم  
 ومكائيلهم ومقائسهم وغيرها من آلات المراسد والتجارب \* وبنوا مراكزهم ومسكنهم وأثابيتهم \*  
 وحصنوا قلاعهم ومسالك خيلهم \* حتى الآن الله لهم الحديد كما كان لأود وملكه \* واسألهم  
 انهياراً من الذهب الفضة في الأرض \* وعملوا كل هذا ليعملوا أصناماً وليكونوا من  
 المفلحين \* فأنبتوني بما أصلمتم في هذه الدنيا \* وبما تشتركون به جنتكم في العقبي \* وما  
 يعلم علمائكم الجاهلون \* الذين لا يعلمون من شيء \* ولا يكون من قطير في هذه الأرض إلا  
 أنهم إذا جاءهم امر من الجهل واللغو إذعوا به ويحبون أن يشيعوا الزلل والمسكنة في أممهم \* ولا  
 يكادون يفقهون ما يريد الله بهم \* ويحرفون القرآن ليسكنوا شهواتهم \* ويبدلون معانيه  
 ليجمعوا خيراً وليجعلوا يسيراً لأنفسهم \* ويختصمون بينهم من الكبر والجهل وإدعاء العلم \* و  
 يجادلون في الله ليعرفوه وما هم بعاديه \* معجزين بينهم معاندين \* وما هم مثقال ذرة  
 من علم أعمال الله وصحيفة الفطرة أو قانونه وعادته \* لا يستطيعون أن يميزوا الأبيض من  
 الأسود \* ولا يكادون يعلمون الخشب من الحديد \* إلا أنهم يجهلون بادعائهم في الصرف الحق  
 ويرفعون أصواتهم لينادوا أنهم بلغوا الشئ مبلغهم في البلاغة والعرض والبذاءة واللغة وغيرها

هم كما قال الله عز وجل: وَلَقَدْ أَنشَأْنَا دَاوُدَ وَنَا فَضَّلًا إِذْ هُمَا نَاصِحَانِ ۖ هُمَا فِي السَّيْرِ وَأَتَاهُمَا الْمَلَكُ  
 إِذْ يَتَخَفَتَانِ يَحْزَنُونَ ۖ وَلَمَّا نَسُوا مَا فِيهِنَّ قُلُوا لَهُمَا هَاتِيهُمَا ۖ وَاسْجُدَا لَهُمَا ۖ وَاسْكُنَا لَهُمَا الْبَيْتَ ۖ وَنَزَّلْنَا فِيهِمَا  
 مِنْهُمَا عَنْ أَمْرِنَا ۖ فَمِنْ عَذَابِ اللَّهِ مَا يَتْلُونَ ۖ لَقَدْ أَنشَأْنَا دَاوُدَ وَنَا فَضَّلًا إِذْ هُمَا نَاصِحَانِ ۖ هُمَا فِي السَّيْرِ وَأَتَاهُمَا الْمَلَكُ  
 إِذْ يَتَخَفَتَانِ يَحْزَنُونَ ۖ وَلَمَّا نَسُوا مَا فِيهِنَّ قُلُوا لَهُمَا هَاتِيهُمَا ۖ وَاسْجُدَا لَهُمَا ۖ وَاسْكُنَا لَهُمَا الْبَيْتَ ۖ وَنَزَّلْنَا فِيهِمَا

من الفنون التي لا يجوز ان يقال لها علم فان العلم في لغة القرآن هو الذي يترشح من درس  
**الفطرة ومطالعة اعماله تعالى** . ما كان لله ان يسمى شيئا **العالم** ان اخترعه الانسان ولم  
تكن شهادة صدقه في خلقه . وما كان لكم ان تجادلوا في الله بهذا المبلغ . او تعلموا ما مشيئته  
بواسطة الصوف والنحو . او تدرسوا ما يريد بكم بواسطة اللغة والعروض . او تعرفوه بمنطقكم  
وصنائعكم واجتهاداتكم في الادب . فانه ما عرف احد ربه قط الا من عرف نفسه . ومن علم  
قدرته وحكمته بسعده وبصره . ومن تعقل ملكوته بقواده . ومن استعمل قوله واعضائه  
للله اعماله وقد طاقته . ومن عرفه فاولئك هم العالمون \* **ومن الناس من يجادل في الله**  
**بغير علم ويشبع كل شيطان قريداً كذب عليه انه من تولاة فانه يضلله ويهديه الى عذاب**  
**السعير** (٢٣٢-٢٣٠) \* فلا شك في ان علماءكم جادلوا في الله بغير علم وهدواكم الى ما انتم عليه  
بجهالهم . وهدواكم الى الدالة والمسكنة لتتوا هذه الدنيا ولتكونوا من الخذولين \* وكيف  
يتعجبون ان يفهمون كلام الله واقواله اذ لم يكن لهم من علم باعماله **والكم كيف تحكمون** \*  
فوالله ما تبين لعبد قط ما يعنى مولاة بكلامه واحكامه حتى درس العبد اعماله بامعان النظر علم  
ما يعمل المولى وما الذي يرضيه او يغيظه . وما عاداته وسنته . وما معموله واخلاقه . وما يرفع  
ويخفض . ويغفر ويعذب . وما فعل بالعباد الذين خلوا من قبله . ولما فعل \* ولما عاقب  
ولما دمر . فهذا علمه ومعرفته واشد قدره وشكره وحق عبادته ومبلغ طاعته \* **وحييها**  
**لو كنتم تعلمون** \* وما قال حاكم ابد الا ما يطابق بعلمه . وما عمل صلا الا ما يوافق بقوله \* فلا شك  
في ان علم اعمال الله هو العلم الذي يترشح عن كلامه وعلم كلامه هو الذي يعبد من اعماله \* وما  
فهم قوم كذابه حتى درسوا صحيفة الفطرة اشد درسا . ومن درس صحيفة الفطرة فقد درس قرانه  
ووجد قانونه \* **واطلع على اسره ونهيه وصدق به واولئك من العالمين** \* ايضا قال الله لكم

(البقرة من الصغرى ٢٣٠) **وكذلك من عبادي الشكور** (٢٣٢-٢٣٠) فقد بينت ههنا كيف الا ان الله المحيد لا يؤذوكم كما انرا يعملون من قومه جالجا (الباقى)

في اعدائكم ان اعدوا لله ما استطعتم من قوة ومن رباط الخيل ترهبون به عدو الله وعدوكم  
 والآخرين من دونهم لا تعلمونهم الله يعلمهم ٤٠ \* فكذب علماءكم هذه الآية \* وضلوكم  
 عن سبيله حين لم يدعوكم الى حكمتها \* ولم يحثوكم على جمع قوتكم \* ولم يحرضوكم على القتال و  
 الدفاع لترهبوا به اعدائكم \* ولا شك في انهم هددكم الى عذاب السعير \* منتصفين عن علمها و  
 حكمة الله النافعة البالغة التي تخفى فيها \* والمغربيون كلهم صدقوا بهذه الآية بالعمل وامنوا بها  
 ما استطاعوا \* وبدلوا خوفهم ايمانها \* واطاعوا الله ورسوله فصاروا من المفلحين \* في الدنيا  
 ولا شك انهم في الآخرة من عبادة المؤمنين \* فحضر الله لهم من الارض بحرها \* وسخر معهم  
 الجبال والانهار \* والماء والهواء والجماد والنار \* وسخر لهم البرق الذي يريكم خوارق دبرهم  
 طمعا \* والريح تجري بامرهم في البر والبحر \* والنار تحترق باذنهم \* والبلاد تضيء على حركة اصابعهم  
 وسخر وانعام الارض ليحملوا اوزارهم \* والذباب ليزداد وهو ريحاً ونفعاً \* وسخر وامثلكم من الجن  
 والناس ليخدموهم \* واسألوا على الارض عيوناً من الذهب والفضة والحديد اشياء التجارة  
 ليفروا كل ما بقي في الارض من الناس ما بقي من طرق معاشهم \* ومن البلاد وما بقي من اساليب  
 تهنئ بهم \* نظراً الى تاليف قلوب الرعية وسلب حقوقهم \* فوالله ما جاهد قوم قط في هذه  
 الدنيا مثل ما جاهد الغرب في زماننا هذا \* ولم يعرفوا الله مثل ما عرفوه \* ولم يقدروا مثل ما قدرنا  
 فكيف لا يؤذي الله اجنهم ويوقمهم حتى عبادتهم في الدنيا ويتم نعمته عليهم ان كانوا شاكرين \*  
 وكيف لا يستخلف في الارض الذين امنوا بالله بالحق وعملوا الصالحات انه شكور  
 حلیم \* فالملئكة اكثرهم سجدن لهذا القوم \* وملك البرق يخدمهم ليلا ونهاراً

(البقرة من الصفحة ٢٥) وكيف اثنان الله عين القطر بل كيف فعل الله كل هذا للمغربين الذين يعملون من هذا الضلالت الاشياء العجيبة  
 الغربية التي تقدم ذكرها فلا شك انهم يشكرون ويحمدون ربهم حتى شكره ويقبلون من قدره والرياح تجري بامرهم كما كان يجري في عهد النبي  
 وغيرها من الاعمال الذي ذكرت على هذه الصفحة - وسيأتي تفصيل الجن على صفحة ٤٨ - الخ من هذه الاقتناحية ١٢

ثم الاشارة الى قوله تعالى وعد الله الذين امنوا وصالحوا الصلوات ليستطعموهم في الارض كما استخلف الذين آمنوا من قبلهم ١٢٥٥

يسوق مراكبهم على الارض ويرسل رسالاتهم وبلاغاتهم من المغرب الى المشرق في طرفة العين  
ويضوئ بلادهم ومساكنهم بحركة اصابعهم \* ويجترأونهم لكي يروهم في الحرة \* ويجي مساكنتهم  
القر \* ويقدرهم على المكاملة بين البلاد في لمح البصر \* ليشكروا الله ويشنوا عليه \* فاطر السموات  
والارض جاعل الملكة رسلاً اولى <sup>١١٤</sup> <sup>١١٥</sup> <sup>١١٦</sup> <sup>١١٧</sup> <sup>١١٨</sup> <sup>١١٩</sup> <sup>١٢٠</sup> <sup>١٢١</sup> <sup>١٢٢</sup> <sup>١٢٣</sup> <sup>١٢٤</sup> <sup>١٢٥</sup> <sup>١٢٦</sup> <sup>١٢٧</sup> <sup>١٢٨</sup> <sup>١٢٩</sup> <sup>١٣٠</sup> <sup>١٣١</sup> <sup>١٣٢</sup> <sup>١٣٣</sup> <sup>١٣٤</sup> <sup>١٣٥</sup> <sup>١٣٦</sup> <sup>١٣٧</sup> <sup>١٣٨</sup> <sup>١٣٩</sup> <sup>١٤٠</sup> <sup>١٤١</sup> <sup>١٤٢</sup> <sup>١٤٣</sup> <sup>١٤٤</sup> <sup>١٤٥</sup> <sup>١٤٦</sup> <sup>١٤٧</sup> <sup>١٤٨</sup> <sup>١٤٩</sup> <sup>١٥٠</sup> <sup>١٥١</sup> <sup>١٥٢</sup> <sup>١٥٣</sup> <sup>١٥٤</sup> <sup>١٥٥</sup> <sup>١٥٦</sup> <sup>١٥٧</sup> <sup>١٥٨</sup> <sup>١٥٩</sup> <sup>١٦٠</sup> <sup>١٦١</sup> <sup>١٦٢</sup> <sup>١٦٣</sup> <sup>١٦٤</sup> <sup>١٦٥</sup> <sup>١٦٦</sup> <sup>١٦٧</sup> <sup>١٦٨</sup> <sup>١٦٩</sup> <sup>١٧٠</sup> <sup>١٧١</sup> <sup>١٧٢</sup> <sup>١٧٣</sup> <sup>١٧٤</sup> <sup>١٧٥</sup> <sup>١٧٦</sup> <sup>١٧٧</sup> <sup>١٧٨</sup> <sup>١٧٩</sup> <sup>١٨٠</sup> <sup>١٨١</sup> <sup>١٨٢</sup> <sup>١٨٣</sup> <sup>١٨٤</sup> <sup>١٨٥</sup> <sup>١٨٦</sup> <sup>١٨٧</sup> <sup>١٨٨</sup> <sup>١٨٩</sup> <sup>١٩٠</sup> <sup>١٩١</sup> <sup>١٩٢</sup> <sup>١٩٣</sup> <sup>١٩٤</sup> <sup>١٩٥</sup> <sup>١٩٦</sup> <sup>١٩٧</sup> <sup>١٩٨</sup> <sup>١٩٩</sup> <sup>٢٠٠</sup> <sup>٢٠١</sup> <sup>٢٠٢</sup> <sup>٢٠٣</sup> <sup>٢٠٤</sup> <sup>٢٠٥</sup> <sup>٢٠٦</sup> <sup>٢٠٧</sup> <sup>٢٠٨</sup> <sup>٢٠٩</sup> <sup>٢١٠</sup> <sup>٢١١</sup> <sup>٢١٢</sup> <sup>٢١٣</sup> <sup>٢١٤</sup> <sup>٢١٥</sup> <sup>٢١٦</sup> <sup>٢١٧</sup> <sup>٢١٨</sup> <sup>٢١٩</sup> <sup>٢٢٠</sup> <sup>٢٢١</sup> <sup>٢٢٢</sup> <sup>٢٢٣</sup> <sup>٢٢٤</sup> <sup>٢٢٥</sup> <sup>٢٢٦</sup> <sup>٢٢٧</sup> <sup>٢٢٨</sup> <sup>٢٢٩</sup> <sup>٢٣٠</sup> <sup>٢٣١</sup> <sup>٢٣٢</sup> <sup>٢٣٣</sup> <sup>٢٣٤</sup> <sup>٢٣٥</sup> <sup>٢٣٦</sup> <sup>٢٣٧</sup> <sup>٢٣٨</sup> <sup>٢٣٩</sup> <sup>٢٤٠</sup> <sup>٢٤١</sup> <sup>٢٤٢</sup> <sup>٢٤٣</sup> <sup>٢٤٤</sup> <sup>٢٤٥</sup> <sup>٢٤٦</sup> <sup>٢٤٧</sup> <sup>٢٤٨</sup> <sup>٢٤٩</sup> <sup>٢٥٠</sup> <sup>٢٥١</sup> <sup>٢٥٢</sup> <sup>٢٥٣</sup> <sup>٢٥٤</sup> <sup>٢٥٥</sup> <sup>٢٥٦</sup> <sup>٢٥٧</sup> <sup>٢٥٨</sup> <sup>٢٥٩</sup> <sup>٢٦٠</sup> <sup>٢٦١</sup> <sup>٢٦٢</sup> <sup>٢٦٣</sup> <sup>٢٦٤</sup> <sup>٢٦٥</sup> <sup>٢٦٦</sup> <sup>٢٦٧</sup> <sup>٢٦٨</sup> <sup>٢٦٩</sup> <sup>٢٧٠</sup> <sup>٢٧١</sup> <sup>٢٧٢</sup> <sup>٢٧٣</sup> <sup>٢٧٤</sup> <sup>٢٧٥</sup> <sup>٢٧٦</sup> <sup>٢٧٧</sup> <sup>٢٧٨</sup> <sup>٢٧٩</sup> <sup>٢٨٠</sup> <sup>٢٨١</sup> <sup>٢٨٢</sup> <sup>٢٨٣</sup> <sup>٢٨٤</sup> <sup>٢٨٥</sup> <sup>٢٨٦</sup> <sup>٢٨٧</sup> <sup>٢٨٨</sup> <sup>٢٨٩</sup> <sup>٢٩٠</sup> <sup>٢٩١</sup> <sup>٢٩٢</sup> <sup>٢٩٣</sup> <sup>٢٩٤</sup> <sup>٢٩٥</sup> <sup>٢٩٦</sup> <sup>٢٩٧</sup> <sup>٢٩٨</sup> <sup>٢٩٩</sup> <sup>٣٠٠</sup> <sup>٣٠١</sup> <sup>٣٠٢</sup> <sup>٣٠٣</sup> <sup>٣٠٤</sup> <sup>٣٠٥</sup> <sup>٣٠٦</sup> <sup>٣٠٧</sup> <sup>٣٠٨</sup> <sup>٣٠٩</sup> <sup>٣١٠</sup> <sup>٣١١</sup> <sup>٣١٢</sup> <sup>٣١٣</sup> <sup>٣١٤</sup> <sup>٣١٥</sup> <sup>٣١٦</sup> <sup>٣١٧</sup> <sup>٣١٨</sup> <sup>٣١٩</sup> <sup>٣٢٠</sup> <sup>٣٢١</sup> <sup>٣٢٢</sup> <sup>٣٢٣</sup> <sup>٣٢٤</sup> <sup>٣٢٥</sup> <sup>٣٢٦</sup> <sup>٣٢٧</sup> <sup>٣٢٨</sup> <sup>٣٢٩</sup> <sup>٣٣٠</sup> <sup>٣٣١</sup> <sup>٣٣٢</sup> <sup>٣٣٣</sup> <sup>٣٣٤</sup> <sup>٣٣٥</sup> <sup>٣٣٦</sup> <sup>٣٣٧</sup> <sup>٣٣٨</sup> <sup>٣٣٩</sup> <sup>٣٤٠</sup> <sup>٣٤١</sup> <sup>٣٤٢</sup> <sup>٣٤٣</sup> <sup>٣٤٤</sup> <sup>٣٤٥</sup> <sup>٣٤٦</sup> <sup>٣٤٧</sup> <sup>٣٤٨</sup> <sup>٣٤٩</sup> <sup>٣٥٠</sup> <sup>٣٥١</sup> <sup>٣٥٢</sup> <sup>٣٥٣</sup> <sup>٣٥٤</sup> <sup>٣٥٥</sup> <sup>٣٥٦</sup> <sup>٣٥٧</sup> <sup>٣٥٨</sup> <sup>٣٥٩</sup> <sup>٣٦٠</sup> <sup>٣٦١</sup> <sup>٣٦٢</sup> <sup>٣٦٣</sup> <sup>٣٦٤</sup> <sup>٣٦٥</sup> <sup>٣٦٦</sup> <sup>٣٦٧</sup> <sup>٣٦٨</sup> <sup>٣٦٩</sup> <sup>٣٧٠</sup> <sup>٣٧١</sup> <sup>٣٧٢</sup> <sup>٣٧٣</sup> <sup>٣٧٤</sup> <sup>٣٧٥</sup> <sup>٣٧٦</sup> <sup>٣٧٧</sup> <sup>٣٧٨</sup> <sup>٣٧٩</sup> <sup>٣٨٠</sup> <sup>٣٨١</sup> <sup>٣٨٢</sup> <sup>٣٨٣</sup> <sup>٣٨٤</sup> <sup>٣٨٥</sup> <sup>٣٨٦</sup> <sup>٣٨٧</sup> <sup>٣٨٨</sup> <sup>٣٨٩</sup> <sup>٣٩٠</sup> <sup>٣٩١</sup> <sup>٣٩٢</sup> <sup>٣٩٣</sup> <sup>٣٩٤</sup> <sup>٣٩٥</sup> <sup>٣٩٦</sup> <sup>٣٩٧</sup> <sup>٣٩٨</sup> <sup>٣٩٩</sup> <sup>٤٠٠</sup> <sup>٤٠١</sup> <sup>٤٠٢</sup> <sup>٤٠٣</sup> <sup>٤٠٤</sup> <sup>٤٠٥</sup> <sup>٤٠٦</sup> <sup>٤٠٧</sup> <sup>٤٠٨</sup> <sup>٤٠٩</sup> <sup>٤١٠</sup> <sup>٤١١</sup> <sup>٤١٢</sup> <sup>٤١٣</sup> <sup>٤١٤</sup> <sup>٤١٥</sup> <sup>٤١٦</sup> <sup>٤١٧</sup> <sup>٤١٨</sup> <sup>٤١٩</sup> <sup>٤٢٠</sup> <sup>٤٢١</sup> <sup>٤٢٢</sup> <sup>٤٢٣</sup> <sup>٤٢٤</sup> <sup>٤٢٥</sup> <sup>٤٢٦</sup> <sup>٤٢٧</sup> <sup>٤٢٨</sup> <sup>٤٢٩</sup> <sup>٤٣٠</sup> <sup>٤٣١</sup> <sup>٤٣٢</sup> <sup>٤٣٣</sup> <sup>٤٣٤</sup> <sup>٤٣٥</sup> <sup>٤٣٦</sup> <sup>٤٣٧</sup> <sup>٤٣٨</sup> <sup>٤٣٩</sup> <sup>٤٤٠</sup> <sup>٤٤١</sup> <sup>٤٤٢</sup> <sup>٤٤٣</sup> <sup>٤٤٤</sup> <sup>٤٤٥</sup> <sup>٤٤٦</sup> <sup>٤٤٧</sup> <sup>٤٤٨</sup> <sup>٤٤٩</sup> <sup>٤٥٠</sup> <sup>٤٥١</sup> <sup>٤٥٢</sup> <sup>٤٥٣</sup> <sup>٤٥٤</sup> <sup>٤٥٥</sup> <sup>٤٥٦</sup> <sup>٤٥٧</sup> <sup>٤٥٨</sup> <sup>٤٥٩</sup> <sup>٤٦٠</sup> <sup>٤٦١</sup> <sup>٤٦٢</sup> <sup>٤٦٣</sup> <sup>٤٦٤</sup> <sup>٤٦٥</sup> <sup>٤٦٦</sup> <sup>٤٦٧</sup> <sup>٤٦٨</sup> <sup>٤٦٩</sup> <sup>٤٧٠</sup> <sup>٤٧١</sup> <sup>٤٧٢</sup> <sup>٤٧٣</sup> <sup>٤٧٤</sup> <sup>٤٧٥</sup> <sup>٤٧٦</sup> <sup>٤٧٧</sup> <sup>٤٧٨</sup> <sup>٤٧٩</sup> <sup>٤٨٠</sup> <sup>٤٨١</sup> <sup>٤٨٢</sup> <sup>٤٨٣</sup> <sup>٤٨٤</sup> <sup>٤٨٥</sup> <sup>٤٨٦</sup> <sup>٤٨٧</sup> <sup>٤٨٨</sup> <sup>٤٨٩</sup> <sup>٤٩٠</sup> <sup>٤٩١</sup> <sup>٤٩٢</sup> <sup>٤٩٣</sup> <sup>٤٩٤</sup> <sup>٤٩٥</sup> <sup>٤٩٦</sup> <sup>٤٩٧</sup> <sup>٤٩٨</sup> <sup>٤٩٩</sup> <sup>٥٠٠</sup> <sup>٥٠١</sup> <sup>٥٠٢</sup> <sup>٥٠٣</sup> <sup>٥٠٤</sup> <sup>٥٠٥</sup> <sup>٥٠٦</sup> <sup>٥٠٧</sup> <sup>٥٠٨</sup> <sup>٥٠٩</sup> <sup>٥١٠</sup> <sup>٥١١</sup> <sup>٥١٢</sup> <sup>٥١٣</sup> <sup>٥١٤</sup> <sup>٥١٥</sup> <sup>٥١٦</sup> <sup>٥١٧</sup> <sup>٥١٨</sup> <sup>٥١٩</sup> <sup>٥٢٠</sup> <sup>٥٢١</sup> <sup>٥٢٢</sup> <sup>٥٢٣</sup> <sup>٥٢٤</sup> <sup>٥٢٥</sup> <sup>٥٢٦</sup> <sup>٥٢٧</sup> <sup>٥٢٨</sup> <sup>٥٢٩</sup> <sup>٥٣٠</sup> <sup>٥٣١</sup> <sup>٥٣٢</sup> <sup>٥٣٣</sup> <sup>٥٣٤</sup> <sup>٥٣٥</sup> <sup>٥٣٦</sup> <sup>٥٣٧</sup> <sup>٥٣٨</sup> <sup>٥٣٩</sup> <sup>٥٤٠</sup> <sup>٥٤١</sup> <sup>٥٤٢</sup> <sup>٥٤٣</sup> <sup>٥٤٤</sup> <sup>٥٤٥</sup> <sup>٥٤٦</sup> <sup>٥٤٧</sup> <sup>٥٤٨</sup> <sup>٥٤٩</sup> <sup>٥٥٠</sup> <sup>٥٥١</sup> <sup>٥٥٢</sup> <sup>٥٥٣</sup> <sup>٥٥٤</sup> <sup>٥٥٥</sup> <sup>٥٥٦</sup> <sup>٥٥٧</sup> <sup>٥٥٨</sup> <sup>٥٥٩</sup> <sup>٥٦٠</sup> <sup>٥٦١</sup> <sup>٥٦٢</sup> <sup>٥٦٣</sup> <sup>٥٦٤</sup> <sup>٥٦٥</sup> <sup>٥٦٦</sup> <sup>٥٦٧</sup> <sup>٥٦٨</sup> <sup>٥٦٩</sup> <sup>٥٧٠</sup> <sup>٥٧١</sup> <sup>٥٧٢</sup> <sup>٥٧٣</sup> <sup>٥٧٤</sup> <sup>٥٧٥</sup> <sup>٥٧٦</sup> <sup>٥٧٧</sup> <sup>٥٧٨</sup> <sup>٥٧٩</sup> <sup>٥٨٠</sup> <sup>٥٨١</sup> <sup>٥٨٢</sup> <sup>٥٨٣</sup> <sup>٥٨٤</sup> <sup>٥٨٥</sup> <sup>٥٨٦</sup> <sup>٥٨٧</sup> <sup>٥٨٨</sup> <sup>٥٨٩</sup> <sup>٥٩٠</sup> <sup>٥٩١</sup> <sup>٥٩٢</sup> <sup>٥٩٣</sup> <sup>٥٩٤</sup> <sup>٥٩٥</sup> <sup>٥٩٦</sup> <sup>٥٩٧</sup> <sup>٥٩٨</sup> <sup>٥٩٩</sup> <sup>٦٠٠</sup> <sup>٦٠١</sup> <sup>٦٠٢</sup> <sup>٦٠٣</sup> <sup>٦٠٤</sup> <sup>٦٠٥</sup> <sup>٦٠٦</sup> <sup>٦٠٧</sup> <sup>٦٠٨</sup> <sup>٦٠٩</sup> <sup>٦١٠</sup> <sup>٦١١</sup> <sup>٦١٢</sup> <sup>٦١٣</sup> <sup>٦١٤</sup> <sup>٦١٥</sup> <sup>٦١٦</sup> <sup>٦١٧</sup> <sup>٦١٨</sup> <sup>٦١٩</sup> <sup>٦٢٠</sup> <sup>٦٢١</sup> <sup>٦٢٢</sup> <sup>٦٢٣</sup> <sup>٦٢٤</sup> <sup>٦٢٥</sup> <sup>٦٢٦</sup> <sup>٦٢٧</sup> <sup>٦٢٨</sup> <sup>٦٢٩</sup> <sup>٦٣٠</sup> <sup>٦٣١</sup> <sup>٦٣٢</sup> <sup>٦٣٣</sup> <sup>٦٣٤</sup> <sup>٦٣٥</sup> <sup>٦٣٦</sup> <sup>٦٣٧</sup> <sup>٦٣٨</sup> <sup>٦٣٩</sup> <sup>٦٤٠</sup> <sup>٦٤١</sup> <sup>٦٤٢</sup> <sup>٦٤٣</sup> <sup>٦٤٤</sup> <sup>٦٤٥</sup> <sup>٦٤٦</sup> <sup>٦٤٧</sup> <sup>٦٤٨</sup> <sup>٦٤٩</sup> <sup>٦٥٠</sup> <sup>٦٥١</sup> <sup>٦٥٢</sup> <sup>٦٥٣</sup> <sup>٦٥٤</sup> <sup>٦٥٥</sup> <sup>٦٥٦</sup> <sup>٦٥٧</sup> <sup>٦٥٨</sup> <sup>٦٥٩</sup> <sup>٦٦٠</sup> <sup>٦٦١</sup> <sup>٦٦٢</sup> <sup>٦٦٣</sup> <sup>٦٦٤</sup> <sup>٦٦٥</sup> <sup>٦٦٦</sup> <sup>٦٦٧</sup> <sup>٦٦٨</sup> <sup>٦٦٩</sup> <sup>٦٧٠</sup> <sup>٦٧١</sup> <sup>٦٧٢</sup> <sup>٦٧٣</sup> <sup>٦٧٤</sup> <sup>٦٧٥</sup> <sup>٦٧٦</sup> <sup>٦٧٧</sup> <sup>٦٧٨</sup> <sup>٦٧٩</sup> <sup>٦٨٠</sup> <sup>٦٨١</sup> <sup>٦٨٢</sup> <sup>٦٨٣</sup> <sup>٦٨٤</sup> <sup>٦٨٥</sup> <sup>٦٨٦</sup> <sup>٦٨٧</sup> <sup>٦٨٨</sup> <sup>٦٨٩</sup> <sup>٦٩٠</sup> <sup>٦٩١</sup> <sup>٦٩٢</sup> <sup>٦٩٣</sup> <sup>٦٩٤</sup> <sup>٦٩٥</sup> <sup>٦٩٦</sup> <sup>٦٩٧</sup> <sup>٦٩٨</sup> <sup>٦٩٩</sup> <sup>٧٠٠</sup> <sup>٧٠١</sup> <sup>٧٠٢</sup> <sup>٧٠٣</sup> <sup>٧٠٤</sup> <sup>٧٠٥</sup> <sup>٧٠٦</sup> <sup>٧٠٧</sup> <sup>٧٠٨</sup> <sup>٧٠٩</sup> <sup>٧١٠</sup> <sup>٧١١</sup> <sup>٧١٢</sup> <sup>٧١٣</sup> <sup>٧١٤</sup> <sup>٧١٥</sup> <sup>٧١٦</sup> <sup>٧١٧</sup> <sup>٧١٨</sup> <sup>٧١٩</sup> <sup>٧٢٠</sup> <sup>٧٢١</sup> <sup>٧٢٢</sup> <sup>٧٢٣</sup> <sup>٧٢٤</sup> <sup>٧٢٥</sup> <sup>٧٢٦</sup> <sup>٧٢٧</sup> <sup>٧٢٨</sup> <sup>٧٢٩</sup> <sup>٧٣٠</sup> <sup>٧٣١</sup> <sup>٧٣٢</sup> <sup>٧٣٣</sup> <sup>٧٣٤</sup> <sup>٧٣٥</sup> <sup>٧٣٦</sup> <sup>٧٣٧</sup> <sup>٧٣٨</sup> <sup>٧٣٩</sup> <sup>٧٤٠</sup> <sup>٧٤١</sup> <sup>٧٤٢</sup> <sup>٧٤٣</sup> <sup>٧٤٤</sup> <sup>٧٤٥</sup> <sup>٧٤٦</sup> <sup>٧٤٧</sup> <sup>٧٤٨</sup> <sup>٧٤٩</sup> <sup>٧٥٠</sup> <sup>٧٥١</sup> <sup>٧٥٢</sup> <sup>٧٥٣</sup> <sup>٧٥٤</sup> <sup>٧٥٥</sup> <sup>٧٥٦</sup> <sup>٧٥٧</sup> <sup>٧٥٨</sup> <sup>٧٥٩</sup> <sup>٧٦٠</sup> <sup>٧٦١</sup> <sup>٧٦٢</sup> <sup>٧٦٣</sup> <sup>٧٦٤</sup> <sup>٧٦٥</sup> <sup>٧٦٦</sup> <sup>٧٦٧</sup> <sup>٧٦٨</sup> <sup>٧٦٩</sup> <sup>٧٧٠</sup> <sup>٧٧١</sup> <sup>٧٧٢</sup> <sup>٧٧٣</sup> <sup>٧٧٤</sup> <sup>٧٧٥</sup> <sup>٧٧٦</sup> <sup>٧٧٧</sup> <sup>٧٧٨</sup> <sup>٧٧٩</sup> <sup>٧٨٠</sup> <sup>٧٨١</sup> <sup>٧٨٢</sup> <sup>٧٨٣</sup> <sup>٧٨٤</sup> <sup>٧٨٥</sup> <sup>٧٨٦</sup> <sup>٧٨٧</sup> <sup>٧٨٨</sup> <sup>٧٨٩</sup> <sup>٧٩٠</sup> <sup>٧٩١</sup> <sup>٧٩٢</sup> <sup>٧٩٣</sup> <sup>٧٩٤</sup> <sup>٧٩٥</sup> <sup>٧٩٦</sup> <sup>٧٩٧</sup> <sup>٧٩٨</sup> <sup>٧٩٩</sup> <sup>٨٠٠</sup> <sup>٨٠١</sup> <sup>٨٠٢</sup> <sup>٨٠٣</sup> <sup>٨٠٤</sup> <sup>٨٠٥</sup> <sup>٨٠٦</sup> <sup>٨٠٧</sup> <sup>٨٠٨</sup> <sup>٨٠٩</sup> <sup>٨١٠</sup> <sup>٨١١</sup> <sup>٨١٢</sup> <sup>٨١٣</sup> <sup>٨١٤</sup> <sup>٨١٥</sup> <sup>٨١٦</sup> <sup>٨١٧</sup> <sup>٨١٨</sup> <sup>٨١٩</sup> <sup>٨٢٠</sup> <sup>٨٢١</sup> <sup>٨٢٢</sup> <sup>٨٢٣</sup> <sup>٨٢٤</sup> <sup>٨٢٥</sup> <sup>٨٢٦</sup> <sup>٨٢٧</sup> <sup>٨٢٨</sup> <sup>٨٢٩</sup> <sup>٨٣٠</sup> <sup>٨٣١</sup> <sup>٨٣٢</sup> <sup>٨٣٣</sup> <sup>٨٣٤</sup> <sup>٨٣٥</sup> <sup>٨٣٦</sup> <sup>٨٣٧</sup> <sup>٨٣٨</sup> <sup>٨٣٩</sup> <sup>٨٤٠</sup> <sup>٨٤١</sup> <sup>٨٤٢</sup> <sup>٨٤٣</sup> <sup>٨٤٤</sup> <sup>٨٤٥</sup> <sup>٨٤٦</sup> <sup>٨٤٧</sup> <sup>٨٤٨</sup> <sup>٨٤٩</sup> <sup>٨٥٠</sup> <sup>٨٥١</sup> <sup>٨٥٢</sup> <sup>٨٥٣</sup> <sup>٨٥٤</sup> <sup>٨٥٥</sup> <sup>٨٥٦</sup> <sup>٨٥٧</sup> <sup>٨٥٨</sup> <sup>٨٥٩</sup> <sup>٨٦٠</sup> <sup>٨٦١</sup> <sup>٨٦٢</sup> <sup>٨٦٣</sup> <sup>٨٦٤</sup> <sup>٨٦٥</sup> <sup>٨٦٦</sup> <sup>٨٦٧</sup> <sup>٨٦٨</sup> <sup>٨٦٩</sup> <sup>٨٧٠</sup> <sup>٨٧١</sup> <sup>٨٧٢</sup> <sup>٨٧٣</sup> <sup>٨٧٤</sup> <sup>٨٧٥</sup> <sup>٨٧٦</sup> <sup>٨٧٧</sup> <sup>٨٧٨</sup> <sup>٨٧٩</sup> <sup>٨٨٠</sup> <sup>٨٨١</sup> <sup>٨٨٢</sup> <sup>٨٨٣</sup> <sup>٨٨٤</sup> <sup>٨٨٥</sup> <sup>٨٨٦</sup> <sup>٨٨٧</sup> <sup>٨٨٨</sup> <sup>٨٨٩</sup> <sup>٨٩٠</sup> <sup>٨٩١</sup> <sup>٨٩٢</sup> <sup>٨٩٣</sup> <sup>٨٩٤</sup> <sup>٨٩٥</sup> <sup>٨٩٦</sup> <sup>٨٩٧</sup> <sup>٨٩٨</sup> <sup>٨٩٩</sup> <sup>٩٠٠</sup> <sup>٩٠١</sup> <sup>٩٠٢</sup> <sup>٩٠٣</sup> <sup>٩٠٤</sup> <sup>٩٠٥</sup> <sup>٩٠٦</sup> <sup>٩٠٧</sup> <sup>٩٠٨</sup> <sup>٩٠٩</sup> <sup>٩١٠</sup> <sup>٩١١</sup> <sup>٩١٢</sup> <sup>٩١٣</sup> <sup>٩١٤</sup> <sup>٩١٥</sup> <sup>٩١٦</sup> <sup>٩١٧</sup> <sup>٩١٨</sup> <sup>٩١٩</sup> <sup>٩٢٠</sup> <sup>٩٢١</sup> <sup>٩٢٢</sup> <sup>٩٢٣</sup> <sup>٩٢٤</sup> <sup>٩٢٥</sup> <sup>٩٢٦</sup> <sup>٩٢٧</sup> <sup>٩٢٨</sup> <sup>٩٢٩</sup> <sup>٩٣٠</sup> <sup>٩٣١</sup> <sup>٩٣٢</sup> <sup>٩٣٣</sup> <sup>٩٣٤</sup> <sup>٩٣٥</sup> <sup>٩٣٦</sup> <sup>٩٣٧</sup> <sup>٩٣٨</sup> <sup>٩٣٩</sup> <sup>٩٤٠</sup> <sup>٩٤١</sup> <sup>٩٤٢</sup> <sup>٩٤٣</sup> <sup>٩٤٤</sup> <sup>٩٤٥</sup> <sup>٩٤٦</sup> <sup>٩٤٧</sup> <sup>٩٤٨</sup> <sup>٩٤٩</sup> <sup>٩٥٠</sup> <sup>٩٥١</sup> <sup>٩٥٢</sup> <sup>٩٥٣</sup> <sup>٩٥٤</sup> <sup>٩٥٥</sup> <sup>٩٥٦</sup> <sup>٩٥٧</sup> <sup>٩٥٨</sup> <sup>٩٥٩</sup> <sup>٩٦٠</sup> <sup>٩٦١</sup> <sup>٩٦٢</sup> <sup>٩٦٣</sup> <sup>٩٦٤</sup> <sup>٩٦٥</sup> <sup>٩٦٦</sup> <sup>٩٦٧</sup> <sup>٩٦٨</sup> <sup>٩٦٩</sup> <sup>٩٧٠</sup> <sup>٩٧١</sup> <sup>٩٧٢</sup> <sup>٩٧٣</sup> <sup>٩٧٤</sup> <sup>٩٧٥</sup> <sup>٩٧٦</sup> <sup>٩٧٧</sup> <sup>٩٧٨</sup> <sup>٩٧٩</sup> <sup>٩٨٠</sup> <sup>٩٨١</sup> <sup>٩٨٢</sup> <sup>٩٨٣</sup> <sup>٩٨٤</sup> <sup>٩٨٥</sup> <sup>٩٨٦</sup> <sup>٩٨٧</sup> <sup>٩٨٨</sup> <sup>٩٨٩</sup> <sup>٩٩٠</sup> <sup>٩٩١</sup> <sup>٩٩٢</sup> <sup>٩٩٣</sup> <sup>٩٩٤</sup> <sup>٩٩٥</sup> <sup>٩٩٦</sup> <sup>٩٩٧</sup> <sup>٩٩٨</sup> <sup>٩٩٩</sup> <sup>١٠٠٠</sup> <sup>١٠٠١</sup> <sup>١٠٠٢</sup> <sup>١٠٠٣</sup> <sup>١٠٠٤</sup> <sup>١٠٠٥</sup> <sup>١٠٠٦</sup> <sup>١٠٠٧</sup> <sup>١٠٠٨</sup> <sup>١٠٠٩</sup> <sup>١٠١٠</sup> <sup>١٠١١</sup> <sup>١٠١٢</sup> <sup>١٠١٣</sup> <sup>١٠١٤</sup> <sup>١٠١٥</sup> <sup>١٠١٦</sup> <sup>١٠١٧</sup> <sup>١٠١٨</sup> <sup>١٠١٩</sup> <sup>١٠٢٠</sup> <sup>١٠٢١</sup> <sup>١٠٢٢</sup> <sup>١٠٢٣</sup> <sup>١٠٢٤</sup> <sup>١٠٢٥</sup> <sup>١٠٢٦</sup> <sup>١٠٢٧</sup> <sup>١٠٢٨</sup> <sup>١٠٢٩</sup> <sup>١٠٣٠</sup> <sup>١٠٣١</sup> <sup>١٠٣٢</sup> <sup>١٠٣٣</sup> <sup>١٠٣٤</sup> <sup>١٠٣٥</sup> <sup>١٠٣٦</sup> <sup>١٠٣٧</sup> <sup>١٠٣٨</sup> <sup>١٠٣٩</sup> <sup>١٠٤٠</sup> <sup>١٠٤١</sup> <sup>١٠٤٢</sup> <sup>١٠٤٣</sup> <sup>١٠٤٤</sup> <sup>١٠٤٥</sup> <sup>١٠٤٦</sup> <sup>١٠٤٧</sup> <sup>١٠٤٨</sup> <sup>١٠٤٩</sup> <sup>١٠٥٠</sup> <sup>١٠٥١</sup> <sup>١٠٥٢</sup> <sup>١٠٥٣</sup> <sup>١٠٥٤</sup> <sup>١٠٥٥</sup> <sup>١٠٥٦</sup> <sup>١٠٥٧</sup> <sup>١٠٥٨</sup> <sup>١٠٥٩</sup> <sup>١٠٦٠</sup> <sup>١٠٦١</sup> <sup>١٠٦٢</sup> <sup>١٠٦٣</sup> <sup>١٠٦٤</sup> <sup>١٠٦٥</sup> <sup>١٠٦٦</sup> <sup>١٠٦٧</sup> <sup>١٠٦٨</sup> <sup>١٠٦٩</sup> <sup>١٠٧٠</sup> <sup>١٠٧١</sup> <sup>١٠٧٢</sup> <sup>١٠٧٣</sup> <sup>١٠٧٤</sup> <sup>١٠٧٥</sup> <sup>١٠٧٦</sup> <sup>١٠٧٧</sup> <sup>١٠٧٨</sup> <sup>١٠٧٩</sup> <sup>١٠٨٠</sup> <sup>١٠٨١</sup> <sup>١٠٨٢</sup> <sup>١٠٨٣</sup> <sup>١٠٨٤</sup> <sup>١٠٨٥</sup> <sup>١٠٨٦</sup> <sup>١٠٨٧</sup> <sup>١٠٨٨</sup> <sup>١٠٨٩</sup> <sup>١٠٩٠</sup> <sup>١٠٩١</sup> <sup>١٠٩٢</sup> <sup>١٠٩٣</sup> <sup>١٠٩٤</sup> <sup>١٠٩٥</sup> <sup>١٠٩٦</sup> <sup>١٠٩٧</sup> <sup>١٠٩٨</sup> <sup>١٠٩٩</sup> <sup>١١٠٠</sup> <sup>١١٠١</sup> <sup>١١٠٢</sup> <sup>١١٠٣</sup> <sup>١١٠٤</sup> <sup>١١٠٥</sup> <sup>١١٠٦</sup> <sup>١١٠٧</sup> <sup>١١٠٨</sup> <sup>١١٠٩</sup> <sup>١١١٠</sup> <sup>١١١١</sup> <sup>١١</sup>

الْمَلَائِكَةُ لَا يَسْجُدُونَ لَكُمْ الْآنَ وَيَقُولُونَ نَحْنُ خَيْرٌ مِنْكُمْ خُلِقْنَا مِنْ طِينٍ فَاحْضَرُوا لَنَا آيَاتِكُمْ  
 نَسْتَحْجِجْ بِهَا وَنَقْدُسَ \* وَلَا تَطِيعُ مَنْ لَا يَطِيعُ رَبَّ الْعَالَمِينَ \* وَتِلْكَ الْأَمْثَالُ لِنُظَرِ بِهَا لِلنَّاسِ مَا يَعْقِلُهَا  
 إِلَّا الْعَالَمُونَ \* (٢٣: ٢٥) \* فَيَا أَيُّهَا الْمُسْلِمُونَ الْجَاهِلُونَ الْمُسْتَضْعَفُونَ الْمُعَاصِرُونَ ! ارْوَى مَا ذَا احْسَنْتُمْ  
 هَذِهِ الدُّنْيَا \* وَمَا سَعَيْتُمْ فِيهَا \* مَا الَّذِي فِي الْأَرْضِ يَسْجُدُ لَكُمْ \* وَمَا الَّذِي سَخَّرْتُمُوهُ لِيَنْفَعَكُمْ \* مَا اسْتَنْفَعْتُمْ مِنْ  
 الْحَدِيدِ \* وَمَا اخَذْتُمْ مِنَ الْجَدِّ السَّوْدِ وَالْبَيْضِ \* مَا اسْتَنْبَطْتُمْ مِنَ الْفَطْرَةِ \* وَمَا اسْتَقْرَعْتُمْ مِنَ الْعَادَةِ \* إِلَّا أَنْكُمْ  
 اتَّخَذْتُمْ أَنْتُمْ وَعُلَمَاؤُكُمْ كِتَابَ اللَّهِ هَزْأً وَنَحْزًا \* وَدِينَهُ لَهُوَ أَوْعِيًا \* وَطَرْتَهُ بَاطِلًا وَعَبَثًا \* وَمَلَائِكَتُهُ هَزْلًا  
 وَهَجْرًا \* فَتَجْرُونَ بِالْقُرْآنِ وَحِكْمَتِهِ \* وَتَنْبَذُونَ وَرَاءَكُمْ عِلْمَهُ وَنَبُوءَتَهُ \* مَظَاهِيرِينَ بِكَمَا نَكُمُ شَيْءًا فِي حِكْمَتِهِ  
 وَنَبَايَاهُ عَلَى اللَّهِ مَا أَنْزَلَ اللَّهُ عَلَى بَشِيرٍ مِنْ شَيْءٍ \* (٢٣: ١٧) \* وَشَاهِدِينَ بِتَحْقِيرِكُمْ أَشْيَاءَ الْفَطْرَةِ عَلَى اللَّهِ مَا  
 خَلَقَ اللَّهُ فِي السَّمَوَاتِ وَالْأَرْضِ مِنْ شَيْءٍ \* فَلَا وَاللَّهِ أَنْتُمْ قَوْمٌ يَتَجَبَّلُونَ \* انْظُرُوا أَنْتُمْ تَحْسِنُونَ فِي هَذِهِ  
 وَإِنَّ الْمَغْرِبِينَ هُمُ الْحَسْرُونَ \* قُلْ هَلْ نُنَبِّئُكُمْ بِالْأَخْسَرِينَ أَعْمَالًا \* الَّذِينَ ضَلَّ سَعْيُهُمْ فِي  
 الْحَيَاةِ الدُّنْيَا وَهُمْ يُحْسِبُونَ أَنَّهُمْ يُحْسِنُونَ صُنْعَهُ \* أُولَئِكَ الَّذِينَ كَفَرُوا بِآيَاتِ اللَّهِ \* وَلِقَائِهِ فُحِطَتْ  
 أَعْمَالُهُمْ فَلَا نُقِيمُ لَهُمْ يَوْمَ الْقِيَامَةِ وَزْنًا \* ذَلِكَ جَزَاءُ هُمُ جَحَّمَ \* مَا كَفَرُوا وَاتَّخَذُوا الْإِنشِيَ وَرُسُلِي هُزُوًا \* (٢٣: ١٨)

فَاكْبُوا عَلَى قِيَمَتِكُمْ أَيُّهَا الْجَاهِلُونَ \* وَذُقُوا مَا كُنْتُمْ تَحْسِنُونَ \*  
 يَا أَيُّهَا الْمُسْلِمُونَ الْمُرْتَمِعُونَ \* أَفَلَا أَنْتُمْ فِي أَسْوَكَ الْأَمْثَالِ \* وَعَنِ الضَّرَاطِ لَنَا كَبُونَ \*  
 أَمَا أَنْتُمْ تَفْعَلُونَ هُوَ الْإِسْلَامُ مَا يَفْعَلُ الْكَافِرُونَ \* وَقَدْ قَالَ اللَّهُ لَكُمْ وَمَنْ يُبَيِّنْ عَنِ الْإِسْلَامِ  
 دِينًا فَلَنْ يُقْبَلَ مِنْهُ \* وَهُوَ فِي الْآخِرَةِ مِنَ الْخُسِرِينَ \* (٢٣: ٢٥) \* فَلِمَ يَقْبَلُ اللَّهُ مِنْهُمْ وَلَا يَقْبَلُ مِنْكُمْ  
 وَيُلْوَ نِعْمَتَهُ عَلَيْهِمْ وَيَعْرِضُ عَنْكُمْ \* وَيَرْفَعُهُمْ وَيَخْفِضُكُمْ \* وَيَقْبِضُ الْمُسْلِمِينَ وَيَبْسِطُ الْكَافِرِينَ \*  
 فَالْحَقُّ أَنَّهُ مَا فِيكُمْ مِنَ الْإِسْلَامِ مِنْ شَيْءٍ وَأَتَاهُمْ هُمُ الْمُسْلِمُونَ \* عَلِمَكُمْ الْإِسْلَامَ رَسُولُكُمْ \* فَمَنْ  
 عَلَيْهِ مَا دَمْتُمْ \* وَنَلْتُمْ أَجْرَكُمْ مَا دَمْتُمْ \* فَلَمَّا اخَذْتُمْ تَنْسَوْنَ مَا ذَكَرْتُمُ بِهِ ذَهَبَ اللَّهُ بِنُورِكُمْ هَذَا

فسلبكم فضيلتكم على العالمين \* وفسقتم عن امر ربكم فاستدل بكم من حيث لا تعلمون ﴿١٩٠﴾  
 فكنتم تنقصون في ايمانكم واسلامكم وعبادة الصالحين الذين ورثوا الارض منكم كانوا يريدون  
 ايماننا واسلامنا في اعمالهم حتى ظننتم انكم تقيمون القرآن مثل ما كنتم عليه وما انتم بقائمه \* و  
 ظننتم انهم الكافرون ﴿١٩١﴾ والله ما كان لكم ان تدخلوا في زمرة الكفار ابدا بعد ان اشهدتم بالسننكم  
 ولو عصيتم كل المعصية عن امر رب العالمين ﴿١٩٢﴾ فذهب الله بقرانكم على كبركم ومكركم \* و  
 انسكم ما كان في اذهانكم من علم عادته وخبر سنته وكيفية قانونه \* وانسكم ما كان بكم  
 من النبأ العظيم الذي جاء به خاتم المرسلين ﴿١٩٣﴾ ليحييكم ويرضيه عنكم \* فحفظ رايته  
 الارض منكم \* ودمر حكمكم \* واورثها كلها قوما اخرين ﴿١٩٤﴾ فلتصصوا قليلا ولتسبوا كثيرا  
 جزاء بما كنتم تكسبون ﴿١٩٥﴾ والمغربيتون هذا هذا العلم والنبوة الى التوحيد و  
 الايمان \* وبهذا القرآن وان لم يروا اوريد رسوخ كل سكم الى الفلاح والعمران \* وبقي  
 ما بقي بكم من كلامكم وجهلكم ومكر اللسان \* وحبطت اعمالكم بهذا النسيان والطغيان \* ذلك  
 هدى الله يهدي به من يشاء من عباده ولو اشركو الحيط عنهم ما كانوا يعاملون اولئك الذين  
 اتينهم الكتاب والحكمة والنبوة \* فان يكفرو بها هتولا فقد وكلنا بها قوما ليسوا بها بكافرين ﴿١٩٦﴾  
 ﴿١٩٧-١٩٨﴾ وقد نبهكم الله بوساطة رسوله وقال فاستمسك بالذي اوحى اليك انك على صراط  
 مستقيم ﴿١٩٩﴾ بل قال ولما نشئنا لنذ هابن بالذي اوحينا اليك ثم لا تجد لك به علينا وكيلا  
 الا رحمة من ربك ان فضله كان عليك كبيرا ﴿٢٠٠﴾ فبئس ما اشتريتم به ضلالتكم  
 وساء ما كنتم تحكمون ﴿٢٠١﴾ افامنتم ان يذهب الله بما بقي عندكم من كتابكم كله ويورثه الذين  
 يصطفي من عبادة الصالحين ﴿٢٠٢﴾ ليفعلوا به ليكون رحمة لهم فانه قال في نبيكم وما ارسلناك الا  
 رحمة للعالمين ﴿٢٠٣﴾ وفي كتابكم ان هو الا ذكرا للعالمين ﴿٢٠٤﴾ ولانه لتدركه

لِلْمُتَّقِينَ ۝ (٣٨: ١٦٩) وَهَدَىٰ قُرْحَمَةً وَبَشَّرَ الْمُسْلِمِينَ ۝ (٣٨: ١٧٠) الطَّائِعِينَ ۝ وَصَبَّأَ لِلنَّاسِ  
 وَهَدَىٰ قُرْحَمَةً لِّقَوْمٍ يُوقِنُونَ ۝ (٣٨: ١٧١) وَمَا مِنْ حِيٍّ فِي هَذِهِ الْأَرْضِ اتَّقَىٰ وَاصْلَحَ نَفْسًا فَلَا  
 يَتَّبِعُهُ بِالْيَقِينِ ۝ وَمَا يَخْلُ اللَّهُ كِتَابَهُ وَأَمَانَتَهُ عَنْ أَحَدٍ فَإِنْ يَتْرَكُهُ هُوَ لَا أَوْ هِجْرَةٍ فَيَعْرَضُهُ  
 عَلَى قَوْمٍ آخَرِينَ ۝ لِيُجْلَوْهُ وَمَنْ حَمَلَهُ فَأُولَئِكَ هُمُ الْمُفْلِحُونَ ۝ فَسَلِّمْ عَلَى الْمُسْلِمِينَ ۝ الَّذِينَ  
 يَحْمِلُونَ الْقُرْآنَ الْعَظِيمَ فِي زَمَانِنَا هَذَا وَبَشَّرَهُمْ بِجَنَّةِ التَّعْلِيمِ ۝ فِي الدُّنْيَا وَلَهُمْ فِيهَا نَعِيمٌ  
 مُّقِيمٌ ۝ خُلْدٌ فِيهَا مَا دَامُوا عَلَى الصِّرَاطِ الْمُسْتَقِيمِ ۝ صِرَاطُ الَّذِينَ أَنْعَمَ اللَّهُ عَلَيْهِمْ غَيْرِ الْمَغْضُوبِ  
 عَلَيْهِمْ وَلَا الضَّالِّينَ ۝ (٣٨: ١٧٢) وَلَا تَطْثُوا أَنْ قَرَأْتُمْ هَؤُلَاءِ تَحْفَظُونَ الْفَاطَةَ فِي صَدْرِكُمْ  
 أَمَا نِيَّ مَنْ أَوَّلَهُ إِلَى الْآخِرَةِ كَالْبَتِّغَاءِ ۝ أَوْ تَزَيِّنُونَ بِهِ طَبَقَانَكُمْ ۝ أَوْ يَغْلِفُونَهُ فِي غُلْفِ السَّنْدَسِ وَ  
 الْقُرْآنِ ۝ أَوْ الْجَمَلِ الْمَتَعَارِفِ الَّذِي جَاءَ بِهِ النَّبِيُّ الْعَرَبِيُّ ۝ فَإِنَّهُ مَعَكُمْ وَمِنْ أَثَاثِ بَيْتِكُمْ ۝ وَمَا كَانَ  
 لِأَحَدٍ أَنْ يَسْرِقَهُ عَنْكُمْ ۝ وَلَكِنْ كِتَابُ اللَّهِ هُوَ الْهُدَىٰ وَدِينُ الْحَقِّ الَّذِي أَرْسَلَ بِهِ رَسُولُكُمْ  
 فَإِنَّ الْهُدَىٰ قَدْ غَابَ مِنْكُمْ وَدِينُ الْحَقِّ قَدْ صُفِرَ عَنْكُمْ ۝ وَغَوَّتْ حَقِيقَتُهُ عَنْكُمْ ۝ فَلَا تَقْلُبُوا  
 الْقُرْآنَ إِلَّا أَمَا نِيَّ ۝ وَلَا تَعْرِفُونَ مَا حُكِمَتْهُ وَعِلْمُهُ وَصَدَقَهُ وَعَدْلُهُ وَوَحْيُهُ وَقَانُونُهُ إِلَّا مَا عَجَّرَ  
 بِهِ عُلَمَاؤُكُمْ الْجَاهِلُونَ ۝ وَقَدْ نَبَّهَكُمْ اللَّهُ أَنَّهُ شَرَعَ لَكُمْ مِنَ الدِّينِ مَا وَصَّىٰ بِهِ نُوحًا وَالَّذِي  
 أَوْحَيْنَا إِلَيْكَ وَمَا وَصَّيْنَا بِهِ إِبْرَاهِيمَ وَمُوسَىٰ وَعِيسَىٰ وَمَا وَصَّىٰ بِهِ كُلَّ قَوْمٍ طَلْحِينَ ۝ وَ  
 نَبَّهَكُمْ أَنْ أَقِيمُوا الدِّينَ وَلَا تَتَفَرَّقُوا فِيهِ كَبُرَ عَلَى الْمُشْرِكِينَ مَا تَدْعُوهُمْ إِلَيْهِ اللَّهُ يَجْتَبِي إِلَيْهِ  
 مَنْ يَشَاءُ وَيَهْدِي إِلَى صِرَاطٍ مُسْتَقِيمٍ ۝ (٣٨: ١٧٣) فَمَا الَّذِينَ يَقْرَأُونَ عَرَبِيَّ الَّذِي تَوْثَمُونَ بِالْفَاطَةِ أَمَا نِيَّ  
 وَلَا تَعْلَمُونَ مَا كَتَبَ اللَّهُ عَلَيْكُمْ فِيهِ ۝ وَمَا هُوَ بِقُرْآنٍ بِاللِّسَانِ الَّذِي تَكْرُونَ فِيهِ لِيَا لَوْ نَهَارًا ۝ وَمَا هُوَ  
 بِالَّذِي تَفَرَّقْتُمْ فِيهِ ۝ أَوْ بِالَّذِي صَنَعْتُمْ فِيهِ شَرَائِعَ وَمَسَالِكَ اتِّبَاعًا وَلَا وَلِيًّا تَكْمُ وَصَلَحًا تَكْمُ وَمَا هُوَ

١٠٠٠ أَمَا نِيَّ ۝ أَيْ أَمَانَةً ۝ لَا تَزِيدُونَ الْفَاطَةَ وَلَا تَنْقُصُونَهَا كَالْأَمَانَةِ وَهَذَا مَا عَزَّاهُ اللَّهُ عَنْهُ وَفِيهِمْ أَوْثَقُ وَلَا يَعْلَمُونَ كِتَابَ الْأَمَانَةِ ۝ وَمَا فِيهِمْ أَكْثَرُ الْخَارِجِينَ مِنْهُ اللَّهُ  
 جَمْعُ أَمْنِيَّةٍ فَمَنْ لَيْسَ بِصَاحِبٍ ۝ ١٠٠٠ الْإِشَارَةُ إِلَى قَوْلِهِ عَزَّ وَجَلَّ هُوَ الَّذِي أَرْسَلَ رَسُولَهُ بِالْهُدَىٰ وَدِينِ الْحَقِّ لِيُظْهِرَهُ عَلَى الدِّينِ كُلِّهِ ۝ (٢١: ١٠٦) ۝ فَمَا قَالَ أَرَأَيْتُمْ إِيَّاهُ بِالْقُرْآنِ أَوْ  
 بِالْفَاطَةِ بَلْ بِالْهُدَىٰ وَدِينِ الْحَقِّ ۝ أَيْ الْهُدَايَةِ الَّتِي تَصْدُقُ مِنْ أَجَاءِ الْقُرْآنِ عَلَاءًا وَمَعْنَى وَالصِّرَاطُ الْمُسْتَقِيمُ الَّذِي يَهْدِي الْقُرْآنَ أَمْتَتِيهِ إِلَيْهِ ۝



بقولكم ان القرآن هو بلغه وافصح واشعر من كل كتاب الكعبون ﴿٢٢٢﴾ فما آمن نوح ولا ابراهيم او موسى  
 او عيسى او غيرهم من الانبياء بقرا انكم هذا \* وما كانت الامم المسلمة التي خلت من قبلكم تكرر  
 بافواههم كلماتكم الشهادة وادعيتكم العربية \* او يقرءون قرا عريبيا \* او يؤمنون بفصاحة  
 القرآن الذي يزيدكم \* او يكونه شعرا كما امنتم ليسلوا فنبثوني بما الدين الذي شرع الله  
 لكم وكل الانبياء ان كنتم ضدقين ﴿٢٢٣﴾ وقد قال الله لكم في القرآن فاني ما ينزلني بلسانك لعلهم  
 يتذكرون ﴿٢٢٤﴾ وقد قال لكم وما علمتكم الشعرا وما ينبغي له ان هو الا ذكر قرآن مبين  
 ﴿٢٢٥﴾ وقد قال الشعراء يتبعهم الغاؤون \* انكم تراءونهم في كل واد يهيمون \* وانهم يقولون  
 ما لا يفعلون ﴿٢٢٦﴾ فما الذين بما نعتهم وما كان الله ليهديكم الى الاسلام بشعره  
 وحسن كلامه \* ولكن الذين ما ذكركم به وما بين لكم من الامر والنهي في القرآن المبين ﴿٢٢٧﴾ وانه  
 هو القانون الذي ون الله في الكتاب الحكيم ﴿٢٢٨﴾ صرفا عن اللسان الذي جاء فيه فاللسان ليس  
 بشئ عنده وعند احد من المقتنين ﴿٢٢٩﴾ وما امر ببيتكم بد ينكم وقد جاء دينه تعالى في السنة  
 شتى \* وقد قال الله لكم وما ارسلنا من رسول الا بلسان قوله ليبين لهم ﴿٢٣٠﴾ وقد قال  
 لكم انا جعلناه قرا ناعربيا لعلكم تعقلون ﴿٢٣١﴾ وانا انزلناه قرا ناعربيا لعلكم تعقلون  
 ﴿٢٣٢﴾ وانزل الله القرآن بلسان العرب لئلا تكون للعرب حجة بعده لانه قال فيهم ولو جعلناه  
 قرا ناعربيا لقالوا الا فصيلت ايتة ﴿٢٣٣﴾ فاللسان ليس بشئ عنده وما دينكم الا الامثال  
 بامر بكم \* والاعراض عن نهيه \* والتذكري بما نسيتم من درس مطالبه وتعقل قانونه وتشبه سنته  
 وما وظيفتكم في لسان القرآن الا الله عليكم حفظ الفاظه \* وتصيينكم عن تحريف كلمته ومطالبه  
 نظرا الى حفظ مقاصد الله \* ولتعلوا بعينهم وبلغظه فامرهم الله لا تقديسه بالجهل وبقولكم  
 ان القرآن قد جاءنا بلسان عربى فلا يسلم احد عندنا ولن يدخل قوم في دين الاسلام حتى يؤمنوا

بن القرآن العربي بأفواههم \* فما يريد بكم الله ان تغدو لسان العرب او تحرقوا العجم ولكن يريد  
 ان تطيعوا وتتبعوا احكامه \* فانه لا يوم من احد عند حتى يتبع احكام القرآن عملاً ومعناً لو كنتم  
 تعلمون ﴿ ولذلك قال الله عاَجَبِي وَعَرَبِيَّ قُلْ هُوَ الَّذِي اَمَّا نُوْهُدَىٰ وَشِقَاطُ الَّذِيْنَ  
 لَا يُوْمِنُوْنَ فِيْ اِذَا نَزِمَ وَقُرْهُوْ عَلَيْهِمْ عَصَىٰ اُولَئِكَ يُنَادُوْنَ مِنْ مَّكَانٍ بَعِيْدٍ ﴿ ٢٢٣: ٢١ ﴾ وايضا ما نزل  
 وفي اى لسان تسلموه فهو يقبله ويؤتي اليكم اجركم انه غنى عن العلمين ﴿ سواء عليه كل ما  
 خلق من التصاريح اليهود \* والسلم والهنود \* وغيرهم من الاقوام الا الله من اطاعه فهو الذي امن  
 اسلم عنده \* ومن انكر حكمه فقد كفر عنده \* فالذين امنوا والذين هادوا والتصاريف الصابرين من  
 امن بالله واليوم الآخر وعمل صالحا فلهم اجرهم عند ربهم ولا خوف عليهم ولا هم يحزنون  
﴿ ٢٢٣ ﴾ ليست اليهود على شئ عند وليست التصاريح على شئ عند وليس المسلمون على شئ عند حتى  
 يعملوا ويقبوا الكتب الذي جاء به موسى عيسى خاتم النبيين والنبيون غيرهم من قبل \* فها  
 عن اللسان الذي ارسل فيه \* وان كان اللسان من شئ او التوحيد من قول عند فله سمى الله ابراهيم مسلماً  
 وقال: ما كان ابراهيم يهودياً ولا نصرانياً ولكن كان حنيفاً مسلماً وما كان من المشركين ﴿ ٢٢٣: ٣١ ﴾  
 ولم سمي الله النبيين من قبل نبينا عليهم الصلوة مسلمين ومؤمنين ولم يؤمنوا بهذا القرآن \* ولا  
 بهذا الكتاب العربي في اللسان \* ولم سمي الله كل امر صالح من قبل الاسلام مؤمنة ومسلمة في القرآن  
 وما قالوا بافواههم من كلمة الشهادة وغيرها التي تروح فينا في هذا الزمان \* فتدبروا ان كنتم قوماً تتفكرون  
 فلا الاسلام الا في العمل \* ولا الدين الا ما جاء في الكتب \* وما الكتب الا قانونه تعالى \* وما القانون  
 الا ما بين الله لنا بلسان العرب في القرآن اوفى الكتب لى جاء به الانبياء من قبل \* وانه لا يسلم قوم  
 عند بنا الا من اتبع قانونه عملاً وفعلادون القول واللسان فان قانونه قانون واحد الا ان  
 القرآن هو اكمل كتبه واخرها وابين صيغته واحسنها \* وحفظه الله من كل تحريف لفظي \* للمعول عليه

عند التصديق \* والمرجع إليه للتوثيق \* فهذا ديننا ومسلكتنا في الاعتقاد \* وهذا ما كلفنا الله به  
 لأن دينه دين واحد جامع للناس لا فارق \* لا دين اليهود ولا دين النصارى \* لا متمسكاً ولا مهتدلاً  
 لا عربياً ولا أعجمياً لا شرقياً ولا غربياً مثل نوريه كشكوة فيها مصباح المصباح في حاجة الحاجة  
 كأنها كوكب دري يوقد من شجرة مباركة زيتونة لا شرقية ولا غربية يكاد زيتها يضيئ ولو لم  
 تمسسه نار نود على نور يهدي الله لنوريه من يشاء (٣٥١٢٣) وشرع الله نور السموات والأرض (٣٥١٢٤)  
 لنا من نوره ما وصى به كل الأنبياء ولذلك كلف الله المسلمين بأن يؤمنوا بما أنزل إليك وما أنزل  
 من قبلك (٢: ٢) كله ومن هذا القبيل فليؤمن المؤمنون ويعمل العاملون [٢] ولذلك لا يختص الله أحداً  
 من الأقوام بنوره ووحيه في أي زمان \* بل يذهب بالذي أوحى إلى قوم ويؤكده بقوم آخر من بين  
 وينقل دينه من أمة إلى أمة ليؤدي اليهم أجرهم بقد أعمالهم وصلاحهم \* ويقبض ويبسط ويرفع  
 ويخفض نظراً إلى أعمالهم لا إلى أقوالهم واعتقاداتهم فإنه لا يضيع أجر المحسنين [٣] وهذا هو  
 القانون الذي يحكم به الله بين الناس \* والذين الذي سماه الاسلام صرافع كل ما قال  
 فيه علماءنا والمجتهدون [٤] وهم الذين فرقوا بين الناس بأجهاداتهم الواهية وقالوا نحن نتبع  
 نبينا محمداً والنصارى يتبعون نبيهم عيسى ونحن برتقون متبايقولون ويعتقدون [٥] لا هم متساوون  
 نحن منهم \* وما قال نبينا الذي قال نبيهم \* بل ضرب كلهم عن المسلك الذي أشار إليه رسولنا  
 فلا شك أنهم فرقوا بين الله ورسالهم \* وزعموا أن الرسل جاءوا برسالت شتى من ربهم  
 وقد قال الله في رجال مثلهم في القرآن إن الذين يكفرون بالله ورسوله ويريدون أن يُفرقوا بين  
 الله ورسوله ويقولون نؤمن ببعض وكفّر ببعض ويريدون أن يتخذوا بين ذلك سبيلاً أولئك  
 هم الكفرون حقاً واعتدنا للكافرين عذاباً مهيناً والذين آمنوا بالله ورسوله ولم يفرقوا  
 بين أحد منهم أولئك سوف يؤتيهم أجرهم وكان الله غفوراً رحيماً (١٥١: ١٥٢) [٦] فضيفوا حد

الاسلام بل تعدا واحد دالله ومن يتعدا حد دالله فأولئك هم الظالمون (٢٢٩:٢) \* ولوامنوا  
 بالرسول كلهم عملاً وحسبوا انهم كلهم جاءوا بكتب واحد من عند ربهم وبالذين الواحد الذي  
 شرع الله لنا منه من اقل يوم وبالذي وصى به ابراهيم وموسى عيسى وغيرهم من النبيين ان اقيموا  
 الدين ولا تتفرقوا فيه (١٣١:٣) \* ولم يتفرقوا فيه واشاعوا بن الاعتقاد \* وقالوا اهل الكتيب تعاؤوا  
 الى كلمة سواء بيننا وبينكم الا نعبد الا الله ولا نشرك به شيئاً ولا يتخذ بعضنا بعضاً ارباباً من دون  
 الله (١٣١:٣) لكان خير الهم ولجماعتهم \* فليجمع الله الناس كلهم على الاسلام ولدخلوا في دين الله اوجاً  
 (٢١١:٥) \* ولجمعهم على الهدى \* وكثرت جماعتهم \* ولصاروا من المفلحين في ايها المسلمون  
 المنتشرون المتفرقون ! ما الاسلام بما زعم علماءكم \* وما الدين بما ظنتم بل ساء الله فطرت الله  
 التي فطر الناس عليها (٣٠:١٣) لانه اجبر كافة الناس عليه بل جباهم عليها \* ولهذا لا مفر لاحد  
 من الناس منها \* وان من قوم اصلحوا ثم افلحوا في هذه الارض الا اسلموا له \* وان من ارض خاب  
 اهلها الا اتهم صدقوا عنه \* لا تبدل خلق الله ذلك الذين القيمون ولكن اكثر الناس لا يعلمون  
 (٢٤:١٣) فلا شك في ان علماءنا كلهم نسوا اصل ديننا والفطرة هي التي لا تخفى على الله  
 فطر عليها اصلاً ولا شك في انهم نسوا فطرتهم ونسوا حظاً (معظمًا) مما ذكرنا به (١٣:٥) وكلهم  
 ضلوا عن هت هذه السرائر الى دين الاقوال والعقائد \* وشرعة الكلمات والمناسك \* من دون  
 الحقائق والفرائض \* وكبروا اصغائر الامور وصغروا كبائرها ابتغاء الفتنة وجهلاً \* واتخذوا  
 دينهم لهواً ولعباً \* ولم يتدبروه ولم يتفقهوا فيه حتى تدبره وتفقهه \* فاوهنوا امرنا في الدنيا \* و  
 اضعفوا بالناس في العقبي \* واضلوا اسعيناً وجعلونا من الاخسرين في ايها العلماء للتكبرون  
 المعاصرون ! نبتوني بما للدين وما الاسلام ان كنتم صدقين \* فاني اسلامكم من الفطرة التي  
 فطر الناس عليها ان كنتم قوماً متفكرون \* وما الذي شرع الله لنا منه والذي وصى به ابراهيم و

موسى وعيسى وغيرهم من الانبياء الى رسولنا سيد المرسلين ﷺ وما الذي اجعل الله الناس  
 عليه فلا مجال لهم ان يفروا منه منكربين ﷻ وان سائر الناس سواكم يفترون من فطرتهم فلما  
 لا يعتد بون \* من فريادته ما كان للباغين عن الفطرة ان يستعتبون ﷻ فما الذي قال الله فيه  
 وَمَنْ يَبْتَغِ غَيْرَ الْإِسْلَامِ دِينًا فَلَنْ يُقْبَلَ مِنْهُ ۚ (٣: ٨٤) ولما لا تقبلون \* في هذه الدنيا وهم  
 يقبلون ﷻ من دوزاخ الآخرة فستعلمون ايتكم من الاخيرين ﷻ واين المطلوب الذي قال الله فيه  
 اِنَّ الدِّينَ عِنْدَ اللَّهِ الْإِسْلَامُ (٣: ١٨) افلا تعقلون ﷻ واين السيئة من عندكم التي تصيب  
 الذين لا يدخلون في زمركم \* ولا يقولون مثل ما تقولون \* ولا يصلون مثل ما تصلون \* ولا  
 يركعون او يسجدون او يستنجون مثل ما فعلتم \* ولا يؤمنون مثل ما امنتم \* ولا يتعمتون او يتكفرون مثل  
 ما تعتمتم وتناكفروا جزاء في زعمكم بهغيهم عن الفطرة افلا تذكرون ﷻ اقولكم بافواهكم انه  
 احد هو الاسلام فاكثرت الناس من دونكم لا يكادون يقولون هذا وما كادوا يعتد بون ﷻ افسوكم  
 عامًا بعد عام في ايام معدد دايه هي الفطرة فالتاس من ونكم ينكرون اصلا هذه الفطرة وهم لا  
 يعتبون ﷻ اوصلواكم الخمسة التي تقيهم بها في مساجدكم او في دياركم وتكررون اركانها بغير  
 علم وبكل صحة صرافعما تقولون في قوماتكم وقعدتكم هي الدين فالتاس غيركم لا يصلون مثلكم  
 صلوة واحدة وهم يستعتبون ﷻ افزكونكم التي تنشر في الارض كالزما دعاما بعد عام فالله  
 تجري به في جوار السماء ليخذلكم وتشيع المسكنة في قومكم فتدركم مستضعفين في الارض  
 غير قادرين مما كسبتهم على شيء هي الاسلام فساير الناس لا ينفقون حبة مثل هذا في سبيل الله  
 وهم لا يخذلون ﷻ افجكم وهجركم في اواخر عمركم الى مكة للفلاح هي الاسلام فاكثرت الناس  
 في الارض لم يسموا اسم مكنكم قط وهم مفلحون ﷻ فراحين بما آتاهم الله من فضله و  
 يَسْتَبْشِرُونَ بِالَّذِينَ لَمْ يَلْحَقُوا بِهِمْ مِنْ خَلْفِهِمْ اَلَا خَوْفٌ عَلَيْهِمْ وَلَا هُمْ يَحْشُرُونَ (٣: ١٦٩) ﷻ

فما افطرت التي فطر الله الناس عليها . وما الذي بُني عليه الاسلام لو كنتم تعلمون ❏ وما صلى  
 الانبياء من قبلكم صلوة مثل ما انتم عليه . ولا صاموا صوماً على فحكم في شهر رمضان . ولا انفقوا  
 مثل ما انفقتم . ولا ارتحلوا من ديارهم الى مكة ليقيموا مناسكهم . ولا انشدوا كلماتكم الشهادة  
 العربية . ولا تعتموا او تآزر و امثل ما انتم تفعلون اصلاً . ولكنتي اقسم برب السماء والارض انهم  
 كانوا من عباد الله المؤمنين المسلمين ❏ وما كانت الامم التي اتبعتهم الا ائمة مسلمة من دونكم  
 ومن دون العلمين ❏ ولا شك في ان اسلامهم كان مبنياً على اركان من دون ما انتم تظنون ❏  
 فلا اقسم بالله العلي العظيم ❏ ما بُني الاسلام على ما انتم تزعمون ❏ وما كلمة الشهادة و  
 الصلوة والصلوة والحج والزكاة التي تستونها اركان الاسلام الا شعائر الامة الحميدة  
 او مناسكها التي تميز بها امتكم من الامم الاخرى . ولكنه ما اتسب الاسلام عليها قط . ولا هي فطرت  
 الله التي فطر الناس عليها . ولا هي ما يولد عليها ولد . ولا ما تغلخ به امم . ولا ما ذكر الله به العالمين ❏  
 ولا ما وصى به النبيون ❏ بل ضرب الله في القران عن تعيين كلمة الشهادة والفاظها . وتفصيل  
 اركان الصلوة وركعاتها . وعدتها ووقاتها . وتقدير انفاق المال والزكاة . وتبيين مناسك الحج  
 الا ماشاء . وترك كل هذا للنبي العربي لينفذ ما في امته اني يشاء . الا انه صارا امتنا كثر بعدة  
 واكرهنا مراراً على هذه الشعائر نظراً على اصالح اعمالنا وتشكيل اخلاقنا في هذه الدنيا . ولا دخل  
 الايمان في قلوبنا . ولنكون ما اراد الله بنا . ولنكون من المفلحين ❏ فلا والله ما هو الا انه قد بُني  
 الاسلام على عشرة اصول (١) التوحيد في العلم من دون القول (٢) ووحدة  
 الامة (٣) واطاعتها واول الامر منكم (٤) والجهاد بالمال مع العدل  
 (٥) والجهاد بالسيف بلا نفس (٦) والهجرة الى البلاد وجر كل ما يشغلكم عن السعي  
 (٧) والاستقامة في السعي مع التوكل في النتائج (٨) ومكارم الاخلاق (٩) والعلم

(١٠) والایمان بالآخرق لو كنتم تعلمون • ومن اتبع هذه العشرة عملاً ومعتافاً وليك هم المسلمون • وكل واحد من هذه العشرة المبشرة الكاملة من اصول الاسلام يتفرع من الاصل الاول اعني التوحيد في العمل كما يأتي • وكل اوامر القرآن ونواهيها يتفرع من هذه الاصول ويؤيدها كما يأتي • وكل ما بُني عليه الاسلام يرجع في التوحيد ويهدى للعامل الى الغلبة والامن والتمكن في الارض والاستخلاف فيها • وكل هذه هي الفطرت التي فطر الناس عليها • فمن اطاع الله حق اطاعته في هذه الامور وجل جرة من عند ربه في الدنيا • ومن عصاه اوبى عليه لافي عذابه فيها • وكل هذه هو اوضح به النبيون من قبل الا انهم اوتوا جزءاً وتبداً آمنه حتى اكمل الله دينه واتم شريعته واسبغ نعمته على نبيه اهل الصلوة والسلام • وما كل سنة الشهادة والصوم والصلوة والحج والزكاة التي تسمى فيها اركان الاسلام بشئ الا اسلحة ووسائل لاجراء هذه الاصول في امتنا • ولا تستمسك بالذي ادعى الله اليها • فما كلمة الشهادة الا مظهر التوحيد في العمل المصادق ما في قلب الانسان • وما الصوم الا جهاد بالانفس والاحتساب عليها • وما الصلوة الا توحيد الامة واطاعة الامام • وما الزكاة الا جهاد بالمال وما الحج الا اظهار وحدة الامة • وكل هذه من اركان الاسلام نصبت لتأسيس الجماعة ولتوحيدها وتقويتها نظر الى استقلالها في الارض واستقلالها فيها • وما هذه العشرة من اصول الاسلام الاروخر من امره تعالى اي قانونه كما قال: **وَكَذَلِكَ اَوْحَيْنَا إِلَيْكَ رُوحًا مِنْ أَمْرِنَا مَا كُنْتَ تَدْرِي مَا الْكِتَابُ وَلَا الْإِيمَانُ وَلَكِنْ جَعَلْنَاهُ نُورًا نَهْدِي بِهِ مَنْ نَشَاءُ مِنْ عِبَادِنَا وَإِنَّكَ لَتَهْدِي إِلَى صِرَاطٍ مُسْتَقِيمٍ** (٥٢: ١٣٢) • فما هذه الاركان الامناسك الامة وظواهر الايمان وما هي باصل الدين قط بل فروع من امره • بل مستخرجة منه • ولذلك قال الله عز وجل **لِكُلِّ أُمَّةٍ جَعَلْنَا مَنَسَكًا هُمْ نَاسِكُوهُ فَلَا يُنَازِعُكَ فِي الْأَمْرِ وَاذْعُرْ إِلَىٰ رَبِّكَ إِنَّكَ لَعَلَّ هَٰذَا مِن مَّسْتَقِيمٍ** (١٦: ٢٢) • فجعل الله لكل امة طريقة عبادة ربه واسلوب التعبد بقانونها • فلتستمسك كل امة بهذه الطريقة



وتداوم عليها \* ولكن امره وقانونه شيء آخر يستوى في كل الامم \* فمهما تسمك امة بامر  
وايما تاذن فسوء عليه فهو يؤدى اليهم اجورهم بقدر سعيهم ويوفي حسابهم \* فيجب على الناس  
ان لا يتنازعوا بينهم في الامر \* فالنزاع في الامر هو ما ينافي الاسلام وينافض بينه تعالى \* والنزاع  
في المناسك هو الذي يفرق بين الاقوام لا بين افرادهم \* ولا يعذب الله قوما حتى تنازعوا في الامر  
وضلوا عن سبيله المستقيم \* وان امة من الامم استمست بمناسكها ثم توغلت فيها معضلة  
عن مقاصد هاهمهمة التي تخفى فيها واخذت بامر تعالى واهملت او تنازعت فيه فلاشك انها  
قد ضلت عن سبيله ووجب عليها العذاب كما وجب على المسلمين المعاصرين الذين قالوا ما الاصلاح  
الا اقامة الصلوة وايتاء الزكاة والصوم والحج واقراة تعالى باللسان \* فما كان لنا ان نؤمن بها  
سورها \* كتب الله علينا هذه الخمسة \* وما نحن الا من المفلحين \* وما هو الا انه قد غاب صل  
الذين عنهم \* وغورت حقيقته \* ولمسوا سطحه وظاهره \* وصر فواعن مخه وباطنه \* اَفَتُؤْمِنُونَ  
ببعض الكتب وتكفرون ببعض فما جزاء من يفعل ذلك منكم الا خزي في الحياة الدنيا وبئس  
القيمة يردون الى انشد العذاب وما الله بغافل عما تعملون ﴿١٨٥﴾

ولاشك في ان هذه العشرة من اصول الاسلام وما يليها من الاوامر في القرآن هي الفطرة  
لانه في اى ارض تجدوها و اى قوم يتبعها فهم لا يزالون ينتفعون منها \* يرفعون بها من مقام الى  
مقام حتى يمكنهم الله من الارض ويغلبهم ويبدل خوفهم امنا \* فالذين جاهدوا في هذه الاصول  
حتى جهادها \* وبلغوا الشد مبلغهم فيها \* وسعوا فيها ما استطاعوا \* ولم يزلوا عنها \* فاولئك هم  
المفلحون \* واولئك هم المؤمنون المسلمون \* وقد استنبط الحكماء من المغرب  
كل هذا الاسلام من دراسة احوال الطبيعة وعوائد الخلق والسفلية \* ومن مطالعة ما يماثل  
ويشاكل بين مجامع الناس وامم الطيور والدواب \* اشار الله اليه في الايت التي تقدم ذكرها

بحد ما لم يتقدم عليهم احد من حكماء القرون الخالية \* ففتشوا مواليد الارض ونوروا طبقاتها  
 الباقية ومخلوقاتها البالية والزكازات والمخبرات \* ودرسوا غيرها من العلم وحقائق الاشياء وتاريخ  
 الهم الخالية \* فاستقصوا فيها واستقروا الله ما هو الا ان نظام كل العالم ينبثق على السعي والعمل  
 الجهد والجد والنظم والنسق \* والله لا يعلم فيها احد الا من اصلح \* ولا يصلح الا  
 من حفظ نفسه من كل الاعداء والبليات والحوادث والنواب \* واعذ لها ما استطاع من  
 قوة ونظم وعلم ثم استقام للسعي \* واستدام في تقدمه \* فانه ليس للانسان في هذه الدنيا  
 الا ما سعى له سعيًا بليغًا \* فالسعي التقدم وحفاظة النفس هي المنتهى في الدنيا \* وانما يوفى  
 الناس اجور هذا السعي في العقبة \* فلا بد للانسان ان اراد ان يستغنى وجه الله من ان يجهد ههنا  
 جهداً متتابعاً للتقوية قومه وتركه نفسه \* فها هذه الارض الامصرع للابطال ومقتل للشجعان  
 ليصرع بعضهم بعضاً في الجادلة للحياة والتنازع للبقاء \* وليحفظوا انفسهم من تطاول الاعداء \* و  
 ليكفوا ايدي الناس عنهم فيكونوا في زمرة الاحياء <sup>الذين</sup> والله لا يبطل قوم عندهم هذا المقام الحصين حتى  
 يزكوا قلوبهم من رجز الاوثان \* وعبادة الاصنام \* وحُب الحيوة الدنيا \* والشغف بالمال  
 والاولاد والمسكن وغيرها من الاوثان التي تشغلهم عن السعي والعمل والجد والجهد \* وما هذه الا  
 اقرار التوحيد في الاعمال \* واشعار القلوب بالحاكم المتعال \* والاعراض عن الطاغوت الدجال  
 ولهذا ما اتس عليه اصلاح الانسان عندهم \* وما بُني عليه كل اصولهم ويولج فيه معظم سياستهم  
 ولهذا ما عرف به الصلاح والارتقاء عندهم \* واساس الابقاء في علمهم \* فمن عرف هذا فقد عرف  
 سر الحياة والمات \* واكتشف له حقيقة الفناء والبقاء في الدنيا \* ومن اعرض عنه فقد هلك بل  
 استهلك واستمات \* وما هذه التزكية الا تهتئ للصلاح وتمهيداً فقد افلح من تركى <sup>(١٨: ١٩)</sup>  
 عندهم كما قال الله عز وجل \* ولكنه لا يعلم قوم في علمهم حتى ينظروا انفسهم ويوحداً او يالفوا بين

قلوبهم بهذه التزكية \* ويعتصموا بنظم وقانون \* ويطيعوا أميرهم محمد استطاعتهم \* ولا يصلي  
قوم في اصطلاحهم حتى يجاهدوا بأموالهم وانفسهم لتكليف أعدائهم عنهم \* وحتى يعتد بهم  
ما استطاعوا من قوة واسلحة \* ويمهاجروا من ملك إلى ملك لا مضاء حكمهم على الناس وتقوية  
امرهم وجماعتهم \* وحفظ نفوسهم عند الضعف \* وتقديف رعبهم في الأعداء \* وتخصيب عزتهم  
وغلبتهم \* وتمكينهم من الأرض \* ولا يستأهل هذا المقام قوم أصلاً في هذه الدنيا حتى استقاموا  
في سعيهم وسعوا لحصولها سعيًا متتابعًا ليلًا ونهارًا \* واداموا ماداموا في الأرض فأولئك هم المفلحون  
ولاشك في أن كل هذا هو مما يفعل الوحوش الطيور والدواب والأنعام وغيرها من المخلوقات السفلى  
في مساكنها بقدر استطاعتها وحدامكانها وهم الذين يسجدون لسنة الله وللأصول التي دعى الله  
في جبلتهم وسخر في طينتهم بل ادعى في خلقهم \* فأنهم يدافعون عن انفسهم الأعداء حين البأس ويخجلون  
بيوتهم من الجبال ليحفظوا انفسهم ويجاهدون ويمهاجرون في ديارهم ويسعون سعيًا متواترًا ليخرجوا  
أعدائهم من الأرض وليحرموها عليهم حتى لا يسيروا \* وليستخلفوا انفسهم فيها على ارض من الله \* وليستأطوا  
على صعيداتها وجزرها وسهولها وصخرها \* وعلى ما فوق الأرض ما تحت السماء \* وعلى سطح البحر وفي قعرها  
على كره منه \* ويحفظون أعدائهم خطفة كاملة فيقتلون ويقتلون (١١١: ٩) ليحفظوا انفسهم \* ويقتلون  
أعدائهم كافة حيث وجدهم \* ويقتلونهم جميعًا حتى لا تكون فتنة \* ولا يكون الذين كلف الله (٣٩: ٨)  
أن كانوا قادرين \* ولا شك أن كل هذا الدرس والوحى من الله فانه علمهم ولم يعلمهم احد غير  
ولم يقدر على تسوية خلقهم او يحيط على فعالهم سواء \* ولا شك انهم له ساجدون \* ولذلك  
قال الله فيهم والله يسجد ما في السموات وما في الأرض من ذابية والملائكة وهم لا يستكبرون يخافون  
ربهم من قوتهم ويفعلون ما يؤمرون (١١٢: ٣٩-٤٠) فهذا سجودهم وركوعهم لرب العالمين \* و  
هذه ما يؤمرون بها وهذه ما يفعلون \* ومن ذلك قال الله في احدهم وأخى ربك إلى الخلق إن

اتَّخِذْنِي مِنَ الْجَبَالِ بُيُوتًا وَمِنَ الشَّجَرِ وَمِمَّا يَعْرِشُونَ ثُمَّ كُلْ مِنْ كُلِّ الثَّمَرِ فَاسْلُكْ سُبُلَ بَيْدِ  
دُلَالٍ يَخْرِجُ مِنْ بُطُونِهَا شَرَابٌ مُخْتَلِفٌ أَلْوَانُهُ فِيهِ شِفَاءٌ لِلنَّاسِ إِنَّ فِي ذَلِكَ لَآيَةً لِقَوْمٍ يَتَفَكَّرُونَ

﴿١١٩-١٢٩﴾ **احفظ نفسك يا عبدة الله** • ويبتك من الاعداء • وإن أحدًا اراد أن يخرجك منه فأجبهى

عليه \* واقطع دابر \* واسعي سعيًا بليغًا لما امر الله في الحفظ والامن وافعل ما توهمين \* فهذا اصل

تَبْكُم مُّسْتَقِيمًا فِي هَذِهِ الدُّنْيَا \* وَهَذَا اسْجُود مَا فِي السَّمَوَاتِ وَمَا فِي الْأَرْضِ مِنْ آيَةٍ وَالْمَلِكَةُ لَهُ \*

ومن في الارض من الانسان لا يسجد له ولا يطيعه فسمعا للكافرين ﴿٢٠﴾ وهذا صلوٰة الدواب و

تسبيح الطيور لله ربكم فاطر الجمال و فاطر الصخر \* وَالْجَبَمُ وَالشَّجَرُ يَسْجُدَانِ ﴿١٥٥﴾ اللَّهُ لَوْ كُنْتُمْ تَعْلَمُونَ ﴿١٥٦﴾

وَيُسَبِّحُ الرَّعْدُ بِحَمْدِهِ وَالْمَلِكَةُ مِنْ خِيفَتِهِ \* وَالشَّمْسُ وَالْقَمَرُ لَهُ يَكْبُدَانِ ﴿١١٣﴾

أَنَّ اللَّهَ يُسَبِّحُ لَهُ مَنْ فِي السَّمَوَاتِ وَالْأَرْضِ وَالطَّيْرِ صُنِفَتْ كُلُّ قَدْرٍ عَلَيْهِ صَلَاتُهُ وَتَسْبِيحُهُ وَاللَّهُ عَلِيمٌ

بِمَا يَفْعَلُونَ ﴿١٢٣﴾ وَلِلَّهِ مُلْكُ السَّمَوَاتِ وَالْأَرْضِ ﴿١٢٤﴾ وَإِلَى اللَّهِ تَرْجِعُونَ ﴿١٢٥﴾ تَسْجُدُ لَهُ السَّمَوَاتُ

السَّيْبُ وَالْأَرْضُ مَنْ فِيهِمْ وَلَنْ تَنْزِلَ عَلَيْهِمْ شَيْءٌ إِلَّا يَنْزِلُ بِهِمْ وَلَكِنْ لَا تَقْهَرُونَ تَسْلِيحَهُمْ (٢٢٣: ١٤)

فبأي حديث بعدة تؤمنون ❦ فيا أيها المسلمون المستكبرون المعاصرون ! الذين يزعمون

تَمَّ لِرَبِّهِمْ أَجْدَنٌ ۖ وَاتَّمَّ هُمُ الْمُصَلُّونَ ۖ فِي الْأَرْضِ مِنْ دُونِ الْعَالِمِينَ ۖ وَيُظَنُّونَ أَنَّهُمْ حِجْرَةٌ

سَبَّحُونَ \* وَقِيلَ لِمَنِ الْبَيْتُ فَأَجْعَبُونَ ۖ وَبِالْأَسْجَادِ هُمْ يَسْتَغْفِرُونَ ﴿١٥﴾ (١٨-١٦) \* هَذَا مَعْنَى

الله سبحانه و صلواتكم \* وهذا تسبيح مخلوقة غيركم بل كيفية ما يريد الله ان تحيروا لكم

فَمَا يَرِيدُ اللَّهُ مِنْكُمْ شَيْءٌ إِلَّا أَنْ تَعْتَوُوا فِي الْأَرْضِ طَائِعِينَ ۖ سَاجِدِينَ لِحُكْمِهِ وَقَانُونَ ۚ فَنِعْمَ أَجْرُ

الْعَرَبِينَ (٤٧١٣٩) ۞ وَان تَخْزُوا مِنَ الْجِبَالِ وَالْقُلُوبِ وَالْحَصُونِ بَيُوتَ الْكُفْرِ لَتَحْفَظُوا أَنْفُسَكُمْ مِنْ أَعْدَائِكُمْ

لَتَكُونُوا مِنَ الْغَالِبِينَ ۖ وَإِن تَجَاهَدُوا إِلَىٰ هَذِهِ الْأَرْضِ فَحَقٌّ عَلَيْكُمْ وَحَدٌّ وَسِعَكُمْ وَإِشْدَادٌ بِغَلْمِكُمْ لَتَمْتَشُوا

[illegible]

\_\_\_\_\_

في منابها آمدين ﴿٢٢٠﴾ وتنظمو أوقاكم وتوحد أنفسكم وتالفوا بين قلوبكم كالخل وتسلكوا سبل  
 ربكم من لدن ﴿٢٢١﴾ وإن لا تنازعوا فتفشلوا وقد هب رجزكم ﴿٢٢٢﴾ الله يحب القوايين المعززين ﴿٢٢٣﴾  
 وإن تخافوا ربكم من فوقكم كالذوات وتفعلوا ما أنتم تؤمرون ﴿٢٢٤﴾ وتجاهدوا عدلكم وتغلظوا عليهم  
 كالجهادين المقهرين ﴿٢٢٥﴾ وإن تأخذوا حذرهم كالخل والعنكبوت والذوات والطير والبعضة  
 التي لا يستحي الله أن يضرب لكم مثلها وما فوقها فتنفذ أثبات وتنفض المحجوبين ﴿٢٢٦﴾ عبيدات أولات  
 بابس فهن اللاتي لا ينقض عهد الله من بعد ميثاقه ﴿٢٢٧﴾ من أول يوم ولا يقطن ما أمر الله به  
 أن يؤصل ﴿٢٢٨﴾ ولا في الأرض يفسدن ومن ينقض عهد من بعد ميثاقه فأولئك هم الخيرون  
 ﴿٢٢٩﴾ كل قد علم صلاته وتسبيحه ﴿٢٣٠﴾ من أول يوم خلق ولكن لا تفقهون تسبيحهم  
 ﴿٢٣١﴾ مستكبرين ﴿٢٣٢﴾ به سمر الجحرون ﴿٢٣٣﴾ لا يقيمون صلواتهم كسالى ﴿٢٣٤﴾ فتبارك الله أحسن  
 الخالقين ﴿٢٣٥﴾ فوالله ما يريد بكم من صلواتكم وتسبيحكم من شيء إلا أن تصلوا كالصواعق  
 تسبحوا كالرعد يجر مهللين ﴿٢٣٦﴾ لتصيبوا به من شفاء ومن تشتهون ﴿٢٣٧﴾ وتطأوا الأرض وطأة  
 الغلاب المعذبين ﴿٢٣٨﴾ وإن لا تغنوا في زواياكم معتكفين ﴿٢٣٩﴾ من ملين من الدال الجحيم المسكين  
 وإن تسجدوا كالجمعبيتين ومصبحين ﴿٢٤٠﴾ وتسجدوا لأحكامه كالشمس والقمر حسبان تابعين ﴿٢٤١﴾  
 لا الشمس ينبغي لها أن تدرك القمر ولا الليل سابق النهار وكل في ذلك يسبحون ﴿٢٤٢﴾ وإن  
 تجهروا والمستقر لكم قادرين مقدرين ﴿٢٤٣﴾ والشمس تجري لمستقر لها ذلك تقدير العزيز العليم  
 ﴿٢٤٤﴾ وما يريد الله أصلاً من يسجدكم من شيء إلا أن تطيعوه عابدين ﴿٢٤٥﴾ كالجمعبين

١. الإشارة إلى قوله تعالى يا أيها النبي جاهد الكفار والمنافقين وأغلظ عليهم وما هم بكثيرين ﴿٢٢٠﴾. فبعد من هذه الآية أن الغلبة على  
 الأعداء هي ما يتقرر الله عز وجل من عباده ليستظروا أنفسهم منهم ١٢. كما قال الله عز وجل في القرآن الحكيم يا أيها الذين آمنوا خذوا حذركم فالله يرفع  
 الذين أوامرهم جميعاً ﴿٢٢١﴾. وقال في موضع آخر توكيداً وإذ أمنت فيهم كآفت لهم الصلوة فلنقم طائفة فيهم نعتك وليأخذوا ألسنتهم ثم نغلق  
 سجوداً قليلاً تذكروا ﴿٢٢٢﴾ ولتأت طائفة أخرى يوصلوا فليصلوا أمعاً وليأخذوا حذرهم وألسنتهم وعد الذين كفروا لنغلقون عن ألسنتهم وهم  
 أمتهم منكم فيمبيلون على أعقابهم ميملاً واجرة ولا جناح عليكم إن كان بكم أذى منكم مألوف وهي أن تضعوا ألسنتكم وحذر أخذكم الله  
 أعداء لكم ﴿٢٢٣﴾. فليست القاري في هذه الآية أشد تعذراً من الله أمه المسلمين فيما أخذوا ألسنتهم مرة بعد مرة ١٣. لا شارة إلى  
 قوله تعالى إن الله لا يستحي أن يضرب لكم مثلها وما فوقها فتنفذ أثبات وتنفض المحجوبين ١٤. الإشارة إلى قوله ﴿٢٢٤﴾







**الضراط المستقيم**؛ وَرَكْنَا عَلَيْهِمَا فِي الْآخِرِينَ: سَلَّمَ عَلَى مُؤْمِنِي مَدُون. إِنْ كُنَّا لِكَ نَجْزِي  
 الْمُحْسِنِينَ. إِنْهُمْ مِنْ عِبَادِنَا الْمُؤْمِنِينَ. (١٣٤-١١٢-١١٣) \* وَإِنْ كَانَ التَّسْبِيحُ تَكَرُّرًا كَمَا سَمَّاهُ عَلَى  
 سُبْحَانِهِمَا الْجَهْلُونَ! هَذَا اسْتَعْلَ رَسُولُكُمْ هَذَا السَّلَامَ الْعَجِيبَ لَعَرِيفِي حَيَاتِهِ قَطْلِي كَوْنٍ مِنْ  
 الْمَفْلُحِينَ \* فَمَا لَكُمْ لَا تَتَذَكَّرُونَ وَتَجْهَلُونَ \* وَتُخْرِفُونَ مَقَاصِدَ كِتَابِ اللَّهِ فَتُحْدِلُونَ \*  
 وَعَلَى كُلِّ مَا تَفْقَهُ الْعُلَمَاءُ الطَّبْعِيُّونَ وَالْحُكَمَاءُ الْغَرَبِيُّونَ مِنْ تَسْبِيحِ الطَّيُورِ وَالذِّبَابِ الْمَلِكَةِ  
 وَصَلْوَةِ الْأَشْيَاءِ وَخِفَتِهَا وَرُكُوعِهَا وَسُجُودِهَا وَعَلَى كُلِّ مَا تَفَكَّرُوا فِي قَانُونٍ غَيْرِ مَحْوُولِ الَّذِي  
 يَسْكُرُ بِأَشْيَاءِ الْفَطْرَةِ سِرِّيَّةً تَأْتِي قَدْ ذَهَبَ إِلَى أَنْ دَرَسَ أَشْيَاءَ الطَّبِيعَةِ وَمَخْلُوقَاتِهَا وَحَقَائِقِهَا وَعَوَائِدُهَا  
 لَا تَخْلُو عَنْ التَّقَاتِ الْعُيُوبِ لِأَنَّ الْأَصُولَ وَالْفُرُوعَ الَّتِي تَخْرُجُ مِنْ هَذِهِ الْمَطَالَعَةِ أَوْ تَصْدُرُ مِنْ  
 دَرَسَةِ حَقَائِقِ الْأَشْيَاءِ لَا تَطَاقُ فِي كَثَرِ الْأَحْوَالِ بِعَوَائِدِ الْإِنْسَانِ وَفَطْرَتِهِ وَلِذَا لَا يَجُوزُ لِلْإِنْسَانِ  
 أَنْ يَقْبِعَ بِهَا تَبَاعًا تَامًا وَمِنْ هَذَا اعْتَرَفَ الْغَرَبِيُّونَ بِأَنْ مَبْلَغَهُمْ مِنَ الْعِلْمِ الَّذِي دَرَسُوهُ فِي كَتَبِهِمْ  
 لَا يَكَادُ يَحْتَوِي عَلَى مَا يَكْفِي الْإِنْسَانَ لِفَلَاحِهِ وَبَقَاؤِهِ وَتَدْوِينِ قُوَّتِهِ وَتَمْكِينِهِ مِنَ الْأَرْضِ فَصَرَفُوا  
 عَنْ هَذَا السَّبِيلِ لِيَكْمُلُوا عِلْمَهُمْ بِدَرَسَةِ أَحْوَالِ التَّوَارِيخِ وَأَسْبَابِ ارْتِقَاءِ الْأَقْوَامِ وَمَطَالَعَةِ السِّيَاسَةِ  
 الْخَالِيَةِ وَسِيَاسَةِ الْمَدِينِ الْمُتَمَدِّدَةِ الْمَاضِيَةِ وَبِاخْتِصَاصٍ فِي أَثَارِ الصَّنَائِدِ أَحْوَالِ الْأُمَمِ وَتَدْوِينِ  
 أَصُولِهَا فِي الْمَعَاشِ تَبْيِينَ فِهْرِسِ الْأَعْدَادِ وَغَيْرِهَا مِنْ عُلُومِ التَّوَارِيخِ الَّتِي أَشَارَ اللَّهُ إِلَيْهَا فِي قَوْلِهِ  
 إِنْ أَنْتُمْ لَا تُؤْنَسُونَ عَلَى أَهْلِ هَذِهِ الْقَرْيَةِ وَرَجُلًا مِنَ السَّمَاءِ بِمَا كَانُوا يَفْسُقُونَ. وَلَقَدْ رَكَّنَا مِنْهَا آيَةً بَيِّنَةً  
 لِقَوْمٍ يَعْقِلُونَ (١٣٥-١٣٣-١٣٤) فَلَا شَكَّ فِي أَنَّ هَؤُلَاءِ قَوْمٌ يَعْقِلُونَ سُنَّتَهُ وَيَفْقَهُونَ عَادَتَهُ بِأَصُولِ  
 مِنَ الْمَفْلُحِينَ \* وَنَظَرَ إِلَى كُلِّ مَا نَقَدَّ مِنْ اجْتِهَادِهِمْ فِي أَشْيَاءِ الْفَطْرَةِ وَمَبْلَغِهِمْ مِنْ عَادَةِ اللَّهِ اسْتِقْبَالَتِهِمْ  
 فِي قَانُونِهِ وَاسْتِقْبَالَتِهِمْ سُنَّتَهُ الْقَوْلُ الْحَقُّ الَّذِي لَا يَشَكُّ فِيهِ هُوَ أَنَّ كُلَّ هَذِهِ مَا ذَهَبَ إِلَيْهَا الْغَرَبُ مِنْ

هُمْ فَيَصْدُرُ مِنْ هَذِهِ الْآيَاتِ الْحِكْمَةُ أَنَّ مَنْ فَعَلَ مِثْلَ مَا فَعَلَ مُؤْمِنِي مَدُون عَلَيْهِ السَّلَامُ قَدْ سَلَّمَ الضَّرَاطَ الْمُسْتَقِيمَ وَهُوَ الَّذِي عِبَدَ رَبَّهُ حَقَّ عِبَادَتِهِ بِإِلْهَامٍ  
 بِهِ حَقَّ إِيْمَانِهِ لَا نَسَاهُ عِبَادَتَنَا الْمُؤْمِنِينَ ضَالَّةً الْعِبَادَةِ الْأَسْوَى كَمَا سَبَلُ رَبِّهِ وَتَبَاعُكُمْ قَانُونُهُ تَقَطُّعُ الْفَتْرِ وَاللَّيْنِ وَتَكُونُ فِيهِ مِنْ الْمَفْلُحِينَ. وَمَا اخْتَصَرْتُ عَنْ أَجْلِ قِلَّةِ  
 فِي آتِي مَرَضِهِ فِي الْقُرْآنِ أَنَّ صِرَاطَ مُسْتَقِيمٍ بِالْأَلْفِ وَالْأَلْفِ فِي هَذَا الْمَوْضِعِ (صِرَاطًا عَامًّا قَالَ فِي سُورَةِ الْفَاتِحَةِ) وَلِذَا كَانَ مَا قَصَدَ اللَّهُ مِنْ قَوْلِهِ إِنْ أَنْتُمْ لَا تُؤْنَسُونَ عَلَى أَهْلِ هَذِهِ الْقَرْيَةِ وَالضَّرَاطَ الْمُسْتَقِيمَ. مِرْكَاطُ (الْبَاقِي)

اصول الاسلام بل دينه تعالى بل فطرت الله التي فطر الناس عليها والذين الذي هو به النبيون  
لا تهم افكوا هذا القانون واصلحو بالهم هذا المسنون ومن اتقى واصلى فلا خوف عليهم ولا هم يحزنون  
(١٥١٣) \* واقفا الاختلاف بين القرآن وبينهم في اساليب نفاذها وطريق اتباعها فهم من الفروع  
ليس باصل الدين ولذلك يحزنهم الله بما كسبوا ويستخلفهم في الارض ويمكن لهم دينهم الذي انزلنا  
لهم (١٥١٣) ان الله لا يضيع اجر المحسنين (١٩٠) \* فيا من تجهلون لا تعقلون! انبتوا في بسا  
استنبطتم من القرآن العظيم \* وما القانون المتفق عليه الذي استخرجتم منه فانتم له تسبحون \*  
استنبطتم من القرآن انه من اعترف بلسانه بان الله خالق السموات والارض فهو المسلم عنده  
وهو الذي دخل في دينه \* او امن بتوحيد تعالى \* فلا شك في ان كثير من العرب قبل ظهور الاسلام  
والاعراب والتصارى واليهود والمنفقين وغيرهم من معاصري النبي اكثرهم كانوا  
يقرون بلسانهم انه خالق السموات والارض وما كادوا يعتقدون بعقيدة غيرها  
لو كنتم تعلمون \* فلذلك قال الله فيهم ولين سألهم من خلق السموات والارض  
ليقولن الله قل الحمد لله بل اكثرهم لا يعلمون (١٥١٣) \* فما كان  
قولهم من دون العلم واليقين الا ما انتم تقولون الان بافواهكم بغير علم \* فلما لا ادخلهم  
الله في زمرة المسلمين بل ساءهم المشركين \* ولا شك في ان اكثرهم كانوا يقولون انه سخر  
الشمس والقمر كما تافكون بالسنتكم لانه قال فيهم ولين سألهم من خلق السموات والارض  
وسخر الشمس والقمر ليقولن الله فاني يوفكون (١٥١٣) \* ولا شك في انهم كانوا يعتقدون  
بافواههم بغير تعقل وعلم ان الله منزل الماء من السماء \* وانه هو حي الارض بعد موتها كما  
تعتقدون الان \* فانه قال فيهم ولين سألهم من نزل من السماء ماء فاحيا به الارض من بعد موتها

في ان العلم يصد  
من التوحيد و  
يولج فيه -

(البقية من صفحة ٦٥) الذين انعمت عليهم (٥١١) - الا فلاح القوم ونعمة الغلبة في الدنيا ولان لك عنى بالمتصوين عليهم والضايقين الذين هلكوا من فساد  
حكمهم في الدنيا وقد بينت ما عني الله به في كتاب التذكرة على صفحات (٢١١-٢١٢) فليدبر القاري اليها للتدبر والمن يدبر وسياق تفصيل ما صراط مستقيم بل ما  
الصراط المستقيم على صفحات (١٣٩-١٤٠) من هذه الاشارة بين لكم ما الاعمال التي تلزم الانسان منه فالمراد منها هو ان الضلوة هي التي قد يكم الى (البقية)

مَرَّتْهَا لِيَقُولَنَّ اللَّهُ قُلْ الْحَمْدُ لِلَّهِ بَلْ أَكْثَرُهُمْ لَا يَعْقِلُونَ (٦٣:٢٩) \* ولا شك في أن كثيرا  
منهم كانوا يقرّون بالسنتهم اوصافه تعالى واسمائهم كما ترونها الآن ليلًا ونهارًا \* فانه قال ولين  
سألهم من خلق السموات والأرض ليقولن خلقهم العزيز الحكيم (٩: ٣٣) \* ولا شك  
في أن معاصري النبي أكثرهم كانوا يعترفون بأن الله خلقهم من دون الشمس والقمر والسموات  
والأرض كما تعترفون وتلاسنون بينكم وتافكون بأقوالكم في زماننا هذا كثرة بعد مرة \* لانه  
قال ولين سألهم من خلقهم ليقولن الله فاني يوقن فكون (١٤: ٣٣) \* فان كان  
الترجيد قولكم بأفواهكم أو أفكركم بالسنتكم انه خالق السموات والأرض أو خالقكم أو خالق الشمس  
والقمر أو منزل الماء من السماء \* وإن لم يدخل في هذا الأقرار علم خلقه وتعقل ملكوته \* وتذكر  
سمواته وأرضه \* ومعرفته بداسة اعماله \* وتفطيش سنته وعادته بالتفكر في مخلوقاته \* فليما  
لا سمى الله معاصري النبي المسلمين الموحدين \* وليما سماهم المشركين الكافرين \* بل لا شيء أرسل  
الرسول ليهديهم \* ولما قال فيهم على أقرارهم باللسان بكونه خالقًا بل أكثرهم لا يعلمون  
(٢٥: ٣١) \* وبَلْ أَكْثَرُهُمْ لَا يَعْقِلُونَ (٩: ٣٣) \* ولا شيء فاعز وتفتخر \* وفخر وتفتخر \* بل فخر  
نفسه على سائر الخلق والكاذبة وقال أروني ماذا خلقوا من الأرض أم لهم شرك في السموات (٣٥: ٣٥)  
وقال هذا خلق الله فأروني ماذا خلق الذين من دونه (١١: ٣١) \* وقال ادعوا الذين زعمتم من دون  
الله لا يملكون منقلا ذرة في السموات ولا في الأرض ما لهم من شيء من شيء وما لهم من شيء من شيء  
(٢٢: ٣٣) \* بل لا شيء استكبر وتكابر في سمائه وأرضه وقال والسماء بين يدينا أيدينا وإنا أنزل سحونا \* و  
الأرض فرسنا فما فرعم الماهدون (٥١: ٢٨-٢٩) \* ولا شيء استدلل الرسول بل ذلكم على مخلوقه  
لمعرفته \* واشهدكم على خلقه لتحصيل قرينه وذكره وقال ومن كل شيء خلقنا زوجين لعلكم

(البقية من صفحة ٦٦) الصراط المستقيم والصراط هو الذي يهديكم في الدنيا فليست بالقاري هذه الآيات استدل بـ

١٠ فصل من كل هذه الآيات ان معاصري النبي كلهم أو أكثرهم من أهل الكفر وغيرهم كانوا يعتقدون بالسنتهم بالله كما يعتقد المسلمون في زماننا هذا ولكنه صلعم  
جاءهم ليشبه علمهم تنافهم ولينبتروا من هو وما قدر وعظمته جلالة بركاته بل يصدوا إياهم بالله بالجهل بسبيل طاعة الحق والحق أن القول ليس بشيء وما صدقوا بالآيات وقال فقط

تَذَكَّرُونَ فَخُذُوا إِلَى اللَّهِ إِنَّ لَكُمْ مِّنْهُ نَذِيرًا مُّبِينًا \* وَلَا تَجْعَلُوا مَعَ اللَّهِ إِلَهًا آخَرَ إِنِّي لَكُم مِّنْهُ نَذِيرٌ مُّبِينٌ \* (٥١-٥٩) \* وإن كان التوحيد اقراكم بالسنتكم انه احد او خالق كل شئ \* او عزير فوق كل ذي عزة \* او عليم فوق كل ذي علم كما قال الكفار في عهد النبي \* وان لم يشتمل عليه تعبته في العمل \* وطاعة امره \* والتباعد لقانونه \* وشدة حبه \* وترك ما سواه \* وان لم ينافه اتخاذكم اربابا من دونه علماء ومعنا \* وعبادكم اولياءكم وكبراءكم \* وتوكلكم في حكامكم واعزاءكم \* وعبادة الله والذات \* والتخف بالمال والاولاد \* والاعتناء بكل ما يحبكم او يشغلكم عن احكام الله \* واوثان القلوب التي تعبدن بها من دون الله \* والتي كان الكفار يعبدونها قبلكم \* فلما لا صبر الله على اقوالهم الظاهرة \* ولما ساء ما افك وقال قَاتِلْ يُؤْفَكُونَ \* (١٣٢-١٣٤) \* وهو الذي قال فيهم وَلَئِنْ سَأَلْتَهُمْ مَنْ خَلَقَ السَّمَوَاتِ وَالْأَرْضَ لَيَقُولُنَّ اللَّهُ قُلْ أَفَرَأَيْتُمْ مَا تَدْعُونَ مِنْ دُونِ اللَّهِ إِنْ أَرَادَنِيَ اللَّهُ بِضُرٍّ هَلْ هُنَّ كَاشِفَاتُ ضُرِّيهِ أَوْ أَرَادَنِي بِرَحْمَةٍ هَلْ هُنَّ مُمْسِكَاتُ رَحْمَتِهِ قُلْ حَسْبِيَ اللَّهُ عَلَيْهِ يَتَوَكَّلُ الْمُتَوَكِّلُونَ \* (١٣٩-١٤٠) \* وإن كان التوحيد كله لغظيا فلما لا دخل لله اليهود في زمرة المسلمين واكثرهم كانوا يعتقدون بالله لغظيا \* الا قليل منهم قالوا عزير ابن الله (١٩: ٣٠) بأقوالهم \* ولما قال فيهم اهلهم الجن والانس \* وزهبا لهم اربابا من دون الله (١٩: ٣١) \* ولم يسمهم احدا اربابه بلسانه \* فتدبروا انتم قوم يتفكرون \* فما التوحيد الا بالعمل \* وصاركم الله عليه لتعلموا ربكم بوساطة اعماله وتعقلوا سنته \* وصاركم على العلم والتعقل للتدبر والاشياء \* وصاركم على تدبرها لمعرفة \* ومعرفة قانونه \* ولتكونوا في الدنيا من الغالبين \* وما التوحيد بان تجروا الاجار خاصة وتعبدا واسائر الاصنام الباطنة التي تشغلكم عن السعي او تعكفكم عن العمل \* بل صاركم الله عليه لتوحدوا وانفسكم به \* وتالقوا بين قلوبكم بوساطته \* ولتجهدوا في هذه الارض اشد جهدكم مجتهدين \* شاغلين عن كل ما يضيعف

هم اي سارعوا الى الايمان بالله وبتوحيده لانه ما كان لاحد ان يخلق مثله شيئا \* فالتفكر في اعمال الله وتدبر خلقاته هو الذي يهدينا الى معرفته وما كان لاحد ان يعرف الله معتكفا في بيته ولهذا توكل الصوفياء في ما عني الله بمعرفته ترقلا عظيما بالاعتكاف في بيوتهم ولذلك ما عرفوا حق معرفته قط بل لم يطلعوا على عاداتهم وسنتهم اصلا \*

قُرْآنكم منظرين ومعاونين بينكم لتكونوا في الأرض من الغالبين \* وَمَنْ جَاهِدَ فَإِنَّمَا يُجَاهِدُ  
 لِنَفْسِهِ إِنَّ اللَّهَ لَغَنِيٌّ عَنِ الْعَالَمِينَ (٢٩: ٢٦) \* وهو غني عن أن تسموه أحداً أو اثنين أو ثلاث  
 الآله من اتخذ الها غيره في العمل وظل له عاكفاً فلم يخز في الحياة الدنيا ماداموا مشركين \*  
 فوالله ما جاهد قوم في زماننا هذا في التوحيد قط مثل ما جاهد الغرب لا تتم جاهد في رتبهم بعلمهم  
 وعقلهم \* وطهر أقطابهم من رجز الأوثان عملاً ومعناً \* ولم تخلفوا انكافاً بفواهم وأقوالهم \*  
 بل هم الذين راوا في زماننا هذا ما هم بكشفت ضرة \* أو مسكت رحمة \* وما رايتهم هذه قط  
 فصرتم من الآخرين \* فما شرب القرآن بسجودكم للأصنام المحجرة خاصة أيها المسلمون الجاهلون \*  
 أن هو لا قولكم يا فواهم آله أحد وعلى هذا شغلكم بأصنام القلوب واعتكافكم لها \* وعبادتكم  
 أولياءكم وكبراءكم \* واتخاذكم أحباركم ورهبانكم أرباباً من دون الله \* وافكم بلسانكم آله ربكم  
 ورازقكم وعلى هذا عبادتكم حكامكم والهيتم من الأرض \* وشغفكم بأوثان القلوب وجهادكم فيها  
 وشغلكم عن الجهاد في الله واحكامه \* ونفرتكم من السعي والعمل في سبيله \* وكونكم من الذين لا يعملون  
 (٢٥: ٢٣) سموتهم وأرضه \* وكونكم من الذين لا يعقلون (٢٣: ٢٩) ملكوته وقانونه \* وعدم معرفته  
 بداسة صحيفة الفطرة \* وعدم تسخيركم أشياء الطبيعة \* بل جعلكم عن مشيئته \* ومجادلتكم  
 فيه بغير علم \* وسلوككم سبيله بغير هدى \* وقولكم يا فواهم بغير عمل \* وهجركم بكتاب  
 الله ومع هذا ادعاءكم أنكم تعملونه \* وكونكم من الذين يؤفكون (٢٣: ٢٤) بأقوالهم لا يتم بعبادته  
 يسلمون \* لو كنتم تعلمون \* ولذلك قال الله لكم ألم تروا أن الله سخر لكم ما في السموات وما في  
 الأرض وأسبغ عليكم نعمه ظاهرة وباطنة ومن الناس من يجادل في الله بغير علم ولا هدى  
 ولا كتاب مبين \* وإذا قيل لهم اتبعوا ما أنزل الله قالوا أبل نشيع ما وجدنا عليه آباءنا ما أولئك

هم قد بينت على صفحة ٢٥ من هذه الفتاوى أن العلم في لغة القرآن هو الذي يصدر من دلالة الطبيعة والذي يصدر من استعمال السمع والبصر الغوازي من بعد  
 المشاهدة والخبرة فهذا ما علم الله بالعلم وهذه الآية وما ألهت فهو الاستدلال بالعمل الذي يجرى قلباً لا ناس من بعد علم فأنفقوا وأما الكتب من غير قول القانون التي جاءت به الأنبياء  
 من ربهم والذين سماه الله الكتب في القرآن. وهو صحيفة الفطرة التي هي بين أيديكم .

الشَّيْطَانُ يَدْعُوهُمْ إِلَى عَذَابِ السَّعِيرِ وَمَنْ يَسْلَمْ وَجْهَهُ إِلَى اللَّهِ وَهُوَ مُحْسِنٌ فَقَدِ اسْتَمْسَكَ بِالْعُرْوَةِ  
الْوُثْقَىٰ وَإِلَى اللَّهِ عَاقِبَةُ الْأُمُورِ وَمَنْ كَفَرَ فَلَا يَحْزَنُكَ كُفْرُهُ إِلَيْنَا مَرْجِعُهُمْ فَنُنَبِّئُهُمْ بِمَا عَمِلُوا إِنَّ  
اللَّهَ عَلِيمٌ بِذَاتِ الصُّدُورِ نُمَتِّعُهُمْ قَلِيلًا ثُمَّ نَضْطَرُّهُمْ إِلَىٰ عَذَابِ عَلِيْظٍ وَلَئِنْ سَأَلْتَهُمْ مَنْ خَلَقَ  
السَّمَوَاتِ وَالْأَرْضَ لَيَقُولُنَّ اللَّهُ قُلِ الْحَمْدُ لِلَّهِ بَلْ أَكْثَرُهُمْ لَا يَعْلَمُونَ (٢١-٢٥) \* فَيَا مَنْ  
لَا يَعْلَمُونَ رَتَبَهُمْ بِوَسْاطَةِ خَلْقِهِ ! وَيَا مَنْ يَقُولُونَ يَا فَوَاهِهِمْ مَا لَيْسَ فِي قُلُوبِهِمْ ! مَا التَّوْحِيدُ بِمَا  
انْتُمْ تَزْعُمُونَ \* إِنْ هُوَ إِلَّا عِلْمُكُمْ أَعْمَالُ رَبِّكُمْ \* وَهَرَكَمُ كُلُّ مَا يَشْغَلُكُمْ عَنِ السَّعْيِ \* وَالْإِسْتِقَامَةِ  
إِلَيْهِ \* لَوْ كُنْتُمْ تَعْلَمُونَ \* وَاللَّهُ عَلِيمٌ بِمَا تَسْتُرُونَ وَمَا تَعْلَنُونَ \* لَا تَسْلُمُونَ وَجْهَكُمْ إِلَى اللَّهِ وَ  
لَا تَحْسَنُونَ \* وَلَا تَخْشَوْنَ أَنْفُسَكُمْ مَا فِي السَّمَوَاتِ وَمَا فِي الْأَرْضِ \* وَلَا تَسْبِغُونَ عَلَيْكُمْ نِعْمَةً ظَاهِرَةً  
وَبَاطِنَةً بَلْ تُجَادِلُونَ فِي اللَّهِ بِغَيْرِ عِلْمٍ \* وَهَدَى \* وَقَانُونَ \* وَلَا تَسْتَمْسِكُونَ بِالْعُرْوَةِ الْوُثْقَى \* بَلْ  
تَتَّبِعُونَ مَا وَجَدْتُمْ عَلَيْهِ آبَاءَكُمْ فَلَنْ تَكُونَ يَمْتَعِكُمْ اللَّهُ قَلِيلًا فِي هَذِهِ الْأَرْضِ لِيَقْطَعَ دَابِرَكُمْ مَبْلِسِينَ \*  
فَإِذَا جَاءَ أَجْلَكُمْ لَا تَسْتَأْخِرُونَ سَاعَةً وَلَا تَسْتَقْدِمُونَ \* فَلَا شَيْءَ فِي اتِّكُمُ فِي تَوْحِيدِكُمْ قَهْمِلُونَ \* بَلْ  
تَتَّبِعُوا أَهْلُونَ \* وَلَا تَعْلَمُونَ وَلَا تَعْقِلُونَ \* وَتَحْتَفُونَ الْقُرْآنَ لِتَجْعَلُوا آيَاتِهِ الْكُفْرَ فَتُحْذَلُونَ \* فَيَا مَنْ لَا يَتَذَكَّرُ  
الْقُرْآنَ أَمَا قَالَ نَبِيُّكُمْ إِبْرَاهِيمُ لِأَبِيهِ وَقَوْمِهِ مَا تَعْبُدُونَ (٤٠-٤١) \* وَمَا هِيَ إِلَّا التَّمَاثِيلُ الَّتِي أَنْتُمْ  
لَهَا عَاكِفُونَ (٥١-٥٢) \* أَمَا كُنْتُمْ هَذِهِ التَّمَاثِيلَ إِلَّا أَصْنَامُهُمُ الَّتِي كَانَتْ تَشْغَلُهُمْ عَنِ السَّعْيِ  
الْعَمَلِ بَلْ تَفَرِّقُهُمْ وَتَقْطَعُهُمْ عَنِ الْعَمَلِ \* أَصْنَامُ الْمَالِ وَالْبَنِينَ \* وَأَوْتَانُ الْمَلَاحِي وَالْمُلَاحِبِ \*  
وَالِهَةِ النِّفَعِ وَالرِّيحِ \* مَنْ دُونَ مَا صَنَعُوا مِنَ الْحُجَرِ الْبَاهِيَةِ هُمْ الْأَقْدَمُونَ (٤٦-٤٧) \* لِيَمِزَّ قَوْمَهُمْ كُلَّ مَرْقٍ  
وَيَهْدِيَهُمْ إِلَىٰ عَذَابِ الْحَرِيمِ \* فَلَنْ تَكُونَ إِبْرَاهِيمُ فَإِنَّهُمْ عَلَىٰ قَوْلِي الْأَرْبَابُ الْعُلَمَاءُ (٤٤-٤٥) \*

وَلَنْ تَكُونَ دُعَارِيهِ يَارَبِّ لَا تَخْزِي يَوْمَ يُبْعَثُونَ \* يَوْمَ لَا يَنْفَعُ مَالٌ وَلَا بَنُونَ (١٢٧-١٢٨) \* الَّتِي كَانَتْ

هم يجوز للمفسر ان يرد بتر هذه الآيات اشرف تدبره فالله عز وجل الناس فيها على تصنيف العلم من دلالة الطبيعة ليهن افرهم الى القانون الذي يجرى في العادة وليسوا بوجوه  
له ومن بعد ذلك منى الله الناس عن تقليد آباءهم كالنعمان بل امرنا ان نتقدم الى العلم والحق بوجوهنا صراحة فخلق المتقن من آباءنا من الكذب والظن ومكر اللسان ومكر  
الاقوال من دون السعي والعمل بصدق وامرنا فانه دعائى كاصنع علماء اقمنا في زماننا هذا - ولان لك قال في معاصري الفقيه صلى الله عليه وسلم انهم يعتقدون  
بافواههم بالله ولكن ما لهم يقانونه وعادتهم من علم + \* اي يبعث الله الاكابر والآباء والازواج وسائر الارباب يوم القيمة ليكونوا شهداء على ما كانوا يفترون به

النَّاسُ يَظْلُمُونَهَا عَظِيمًا \* وَالَّذِينَ كَانُوا لَا يَسْمَعُونَ لَهُمْ أَذِيدُونَ \* وَلَا يَنْفَعُونَهُمْ أَوْ  
يَضُرُّونَ \* (٤٣: ١٢٦) \* إِلَّا مَنْ أَتَى اللَّهَ بِقَلْبٍ سَلِيمٍ \* (٨٩: ١٢٦) \* بِالَّذِي يَسْلُمُ وَجْهَهُ لَهُ صِرَافِعُ الْبَاقِينَ  
مِنَ الْمَعْبُودِينَ \* وَالَّذِي يَطِيعُهُ وَلَا يَطِيعُ أَحَدًا مِنَ الْعَالَمِينَ \* وَالَّذِي لَا يَسْجُدُ لِلْمَالِ الْبَدِينِ \* لِيَجَاهِدَ  
النَّاسَ فِي سَبِيلِ اللَّهِ بِأَمْوَالِهِمْ وَأَنْفُسِهِمْ وَلِيَكُونُوا مِنَ الْغَالِبِينَ \* وَلِذَلِكَ دَعَا إِبْرَاهِيمَ رَبَّهُ قَالَ رَبِّ  
هَبْ لِي حُكْمًا وَأَكْفِنِي بِالضَّالِّينَ \* (٨٣: ١٢٦) \* بِالَّذِينَ يَرِثُونَ الْأَرْضَ فَإِنَّ الْأَرْضَ يَرِثُهَا  
عِبَادَةُ الصَّالِحِينَ \* وَقَالَ وَاجْعَلْ لِي لِسَانَ صِدْقٍ فِي الْآخِرِينَ \* (٨٧: ١٢٦) \* لِيَصِلَ النَّاسُ  
عَلَيْهِ يَسْلُمُوا عَلَيْهِ مَا دَامَتِ السَّمَوَاتُ وَالْأَرْضُ مُسَلِّمِينَ \* وَقَالَ وَاجْعَلْنِي مِنْ رُكَّةِ الْجَنَّةِ النَّعِيمِ \*  
(٨٥: ١٢٦) \* فَإِنَّ الْجَنَّةَ لَوَاسِعَةٌ جَنَّاتُ الْأَرْضِ مِنْ عَيْبُون \* وَزُرُوعٌ وَمَقَامُ كَرِيمٍ \* (٢٥: ١٢٦) \* وَمَا هِيَ  
إِلَّا لِلَّذِينَ قَالَُوا الْحَمْدُ لِلَّهِ الَّذِي صَدَقْنَا وَعَدَهُ وَأَوْرَثَنَا الْأَرْضَ نَتَّبِعُوا مَنْ تَتَّبَعُوا مِنَ الْجَنَّةِ حَيْثُ نَشَاءُ  
فَنِعْمَ أَجْرُ الْعَامِلِينَ \* (٢٠: ١٢٦) \* لِأَنَّ الْأَرْضَ لِلَّهِ يُورِثُهَا مَنْ يَشَاءُ مِنْ عِبَادِهِ وَالْعَاقِبَةُ لِلْمُتَّقِينَ \*  
(١٢: ١٢٦) \* وَلِذَلِكَ قَالَ إِبْرَاهِيمُ وَأَزْلَفَتِ الْجَنَّةُ لِلْمُتَّقِينَ \* (٩٠: ١٢٦) \* وَتُورِثُ الْجَنَّةُ الْغُلَامِينَ \*  
(٩١: ١٢٦) \* لِلضَّالِّينَ الَّذِينَ لَمْ يَرِثُوا مِنَ الْأَرْضِ قِطْعَةً وَكَانُوا مُسْتَضْعَفِينَ \* وَمَنْ كَانَ فِي هَذِهِ  
أَعْمَى فَهُوَ فِي الْآخِرَةِ أَعْمَى \* (٤٢: ١٢٦) \* وَلِذَلِكَ دَعَا إِبْرَاهِيمَ رَبَّهُ وَقَالَ وَاصْفِرْ لِي  
إِنَّهُ كَانَ مِنَ الضَّالِّينَ \* (٨٦: ١٢٦) \* مِنَ الَّذِينَ لَمْ يَسْلُكُوا صِرَاطَ الْمُسْتَقِيمِ \* صِرَاطَ الَّذِينَ أَنْعَمْتَ  
عَلَيْهِمْ غَيْرِ الْمَغْضُوبِ عَلَيْهِمْ وَلَا الضَّالِّينَ \* (١٠١: ١٢٦) \* فَالضَّالُّونَ هُمُ الَّذِينَ لَمْ يَقْدِرُوا عَلَى أَنْ يَهْتَمُّوا فِي  
هَذِهِ الدُّنْيَا وَأُولَئِكَ هُمُ الْمَغْضُوبُونَ \* وَالْمَغْضُوبُونَ هُمُ الَّذِينَ لَمْ يَرِثُوا مِنَ الْأَرْضِ قِطْعَةً فَصَارُوا  
مُسْتَضْعَفِينَ \* وَالْمُسْتَضْعَفُونَ هُمُ الْهَالِكُونَ الْمَغْضُوبُونَ \* فَإِنَّهُ قَالَ وَمَنْ يَحْكُلْ عَلَيْهِ عَصَايَ  
فَقَدْ هَوِيَ \* (٨١: ١٢٦) \* وَصَارَ مِنَ الْهَالِكِينَ \* فَسَلِّمْ عَلَى الْمُتَّقِينَ \* الَّذِينَ يَرِثُونَ جَنَّاتِ الْأَرْضِ شَعْرًا

هـ اى ما تعبدون من اصنامكم فكيفين لها فكم لا يستطيعون ان يذكروكم نعمتنا اوضحنا والله هو الذى يملك لهم خيرا بل شرا + لما قالوا ابراهيم رب هب  
لي حكما (٨٣: ١٢٦) فيصدمه انه عليه السلام كان يبحث قومه على التوحيد عملا ومثالا ليزيدوا اصنام القلوب على ما صنعوا من الحجر فيسعون الى الدنيا سعيا  
بليغا ليساطور يثلى الارض +



يتبعون من الجنة حيث يشاءون \* فنعم اجر العاملين السالحين الموحدين المستقين \* والحمد لله

رَبِّ الْعَالَمِينَ (١١١) ❦

فما الشِّرْكُ الا ما يشغلكم عن السَّعْيِ اِتِّهَا الضَّالُّونَ الْمَغْضُوبُونَ ! وكل ما يصرفكم عن حدة  
الامَّة والاتِّحاد الى الاشتات والافتراق هو الشِّرْكُ لو كنتم تعلمون ❦ ولذلك قال الله لكم اَنْ اَقِيْمُوا  
الَّذِينَ وَلَا تَقْرَءُوا فِيهِ كُذِّبَ عَلَى الشُّرَكَائِينَ مَا تَدْعُوهُمْ اِلَيْهِ (١٣: ٣٢) لان الشِّرْكَ يكفهم عن الصَّلَامِ و

الاتِّحاد والمَشْرُكُونَ هم الَّذِينَ يَفْسِدُونَ فِي الْأَرْضِ وَلَا يَرِابُطُونَ وَلَا يَصْلَحُونَ ❦ كل

واحد منهم يشتغل بصفته ويفرح بمال يله صرفا عن الباقي ❦ والله يوحدهم

ويجمع بينكم ويقويكم لو كنتم تعلمون ❦ وإن من قوم في هذه الارض اتحدوا لاصلاح

الا انهم ظهروا قلوبهم من اوثان الاهواء والذات فالف بينهم الله وصاروا من

الموحدين ❦ ولذلك قال الله لكم وَلَا تَكُونُوا مِنَ الْمُشْرِكِينَ مِنَ الَّذِينَ فَرَّقُوا دِينَهُمْ وَكَانُوا شِيعًا كُلٌّ جَزَاءُ بِمَا

لَدَىٰ هَٰؤُلَاءِ فِرَاقٍ كَبِيرٍ (٣٢: ٢٤) ومن اشرك تقطع فصا من المداير ❦ ولذلك قال الله لكم فَلَا تَدْعُ

مَعَ اللَّهِ إِلَهًا آخَرَ فَتَكُونَ مِنَ الْمُعَذَّبِينَ (١٣: ١٦) ❦ ولذلك قال الله لكم اِنَّ هَٰذِهِ أُمَّتُكُمْ أُمَّةً وَاحِدَةً

وَآَنَآ اَرْبُكُمْ فَأَعْبُدُونِ (٩٢: ٢١) ❦ فما التَّوْحِيدُ الا وُحْدَةُ الامَّةِ لو كنتم تعلمون ❦ وكل من يؤمن

بالله ويحجج رجا الشيطان ويظهر قلبه من الاوثان ويركى نفسه ولا يدخل في جوف قلبه الا التَّوْحِيدُ

يتيسر له لتقوية قومه اِجْمَاعًا بِالْمَالِ لَا تَه لَا يَصْلَحُ الْمَالُ وَلَا يَتَّخِذُ الْإِلَهَ مِنْ دُونِ اللَّهِ لَا يَشْرِكُ

وَلَا يَلْبِسُ إِيْمَانَهُ بِظُلْمٍ وَيُؤْمِنُ بِأَنَّهُ سَوْفَ يُؤْتَىٰ أَجْرُهُ مِنْ عِنْدِ رَبِّهِ ۖ وَلَٰذَٰلِكَ قَالَ اللَّهُ

لِنَبِيِّهِ قُلْ إِنَّمَا أَنَا بَشَرٌ مِّثْلُكُمْ يُوحَىٰ إِلَيَّ أَنَّمَا إِلَهُكُمُ اللَّهُ وَاحِدٌ ۖ فَاسْتَقِيمُوا إِلَيْهِ

وَأَسْتَغْفِرْ لَهُ ۖ وَوَيْلٌ لِلْمُشْرِكِينَ ۚ الَّذِينَ لَا يُؤْتُونَ الزَّكَاةَ وَهُمْ بِالْآخِرَةِ هُمْ كَافِرُونَ (٦١: ٢١) ❦

ومن يؤمن بالله ويتوجه به يتيسر له اِجْمَاعًا بِالْإِنْفُسِ وَالْهَجَرَةِ لَا تَه مِنْ يَوْمٍ بِهِ عَمَلًا وَمَعْنًا

فان وُحْدَةُ الامَّةِ  
تُجْمَعُ فِي التَّوْحِيدِ  
وتصدر منه وما  
الشِّرْكُ الا ما ينافي  
التَّوْحِيدَ

فان اِجْمَاعًا بِالْمَالِ  
والِجْمَاعُ بِالْإِنْفُسِ  
الهِجَرَةُ تَصْلَحُ التَّوْحِيدَ  
وتوحيده

فلا يجب نفسه من الله فالَّذِينَ آمَنُوا أَشَدُّ حُبًّا لِلَّهِ (١٦٥: ١٦٤) ٥ وَلَئِنْ قَالَ اللَّهُ فِيهِمْ وَالَّذِينَ آمَنُوا  
 وَهَاجَرُوا وَجَاهِدُوا فِي سَبِيلِ اللَّهِ وَالَّذِينَ آوَوْا وَانصَرُوا أُولَئِكَ هُمُ الْمُؤْمِنُونَ حَقًّا لَهُمْ مَغْفِرَةٌ  
 وَرِزْقٌ كَرِيمٌ (٤٧: ٤٦) ٥ فما التوحيد إلا الجهاد والهجرة من دون ما تقدم إليها المسلمون المتوحدون  
 وما يؤمن أحد عنده حتى جاهد ما جرت تقوية قومه بل هجر كل ما يشغله عن السعي والعمل من  
 يفعل ذلك فأولئك هم المؤمنون ٥ حَقًّا وأولئك هم الموحدون ٥ صدقاً عما قال القائلون كذب  
 الكذّابون ٥ ومن يؤمن بالله وتوحيده ويزكي قلبه يتيسر له اطاعة أميره لا أنه لا يجد في  
 قلبه شيئاً يأمره بشيء آخر أو ينهاه عنه فلذلك قال الله لكم يا أيها الذين آمنوا أطيعوا الله و  
 أطيعوا الرسول وأولي الأمر منكم فإن تنازعتم في شئ فردوه إلى الله والرسول إن كنتم تؤمنون  
 بالله واليوم الآخر ذلك خير وأحسن تأويلاً (٥٩: ٥٨) ٥ ولا تظنوا أن اطاعة الرسول في زماننا هذا

هي ما هجر به فقهاءكم الجاهلون ٥ الذين قالوا انتم اهي اتباعا حديث النبي ليعكروا  
 فيها مثل ما مكروا في القرآن ٥ وليحرفوها مثل ما حرفوه علماء ومعتاه ويضربوا بعضها  
 بعضها ٥ وليضربوها بكتب الله ٥ فيمشوا في الأرض جامدين صابرين وقائلين متعصين ٥  
 شاكرين بأن الله ما جعل عليهم في الدين من حرج وبأنهم هم المفلحون ٥ بل طاعة

الرسول هي طاعة ما كان الرسول يأمر المؤمنين في عهد يوم ما فيوما مشافهة ومواجهة  
 من كونه أميراً على جماعتهم وسيتلهم ليظهرهم على أعدائهم ٥ وما كان يدعوهم لما يحبه  
 أو يكرههم من الظلمت إلى النور ٥ لينصروا على أعدائهم غالبين ٥ ومن كان بطبعه أو يستجيب لأحكام  
 من فور في عهد النبوة فهو الذي قد طاعه ٥ ومن يطيع الرسول فقد أطاع الله (٨٠: ٨١) وما  
 كان للرسول أن يأتي بأمر غير ما أمركم الله ٥ أو يحكم بينكم إلا بما أنزل الله ٥ فما طاعة الرسول  
 إلا أن الأاطاعة أميركم ٥ والاستجابة لصاحب الأمر منكم ٥ أول من خلف من بعدك ليأمركم أول من

فإن طاعة الأمير  
 ضد من التوحيد  
 وتوحيده وما  
 طاعة الرسول  
 إلا طاعة  
 أولى الأمر منكم

قام مقام الرسول فيكم • بل من قام مقام اميركم فيكم • ولذا قال الله لكم ان اطيعوا اولي الامر  
منكم فالطاعة هي المقصود منه • لانه من اطاع اميره فقد اطاعوا في هذه الدنيا • ولا  
شك في انهم في الآخرة من المفلحين • ولذا قال الله عز وجل لعاصي النبي ومن يطع الله ورسوله  
ويخش الله ويتقوه فاولئك هم الغالبون (٥٢: ٢٣) • ولذا قال الله لهم وما ارسلنا من رسول  
الا ليطاع باذن الله (٢٤: ٢٤) • والطاعة هي التي يريد الله منكم اجمعين • فلا تيسروا دينكم  
بالمكر والتاويل ولا تقسموا طاعة معروفة • وان الله خبير بما تعملون (٥٣: ٢٣) • امركم الله ان  
تطيعوا في الامور منكم • ولا تعصوه في اتي حالي واشكال • وان اختلفتم في شيء من امرنا زعمتم  
فلا تزالوا تتبعون • وردوا نزعكم الى خليفة الرسول ليحكم بينكم بما انزل الله • او ما كان الرسول  
يفعل في عهد • وليؤاخذوا بما فعل ويبحاسبه • فهذا ما عني الله بقوله فردوه الى الله والرسول  
ان كنتم تؤمنون بالله (٥٩: ٢٣) • لان الفتنة اشد من القتل (١٩١: ١٢) • وما يريد بكم الله من شيء  
الا ان تطيعوا اميركم طائعين • ولذلك ذهب السلف من علماء الدين الى انه من اطاع  
السلطان فقد اطاع الرحمن • لان الطاعة هي التي بُني عليها نظام العالم • وهي التي يهدى الامم  
منها في هذه الدنيا • ولين لم يسجد لله من في السموات والارض طوعا وكرها لفسدت السموات و  
الارض • ولو كان فيها الهة الا الله لفسدتا (٢٢: ١٢) • ولذا قال الله للسماء والارض اثنيان طوعا  
او كرها • قالتا اتينا طائعين • (١١: ١٢) • فما الايمان الا اطاعة الامير من دون ما تقدم  
بل التوحيد الا ان تنظموا انفسكم لسيدي وخائفين • ولذا قال الله لعاصي النبي فاقنوا  
الله واصطحبوا ذات بينكم واطيعوا الله ورسوله ان كنتم مؤمنين (١: ١٨) • ومن يخش احدا الا الله  
يجعل في جوف قلبه الها غيره • وهذا ما ينافي التوحيد وما يناقض الايمان • فلذا قال الله

• اي لا تتخذوا الى رسولكم بالمر ولا تقسموا بالطاعة هي التي لا يخفى على احد ان تطيعوا بالتبعية من انفسكم فلا حاجة لكم ان تقسموا بالله للايمان •  
• هذا ما كتب السلطان محمد تقي ومن خلفه بعد على سيكتهم نظر الى تشديد ملكهم وتقوية حكمهم في الهند فلا شك في ان المسلمين في عهدهم كانوا يعلمون انهم  
الله من طاعته ولا شك في انهم كانوا يعلمون ان اطاعة الرسول انما هي اطاعة السلطان •

أَخْشَوْهُمْ فَقَالَ اللَّهُ أَحَقُّ أَنْ تَخْشَوْهُ إِنْ كُنْتُمْ مُؤْمِنِينَ (١٣: ١٩) ﴿١﴾ فَمَا الْإِيمَانُ وَالْإِتْقَانُ وَالتَّوْحِيدُ  
 الْأَشْيُ وَاحِدٌ فِي الْأَصْلِ يَصُدُّ مِنْ أَنْ يَطْهَرُ الْإِنْسَانُ قَلْبَهُ مِنْ رَجْزِ الْأَوْتَانِ \* وَلَا شَكَّ أَنَّ طَاعَةَ  
 الْأَمِيرِ فَرْعٌ مِنْ فُرُوعِ الْإِيمَانِ \* وَمَا هِيَ إِلَّا التَّوْحِيدُ أَصْلًا وَعَمَلًا لَوْ كُنْتُمْ تَعْلَمُونَ ﴿٢﴾ وَهَذِهِ مَا وَجَّهَ  
 بِهِ كُلُّ الْأَنْبِيَاءِ مِنْ قَبْلِ نَبِيِّنَا صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مِنَ الدِّينِ الَّذِي شَرَعَ اللَّهُ لَنَا \* وَالْفَطَرِ الَّذِي فَطَرَ  
 اللَّهُ النَّاسَ عَلَيْهَا \* لَا أَنْبِيَاءَ نَاوِحًا وَهُودًا وَصَلْحًا وَلُوطًا وَشُعَيْبًا وَعِيسَى عَلَيْهِمُ السَّلَامُ قَالُوا لَا اقْرَأُوا هَؤُلَاءِ  
 إِلَّا تَتَّقُونَ ۚ إِنَّي لَكُمُ رَسُولٌ أَمِينٌ ۚ فَاتَّقُوا اللَّهَ وَاطِيعُونَ ۚ وَمَا أَسْأَلُكُمْ عَلَيْهِ مِنْ أَجْرٍ إِنْ أَجْرِيَ إِلَّا عَلَىٰ  
 رَبِّي الْعَالَمِينَ ۚ فَاتَّقُوا اللَّهَ وَاطِيعُونَ ﴿٣﴾ ﴿١١٠-١٠٦-١٠٧﴾ ﴿٤﴾ فَمَا أَصْرُ الْأَعْلَى تَقَاءُ اللَّهِ طَاعَةُ الْأَمِيرِ \* لَا أَنْ طَاعَتُهُ سُرَّ  
 الْفَلَاحُ وَالْأَمْنُ فِي هَذِهِ الدُّنْيَا \* وَالْإِتْقَانُ سِرُّ الْإِيمَانِ وَالتَّوْحِيدُ \* وَالتَّقْوَى وَالطَّيْعُونَ هُمُ الْأَمِينُونَ وَأُولَئِكَ هُمُ الْمَفْلُحُونَ ﴿٥﴾  
 وَلِنُظَرُ إِلَى كُلِّ مَا تَقَدَّمَ فِي شَرْحِ التَّوْحِيدِ الْقَوْلَ الْحَقُّ الَّذِي لَا يَشَكُّ فِيهِ هَوَاتِ  
 كُلِّ وَاحِدٍ مِنْ أَصُولِ الْإِسْلَامِ الَّتِي تَقَدَّمَ ذِكْرُهَا أَعْنَى وَحْدَةِ الْأَمَّةِ وَطَاعَةَ الْأَمِيرِ وَلِهَذَا بَدَأَ الْفَسْرُ  
 الْجِهَادَ بِالْمَالِ وَالْهَجْرَةَ وَالْإِسْتِقَامَةَ فِي السَّعْيِ مَكَارِمِ الْإِخْلَاقِ وَالْعِلْمِ وَالْإِيمَانِ بِالْآخِرَةِ يُوَلِّجُ فِي أَصْلِ التَّوْحِيدِ  
 لِأَنَّ كُلَّ هَذِهِ الْأَعْمَالِ يَصُدُّ مِنَ الْقَلْبِ الَّذِي لَا يَتَّخِذُ إِلَّا هَاطِعًا \* وَلَا يَعْبُدُ إِلَّا طَافِعًا \* وَلَا يَصْنَعُ  
 نَفْسَهُ \* وَلَا يَجِبُ شَيْئًا غَيْرَهُ \* وَلَا يَخْشَى أَحَدًا إِلَّا اللَّهَ \* وَالَّذِي يَسْعَى فِي الدُّنْيَا سَعْيًا بَلِيغًا لِيَعْرِفَهُ  
 وَالَّذِي لَا يَسْئَلُ عَلَى مَا يَفْعَلُ مِنْ أَجْرِ الْأَعْلَى رَبِّ الْعَالَمِينَ ﴿٦﴾ وَمَا يَفْعَلُ كُلُّ هَذِهِ إِلَّا الَّذِينَ  
 يَخَافُونَ رَبَّهُمْ مِنْ فَوْقِهِمْ وَقُلُوبُهُمْ وَجَلَةٌ أَنَّهُمْ إِلَىٰ رَبِّهِمْ رَاجِعُونَ ﴿٧﴾ ﴿١٠٢: ٢٣﴾ وَمَنْ يَفْعَلْ هَذِهِ  
 الْأَعْمَالِ فَأُولَئِكَ هُمُ الْفَائِزُونَ \* فِي هَذِهِ الدُّنْيَا أَيْنَمَا نَظُرُونَ ﴿٨﴾ صِرَافًا يَقُولُونَ وَيَعْتَقِدُونَ ﴿٩﴾  
 فَلَا شَكَّ فِي أَنَّ التَّوْحِيدَ فِي الْعَمَلِ هُوَ الَّذِي بُنِيَ عَلَيْهِ الْإِسْلَامُ \* بَلِ الَّذِي قَطَعَهُ عَلَى النَّاسِ \* بَلِ مَا  
 خُلِقَتْ عَلَيْهِ الْجِنَّ وَالْإِنْسُ فَلِذَلِكَ قَالَ اللَّهُ عَزَّ وَجَلَّ وَمَا خَلَقْتُ الْجِنَّ وَالْإِنْسَ إِلَّا لَعَلَّ

﴿١﴾ فَيَصُدُّ مِنْ هَذِهِ الْأَبَاتِ الْجَمْلَةِ النَّافِعَةِ مِنَ الْإِتْقَانِ وَطَاعَةِ الْأَمِيرِ هُوَ بَرِيدُ اللَّهِ مِنَ النَّاسِ سِيَاقُ تَفْصِيلِ مَا لَا تَقْدَرُ عَلَى التَّصْفِيحَاتِ الْأَتَمَّةِ (١٠٢-١٠٩) مِنْ مَعْنَى  
 الْإِسْتِقَامَةِ فِي سَبِيلِ اللَّهِ هُوَ الْإِيمَانُ بِبَرِيدِ اللَّهِ مِنْ هَذِهِ الْأَعْمَالِ الْإِتْقَانُ وَطَاعَةُ الْأَمِيرِ فَقَدْ أَفْهَمَ فِي هَذِهِ الدُّنْيَا هُمُ الَّذِينَ يَبْدُلُ اللَّهُ خَوْفَهُمْ بِإِيمَانٍ وَضَعْفَهُمْ قُوَّةً فَلِذَلِكَ قَالَ  
 الْأَنْبِيَاءُ لَا قَرَامَ لِي لَكُمْ رَسُولٌ أَمِينٌ (١٠٤: ١٣٩) أَيْ جَعَلَكُمْ بِالْعَاقِرِ الَّذِي يَبْدُلُ خَوْفَكُمْ إِمَانًا لَا مَا فُهِمَ أَكْثَرُ الشَّائِعِينَ مِنْهُ أَعْنَى جَعَلَكُمْ بِأَمَانَةٍ فَهِيَ لَيْسَ بِمَجْمُوعٍ

لِيَعْبُدُونَهُ (٥٦: ١٥) وكل من يصرف عن هذه الاعمال يصرف عن التوحيد \* ويشرك بالله \*  
 بل يظلم نفسه \* فاولئك هم الهالكون \* في الدنيا ايما تنظرون \* ولا شك انهم في الآخرة  
 من الخذلان \* والذين يعبدون الله مخلصين له الدين \* ولا يتخذون اربابا غيره علماء ومعنا  
 في قلوبهم ابدل \* ويسعون في توحيدهم سعيًا بليغًا لئلا يغلوا \* ويستفتون على  
 اعدائهم بتوحيدهم \* فاولئك هم الغالبون \* تجأ في جنودهم عن المضاجع يدعون ربهم خوفًا  
 وطمعًا ومما رزقهم ينفقون (١٦: ١٣) \* قليلا من الليل ما يهجعون (١٤: ٥) \* ليجاهدوا في  
 سبيلهم بايديهم وارجلهم حتى جهادهم وليغيروا ما بانفسهم جاهدن \* وبلا سحرهم يستغفرون  
 (١٨: ٥) \* ليغفر الله لهم ما تقدم من ذنبهم وغفلتهم وما تاخر \* ويرجعوا اليه مضاعفين سعيهم  
 مقدرين \* هم الذين قالوا ربنا لا تؤاخذنا ان نسينا او اخطانا \* (في مساعينا ربنا ولا تحمل علينا  
 اصرا كبيرا حملناه على الذين من قبلنا \* لنستغفر على اعدائنا ربنا ولا تحمِلنا ما لا طاقه لنا به \* واعف عنا  
 ) نظر الى وسع انفسنا \* وقلة حيلتنا \* واغفر لنا وارحمنا انت مولانا فانصرنا على القوم الكافرين \*  
 (٢٨: ١٢) \* لهم البشري في الحياة الدنيا وفي الآخرة لا تبدل الكلمت لله ذلك هو الفوز العظيم \*  
 (٦٣: ١١) \* افرء يتكلم انكم عذاب الله بغتة او جهرة هل يهلك الا القوم الظالمون (١٧: ١٤)  
 المشركون \* ورايتهم انه من امن ولم يلبس ايمانه بظلم او ليك لهم الامن \* وهم هتدون (١٦: ٨٣)  
 فيا من يزعمون الله ما العبادة الا اعتكافكم في بيوتكم او مساجدكم متصرفين عن خلق الله  
 راغبين عما خلق الله في السموات والارض وما بينهما بالحق \* حاسبين خلقه باطلا وعبتا \* مكرين  
 اسمائه بالها وهزلا \* ما العبادة بما زعمتم \* وما هي بجمود في زواياكم الذي يستحكم  
 الى الدالة والمسكنة \* او عزلة تضعف قولكم وتفشلكم \* فتقولوا ما انزل الله علينا  
 في القرآن من شيء \* وما هو بشيء يصلح بالناس في الدنيا بل يحزننا ويحببنا \* بل هو الذي

في الله ما العبادة  
 الا اطاعة احكامه  
 تعالى والسعي والعمل  
 وما هي بهيانية -

يشيع الذلة والمسكنة فينا \* وما هذا إلا أساطير الأولين ❦ بل هُتِمَ اللهُ عن هذه الرهبانية  
 أيها الجاهلون ❦ ابتدئوا رهبانكم واحباركم واصفياءكم ليصلحوا بالانفسهم ويخربوكم \* اويكيد  
 الله \* ما كتبها الله عليكم قط إلا ابتغاء رضوان الله فنادعوها حق رعايتها (٢٤: ٥٤) أفلا تعقلون ❦  
 إِنَّ أَنْتُمْ إِلَّا مُفْتَرُونَ \* (٥٠: ١١) \* على الله فأنكم تقولون على الله ما لا تعلمون ❦ ما يريد الله من  
 تعبدكم من شيء بل ما عبادة الله من شيء إلا أن تسعوا في الأرض جاہدين ❦ وما ابتغاء رضوان  
 إلا أن تعملوا وتستقيموا إليه وتصابروا وتوكلوا عليه مبيتين ومصحين ❦ لتبتغوا فضلا  
 منه ورحمة ونعمة فمن ابتغى نعمته وسعى لها سعيها فهو الذي ابتغى وجهه باليقين ❦ وما  
 لاحد عنده من نعمة تجزي إلا ابتغاء وجه ربه الأعلى (٢٠: ١٩-٢٠) أفلا تتدبرون ❦ وما يريد  
 الله من عبادته من شيء إلا أن تصبوا شيئا في جهادكم فتقلبوا خسران ❦ وإن لا تأخذوا شيئا  
 ربكم فظنوا عليه كافرين ❦ شاعلين عز سعيكم فتكونوا من الخائبين ❦ وإن تقروا عليه لتقروا  
 عما خلاه \* ولتذهبوا له لتذهبوا عما سواه زاهبين ❦ لتروا الأرض فأنه من ورث الأرض فأولئك  
 قوم عابدون ❦ وأولئك عبادة الصالحين ❦ فلذلك قال الله لكم لعبادوا الذين آمنوا بالآخرين  
 واسعة فإني فاعبدون (٥٦: ١٢٩) بوراة الأرض الواسعة فإني فاعبدون ❦ ورث الأرض (٢٠: ١١٩)  
 ونورثها من نشاء من عبادنا الصالحين ❦ فما العبادة إلا أن تستميتوا في أرضه الواسعة فافترين  
 وإن تسعوا في منابها غالبين ❦ فأنه قال كل نفس أكفأت لمرث شئنا ترجعون \* والذين آمنوا  
 وعملوا الصالحات لننبؤنهم من الجنة عرا فاجري من تحتها الأنهار جلدان فيها لهم أجر العظيم الذين  
 صابروا وعلى ربهم يتوكلون (٥٩: ٥٤-٥٩) في نتائج سعيهم ❦ لا يضيع أجر المحسنين (١٢٠: ١٢٠) فإين  
 لا يعلمون (٢٥: ٣١) ولا يعقلون ❦ ما العبادة إلا ما ومتكم على التوحيد ما زلت \* وتعبدكم  
 له ما استطعتم \* واستقامتكم إليه ليلا ونهارا ❦ لتسعوا في الأرض جاہدين ❦ ليؤخذكم ويقوكم

ويغلبكم على العالمين ﴿١٥٠﴾ ويحييكم يا حيّ يا قيّوم ﴿١٥١﴾ ويلين قلوبكم بتركيب نفوسكم ﴿١٥٢﴾ ويشرح صدوركم  
باجلاء الاوثان منكم ﴿١٥٣﴾ فتمشوا في الارض قاهرين ﴿١٥٤﴾ مرسلين انعم ربكم على انفسكم مدبرا كالتماء  
والكلين من فرقكم ومن تحت ارجلكم فرحين ﴿١٥٥﴾ ولذلك قال هو لقومه ليقيم اعبد الله ما لكم من  
الله غيره وان انتم الا مفترون ﴿١٥٦﴾ يقيم لا استلتم عليكم اجرام ان اجري الا على الذي قطري افا لا  
تعقلون ﴿١٥٧﴾ ويقوم استغفر واربعكم ثم توبوا اليه يرسل السماء عليكم قدرا ويزيدكم قوة الى  
قوتكم ولا تتولوا الجحيمين ﴿١٥٨﴾ ولذلك قال فوج لقومه يقيم اني لكم نذير مبين اراعبدوا  
الله واتقوا واطيعون ﴿١٥٩﴾ واستغفر واربعكم ﴿١٦٠﴾ الله كان غفارا ﴿١٦١﴾ يرسل السماء عليكم  
مدرا وازارا ﴿١٦٢﴾ ويمدكم باموال وبنين ويجعل لكم جنات ويجعل لكم انهارا ﴿١٦٣﴾ ولذلك  
قال الله عز وجل ان الذين قالوا ربنا الله ثم استغفوا تتنزل عليهم الملائكة الا تخافوا ولا تحزنوا  
وانبشروا بالجنة التي كنتم توعدون نحن اوليوكم في الحياة الدنيا وفي الآخرة ولكم فيها ما  
تشتبهون انفسكم ولكم فيها ما تدعون ﴿١٦٤﴾ نزلا من غفور رحيم ﴿١٦٥﴾ فما العباد  
الا ما يزيدكم قوة ويضعفكم نعمة ايها الضالون المفلتون الراهبون ﴿١٦٦﴾ والذي يجعل لكم جنات  
في هذه الارض ويجعلكم مالكا لانهار والعيون ﴿١٦٧﴾ والذي يمدكم باموال وبنين والذي يبطل  
خوفكم امنا ويستخلفكم في الارض ويبشركم في الحياة الدنيا ليكون لكم فيها ما تشتهون ﴿١٦٨﴾ ومن  
اظلم من ان ترى على الله كذبا ﴿١٦٩﴾ وقال ان هذا القرآن لا يفلحني ولا يهديني ﴿١٧٠﴾ كلا ان هذا  
القرآن يهدي للتي هي اقوم ويبشّر المؤمنين الذين يعملون الصالحات ان لهم اجرا كبيرا ﴿١٧١﴾  
افلاتنكرون ﴿١٧٢﴾ ومن اجل بعذاب الله لا تكمل تعلمون كتابه او تحزنون معناه الا انفسكم فتخلون  
والله لا اجل في كل ما جرى في القرن الاولى في عهد نبينا صلعم صلوته غير هذه الصلوة او توحيد غير

هو فصل من الخوض في هذه الآيات الله تعالى ما خلقه بغير جنات غير مستحيين الا انهم لا جنت الارض ويعيونا لا الجنة الاخرة قط كما فهم كل الشارحين علماء  
الدين منه - فاصدحوا وجل منه في اتم مقام الا الاستغفار في الارض والتمكين من ربها وجرها ويؤيد هذا القول قوله تعالى في هذه الآيات يزيدكم  
قوتكم الى قوتكم وقرنه بكم باموال وبنين وقوله يرسل السماء عليكم قدرا ويزيدكم قوة الى قوتكم فافهم علماءنا من لفظ جنت الجنة الاخرة الا بالملك والملك



هذا التوحيد او عبادة غير هذه العبادة التي كانت تنصرهم على عدائهم غالبين ❦ ولا اجزى  
 كلامه تعالى من اقله الى اخره مسحة من خبر الا انه ارسل رسوله بالهدى ودين الحق  
 ليظهره على الدين كله ولو كره المشركون ❦ (٢٣١٩) فهل انتم تؤمنون بهذا القرآن  
 من هذه القليل انظروا على اعدائكم عابدين ❦ وبذا الصلوة لتخطوا كقار الارض مهلدين ❦  
 وبذا التوحيد لتقبضوا على الارض راهبين ❦ وبذا العبادة لتعبدوا اقوام الارض ساجدين ❦  
 ومن اطاع الله يطوع له جنت الارض ايها الغفلون ❦ فلستم بمؤمنين به ولستم له عابدين ❦  
 او مصلين ❦ او موحدين ❦ وما اكثر الناس ولو حرصت بمؤمنين ❦ وما نبأهم عليهم من اجر  
 ان هو الا ذكر للعلمين ❦ وكان من آية في السموات والارض يترؤون عليها وهم غير ضنون ❦  
 وما يؤمن من اكثرهم بالله الا وهم مشركون ❦ افامنوا ان تأتيهم غاشية من عذاب الله اول ما يهجم  
 الساعة بغتة وهم لا يشعرون ❦ قل هذه سبيلي ادعوا الى الله على بصيرة انا ومن اتبعني و  
 سبحن الله وما انا من المشركين ❦ وما ارسلنا من قبلك الا رجا لا تؤجى اليهم من اهل القرى  
 اقلهم يسيرا في الارض فينظروا كيف كان عاقبة الذين من قبلهم ولدا الاخرة خيرا للذين  
 اتقوا اولا فليتعقلون ❦ حتى اذا استأنس الرسل وطمئنا انهم قد كذبوا جاءهم نصرنا ففجئ من  
 السماء ولا يرد بأسنا عن القوم المجرمين ❦ لقد كان في قصصهم عبرة لاولي الابصار ما كان  
 حديثا يغفركم ولكن تصديق الذي بين يديك وتقصيل كل شيء وهدى رحمة  
 لقوم يؤمنون ❦ (١٠٣١-١١١) ❦

ولا شك في ان كل واحد من اصول الاسلام اعنى التوحيد في العمل ووحدة الامة واطاعة  
 الامير والجهاد بالمال والجهاد بالانفس والهجرة والاستقامة الى السعي ومكارم الاخلاق و

(البقية من صفة) يتعرف كلمات الله عن مواضعها وتهدى الى مقاصد القرآن ليجعلوا يسرا لانفسهم وقد بينت في كتابي تذكر ان الله قصد  
 من لفظ جنت جنت الارض بالاشتغال على الله جاء في هذا المعنى في القرآن في مواضع شتى صراحة فليرجع القارى الى صفحات ١١٥-١١٦-  
 تحت المتن للتشريح التريه ❦ اي هذا القرآن يقض عليكم كل ما جرى في الحادة يوما فيوما معتبرا ❦

العلم والایمان بالآخرة التي تقدم ذكرها من لوازم الايمان بل شرائطه التي ما كانت لها  
 ان تُفك عن الايمان ٥ فسن لزمها استقام في ايمانه ٥ ومن صرف عنها سقط ايمانه ٥ فتدبر وان  
 انتم قومٌ تتفكرون ٥ فاما التوحيد في العمل او تعبده تعالى فلا يخلو اعلمه عز وجل الخالدين  
 اقاماً بشد خشيتهم والثقات ٥ او باشد حبه وابغاء وجهه ٥ حمل الله كلاهما على الايمان وقال  
 في خشيتهم: **الْخَشَوْنَهُمْ فَإِنَّ اللَّهَ أَحَقُّ أَنْ تَخْشَوْهُ إِنْ كُنْتُمْ مُؤْمِنِينَ** (١٣: ١٩) ٥ وفي الثقات: **أَتَقُوا اللَّهَ**  
**إِنْ كُنْتُمْ مُؤْمِنِينَ** (١١٢: ١٥) ٥ وفي حبه والذين **آمَنُوا آمَنُوا حُبًّا لِلَّهِ** (١٢٥: ١٢) ٥ فلا يدخلون في  
 جوف قلوبهم احداً من العالدين ٥ واما وحدة الامة فحماها الله على الايمان بل الزمها علينا  
 بقوله **إِنَّمَا الْمُؤْمِنُونَ إِخْوَةٌ فَأَصْلَحُوا بَيْنَ أَخَوَيْكُمْ وَاتَّقُوا اللَّهَ لَعَلَّكُمْ تُرْحَمُونَ**  
 (١٠: ١٢٩) ٥ وبقوله **يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا اصْبِرُوا وَصَابِرُوا وَرَابِطُوا وَاتَّقُوا اللَّهَ**  
**لَعَلَّكُمْ تُفْلِحُونَ** (١٩٩: ١٣) ٥ وبقوله **فَاتَّقُوا اللَّهَ وَأَطِيعُوا أَمْرًا إِذْ أَنْتُمْ تُبَيِّنُكُمْ وَأَطِيعُوا اللَّهَ**  
**وَرَسُولَهُ إِنْ كُنْتُمْ مُؤْمِنِينَ** (١١: ٥) ٥ واما اطاعة الامير فدل على كونها من الايمان قوله  
 تعالى **لِمَاعَصَى التَّجِبَ فَاتَّقُوا اللَّهَ وَأَطِيعُوا أَمْرًا إِذْ أَنْتُمْ تُبَيِّنُكُمْ وَأَطِيعُوا اللَّهَ وَرَسُولَهُ إِنْ كُنْتُمْ مُؤْمِنِينَ** (١١: ٥) ٥ وقوله  
**مَا كَانَ لِلْمُؤْمِنِينَ وَلَا لِلْمُؤْمِنَاتِ إِذَا افْتَضَى اللَّهُ وَرَسُولُهُ أَمْرًا أَنْ يَكُونَ لَهُمُ الْخِيَرَةُ مِنْ أَمْرِهِمْ وَمَنْ يَعْصِ**  
**اللَّهَ وَرَسُولَهُ فَقَدْ ضَلَّ ضَلَالًا مُبِينًا** (٣٦: ٣٣) ٥ بل قوله **يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا أَطِيعُوا اللَّهَ وَأَطِيعُوا**  
**الرَّسُولَ وَأُولِي الْأَمْرِ مِنْكُمْ فَإِنْ تَنَادَعْتُمْ فِي شَيْءٍ فَرُدُّوهُ إِلَى اللَّهِ وَالرَّسُولِ إِنْ كُنْتُمْ تُؤْمِنُونَ بِاللَّهِ وَالْيَوْمِ**  
**الْآخِرِ ذَلِكَ خَيْرٌ وَأَحْسَنُ تَأْوِيلًا** (٥٩: ٢٣) ٥ وقوله **إِنَّمَا الْمُؤْمِنُونَ الَّذِينَ آمَنُوا بِاللَّهِ وَرَسُولِهِ وَإِذَا**  
**كَانُوا مَعَهُ عَلَى أَمْرٍ جَامِعٍ لَمْ يَذْهَبُوا حَتَّى يَسْتَأْذِنُوا مِنْهُ إِنَّ الَّذِينَ يَسْتَأْذِنُونَكَ أُولَئِكَ الَّذِينَ يُؤْمِنُونَ**  
**بِاللَّهِ وَرَسُولِهِ قَدْ أَسْتَأْذَنُواكَ لِيُبَعْضَ شَأْنِهِمْ فَإِنْ مِنْ شَيْءٍ مِنْهُمْ فَاسْتَغْفِرْ لَهُمْ إِنَّ اللَّهَ غَفُورٌ**  
**رَحِيمٌ** (٦٢: ٢٣) ٥ واما الجهاد بالمال والجهاد بالانفس والهجرة فحماها الله على

في اية واحدة  
 واطاعة الامير  
 من لوازم الايمان

الايمان ويؤيد هذا القول قوله **إِنَّمَا الْمُؤْمِنُونَ الَّذِينَ آمَنُوا بِاللَّهِ وَرَسُولِهِ ثُمَّ لَمْ يَرْتَابُوا وَ**

**جَاهَدُوا بِأَمْوَالِهِمْ وَأَنْفُسِهِمْ فِي سَبِيلِ اللَّهِ أُولَئِكَ هُمُ الصَّادِقُونَ** (١٦: ١٠٩) **وقوله وَالَّذِينَ آمَنُوا**

**وَهَاجَرُوا وَجَاهَدُوا فِي سَبِيلِ اللَّهِ وَالَّذِينَ آوَوْا وَانْتَصَرُوا أُولَئِكَ هُمُ الْمُؤْمِنُونَ حَقًّا لَهُمْ مَغْفِرَةٌ وَرِزْقٌ**

**كَرِيمٌ** (٤٧: ٨) **وقوله آمَنُوا بِاللَّهِ وَرَسُولِهِ وَأَنْفَقُوا مِمَّا جَعَلَكُمْ مُسْتَخْلَفِينَ فِيهِ**

**فَالَّذِينَ آمَنُوا مِنْكُمْ وَأَنْفَقُوا لَهُمْ أَجْرٌ كَبِيرٌ وَمَالُكُمْ لَا يَقْتُلُكُمْ بِاللَّهِ وَالَّذِينَ سَأَلُوا**

**يَدْعُوكُمْ لِتُؤْتُوا بِرُكُومٍ وَقَدْ اخَذَ مِنْكُمْ إِكْرَامًا كُنْتُمْ مُؤْمِنِينَ** (٥٤: ١٥-١٦) **وقوله كَفَىٰ لِلَّهِ الْبُورْجَانِ**

**الْقِتَالِ وَكَانَ اللَّهُ قَوِيًّا عَزِيزًا** (٢٥: ١٣٣) **وَأَمَّا الْإِسْقَامَةُ فِي الْعَمَلِ مِنَ التَّوَكُّلِ فِي النَّاتِجِ فَلَهَا**

**عَلَى الْإِيْمَانِ بِقَوْلِهِ وَلَا تَهْتَبُوا وَلَا تُنْهَوُوا أَنْ تَنْتَفِعُوا بِمَا آتَاكُمْ اللَّهُ فَتُكَذِّبُوا بِهِ وَلَا تَكُونُوا مِنْ الْخَائِبِينَ**

**وقوله يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا اصْبِرُوا وَصَابِرُوا وَرَابِطُوا وَاتَّقُوا اللَّهَ لَعَلَّكُمْ تُفْلِحُونَ** (١٩٩: ١٣٨)

**وبقوله إِنَّمَا الْمُؤْمِنُونَ الَّذِينَ إِذَا ذُكِرَ اللَّهُ وَجِلَتْ قُلُوبُهُمْ وَإِذَا تُلِيَتْ عَلَيْهِمْ آيَاتُهُ زَادَتْهُمْ إِيمَانًا وَعَلَىٰ**

**رَبِّهِمْ يُتَوَكَّلُونَ الَّذِينَ يَفْقَهُونَ الصَّلَاةَ وَمِمَّا رَزَقْنَاهُمْ يُنْفِقُونَ أُولَئِكَ هُمُ الْمُؤْمِنُونَ حَقًّا لَهُمْ دَرَجَاتٌ**

**عِنْدَ رَبِّهِمْ وَمَغْفِرَةٌ وَرِزْقٌ كَرِيمٌ** (٢١٨: ٢٧) **وبقوله تَعَالَىٰ فِي بَنِي إِسْرَءِيلَ قَالَ رَجُلٌ مِنَ الَّذِينَ**

**يَحْكُمُونَ انْعَمَ اللَّهُ عَلَيْنَا إِذْ خَلَوْنَا إِلَيْهِمُ الْبَابَ فَإِذَا دَخَلْتُمُوهُ فَانْكَبُوا عَلَيْهِمْ وَعَلَى اللَّهِ فَتَوَكَّلُوا إِنْ كُنْتُمْ**

**مُؤْمِنِينَ** (٢٣: ١٥) **وبقوله يَقُولُونَ كُنْتُمْ أَتَمِّمْتُمْ بِاللَّهِ فَعَلَيْهِ تَوَكَّلُوا إِنْ كُنْتُمْ مُسْلِمِينَ** (٨٣: ١١)

**وأما مكارم الاخلاق اعني السعي للامال الآخرة من ذل الاعمال العاجلة التي تؤدى اليكم اجوركم**

**من فود وما تبقى لكم من ثواب الله الى يوم القيامة الاعذابا فحماها الله على الایمان في قول شعيب وَا**

**تَنْقُصُوا الْمِكْيَالَ وَالْمِيزَانَ إِنِّي أُرِيدُ أَنْ نَمُنَّ بِمَا نَعْبُدُ وَإِنِّي أَخَافُ عَلَيْكُمْ عَذَابَ يَوْمٍ مُّجِيبٍ وَيَقُولُ**

**أَكْفُوا الْمِكْيَالَ وَالْمِيزَانَ بِالْقِسْطِ وَلَا تَتَّبِعُوا النَّاسَ فِي شَيْءٍ هُمْ وَلَا تَعْتَوْنَ فِي الْأَرْضِ مُّسْرِينَ بَقِيَتْ لِلَّهِ**

**خَيْرٌ لَّكُمْ إِنْ كُنْتُمْ مُّؤْمِنِينَ** (٨٢: ١١) **وفي قوله يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا اتَّقُوا اللَّهَ وَذَرُوا مَا بَقِيَ مِنَ الرِّبَا**

فإن المهاد بالمال و  
الانفس والهجرة من  
الايمان

فإن الاستقامة في  
العمل من الايمان

فإن مكارم الاخلاق  
من الايمان

(١٤٠:٢) ۞ وَفِي قَوْلِهِ الزَّائِيَةُ وَالزَّائِي فَاجْلِدُوا كُلَّ وَاحِدٍ مِّنْهُمَا مِائَةَ جَلْدَةٍ  
 وَلَا تَأْخُذْكُمْ بِهِمَا دَافِعِي دِينِ اللَّهِ إِنَّ كُنْتُمْ تُؤْمِنُونَ بِاللَّهِ وَالْيَوْمِ الْآخِرِ وَلَيْشَهِدَ عَلَيْكُمَا طَائِفَةٌ  
 مِّنَ الْمُؤْمِنِينَ (١٢:٢٣) ۞ وَإِنَّا الْإِيمَانُ بِالْآخِرَةِ فَمَعْظَمُ الْقُرْآنِ يَشْهَدُ عَلَى اللَّهِ مِنْ عَمَلِ الْأَعْمَالِ  
 الْعَاجِلَةِ لِيَأْخُذَ أَجْرَهُ مِنْ فَوْقِ \* وَلَمْ يَكُنْ أَجْرُهُ عَلَى اللَّهِ \* وَلَمْ يَرْجِعْ لِقَائِهِ تَعَالَى يَوْمَ الْقِيَمَةِ \* وَلَمْ يَرِدْ  
 إِلَّا الْحَيَاةُ الدُّنْيَا \* وَقَالَ مَا هِيَ إِلَّا حَيَاتُنَا الدُّنْيَا نَمُوتُ وَنَحْيَا وَمَا يُهْلِكُنَا إِلَّا الدَّهْرُ (٢٣:١٣٥) \* وَامْرُؤٌ  
 نَفْسُهُ بِالسَّوْءِ لِيَهْلِكَ قَوْمُهُ \* فَلَمْ يَكُنْ مِنْ عِنْدِ \* وَلَمْ يَسْلَمْ وَجْهَهُ \* فَلِذَلِكَ قَالَ اللَّهُ مَنْ كَانَ  
 يَرْيِدُ الْعَاجِلَةَ جَعَلْنَا لَهُ فِيهَا مَا نَشَاءُ لِمَنْ نُرِيدُ ثُمَّ جَعَلْنَا لَهُ جَهَنَّمَ يَصْلَاهَا مَدْمُومًا مَّا دُمُورًا وَمَنْ  
 أَرَادَ الْآخِرَةَ وَسَعَى لَهَا سَعْيَهَا وَهُوَ مُؤْمِنٌ فَأُولَئِكَ كَانَ سَعْيُهُمْ مَشْكُورًا (١٨:١٤-١٩) \* وَلِذَلِكَ قَالَ رَبُّنَا  
 لَا يَرْجُونَ لِقَاءَنَا وَرَضُوا بِالْحَيَاةِ الدُّنْيَا وَاطْمَأَنَّنُوا بِهَا وَالَّذِينَ هُمْ عَنْ آلِهَتِنَا غَافِلُونَ \* أُولَئِكَ مَاؤُهُمُ النَّارُ  
 بِمَا كَانُوا يَكْسِبُونَ (٤:١١) ۞ فَلَا شَكَّ أَنَّ الْإِيمَانُ بِالْآخِرَةِ فَرَعٌ مِنْ فُرُوعِ الْإِيمَانِ الَّتِي مَا كَانَتْ لَهَا  
 أَنْ تَفُكَّ عَنْهُ وَيَشْهَدُ عَلَى ذَلِكَ قَوْلُهُ هُدًى لِلْمُتَّقِينَ (٢:١٧) \* الَّذِينَ يُؤْمِنُونَ بِمَا أُنْزِلَ إِلَيْكَ وَمَا أُنْزِلَ  
 مِنْ قَبْلِكَ وَبِالْآخِرَةِ هُمْ يُوقِنُونَ (٢:١٢) ۞ مَعَ قَوْلِهِ اتَّقُوا اللَّهَ إِنَّ كُنْتُمْ مُؤْمِنِينَ (١١:١٥) ۞  
 وَإِنَّمَا الْعِلْمُ بِحُجْمِ اللَّهِ تَحْصِيلُهُ عَلَى الْإِيمَانِ وَقَالَ إِنَّ فِي السَّمَوَاتِ وَالْأَرْضِ لَآيَاتٍ  
 لِلَّذِينَ يُؤْمِنُونَ (٣١:٣٥) \* وَقَالَ خَلَقَ اللَّهُ السَّمَوَاتِ وَالْأَرْضَ بِالْحَقِّ إِنَّ فِي ذَلِكَ لَآيَةً لِلَّذِينَ يُؤْمِنُونَ (٢٢:١٦٩) \*  
 وَقَالَ وَاللَّهُ أَخْرَجَكُمْ مِنْ بُطُونِ أُمَّهَاتِكُمْ لَا تَعْلَمُونَ شَيْئًا وَجَعَلَ لَكُمُ السَّمْعَ وَالْأَبْصَارَ  
 وَالْأَفْئِدَةَ لَعَلَّكُمْ تَشْكُرُونَ \* أَلَمْ يَرْوِ إِلَى الظَّيْرِ مُسْتَحْبِرٌ فِي جَوِّ السَّمَاءِ مَا يُمْسِكُهُنَّ إِلَّا  
 اللَّهُ إِنَّ فِي ذَلِكَ لَآيَاتٍ لِّقَوْمٍ يُؤْمِنُونَ (٤٩:١٦) ۞ وَمَا كَانَ لِلْعِلْمِ أَنْ يَفُكَّ عَنْ  
 الْإِيمَانِ وَيَشْهَدَ عَلَى ذَلِكَ قَوْلُهُ وَمَنْ النَّارِ الدَّوَابِّ وَالْأَعْمَامِ مُخْتَلِفٌ أَلْوَانُهُ كَذَلِكَ إِنَّمَا يَخْشَى اللَّهَ  
 مِنْ عِبَادِهِ الْعُلَمَاءُ إِنَّ اللَّهَ عَزِيزٌ غَفُورٌ (٢٨:١٣٥) ۞ مَعَ قَوْلِهِ اتَّقُوا اللَّهَ إِنَّ كُنْتُمْ مُؤْمِنِينَ (١١:١٥) ۞

فَإِنَّ الْإِيمَانَ بِالْآخِرَةِ  
 مِنَ الْإِيمَانِ

فَإِنَّ الْعِلْمَ بِاللَّهِ يَصْدُقُ  
 مِنَ الْإِيمَانِ بِهِ وَلَوْ أَنَّ  
 دَنَا الْعِلْمُ الْأَدْرَاسَ  
 اللَّهُ وَمَطْلَعُهُ حِكْمَةُ  
 الْفَطْرِ

فلا شك في ان العلم هو الذي يوصل من دراسة اشياء الطبيعة ومطالعة صحيفة الفطرة باستعمال  
السمع والابصار والافدة \* ومن علم اعماله تعالى مشاهد ومواجهة \* ودرس كتاب الله  
الذي هو بين يديه شاهداً عليه فهو الذي قد علم ربه \* وهو الذي عرفه حق معرفته \* بل خشية  
حق خشيته \* فالعلماء هم الذين يتقون بالله بالحق واولئك الذين يؤمنون به اينما ينظرون  
تقشع من درسه جلوه هم ثم تلين قلوبهم الى ذكر الله (٣٩: ٢٣) \* لا تهم شهد اعماله العظيمة  
الجليلة باعينهم بل شهد وامليكته وجوده التي لا يعلم وسعها وعدتها الا هو بسبعهم وابصارهم  
فلما عجزوا شهد واته هو العزيز الحكيم الباري الفاطر الجبار القهار الذي لا اله الا هو وهو على كل  
شيء قدير \* فلذلك شهد الله رضى نفسه بعظمة اعماله انه لا اله الا هو \* ولكليكة ربه اعلى  
بقدرتهم ووسعتهم \* واولو العلم قائما بالقسط شهدوا على وحدته وعظمته بمشاهداتهم انه  
لا اله الا هو العزيز الحكيم (١٤: ١٣) \* فلا شك ان اولي العلم هم الذين يورثهم الانبياء في زماننا  
هذا \* لا تهم يورثون علمهم ونباهم بعد ختم الانبياء \* بل ياتون بالنبا العظيم الذي جاء به الانبياء  
من قبل نبينا منه \* ليهدوا القوامهم قائمين بالقسط الى صراط مستقيم \* وهم الذين يعرفون  
ربهم بوساطة قانونه \* ويطمعون ان يبتغوا وجهه باتباع مسنونه \* ويخافونه ليرجوا ثوابه \*  
وينهون جماعتهم عن البغي والتفاد ليقوا عذابه \* ويسجدون له عملاً ومعناً ليبغوا فضله \* بل  
يصلون صلوة التمجيد والتشكر لينظموا جماعتهم \* ويجاهدون باموالهم وانفسهم ليهديا  
قومهم \* وهدى هم بعلمهم لعالمهم يعلمون \* ولذلك قال الله لكم ان الذين يتلون كتاب الله  
راى صحيفة الفطرة \* واکاموا الصلوة وانفقوا مما رزقناهم سراً وعلانية يرجون تجارة لن تبور  
ليؤتيهم اجرهم ويزيدهم من فضله الله غفور شكور \* والذين اوحينا اليك من الكتاب هو  
الحق مصداقاً لما بين يديك ان الله بعباده خير بصير (٣٥: ٢٩-٣١) \* فلا شك في ان

\* وليطير القاص الى صفحة ١٣٠-١٣١ لتشرح هذه الصلوة \* اي ما تضمنت لك من القانون من صحيفة الفطرة وما اوحيت اليك منه فهو يمتدق بما جرى بين يديه \*

القرآن هو الفطرة \* بل هو الذي تُخَصُّ فيه روح من امره تعالى \* ولا شك في أن قانون ذلك الكتاب هو ما يصل من دراسة كتب الله اعنى صحيفة الفطرة \* ولا شك في أن قانونه يصدق لما يجري في العادة وما يجري بين يديه يوماً فيوماً \* فمن فاز في هذه الدنيا فقد فلح بهذا القانون \* ومن هلك هلك عن بينة (٣٢: ٨) منه \* فتدبروا انتم قوم يمد برون \* ونظر الى كل ما تقدم من قوله تعالى في حقيقة العلم القول الفيصل الذي لا يشك فيه هو ان علماء الطبيعة هم الذين يؤمنون بتوحيد تعالى بالحق \* بل يؤمنون بكتب الله الذي عرضة السموات والارض بالحق \* بل بالكتب الذي اوحا الله الى نبيينا صلعم \* فانه قال بل هو ايت بيئت في صدور الذين اوتوا العلم وما يحد باليتنا الا الظالمون (٣٩: ١٢٩) فما العلم الا فرع من فروع الايمان التي ما كانت لها ان تفك عنه \* ومن علم اعماله تعالى بحد وسعه وبلغ فيه اشد مبلغه فهو الذي قد امن به \* فلذلك قال الله فيهم نظرا الى سجد هم لادبها والاحكامه وخيفتهم عذابه ورجاءهم رحمته بل قيامهم بالقسط ليحدوا القوامهم من عاقبة امرهم في الدنيا والعقبى \* آمن هو قانت انا النيل ساجداً وقائماً يحدوا الآخرة وبرجوا رحمة ربه قل هل يستوى الذين يعلمون والذين لا يعلمون انما يتنكرون اوتوا الايات التي لا يثبتون (٩١: ٣٩) ومما الله العلماء اوتوا الايات لكونهم متفكرين في خلق سمواته وارضه ليعلموا قانونه ويدركوا مشيئته \* وليفهموا ما يريد الله منهم ومن قومهم \* وليتقوا عذابه فيؤمنوا به ويفعلوا ما يؤمرون \* فلذلك قال الله فيهم ان في خلق السموات والارض واختلاف الليل والنهار لايات للذين اوتوا الايات الذين يذكرون الله قياماً وقعوداً وعلى جنوبهم ويتفكرون في خلق السموات والارض ربنا ما خلقنا هذا باطلاً سبحناك فقنا عذاب النار ربنا انك من تدخل النار فقد اخزيتنا وما للظالمين من انصار ربنا اننا سمعنا منادياً ينادي للإيمان ان امنوا بربكم فامنا ربنا فاعف عنا ذنوبنا وكفرنا عما كنا ننسبنا وكفونا مع الكافرين ربنا وانما وعدنا على رسلنا ولا تخزننا يوم القيمة انك لا تخلف الميعاد

فَأَسْجَابَ لَهُمْ رَبُّهُمْ أَنِّي لَا أُضِيعُ عَمَلَ عَابِدٍ مِّنْكُمْ مَّنْ ذَكَرَ أَوْ أُنْشِئَ بَعْضُكُمْ مِّنْ بَعْضٍ فَاذْكُرُوا  
وَأُخْرَجُوا مِنْ دِيَارِهِمْ وَادُّوهُمُ فِي سَبِيلِي وَقَاتِلُوا أَوْ قَاتِلُوا لَا كُفْرَانَ عَنْهُمْ سَيِّئَاتِهِمْ وَلَا دُخْلَ لَّهُمْ جَنَّةٍ  
بِحَرَمِي مِنْ تَحْتِهَا إِلَّا نَفْسٌ نُّوَابِقُ مِنْ عِنْدِ اللَّهِ وَاللَّهُ عِنْدَ حُسْنِ الثَّوَابِ لَا يَغْرُوكَ تَغْلِبُ الَّذِينَ كَفَرُوا  
فِي الْبِلَادِ مَنَافِعَ قَلِيلٍ ثُمَّ مَاؤُهُمْ جَهَنَّمُ وَيَسْرُ الْمَهَادَةُ لَكِنِ الَّذِينَ اتَّقَوْا بِهِمْ لَهُمْ جَنَّةٌ بِحَرَمِي  
مِنْ تَحْتِهَا إِلَّا نَفْسٌ خُلِدَتْ فِيهَا نَزَلَ مِنَ عِنْدِ اللَّهِ وَمَا عِنْدَ اللَّهِ خَيْرٌ لِلَّهِ الْبَرَاءُ (١٨٩-١٩٤) ❦ فلا شك
في أن علماء الطبيعة وأولى الألباب الذين يتفكرون في خلق السموات والأرض هم الذين يدركون
الله قياماً وقعوداً وعلى جنوبهم ❦ لأنهم يفكرون خلقه ليلاً ونهاراً ويعرفوا قانونه ❦ ويخوفون
قومهم عدلاً به ليتبعوا سنته ❦ ويؤمنون بالقرآن عملاً ومعناً ليكفر عنهم سيئاتهم في الدنيا ❦ و
يعلمون الأعمال الآخرة ليدلوا خوفهم أمناً ❦ ويهاجرون ويخرجون من ديارهم ويؤذون في سبيله و
ويقتلون ويقتلون ليدخلوا جنة الأرض خلدن ❦ وكل هذا ما يفعل الغربيون التصريفيون
في زماننا هذا علماء وعملاء ❦ لأنهم يعلمون قانونه ويعلمون الصلح ويستفضلون فحمت الأرض بعلمهم
تفكرهم ❦ ولا يغفرون تغلبكم في بلادكم الباقية لأنهم يعلمون أنكم لا تتمتعون فيها إلا قليلاً لا تتخذون
وتخرجون ❦ فهذا أثرهم من عند الله على هذه الأرض لأنهم يخرجونكم من دار إلى دار فيمشون في جناتهم
أمين ❦ بعلمهم صحيفة الفطرة وبإيمانهم بكتب الله الذي هو بين أيديهم ❦ بل بإيمانهم بالقرآن
الذي هو بين أيديكم ❦ ولا شك في أنهم هم الأبرار الذين آمنوا وعملوا الصالحات في هذه الأرض زماننا
هذا ❦ ولا شك أنهم هم المفلحون ❦ ولا تظنوا الله ما كان للتصريفيين الغربيين المعاصرين أن
يؤمنوا بقرآنكم هذا وإن لم يروا أورد سورة كل سكر ❦ فالله شهيد على إيمانهم به وعلمهم في القرآن في ما يلي
الآيت التي تقدم ذكرها وقال وإن من أهل الكتاب من يؤمن بالله وما أنزل إليكم وما أنزل
إليهم خاشعين لله لا يشترؤون بأيت الله شيئاً قلنا أولئك لهم أجرهم عند ربهم وإن الله سريع

❦ في فصل من قوله من غير الله أن العجز هو الجبر لأن ما أوجبت الأفعال قد قال بعد ذلك ❦ فاعلموا أن الله في الآخرة هو خير من ❦ أي أجروهم في الدنيا لأنه سريع الحساب ❦



الْحَسَابِ (١٩٨: ٢) ❦ بل شهد على إيمان علماء اليهود به في القرن الخالية حين كانوا يأكلون من  
 فوقهم ومن تحت أرجلهم لكونهم مقيميهِ وقال والله لتُنزِلَ رَبِّ الْعَالَمِينَ نَزْلَ بِهِ الرُّوحُ الْأَمِينُ  
 عَلَى قَلْبِكَ لِتَكُونَ مِنَ الْمُنْذِرِينَ بِلِسَانٍ عَزِيزٍ مُبِينٍ وَإِنَّهُ لَفِي زُبُرِ الْأَوَّلِينَ أَوَلَمْ يَكُنْ لَهُمْ آيَةٌ  
 أَنْ يَعْلَمَهُ عُلَمَاءُ بَنِي إِسْرَءِيلَ (١٩٢: ٢٧-١٩٤) ❦ بل قال فيكم فقد ان علمكم وعملكم وإيمانكم به  
 في زماننا هذا ولو نزلناه على بعض الأعمىين فقرأه عليهم ما كانوا به مؤمنين كذا لك سلكته  
 في قلوب البحر مزين لا يؤمنون به حتى يروا العذاب الأليم فيأتيهم بغتة وهم لا يشعرون فيقولوا  
 هل نحن مُنظرون أفيعدنا ربنا يستعجلون أفرأيت إن متعتهم سبعين ثم جاءهم ما كانوا يوعدون  
 ما أغنى عنهم ما كانوا يمتعون وما أهلكتنا من قرية إلا لها منذرون وذكرى وما كنا ظالمين  
 (١٩٨: ٢٧-٢٠٩) ❦ فلا شك في أنكم لا تعلمون القرآن ولا تؤمنون به أيها الأعمىون الجرمون المالكون  
 وما يغني عنكم ما أنتم تمتعون في الدنيا عدد سنين ❦ فأنه هوات ما أنتم به توعدون ❦ وما أنتم  
 بمؤمنين بالقرآن حتى تروا العذاب الأليم ❦ أفيعدا ربكم تستعجلون ❦ فيأتيكم بغتة وأنتم  
 لا تشعرون ❦ والمغربتيون هم الذين يؤمنون بالقرآن العظيم ❦ بعلمهم وعملهم  
 في زماننا هذا ولو كره المسلمون المرتسمون ❦ لأنهم هم الذين خاضوا في السموات والأرض شدا  
 خصا في هذا الزمان واستنبطوا من هذا الكتاب الجليل المبين آيات الله الباهرة النافعة التي  
 هم بها مستمسكون ❦ فلا شك في أنهم هم المؤمنون ❦ فأنه من آمن بسموته وأرضه التي خلقها  
 الله بالحق وعمل صالحا فهو الذي قد آمن به بالحق وهو الذي شهد على وحدته وقانونه  
 بل أي ملكوت السموات والأرض بعينه وهو الذي آمن بقرانه واسلم وجهه له وتنظم وأصله  
 فتقوى واتقى عذابه وأولئك من المتقين المصلحين ❦ ولذلك قال الله لكم وما خلقنا السماء  
 والأرض وما بينهما باطلا ذلك ظن الذين كفروا فويل للذين كفروا من النار ما يجعل الذين كفروا

وَعَمِلُوا الصَّالِحَاتِ كَالْمُفْسِدِينَ فِي الْأَرْضِ أَمْ يُجْعَلُ الْمُتَّقِينَ كَالْفُجَّارِ (٢٨: ٢٨-٢٩) ومن بعد ذلك اشارة الى  
 كتابه ليتدبره اولوا الالباب الذين يتفكرون في خلقه نظر الى استنباط قانونه منه ويتبعون فيخلقوا  
 وقال كتب انزلناه اليك مبركا ليذكروا آياته وليتذكر اولوا الالباب (٣٨: ٢٩) ولذلك حرص الله  
 الناس على مشاهدة خلقه وقال تَخْلُقُ السَّمَوَاتِ وَالْأَرْضَ أَكْبَرُ مِنْ خَلْقِ النَّاسِ لَكِنْ أَكْثَرُ النَّاسِ  
 لَا يَعْلَمُونَ وَمَا يَسْتَوِي الْأَعْمَى وَالْبَصِيرُ وَالَّذِينَ آمَنُوا وَعَمِلُوا الصَّالِحَاتِ لَا الْمُسِيءُ قَلِيلًا  
 مَّا تَتَذَكَّرُونَ (٥٨: ٥٨-٥٩) بل لذلك اثنى الله على انبياءه وحمل عليهم وتفكرهم في خلقه و  
 استمعوا لهم اشياء الطبيعة ومواليدها اشد مصرفها على الايمان وقال وَلَقَدْ آتَيْنَا دَاوُدَ وَسُلَيْمَانَ  
 عِلْمًا وَقَالَا الْحَمْدُ لِلَّهِ الَّذِي فَضَّلَنَا عَلَى كَثِيرٍ مِمَّنْ عِبَادِهِ الْمُؤْمِنِينَ وَوَرِثَ سُلَيْمَانُ دَاوُدَ وَقَالَ يَا أَيُّهَا  
 النَّاسُ عَلِمْنَا مِنْ مَنَاطِقِ الظَّيْرِ وَأَوْتَيْنَا مِنْ كُلِّ شَيْءٍ إِنَّ هَذَا لَهُوَ الْفَضْلُ الْمُبِينُ (١٥: ١٥-١٦) فما كان  
 منطق الظير هذا الا ما جهد سليمان عليه السلام في استعمال الطيور واستخدمها لاجراء حكمه من بلد  
 الى بلد \* او لا يلاغرسلته حين الياس الجهاد في سبيل الله مثل ما استخدم داود وسليمان الشجعان  
 والابطال وغيرها من الذين كانوا يعوذون في غياهبات الجبال والسهول \* من المنياء والغواص والتمال  
 والصنم \* ستمهم بنو اسرائيل الجحش والشيطن لفظاتهم ولكونهم صُنِعِي الایدی فی افعالهم \* و  
 الذين كانوا يهاجرون الى ملك بني اسرائيل ويأتون من كل فج عميق ليخدموهم \* وليبنوا مصانع لهم  
 ويرفعوا مساكنهم ومساجدهم \* ويحرقوا طبقات الجبال لهم \* ويسوقوا امراكبهم على البر والبحر نظرا  
 الى تسخيرهم للريح \* ويعدنوا الاحجار والمعادن لهم نظرا الى تسخيرهم الجبال لاقطاع الارض \* كما يعبدكم  
 او يستخذكم المغربون الان لطلب النفع منكم \* وليستخر واما خلق الله في السموات والارض جميعا لهم  
 ومع هذا يستمونكم تسمية الفقراء والخفوة بل يقرنونكم في الاصفا لتعبدكم فتوزعوا لهم فلذلك  
 قال الله فيهم وَحِشْرَ لِسُلَيْمَانَ جُنُودٌ مِنَ الْجِنَّ وَالْإِنْسِ الظَّيْرِ فَهُمْ يُوزَعُونَ (١٤: ٢٤) ولذلك اثنى

عليهما لتسخيرهم أشياء الطبيعة \* وسعيهم لأجراء الصنعة والتجارة والعلوم في ملكهم وقال داود  
وسليمان إذ يحكمين في محراب إذ نفشت فيه غمر القوم وكنا لحكمهم شهدين ففقهتمهم بأسليمن \* و  
كلنا أنينا حكما وعلما وسخرنا مع داود الجبال يسبحن والطير وكنا فاعلين وعلمناه صنعة لبوس  
لنغفر لخصومتكم من بأسكم فهل أنتم شاكرون وللسليمن الريح عاصفة تجرى بأمره إلى الأرض التي  
بركنا فيها وكنا بكل شيء علمين (٨١: ٢١-٨١) وقال في تسخير سليمان البحر وأجاء حكمه عليه  
فسخر ناله الريح تجري بأمره رخاء حيث أصاب والشياطين كل بناء وغواص وآخرين مقررين  
في الآخرة ففاداه هذا عطاؤنا فامنن أو أمسك بغير حساب وإن له عندنا خزفي وحسن ما يب  
(٣٨: ٣٦-٣٠) وسبحي لله داود الأبد لكونه عملا وبناء في ملكه \* ولأنه عمارة أشد عمارة \*  
ومن المداين \* وإشاعة العمان في ملكه وسخر الجبال الطير لتقوية قومه وتشديد ملكه فقال إذ كن عبد نادا  
ذا الأبد إنه أواب أنا سخرنا الجبال معه يسبحن بالعشي والإشراق والطير محشورة وكل له أواب وشكرنا  
ملكه وأتيناه الحكمة وفصل الخطاب (١٤: ١٣٨-١٣٩) \* وأثنى عليه أشد ثناء لأنه بلغه أشد مبلغه فصنعة الحكمة  
وعمل الشبغت \* وتقدير السر \* وثنى عليهما كل تشية وحيلتهما أسألهما الأرض عيوننا من الحنانية والقطر من الجبال  
التي سخرها بواسطة البحر والشيطان وحمل كل هذا على الصلوات والعبادة التي شكره وقدره حتى قدمه وقال  
ولقد أتينا داود منّا فضلا يسبحنا أوتى معه والطير وألنا له الحديد أن اعمل سبعين قلعة  
في السهول واعملوا صالحا إني بها تعملون بصيرة وللسليمن الريح غدوها شهر ورواحها شهر  
وأسلنا له عين القطر ومن الجن من يعمل بين يديه بأذن ربه ومن يزرعه منهم عن امرئ نازلة  
من عذاب السعير يعمون له ما يشاء من محاريب وتماثيل وجفان كالجواب قد رزيت  
أعمال آل داود شكرا وقليل من عبادي الشكور (١٣: ١٠١-١٠٣) فهذا ما كان لهم بها  
من علم ومن عقل وفكر في مخلوقاته وهذا ما كانوا يعملون \* ليعملوا صالحا في الدنيا وليكونوا

في الآخرة من الصالحين ❦ فنبشرونهم بما صالحوهم في هذه الدنيا أيها الغافلون الجاهلون ❦ و  
 بما تشترون نجاةكم في العقبى ان كنتم صدقين ❦ فالغريبون هم الذين آمنوا بالله على علمهم  
 وعملوا الصالحات بأيديهم وأرجلهم بالحق فأولئك هم المفلحون ❦ وقد قال الله لكم في أنهم  
 خلت من قبلكم ولقد فجئنا بنى إسرائيل من العذاب المهين من فرعون أنه كان ظالماً من المشرفين  
 ولقد اخترهم على علم على العالمين ❦ (٣٠-٣٢) ❦ وقد قال الله لكم وسخر لكم ما في السموات وما في الأرض  
 جميعاً منه وإن في ذلك لآيات لقوم يتفكرون ❦ قل للذين آمنوا يغفروا للذين لا يرجون  
 أيام الله يجرى قوماً بما كانوا يكسبون ❦ من عمل صالحاً فلنفسه ومن سوء فعليها فزهر إلى ربكم  
 ترجعون ❦ ولقد أنينا بنى إسرائيل الكتب والحكم والنسوة ورسر قلوبهم من الظلمات فضلناهم  
 على العالمين ❦ (١٣-١٤) ❦ فما فضلوا إلا أنهم تفكروا في خلق السموات والأرض وسخروا  
 لأنفسهم ما فيها وما بينهما وما عليها نبذاً منه ❦ وأمنوا بالذي خلقه الله بالحق وعملوا صالحاً  
 بالقسط والحديد فجزاهم الله بما كانوا يكسبون ❦ وانتم لا ترجون أيام الله ولا تبتغون فضلاً منه لكم  
 لا تؤمنون ولا تصلحون بل تؤمنون بالظن من دون العلم وتؤمنون بأباطيلكم الشرعية المفرقة ❦ و  
 ظنونكم المهلكة المعطلة ❦ ومساءلكم الفقهية الواهية ❦ ما نزل الله بها من سلطان فينة ❦ تحبون  
 خلقه عبثاً وباطلاً وتخذوا آياته سخراً وهزلاً ❦ تكونون في محكم وبلغتكم وشعركم انكم اولو علم  
 وتعتقدون بالجان والقبور والاولياء لتفعلوا بهم ❦ وتخذون الهة من الأرض لتكروا في توحيدكم  
 فلا والله انتم قوم تجهلون ❦ وقد قال الله لكم والذين آمنوا بالباطل وكفروا بالله أولئك هم  
 الخسيفون ❦ (١٢٩-١٣٠) ❦ وقد قال أم حبيب الذين اجترحوا السيئات ان نجعلهم كالذين آمنوا أو  
 عملوا الصالحات سواء محيياهم ومماتهم ساء ما يحكمون ❦ وخلق الله السموات والأرض بالحق والنجاة  
 كل نفس بما كسبت وهم لا يظنون ❦ (٢١-٢٢) ❦ وقد تبهم الله في صفة العلم بقوله ولا تقف ما ليس

لَكَ بِهِ عِلْمٌ إِنَّ السَّمْعَ وَالْبَصَرَ وَالْفُؤَادَ كُلُّ أُولَئِكَ كَانَ عَنْهُ مَسْئُولًا (٣٧: ١٤) اَفَلَا تَذَكَّرُونَ ﴿١﴾  
 فما العلم الا ما يصد من استعمال السمع والبصر والفؤاده وما العلم الا ما تشهد من با بصاركم وتسمعون بسمعكم  
 وتجربون به ليدلوا بهادافؤادكم والذي لم تشهد عليه سمعكم وبصركم وفؤادكم هو الظن فما تتبعون  
 الا الظن وان انتم الا تفرصون ﴿٢﴾ وان ذلك هو اعلم من يضل عن سبيله وهو اعلم بالمهتدين  
 ﴿٣﴾ ﴿١١٨: ١٦﴾ وَلِلَّهِ مَا فِي السَّمٰوٰتِ وَمَا فِي الْاَرْضِ لِيُجْزِيَ الَّذِيْنَ اَسَاءَ وَاَيْسَا عَمَلُوْا وَيُجْزِيَ الَّذِيْنَ اَحْسَنُوْا بِالْحَسَنَةِ  
 ﴿٣١١: ٥٣﴾ اَفَلَا تَعْقِلُوْنَ ﴿٤﴾ فَاَلَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَاَحْسَنُوْا وَاَصْلَحُوْا فِيْ هٰذِهِ الْاَرْضِ لَمْ يَسْتَوْفُوا الْاَعْلَامَ وَلَمْ  
 يُوْمِنُوْا بِالْحَقِّ يُجْزَوْنَ بِالْحَسَنِ وَيَفْلَحُوْنَ ﴿٥﴾ وَاَنْتُمْ لَا تَصْلَحُوْنَ وَلَا تُوْمِنُوْنَ فَاَلْيَسَ لَكُمْ تَسْبُوْهُنَّ ﴿٦﴾  
 وَقَدْ وَعَدَ اللّٰهُ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا مِنْكُمْ وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ لَيَسْتَخْلِفَنَّهُمْ فِي الْاَرْضِ كَمَا اسْتَخْلَفَ الَّذِيْنَ  
 مِنْ قَبْلِهِمْ وَلَيُمَكِّنَنَّ لَهُمْ دِيْنََهُمُ الَّذِي رِضُوْا لَهُمْ وَلَيُبَدِّلَنَّهُمْ مِنْۢ بَعْدِ خَوْفِهِمْ اٰمَنًا يَعْبُدُوْنَ نِيَّ  
 لَا يَشْرِكُوْنَ فِيْ شَيْءٍ وَمَنْ كَفَرَ بَعْدَ ذٰلِكَ فَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْفٰسِقُوْنَ ﴿٧﴾ ﴿٥٥: ٢٣﴾ فَلَمَّا لَا يَسْتَخْلَفُكُمْ  
 اللّٰهُ وَلَمَّا لَا يَبْدُلْ خَوْفَكُمْ اٰمَنًا وَهُمْ يَخْلَفُوْنَ ﴿٨﴾ وَتُبَدَّلُوْنَ بِقَوْمٍ غَيْرِكُمْ فَيُضْرَوْنَ ﴿٩﴾ وَلَنْ يَخْلِفَ اللّٰهُ وَعْدَهُ  
 اَبَدًا اَفَلَا تَتَذَكَّرُوْنَ ﴿١٠﴾ فَلَا شَكَّ اَنْتُمْ لَا تُوْمِنُوْنَ وَلَا تَعْمَلُوْنَ الصّٰلِحٰتِ لَا تَعْبُدُوْنَ فِيْهِ  
 تَشْرِكُوْنَ بِهِ وَاَكْثَرُكُمْ الْفٰسِقُوْنَ ﴿١١﴾ وَالْمُغْرِبِيْنَ هُمُ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ فِيْ زَمٰنِهَا  
 فَيَسْتَخْلِفُهُمُ اللّٰهُ وَيَسْتَدِلُّجَهُمْ مِنْ حَيْثُ لَا تَعْلَمُوْنَ ﴿١٢﴾ اَكْرَهُ كُلَّ هٰذَا اَوْ لَا تَكْرَهُوْا وَسُبُوْا قَاتِلَهُ اَوْ لَا تَسُبُّوْا  
 لَكُمْ لَهَا لَكُوْنَ ﴿١٣﴾ فَاِنَّكَ لَا تَسْمِعُ الْمَوْتٰى وَلَا تَسْمِعُ الصُّمَّ الدُّعَا اِذَا اَوْلَوْا مُدْبِرِيْنَ ۚ وَمَا اَنْتَ بِهٰذَا الْعَمِيْ  
 عَنْ صَلَاتِهِمْ اِنَّ سَمْعَهُ اَلَا مَنْ يُؤْمِنُ بِاٰيٰتِنَا فَهُمْ مُّسْلِمُوْنَ ﴿١٤﴾ ﴿٥٢: ٥٢﴾ وَحَرَامٌ عَلٰى قُرْبٰى  
 اَهْلَكْنٰهَا اَنْتُمْ لَا تَرْجِعُوْنَ ﴿١٥﴾ ﴿٩٥: ٢١﴾ ﴿١٥﴾

فيا معشر الهالكين! ويا زحمة الميتين المستهلكين! المتعارفين في زماننا هذا بالمسلمين  
 المؤمنين! ما لكم لا تتبعون الرسول النبي الذي يضع عنكم اصركم والاغلال التي تقيدكم فالذين

أَمْوَالِهِمْ وَعَزَّوَهُ وَلَصَرُّهُ وَالْبَعْوَةُ النَّوْرُ الَّذِي أَنْزَلَ مَعَهُ ۖ أُولَٰئِكَ هُمُ الْمُفْلِحُونَ ﴿١٥٤﴾ ۞ يَدْعُوكُمْ  
 لِمَا يُحْيِيكُمْ بِالْعِلْمِ وَالْعَمَلِ وَمَا اسْلَمَ إِلَهُ الْعِلْمِ وَالْعَمَلِ بَلْ مَا إِيمَانُهُ بِشَيْءٍ آخَرَ فَاتَّبِعُوهُ لَعَلَّكُمْ  
 تَهْتَدُونَ ﴿١٥٥﴾ ۞ وَمَنْ قَوْمٌ عِيسَى أُمَّةٌ يَهْدُونَ بِالْحَقِّ وَيَبْهَتُونَ بِهِ يُعْتَدِلُونَ ﴿١٥٦﴾ ۞ وَمَا لَكُمْ لَا تُؤْمِنُونَ  
 لَا تَصْلَحُونَ ۞ النَّصْرَ إِنِّي قَدْ بَلَّغْتُ الشَّدَّ مَبْلُغَهُمْ فِي الْعِلْمِ وَالْعَمَلِ وَمَا لَكُمْ لَا تَعْلَمُونَ وَلَا تَعْمَلُونَ ۞ لَقَدْ  
 وَرَثُوا الْأَرْضَ صَعِيدَهَا وَجَزْرها وَبِئْرَهَا وَبَحْرَهَا فَصَارُوا مِنْ عِبَادَةِ الصَّالِحِينَ ۞ لَقَدْ آمَنُوا بِالْتَّوْحِيدِ عَمَّا  
 وَعَمَّا كَانُوا عَلَى قَوْلِهِمْ إِنَّ اللَّهَ ثَلَاثُ ثَلَاثٍ ۖ ﴿١٥٧﴾ ۞ وَلَقَدْ اتَّهَمُوا عَمَّا كَانُوا يَقُولُونَ فَاسْتَحَقَّ اللَّهُ مِنْهُمُ الْعَذَابَ  
 بَلْ صَارُوا مِنَ الْمُحِبِّينَ ۞ وَمَا لَكُمْ لَا تَحْظَفُونَ أَرْضَهُمْ بَلْ تَخْرِجُونَهُمْ مِنْ أَرْضِهِمْ وَمَا لَكُمْ كَيْفَ تَحْكُمُونَ ۞  
 إِنْ آمَنْتُمْ إِنْ يَدْرُكُمْ فِي مَا بَقِيَ مِنْ دِيَارِكُمْ آمِنِينَ وَقَدْ قَبَضُوا عَلَى أَرْضِ مَكَتِكُمْ وَالْبَيْتِ الْمُقَدَّسِ  
 مَهْلِكِينَ ۞ أَوْ آمَنْتُمْ إِنْ يَغْفِرَ اللَّهُ لَكُمْ مَا قَدْ سَلَفَ اللَّهُ غَفَى عَنِ الْعَالَمِينَ ۞ وَكَمْ مِنْ أُمَّةٍ ذَاتِ  
 قُوَّةٍ أَهَكَ اللَّهُ مِنْ قَبْلِ وَمَا بَلَغَتْ مَعِشَارُهَا مَا بَلَغُوا فَمَلَّ تَحْتُونَ مِنْهُمْ مِنْ أَحَادٍ وَتَسْمَعُونَ لَهُمْ رُكُوعًا  
 سَاجِدِينَ ۞ فَالْحَقُّ أَنْتُمْ لَا تَسْمَعُونَ أَذْذَ عَوْنٍ ۞ تَبْكُونَ فِي زَوَايَاكُمْ كَرَبَاتِ الْحِجَالِ فَلِمَا لَا تَحْلُونَ  
 مِنْ أَسَاوَرٍ مِنْ ذَهَبٍ وَلَوْ لَوُكَلِّتُكُمْ عَلَى قِسْمَتِكُمْ مَشْتَى قُلُوبِكُمْ صَاكِينَ ۞ وَتِلْكَ الْأَيَّامُ يَدَاوِلُهَا  
 اللَّهُ بَيْنَ النَّاسِ لِيُخَصَّ الَّذِينَ آمَنُوا وَتَحَقَّقَ الْكُفْرُ ۖ ﴿١٥٨﴾ ۞ لِيُحَقِّقَ الْحَقَّ وَيُبْطِلَ الْبَاطِلَ  
 وَلَوْ كَرِهَ الْجَاهِلُونَ ۞ ﴿١٥٩﴾ ۞ وَإِنْ أَنْتُمْ تَكْرَهُونَ كُلَّ هَذَا فَلِمَا لَا تَرْجِعُونَ ۞ أَوْ تَتُوبُونَ ۞ وَلَمْ  
 تَقُولُوا مَكَرَآتِهِ لَغَفُورٌ رَحِيمٌ ۞ فَوَاللَّهِ إِنْ رَدَّكُمْ لَيْسَ لَكُمْ بَعْضُ تَرْجِيمٍ ۞ فَآلَهُ قَالَ وَالَّذِينَ زَعَمُوا  
 السَّيِّئَاتِ ثُمَّ تَابُوا مِنْ بَعْدِهَا وَآمَنُوا أَنَّ رَبَّكَ مِنْ بَعْدِهَا لِيَغْفِرَ لِمَنْ تَرَجَّعُوا ۖ ﴿١٦٠﴾ ۞ بَلْ قَالَ ثُمَّ إِنَّ  
 رَبَّكَ لِلَّذِينَ عَمِلُوا السُّوءَ بِجَهَالَةٍ ثُمَّ تَابُوا مِنْ بَعْدِ ذَلِكَ وَأَصْلَحُوا إِنَّ رَبَّكَ مِنْ بَعْدِهَا لِيَغْفِرَ لِمَنْ تَرَجَّعُوا ۖ  
 ﴿١٦١﴾ ۞ وَقَالَ إِلَّا الَّذِينَ تَابُوا مِنْ بَعْدِ ذَلِكَ وَأَصْلَحُوا فَإِنَّ اللَّهَ غَفُورٌ رَحِيمٌ ۖ ﴿١٦٢﴾ ۞ وَقَالَ إِلَّا مَنْ

١٥٤- الإشارة إلى قوله تعالى لَقَدْ كَفَرَ الَّذِينَ كَانُوا إِذْ أَخَذُوا مِنَ اللَّهِ عَهْدَ أَنْ يَنْصَرِّحُوا بِالْإِسْلَامِ وَالَّذِينَ كَانُوا يَكْفُرُونَ بِاللَّهِ وَرَسُولِهِ وَأَقْرَبُوا مِنَ اللَّهِ أَهْلًا أَهْلًا لَا يَأْمُرُ اللَّهُ بِالْمُشْرِكِينَ حَتَّى يُكْفِرُوا بِالْإِسْلَامِ وَهُوَ يُوَدِّعُ الْمُشْرِكِينَ وَأَهْلِيهِمْ أَهْلًا لِيُكْفِرُوا ۚ وَلَقَدْ أَخَذَ اللَّهُ مِيثَاقَ بَنِي إِسْرَءِيلَ أَنْ يَدْعُوا إِلَهُهُمُ إِلَهًُا وَاحِدًا قَالُوا إِنَّ هَٰذَا عَجَبٌ قَالُوا ثُمَّ تَقْبَلُونَ إِلَهُكُمْ وَقَالَ أُولَٰئِكَ الْمُفْلِحُونَ ۚ وَلَقَدْ أَخَذَ اللَّهُ مِيثَاقَ بَنِي إِسْرَءِيلَ أَنْ يَدْعُوا إِلَهُهُمُ إِلَهًُا وَاحِدًا قَالُوا إِنَّ هَٰذَا عَجَبٌ قَالُوا ثُمَّ تَقْبَلُونَ إِلَهُكُمْ وَقَالَ أُولَٰئِكَ الْمُفْلِحُونَ ۚ وَلَقَدْ أَخَذَ اللَّهُ مِيثَاقَ بَنِي إِسْرَءِيلَ أَنْ يَدْعُوا إِلَهُهُمُ إِلَهًُا وَاحِدًا قَالُوا إِنَّ هَٰذَا عَجَبٌ قَالُوا ثُمَّ تَقْبَلُونَ إِلَهُكُمْ وَقَالَ أُولَٰئِكَ الْمُفْلِحُونَ ۚ

تَابَ وَأَمَنَ وَعَمِلَ عَمَلًا صَالِحًا فَأُولَٰئِكَ يُبَدِّلُ اللَّهُ سَيِّئَاتِهِمْ حَسَنَاتٍ وَكَانَ اللَّهُ غَفُورًا رَحِيمًا وَمَنْ تَابَ  
 وَعَمِلَ صَالِحًا فَإِنَّهُ يَتُوبُ إِلَى اللَّهِ مَتَابًا ﴿١٢٥﴾ وقال إلا الذين تابوا وأصلحو أو بقوا فأولئك  
 أتوب عليهم وأنا إليهم راجع ﴿١٢٦﴾ ﴿١٢٧﴾ فما أنتم تعلمون السيئات بجهالة \* وما أنتم بتائبين إلى الله  
 وما تؤمنون \* وما تصلحون \* وما تعملون الصلحت \* وما تبينون بل تكمون شهادة الله \* فكيف يبذل  
 الله سيئاتكم حسنة \* وكيف يكفر عنكم بالكم السيئة \* ويغفر لكم بظلم وأنتم ظالموا أنفسكم بهيكم \* وعلمكم  
 عمل الكافرين ﴿١٢٨﴾ فإنه قال ولاني لغفار لمن تاب وأمن وعمل صالحا ثم اهتدى ﴿١٢٩﴾ أفلا تعلقون ﴿١٣٠﴾  
 بل قال بئس عبادي أئني أنا الغفوق الخجيتوه وأن عدائي هو العذاب الأليم ﴿١٣١﴾ وقال اغفلوا  
 أن الله شغل يد العقاب أن الله غفور رحيم ﴿١٣٢﴾ وقال رفع بعضكم فوق بعض رجب ليلهم  
 في ما أنتم وإن ربك سرير العقاب وأنه يغفوق الخجيتوه ﴿١٣٣﴾ فما هو إلا أنه يرفع بعضكم على  
 بعض بعد أن لا لكم في نعمكم التي أنعمكم \* فمن يكفر بانه يظلم نفسه فإنه يعد بهم \* ومن يشكر يغفر له  
 بل يزدحم فضلا ورحمة \* فإنه قال لمن شكر ثم لا يزيد نكركم ﴿١٣٤﴾ وما ربكم بظلام للعالمين ﴿١٣٥﴾ فمن  
 تاب من بعد ظلمه وأصلح فإن الله يتوب عليه وإن الله غفور رحيم ﴿١٣٦﴾ ولما التوبة على الله  
 للذين يعملون السيئات ثم يتوبون من قريب فأولئك يتوب الله عليهم ﴿١٣٧﴾ والله بصير  
 بما تعملون ﴿١٣٨﴾ وليست التوبة للذين يعملون السيئات حتى إذا حضر أحدهم الموت قال إني تبت الآن  
 ولا الذين يموتون وهم كفار ﴿١٣٩﴾ \* فمن آمن وأصلح من قريب غير باغ ولا عاد \* ومن تجل سوء  
 أو يظلم نفسه ثم يستغفر الله يبدل الله غفورا رحيما ﴿١٤٠﴾ ومن أضطرب غير باغ ولا عاد فلا أثم  
 عليه إن الله غفور رحيم ﴿١٤١﴾ وليس عليكم جناح فيما أخطأتم به ولكن أن تعلمت قلوبكم  
 وكان الله غفورا رحيما ﴿١٤٢﴾ أفلا تستعجلون بتوبكم خشعين ﴿١٤٣﴾ يؤاخذكم بما كسبت قلوبكم  
 ﴿١٤٤﴾ فان تبتم يتوب الله من بعد ذلك على من يشاء وهو لطيف لما يشاء ﴿١٤٥﴾ إن الله

(البقرة من صفح ٩١) الاعطى لا يخلو على الاعلان في حجر الاجاد الذي يستأمن فيه ويشادرون عا تابعد علم نظرا الى ابلانهم دينهم اتنا ومن معتلا لا تعفن بالوهيت ليهي (البقرة)



عَفْوٌ رَحِيمٌ (٢٤١٩) ﴿﴾ فَيَا أَيُّهَا الْمُسْلِمُونَ التَّجَاهَلُونَ الْمُعَاصِرِينَ! وَيَا أَيُّهَا الْمُسَاهَاوُونَ الْمَاغُونَ  
 الْعَادُونَ! الَّذِينَ يَعْمَلُونَ السَّيِّئَاتِ بِالْتَعَدِّ وَمَا هُمْ بِمُضْطَرِّينَ ﴿﴾ وَالَّذِينَ لَا يَتَوَبُّونَ إِلَى اللَّهِ وَسَيُغْفِرُ  
 اللَّهُ عَفْوًا رَحِيمًا (٢٤١٥) ﴿﴾ الْأَخْبَثُونَ أَنْ يَقُولُوا اللَّهُ لَكُمْ وَاللَّهُ عَفْوٌ رَحِيمٌ (٢٢١٣٣) ﴿﴾ مَا كَانَ لِلَّهِ  
 أَنْ يَتُوبَ عَلَيْكُمْ وَلَسْتَ بِتَائِبِينَ إِلَيْهِ مِنْ فَوْرٍ بَلْ تَنْتَظِرُونَ \* أَنْ يُجَلَّ عَلَيْكُمْ غَضَبُهُ وَمَنْ يَجْلُلْ عَلَيْهِ  
 غَضَبُهُ فَأُولَئِكَ هُمُ الظَّالِمُونَ هَالِكُونَ ﴿﴾ وَكَيْفَ تَزْعُمُونَ أَنْ يَكُونَ اللَّهُ لَكُمْ غَفُورًا رَحِيمًا وَلَسْتَ بِفَاعِلِينَ  
 مَا يَأْمُرُكُمْ رَبُّ الْعَالَمِينَ ﴿﴾ إِنَّ رَبَّكَ لَذُو مَغْفِرٍ لِلنَّاسِ عَلَى ظُلْمِهِمْ وَإِنَّ رَبَّكَ لَشَدِيدُ الْعِقَابِ .  
 (٢٤١٣) ﴿﴾ أَفَلَا تَعْقِلُونَ ﴿﴾ فَوَاللَّهِ مَا دَبَّكُمْ لَكُمْ بِغَفْوٍ رَحِيمٍ ﴿﴾ أَنْ هُوَ يَغْفِرُ لَكُمْ لِمَنْ بَيْنَ النَّصْرَانِيَيْنِ  
 الْمُتَمَنِّينَ الَّذِينَ يَدْعُونَ فِي زَمَانِنَا هَذَا عَلَى جِهَادِهِمُ بِالسَّيْفِ فِي الْأَنْفُسِ لِيَكْفُوا إِلَيْكُمْ الْأَعْدَاءَ  
 عَنْهُمْ \* وَالَّذِينَ يَهْجُرُونَ مَنْ مَلَكَ إِلَى مَلَكَ لِقْوَةٍ فِي مَهْمٍ وَالَّذِينَ يَصْبِرُونَ فِي سَعْيِهِمْ صَبْرًا  
 تَامًا فَإِنَّهُ قَالَ تَعْمَلُونَ لِرَبِّكَ الَّذِينَ هَاجَرُوا مِنْ بَعْدِ مَا قَاتَلْتُمْ جَاهِدُوا وَاصْبِرُوا إِنَّ رَبَّكَ مِنْ  
 بَعْدِهَا يَغْفِرُ رَحِيمًا (١١٠١٧) ﴿﴾ وَقَالَ إِنَّ الَّذِينَ آمَنُوا وَالَّذِينَ هَاجَرُوا وَجَاهِدُوا فِي سَبِيلِ اللَّهِ  
 أُولَئِكَ يَرْجُونَ رَحْمَتَ اللَّهِ وَاللَّهُ عَفْوٌ رَحِيمٌ (٢١٨١٢) ﴿﴾ وَمَا هُوَ بِغَافِرٍ لِأَحَدٍ أَوْ رَاحِمٍ إِلَّا بِالَّذِينَ يَدْعُونَ  
 عَلَى جِهَادِهِمُ بِالْمَالِ وَالْإِيمَانِ بِالْآخِرَةِ وَالْإِيمَانِ بِاللَّهِ وَعَلَى تَوْحِيدِهِمْ عَمَلًا وَمَعْنًا فَإِنَّهُ قَالَ  
 وَمَنْ الْأَعْرَابُ مَنْ يُؤْمِرُ بِاللَّهِ وَالْيَوْمِ الْآخِرِ وَيَخَذُ مَا يُنْفِقُ قُرْبَىٰ عِنْدَ اللَّهِ وَصَلَوَاتِ الرَّسُولِ أَلَا إِنَّهَا  
 قُرْبَىٰ لَهُمْ سَيُدْخِلُهُمُ اللَّهُ فِي رَحْمَتِهِمْ إِنَّ اللَّهَ عَفْوٌ رَحِيمٌ (٩٩:٩) ﴿﴾ وَمَا يَغْفِرُ إِلَّا لِلَّذِينَ لَمْ  
 يَتَفَرَّقُوا وَلَمْ يَمُوتُوا عَلَى التَّفَاقُ بَلْ دَاوَمُوا عَلَى وَحْدَةِ الْأُمَّةِ فَإِنَّهُ قَالَ وَمَنْ حَوْلَكُمْ مِنَ الْأَعْرَابِ  
 مُنَافِقُونَ وَمِنْ أَهْلِ الْمَدِينَةِ نَشْرِكُكُمْ عَلَى التَّفَاقُ لَا تَعْلَمُهُمْ حَتَّىٰ نَعْلَمَهُمْ سَنُعَذِّبُهُمْ قُرْبَتَيْنِ ثُمَّ  
 يَرْدُّونَ إِلَىٰ عَذَابٍ عَظِيمٍ وَأَخْرَجُوا أَعْدَاءَهُمْ قَوْمًا يُؤْمِنُهُمْ خَطُوعًا أَوْ أَصْحَابًا أَوْ خُرُسًا عَسَىٰ اللَّهُ أَنْ يَتُوبَ  
 عَلَيْهِمْ إِنَّ اللَّهَ عَفْوٌ رَحِيمٌ (١٠٢-١٠١:٩) ﴿﴾ وَلِلَّذِينَ دَاوَمُوا عَلَىٰ اطَاعَةِ أُمِيرِهِمْ وَأَمْنَابِهِ

(البقيّة من صليحة ٩) أو يكونه ابن الله الألف في الاستعارة والتشبيه وانما نشتد ان كان يشترط مثلنا الآله قد جاء من رتبنا اليه بنا فتدبر +

ما داموا في الأرض فاولئك الذين يحبهم الله ويغفر لهم ذنوبهم ويؤيد هذا قوله لمعاصره النبي  
 قُلْ اَرَأَيْتُمْ مَنِ احْبَبَ إِلَى اللَّهِ فَاتَّبِعُونِي يُحْبِبْكُمُ اللَّهُ وَيَغْفِرْ لَكُمْ ذُنُوبَكُمْ وَاللَّهُ غَفُورٌ رَحِيمٌ قُلْ اطِيعُوا  
 اللَّهَ وَالرَّسُولَ فَإِنْ تَوَلَّوْا فَإِنَّ اللَّهَ لَا يُحِبُّ الْكَافِرِينَ (٣١-٣٠-٣١) والذين يستأذنون اميرهم  
 لبعض شأنهم واذا كانوا معاً على امر جامع لم يذنبوا حتى يستأذنه وغضوا اصواتهم عنه ولم يرفعوا  
 اصواتهم فوق صوته فاولئك الذين يغفر الله لهم فانه قال اَلَمْ نَأْمُرِ الْمُؤْمِنِينَ اَلَمْ نَأْمُرِ بِاللَّهِ وَرَسُولِهِ  
 وَادِّاءِ اَكُنَّا مَعَهُ عَلَىٰ امْرٍ جَامِعٍ لَمْ يَذْهَبُوا حَتَّىٰ يَسْتَأْذِنُوهُ اِنْ اِلَّا يَسْتَأْذِنُوْكَ اُولَٰئِكَ الَّذِينَ  
 يُؤْمِنُونَ بِاللَّهِ وَرَسُولِهِ فَاِذَا اسْتَأْذَنُوكَ لِبَعْضِ شَأْنِهِمْ قَاذَنَ مِنْ شَيْءٍ مِنْهُمْ وَاسْتَغْفَرَ لَهُمُ اللَّهُ  
 اِنَّ اللَّهَ يَكْفُرُ بِرِجْسِ الْفَاجِرِ (٦٢-٦٣) وما هر بغفور رحيم الالذين يجهلون جهداً بليغاً في مكالم  
 الاخلاق ويسعون ان يزكو انفسهم عن رجز الشيطان فانه قال يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا لَا تَتَّبِعُوا خُطُوَاتِ  
 الشَّيْطَانِ وَمَنْ يَتَّبِعْ خُطُوَاتِ الشَّيْطَانِ فَإِنَّهُ يَأْمُرُ بِالْعِشْيَاءِ وَالنَّكَرِ وَلَوْ لَا فَضْلُ اللَّهِ عَلَيْكُمْ وَرَحْمَتُهُ  
 مَا زَكَا مِنْكُمْ مِنْ أَحَدٍ أَبَدًا وَلَكِنَّ اللَّهَ يُزَكِّي مَن يَشَاءُ وَاللَّهُ سَمِيعٌ عَلِيمٌ وَلَا يَأْتِلْ أَوْوَالُ الْفَضْلِ مِنْكُمْ  
 وَالسَّعَةِ أَنْ يُؤْتُوا أُولَى الْقُرْبَىٰ وَالْمَسْكِينِ وَالْمُهَاجِرِينَ فِي سَبِيلِ اللَّهِ وَلْيَعْفُوا وَلْيَصْفَحُوا أَلَا تُحِبُّونَ  
 أَنْ يَغْفِرَ اللَّهُ لَكُمْ وَاللَّهُ غَفُورٌ رَحِيمٌ (٢٣-٢١-٢٢) بل يغفر للذين يدارسون صحيفة الفطرة  
 ويستنبطون منها قانونه وعلمه فيشكرهم وينبذهم من فضله ورحمته فانه قال وَمَنْ  
 النَّاسِ الدَّوَابَّ وَالْأَنْعَامُ خَلْقُ الْوَالِدِ كَذَلِكَ اَلَمْ نَأْمُرْ بِحُسْنِ اللَّهِ مِنْ عِبَادِهِ اَلَمْ نَأْمُرْ بِاللَّهِ عَزَّ وَجَلَّ  
 عَفْوُهُ اِنَّ الَّذِينَ يَتْلُونَ كِتَابَ اللَّهِ وَأَقَامُوا الصَّلَاةَ وَأَنفَقُوا مِمَّا رَزَقْنَاهُمْ سِرًّا وَعَلَانِيَةً يَرْجُونَ  
 تِجَارَةً لَّنْ تَبُورَ لِيُوفِّيَهُمْ أَجْرَهُمْ وَنَزِيلَهُمْ مِنْ فَضْلِهِ اِنَّ اللَّهَ غَفُورٌ رَحِيمٌ (٣٥-٣٨-٣٩)

فيا من لا يعلمون ولا يعملون ! ويا من حق عليهم القول انهم لها لكون ! والله ما ربكم لكم يغفور  
 هم فليعلموا انه من يدس اعمال الله والكتب التي هي بين يديه فيغفر له بل يزيى من فضله كما اذا الله الصرايين علماء وفضلاً وحكماً في زماننا هذا وقد  
 جاء تشريح ما عني الله بهن هذه الآيات المخلقة البليغة على صفحة ٨ من هذه الاذنتا حية " وسما في تشبيته في كتاب التنا كذا كذا بعد مرة - وقاموله  
 تعالى شكور ففضل منه يشكر الناس يعظمهم بقدر وسعهم ويوفيهم اجورهم مقدرا ما قل والله بل اساة صحيفة الفطرق +

رَحِيمٌ ۞ اِنْ هُوَ يَغْفِرُ لَالَّذِينَ يَتَّبِعُونَ الْعَشْرَةَ الْمُبَشِّرَةَ مِنْ اَصْوَالِ الْاِسْلَامِ وَمَعْنَاهُ مَنْ تَتَّبَعَهَا  
 فَاُولَئِكَ هُمُ الْمَغْفُورُونَ ۞ وَمِنْ صِرْفِ عَنْهَا فَهُمْ لَا يَسْتَبْعَتُونَ ۞ لَا فِي الدُّنْيَا وَلَا فِي الْآخِرَةِ اِيْمَانًا  
 تَنْظُرُونَ ۞ وَاِنْ تَسْتَغْفِرُ الْاَنْفُسَ سَبْعِينَ مَرَّةً ۞ اَوْ تَتُوبُ اِلَيْهِ اَكْثَرُ مِنْهُ بِاَقْوَامِكُمْ اَوْ كَلَامِكُمْ لَمْ يَسْتَغْفِرْ  
 فَلَنْ يَغْفِرَ اللَّهُ لَكُمْ ذَلِكَ بِاَنَّكُمْ كَفَرْتُمْ بِاللَّهِ وَرَسُولِهِ وَاللَّهُ لَا يَهْدِي الْقَوْمَ الْفَاسِقِينَ ۞ (٢٠٠) ۞ وَاِنْ  
 تَعْمَلُوا وَتَعْلَمُوا فَاِنَّ اللَّهَ غَفُورٌ رَحِيمٌ ۞ يُؤْتِيكُمْ اَجْرَكُمْ مِنْ فَوْرِ اللَّهِ وَذُو الْفَضْلِ الْعَظِيمِ ۞ يَسْتَخْلِفُكُمْ  
 فِي الْاَرْضِ لِتَأْكُلُوا مِنْ ثَمَرِهَا وَمِنْ ثَمَرِهَا اَرْجُلُكُمْ خَالِدِينَ ۞ وَاِنْ تَوَلَّوْا فَاِنَّ هَذَا لَا يَبْلُغُ الْمَبِينَ ۞  
 وَعَلَيْكُمْ اَسْرَافُكُمْ اِنْ اَصْحَقْتُمْ فِي الْاَرْضِ مِنْ ذَلِكَ ۞ وَاِنَّهٗ قَالَ لَكُمْ لِيُعْبَادِيَ الَّذِيْنَ اَسْرَفُوْا عَلٰى اَنْفُسِهِمْ لَا تَقْنَطُوا مِنْ  
 رَّحْمَةِ اللَّهِ اِنَّ اللَّهَ يَغْفِرُ الذُّنُوبَ جَمِيعًا اِنَّهٗ هُوَ الْغَفُورُ الرَّحِيمُ ۞ وَاَنْبِئُوْا اِلٰى رَبِّكُمْ وَاسْأَلُوْا لَهٗ مِنْ  
 قَبْلِ اَنْ يَّاتِيَكُمْ الْعَذَابُ ثُمَّ لَا تُنصَرُونَ ۞ وَاتَّبِعُوا اَحْسَنَ مَا اُنْزِلَ اِلَيْكُمْ مِنْ رَبِّكُمْ مِنْ قَبْلِ اَنْ يَّاتِيَكُمْ  
 الْعَذَابُ بَغْتَةً ۚ وَاَنْتُمْ لَا تَشْعُرُونَ ۞ (٢٠١-٢٠٢) ۞ وَاِنْ لَمْ يَسْأَلِ اللَّهَ مِنْ اَنْ يَهْلِكَ قَوْمٌ نَّوْجٍ وَاِبْرَاهِيْمَ  
 صَالِحٍ وَّلُوطٍ وَشُعَيْبٍ مَّوْسٰى غَيْرِهِمْ مِنْ اَنْبِيَآئِهِ فَلَيْسَ يَسْتَعِيْ مِنْ اَنْ يَهْلِكَ اُمَّةٌ مَّحْمَدًا اَفَلَا  
 تَعْقِلُونَ ۞ وَقَدْ قَالَ لَكُمْ وَاَكْمَرُ اَهْلِكُنَا مِنَ الْقُرُوْنِ مِنْ بَعْدِ نُوْحٍ ۞ (٢٠٣) ۞ مَا كَانَ اَكْثَرُهُمْ مُّؤْمِنِيْنَ ۞  
 (الشُّعْرَاءُ) ۞ وَقَالَ اَوَلَمْ يَهْدِ لَهُمْ كَمْ اَهْلَكْنَا مِنْ قَبْلِهِمْ مِنَ الْقُرُوْنِ يَمْشُوْنَ فِيْ مَسٰكِنِهِمْ اِنْ فِيْ ذٰلِكَ لَاٰيَةٌ  
 اَفَلَا يَسْمَعُوْنَ ۞ (٢٠٤-٢٠٥) ۞ وَقَالَ اَلَمْ يَرَوْا كَمْ اَهْلَكْنَا مِنْ قَبْلِهِمْ مِنَ الْقُرُوْنِ اَلَمْ يَرَوْا اَلَيْسَ لَهُمْ اَنْبِئَةٌ  
 وَمَا كَانَ رَبُّكَ لِيُهْلِكَ الْقُرٰى بِظُلْمٍ وَاَهْلُهَا مُصْلِحُوْنَ ۞ (٢٠٦) ۞ فَاِيْبَاهَا الْمُسْلِمُوْنَ ا تَوْبُوْا اِلَى اللَّهِ  
 مِنْ قَبْلِ اَنْ يَّاتِيَكُمْ الْيَقِيْنَ ۞ فَاللَّهُ لَا يَسْتَعِيْ مِنْكُمْ مِنَ الْعَالَمِيْنَ ۞ وَاِنَّهٗ هُوَ الَّذِيْ مَارَدَ الْقُوَّةَ  
 الْمَتِيْنَ ۞ وَاَعْلَمُوْا اَنْ كُلَّ وَاحِدٍ مِنْكُمْ فِي الْآخِرَةِ مِنَ الْمَاخُوْذِيْنَ ۞ يُوَاخِذُكُمْ فَرَادٍ اَوْ اَزْوَاجًا  
 وَلَوْ نَدِمْتُمْ هٰذَا اَجْرَكُمْ مَجْمُوْعِيْنَ ۞ لَثَلَا تَقُوْلُوْا لَعَلَّ اللَّهَ يَغْفِرُ لَنَا اَوْ يَغَادِرُنِيْ فَاَكُوْنُ مِنَ الْفٰكِيْنِ ۞  
 فَاِذَا وَقَعَتِ الْوَاقِعَةُ ۚ لَيْسَ لَوْفَعَتِهَا كَاذِبَةٌ ۚ خَافِضَةٌ رَّافِعَةٌ ۚ (٢٠٧-٢٠٨) ۞ وَسُوْرَتِ الْجَبَالِ وَتُرَى

۞ الاشارة الى قوله تعالى استغفروا لهم ان تستغفروا لهم سبعون مرة فمن يغفر الله لهم ذلك يا قوم كفرنا يا الله ورسوله والله لا يغفر الله لهم الغفوة

الْأَرْضَ بَارِزَةً ﴿٢٤:١٨﴾ وَعَرَضَ النَّاسَ عَلَى رَبِّهِمْ صِفَوْا مَسْوِيَةً ﴿٢٤:١٩﴾ فَقِيلَ لِنَفْسٍ ائْتِنِي بِمَا  
 كُنْتَ تَفْعَلِينَ فِي الدُّنْيَا فَرَدَّ امْفَرَدَةً ﴿٢٤:٢٠﴾ لَاقَهُ مَا كَانَتْ الدُّنْيَا الْأَمْرَةَ لِلْآخِرَةِ ﴿٢٤:٢١﴾ ائْتِنِي  
 بِمَا كُنْتَ تَشْرِكِينَ بِاللَّهِ سِرًّا وَعَلَانِيَةً ﴿٢٤:٢٢﴾ فَانْ عَلِيكَ مَا كُنْتَ تَفْعَلِينَ وَعَلَيْنَا مَا نَفْعَلُهُ ﴿٢٤:٢٣﴾ وَاَهْلُ  
 بَكَاءٍ وَتَعَزُّيَةٍ ﴿٢٤:٢٤﴾ فَعَلَتْ لِرِضَى قَلْبِكَ وَتَجْعَلِي سِرًّا لَكَ فَالْآنَ نَفْعَلْ مَا رَضِينَا وَتَرْضِيهِ ﴿٢٤:٢٥﴾  
 ادْخُلِي فَإِنَّ لَكُمْ نَارًا حَامِيَةً ﴿٢٤:٢٦﴾ لَا تَكُونُ كَمَنْ تَسْتَحِبُّونَ الْحَيَاةَ الدُّنْيَا وَتَذَرُونَ الْعَاقِبَةَ ﴿٢٤:٢٧﴾ وَ  
 مَا كُنْتُمْ تَفْعَلُونَ مَا مَرَكُمُ لَتَكُونُوا فِي الدُّنْيَا فِي عَيْشَةٍ رَاضِيَةٍ ﴿٢٤:٢٨﴾ مَتَّكِينَ عَلَى سُرٍّ مُتَقَابِلَةٍ ﴿٢٤:٢٩﴾ فَادْخُلَا  
 نَارَ اللَّهِ الْمَوْقُودَةَ ﴿٢٤:٣٠﴾ فِيهَا ظُلْمٌ وَنَصَبٌ وَتَصْلِيَةٌ ﴿٢٤:٣١﴾ خَالِدَةٌ بِأَقِيَّةٍ ﴿٢٤:٣٢﴾ فَيَا ائْتِيهَا النَّفْسُ اِهْمِلِي  
 جَزَاءً وَفَرْعًا ﴿٢٤:٣٣﴾ وَارْقُبْنِي كَمَا إِلَّا وَارِدُهَا كَانَ عَلَى رَبِّكَ حَتْمًا مَقْضِيًّا ﴿٢٤:٣٤﴾ فَانْتَهَتْ  
 قَالَتْ وَحَشَرْنَاهُمْ فَلَمْ نُغَادِرْ مِنْهُمْ أَحَدًا ﴿٢٤:٣٥﴾ لَقَدْ جِئْتُمُونَا كَمَا خَلَقْنَاكُمْ أَوَّلَ مَرَّةٍ فَرُدُّوهُمْ فَرَادًا ﴿٢٤:٣٦﴾  
 بَلْ زَعَمْتُمْ أَنَّا نَجْعَلُ لَكُمْ مَوْعِدًا ﴿٢٤:٣٧﴾ فَيَا سَاقِطَةً عِجْبًا مَا كُنْتُمْ تَشْرَكُونَ بِاللَّهِ وَلَا تَصْلَحُونَ ﴿٢٤:٣٨﴾ وَتَقُولُوا  
 وَلَا تَفْعَلُونَ ﴿٢٤:٣٩﴾ كَبُرَ مَقْتًا عِنْدَ اللَّهِ أَنْ تَقُولُوا مَا لَا تَفْعَلُونَ ﴿٢٤:٤٠﴾ اَفْعَلُوا فَإِنَّ اللَّهَ غَفُورٌ  
 رَحِيمٌ ﴿٢٤:٤١﴾ وَاتَّخِذْ لِلَّهِ رَبِّ الْعَالَمِينَ ﴿٢٤:٤٢﴾ الرَّحْمَنَ الرَّحِيمَ ﴿٢٤:٤٣﴾ مَلِكَ يَوْمِ الدِّينِ ﴿٢٤:٤٤﴾ إِيَّاكَ نَعْبُدُ وَإِيَّاكَ  
 نَسْتَعِينُ ﴿٢٤:٤٥﴾ اهْدِنَا الصِّرَاطَ الْمُسْتَقِيمَ ﴿٢٤:٤٦﴾ صِرَاطَ الَّذِينَ أَنْعَمْتَ عَلَيْهِمْ ﴿٢٤:٤٧﴾ غَيْرِ الْمَغْضُوبِ عَلَيْهِمْ وَلَا الضَّالِّينَ ﴿٢٤:٤٨﴾  
 ونظراً إلى كل ما تقدم في لوازم الأيمان وشرايطه القول الفيصل الذي لا يرتاب به هوان  
 كل هذه العشرة من اصول الإسلام هي الأيمان \* فمن عرف عنها في أي زمان ومكان  
 سقط إيمانهم بالله بل كفر وابه اشد كفرًا \* ومن سعى لها سعيًا تامًا ليلا ونهارًا فهم الذين  
 اسلموا بل امنوا عند \* واولئك الذين يغفر الله لهم وبرحمتهم في الدنيا والآخرة من جز العالين  
 وما الأيمان بأن تقولوا آمنا بما فواهم بل ان تصيد قوا ما في قلوبكم بالجهد والعمل في سبيله لو كنتم  
 تعلمون \* وما الأيمان أصلاً إلا ان تفعلوا ما انتم به تؤمرون \* فوالله ما من مؤمن واحد

حتى اسلم وجهه له \* ولم يقبل منه قوله حتى اعتصم بأمره وقانونه \* ومن اعتصم بسو لاه  
 ثم استقام فلا شك في أنه كان من الماجدين \* ووالله ما يفعل أحد كل هذه العشرة حتى فعله  
 إلا من أشعر نفسه التوحيد \* واستعمر الله قلبه من دون سائر الآلهة \* وشهر صدره للعمل  
 ليشاكل قوله فعله \* ومن قدّم لنفسه هذه الأعمال الآخرة برؤسائه إلى معاد ومن أفاض قومه  
 بها فاولئك من الصالحين \* وما هذه العشرة إلا قانون مولدكم الله في هذه الارض وستة \*  
 وستة كل أمة مسلمة التي اصلحت ثم افلحت في الدنيا \* بل سنة الله في الذين خلوا من قبلك  
 ولئن تحدا لسنة الله تبدلناكم (٦٢: ١٣٣) افلا تدكرون \* وان منكم لمن يؤمن بحكمة هذا  
 القانون على علمه فيهدي قومه على بصيرة من ربه \* وان منكم لمن يعتقد بهذا القانون مرتسماً  
 فيتبعه اتباعاً لكبرائه \* وان منكم من يتبع بعلمه ومن يتبع بعلمه \* ومنكم من يطيع بأبيه  
 وارجله ومن يطاع بسمعته وبصره وفؤاده \* ومنكم سابق بالخيرات ومقتصد ومن هو ظالم  
 لنفسه \* فيامعشر الجن والانس ان استطعتم ان تنفذوا من اقطار السموات والارض لتنفروا  
 من هذا القانون فانفذوا لا تنفذون (الابسلطون ٣٣: ٥٥) منه فاتة ما خلق الجن والانس  
 الا ليعبدوه وله أسلم من السموات والارض طوعاً وكرهاً \* واليه يرجعون (١٢: ٣) \* ارجوا يا ايها  
 النفلان من قبل ان ياتيكم اليقين \* وانيبوا الى ربكم ان اردتم ان تكونوا من المفلحين \*  
 انيبوا لان الله لا يعزب ما يقوم حتى يعزروا اما بانفسهم (١١: ١١) وحرام على قرية اهلكتم بانفسهم  
 لا يرجعون (٩٥: ٢١) \* وذروا شركاء الجن الهكم التي تشغلكم عن السعي والعمل كالأوقاطبة  
 ان كنتم مؤمنين \* ارجوا افراداً وارجوا جميعاً فانكم الى ربكم لتحشرون \* ووالله لا يضل  
 أحد منكم في الآخرة حتى يفلح قومه في الدنيا ومن افلح قومه وانتصر بعد ظلمه (٣١: ٣٢) وشركه  
 فاولئك من المفلحين \* ومن يفعل كل هذه العشرة وما يليها من الامور ويصدق ما جاء به بالعلم

فهم الذين يفلحون في هذه الدنيا اينما تنظرون \* وهم الذين يدومون ماداموا في الارض عالمين \*  
ومن صرف عنها وكذب فاولئك من الهالكين \* فمن امن امن \* ومن اسلم وجهه له سلم \* واولئك  
هم المسلمون المؤمنون حقاً صوافعاً قال الغاثلون وكذب الكاذبون \* لِيَهْلِكَ مَنْ هَلَكَ عَنْ  
بَيِّنَةٍ وَيَحْيَى مَنْ حَيَّ عَن بَيِّنَةٍ (٨: ٢٢) وان الله ليس بظالم للعالمين \* ولذلك قال الله لكم في  
الامم الهالكه التي خلت من قبلكم فكَذَّبُوهُ فَأَهْلَكَكُمُوهَا فِي ذَلِكَ لَآيَةً وَمَا كَانَ أَكْثَرُهُمْ مُؤْمِنِينَ  
(١٣٩: ٢٤) \* فما الايمان الا ان تمشوا في ارض امنين \* لتصلحوا بالكم في الدنيا ولتكونوا  
في الآخرة من المامونين \* ويوم يحشركم جميعاً فيقول بحسبكم واولياءكم الذين قالوا لكم  
ان الذين هودى القال والقليل \* ليضلواكم عن سواء السبيل \* يَمْشُرُ الْجَحَنَ قَدْ اسْتَكْرَمْتُمْ مِنَ الْغَيْبِ  
(١٢٩: ١٧) لتصلحوا بال انفسكم في الدنيا وخرتم عبادى فانهم كانوا قوماً لا يفقهون \* قد استمتعتم  
من عبادى الذين لم يعبدوني وكانوا يعبدونكم بحجة ما لم استمتع منهم \* ولم ارد منهم من ذرئى ولم  
ارد منهم ان يطعمون \* قد استنفعتم منهم كذراً لانهم كانوا يريدونكم ولم يريدوني \* وكانوا  
يعودون بكم ولم يعودوا بى \* وصاروا امرئ بكم ولم يصيروا امرئ بى \* وكانوا يحبونكم اشد حباً  
ولم يحبوني معشراً حبهم لكم \* فانهم كانوا يفعلون ما امرتهم وما كادوا يفعلون ما امرتهم \* يقرضوني  
قرضاً سيئاً ويقرضونكم قرضاً حسناً \* يجعلون الله متدافعاً من الحجرت والآكام (١٣٤: ١٧) والمال نصيباً  
خبيثاً ويجعلون لكم نصيباً طيباً \* بَلْ يَجْعَلُونَ لِلَّهِ الْبَنَاتِ سُبْحَانَهُ (٥٤: ١١) ولكم ما تشتهون \*  
وَإِذْ أَبَشَرْنَا أَدَمَ بِالْأُنثَىٰ كُلِّ وَجْهٍ مَّسْوُودٍ أَوْ هُوَ كَظِيمٍ (٥٨: ١٧) \* وكنتم تجزئون اذياكم على الارض  
من التثعم \* وتتخذون بيوتاً لكم من الذهب والفضة \* وكنتم تفتنون  
انفسكم منهم ليعبدكم اشد عبادة ولو كنتم غائباً عنهم فغشيت السماء والارض فلم يعبدوني \* وكانوا  
ينفقون في سبيلكم ليعلموا الغيب منكم وكنتم اعلم الغيب فلم ينفقوا حجة خردل في سبيلي \* بل

كانوا يقيمون دينكم ليحذروا ولم يقيموا ديني ولو اتهموا قاموا ديني لا كانوا من فرقهم ومن تحت أرجلهم  
 (٢٦: ٥) \* فقال أولئك هم من الأرض الذين استمتع بعضهم ببعض بلعنا أجلا الذي أجلك لنا قال النار  
 متوكلهم خلدوا فيها إلا ما شاء الله إن ربك حكيم عليم وكذلك نولي بعض الظالمين بعضا بما كانوا  
 يكسبون يسعشر الجحيم والأرض لكم رسول فتكم يقضون عليكم أيني وينذرونكم لقاء يومكم  
 هذا قالوا شهدنا على أنفسنا وعثرهم الحيوة الدنيا وشهدوا على أنفسهم أنهم كانوا كافرين ذلك أن  
 لم يكن ربك مهلك القرى بظلم أهلها عفلون ولكل درجة تماء علماء وما ربك بغير عتيا  
 يعملون وربك الغنى ذو الرحمة إن يشاء يذهبكم ويستخلف من بعدهم ثمانية عشر كما استأكم من ذرية  
 قوم آخرين إن ما توعدون لآت وما أنتم بمعجزين قل يقومرا علموا على مكانتكم إني عامل فسوف  
 تعلمون من تكون له عاقبة الدار إني لا يفلح الظالمون (١٣٦-١٣٩) \* ولقد ذرانا لهم كثيرا  
 من الجن والأرض لهم قلوب لا يفقهون بهاد ولهم أعين لا يبصرون بهاد ولهم آذان لا يسمعون  
 بهاد أولئك كانوا عمالهم أضل أولئك هم الغفلون (١٤٩) \* ويوم تقلب وجوههم في النار  
 يقولون يا ليتنا أطعنا الله وأطعنا الرسول وقاوا ربنا إنا أطعنا سادتنا وكبراءنا فاضلونا السبيد ربنا إنهم ضغيف  
 من العذاري العنهم لعنا كبراء (١٥٠-١٥١) وقال الذين كفروا ربنا إنا الذين أضلنا من الجن والأشياء خلقها تحت  
 أقدارنا ليكنونا من الأسفلين (١٥١: ٢٩) كما جعلونا أسافل له وضعافا إنا ثاورثنا \* فبأيتها الغفلون  
 من الجن والأرض لما لا تسمعون هذا القرآن الذي يهديكم إلى الرش يهديكم صراطا مستقيما \*  
 ويأكلوا الخلق من الجن وأجساد الأسلام لم تستكثرون من الأرض أفواجا ويجمعون وراء ظهوركم  
 أحزابا \* ولتقطعوا قلوبكم وتفرقوا دينكم فريقا \* ولتسركوا بالله فانه قال ولا تكونوا من المشركين  
 من الذين فترقوا دينهم وكانوا شيعا (٣١: ٣٢) \* لما لا تجمعون الذين يهودون ويصرون والنصارى على الهدى  
 لا تهدونهم طريقا سوييا \* كبراء الخلق من الأمم الأخرى الجنة يهدون إنا سمعنا إلى العباد والذين آمنوا



وانتم تضعفونهم ليفشلواهم ومن يحقوا بهم جميعاً \* العامة من الناس يؤمنون بكم لئلا يعلمكم  
ونبأكم وفتانكم \* وهم لا يزالون يستمسكون بأذيالكم ويظنون بكم ظنونا ليفلحوا في الدنيا بوساطة  
التور الذي يسعى في اذهانكم والنار التي تسرى في اعضاءكم وطينتكُم وانتم تستعملون نوركم وناركم  
لتصلوهم صلياً مقضياً \* خلق الانس من طين وعجل وحاء وانتم خلقتهم من نار ونور ونبأ \* كاتم  
اعلام في رأسها نار لعائن الهداة بكم \* ولكن شيطانيكم من السادات والاحبار والرهبان يفسقون عن  
امريهم ويجعلون للناس فحواً ومصالحاً ليضلوهم ضلالاً مبيناً \* مالت الناس التحذركم رباً بآمن  
دون الله وما لكم تشركون بالله وتحتجز الناس على عبادتكم لتجمعوا خير الا انفسكم ولتجمعوا شرهم وما  
لكم تدعون انكم تملكون لهم ضميراً ورشداً \* تدعون ان تجبروهم من عذاب الله وتعلمون الغيب  
لستكم ثروا لانفسكم من الخير ولتتبعوا سبياً \* ام عندكم خزائن ربكم ام انتم المصيطرون في الارض  
منصبها ونسباً \* ام لكم سُلُوكٌ (٣٨: ٥٢) لستم عز فيه سراً تترككم فليات مستمعكم سلطان مبين من  
العرش هبطاً \* وقد نبأ الله رسولكم السيد الامير الذي لم يكن مثله في الدهر ابداً \* نبأه انه  
يبلغ رسلته فقط ولا يدعى من دونه شيئاً \* وقال قل انما ادعوا ربى ولا الشريك به احد اقل  
اني لا امالك لكم ضميراً ولا رشداً \* قل اني اني يجيرني من الله احداه وكن احد من ومنه ملتجأه  
الا بلغا من الله ورسلته ومن يعص الله ورسوله فان له نارجهم خلد ين فيها ابداً حتى اذا راوا ما  
يوعدون فسيعلمون من اضعف ناصراً واقل عدداً \* قل ان ادري اقريب ما توعدون ام يجعل له ربي  
امراً \* علم الغيب فلا يظنهم على عيبه احداه الا من ارتضى من رسول فانه يسلك من بين يديه  
ومن خلفه رصداً \* ليعلم ان قد ابغوا رسلهم واحاط بما لديهم واحصى كل شئ عدداً (٢٠: ٢٠-٢١)  
فما لكم لا تبلغون رسلت ربكم لازياده ولا نقصاً \* ولا يجبرون انفسكم منه باتباع سنته معاً وعلاً  
وما لكم تكلمون ما انزل الله من البينات والهدى من بعد ما بيناه للناس في الكتاب (١٥٩: ٢) وتقولون ما لكم بالله

علينا القتال والهجرة والجهاد بالمال \* وما كتب علينا اطاعة الامير والاستقامة في الافعال \* ووحدة  
الامة وتوحيد في الاعمال \* والايمان بالآخرة ومكارم الاخلاق وعلم السموات والارض والجهال \*  
بل ما كتب على الاخلاق والعقائد والاقوال \* فالذين يكتمون ما أنزل الله من الكتاب ويشترؤون به  
ثمنا قليلا أولئك ما ياكلون في بطونهم إلا النار ولا يكلمهم الله يوم القيمة ولا يزيهم \* (١٤٢: ١٢) و  
اعد الله لهم عذابا نكرا \* وان استطعتم يعشروا الحن ان تنفذوا من اقطار السموات والارض لتفروا  
من قانونه تعالى او تحجزوه هربا لا تحجزونه فرارا وعدا \* ولولست السماء هاتين بغرا من ملكوته و  
حكمه لكونكم اولى علم ونيا وفطنة في زعمكم لو جدتموها ملئت حرسا شديدا وشهباء \* (١٤٢: ١٢) فلماذا  
كتب الله عليكم القتال وسائر مخلوقاته من الذبابة والطيور والانعام وغيرها يقتلون ويقتلون ليحفظوا  
انفسهم من اعدائهم حفظا \* والى اى حيوان او نبات نظرتم وجدتموه حافظا لنفسه شوكا ومنقلا  
او اسنانا وقرنا \* وفى اى ثمر او فرع او اصل تنظرون تجدونه جاهدا في سبيله سعيًا وعملًا \* و  
الجم تجدونه سالكًا سبل ربه طوعًا وذلًا \* افتركتم صنع كل هذا من شركاءكم واولياءكم احدى  
سوى \* افهم يسجدون لحكمكم ام لاحد سواكم الجبار المهين الاعلى \* ام لكم شرك في السموات  
فتقولوا نحن نصر في حيث نشاء ملكوته الادنى \* ام كان لكم علم بالمد الا على فتعجبوا نحن نصر في  
سنته في الارض ليكون للانسان ما يرضى \* فتبرك الذى يبيد له كل من خلق ولا يسجد لاحد سواه  
اصلا \* ولما لا كتب الله عليكم التوحيد في العمل من دون ما تذكرونه قولًا ولفظًا \* فالعلمون  
والحفظون والطائعون هم الذين يؤتون من عند ربهم اجرا حسنا \* فى زماننا هذا اينما تنظرون اليه  
نظرًا \* والقائلون لا يبالى بهم الله نقرًا ابدا \* وان وجب على معاصرو التبين القتال ونسخ لكم فهل  
تحتسبون فى سنة الله بدلا \* ام كنتم تفقدون من السماء مقاعد السمح حين يد الله كلمته وقد قال ما  
يبدل القول لذى (٢٩: ٥٠) ولا ابدل وعدا \* وان لم يكن للانبياء ان يقاطعوا الكفار والاعداء للذم

وحين البأس كما تقولون فلما ارسل سليمان الى امرأة سبأ كتابا والفي عليها قوله لا غلظا ﴿٣١﴾ ألا تعملوا عليا  
وأنتي مسلمين ﴿٣١:٢٤﴾ تذكرون في بيوتكم وجناتكم حفظا وامنا ﴿٣١﴾ وان لم تنتهوا اعد بكم عذابا  
بئسا ﴿٣١﴾ فيا معشر الجن والانس لم تفكرون على الله كن باوهجا ﴿٣١﴾ وتقولون انما الاعمال للذين خلوا  
وان لنا ما نقول نظرا وعقدا ﴿٣١﴾ وان كان الاسلام قولكم بافواهكم فلما قال نبيكم للذي سئله ما الاسلام  
انما هو التمسع والطاعة والجهاد بالسيف والهجرة والايمان بالله سعيًا وعملًا ﴿٣١﴾ ولما لا قال كيف انتم فيه  
احدا وان لا تشرك به حجرا ﴿٣١﴾ والله كان في عهد النبي من اليهود رجالا مثلكم من الجن يستعاضون  
برجال من الانس وكانوا يجيدونهم كما يعوذ الناس بكم وتجيرونهم الان \* وينتجون الناس بالغيب فيزعمون  
كما تفعلون باحزابكم \* ويلسوا السماء ليفروا من الله او يحجزوه بكمهم ويخبرهم سنة الله \* وينعمون  
انهم الخلة وفي السماء مقاعد التمسع كما ترعون الان لتخدعوا الناس \* صدقوا الى رسولنا يستمعون القرآن  
فلما حضروه قالوا انصبوا فلما قضوا ولوا الى قومهم منذرين ﴿٣١:٢٧﴾ كلا ﴿٣١﴾ قالوا ايقومنا انما سمعنا  
كثبا انزل من بعد موسى مصداقا لما بين يديه يهدى الى الحق ﴿٣١:٢٧﴾ وانما سمعنا قرآنا نجيبا يهدي الى  
الرشد فامتابه ولن نشرك بربنا احدا ﴿٣١:٢٧﴾ يصدق ما يجري بين يديه في العادة و  
ويؤيد ما يجري بين يديكم من سنة الله نظرا وعملًا ﴿٣١﴾ يقيمنا اجيبوا داعي الله وامتابه يغفر لكم  
من ذنوبكم ويخرجكم من عذاب اليم ﴿٣١:٢٧﴾ من دون ما نجبركم كن با ومكرا ﴿٣١﴾ ومن لا يجيب داعي الله  
فليس ومخرج في الارض وليس له من دونه اولياء ﴿٣١:٢٧﴾ فبئس ما اتخذتموا اولياءكم واربابا لكم  
وبئسما نزعهم ان نجزي الله هربا ﴿٣١﴾ والله تعالى جدر بيننا ما اتخذ صاحبة ولا ولدا والله كان يقول  
سفيها على الله شططا ﴿٣١:٢٧﴾ وانما امتنا قولكم واحبطنا اعمالكم بالشرك والظلم فلا نقدر  
الان ان نبعثكم حيا ﴿٣١﴾ بل جعلنا قلوبكم قسية ان لن نبعث الله الى يوم القيمة احدا ﴿٣١﴾ فلا يبعثكم  
الان بعد موتكم شيئا الا ان لا تشركوا بربكم احدا اصلا ﴿٣١﴾ اولم يروا ان الله الذي خلق السموات و

الارض ولم يخلقهم بقدر على ان يخرجوا من الارض (٣٣: ٧٠) بل ان ربنا يقدر على كل شيء جلا \* و  
اذا قلنا ان لن نقول الارض والجن على الله كذا باء \* والله كان رجال من الانس يعوذون برجال من الجن  
فازادوهم رهقا \* والله ظنوا كما ظننهم ان لن يبعث الله احدا \* (وقالوا) انا لمسننا السماء فوجدناها ملئت  
حرسا شديدا وشهباء \* وانما كنا نفعل منها مقاعد للسمع فمن يستمع الا نسمع له شهابا صادلا \* وانما  
لا ندري اشر اريد من في الارض ام اراد بهم ربهم رشدا \* وانما منا الضلحون ومنادون ذلك كسنا  
طريقا قدرا \* وانما ظننا ان لن نعجز الله في الارض ولن نعجزه هزينا \* وانما لناسعنا الهدى امنا به  
فمن يؤمن بربه فلا يخاف بحساو ولا يرهق رهقا \* وانما منا السليمون ومنا القاسطون فمن اسلم فاولئك  
نحسوا رشدا \* وانما القاسطون فكانوا لجهنم حطبا \* وان لو استقاموا على الطريقة لأسقينهم ماء  
غدا \* لئن نفقتهم فيه ومن يعرض عن ذكر ربه يسلكه عدا باصعدا \* وان المسجد لله فلا تدعوا مع الله  
احدا \* والله لما قام عبد الله يدعوه كادوا يكونون عليه لبدا (١٩: ٥٤) \* فيا معشرا الجن  
الحاضر من لم يتخذون مساجد الناس لهم ليادواهم اذ التماروا انكم تستقيمون على الطريقة وقد قال الله  
واقيموا وجوهكم عند كل مسجد وادعوا على الدين له (٢٩: ٤) وادعوا خوفا وطمعا (٥٧: ٥) \*  
ولما قضت لكم قرناء فزينوا لكم ما بين ايديكم وما خلفكم من عذاب ربكم جهلا وبها \* فانه قد حق  
عليهم القول في امرهم قد خلت من قبلهم من الجن والانس (٢٥: ١٣) وقلحق عليكم ربكم عذابا نكرا \*  
ولوا انكم اقمتم دين الله وسنته لا كلمتم انتم ومن تبعكم من فوقكم ومن تحت ارجلكم من  
اعينكم جدا \* ففعل الله الملك الحق (١١: ١٢) وقلوا لا نشرك لربنا احدا \* وقلوا لا نشرك لربنا

في ان العشرة  
المبشرة من اصول  
الاسلام تصد  
من الاتقاء  
وما الاتقاء  
الا اتباع هذه  
الاصول +

ولاشك في ان كل واحد من العشرة المبشرة التي تقدم ذكرها من لوازم الاتقاء من  
دور الايمان فمن اتبعها عملاً ومعناً وسعى لها سعيًا بليغاً فاولئك هم المتقون \* صرّفًا  
عنا قال فقهاءكم الذين لا يعلمون \* الذين قالوا الله من نعتمهم ويتأذروا مثل ما  
نعتموا وتأذروا وارسلوا الحاهم فاولئك من المتقين \* فاقا التوحيد والعمل  
فحله الله على الاتقاء وقال يا ايها الناس عبدوا ربكم الذي خلقكم والذين من  
قبلكم لعلكم تتقون (٢١:١٢) \* لانه من يتق ربّه اشد خشية فهو الذي يعبد الله بالحق ومن يعبد  
بالحق فهو الذي يتقيه من ور العلمين \* واما وحده الله في التصديق من اتقاء الله خاصة ويدل على  
هذا قوله وان هذه امة واحدة واحدة وان انا ربكم فاليقون (٥٢:١٣) \* لانه من يتق ربّه حق تقته  
فلا يكادون ان يتنازعوا بينهم من خوف عذابه لانه قال فيهم يا ايها الذين امنوا اتقوا الله حتى تقبلوه  
ولا تؤمنوا الا وانتم مسلمون واعتصموا بحبل الله جميعا ولا تفرقوا واذكروا نعمت الله عليكم اذ  
كنتم اعداء فالف بين قلوبكم فاصبحتم بنعمته اخوانا وكنتم على شفا حفرة من النار فانقذكم  
منها كذلك يبين الله لكم آياته لعلكم تهتدون (١١٣:١٢) \* ولانك قال انما المؤمنون اخوة  
فاصلحو بين اخويكم واتقوا الله لعلكم ترحمون (١٠١:٩) \* واما اطاعة الامير فهي التي تصد  
ايضا من اتقاء الله ويشهد عليه قوله فاتقوا الله واصلحوا ذات بينكم واطيعوا الله ورسوله ان كنتم  
مؤمنين (٨:٨) وقوله للاعراب اذ كان الرسول يامر عليهم ان الذين يغضون اصواتهم عند رسول الله  
اولئك الذين امتحن الله قلوبهم للتقوى لهم مغفرة واجر عظيم (٣:٢٩) \* لانه من يتق اميره  
يتق الله ويخاف عذابه الذي يصد من عصيان الامير فلذلك قال الله عز وجل يا ايها الذين امنوا  
استجبوا لله وللرسول اذ دعاكم لما يحْييكم واعلموا ان الله يحول بين المرء وقلبه والله اليم عليم  
والتيقوا فتنة لا تصيبن الذين ظلموا منكم خاصة واعلموا ان شديد العقاب (٨:٢٧-٢٨) \*

(البقية من صفحة ١٠٣) كنتم تكذبون (٤: ٣٤ - ٣٩) وليرحم القاري ان قوله تعالى (٢١: ١١٣) و (٢٤: ١٣٠) على ما سلف على صفحتي ١٥-١٦ تحت المتن (الباقى)

وأما الجهاد بالمال والانفس والهجرة فحملها الله كلها على الاتقاء ويؤيد هذا قوله  
 تعالى يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا قَاتِلُوا الَّذِينَ يَلُونَكُمْ مِنَ الْكُفَّارِ وَلْيَجِدُوا فِيكُمْ غِلْظَةً ۖ وَاعْلَمُوا أَنَّ اللَّهَ مَعَ  
 الْمُتَّقِينَ (١٢٣:٩) \* وقوله وَقَاتِلُوا الْمُشْرِكِينَ كَافَّةً كَمَا يُقَاتِلُونَكُمْ كَافَّةً ۚ وَاعْلَمُوا أَنَّ اللَّهَ مَعَ الْمُتَّقِينَ  
 (٣٦:٩) \* وقوله يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا اتَّقُوا اللَّهَ وَابْتَغُوا إِلَيْهِ الْوَسِيلَةَ وَجَاهِدُوا فِي سَبِيلِهِ لَعَلَّكُمْ تُفْلِحُونَ  
 (٣٥:١٥) \* وقوله لَا يَسْتَأْذِنُكَ الَّذِينَ يُؤْمِنُونَ بِاللَّهِ وَالْيَوْمِ الْآخِرِ أَنْ تَجَاهِدُوا فِي سَبِيلِ اللَّهِ وَأَنْفُسُهُمْ لِلَّهِ  
 عَلَيْهِمْ يَوْمَئِذٍ سَلْطَانٌ عَظِيمٌ (٢٢:١٩) \* وقوله وَسَارِعُوا إِلَى مَغْفِرَةٍ مِنْ رَبِّكُمْ وَجَنَّةٍ عَرْضُهَا السَّمُوتُ وَالْأَرْضُ أُعِدَّتْ  
 لِلْمُتَّقِينَ الَّذِينَ يُنْفِقُونَ فِي السَّرَّاءِ وَالضَّرَّاءِ وَالْكَاظِمِينَ الْغَيْظَ وَالْعَافِينَ عَنِ النَّاسِ ۗ وَاللَّهُ يُحِبُّ  
 الْحَسْبِينَ (١٣٣:٣٩-١٣٣) \* وأما الاستقامة في السعي فحملها الله على الاتقاء ويعين  
 عليه قوله تعالى وَالصَّابِرِينَ فِي الْبَأْسَاءِ وَالضَّرَّاءِ وَحِينَ الْبَأْسِ أُولَئِكَ الَّذِينَ صَدَقُوا وَأُولَئِكَ هُمُ  
 الْمُتَّقُونَ (٤٤:١٣) \* وقوله فَلَا تَهِنُوا وَلَا تَحْزَنُوا إِلَى السَّلَامِ وَأَنْتُمْ الْأَعْلَوْنَ ۗ وَاللَّهُ مَعَكُمْ وَلَنْ يَكُفِّرَكُمْ عَنْ أَعْمَالِكُمْ  
 إِنَّمَا الْحَيَاةُ الدُّنْيَا لَعِبٌ وَلَهُوَ الْوَلِيُّ وَإِنْ تَوَلَّيْتُمْ يَأْتِكُمْ جُنُودُكُمْ وَلَا يَسْتَلِكُمْ أَمْوَالُكُمْ (٢٥:٢٤-٢٥) \* وقوله  
 قَالَ مُوسَى لِقَوْمِهِ اسْتَعِينُوا بِاللَّهِ وَاصْبِرُوا إِنَّ الْأَرْضَ لِلَّهِ يُورِثُهَا مَنْ يَشَاءُ مِنْ عِبَادِهِ ۚ وَالْعَاقِبَةُ لِلْمُتَّقِينَ  
 (١٢٨:٤) \* وقوله يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا اذْكُرُوا نِعْمَتَ اللَّهِ عَلَيْكُمْ إِذْ هُمْ قَوْمٌ أَنْ يَبْسُطُوا إِلَيْكُمْ أَيْدِيَهُمْ فَكَفَّ  
 أَيْدِيَهُمْ عَنْكُمْ ۖ وَاتَّقُوا اللَّهَ ۚ وَعَلَى اللَّهِ فَلْيَتَوَكَّلِ الْمُؤْمِنُونَ (٥:١١) \* وأما مكارم الاخلاق  
 فحمل الله معظمها على الاتقاء ويشهد على هذا قوله في التصديق بالعمل والذي جاء بالصدق صدق  
 به أولئك هُمُ الْمُتَّقُونَ (٣٣:٣٩) \* وقوله فِي إِيفَاءِ الْعَهْدِ بَلَى مَنْ أَوْفَى بِعَهْدِهِ وَاتَّقَى فَإِنَّ اللَّهَ يُحِبُّ الْمُتَّقِينَ  
 (٥:١٣) \* وقوله فِي إِيفَاءِ الْعَهْدِ بِالْأَعْدَاءِ ۚ إِنَّ الَّذِينَ عَاهَدْتُمْ مِنَ الْمُشْرِكِينَ ثُمَّ لَمْ يَنْقُصُوا شَيْئًا وَلَمْ  
 يُظَاهِرُوا عَلَيْكُمْ أَحِلًّا فَاتُّمُوا إِلَيْهِمْ ۚ عَهْدُهُمْ إِلَى مَدَّتِمْ ۚ إِنَّ اللَّهَ يُحِبُّ الْمُتَّقِينَ (٢٤:٩) \* وقوله فِي  
 التَّصَدِيقِ بِالْعَمَلِ يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا اتَّقُوا اللَّهَ وَكُونُوا مَعَ الصَّادِقِينَ (١١٩:٩) \* وقوله وَلِيُخْذَ

الَّذِينَ كَفَرُوا مِنْ خَلْفِهِمْ ذُرِّيَّةٌ ضِعْفًا خَافُوا عَلَيْهِمْ فَلْيَتَّقُوا اللَّهَ وَلْيَقُولُوا قَوْلًا سَدِيدًا \* (٩١:٢)  
 وَقوله يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا اتَّقُوا اللَّهَ وَقُولُوا قَوْلًا سَدِيدًا \* (٤٤:٣٣) \* وقوله وَالرِّبَا يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا  
 لَا تَأْكُلُوا الرِّبَا أَضْعَافًا مُتَعَدِّةً ۖ وَاتَّقُوا اللَّهَ لَعَلَّكُمْ تُفْلِحُونَ \* (١٢٩:٣) \* وقوله فِي الْعَدْلِ يَا أَيُّهَا  
 الَّذِينَ آمَنُوا أَلَا تَتْلُوا قَوْلًا مِنَ اللَّهِ شَهِدًا ۖ بِالْقِسْطِ وَلَا تُحَرِّجُ مَنكُم مَّشَاقَّةً ۚ قَوْمٌ عَلَىٰ لَا تَعْدِلُوا الرِّبَا وَلَا  
 هُوَ أَقْرَبُ لِلتَّقْوَىٰ ذُو الْقُوَىٰ ۚ إِنَّ اللَّهَ خَبِيرٌ بِمَا تَعْمَلُونَ \* (٨:٥) \* وقوله فِي الْقِصَاصِ فَمَن عَتَدَىٰ عَلَيْكُمْ  
 فَاعْتَدُوا عَلَيْهِمْ بِمِثْلِ مَا عَتَدَىٰ عَلَيْكُمْ وَاتَّقُوا اللَّهَ وَاعْلَمُوا أَنَّ اللَّهَ مَعَ الْمُتَّقِينَ \* (١٩٢:٢) \* وغيرها  
 من الأقوال التي لم أذكرها من الخوف الطواله \* **وَأَمَّا العلم فحله الله على الاتقاء** واستند عليه  
 قوله إِنَّ فِي الْخَلْقِ لَآيَاتٍ لِلِّهِ وَلِلَّهِ مَا خَلَقَ اللَّهُ فِي السَّمَوَاتِ وَالْأَرْضِ آيَاتٍ لِّقَوْمٍ يَعْقِلُونَ \* (٦:١٠) \* وقوله  
 وَمَا خَلَقْنَا السَّمَاءَ وَالْأَرْضَ وَمَا بَيْنَهُمَا بَاطِلًا ۚ ذَٰلِكَ ظَنُّ الَّذِينَ كَفَرُوا ۚ قَوْلِيلٌ لِلَّذِينَ كَفَرُوا مِنَ النَّارِ  
 أَمْ جَعَلُوا الَّذِينَ آمَنُوا وَعَمِلُوا الصَّالِحَاتِ كَالْمُفْسِدِينَ فِي الْأَرْضِ أَمْ جَعَلُوا الْمُتَّقِينَ كَالْفُجَّارِ \* (٣٥:٣٥-٣٨)  
 لأنه من حسب خلقه باطلا ولم يستمتع منه فقد كفر وفجر ومن طلب العلم منه فاولئك هم المتقون \*  
 ويشهد على هذا قوله إِنَّمَا يَخْشَى اللَّهَ مِنْ عِبَادِهِ الْعُلَمَاءُ (٢٨:٣٥) فالعلماء هم الذين يعرفونه  
 حقا وبه يتقون \* **وَأَمَّا الايمان بالآخرة فحله الله على الاتقاء** بقوله ذَٰلِكَ الْكِتَابُ  
 لَا رَيْبَ فِيهِ ۚ هُدًى لِّلْمُتَّقِينَ ۚ الَّذِينَ يُؤْمِنُونَ بِالْغَيْبِ وَيُقِيمُونَ الصَّلَاةَ وَمِمَّا رَزَقْنَاهُمْ يُنفِقُونَ  
 وَالَّذِينَ يُؤْمِنُونَ بِمَا أُنزِلَ إِلَيْكَ وَمَا أُنزِلَ مِن قَبْلِكَ ۚ وَالَّذِينَ لَا يَخِيفُونَ \* (٢:٢-٢٠) \* وما  
 يؤمن من أحد منكم بالغيب حتى يتقى ربه بالغيب فلذلك قال الله وَلَقَدْ آتَيْنَا مُوسَىٰ  
 هَارُونَ الْقُرْآنَ فَان وَضِيَاءً ۚ وَذَكَرَ اللَّهُ الْمُتَّقِينَ ۚ الَّذِينَ يَخْشَوْنَ رَبَّهُم بِالْغَيْبِ ۚ هُم مِّنَ السَّاعَةِ مُشْفِقُونَ \*  
 (٢١:٢١-٢٩) وغيرها من الأقوال التي لم أذكرها من افتد برؤا انتم قوم يتفكرون \* ولا شك في  
 ان كل هذه الاعمال التي تصد من الاتقاء من لوازم الايمان لأنه قال فَاتَّقُوا اللَّهَ إِنَّ كُنْتُمْ



[illegible]



مُنْكَرُونَ أَمْ يَقُولُونَ بِهِ جِنَّةٌ بَلْ جَاءَهُمُ الْحَقُّ وَكَثُرُوا الْحَقُّ كَرِهُوا \* فَوَاللَّهِ  
مَا قَالَ رَسُولُكُمْ لَكُمْ أَنْ تَحْفَظُوا الْفَاطَةَ الْفَرَانِ فِي صَدْرِكُمْ كَالْبَغَاءِ وَتَحْمِلُوهَا مِثْلَ الْحَارِ بِحَمْلِ اسْفَارِهَا  
بَلْ أَصْرُ عَلَى أَنْ تَحْفَظُوا مَطَالِبَهَا وَمَقَاصِدَهَا وَأَوَامِرَهَا وَنَوَاهِيهَا لِتَبَيَّنَ لَكُمْ مَا الْإِتْقَانُ عِنْدَ اللَّهِ وَمَا  
شَرَّ أَطْعَمَ وَلَوْ أَمَرَهُ مِثْلَ مَا تَقَدَّمَ \* وَلَعَنَ كُرْأَى أَنْفُسِكُمْ مَا الْإِيمَانُ وَلَوْ أَمَرَهُ وَكَيْفِيَّتُهُ وَكَمِّيَّتُهُ  
وَأَوَابُهُ وَاجْرُهُ فِي الدُّنْيَا وَالْآخِرَةِ كَمَا ذَكَرَكُمْ اللَّهُ فِي الْكِتَابِ \* فَيُجَاهِدُوا فِيهَا حَتَّى يَسْلُكُوا سَبِيلَهَا  
فَتَكُونُوا مِنَ الْمُهْلِكِينَ \* فَمَا هِيَ إِلَّا أَنْتُمْ فَرِيقٌ مِنْ دِينِ الْأَعْمَالِ وَالْأَشْكَالِ إِلَى دِينِ الْكَلِمَاتِ  
وَالْأَقْوَالِ لِتُبَيَّنَ أَهَالُ أَنْفُسِكُمْ وَأَصْرُكُمْ عَلَى الْبَغْيِ وَالْعَصْيَانِ لِتُبَيَّنَ أَمِنْ اللَّهِ فَاعْلَمُوا مَا أَنْتُمْ بِمُجْزِي  
اللَّهِ فِي هَذِهِ الْأَرْضِ هَرَبًا إِنْ أَنْتُمْ إِلَّا خَاسِرُونَ \* فَذَهَبَ اللَّهُ بِنُورِكُمْ وَجَعَلَ صَدْرَكُمْ ضَيْقَةً وَ  
أَنْفُسَكُمْ مَأْكُتَةً عَلَيْهِ بَلْ أَنْفُسَكُمْ نَفْسُهُ وَأَقْنَى قُلُوبَكُمْ وَقُلُوبُ تَابِعِيكُمْ فِيهِ كَالْحَجَارَةِ أَوْ أَشَدَّ قَسْوَةً  
وَأَنَّ مِنَ الْحَجَارَةِ لَمَّا يَنْفَجِرُ مِنْهُ الْأَمَّهَاتُ وَالرَّصْمُ الْمَا يَشْفَقُ فَيُخْرِجُ مِنْهُ الْمَاءَ وَأَنَّ مِنْهَا لَمَّا يَهْبِطُ  
مِنْ خَشْيَةِ اللَّهِ وَمَا اللَّهُ بِغَافِلٍ عَمَّا تَعْمَلُونَ (٢٠: ١٢) فَلْعَمَلُوا أَوْزَارَكُمْ كَامِلَةً يَوْمَ الْقِيَمَةِ وَمَنْ أُوْزَارُ  
الَّذِينَ تَضَلُّوهُمْ بِغَيْرِ عِلْمٍ أَلْسَاءٌ مَا تَزِدُّونَ \* أَفَمَنْ شَرَحَ اللَّهُ صَدْرَهُ لِلْإِسْلَامِ فَهُوَ عَلَى نُورٍ مِّنْ  
رَّبِّهِ قَوِيلٌ لِّلْقَاسِيَةِ قُلُوبُهُمْ مِّنْ ذِكْرِ اللَّهِ أُولَئِكَ فِي ضَلَالٍ مُّبِينٍ (٢٢: ١٣٩) \* فَمَنْ يُرِدِ اللَّهُ أَنْ يَهْدِيَهُ  
يَشْرَحْ صَدْرَهُ لِلْإِسْلَامِ وَمَنْ يُرِدْ أَنْ يُضِلَّهُ يَجْعَلْ صَدْرَهُ ضَيِّقًا حَرَجًا كَمَا كَانَ لِصَدْرِهِ فِي السَّمَاءِ  
كَذَلِكَ يَجْعَلُ اللَّهُ الرِّجْسَ عَلَى الَّذِينَ لَا يُؤْمِنُونَ (١٢٧: ١٢٧) \* فَهَلْ تَعْمَلُونَ مِنْ هَذِهِ أَيْهَا الْجَاهِلُونَ \*

وَأَنْ لَمْ تَفْعَلُوا فَانْظُرُوا إِلَى مَعَكُمْ مِنَ النَّظَرِينَ ❦

وَيَا أَيُّهَا الْمَفْتِيُونَ الْمُعَاظِرُونَ! الَّذِينَ يَتَفَقَّاهُ النَّاسُ إِلَيْهِمْ فَيُرْسِلُونَ فَنُؤَاهِيَهُمْ كَالسَّاءِ

مَدَارًا لِيَصِيبُوا بِهَا مَنْ يَشَاءُونَ ❦ وَالَّذِينَ يَظُنُّونَ أَنَّهُمْ الْمُصِيطَرُونَ فِي الْأَرْضِ لِيَحْلُوا غَضَبَ اللَّهِ

(الْبَقِيَّةُ مِنْ صَفْحَةِ ١٠٨) (٢٠: ٥٢) وَ (٥٣: ٥٣) فَمَا عَنِ اللَّهِ بِهَذَا شَيْئًا إِلَّا أَنْ يَجْعَلَ لَهَا مَطَرًا حَسَنًا لَوَجْهَ بَيْعَتِهِ الْجَلْدَ الَّذِي رَوَّجَ الْمُسْلِمِينَ مِنْ بَيْدِ تَمْكِينِهِمْ  
مِنْ الْأَرْضِ + وَلَمْ يَذْكُرْهُ عَنَّا وَجَلَّ قَطْعُ أَيِّ مَوْضِعٍ فِي الْقُرْآنِ فِي تَوْصِيْفِ الْجَنَّةِ إِلَّا أَنَّهُ أَشَارَ إِلَيْهَا فِي تَوْصِيْفِ جَنَّةِ كَرَّةٍ بَعْدَ كَرَّةٍ - فَتَدْرِكُ  
عَلَيْهَا الْأَشَادَةُ إِلَى قَوْلِهِ تَعَالَى لِيُحْلُوا أَكْثَرَهُمْ كَامِلَةً يَوْمَ الْقِيَمَةِ + وَكَثِيرٌ أَنْزَلَ بِاللَّيْلِ يُصَلُّونَ لَكُمْ بِغَيْرِ عِلْمٍ أَلْسَاءٌ مَا يَزِيدُكُمْ (٢٥: ١١٦)

على الناس برسولهم لعين ✽ اذ علمتم انكم تعلمون كتب الله وقانونه ولو علمتموه لخرتم على  
 اذ قالتم خاشعين ✽ متصدعين من خشية الله وكسرتهم اقالكم وقرظتم فراطيسكم كل متفرق  
 تأثمين ✽ تعاندون بينهم وتعجزون لتضعفوا قواء امتكم فتقتلوا واذن هب ربحكم (٢٧: ١٨) ما تكونم  
 على ظهر الارض من نفوسكم الا اتهمتموه بالكفر والفسق والشرك فهل عندكم من سلطان انزل الله اليكم  
 بكفرهم او بايمانكم ان كنتم صدقين ✽ وان اخرجتم كل المسلمين من جماعتكم وانفض الناس  
 من حولكم فمن يستفتيكم من بعد الا تبصرون ✽ وان تقعدون من بعد ذلك على ان يعول الناس  
 عليكم لتمشوا في الارض كافرين ✽ افترعون انكم مسلمون من دون الناس المسلمين من سلم المسلمون  
 من يده ولسانه عند سولكم والمؤمنون المؤمنات يظنون بانفسهم خير (١٢: ٢٣) عند الله افلا تذكرون ✽  
 وقد قال لكم يا ايها الذين امنوا اجتنبوا كثير من الظن ان بعض الظن اثم ولا تجسسوا ولا يغتب  
 بعضكم بعضا يحب احدكم ان ياكل لحم اخيه ميتا فكرهتموه واتقوا الله ان الله ثواب رحيمة  
 (١٢: ٢٩) وقد قال لكم انتم المؤمنون اخوة فاصبروا بين اخويكم واتقوا الله لعلكم ترحمون (١١: ١٠٩)  
 وان صار الناس مسلمين عندكم بلحاهم والبستم وعماهم وصاروا كفريين بتركهم البستم وعماهم  
 مسائلكم التي ابدعتم في دينكم بغير علم وسلطان فاروني بماذا انتم تحكمون ✽ تستشهدون منكم  
 الفقهاء وابطالكم الشريعة الخيرة التي لا يجوز لاحد ان يثق بها \* وتنبدون كتب الله وراء ظهوركم  
 لتتخذوه مهجورا \* وتتساندون الى آراء اسلافكم وقياسات كبراءكم ووطنون جملاءكم الذين تتقونهم  
 العلماء لتحرفوا دينكم وتبدلوا كلمت الله \* وتحكمون بما جاء من غير الله \* ما كرين ان القرآن لم يقصد  
 لكم من آيات الله حق تفصيلها ولم يبين لكم من كلماته حق تبينها \* فما لكم لا تثقون الله قال لكم  
 ومن لم يحكم بما انزل الله فاولئك هم الظالمون (٢٥: ٥) بل قال ومن لم يحكم بما انزل الله  
 فاولئك هم الفاسقون (٢٥: ١٥) وقضوا بكم انه من لم يحكم بما انزل الله فاولئك هم الكافرون (٢٣: ١٥)

اخبر الله تبغون حكماً وهو الذي أنزل اليكم الكتاب **مفضلاً** (١١٥:١) والذين ألهم الله الكتاب يعلمون أنه منزل من ربك بالحق (١١٥:٢) فلا تكونن من الممتزجين \* فالحق انكم ما انتم اوتيتهم كتابه ولا انتم تعلمونه باليقين \* وهو الذي قال لكم وامتت كلمت ربك صدقاً وعدلاً لا مبدل لكلمته وهو السميع العليم (١١٦:١) \* وهو الذي نبه رسولكم نظر الى ما انتم تفعلون الان وقال وان طعم اكثر من في الارض يبطلوا عن سبيل الله ان يتبعون الا الظن وان هم لا يحضرون \* ان ربك هو اعلم من يضل عن سبيله وهو اعلم بالمهتدين (١١٨:١-١١٩:٢) وقد قاله وكثر لنا عليك الكتاب تبيناً لكل شئى وهدى ورحمة وبشرى للمسلمين (٨٩:١٦) \* فقد كفرتم وفسقتم في فتاؤكم ايها المفتيون الجاهلون المعاصرون \* وقد ظلمتم انفسكم باخذكم ما وجدتم عليه اباكم \* وبتقليدكم ما ظنوا واخترعوا من الشرع من انفسهم \* ولم يؤمنوا بانك كلمت ربكم قد تمت في القرآن صدقاً وعدلاً فحسبنا كتابه \* بل طعم اكثر من في الارض يبطلوا الناس عن سبيل الله \* واتبعتم الظن من دون العلم الذي جاءكم في الكتاب المبين \* افما قال الله لرجال مثلكم الذين لم يؤمنوا بالقرآن حق ايمانه او لم يكفهم انا انزلنا عليكم الكتاب يتلى عليهم ان في ذلك لرحمة وذكرى لقوم يؤمنون (٥١:١٢) \* فالحق انكم ما استنبطتم من الكتاب من ذكرى من رحمة \* بل ما امنتم به \* ولو امنتم به وقرأتم آياته حق قرآنه لصبرتم من المفليحين \* في الدنيا ابداً وفي الآخرة ابداً انه لا يضيع اجر المحسنين \* وقد قال لكم الذين اتينهم الكتاب يتلونك حق تلاوته اولئك يؤمنون به ومن يكفر به فاولئك هم الخاسرون (١٢١:٢) \* فلا والله ما امنتم بالقرآن حق ايمانه وما درستموه حق درسه وتلاوته بل كفرتم فصرتم من الاخيرين \* فحسبتم ان الكفر هو اقول لكم وكلما تكلم \* ونسيانكم اساليب الغسل والظهارة التي ابدعتم من انفسكم \* ونسيانكم مسائل الحيض والتفاس ونسيانكم

الفاظ القرآن واعرابها حين التكرار \* او سجرات الشهور في صلواتكم \* او توجهكم الى الكعبة في  
 الغائط \* او تصرفكم في مناجي التعميم والتأثر \* او اعتقاد انكم اللفظية \* وغيرها من الاباطيل  
 التي يستهزئ بها الناس التي لا تعد ولا تحصى \* وانتم تتخذون الله هزواً ودينه لهواً ولعباً ايها  
 الجاهلون! ❦ وان كان الكفر مثل هذه اودين الله مثل هذا اللغو فاقوا بشهادة حكمكم في الكتب  
 ان كنتم صدقين ❦ انما الكفر نسيانكم درس الله \* وتتبعكم اراءكم الشئشي \* واستمساكم  
 مذاهبكم المختلفة \* واتباعكم ظنونكم الواهية \* بل اتيانكم بانفسكم بالكبر والجهل لو كنتم  
 تعلمون ❦ وانما الكفر هو الاعمال من دون الكلمات الاقوال \* بل ما انتم تكسبون بايديكم  
 وارجلكم ايها الغفلون! ❦ فانه قال لكل امرئ منه ما اكسب من الاشئ (١١: ٢٣) وكل امرئ  
 بما كسب رهين ❦ (٢١: ٥٢) ولئن ليس للإنسان الا ما سعى فهل يجزون الا ما انتم  
 تكسبون ❦ وانما الاعمال بالنيات \* فلا يؤخذكم الله باللغو في اقوالكم بل يؤخذكم بما كسبت  
 قلوبكم ❦ (٢٢: ٥١) بل بما كسبت ايديكم وارجلكم بالتصديق من قلوبكم باعين عن احكام  
 الله وفطرته ايها الجاهلون! ❦ وهو الذي قال وذُرِّ الَّذِينَ اتَّخَذُوا دِينَهُمْ لَعِبًا وَهَوًّا وَغَرَّتْهُمْ  
 الْحَيَوةُ الدُّنْيَا وَذَكَرَ رَبَّهُمْ أَنَّ تَبَسَّلَ نَفْسٌ مَّا كَسَبَتْ ❦ ليس لها من دوز الله ولي ولا شفيع  
 وان تعدل كل عدل لا يؤخذ من هذا اولئك الذين اسئلوا بها كسبوا لهم شراب من حميم وعذاب  
 اليم مما كانوا يكفرون ❦ (٤٠: ١٦) فغرتكم الحياة الدنيا حين اتخذتم دينكم لعباً ولهواً  
 بل كفرتم \* لانكم صرفتم عن دين الاعمال والاشكال الى دين الكلمات والاقوال \* وقلتم على  
 الله ما لا علمتم \* وطفقتم تقولون ما لا تفعلون ❦ (٢١: ٦١) لتسروا دينكم جامدين ❦ كبر مقتداً  
 عند الله ان تقولوا ما لا تفعلون ❦ (٣١: ٦١) فما الكفر بما رزقتم ايها الزاعمون الجاهلون! ❦ انما  
 هو اعمالكم واعمال امتكم السيئة التي تهديكم الى الضعف والخوف \* وتكذبكم بايات الله بالعمل و

نكذبكم رسوله بجهنم وقيادته قلوبكم لو كنتم تعلمون ﴿١﴾ ولو علمتم كتب الله لما هجرتم  
 مثل هذا بل ما قلتم لمن القى اليكم قولاً لست مؤمناً ﴿٢﴾ ابداً ﴿٣﴾ إلا من كفر ربه بالعمل ﴿٤﴾ و  
 عصاه عملاً ومعناً ﴿٥﴾ ومن لم يعتصم بجعله وصار من الذين فرقوا دينهم وكانوا شيعاً كل حزب  
 يسألكم فرحون ﴿٦﴾ ﴿٣٢: ٣١﴾ وان كنتم على بينة من ربكم في فتاؤكم من الكفر والفسق و  
 الشر والنجس او ترسلونها على بصيرة منه فاقول بشهادة حكمكم ان كنتم صدقين ﴿٧﴾ و  
 ان لم تفعلوا اولن تفعلوا ﴿٨﴾ ﴿٣٢: ٣٢﴾ فقفوا اثبت لكم ما الكفر بما جاء في القرآن المبين ﴿٩﴾ افما قال  
 الله لكم في الكتب افسن هو قايماً على كل نفس بما كسبت ﴿١٠﴾ ان تؤدى النفس اجراً بما قالت  
 ولا فعلت ﴿١١﴾ وكر الناس جعلوا لله شركاء في اعمالهم ياخذهم ارباباً واولياء من وده عملاً ومعناً  
 على قولهم انهم يؤمنون بالله بافواههم قل سموهم وروبوهم الى ما لهم من شرك في السموات والارض  
 فيكونوا اجددين له ﴿١٢﴾ ام يتبوءونه بما لا يعلم في الارض ام رجعون ان تحذروا الله بظاهري من  
 القول لا توكلوا مكرابا فواهكم والسننكم بل زين للذين كفروا مكرهم وصدوا عن السبيل  
 ومن يضلل الله فما له من هاد ﴿١٣﴾ لهم عذاب في الحياة الدنيا ولعذاب الآخرة اشقى واماكم  
 من الله من وقي ﴿١٤﴾ ﴿٣٢: ٣٣﴾ قد مكر الذين من قبلهم فليله المكر جميعاً يعلم ما تكسب  
 كل نفس وسيعلم الكفر لمن عقى الدار ﴿١٥﴾ ﴿٣٢: ٣٤﴾ فسا الكفر الا ما تصفون بالسننكم  
 من الكذب وظاهر من القول في الله ﴿١٦﴾ بل ما تحثون الناس عليه من الكلمات الا قول اليك  
 انهم امنوا واتخذوا لعل الايمان في قلوبكم ﴿١٧﴾ ﴿٣٢: ٣٥﴾ ايها القائلون الجاهلون ﴿١٨﴾ وما الكفر الا ان  
 تقولوا في الله ما لا تفعلون ﴿١٩﴾ فانه لا يؤمن احد عند الا من صلب في ايمانه بالعمل  
 ولا يؤخذ احد الا بما يكسبون ﴿٢٠﴾ فانه يعلم ما تسرون وما يعلنون ﴿٢١﴾ ﴿٣٢: ٣٦﴾ والله امكر  
 الماكرين ﴿٢٢﴾ يحول بين المرء وقبليه ﴿٢٣﴾ ﴿٣٢: ٣٧﴾ ويعلم ما يفعل ومانعون ﴿٢٤﴾ وما الكفر الا



عبادكم اولادكم واموالكم \* وشغفكم ببنيكم وبناتكم \* واتخاذكم اولياءكم اربابا لكم \* واتخاذكم  
 مساكنكم وحكامكم اصناما لكم \* وحبكم للقناطر المقنطرة من الذهب الفضة \* لتحلوا قومكم  
 دار الذل والمسكنة \* وتكفروا من شدة عذابه وتذروا عاقبة قومكم والاخرة \* فانه قال الله الذين  
 له ما في السموات وما في الارض وويل للكافرين من عذاب شديد الذين يستحبون  
 الحياة الدنيا على الاخرة ويصدون عن سبيل الله ويغترون بها عوفا اولئك في ضلال بعيد  
 وقال من شر ربا لكفر بهذا فعليه غضب من الله ولهم عذاب عظيم \* ذلك بانكم  
 استحبوا الحياة الدنيا على الاخرة وان الله لا يهدي القوم الكافرين اولئك الذين  
 طبع الله على قلوبهم وسمعهم وابصارهم واولئك هم الغفلون لاجرم انهم في الاخرة هم  
 الخسرون \* وقال لا ياتها الناس ان وعد الله حق فلا تغربكم الحياة الدنيا  
 ولا تغربكم بالله الغرور ان الشيطان لكم عدو فاتخذوه عدوا وانما يدعوا حزبه ليكونوا من  
 اصحاب السعير الذين كفروا لهم عذاب شديد والذين امنوا وعملوا الصالحات هم مغفرون  
 واجركم \* فما الكفر الا اعراضكم عن التوحيد عما وعدها وعبادكم الشيطان  
 وانفسكم وصدركم ايها القائلون وما الكفر الا عدم ملامتكم على التوحيد ليلا ونهارا  
 واتخاذكم اصناما لكم من امتعة الحياة الدنيا يومافوما واستعاركم قلوبكم الشبهوات والذات  
 كربة بعد مرة \* لتشركوا بالله وتشتغلوا عن ذكره واحكامه عملا ومعنا فانه قال واذا امرت الانسان  
 فارد عاربه منيبا اليه ثم اذا اخوله نعمة منه نسي ما كان يدعوا اليه من قبل وجعل لله اذنًا  
 ليضل عن سبيله \* قل تمتع بكفرك قليلا انك من اصحاب النار \* وقال اذا عشيهم  
 موج كالظلل دعوا الله مخلصين له الدين \* فلما لجأهم الى البر فبينهم مقتصد \* وما يجدوا بيننا  
 (اي احكامنا) الا كل ختار كفور \* وقال واذا امرتكم الضم في البحر ضل من تدعون

في ان الكفر هو  
 الاعراض عن  
 التوحيد

\* وفي موضع اخر جعل الله الاعراض عن التوحيد على الكفر وقال ومن يزل مع الله اليها الاخرة لا يوفى بها الا بما حسابه عند ربك \* لا يضل الكفر عن (١١٤: ١٢٣)

الْأَيَّاهُ فَلَمَّا جِئْتَهُمُ إِلَى الذِّبْرِ اعْرَضْتَهُمْ وَكَانَ الْإِنْسَانُ كَفُورًا ﴿٧٤﴾ • بل قال في بال المشركين

مثلكم الى يوم القيمة الذين يقولون الان لا ندعو الا الله بالسنتنا وفي صلواتنا شرفيل لهم ان ما

كُنْتُمْ تَشْكُرُونَ ۚ مِنْ دُونِ اللَّهِ ۚ قَالُوا ضَلُّوا عَنَّا بَلْ لَمْ تَكُن تَدْعُو مِنْ قَبْلُ شَيْئًا ۚ كَذَلِكَ يَجْزِلُ اللَّهُ

الكُفْرَيْنِ (٤٣-٤٢) \* وقال في المشركين الكفارين الذين اتخذوا الحبارهم اصفياءهم

وَابْرَاهِيمَ إِذَا مَن دُونَهُ لِيَقْبَرِيَهُمْ إِلَى اللَّهِ زَلْفَى فِي زَعِيمِهِمْ وَلِيَقْطَعُوا قَوْمَهُمْ فَرِيْقًا فَرِيْقًا وَيَصِيرُوا

شيعاً متخلفة والذين اتخذوا من دونه أولياء ليجتلف الأولياء من بينهم وبين النار فيقتطعون

يَقُولُونَ لَوْ أَنَّهُمْ فِي زَعَمِهِمْ عَابَدُوا اللَّهَ كَذِبًا وَمَكْرًا مَا تَعْبُدُوا إِلَّا لِبَقَرَةٍ يَدْعُونَ إِلَيْهِ يُوقِنُونَ أَنَّ اللَّهَ يُنْزِلُ الْغَيْثَ بِإِذْنِهِ وَيَخْتَارُ

بَيْنَهُمْ فِي مَا هُمْ فِيهِ يَخْتَلِفُونَ ۗ أَرَأَيْتَ إِذْ أَعْلَنَ اللَّهُ لِلنَّبِيِّ وَالْكَافِرِ أَنَّ لَهُمْ فِي شِرْبٍ حَرَامٍ مِثْلًا مِثْلَ شِرْبِهِ فَأَنَّهُ جَعَلَ الْكُفْرَ كَالْإِيمَانِ ۚ

اختلافكم بينكم بظلمكم وشرككم واعراضكم عن **وَحِيلَ الْكِتَابِ** ايتها الغفلون!

وما الكفر الا يخلوكم بالمال لتقوية قومكم من اتخاذكم المال وثنا لكم فانه قال الذين

يَخْلُونَ وَيَأْمُرُونَ النَّاسَ بِالْحِلِّ وَيَكْمُؤْنَ مَا أَنَّهُمْ اللَّهُ مِنْ فَضْلِهِ وَأَعْتَدْنَا لِلْكَافِرِينَ

عَنْ أَبِي مُهْنَبَةَ: (٣٤: ٣٣) ﴿بَلْ مَا لَكُمْ أَلَّا تَنْفَاقُوا أَمْوَالَكُمْ فِي سَبِيلِ حُكَّامِكُمْ الَّذِينَ

يَعْتَصِرُ اللَّهُ عَلَيْكُمْ لَعْنَتَكُمْ وَيَضَعُفُ اقْوَاءَ امْتِكُمْ فِدْرَكُمْ فَانَّهُ قَالَ اِنَّ الَّذِيْنَ كَفَرُوا اَصْحَابُ النَّارِ هُمْ اُولَئِكَ

فَسَيَفْقَهُ زَيْدًا نَكَحَ عَلِيًّا حَسَنَةً تَعْلَمُهَا وَالَّذِينَ كَفَرُوا

وَالَّذِينَ آمَنُوا وَعَمِلُوا الصَّالِحَاتِ لَهُمْ أَجْرٌ كَثِيرٌ

[illegible]

لاک اوت از آنکه در میان کتب که در این کتابخانه است و در این کتابخانه است و در این کتابخانه است

بسم الله الرحمن الرحيم

الحمد لله رب العالمين والصلوة والسلام على سيدنا محمد وآله الطيبين الطاهرين

وفي موضع أخر حمل الله الثقلان ولا اختلاف على الكم وقال: فما خلت الأخرى بس من ثقلين فويل للذي لم يقرأ وأمن مشقه يوم عظيمه (١٤: ١٩)

وَمَكْرُؤٌ (٥٨-٥٩) وَقَالَ فِي اخْتِذَاهِمُ الْمَالَ وَتَنَالَهُمُ الْبَيْتَ كَمَا بَايَ اللَّهُ فَيَسْتَغْنَوْنَ عَنْ عَائِلَةِ قَوْمِهِمْ

وَوَيْلٌ لِلْمُشْرِكِينَ الَّذِينَ لَا يُؤْتُونَ الزَّكَاةَ وَهُمْ بِالْآخِرَةِ هُمْ كَافِرُونَ ﴿٦١﴾ ﴿٦٢﴾ فَمَا الْكَافِرُ إِلَّا أَفْكٌ

عن أبي حمزة الثمالی یثما المفتیون العاصرون! وما الکفر الا فرارکم بالاستئذان من امر ائمة کهم

اعتمد اركم عن طاعتهم اذا دعاكم ليايحييكم (٢٢: ٨) \* واعراضكم عن الاستجابة لخليفة الرسول منكم

اذا ذكركم يا تامر الله اودعكم ليوم النفي ٥ فانه قال في الذين كانوا يستاذنون الرسول فراداً من الموت

وَمِنْهُمْ مَنْ يَقُولُ ائْتِنِي بِالْآيِ الْكُوفِي

[illegible]

تعاونون \* ومن لا يهاجروا فيجركل ما يشغله عن السعي والعمل لتقوية قومه

فهو الذي كفر عند الله واولئك هم الكفرون ﴿٢٠﴾ فانه قال في منافق القرين الاولى ودوا

لَوْ تَكْفُرُونَ كَمَا كَفَرُوا فَاتَّكُمُونا سَوَاءٌ فَلَا تَحْجِدُوا مِنْهُمْ أَوْلِيَاءَ حَتَّى يُجَاهِدُوا فِي سَبِيلِ اللَّهِ فَإِنْ

تَوَلَّوْا أَحَدَهُمْ وَهُوَ آفَتْهُمْ حَيْثُ وَجَدْتُمُوهُمْ وَلَا تَسْبَحُوا مِنْهُمْ وَلِيًّا وَلَا نَصِيرًا ﴿١٨٩﴾ ﴿١٩٠﴾ فَمَا الْكَافِرُ

الا اعرضكم عن الله <sup>تعالى</sup> لتقوية قلوبكم او مدافعة انفسكم ايها المضعفون العالمون!

ومن لا يقاتل أعداءه حلست طاعته حين الباس ليكيف أيدى الناس عن قومه

ومن فر من الموت فشلاً وجبناً . واعتذر إلى الأميره ليخفف من مصيبت الناس عن

الجهاد شويها وتهيبا فهو الذي كفر عند الله واولئك هم الكفرون ﴿٤﴾ فانه قال لمؤمني القروء

الْأُولَى يَأْتِيهَا الَّذِينَ آمَنُوا لَمْ يَلْبِسُوا إِيمَانَهُمْ بِظُلْمٍ أُولَئِكَ لَهُمُ الْأَجْرُ الْكَبِيرُ ۖ وَتِلْكَ الْأَمْثَلُ لِقَوْمٍ يُفَكِّرُونَ

غُرِّى تَوْكَانُوا عِنْدَنَا مَا مَالُوا وَمَا قَاتِلُوا لِيَجْعَلَ اللَّهُ ذَلِكَ حَسْرَةً فِي قُلُوبِهِمْ وَاللَّهُ يُخَيِّبُ وَهُوَ غَوَّاهٌ وَلِلَّهِ

بِمَا تَعْمَلُونَ بَصِيرَةً (١٥٥) ❖ بَلْ قَالَ لَهُم مَّا أَصَابَكُمْ يَوْمَ التَّقِي الْجَمْعُ، فَأَوْرَاثُ اللَّهِ وَلِعَلَّكُمْ تَهْتَدُونَ

[illegible]

وَلْيَعْلَمِ الَّذِينَ نَافَقُوا وَقِيلَ لَهُمْ تَعَالَوْا قَاتِلُوا فِي سَبِيلِ اللَّهِ أَوْ ادْعُوا قَالُوا لَوْ نَعْلَمُ قِتَالًا لَا  
اتَّبَعْنَاكُمْ هُمْ لِلْكَفَرِ يَوْمَئِذٍ اقْبُرْ مِنْهُمْ لِلْإِيمَانِ يَقُولُونَ بِأَفْوَاهِهِمْ قَالَيْسَ فِي قُلُوبِهِمْ وَاللَّهُ  
أَعْلَمُ بِمَا يَكْتُمُونَ الَّذِينَ قَالُوا لِلْآخِرَةِ هُمْ وَقَعَدُوا أَوْ اطَّاعُوا مَا قِيلَ لَهُمْ قُلْ فَادْرَأْ وَأَعِزَّنَا اللَّهُ  
إِنْ كُنْتُمْ صَادِقِينَ ﴿١٧٥: ١٧٤﴾ وقال في سألهم يوم خرجوا من ديارهم إلى بدر الصغرى الذين قال  
لَهُمُ النَّاسُ إِنَّ النَّاسَ قَدْ جَمَعُوا لَكُمْ فَاخْشَوْهُمْ فَزَادَهُمْ إِيمَانًا وَقَالُوا حَسْبُنَا اللَّهُ وَنِعْمَ الْوَكِيلُ فَانْقَلَبُوا  
بِنِعْمَةٍ مِنَ اللَّهِ وَفَضْلٍ لَمْ تَمْسَسْهُمْ سُوءٌ وَاتَّبَعُوا رِضْوَانِ اللَّهِ وَاللَّهُ ذُو فَضْلٍ عَظِيمٍ إِنَّمَا ذُكِرَ الشَّيْطَانُ  
يُحْوِتُ أَوْلِيَائَهُ لَا تَخَافُوهُمْ وَخَافُوا إِنْ كُنْتُمْ مُؤْمِنِينَ وَلَا يَحْزَنُ نَاكَ الَّذِينَ يَسَارِعُونَ فِي الْكَفْرِ  
إِنَّهُمْ لَنْ يَضُرُّوا اللَّهَ شَيْئًا يُرِيدُ اللَّهُ الْأَيُّعَلَّ لَهُمْ حَقًّا فِي الْآخِرَةِ وَلَهُمْ عَذَابٌ عَظِيمٌ إِنَّ الَّذِينَ اشْتَرَوْا  
الْكَفْرَ بِالْإِيمَانِ لَنْ يَضُرُّوا اللَّهَ شَيْئًا وَلَهُمْ عَذَابٌ أَلِيمٌ ﴿١٧٦: ١٧٥﴾ وقال في موضع آخر في متسلة  
الْقُرُونِ الْأُولَى وَالْمُنَافِقِينَ مِنْهُمْ فَإِنْ رَجَعَكَ اللَّهُ إِلَى طَائِفَةٍ مِنْهُمْ فَاسْتَأْذَنُواكَ لِتُخْرِجَهُمْ فَمَنْ  
تَخَرَّجُوا مَعَهُ أَبَدًا وَلَنْ تُفَاقُوا مَعَهُ عَدَاوَةً إِنْ كُنْتُمْ رَاضِينَ بِالْقُعُودِ أَوَّلَ مَرَّةٍ فَاقْعُدُوا مَعَ الْخَالِفِينَ وَلَا  
تُضِلُّ عَلَى أَحَدٍ مِنْهُمْ مَاتَ أَبَدًا وَلَا تَقُمْ عَلَى قَدْرِهِ إِنَّهُمْ كَفَرُوا بِاللَّهِ وَرَسُولِهِ وَمَا تَوْفِيقَهُمْ فَسَقُونَ  
وَلَا تَحْجِبْ أَمْوَالَهُمْ وَأُولَاؤُهُمْ إِنَّهَا رِيدَ اللَّهِ أَنْ يُعَذِّبَهُمْ بِمَا فِي الدُّنْيَا وَتَرْهَقَ أَنْفُسُهُمْ وَهُمْ كَافِرُونَ  
﴿٨٣: ٨٥﴾ وفي المَعْدَرِينَ مِنْهُمْ وَجَاءَ الْمَعْدَرُونَ مِنَ الْأَعْرَابِ لِيُؤْذَنَ لَهُمْ وَقَعَدَ الَّذِينَ كَذَبُوا  
اللَّهَ وَرَسُولَهُ سَيُصِيبُ الَّذِينَ كَفَرُوا مِنْهُمْ عَذَابٌ أَلِيمٌ ﴿٩٠: ٩١﴾ وفي المَعْقُوقِينَ مِنْهُمْ قَدْ نَعِمَ  
اللَّهُ الْمَعْقُوقِينَ مِنْكُمْ وَالْقَائِلِينَ لِآخِرَتِهِمْ هَلْ لَنَا مِنَ الْيَمِينِ وَلَا يَأْتُونَ الْمَأْسَ إِلَّا قَلِيلٌ أَشْجَعُ عَلَيْكُمْ  
فَإِذَا جَاءَ الْحَوْفَ رَأَيْتَهُمْ يُنْظَرُونَ إِلَيْكَ تَدُورُ أَعْيُنُهُمْ كَالَّذِي يُغْتَنَبُ عَلَيْهِ مِنَ الْمَوْتِ فَإِذَا ذُهِبَ الْحَوْفُ  
سَلَقُوكُمْ بِالْمُنَّةِ جَلَدًا شَحَّةً عَلَى الْخَيْرِ أُولَئِكَ لَمْ يُؤْمِنُوا فَأَحْبَطَ اللَّهُ أَعْمَالَهُمْ وَكَانَ ذَلِكَ  
عَلَى اللَّهِ يَسِيرًا ﴿٣٣: ١٨-١٩﴾ وفي الْخَالِفِينَ الْمُنَافِقِينَ الْمَعْدَرِينَ مِنْهُمْ سَيَقُولُ لَكَ الْخَالِفُونَ مِنْ

الْأَعْرَابُ شَغَلْنَا أَمْوَالَنَا وَأَهْلُونَا فَاسْتَغْفِرْ لَنَا يَقُولُونَ بِالسَّتِيرَةِ مَا لَيْسَ فِي قُلُوبِهِمْ قُلْ مَنْ  
 يَمْلِكُ لَكُمْ مِنَ اللَّهِ شَيْئًا إِنْ أَرَادَ بِكُمْ ضَرًّا أَوْ أَرَادَ بِكُمْ نَفْعًا بَلْ كَانَ اللَّهُ بِمَا تَعْمَلُونَ خَبِيرًا بَلْ ظَنَنْتُمْ  
 أَنْ لَنْ يَنْقَلِبَ الرَّسُولُ وَالْمُؤْمِنُونَ إِلَىٰ أَهْلِيهِمْ أَبَدًا وَزَيَّنَ ذَلِكَ فِي قُلُوبِكُمْ وَظَنَّتُمْ أَنْ السَّوْعَةِ وَكُنْتُمْ  
 قَوْمًا بُورًا وَمَنْ لَمْ يُؤْمَرْ بِاللَّهِ وَرَسُولِهِ فَإِنَّا أَعْتَدْنَا لِلْكَافِرِينَ سَعِيرًا ﴿١٣٨﴾ وَقَالَ  
 يَحْزَنُونَ لِيَكُفِّرَ بَكُمْ إِنْ جِئْتُمْ بِالْبَيِّنَاتِ قُلْ لَا تَعْتَذِرُونَ لَنَا لَوْ كُنْتُمْ مُؤْمِنِينَ لَكُمْ قَدْ نَبَّأَنَا اللَّهُ مِنْ أَخْبَرِكُمْ وَسَيَرَى  
 اللَّهُ عَمَلَكُمْ وَرَسُولُهُ ثُمَّ تُزَدُّونَ إِلَىٰ عِلْمِ الْغَيْبِ وَاللَّهِ هَادٍ فِي سَبِيلِ الْكُفْرِ تَعْمَلُونَ سَبَاحًا يُؤْنِ بِاللَّهِ لَكُمْ  
 إِذَا انْقَلَبْتُمْ إِلَيْهِمْ لَعْنُهُمْ فَاغْرَضُوا عَنْهُمْ لَعْنَهُمْ وَبَغْيَهُمْ وَمَا وَفَّوْهُمْ جَهَنَّمَ بَرَاءً يَكُونُ أَكْثَرُ  
 يُخْلَفُونَ لَكُمْ لَرِضْوَانُهُمْ فَإِنْ رَضُوا عَنْهُمْ فَإِنَّ اللَّهَ لَا يَرْضَىٰ عَنِ الْقَوْمِ الْفَاسِقِينَ الْأَعْرَابُ أَشَدُّ  
 كُفْرًا وَبَغَاءً أَوْ جُدًّا أَلَا يَعْلَمُونَ أَنَّ اللَّهَ أَنْزَلَ عَلَىٰ رَسُولِهِ وَاللَّهُ عَلَيْهِ حَكِيمٌ ﴿١٣٩﴾ وَ  
 مَا الْكَفَرُ إِلَّا قِتَالُكُمْ فِي سَبِيلِ حُكْمِكُمْ وَاعْدَاءِكُمْ وَطَوَائِفِكُمُ الَّذِينَ بَعَثَ اللَّهُ عَلَيْكُمْ لِيُعَذِّبَكُمْ فَتَتَّبِعُوا  
 عَنْدهم الْعِزَّةُ وَتَتَّخِذُوا وَلِيَاءَ مِنْ دُونِ الْمُسْلِمِينَ فَتَقْتُلُوا أَنْفُسَكُمْ فَإِنَّهُ قَالَ الَّذِينَ آمَنُوا يُقَاتِلُونَ فِي  
 سَبِيلِ اللَّهِ وَالَّذِينَ كَفَرُوا يُقَاتِلُونَ فِي سَبِيلِ الطَّاغُوتِ فَقَاتِلُوا أَوْلِيَاءَ الشَّيْطَانِ إِنَّ كَيْدَ  
 الشَّيْطَانِ كَانَ ضَعِيفًا ﴿١٤٠﴾ ﴿١٤١﴾ فَمَا الْكَفَرُ إِلَّا اعْرَاضُكُمْ عَنِ الْحَقِّ بِالشَّيْطَانِ وَفِرَارُكُمْ  
 مِنَ الْمَوْتِ لَا تَبْصُرُونَ ﴿١٤٢﴾ وَمَنْ لَا يُقَاتِلْ عَدَاةً فِي سَبِيلِ اللَّهِ حَقَّ قِتَالُهُ وَيَدْعُو  
 إِلَى السَّلَامِ حُلَّ الْمَوْتِ فِيهِمْ وَيُحْزَنُ وَمَنْ يُولِ لَهُمْ يَوْمَئِذٍ دُبْرًا لَا مُنْجِيَ قَالَ يُقَاتِلْ أَوْ  
 مُنْجِيًا إِلَىٰ فِتْنَةٍ ﴿١٤٣﴾ ﴿١٤٤﴾ فَيُوهِنُ أَمْرُهُ فِي الدُّنْيَا وَمَنْ لَا يُغْلِبْ لَا يُنْصَرُ مِنَ اللَّهِ  
 فَهُوَ الَّذِي كَفَرَ عَنِ اللَّهِ وَأُولَئِكَ هُمُ الْكَافِرُونَ ﴿١٤٥﴾ فَإِنَّهُ قَالَ لِمَنْ مَنِ الْقُرْنِ الْأَوَّلِ بَلْ فِي كُلِّ مَنْ  
 ادْخَلَ الْإِيمَانَ فِي قَلْبِهِ يَوْمَ خَلَقَ السَّمَوَاتِ وَالْأَرْضَ إِلَى يَوْمِ الْقِيَامَةِ وَلَوْ قَاتَلَكُمْ الَّذِينَ كَفَرُوا لَوْلَا  
 الْأَدْبَارُ لَمْ يَلْحَقُوا وَلَيْتَا وَلَا نَصِيرًا سُنَّةَ اللَّهِ الَّتِي قَدْ خَلَتْ مِنْ قَبْلُ وَلَنْ تَجِدَ لِسُنَّةِ

فَإِنَّ الْكَفَرَ وَالْإِعْرَاضَ  
 الْجَمَادَ بِالسَّيِّئَةِ وَالْإِعْرَاضَ  
 وَأَمَّا الْإِعْرَاضُ عَنْكُمْ  
 الْإِسْقَامَةُ فِي الْعَمَلِ  
 وَالنَّظْمُ وَالنَّقْصُ

اللَّهُ تَبْدِيلًا ﴿٢٣٨: ٢٣٧﴾ وَقَالَ قُلْ لِلَّذِينَ كَفَرُوا اسْتَغْلِبُونَ وَخَشَرُونَ الْجَهَنَّمَ  
 وَبُئْسَ الْمِهَادُ ﴿١١٣: ١١٢﴾ إِنَّهُ لَا يَعْلَمُ الْكُفْرُُونَ ﴿١١٤: ١١٣﴾ فَاحْشَى أَنْ الْكَافِرِينَ هُمُ الَّذِينَ يُغْلِبُونَ فِي  
 هَذِهِ الدُّنْيَا أَيْمَا تَنْظُرُونَ ﴿١١٤: ١١٣﴾ مِنْ أَوَّلِ يَوْمٍ خُلِقَ السَّمَوَاتُ وَالْأَرْضُ إِلَى يَوْمِ الْقِيَمَةِ فَلَا مَغْلُوبُونَ  
 هُمُ الْكَافِرُونَ أَبَدًا وَالْمُؤْمِنُونَ لَهُمُ النَّصْرُ وَهُمْ أَبَدًا وَإِنْ جُنْدُهُمُ اللَّهُ يَغْلِبُونَ ﴿١١٤: ١١٣﴾ وَلَنْ تَجِدُوا  
 فِي سُنَّتِهِ تَبْدِيلًا وَلَوْ حَرَصْتُمْ عَلَيْهَا الْجَاهِلُونَ ﴿١١٤: ١١٣﴾ تَحْتَبُونَ أَنْ تَبْدِيلَهُ بِمَكْرَمٍ وَقَدْ قَالَ مَا يَهْدِي الْقَوْمُ  
 لَكَ نَى ﴿٢٣٩: ٢٣٨﴾ أَيُّهَا الْمَاكُرُونَ ﴿٢٣٩: ٢٣٨﴾ فَهَذِهِ سُنَّتُهُ الْآنَ وَقَدْ مَضَتْ سُنَّةُ الْأَوَّلِينَ ﴿٣٨: ٣٨﴾  
 فَالْكَافِرُونَ هُمُ الَّذِينَ يُولُونَ الْأَدْبَارَ ثُمَّ لَا يَنْصَرُونَ ﴿١١٤: ١١٣﴾ يَغْلِبُونَ لَكُنْهُمْ مُوْهِنِينَ فِي أَمْرِهِمْ وَ  
 مُسْتَضْعَفِينَ فِي سَعْيِهِمْ بَلْ يَأْسِينُ مِنْ حِمَّتِهِ فِي جَهْدِهِمْ يَخْشَوْنَ النَّاسَ وَلَا يَخْشَوْنَ اللَّهَ أَعْبُدْهُمْ  
 حَقَّ حَشِيَّتِهِمْ خَشْيَتُهُمْ جَمِيعًا وَقُلُوبُهُمْ شَتَّى ذَلِكَ بِأَنَّهُمْ قَوْمٌ لَا يَعْقِلُونَ ﴿١٣٩: ١٣٨﴾ وَالْمُؤْمِنُونَ  
 اسْتَدْرَجَهُ فِي صُدُورِهِمْ مِنَ اللَّهِ ذَلِكَ بِأَنَّهُمْ قَوْمٌ لَا يَفْقَهُونَ ﴿١٣٩: ١٣٨﴾ يَرْجُونَ مِنَ اللَّهِ مَا لَا  
 يَرْجُو الْكَافِرُونَ وَإِنْ يَكُنْ مِنْهُمْ قِبَاةٌ يُغْلِبُوا أَلَمْ يَكُنْ لِلَّذِينَ كَفَرُوا بِاللَّهِ قَوْمٌ لَا يَفْقَهُونَ  
 ﴿١٣٩: ١٣٨﴾ سُنَّةُ اللَّهِ فِي هَذِهِ الْأَرْضِ وَلَا يَعْلَمُونَ ﴿١٣٩: ١٣٨﴾ لَا يَسْتَطِيعُونَ أَنْ يَنْظُرُوا وَيَنْظُرُوا أَنْفُسَهُمْ  
 فِي الْآخِرَةِ وَيَعَانِدُونَ بَيْنَهُمْ وَيَخَافُونَ وَيُؤْكَلُونَ فِي تَدْبِيرِ أَمْرِهِمْ وَيَسْتَغْنُونَ عَنْ عَاقِبَةِ أَلْهَمِ  
 وَآخِرَةِ سَعْيِهِمْ بَلْ يَنْكُرُونَ عَنْ أَجْرِ الْآخِرَةِ فَلِذَاكَ يَحْبِطُ اللَّهُ أَعْمَالَهُمْ وَيُضِلُّ سَعْيَهُمْ فِي الدُّنْيَا وَ  
 يُجْعَلُهُمْ مِنَ الْآخِرِينَ ﴿١٣٩: ١٣٨﴾ وَلِذَاكَ قَالَ اللَّهُ فِيهِمُ الَّذِينَ كَفَرُوا وَصَدُّوا عَنْ سَبِيلِ اللَّهِ أَصْحَابُ  
 أَعْمَالٍ هُمْ فِي سَبِيلِ اللَّهِ فَلَنْ يُضِلَّ أَعْمَالَهُمْ سَبِيلَهُمْ وَيُصْلِحُ بِالْهَمِّ  
 ﴿١٣٩: ١٣٨﴾ وَقَالَ وَالَّذِينَ كَفَرُوا فَتَعَسَّ أَعْمَالُهُمْ وَأَصْحَابُ أَعْمَالٍ هُمْ ذَلِكَ بِأَنَّهُمْ كَرِهُوا أَنْزَلَ اللَّهُ  
 (مِنْ سُنَّتِهِ) فَاحْبِطْ أَعْمَالَهُمْ ﴿١٣٩: ١٣٨﴾ وَقَالَ فِي مَا يَلِي هَاتَيْنِ الْآيَتَيْنِ لِيرِنَا كَيْفَ يَحْبِطُ اللَّهُ  
 أَعْمَالَهُمْ فِي الدُّنْيَا بِتَدْبِيرِ حَكْمِهِمْ وَسَلْبِ قُوَّتِهِمْ وَمَلَكِهِمْ أَفَلَمْ يَسِيرُوا فِي الْأَرْضِ فَيَنْظُرُوا كَيْفَ كَانَ

عَافِيَةِ الَّذِينَ مِنْ قَبْلِهِمْ دَرَأَ اللَّهُ عَلَيْهِمْ وَلِلْكَافِرِينَ أَمْثَالُهَا ذَلِكَ بِأَنَّ اللَّهَ مَوْلَى الَّذِينَ آمَنُوا  
 وَأَنَّ الْكَافِرِينَ لَا مَوْلَى لَهُمْ (١١: ١٠٤) بل قال في ما يلي هاتين الآيتين ليساناً ما اجر المؤمنين  
 في هذه الدنيا وما بال الكافرين فيها ان الله يدخل الذين آمنوا وعملوا الصالحات جنات تجري  
 من تحتها الأنهار والذين كفروا لنكونوا منكم كمثل النعام والنعمة لهم (١١: ١٠٥)  
 (١١: ١٠٦) فالحق ان الكافرين هم الذين لا يعلمون سنة الله في هذه الارض هم الذين لا يؤمنون بها  
 نزل على محمد (٢: ١٠٤) فلذلك لا يكفر الله عنهم شيئاً ويذرهم يمتنعوا في الارض كالنعام خاسئين  
 لا يسعون في الدنيا سعيّاً بليغاً ولا يعملون الصالحات لا يوحون انفسهم ولا ينظرون جماعتهم بل يقدر  
 بما كسبوا على شيء ويحسبون انهم يحسنون صنعا غافلين \* فلذلك قال الله فيهم مثل الذين  
 كفروا بآياتهم انما لهم كرماد اشتدت به الرية في يوم عاصف لا يقلدرون بما كسبوا على شيء  
 ذلك هو الضلل البعيد (١٨: ١٣٧) وقال والذين كفروا انما لهم كسراب بقيعة يحسبه الظان ماءً  
 حتى اذا جاءه لم يجده شيئاً ووجد الله عنده فوفيه حسابه والله سريع الحساب او ظلمت  
 في بحر يحسب يحسبه موج من فوقه موج من فوقه سحاب ظلمت بعضهم فوق بعض اذا اخرجهم يده  
 لم يكذب بها ومن لم يجعل الله له نورا فبالله من نور (٢٢: ٣٩-٢٠) افلا تتقون \* وهم الذين  
 يجادلون في آيت الله (اي احكامه) ليحرفوا مقاصدها ويجادلون بالظن ليدحضوا به العلم  
 وليجعلوا يسر لانفسهم ما كرين \* فلذلك قال الله فيهم ما يجادل في آيت الله الا الذين كفروا ولا  
 يغركم تقلبهم في السالكه كذبت قبلهم قوم نوح والاحزاب من بعدهم وهايت كل امة رسولهم  
 ليأخذوه وجادلوا بالباطل ليدحضوا به الحق فاخذهم فكيف كان عقاب ذلك حقت كلمت  
 ربك على الذين كفروا انهم اصحاب النار (٢٢: ٢٢) وقال ما رسل المرسلين الا مبشرين و  
 منذرين والذين كفروا بالباطل ليدحضوا به الحق واتخذوا آياتهم زواجر (٢٢: ٢٣) افلا تعقلون \*



ولذلك قال في عدم قدرتهم وقلت حيلهم وتوهمهم في الدنيا له دعوة الحق والذين يدعون من دونه  
لا يستجيبون لهم شيء إلا كباسط كفيه إلى الماء ليبلغ فاه وما هو ببالغه فاه وما هو ببالغه فاه وما هو ببالغه فاه  
الآ في ضلل (١٢: ١٣) \* فلا تبصرون \* فما الكفر إلا عدم استيفاءكم في العمل لعرضكم

عن النظم والشق بل تحرككم من شرككم وعبادتكم أولادكم وإهواءكم وشهواتكم  
ومن تعبدكم كبراءكم وأولياءكم ومن استمساكم بأخباركم و  
رهبانكم ومن ظلمكم أنفسكم من السعي والعمل في الدنيا لتغلبوا

في أن الكفر هو الأعراف  
عن الاستقامة في العمل  
والأعراف عن النظم  
والشق -

أيها الفقهاء المتجاهلون المعاصرين! \* وما الكفر إلا ضلل سعيكم  
في الحياة الدنيا \* وجبوط أعمالكم فيها \* وسوء بآلكم في الأرض \* ومتمتعكم كانعام على  
ظهورها \* وعدم قدرتكم وفقدان حكمكم في هذه \* من توهمكم ونقص إيمانكم وسوء  
أعمالكم وتعبدكم أنفسكم وعبادتكم الطاغوت لو كنتم تعلمون \* فانه قال أخصب الذين  
كفروا أن ينجحوا وعبادتي من دوني أولياء \* وأنا أعتد ناصحتهم للكافرين نورا \* قل هل ينبتكم  
بالأخسرين أعمالا الذين ضل سعيهم في الحياة الدنيا وهم يحسبون أنهم يحسنون  
صنعا \* أولئك الذين كفروا بآيات ربهم ولقاءه فحبطت أعمالهم راي في الدنيا فلا تقبل  
لهم يوم القيمة وزنا \* ذلك جزاءهم بما كفروا واتخذوا لبي ودسلي هروا \* إن الذين  
آمنوا وعملوا الصالحات كانت لهم جنات الفردوس نزلا \* خلد في فيها لا يبعثون عنها حولا (١٢: ١٨)  
\* فلا ترجعون \* وقال الذين كفروا وصدوا عن سبيل الله زدناهم عدا في الدنيا فوق  
العذاب راي عذاب الآخرة بما كانوا يفسدون (١٢: ١٩) \* وقال في بني إسرائيل حين فسدوا  
علوا في الأرض وافضل الله حكمهم في الدنيا وقضينا إلى بني إسرائيل في الكذب ليقسدا في الأرض  
فكذبوا وتعلوا \* فإذ جاء وعد أولهما بعثنا عليهما عبادنا أولى بأس شديدا فجاسوا

خَلَّ الدِّيَارُ وَكَانَ وَعْدًا مَفْعُولًا ۖ ثُمَّ رَدَدْنَا لَكُمُ الْكَرَّةَ عَلَيْهِمْ وَأَمْدَدْنَاكُمْ بِأَمْوَالٍ وَبَنِينَ وَجَعَلْنَاهُمْ  
 أَكْثَرَ تَفْئِيرًا ۚ إِنَّ أَحْسَنَكُمْ أَحْسَنَكُمْ لَا تَفْسِكُمْ ۖ وَإِنْ أَسَأْتُمْ فَلَهَا ۚ فَإِذَا جَاءَ وَعْدُ الْآخِرَةِ لِيَسُوءَ  
 وُجُوهَكُمْ وَلِيُلْغِيَنَّ اللَّهُ أَسْمَاءَكُمْ كَمَا دَخَلُوا خُلُوعًا ۚ أَوَّلَ مَرَّةٍ وَلِيُتَبِّرُوا مَا عَلَوْا تَتَابِيرًا ۚ عَسَىٰ أَنْ يَرْجَحَكُمْ  
 وَإِنْ عُدْتُمْ عَدُنَا ۖ وَجَعَلْنَا جَهَنَّمَ لِلْكَافِرِينَ حَصِيرًا ۚ ﴿١٤٠-١٤١﴾ ۖ فَلَا تَقْرَءُوا عَلَى اللَّهِ كَذِبًا وَلَا  
 تَقُولُوا إِنَّ وَعْدَ الْآخِرَةِ لَمُنْجِيٌّ إِلَىٰ يَوْمِ الْقِيَامَةِ ۚ لَيْسَ وَجْهَ الْكَافِرِ وَبَيِّضُ جُوهَكُمْ فَإِنَّهُ قَدْ جَاءَ كَمَا لَانَ  
 وَقَدْ أَسَاءَ وَجُوهَكُمْ وَلَا تَقُولُوا فِي قُلُوبِكُمْ إِنَّ الْقُرْآنَ يَهْدِيكُمْ إِلَى الدَّالَّةِ وَالْمَسْكَنَةِ أَوِ الْعَامَةِ وَالشَّامِ  
 بِكُمْ كَمَا قَالَ إِنَّ هَذَا الْقُرْآنَ يَهْدِي لِلَّتِي هِيَ أَقْوَمُ وَيُبَشِّرُ الْمُؤْمِنِينَ الَّذِينَ يَعْمَلُونَ  
 الصَّالِحَاتِ أَنَّ لَهُمْ أَجْرًا كَبِيرًا ۚ ﴿١٤٢-١٤٣﴾ ۖ فَيَا أَيُّهَا الْمَفْتِرُونَ الْمَعَاصِرُونَ! أَتَقُولُونَ عَلَى اللَّهِ مَا لَا  
 تَعْلَمُونَ ۚ ﴿١٤٤﴾ ۖ قُلْ إِنَّ الَّذِينَ يَفْتَرُونَ عَلَى اللَّهِ الْكَذِبَ لَا يُفْلِحُونَ ۚ مَتَاعٌ فِي الدُّنْيَا ثُمَّ إِلَيْنَا  
 مَرْجِعُهُمْ ثُمَّ نُنْفِخُ فِي سُفُوفِ الْعَذَابِ الشَّدِيدِ بِمَا كَانُوا يَكْفُرُونَ ۚ ﴿١٤٥-١٤٦﴾ ۖ وَمَا هُوَ إِلَّا أَنْ كُمْ  
 بِحُدُودِ هَذِهِ الْآيَاتِ وَكَمُتُمْ شَهَادَتَهَا ۖ وَمَا قَدْ مَتَمَّ شَيْءٌ مِنَ السَّعْيِ الْعَمَلِ لِتَجْعَلُوا لِنَفْسِكُمْ ۖ وَ  
 مَا أَنْتُمْ بِالْكَاتِبِينَ حَقِّ إِيْمَانِهِ ۖ بَلْ كَفَرْتُمْ ۖ ۚ قَالَتِ الَّذِينَ اتَّبَعْتُمُ الْكِتَابَ يُؤْفِقُونَ بِهِ وَمِنْ هَؤُلَاءِ مَنْ  
 يُؤْمِنُ بِهِ وَمَا يَجْحَدُ بِآيَاتِنَا إِلَّا الْكَافِرُونَ ۚ ﴿١٤٧-١٤٨﴾ ۖ أَفَلَمْ يَقُلْ دِيكُمُ الْكِتَابُ خَلَقَ اللَّهُ  
 السَّمَوَاتِ وَالْأَرْضَ بِالْحَقِّ ۚ إِنَّ فِي ذَلِكَ لَآيَةً لِلْمُؤْمِنِينَ ۚ ﴿١٤٩﴾ ۖ أَوَلَمْ تَتَوَجَّهُوا إِلَىٰ قَوْلِ  
 وَاللَّهُ أَخْرَجَكُمْ مِنْ بُطُونِ أُمَّهَاتِكُمْ لَا تَعْلَمُونَ نَبِيئَهُ ۚ ﴿١٥٠﴾ ۖ وَجَعَلَ لَكُمُ السَّمْعَ وَالْأَبْصَارَ وَالْأَفْئِدَةَ ۚ قَلِيلًا  
 مَّا تَشْكُرُونَ ۚ ﴿١٥١﴾ ۖ وَقَوْلُهُ خَلَقَ السَّمَوَاتِ وَالْأَرْضَ أَكْبَرُ مِنْ خَلْقِ النَّاسِ وَلَكِنَّ أَكْثَرَ النَّاسِ لَا  
 يَعْلَمُونَ ۚ وَمَا يَسْتَوِي الْأَعْمَىٰ وَالْبَصِيرُ ۚ وَالَّذِينَ آمَنُوا وَعَمِلُوا الصَّالِحَاتِ لَا يَسْتَوِي ۚ قَلِيلًا مَّا  
 تَتَذَكَّرُونَ ۚ ﴿١٥٢﴾ ۖ ثُمَّ إِلَىٰ قَوْلِهِ وَمَا خَلَقْنَا السَّمَاءَ وَالْأَرْضَ وَمَا بَيْنَهُمَا بِطُلُوحٍ ۚ ذَلِكَ ظَنُّ  
 الَّذِينَ كَفَرُوا ۚ قَوْلُ الَّذِينَ كَفَرُوا مِنْ النَّارِ ۚ ﴿١٥٣﴾ ۖ فَلَا شَكَّ فِي أَقْدَارِهِ تَعَالَىٰ حَرَضْنَا فِي هَذِهِ الْآيَاتِ

ۚ هذا القول على الآيات التي تقدم ذكرها فانه يترتب ۚ أي استعملوها بالاعتقاد ۚ أي لا تطلبون العلم منها ومن طلب العلم منها فهو الذي آمن بالله وعملوا صالحا ۚ

على استعمال سمعنا وابصارنا وافيدتنا لنزى ملكوته ولنطلب العلم من اعماله من دون الظن و  
 لنؤمن بسموته وارضاه وما بينهما اشد ايمانا ولنؤمن بالحق متصرفين عز الباطل فانه قال  
 وَالَّذِينَ آمَنُوا بِالْبَاطِلِ وَكَفَرُوا بِاللَّهِ أُولَٰئِكَ هُمُ الْخَاسِرُونَ ﴿٥٢﴾ وقال الَّذِينَ كَفَرُوا  
 اتَّبِعُوا الْبَاطِلَ ﴿٣١﴾ وَالَّذِينَ آمَنُوا اتَّبِعُوا الْحَقَّ مِنْ رَبِّكُمْ ﴿٣٢﴾ وقال أَفَبِالْبَاطِلِ يُعْتَوَدُ  
 وَبِنِعْمَةِ اللَّهِ يَكْفُرُونَ ﴿٦٤﴾ فما الكفر الا اعراضكم عن الْعِلْمِ إِنَّمَا يَجْمَلُونَ ﴿٦٥﴾

لتحلوا قلوبكم دار الذلة والمسكنة بجهلكم ولتنكروا النعم ربكم ولتلا تقدروها  
 حق قدرها وشكرها فانه قال أَلَمْ تَرَى إِلَى الَّذِينَ بَدَّلُوا نِعْمَتَ اللَّهِ كُفْرًا وَحَلَقُوا قُلُوبَهُمْ  
 دَارَ الْبَوَارِ ﴿٢٨﴾ وقال يَعْرِفُونَ نِعْمَتَ اللَّهِ ثُمَّ يَنْكُرُونَهَا وَأَكْثَرُهُمْ

في ان الكفر هو الاعراض  
 عن العلم وعن درس  
 اعماله تعالى

الْكُفْرُونَ ﴿٨٣﴾ فمن قدر انعم ربه حق قدرها وطلب العمل منها وخاض فيها  
 اشد خوصنا وسلك سبل ربه ليدلوم عليها فاولئك هم المؤمنون ﴿٨٤﴾ واولئك هم المفلحون  
 في الدنيا اينما تنظرون ﴿٨٥﴾ وما كان لله ان يجيب الذين يطردون انعمه بالاستحقاق او يكرهوا  
 ما خلق السموات والارض ايها الغفلون ﴿٨٦﴾ فلا شك في انكم في اسلامكم الضالون ﴿٨٧﴾ ومن اعرض  
 عَنِ مِثْقَاطٍ مِّنَ الْإِيمَانِ فَإِنَّهُ يَكْفُرُ وَلَمْ يَسْعَ لَهَا سَعِيهَا فَاُولَٰئِكَ هُمُ الْكُفْرُونَ ﴿٨٨﴾ فاما الايقان بالهوى فقال

إِنَّمَا الَّذِي يَتَّبِعُ اللَّهَ الَّذِي يَكْفُرُ فَاِنَّهُمْ لَا يُؤْمِنُونَ الَّذِينَ عَاهَدْتُمْ ثُمَّ يَقْضُونَ عَنْهُمْ  
 فِي كُلِّ مَرَّةٍ وَهُمْ لَا يَتَّقُونَ ﴿٥٥﴾ واما الاسراف في المال فقال وَلَا تَبْذُرُوا رِبَّيْكُمْ

في ان الكفر هو الاعراض  
 عن مكارم الاخلاق

إِنَّ الْمُبَذِّرِينَ كَانُوا إِخْوَانَ الشَّيْطَانِ وَكَانَ الشَّيْطَانُ لِرَبِّهِ كَفُورًا ﴿٢٦﴾ وغيرها من  
 الاقوال التي لم اذكر هنا من خوف الطوالة فتدبروا ان كنتم قوما يتفكرون ﴿٢٧﴾ ولا شك في انه  
 من لم يؤمن باليوم الآخر عمدا ومعنا ولم يسعه له سعيه بليغا ولم يجد نفسه بل لم يجد الا الحسرة الدنيا  
 فقد كفر عند ربه فانه قال مَا خَلَقْنَا السَّمَوَاتِ وَالْأَرْضَ وَمَا بَيْنَهُمَا إِلَّا بِالْحَقِّ وَأَجَلٍ مُّشْتَبِهٍ وَالَّذِينَ

كَفَرُوا عَمَّا أَنْزَلْنَا مِنْ مَعْرُضُونَ ﴿٣١-٣٢﴾ \* وَقَالَ أَقْسَمُوا بِاللَّهِ جَهْدَ أَيْمَانِكُمْ لَا تَبْعَثُ اللَّهُ مِنْ مِثْلِهِ  
 بَلَىٰ وَعَلَىٰ عِلِّيَّةٍ حَقًّا وَلَكِنَّ أَكْثَرَ النَّاسِ لَا يَعْلَمُونَ ۝ لَيَبْئِينَ لَهُمُ الَّذِي يُخْتَلَفُونَ فِيهِ وَلِيَعْلَمَ الَّذِينَ  
 كَفَرُوا أَنَّهُمْ كَانُوا كَذِبِينَ ۝ ﴿٣٩-٣٨﴾ \* وَقَالُوا إِذَا ضَلَلْنَا فِي الْأَرْضِ أَإِنَّا لَفِي خَلْقٍ جَدِيدٍ  
 بَلْ هُمْ بِلِقَائِ رَبِّهِمْ كَافِرُونَ ۝ ﴿١٠١-١٠٢﴾ \* فَاكْفُرُوا لِعَرَضِكُمْ وَالْإِيمَانُ  
 بِالْآخِرَةِ عَمَلٌ وَمَعْنَىٰ لَوْ كُنْتُمْ تَعْلَمُونَ ۝ وَلَا تَجِدُ أُمَمًا أَمِنَ قَوْلُكُمْ أَنْكُمْ تُوَفُّونَهُ  
 بِالْآخِرَةِ بِأَقْوَالِكُمْ وَالسَّنَنَاتِ كُلَّمَا نَكَمُ الشَّهَادَةَ فَالْقَوْلُ لَيْسَ شَيْءٌ عِنْدَهُ إِنَّهُ  
 يُحِبُّ الْعَمَلِينَ ۝ وَمِنَ النَّاسِ مَنْ يَقُولُ آمَنَّا بِاللَّهِ وَالْيَوْمِ الْآخِرِ وَهُمْ  
 يَكْفُرُونَ ۝ ﴿٨١-٨٢﴾ \* فَاعْمَلُوا وَاجْهَدُوا مَرَحِينَ لِقَاءَ رَبِّكُمْ وَاسْتَمِعُوا النَّفُوزَ فِي الدُّنْيَا فَإِنَّهُ لَا  
 يَكَادُ أَنْ يَغْفِرَ لَكُمْ يَوْمَ الْقِيَمَةِ حَتَّىٰ تَمُوتُوا جَاهِدِينَ ۝ وَإِنْ تَشَاءُونَ أَنْ تَبْتَغُوا دَلَالََةَ اللَّهِ وَ  
 حُبَّهُ فَلَا تَبْتَغُوهُ أَبَدًا حَتَّىٰ تَعْرِضُوا أَنْفُسَكُمْ عَلَيْهِ وَتَمُوتُوا الْمَوْتَ فِي سَبِيلِهِ لَتَكُونُوا فِي  
 الدُّنْيَا مِنَ الْغَالِبِينَ ۝ فَإِنَّهُ نَبِّهَكُمْ بِقَوْلِهِ وَلَنَبْلُوَنَّكُمْ حَتَّىٰ نَعْلَمَ الْجَاهِدِينَ مِنْكُمْ وَالصَّابِرِينَ  
 وَنَبِّهُوا الْخَبْرَ كَرَّمَ ۝ ﴿٣١:٣٤﴾ وَقَضَىٰ إِلَهُ يُحِبُّ الَّذِينَ يُقَاتِلُونَ فِي سَبِيلِهِ صَفًّا كَأَنَّهُمْ بُنْيَانٌ  
 مَرْصُوصٌ ۝ ﴿٣١:٣٦﴾ أَفَلَا تَذَكَّرُونَ ۝ وَإِنْ زَعَمْتُمْ أَنْ تَصِيدُوا أَوْلِيَاءَ اللَّهِ بِعَمَائِكُمْ وَسُبُحَكُمْ  
 أَقْوَالُكُمْ أَوْ بَاعْتَكُمُكُمْ فِي الْبُيُوتِ وَالْمَسَاجِدِ فَارًا مِنَ الْمَوْتِ فَآكِرِينَ أَنْكُمْ تَعْبُدُونَ اللَّهَ وَتُحِبُّونَهُ  
 فَسَاءَ مَا تَزْمَعُونَ ۝ وَقَدْ كَانَتْ إِلَهُ يَهْدِي تَفَرُّ مِنَ الْمَوْتِ مِثْلَكُمْ عَلَىٰ هَذَا تَنْظُرَ بَانْفُسِهِمْ ظُنُونًا كَمَا  
 تَنْظُرُونَ فِدَاهِمُ رَيْبُهُمْ بِقَوْلِهِ يَا أَيُّهَا الَّذِينَ هَادُوا أَلَمْ نَزْعَمَنَّ أَنَّكُمْ أَوْلِيَاءُ لِلَّهِ مِنْ دُونِ النَّاسِ فَتَمَنَّوْا  
 الْمَوْتَ إِنْ كُنْتُمْ صَادِقِينَ ۝ وَلَا يَمْتَنُونَهُ أَبَدًا بِمَا قَدْ مَتُّ أَيْدِيَهُمْ وَاللَّهُ عَلِيمٌ بِالظَّالِمِينَ ۝ قُلْ  
 إِنَّ الْمَوْتَ الَّذِي تَتَّقُونَ مِنْهُ فَإِنَّهُ مُلْفِيكُمْ ثُمَّ تُرَدُّونَ إِلَىٰ عِلْمِ الْغَيْبِ وَالشَّهَادَةِ فَيُنَبِّئُكُمْ بِمَا كُنْتُمْ  
 تَعْمَلُونَ ۝ ﴿٨١-٧٦﴾ \* بَلْ عَاكِفٌ الْيَكْمُ قَوْلًا غَلِيظًا بِقَوْلِهِ أَمْ حَسِبْتُمْ أَنْ تُدْخِلُوا الْجَنَّةَ وَلَسْنَا

فإن الكفر هو الاعتراض  
 عن إيمان بالآخرة

يَعْلَمُ اللَّهُ الَّذِينَ جَاهَدُوا أَمْوَالَهُمْ وَيَعْلَمُ الصَّابِرِينَ . وَلَقَدْ كُنْتُمْ يَتُوبُونَ الْمُتَوَيْتِينَ مِنْ قَبْلُ أَنْ  
تَقُولُوا فَقَدْ دَأْيَمُوا وَأَنْتُمْ تَنْظُرُونَ . (١٣١: ١٣٢) \* فَمَا لَنْ مَطْلُوبُ لَطَالِبٍ وَوَلَدُهُ حَتَّى  
لَا حِلَّ لَهُ اللَّهُ يَعْرِضُ نَفْسَهُ عَلَيْهِ وَيَتَمَنَّى الْمَوْتَ فِي سَبِيلِهِ لَا يَتَصَرَّحُونَ \* وَمَا لِي أَحَدًا أَحَدًا  
حَتَّى فَتَنَهُ وَعِلْمُ اللَّهِ يَصِدِّقُ قَوْلَهُ بِالْعَمَلِ مِنْ صِدْقِ فَائِذِكَ مِنَ الْمُحِبِّينَ \* وَلَنْ لَكَ قَالَ  
رَبِّكُمْ لَكُمْ أَحْسَبَ النَّاسُ أَنْ يُتْرَكَ أَنْ يَقُولُوا أَمْثَلًا وَهُمْ لَا يُفْتَنُونَ . وَلَقَدْ فَتَنَّا الَّذِينَ مِنْ قَبْلِهِمْ  
فَلْيَعْلَمَنَّ اللَّهُ الَّذِينَ صَدَقُوا وَلْيَعْلَمَنَّ الْكَاذِبِينَ (٢١٩: ٢٢٠) \* وَمَنْ جَاهَدَ فَإِنَّمَا يُجَاهِدُ لِنَفْسِهِ  
إِنَّ اللَّهَ لَغَنِيٌّ عَنِ الْعَالَمِينَ (٢١٩: ٢٢٠) \* يُجَاهِدُ لِيُغْلِبَ نَفْسَهُ عَلَى الْعَدَاءِ وَلِيَكُونَ فِي الدُّنْيَا مِنَ  
الَّذِينَ لَا خَوْفَ عَلَيْهِمْ وَلَا هُمْ يَحْزَنُونَ \* فَيَا كِبْرَاءَ الْخَلْقِ مِنَ النَّاسِ اعْمَلُوا وَعَامِلُوا وَاصْبِرُوا  
وَصَابِرُوا وَلَا تَقْرُوا مِنَ الْمَوْتِ وَلَا تَقْنَطُوا ثُمَّ اعْمَلُوا بِأَيْدِيكُمْ وَارْجِلِكُمْ وَتَحَسَّسُوا مِنْ تَمْكِينِكُمْ مِنَ  
الْأَرْضِ وَالْغَلْبَةِ وَالْأَمْنِ الَّذِي سَلَبَكُمْ اللَّهُ بِكُفْرِكُمْ وَلَا تَأْسُوا مِنْ رَوْحِ اللَّهِ إِنَّهُ لَا يَأْتِيَنَّ مِنْ رَوْحِهِ  
اللَّهُ إِلَّا الْقَوْمَ الْكَافِرِينَ . (١١٣: ١١٤) \* وَلَا تَطْمِئِنُّوا بِالْكَافِرِ السَّوءِ فِي زَعَمِكُمْ إِنَّهُ سَيَغْفِرُ لَكُمْ فَإِنَّهُ  
قَالَ إِنَّ الَّذِينَ لَا يَرْجُونَ لِقَاءَنَا وَرَضُوا بِالْحَيَاةِ الدُّنْيَا وَاطْمَأَنَّنُوا بِمَا أُولُوا الَّذِينَ هُمْ عَنْ آيَاتِنَا غَفْلُونَ \*  
أُولَئِكَ مَا لَهُمْ مِنَ النَّارِ مَا كَانُوا يَكْسِبُونَ \* إِنَّ الَّذِينَ آمَنُوا وَعَمِلُوا الصَّالِحَاتِ يَهْدِيهِمْ رَبُّهُمْ بِآيَاتِهِمْ  
جُزْءٍ مِنْ حُسْنِ مَا كَانُوا يَكْسِبُونَ \* قَالَ يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا لَا تَتَوَلَّوْا قَوْمًا غَضِبَ  
اللَّهُ عَلَيْهِمْ قَدْ يَنْبَغِي أَنْ يَكُونَ لَهُمْ عَذَابٌ شَدِيدٌ \* وَلَا تَقْرُوا بِالْأَيْتِ  
اللَّهُ عَلَّامٌ لَا تَكْذِبُوا بِهَا بَلِ اسْجُدُوا لَهَا بِالْعَمَلِ وَلَا تَقُولُوا كَالْكَافِرِ فِي عَهْدِ النَّبِيِّ لَا تَسْمَعُوا هَذَا  
الْقُرْآنَ وَالْغَوَافِلُ بِهِ (يَفْقَهُكُمْ وَاحِدًا بِكُمْ وَبِطَائِفِكُمْ) لَعَلَّكُمْ تَعْلَمُونَ . (٣١: ٣٢) \* فَالَّذِينَ  
كَفَرُوا يَا أَيُّهَا اللَّهُ وَلِقَائِهِ أُولَئِكَ يَكُونُونَ مِنْ خَسِرَتٍ وَأُولَئِكَ لَهُمْ عَذَابٌ أَلِيمٌ (٢٩: ٣٠) \* وَالْكَافِرِ  
هُمُ الَّذِينَ إِذَا قُرِئَ عَلَيْهِمُ الْقُرْآنُ لَا يَسْجُدُونَ \* بَلِ الَّذِينَ كَفَرُوا يُكْذِبُونَ (٨٧: ٨٨) \*

وَإِذْ نُنْتَلَىٰ عَلَيْهِمُ الْآثَانَ ۖ إِنَّا بِتَنَزُّلاتٍ نَّعْرِفُ ۖ فِي وُجُوهِ الَّذِينَ كَفَرُوا الْمُنْكَرُ يَكَادُرُونَ ۖ يُسْتَظُونَ بِالَّذِينَ  
يَتْلُونَ عَلَيْهِمُ الْآثَانَ ۚ قُلْ أَفَأَنْتُمْ تُبَشِّرُونَ ذُلَّكُمْ النَّارَ وَعَذَابَ اللَّهِ الَّذِينَ كَفَرُوا ۚ أَوْ بَشِّرِ الْمُصْذِفَةَ  
(٢٢٢: ٢٢٤) ۖ أَفَلَا تَسْمَعُونَ ۖ ۞ فَيَا أَيُّهَا الَّذِينَ زَعَمُوا أَنَّمَا اسْبَغُوا الْوَسْطَاءَ ۚ وَالْهَذَا الْقُرْآنُ ۚ وَاسْكُتُوا عَنده فَلَا  
جَهَالَ لَكُمْ ۚ إِن تَفَرُّوا مِنْهُ جَادِلِينَ ۖ ۞ هَذَا بَصِيرَاتُ الْيَوْمِ ۚ وَهُدًى فِي رَحْمَةٍ لِّقَوْمٍ يُؤْمِنُونَ  
وَإِذْ أُفْرِقَ الْقُرْآنُ ۚ فَاسْتَمِعُوا لَهُ ۚ وَأَنصِتُوا لَعَلَّكُمْ تُرْحَمُونَ (٢٢٤: ٢٢٥) ۖ وَلَئِنْ أَجْتَمَعَتِ الْأَشْرَافُ  
الْحِجْرُ عَلَىٰ أَن يَنفُذُوا بِمِثْلِ هَذَا الْقُرْآنِ لَا يَأْتُونَ بِمِثْلِهِ ۚ وَلَوْ كَانَ بَعْضُهُمْ لِبَعْضٍ ظَهِيرًا (٢٢٥: ٢٢٦)  
أَفَلَا تُؤْمِنُونَ ۖ ۞ وَلَوْ أَنزَلَ اللَّهُ هَذَا الْقُرْآنَ عَلَىٰ جَبَلٍ لَّرَأَيْتَهُ خَاشِعًا مُّتَصَدِّعًا مِّنْ خَشْيَةِ  
اللَّهِ (٢٢٦: ٢٢٧) ۖ أَفَلَا تَتَفَكَّرُونَ ۖ ۞ وَلَا تَكُونُوا كَالَّذِينَ سَأَلُوا اللَّهَ فَأَنسَاهُمْ أَنفُسَهُمْ أُولَٰئِكَ هُمُ  
الْفَاسِقُونَ (٢٢٧: ٢٢٨) ۖ ۞ وَلَا تَقُولُوا لِلْعَابِقِينَ ۚ وَنَسِيتُكُمْ ۚ أَتَتَّبِعُوا سَبِيلَنَا وَلَنَحْمِلَ الْإِثْمَ ۚ فَاتَّ  
قَالَ وَقَالَ الَّذِينَ كَفَرُوا لِلَّذِينَ آمَنُوا اتَّبِعُوا سَبِيلَنَا وَلَنَحْمِلَ خَطِيئَتَكُمْ ۚ وَمَا هُمْ بِحَاطِينَ ۚ مِّنْ خَطِيئَتِهِمْ  
مِّنْ شَيْءٍ ۚ إِنَّهُمْ لَكَذِبُونَ ۚ وَلَيَحْمِلُنَّ أَثْقَالَهُمْ وَأَنفَالَهُمْ ۚ وَأَنفَالَهُمْ وَلَيْسَتْ لَنَ يَوْمَ الْقِيَمَةِ عَمَّا كَانُوا  
يَفْكُرُونَ (٢٢٨: ٢٢٩) ۖ ۞ وَاهْجُرُوا الشِّرْكَ وَالْكَفْرَ ۚ أَهْجُرَا مَعْجُرَاتِكُمْ وَأَعْمُوا بِسَبِيلِ اللَّهِ  
بِالتَّوْحِيدِ ۚ وَصَلُّوا صَلَاةَ الْجُمُعِ وَالشَّجَرِ ۚ وَانْقُضُوا ۚ وَلَا تَسْتَكْبِرُوا ۚ مِنَ الْخَيْرِ ۚ وَأَتَقُوا اللَّهَ ۚ فَاتَّ  
قَالَ مَا كَانَ لِلْمُشْرِكِينَ أَنْ يَعْمُرُوا مَسْجِدَ اللَّهِ شَاهِدِينَ عَلَىٰ أَنفُسِهِمْ بِالْكَفْرِ ۚ أُولَٰئِكَ حَبِطَتْ  
أَعْمَالُهُمْ ۚ وَفِي النَّارِهِمْ خُلِدُوا ۚ إِنَّهُمْ لَا يَمُرُّونَ بِهِ ۚ اللَّهُ مَنَّ مِنَ الْيَوْمِ ۚ بِالْآخِرِ ۚ وَأَقَامَ الصَّلَاةَ  
وَأَتَىٰ الزَّكَاةَ ۚ وَلَمْ يَحْشَ إِلَّا اللَّهَ ۚ فَعَسَىٰ أُولَٰئِكَ أَنْ يَكُونُوا مِنَ الْمُهْتَدِينَ (٢٢٩: ٢٣٠) ۖ ۞ قُلْ لَّيْسَ بِي ظَنُّونَ  
إِلَّا السَّاعَةِ ۚ أَنْ تَأْتِيَهُمْ بَغْتَةً ۚ فَقَدْ جَاءَ أَشْرَاطُهَا فَأَنَّىٰ لَهُمْ إِذَا جَاءَهُمْ تَهَمُّ (٢٣٠: ٢٣١)  
مُبْسِلِينَ ۖ ۞ فَلَا تَنْظُرُوا بِاسْمِكُمْ ۚ وَلَا تَنْظُرُوا ۚ وَلَا تَرْبُصُوا ۚ وَتَفَرِّحُوا ۚ إِنَّمَا عِنْدَكُمْ مِنَ  
الْعِلْمِ لَا تَه ۚ إِذَا جَاءَكُمْ الْعَذَابُ ۚ فَانْتُمْ لَا تَنْظُرُونَ ۖ ۞ فَاتَّ قَالَ فَلَمَّا جَاءَهُمْ رَسُولُهُمْ بِالْبَيِّنَاتِ

قَرَحُوا بِمَا عِنْدَهُمْ مِنَ الْعِلْمِ وَحَاقَ بِهِمْ مَا كَانُوا بِهِ يَسْتَهْزِئُونَ. فَلَمَّا رَأَوْا أَنَا سَنَأُ  
 قَالُوا آمَنَّا بِاللَّهِ وَحْدَهُ وَكُفِّرْنَا بِمَا كُنَّا بِهِ مُشْرِكِينَ. فَلَمْ يَكُ يَنْفَعُهُمْ إِيْمَانُهُمْ لَمَّا رَأَوْا أَنَا سَنَأُ  
 سُنَّتِ اللَّهُ الَّتِي قَدْ حَلَّتْ فِي عِبَادَةٍ وَخَسِرَ هُنَالِكَ الْكَافِرُونَ. (٨٥-٨٣) فَقُولُوا الْحَمْدُ  
 لِلَّهِ رَبِّ الْعَالَمِينَ. الرَّحْمَنُ الرَّحِيمُ. مَلِكُ يَوْمِ الدِّينِ. إِيَّاكَ نَعْبُدُ وَإِيَّاكَ نَسْتَعِينُ. اهْدِنَا  
 الصِّرَاطَ الْمُسْتَقِيمَ صِرَاطَ الَّذِينَ أَنْعَمْتَ عَلَيْهِمْ غَيْرِ الْمَغْضُوبِ عَلَيْهِمْ وَلَا الضَّالِّينَ. (١١١-١٠٧)  
 وان حُرِّثَ الْفَاطَةُ الْقُرْآنَ أَشَدَّ حَرًّا أَوْ غَضَبًا عَنْهُ أَشَدَّ فَحَصًّا إِيَّاهَا الْمُفْتِيُونَ الْمُعَاوَنُونَ  
 فَلَنْ تَجِدَ وَفِيهِ كُفْرًا غَيْرَ هَذَا الْكُفْرِ بِالْأَفْعَالِ \* أَوْ انْكَارًا غَيْرَ هَذَا الْانْكَارِ بِالْأَعْمَالِ \*  
 وَلَنْ تَجِدَ فِيهِ كُفْرًا بِأَلَا قَوْلًا \* أَوْ إِيْمَانًا بِمَكْرِ اللِّسَانِ وَالْكَلِمَاتِ وَالْأَمَالِ \* أَوْ إِسْلَامًا بِالْعَمَلِ  
 وَاللِّبْسَةِ وَالسَّرْبَالِ \* أَلَا أَنَّهُ مِنْ جَاءَ بِكَلِمَةٍ سَيِّئَةٍ تَعْمَلُ لِيُشَاكِلَ قَوْلَهُ فَعَلَهُ ثُمَّ اسْتَدَامَ عَلَيْهِ وَ  
 أَحَاطَتْ بِهِ خَطِيئَتُهُ (٨١: ٢) \* وَمِنْ صَرَفِ عَنَّا يَاتِ رَبِّهِ عَمَلًا وَمَعْنَى لِيَشْتَغَلَ عَنْهُ بِمَا خَلَاةُ تَعْظِيمًا وَتَكْرِيمًا  
 فَقَدْ كَفَرَ عِنْدَ رَبِّهِ \* وَلَا يَكْفُرُ أَحَدٌ عِنْدَ اللَّهِ حَتَّى يَبْلُغَ فِي اشْتِغَالِهِ مَبْلَغَ الْعِبَادَةِ \* أَوْ تَوَقَّلَ فِي  
 حُبِّهِ عَائِلًا \* أَوْ تَعَدَّى حُدُودَ الْحُبِّ لِيُشْرِكَ بِاللَّهِ \* فَلِذَلِكَ قَالَ اللَّهُ عَزَّ وَجَلَّ فِي التَّوْرَةِ لِبَنِي  
 إِسْرَءِيلَ يَلِ اعْبُدُوا اللَّهَ رَبِّي وَرَبَّكُمْ إِنَّهُ مِنْ يُشْرِكْ بِاللَّهِ فَقَدْ حَرَّمَ اللَّهُ عَلَيْهِ الْجَنَّةَ وَمَا فِيهَا النَّارُ وَ  
 مَا لِلظَّالِمِينَ مِنْ نَصِيرَةٍ لَقَدْ كَفَرَ الَّذِينَ قَالُوا إِنَّ اللَّهَ ثَلَاثُ ثُلَاثٍ وَمِمَّنْ إِلَهٌ آخَرُ وَاحِدٌ وَإِنَّ لَكُمْ  
 فِي هَؤُلَاءِ مَا يَحْكُمُونَ لَيْسَ الَّذِينَ كَفَرُوا مِنْهُمْ عَذَابٌ أَلِيمٌ (٤٣: ٤٢) \* فَمَا كَانَ قَوْلُهُمْ هَذَا إِلَّا مَا  
 كَانَ يَحْكُمُهُمْ عَلَى عِبَادَةِ السَّيِّئِ عَمَلًا وَمَعْنَاهُ فَاغْنِ أَحْكَامَهُ تَعَالَى فَلِذَلِكَ اخْتَصَّ عَزَّ وَجَلَّ كُلَّهُمْ بِالْعَذَابِ  
 الْأَمْرِ كُفْرِهِمْ بِالْعَمَلِ لِذَلِكَ سَمِيَ قَوْلُهُمْ الْمِضَاهَاةَ بِالْأَفْوَاهِ وَقَالَتْ الْيَهُودُ عَزَّ وَجَلَّ إِنَّ اللَّهَ



وَقَالَتِ النَّصْرَى الْمَسِيحِيَّةُ إِنَّ اللَّهَ ذَاكَ قَوْلُهُمْ بِأَقْوَامِهِمْ يُضَاهِيهِمْ قَوْلُ الَّذِينَ كَفَرُوا مِنْ قَبْلُ فَأَنشَأَهُمُ  
 اللَّهُ أَنْ يَتُوبُوا وَكَوْنُوا (٣٠: ٩) ومن بعد ذلك قال نظر إلى عبادتهم إيجابهم رهبانهم في العمل والعبادة  
 أحداً أباه بلسانه وحمل هذا الفعل على الشرك بقوله اخذوا أحوارهم ورهبانهم أرباباً من دون الله  
 وَالْمَسِيحِيَّةُ مِنْ مَرْتَبَةٍ وَمَا أُرْوَاهُ إِلَّا لِيُعْبَدَ إِلَٰهًا وَاحِدًا لَا إِلَٰهَ إِلَّا هُوَ يُشْبِهُهُ عَمَّا يُشْرِكُونَ (٣١: ٩) فتدبروا  
 يَا أَيُّهَا الْفُقَهَاءُ الْقَوْلُونَ؟ مَا الْكُفْرُ مَا ظَنَنْتُمْ مِنْ أَلْقَوَالِ بَلْ هُوَ مَا أَنْتُمْ تَفْعَلُونَ وَمَا أَنْتُمْ تَكْسِبُونَ  
 وَمَا أَنْتُمْ تَقُولُونَ بِأَقْوَامِهِمْ لَتَفَرَّقُوا بَيْنَ النَّاسِ وَتُخَاصِمُوا بَيْنَكُمْ فَصَدِّقُوا شَيْعَا فَرَجِينَ بِمَا لَكُمْ مِنْ قَوْلِ الْكُفْرِ  
 كَمَا تَكُونُ الْكُفْرُ \* لأنه من لم يتصم بحبل الله ولم يصلح بين الناس لم يربط بين أحزابهم فهو الذي قد  
 كفر عند الله أشد كُفْرًا بَلْ وَلَيْكَ الَّذِينَ كَفَرُوا بِاللَّهِ بِرِسَالِهِ تَوْحِيدَهُ وَكِتَابِهِ أَوَّلًا مِنَ الْمُعَذِّبِينَ \* فإنه  
 من آمن بالله وتوحيده حق إيمانه فقد آمن بالاتحاد بين الناس \* وهو الذي قد آمن بالمساواة والمصالحة و  
 المواخاة بينهم \* وهو الذي قد آمن بأن الله لا يرضى العبادة الاشتات إلا فتراق بل يرضى أن يكون الناس قواماً واحداً  
 ومن آمن بالله حق إيمانه فهو الذي قد آمن قولا وفعلًا بأن الرسل قد جاءوا من الله بكتبهم كتاباً واحداً بل جاءوا ليصالحوا  
 بين الناس ليرابطوا ويعدلوا ويجمعوا بينهم فيكونوا سواء \* ومن آمن بالله حق إيمانه فهو الذي لا يفرق بين أحد من  
 الرسل بلسانه لأنه يجب أن يوجد بين تابعيه بل يقصد من رسالته شياً إلا الإصلاح والاتحاد فلهذا لا يفرق  
 الله الذين يريدون الاشتات بين الناس بأقوالهم الواهية الكفرية حقاً وقال (الَّذِينَ يَكْفُرُونَ بِاللَّهِ وَرُسُلِهِ  
 وَيُرِيدُونَ أَنْ يُفَرِّقُوا بَيْنَ اللَّهِ وَرُسُلِهِ وَيَقُولُونَ نُؤْمِنُ بِبَعْضٍ وَنَكْفُرُ بِبَعْضٍ وَيُرِيدُونَ أَنْ يُبَدِّلُوا  
 سِينَتَهُ أُولَٰئِكَ هُمُ الْكَاذِبُونَ وَنَحْنُ نَعْتَدُ الْكَافِرِينَ عَذَابًا مُعِينًا) وَالَّذِينَ آمَنُوا بِاللَّهِ وَرُسُلِهِ وَلَمْ يَفَرِّقُوا  
 بَيْنَ أَحَدٍ مِنْهُمْ أُولَٰئِكَ سَوْفَ يُؤْتِيهِمْ أَجْرُهُمْ وَكَانَ اللَّهُ غَفُورًا رَحِيمًا (١٥٠: ١٥٢-١٥٣) \* فأركان القول من  
 كفر عند الله فما هو إلا أن تقولوا لتفرقوا بين الناس \* أو تقولوا لتخاربوا \* أو تقولوا لتفترقوا وتخاصموا \* أو  
 تقولوا لتساوتوا \* ومن يقل منكم مثل هذا ليزيل الاشتات بين الناس فإياهم الكفرة \* وإن كان الكفرة

\* اظن الله عز وجل قصد من هذا القول بمن دوز الله ومن دوز المسيح ابن مريم لا المسيح ابن مريم أي يعبدون إيجابهم رهبانهم عملاً ومعبداً في قلوبهم و(الباقى)

قول او كلمه عند الله فما هو الا ان تقولوا بافواهكم انكم لا تؤمنون بكتب من عند الله غير هذا القرآن • او  
تقولوا ان الرسل قد جاءوا من عند ربهم برسالت شتى • لا بالكتب الواحد الذي هو بين ايديكم • وتقولوا  
ما كتب الله في الصحف التي جاءوا بها ما كتب الله لنا في القرآن ففقر قوا بين الله ورسله وتزيد الناس شتاتا لانه قال  
يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا إِنَّا أَنزَلْنَا إِلَيْكَ الْكِتَابَ وَالسُّورَةَ الَّتِي نَزَّلْنَا عَلَى سُلَيْمَانَ الْكِتَابَ الَّذِي نَزَّلْنَا مِنْ قَبْلُ وَمَنْ يَكْفُرْ  
بِآيَاتِهِ وَبِكَلِمَاتِهِ وَبِأَيِّهَا رُسُلُهُ يَوْمَ الْآخِرَةِ فَقَدْ خُذْنَا مِنْهُ لِقَاءَ الْعَذَابِ (١٣٦: ٨) • فما الكفر الا ما يهكم عن الاتحاد بما  
يكفكم عن التوحيد بين الناس ايها المتفرون المشتتون ! فقولوا انما نحن نعبد ولا نعبد الا الله ولا نشرك به شيئا  
ولا يتخذ احدا من رسل ربنا لنا عظيما او تكريما وقلوا انما نحن له مسلمون (١٣٦: ٨) • وما الايمان الا ان تكونوا  
عيسويين او موسويين او محمديين خاصة بل ان تكونوا حنفا لله مسلمين له غير مشركين به احدا من العالمين • فقولوا  
الْحَمْدُ لِلَّهِ رَبِّ الْعَالَمِينَ الرَّحْمَنُ الرَّحِيمُ مَالِكُ يَوْمِ الدِّينِ اِيَّاكَ نَعْبُدُ وَاِيَّاكَ نَسْتَعِينُ اِهْدِنَا الصِّرَاطَ الْمُسْتَقِيمَ صِرَاطَ  
الَّذِينَ أَنْعَمْتَ عَلَيْهِمْ غَيْرِ الْمَغْضُوبِ عَلَيْهِمْ وَلَا الضَّالِّينَ (١١٠: ٤) •

وما فهمتم ما الصراط المستقيم ايها الضالون ! • بل ما الذي ينعيم الله عليكم به ان كنتم به متمسكين •  
وما الذي تشلون بكم ليلادونها اوفصلوا تكلم اذ يهديكم اليه متغافلين • وما الذي ستمه المتفردون من العلماء  
اضيق من الشعر واحد من السيف في لغتهم وزعم الجهلاء منكم انه معبر على حفرة جهنم لتدخلوا الجنة وتركين على  
ظهور غنمكم بقركم فحين • وازار خص الله لكم الجنة بلحومكم ودماءكم ونلتما اجوركم من هذه القبيل فهل نسخر  
كل الدين • ام تتخذون دينكم هو اولعابها للعبون ! • وما هو الا انكم تتلعبون بانفسكم فما موافقكم  
ايها الغفلون ! • تتجاهلون لتخدعوا الله وما تخدعون الا انفسكم وما تشعرون • فما الصراط  
المستقيم بما انتم فحرون • ان هو الا تعبدكم بربكم في العمل • واعراضكم عن الطاعات والرجال •  
واشعاركم انفسكم بالثبوت • وما امتكم عليه بكرة واصيلا • فانه قال اَلَمْ أَعْهَدْ إِلَيْكُمْ بَيْنِي  
أَدَمُ اَنْ لَا تَعْبُدُوا الشَّيْطَانَ اِنَّهُ لَكُمْ عَدُوٌّ مُبِينٌ • وَآزِلْ عِبُدُ وَاِنِّي هَذَا صِرَاطٌ مُسْتَقِيمٌ (١١٢: ٦١) •

(البقرة من صفحة ١٣٨) يقولون بافواههم ان السجدين الله او انه هوالله وهذا ما يوافق بقوله عز وجل في آية (١٣٠: ٩) فقد قرأ

وَقَالَ قُلُوبِي هَذَا بَشَرٌ أَلِىَّ خَيْرٌ أَمْ مَنِ اسْتَقِيمُ ۖ وَبِنَاقِمَةٍ أَنزِهِم خَبِيرًا ۖ وَكَانَ مِنَ الْمُسْتَقِيمِينَ

قُلْ إِنْ صَلَاتِي وَنُسُكِي وَمَحْيَايَ وَمَمَاتِي لِلَّهِ رَبِّ الْعَالَمِينَ ۖ لَا شَرِيكَ لَهُ ۚ وَبِذَلِكَ

أُمِرْتُ وَأَنَا أَوَّلُ الْمُسْلِمِينَ ۝ (١٦٣-١٦٢-١٦١) ۖ وَقَالَ إِنْ أَنزِهِم كَانَ أَمْرًا قَارِنًا لِلَّهِ

خَبِيرًا ۖ وَلَمْ يَكُ مِنَ الْمُسْتَقِيمِينَ ۖ شَاكَرَ الْأَنْعُمَ ۖ اجْتَبَاهُ ۖ وَهَدَاهُ إِلَى خَيْرٍ مِمَّنْ تَقِي ۖ

وَأَتَيْنَهُ فِي الدُّنْيَا حَسَنَةً ۖ وَإِنَّهُ فِي الْآخِرَةِ مِنَ الصَّالِحِينَ ۖ (١٦٢-١٦١-١٦٠) ۖ وَقَالَ

إِنَّ اللَّهَ هُوَ رَبِّي وَرَبُّكُمْ فَاعْبُدُوهُ ۚ هَذَا صِرَاطٌ مُسْتَقِيمٌ ۝ (١٦٣-١٦٢) ۖ وَقَالَ فَاثْبَاتْ لَهُ عَمَلًا وَمَعْنًا

وَالْأَعْرَاضَ عَنِ عِبَادَةِ الطَّاغُوتِ ۚ وَاتَّبِعُونِ هَذَا صِرَاطٌ مُسْتَقِيمٌ ۖ وَلَا يَصُدَّكُمْ الشَّيْطَانُ ۚ إِنَّهُ لَكُمْ

عَدُوٌّ مُبِينٌ ۝ (١٦٣-١٦٢-١٦١) ۖ وَمَا صِرَاطُ رَبِّكُمْ السُّبُكُ إِلَّا مَا وَصَّكُمْ عَلَى وَجْهِ الْأَمْرِ

وَأَعْرَاضَكُمْ عَنِ الْاِخْتِلَافِ وَالْاِفْتِرَاقِ بَيْنَكُمْ وَفِي كِتَابِ اللَّهِ ۖ بَلْ فِي الْكُتُبِ

الَّذِي جَاءَ بِهِ كُلُّ الْأَنْبِيَاءِ ۖ وَأَعْرَاضَكُمْ عَنْ كُنُوفِكُمْ عَلَى شَفَا حُفْرَةٍ مِنَ النَّارِ ۖ وَالْعَتَصَا

بِحَبْلِ اللَّهِ ۖ وَالْأَصْلَاحَ بَيْنَ النَّاسِ ۖ فَانَّهُ قَالَ وَمَنْ يَتَّخِمْ بِاللَّهِ فَقَدْ هُدِيَ إِلَى

خَيْرٍ ۖ مُسْتَقِيمٌ ۖ يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا اتَّقُوا اللَّهَ حَقَّ تَقْوَاهُ ۖ وَلَا تَمُوتُنَّ إِلَّا وَأَنْتُمْ مُسْلِمُونَ ۖ وَاعْتَصِمُوا

بِحَبْلِ اللَّهِ جَمِيعًا وَلَا تَفَرَّقُوا ۚ وَادْكُرُوا نِعْمَتَ اللَّهِ عَلَيْكُمْ إِذْ كُنْتُمْ أَعْدَاءً ۖ فَأَلَّفَ بَيْنَ قُلُوبِكُمْ

فَأَصْبَحْتُمْ بَيْنَهُمْ إِخْوَانًا ۚ وَكُنْتُمْ عَلَى شَفَا حُفْرَةٍ مِنَ النَّارِ فَأَنْقَذَكُمْ مِنْهَا ۚ كَذَلِكَ يُبَيِّنُ اللَّهُ لَكُمْ

آيَاتِهِ لَعَلَّكُمْ تَهْتَدُونَ ۝ (١٦٣-١٦٢-١٦١) ۖ وَقَالَ كَانَ النَّاسُ أُمَّةً وَاحِدَةً ۖ فَمَنْعَتْ اللَّهُ السِّبْطَ

مُبَشِّرِينَ وَمُنْذِرِينَ ۚ وَأَنْزَلَ مِنْهُمْ الْكُتُبَ بِالْحَقِّ لِيُحْكُمَ بَيْنَ النَّاسِ فِي مَا اخْتَلَفُوا فِيهِ ۚ وَمَا اخْتَلَفَ

فِيهِ إِلَّا الَّذِينَ أَزْوَاجُ ۚ مِنْ بَعْدِ مَا جَاءَهُمْ الْبَيِّنَاتُ بَغْيَابِينَ ۚ فَمَهَّدَ عَلَى اللَّهِ الَّذِينَ آمَنُوا الْمَا

اخْتَلَفُوا فِيهِ مِنَ الْحَقِّ بِإِذْنِهِ ۚ وَاللَّهُ يَهْدِي مَنْ يَشَاءُ إِلَى صِرَاطٍ مُسْتَقِيمٍ ۝ (١٦٣-١٦٢) ۖ وَمَا

صِرَاطُ رَبِّكُمْ السُّبُكُ إِلَّا اجْتِمَاعُكُمْ عَلَى نَقْطَةٍ وَاحِدَةٍ ۚ وَرُجُوعُكُمْ إِلَيْهَا التَّوْحِيدُ وَالنَّفْسُ وَالنَّجْدُ وَالْاِجْمَاعُ

فإن المداومة على  
التوحيد هي ما  
عنى الله بصراط  
مستقيم

فإن وحدة الأمة  
هي ما عنى الله بصراط  
مستقيم

وَجَهْمَةٌ وَمِنْهَا جَاعِزٌ مِنْهُمْ أَعْدَاءُكُمْ لَنُظَرَ إِلَى وَحْدَةِ أَمْتِكُمْ فَإِنَّهُ قَالَ سَيَقُولُ الشُّعْبَاءُ مِنَ النَّاسِ مَا وَلَهُمْ عَزَّزْتُكُمْ الَّتِي كَانُوا عَلَيْهَا قُلْ لِلَّهِ الْمَشْرِقُ وَالْمَغْرِبُ يَهْدِي مَنْ يَشَاءُ إِلَى صِرَاطٍ مُسْتَقِيمٍ (١٣٢: ١٣٢) وَمَا صِرَاطُ رَبِّكُمْ السَّعْيُ إِلَّا أَطَاعَتُكُمْ أَمِيرَكُمْ بِأَعْدَائِكُمْ

فإن مداومتها على طاعة الأمير والجهاد بالسيف والجهاد بالمال والهجرة هو معنى الله بصراط مستقيم

وَجَهْمَةٌ وَاتَّبَاعُهُ فِي أَيْ حَالٍ وَاشْكَالٍ وَعَرْضُكُمْ عَلَيْهِ أُمُورُكُمْ وَأَنْفُسُكُمْ بِأَعْدَائِكُمْ بِالسَّيْفِ مَعَ أَعْدَائِكُمْ وَجَهَادُكُمْ بِالْمَالِ وَالْهَجْرَةِ لَتَشْتَبُوا أَمْتَكُمْ أَشَدَّ تَشَبُّتًا فِي الدُّنْيَا وَلَتَكُونُوا فِيهَا وَفِي الْآخِرَةِ مَعَ الَّذِينَ أَنْعَمَ اللَّهُ عَلَيْهِمْ وَلَتَكُونُوا فِي الدُّنْيَا وَالْآخِرَةِ مِنَ الصَّالِحِينَ فَإِنَّهُ قَالَ وَلَوْ أَنَّ كُتِبْنَا عَلَيْكُمْ أَنْ اقْتُلُوا أَنْفُسَكُمْ أَوْ أُخْرِجُوا مِنْ دِيَارِكُمْ مَا فَعَلْتُمْ إِلَّا قَلِيلٌ مِنْهُمْ وَلَوْ أَنَّكُمْ فَعَلْتُمْ مَا يُوعَظُونَ بِهِ لَكَانَ خَيْرَ أَلْهَمٍ وَأَشَدَّ تَشَبُّتًا وَإِذَا الْأَنْبِيَاءُ مِنْكُمْ لَكَانُوا أَعْرَافًا وَلَهْدَى إِلَهُكُمْ صِرَاطًا مُسْتَقِيمًا وَمَنْ يُطِيعِ اللَّهَ وَالرَّسُولَ فَأُولَئِكَ مَعَ الَّذِينَ أَنْعَمَ اللَّهُ عَلَيْهِمْ مِنَ النَّبِيِّينَ وَالصِّدِّيقِينَ وَالشُّهَدَاءِ وَالصَّالِحِينَ وَحَسُنَ أُولَئِكَ رَفِيقًا ذَلِكَ الْفَضْلُ مِنَ اللَّهِ وَكَفَى بِاللَّهِ عَلِيمًا (١٣٣: ١٣٣) وَقَالَ فِي مَوْضِعٍ آخَرَ فِي طَاعَةِ الْأَمِيرِ وَالْإِفْتِرَاقِ بَيْنَ النَّاسِ وَاعْرَاضِهِمْ عَنِ التَّوْحِيدِ عَمَلًا وَمَعْنًا وَلَمَّا جَاءَ عِيسَى بِالْبَيِّنَاتِ قَالَ قَدْ جِئْتُكُمْ بِالْحِكْمَةِ وَلَئِنْ لَكُمْ بَعْضُ الَّذِي تَسْتَفْتُونَ فَوَيْلٌ لَكُمْ فَاتَّقُوا اللَّهَ وَأَطِيعُوا أَمْرًا فَإِنَّهُ هُوَ رَبُّكُمْ فَاعْبُدُوهُ هَذَا صِرَاطٌ مُسْتَقِيمٌ فَأَيَّخَلَفْتُ الْأَحْزَابَ مِنْ بَيْنِهِمْ قَوْلُ اللَّهِ لِلَّذِينَ ظَلَمُوا مِنْ عَذَابٍ يَوْمَ الْيَوْمِ (١٣٣: ١٣٣)

فإن الاستقامة في العمل هو معنى الله بصراط مستقيم

وَمَا صِرَاطُ رَبِّكُمْ السَّعْيُ إِلَّا اسْتِقَامَتُكُمْ فِي السَّعْيِ وَالْعَمَلِ لَتَعْلَمُوا أَنَّ الدُّنْيَا وَصَبْرُكُمْ عَلَى مَصَائِبِكُمْ بِالْحَدِّ وَالْجَهْدِ وَتَوْحُّدُكُمْ عَلَى اللَّهِ فِي التَّوْحِيدِ وَجِهَادُكُمْ فِي مَا صَابَكُمْ أَشَدَّ الْجِهَادِ لَتَكْفُرُوا عَنْ أَنْفُسِكُمُ الشَّيَاطِينِ فَإِنَّهُ قَالَ وَمَا لَنَا لَا نَنْتَوِيذُ عَلَى اللَّهِ وَقَدْ هَدَى سَبِيلَنَا وَلَوْ أَنَّكُمْ تَعْلَمُونَ مَا أَذِينَا وَنَاوَعْنَا اللَّهَ فَلَئِنْ كُنَّا مِنَ الْمُتَوَكِّلِينَ (١٣٣: ١٣٣) وَقَالَ

فإن صراطنا المستقيم

وَالَّذِينَ جَاهَدُوا فِينَا لَنَهْدِيَنَّهُمْ سُبُلَنَا ۚ وَإِنَّ اللَّهَ لَمَعَ الْمُحْسِنِينَ ﴿٦٩﴾ وقال إِنْ تَوَلَّيْتُمْ عَلَىٰ  
رَبِّي وَرَبِّكُمْ مَا مِنْ دَابَّةٍ إِلَّا هِيَ آخِذٌ بِنَاصِيَتِهِ ۚ إِنَّ رَبِّي عَلَىٰ خُرَاطٍ مِّنْ يَّسْتَفْقِهُونَ ﴿٧٠﴾ وما هو  
إِلَّا غَلَطُكُمْ عَلَىٰ آدِلَتِكُمْ وَحَفْظُكُمْ أَنْفُسَكُمْ مِنْهُمْ لَتَمِيلُوا عَلَيْهِمْ مِيلَةً وَاحِدَةً فَتَقْتُلُوهُمْ أَسْدَثْتُمْ  
بِاسْتِقَامَتِكُمْ فِي السَّعْيِ الْعَمَلِ فَاتَهُ قَالَ وَعَلَّكُمْ اللَّهُ مَعَانِمَ كَثِيرَةً تَأْخُذُ مِنْهَا فَجَعَلَ لَكُمْ هُدًى وَ  
كَفَّ أَيْدِيَ النَّاسِ عَنْكُمْ وَلِتَكُونَ آيَةً لِلْمُؤْمِنِينَ وَيَهْدِيَكُمْ صِرَاطًا مُسْتَقِيمًا ﴿٧١﴾ وقال تَا  
فَعَمَّا أَكْفَىٰ لَكُمْ مَقِيلًا ۚ لِيُغْفَرَ لَكَ اللَّهُ مَا تَقَدَّمَ مِن ذَنْبِكَ وَمَا تَأَخَّرَ وَيُتِمَّ نِعْمَتَهُ عَلَيْكَ وَيَهْدِيَكَ  
صِرَاطًا مُسْتَقِيمًا ﴿٧٢﴾ وما صار طريقكم المستقيم إلا مدد أوتاكم على  
**مَكَارِمِ الْأَخْلَاقِ** وأعرضكم عن الفواحش ما ظهر منها وما بطن واجتنبكم  
مناحر الله عليكم من كبائر الأثم صرفا عما يجر بها علماؤكم من الذيعة والمنجفة  
والطبيعة متوغلين في ما أنزل الله لقمشوا في مناكب الأرض آمين ﴿٧٣﴾ ولتعقلوا  
سنة الله في الأرض وسنة من بقى على ظهرها أمنا ولتكنوا في الدنيا ما دمتم غالبين ﴿٧٤﴾ فانه  
عن رجل قال قُلْ تَعَالَوْا أَتْلُ مَا حَرَّمَ رَبِّي عَلَيْكُمْ الْأَشْهُارَ كَوَائِدَ شَيْئًا وَيَا لَوِ الدِّينُ إِحْسَانًا ۖ وَلَا  
تَقْتُلُوا أَوْلَادَكُمْ مِنْ أَمْلَاقٍ يُحْنُ نَزْعُكُمْ وَإِيَّاهُمْ وَلَا تَقْرَبُوا الْفَوَاحِشَ مَا ظَهَرَ مِنْهَا وَمَا بَطَنُ  
وَلَا تَقْتُلُوا النَّفْسَ الَّتِي حَرَّمَ اللَّهُ إِلَّا بِالْحَقِّ ۚ ذَلِكُمْ وَضَعُ بِهِ لَعَلَّكُمْ تَعْقِلُونَ ۖ وَلَا تَقْرَبُوا مَالَ  
الْيَتِيمِ إِلَّا بِالَّتِي هِيَ أَحْسَنُ حَتَّىٰ يَبْلُغَ أَشُدَّهُ ۚ وَأَوْفُوا بِالْكَيْلِ وَالزَّيْزَانِ بِالْقِسْطِ ۚ لَا تَكْلِفُ نَفْسًا  
إِلَّا وُسْعَهَا ۚ وَإِذَا قُلْتُمْ فَاعْدُوا ۚ وَلَوْ كَانَ ذَا قُرْبَىٰ ۚ وَبِعَهْدِ اللَّهِ أَوْفُوا ۚ ذَلِكُمْ وَضَعُ بِهِ لَعَلَّكُمْ  
تَتَذَكَّرُونَ ۚ وَإِنَّ هَٰذَا صِرَاطًا مُسْتَقِيمًا فَاتَّبِعُوهُ وَلَا تَتَّبِعُوا السُّبُلَ فَتَفَرَّقَ بِكُمْ عَنْ سَبِيلِهِ  
ذَلِكُمْ وَضَعُ بِهِ لَعَلَّكُمْ تَتَّقُونَ ﴿١٥٢﴾ وما صار طريقكم المستقيم إلا دراستكم  
أعمال ربكم وتحصيل العلم من صحيفه الله التي عرضها السموات والأرض ۖ ودراستكم أحوال

في أن المدد أوتاكم  
على مكارم الأخلاق  
هي ما عني الله بصراط  
مستقيم

في انة حصل العلم  
من مطالعة اعمال الله  
وانتباعه هو ما عني  
الله بصراط مستقيم

الطبيعة واحوال مخلوقاتها السفلية لتعرفوهم \* ومن عرفهم فقد عرف  
نفسه وربه \* فانه عز وجل ذكرنا بسا خلق على ظهرا الارض من مخلوقاته  
الحيوانية \* ووحائق نسائها وتكوينها من ماء واحد \* فخرص الانسان  
على دراسة احوالها \* وحمل مطالعتها على استقامة الصراط وقال **وَاللَّهُ خَلَقَ كُلَّ دَابَّةٍ**  
**مِّنْ مَّاءٍ** \* (راى يصدون من اصل واحد) **فَمِنْهُمْ مَّنْ يَمْشِي عَلَى بَطْنٍ** (مثل الحيتان) **وَمِنْهُمْ مَّنْ**  
**يَمْشِي عَلَى رِجْلَيْنِ** (راى الطيور) **وَمِنْهُمْ مَّنْ يَمْشِي عَلَى أَرْبَعٍ** (كالانعام والاسنان) **يَخْلُقُ اللَّهُ مَا يَشَاءُ**  
**إِنَّ اللَّهَ عَلَى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيرٌ** (٢٣: ٢٥) \* وبعد ذلك قال **لَقَدْ أَنْزَلْنَا آيَاتٍ مُّبِينَاتٍ** (راى الى  
تتبين لكم من اين خلق كل هذه فتدسوا احوال مخلوقاته لتعرفوا من اين اني خلقتكم ومن اين  
جئتم) **وَاللَّهُ يَهْدِي مَن يَشَاءُ إِلَى صِرَاطٍ مُسْتَقِيمٍ** (٢٦: ٢٧) \* فاشعركم ربكم في هاتين الآيتين  
بانه خلق كل شئ من ماء واحد واصداهم من اصل واحد ونسب كما قال الحكماء الغربيون  
في توصيفهم مسألة الارتقاء وخرصكم على الاعتراف بهذه الحقيقة العجيبة الغريبة  
لتعرفوا انفسكم ولتقدروا ربكم حق قدره ولتقدروا عظمته وجلاله ووسعة قدرته وحمل كل  
هذه الدراسة على صراط مستقيم \* وما صراطكم المستقيم الا طلبكم العلم وتبعية  
ما شهدت عليه سمعكم وبصركم وفؤادكم من دون الكذب الظن فانه قال في موضع اخر في  
الذين كانوا يتبعون الظن مثلكم في عهد النبي صلعم: **وَمَا لَهُمْ بِهِ مِنْ عِلْمٍ إِنْ يَتَّبِعُونَ إِلَّا الظَّنَّ**  
**وَأَنَّ الظَّنَّ لَا يَغْنَى مِنَ الْحَقِّ شَيْئًا** فاعرض عن من تولى عن ذكرنا ولو يرد الا الحجة الدنياء  
ذلك مبطلهم من العلم ان ربك هو اعلم من صلعم عن سبيل الله (راى صراطه المستقيم) وهو اعلم من  
اهتدأ (٥٣: ٢٨-٢٩) \* وفي موضع اخر قال النبي **وَإِنْ تَطَعُ أَكْثَرُ مَنْ فِي الْأَرْضِ يُضِلُّوكَ عَنْ سَبِيلِ اللَّهِ**  
(راى صراطه المستقيم ان يتبعون الا الظن من دون العلم) **وَإِنْ هُمْ إِلَّا يَخْرُصُونَ** (ان ربك هو

أَعْلَمُ مَنْ يُضِلُّ عَنْ سَبِيلِ اللَّهِ رَأَى صِرَاطَهُ الْمُسْتَقِيمَ ۖ وَهُوَ أَعْلَمُ بِالْمُهْتَكِبِينَ ۝ (١١٨-١١٤) ﴿١﴾ فَمَا  
 صِرَاطُكُمْ الْمُسْتَقِيمَ ۖ الْأَخْصِيَامُ الْعِلْمَ ۖ وَتَرْكُكُمْ مَا يَبْعُدُ فِي الْعَادَةِ ۖ وَالْخِذَاكُمْ مَا يَجْرِي فِيهَا ۖ وَ  
 اسْتِمْسَاكُمْ بِسُنَّةِ اللَّهِ الْجَارِيَةِ ۖ وَدِرَاسَتَكُمْ أَحْوَالَ مَخْلُوقَاتِهِ ۖ وَمَعْرِفَتَكُمْ أَنْفُسَكُمْ ۖ وَغَلَبَتَكُمْ عَلَى  
 أَعْدَائِكُمْ ۖ وَتَكِينَكُمْ مِنَ الْأَرْضِ بِوَسْطَةِ الْعِلْمِ بَلْ تَبْيِينَكُمْ حِكْمَةً مَا أَنْزَلَ اللَّهُ إِلَيْكُمْ مِنَ الْكِتَابِ بِوَسْطَةِ  
 التَّوْرَةِ الَّتِي يَصْدُرُ مِنْهُ ۖ وَتَصْدِيقَكُمْ عِلْمَ الْقُرْآنِ وَحِكْمَتَهُ وَمَوْعِظَتَهُ عَلَى النَّصَرَةِ فِي الْبُيُوتِ وَغَيْرِهَا  
 مِنْ أَهْلِ الْكِتَابِ بِالَّذِي يَجْرِي فِي الْعَادَةِ بَيْنَ يَدَيْهِ ۖ وَعَلَى رِءُوسِ الْأَشْهَادِ لَوْ كُنْتُمْ تَعْلَمُونَ ﴿٢﴾ وَمَا  
 كَانَ لَكُمْ أَنْ تُجَادِلُوا أَهْلَ الْكِتَابِ فِيهِمْ بِالَّذِي أَلْهَمْنَاكُمْ مِنَ الْعِلْمِ الْمُتَعَدِّيَةِ الَّتِي تَسْرِي فِي أَذْهَانِكُمْ أَيُّهَا الْجَاهِلُونَ ﴿٣﴾  
 وَمَا كَانَ لَكُمْ أَنْ تُجَادِلُوا أَبْصَارَكُمْ وَفُحُوكُمْ أَوْ شَعْرَكُمْ وَضَنَائِعَكُمْ وَبِدَائِعَكُمْ أَوْ سُبُحَكُمْ وَعِمَائِكُمْ فَاتَّقُوا  
 اللَّهَ مَعْزُومُونَ ﴿٤﴾ (١٣: ٣) ﴿٥﴾ وَمَا كَانَ لَكُمْ أَنْ تَمِيلُوهُمْ إِلَى الْأَسْلَامِ أَوْ تَدْخُلُوهُمْ فِي زَمَرَتِكُمْ حَتَّى تَعْلَمُوا  
 مِثْلَ مَا يَعْلَمُونَ ﴿٦﴾ وَتُجَاهِدُوا فِي سَبِيلِ اللَّهِ مِثْلَ الْجَاهِدُونَ ﴿٧﴾ فَاتَّقُوا اللَّهَ يَقُولُونَ لَكُمْ إِذَا جَادَلْتُمْهُمْ  
 بِحُجَّتِكُمْ لَنَا أَعْمَالُنَا وَلَكُمْ أَعْمَالُكُمْ سَلَامٌ عَلَيْكُمْ لَا تَبْتَغِي الْجَاهِلِينَ ۝ (٥٥: ٢٨) ﴿٨﴾ وَإِذَا سَمِعُوا اللَّغْوَ أَعْرَضُوا  
 عَنْهُ ۝ (٥٥: ٢٨) ﴿٩﴾ فَالْمُؤْمِنُونَ هُمُ الَّذِينَ إِذَا مَرُّوا بِاللَّغْوِ مَرُّوا كِرَامًا ۝ (٤٢: ٢٥) ﴿١٠﴾ وَإِذَا خَاطَبَهُمُ الْجَاهِلُونَ  
 قَالُوا سَلَامٌ ۝ (٦٣: ٢٥) ﴿١١﴾ يَعْلَمُونَ سُنَّةَ اللَّهِ فِي الْأَرْضِ بِالْحَقِّ وَيَفْعَلُونَ مَا يُبْدِي اللَّهُ بِهِمْ  
 وَيَتَّبِعُونَ الْعِلْمَ مِنْ دُونِ الظَّنِّ وَأَنْتُمْ لَا تَعْلَمُونَ مِنْ شَيْءٍ وَلَا تَعْلَمُونَ ﴿١٢﴾ بَلْ تَسْخَرُونَ وَتُخْرِصُونَ ﴿١٣﴾  
 فَلَوْلَا يَجْزِي اللَّهُ الَّذِينَ أَحْسَنُوا بِأَحْسَنِ مَا فِي السَّمَوَاتِ وَالْأَرْضِ ﴿١٤﴾ (٣١: ٥٣) ﴿١٥﴾ وَأَنْتُمْ تُخَذِّلُونَ ﴿١٦﴾ وَلَوْلَا  
 قَالَ اللَّهُ لَكُمْ فِي أَهْلِ الْكِتَابِ ادْعُوا إِلَى سَبِيلِ رَبِّكُم بِالْحُكْمَةِ وَالْمَوْعِظَةِ الْحَسَنَةِ وَجَادِلُوا بِالَّتِي هِيَ أَحْسَنُ  
 (١٢٥: ١٢) ﴿١٧﴾ (أَيُّ بِوَسْطَةِ الْعِلْمِ وَالْحِكْمَةِ وَالْمَوْعِظَةِ مِنْ دُونِ الظَّنِّ لِيَعْلَمَ الَّذِينَ أَوْفُوا الْعِلْمَ أَنَّ اللَّهَ الْحَقُّ  
 مِنْ رَبِّكَ فَيُؤْمِنُوا بِهِ فَتُخْبِتَ لَهُ قُلُوبُهُمْ وَإِنَّ اللَّهَ لَهَادِ الَّذِينَ آمَنُوا إِلَى صِرَاطٍ مُسْتَقِيمٍ ﴿١٨﴾ (٥٧: ٢٦) ﴿١٩﴾  
 وَقَالَ إِنَّ رَبَّكَ هُوَ أَعْلَمُ مَنْ ضَلَّ عَنْ سَبِيلِ اللَّهِ وَهُوَ أَعْلَمُ بِالْمُهْتَكِبِينَ ۝ (١١٥: ١٢) ﴿٢٠﴾ فَمَا صِرَاطُكُمْ

﴿٢١﴾ لَا شَارَةَ إِلَى فِرْعَانَ تَعَالَى وَلَيْسَ مَا فِي السَّمَوَاتِ وَمَا فِي الْأَرْضِ يَجْزِي الَّذِينَ أَحْسَنُوا بِأَحْسَنِ مَا فِي السَّمَوَاتِ وَالْأَرْضِ تَعَالَى تَعَالَى



المستقيم ألا تعلمكم حكمة القرآن وتبيينكم موعظته أيها الغفلون الجادلون: ﴿بل هو آية﴾  
 اجباركم الناس على حقيته وصدقه وعدله وهدايته ونوره وبنارته ورحمته وحكمته وعظمته  
 وشفاءه بعلمكم وشهادتكم لا تكذب به يهلكم لو كنتم تعلمون ﴿فإنه يهدي الناس إلى السلم﴾  
 والحفظ والامان ليكونوا في الدنيا من الذين لا خوف عليهم ولا هم يحزنون ﴿وليكونوا في﴾  
 الآخرة من المكرمين ﴿ولما لا يفهم أن نزل الله اليكم كتابا يبدل خوفهم أمنا أبدا ويشرحهم﴾  
 بنعيم مقيم ان يثبتوه بعلمكم بل اكرمتموهم بدهانكم على ان يدخلوا في دينكم افواجا ساجدين ﴿فإنه قال﴾  
 بل هو آية تبيّن في صدور الذين اوتوا العلم وما يحجّ به آيتنا ألا الظالمون ﴿٢٤٩﴾  
 وبما لا يستسلمون للقرآن ان يثبتوه نوراً اوحىتموهم بنبأه وعلمه بعلمكم وبما لا يستجيبون لكم  
 ان اخرجتموهم من ظلماتهم وهديتوهم بالحق إلى صراط مستقيم ﴿فإنه قال في كتابكم﴾  
 انتم هدى وزيه الان قد جاءكم من الله نور وكتاب مبين ﴿يَهْدِي بِهِ اللَّهُ مَنِ اتَّبَعَ رِضْوَانَهُ﴾  
 سُبُلَ السَّلَامِ وَيُخْرِجُهُم مِّنَ الظُّلُمَاتِ إِلَى النُّورِ بِإِذْنِهِ وَيَهْدِيهِمْ إِلَى صِرَاطٍ مُسْتَقِيمٍ ﴿١٥١-١٥٢﴾  
 يخرجهم من ظلمات الخوف الحزن إلى نور السلم الامان بواسطة التوحيد والايان لتكونوا  
 في الدنيا من الغالبين ﴿في الدنيا حسنة وفي الآخرة حسنة وذلك جزاء المسلمين﴾ والله  
 يدعوا إلى دار السلام ويهدي من يشاء إلى صراط مستقيم ﴿٢٥١﴾ ﴿فما صراطكم المستقيم﴾  
 ألا ان تسلكوا سبل السلم في الدنيا أيها الهاكون: ﴿وان تمشكوا ما اوحى الله الرسولكم من قانونه﴾  
 مبينين ومبينين ﴿فإنه قال فاستمسك بالذي اوحى اليك انك على صراط مستقيم﴾  
 ﴿٢٣٣: ٢٣٣﴾ وان تشعروا قلوبكم بالايان ولوازمه واعماله وبروح من تعالافاته قال لنبيكم  
 راذلهم يحط علمه بالقانون الذي يجرى في العادة وكذلك اوحينا اليك روحا من امرنا ما كنت  
 تدري ما الكتاب ولا الايمان ولكن جعلناه نورا هدى به من شاء من عبادنا وانك لنهتدي إلى

صِرَاطٍ مُسْتَقِيمٍ ﴿٥١:٢٢﴾ وقال إن الله لهادٍ للذين آمنوا الصِّرَاطَ الْمُسْتَقِيمَ ﴿٥١:٢٢﴾ وما

انتم بمقبى الصراط أو سالكة حتى تتقوا الله حق تقته بل تفعلوا أعمال الانقاء التي تقدم ذكرها وحتى

تطيعوا أمركم بل تعبدوا الله عملاً ومعناً فإنه كان نبياً عيسى من أنبياءكم قال لقن لهم يقين فاتقوا

الله واطيعون ﴿٥١:٢٢﴾ إن الله هو ربِّي وربُّكُمْ فَاعْبُدُوهُ هَذَا صِرَاطٌ مُسْتَقِيمٌ ﴿٥١:٢٣﴾ ولن

تسلوا سبيلاً ربكم وتقيموا صراطه المستقيم أبداً حتى تؤمنوا بالساعة اشد

إيماناً وتكونوا شهداء على الناس لها بهمادكم في الله اشدَّ جهداً وحتى تبينوا لهم

بعلمكم وعلمكم إن الساعة آتية ﴿٥١:٢٤﴾ يكاد يخفيها الله ليخزي كل نفس باسئس ﴿٥١:٢٤﴾

وحتى تكونوا شهداء على عين الناس برهاناً لهم ودليلاً عليهم علماً عندهم بأنكم

لا تستلونهم على ما تفعلون لهم من أجر وتؤمنون بأنكم تؤدون أجوركم يوم القيمة

فإنه كان نبياً من أنبياءكم عيسى قد صار لقومه علماً ليوم القيمة ودليلاً عليها بشدة اطاعته و

جهاده في الله وخدمة العباد فاشئ عليه ربه اشدَّ ثناءً وقال وإنه لعلم للساعة فلا تتردد

بها واطيعون هَذَا صِرَاطٌ مُسْتَقِيمٌ ﴿٥١:٢٣﴾ ولن تستطيعوا أن تسلكوا صراط ربكم المستقيم

حتى تحبوا أنفسكم وخرجوا قومكم من الظلمات إلى النور ﴿٥١:٢٣﴾ وتذكروهم بإيمان الله ﴿٥١:٢٣﴾ مثل

ما فعل موسى وتمشوا في الناس بنور من ربكم وتشرحو صدوركم للسعي والعمل وتوسعوا قلوبكم

للجته والجهاد لئلا يكون عليكم في دين الله من حرج • مرجز لقاء ربكم إلى يوم القيمة • محسنين

أنفسكم من إيمانكم بالآخرة • مصلحين عاقبة قومكم جاهدين • فإنه قال أو من كان مثلاً

فأحسينه وجعلنا له نوراً يمشي به في الناس كمن مثله في الظلمات ليس بخارج منها كذلك زين

للكافرين ما كانوا يعملون • وكذلك جعلنا في كل قرية أكبر حميراً لهم وأفهاماً ومما يذكرون ولا

الاشارة الى قوله تعالى وكفنا أروسلنا موسى بالبينات أن يخرج قومك من الظلمات إلى النور وذكرهم بإيمان الله ان في ذلك لآية لكل صابراً

شكوراً ﴿٥١:٢٣﴾ فما كان هذا الاخراج الى النور الا نور الغلبة والاستغفار في الارض والسموات منها بواسطة الجهاد بالسيوف • فتدبروا وليعلم

القاضي ان كتابي تذكره صفحة ٢٢٣ للتحرير

في ان الايمان  
بالآخرة مع الله  
والعمل لها هل  
الله بصراط  
مستقيم

بِأَنْفُسِهِمْ وَمَا يَشْعُرُونَ ﴿١٢٣: ١٢٢﴾ ۞ فَسَنُرِيهِمْ أَزْهَقًا يَدُ اللَّهِ أَنْ يَهْدِيَهُمْ لِسَْرَهُمْ صِلَةَ إِلَى الْإِسْلَامِ وَمَنْ  
يُرِدْ أَنْ يَصِلَ إِلَى صِلَةِ صِدْقٍ حَرْجًا كَمَا تَصْعَدُ فِي السَّمَاءِ كَذَلِكَ يَجْعَلُ اللَّهُ الرِّجْسَ عَلَى  
الَّذِينَ لَا يُؤْمِنُونَ ۚ وَهَذَا صِرَاطٌ رَبِّكَ مُسْتَقِيمًا ۚ قَدْ فَصَّلْنَا الْآيَاتِ لِقَوْمٍ يَذْكُرُونَ ۚ لَهُمْ ذِكْرُ  
الْبَيْتِ عِنْدَ رَبِّهِمْ وَهُوَ وَلِيُّهُمْ مَا كَانُوا يَعْلَمُونَ ﴿١٢٨: ١٢٧﴾ ۞ وَلَنْ تَسْتَطِيعُوا أَنْ تَعْرِفُوا مَا اللَّهُ  
وَمَا دِينَ اللَّهِ وَمَا الْفَطْرَتُ الَّتِي فَطَرَ النَّاسَ عَلَيْهَا حَتَّى تَوَحَّدَ وَالنَّفْسُكُمْ ۚ وَتَصْلَحُوا بَيْنَ النَّاسِ  
وَتَسَاعُوا بَيْنَكُمْ ۚ وَتَرَابُطُوا بَيْنَ أَخْبَابِكُمْ ۚ وَتَصْبِرُوا وَتَصَابِرُوا وَتَتَّخِذُوا ۚ وَحَتَّى تَسْتَسْكِبُوا  
مِنْ أَمْرِ تَعَالَى عَنْ الظَّوَاهِرِ وَالْمَنَاسِكِ لِئَلَّا تَنَازَعُوا أَوْ تَخْتَلَفُوا بَيْنَكُمْ فِي الْأَمْرِ ۚ وَحَتَّى تَتَوَسَّعُوا حُدُودَ  
الْإِسْلَامِ أَسَدًا تَوْسِيعًا لَتَغْلِبُوا فَإِنَّهُ قَالَ لِكُلِّ أُمَّةٍ جَعَلْنَا مَنَسَكًا هُمْ نَاسِكُوهُ فَلَا تَنَازِعُكَ  
فِي الْأَمْرِ وَادْعُ إِلَى رَبِّكَ إِنَّكَ لَعَلَّ هَٰذَا مَسْجِدٌ قَدِيمٌ وَإِنْ جَادَلُوكَ فَقُلِ اللَّهُ أَعْلَمُ بِمَا تَعْمَلُونَ ۚ اللَّهُ  
يَحْكُمُ بَيْنَكُمْ يَوْمَ الْقِيَامَةِ فِيمَا كُنْتُمْ فِيهِ تَخْتَلِفُونَ ﴿١٢٢: ١٢١﴾ ۞ وَمَا كَانَ لَكُمْ أَنْ تَسْلُكُوا  
الصِّرَاطَ الْمُسْتَقِيمَ خَاصًّا مَخْصَصًا الَّذِي سَمَّاهُ رَبِّكُمْ صِرَاطَ الَّذِينَ أَنْعَمْتَ عَلَيْهِمْ غَيْرِ الْمَغْضُوبِ  
عَلَيْهِمْ (١٢١) ۚ وَالْقُرْآنُ حَتَّى تَفْعَلُوا مِثْلَ مَا فَعَلَ مُوسَى وَهَارُونَ بِقَوْمِهِمَا وَتَنْصَبُوا أَنْفُسَكُمْ مِثْلَ أَنْصَابِهِمْ  
وَتَنْجُوا قَوْمَكُمْ مِنْ فِرَاعَيْنِ مِثْلَ أَنْجِيَاهُمْ وَتَكُونُوا غُلَامِينَ مِثْلَ غُلَامِي فَإِنَّهُ قَالَ وَلَقَدْ مَنَّ عَلَى  
مُوسَى وَهَارُونَ ۚ وَجَنَّبَهُمَا وَقَوْمَهُمَا مِنَ الْكَرْبِ الْعَظِيمِ ۚ وَنَصَرْنَاهُمُ فَمَا كَانُوا هُمُ الْغَالِبِينَ ۚ وَآتَيْنَاهُمَا  
الْكِتَابَ الْمُسْتَقِيمَ ۚ وَهَذَا مِمَّا الصِّرَاطَ الْمُسْتَقِيمَ ۚ وَرَكْنَا عَلَيْهِمَا فِي الْآخِرِينَ ۚ سَلَّمَ عَلَى  
مُوسَى وَهَارُونَ ۚ إِنَّا كَذَلِكَ نَجْزِي الْمُحْسِنِينَ ۚ إِنَّهُمَا مِنْ عِبَادِنَا الْمُؤْمِنِينَ ﴿١٢٢: ١٢١﴾ ۞ هَذَا  
هُوَ الصِّرَاطُ الْمُسْتَقِيمُ ۚ وَهَذَا هُوَ الْهَدَى وَدِينُ الْحَقِّ الَّذِي أَرْسَلَ بِهِ رَسُولُنَا يُبَيِّنُ  
عَلَى الدِّينِ كُلِّهِ وَلَوْ كَرِهَ الْمُشْرِكُونَ ﴿١٢١: ١٢٠﴾ ۞ وَهَذَا هُوَ صِرَاطُ الَّذِينَ أَنْعَمَ اللَّهُ عَلَيْهِمْ مِنَ النَّبِيِّينَ  
وَالصِّدِّيقِينَ وَالشُّهَدَاءِ وَالصَّالِحِينَ ﴿١٢١: ١٢٠﴾ ۚ غَيْرِ الْمَغْضُوبِ عَلَيْهِمْ وَلَا الضَّالِّينَ ﴿١٢١: ١٢٠﴾ ۚ وَ

ان حرمتم الفاظ القرآن اشد حرثاً لنجد فيه الصراط المستقيم غير هذا بل لنجد به الا في  
 هذه الايات افلا تسمعون ﴿ فَمَا الصِّرَاطُ إِلَّا أَنْ تَغْلِبُوا فِي الدُّنْيَا وَتَمْشُوا فِي الْأَرْضِ أَمْنِينَ ﴾  
 وما الصراط الا ان تكونوا على في الارض وانتم الاعلى ان كنتم مؤمنين ﴿ (١٣٨: ٣) ﴾ و  
 لهذه تركعون وتسجدون في صلواتكم ايها الساهون! ﴿﴾

فيا ايها المسلمون الغفلون! ما صراط ربكم المستقيم الا ان تستقيموا الى العشرة المبشرة  
 من اصول الاسلام لتمشوا في الارض غلبين ﴿ وهذه صراط الذين ينعم الله عليهم في زماننا  
 هذا وهذه صراط غير المغضوب عليهم ولا الضالين ﴾ ﴿﴾ يغلبهم ايها المتظرون ﴿﴾ و  
 يمكنهم من الارض ويستخلفهم في منابكها على رغبتكم امنين ﴿ وانتم نسيتم صراطكم ايها الناس يوم  
 نسيتم ولو تكرهتم في صلواتكم مراراً مهملين ﴿ نسيتم ولو ابتداء الله كتابه به وعرض عليكم  
 ان الدين هو ابتغاء نعمته وانما هو هذا وان تبتغوا وجهه لتبتغوا من فضله ورحمته غلبين ﴿  
 فمن صرف عن هذه الصراط يحل عليه غضبه وصار من الهالكين ﴿ ومن رغب عنه فاولئك  
 من الضالين ﴾ ولو كانوا المسلمين المرحمين المعاصرين ﴿ وما عفى الله بالنعمة غير هذه  
 النعمة ايها الغفلون! ﴿ وان تحرثوا الفاظ القرآن اشد حرثاً لنجد وافيته نعمة في غير هذه  
 المعاني او نعمة عن نعمة الحياة الدنيا وما يزرقون ﴿ فللهذا علمكم رسولكم ان تركوا وسجدوا  
 لربكم في صلواتكم متضرعين وخاشعين لتلينوا قلب الله لكم فيزيدكم نعمة ورحمة وفضلاً من فور  
 فانه قال وَلَئِنْ شَكَرْتُمْ لَأَزِيدَنَّكُمْ ﴿ (١١٧: ٤) ﴾ وقال وادعوا خوفاً وطمعا ان رحمة الله قريب  
 من المحسنين ﴿ (٥٦: ٥) ﴾ وقال فاما الذين امنوا بالله واعتصموا به فسبيل خلوهم في رحمة  
 منه وفضل ويهديهم اليه صراطاً مستقيماً ﴿ (١٤٦: ٣) ﴾ افلا تتدبرون ﴿ فمادعاكم في الصلوة  
 للصراط المستقيم الا ان يغلبكم الله في الدنيا من فور ولهاذا تركعون ولهاذا تسجدون ﴿ لتعلموا

الحاقاً كالغفراء واعتصاماً به ولخافوا ان لا يهلككم الله بها ففعل المبطلون ﴿١٤٢﴾ فها هذا  
 الاية يذكركم بالروح من امره تعالى يوماً فيوماً ويعرض عليكم ليلاً ونهاراً كل ما جاء في  
 الكتب المبين ﴿١٤٣﴾ وما الصراط المستقيم الا الله جُمع فيه كل ما كتب عليكم احكم الحكمين ﴿١٤٤﴾  
 ولذالك قال الله لنبيه وَلَقَدْ اَتَيْنَكَ سَبْعًا مِنَ الْمَثَانِي وَالْقُرْآنَ الْعَظِيمَ ﴿١٤٥﴾  
 لان المثنان تذكركم بالصراط المستقيم والنعمة وتخوفكم بغضب الله والضلالات الفلانية بينتكم  
 بها الصراط المستقيم ﴿١٤٦﴾ وبها النعمة ومنون الغضوبون عليهم ومنون الضالون ﴿١٤٧﴾ ويوضح  
 لكم كيف تسلكوا الصراط وكيف تهتدون ﴿١٤٨﴾ وانه لا احد من السيف واضيق من الشعر لو كنتم  
 تعلمون ﴿١٤٩﴾ وان ضللت عنه مقدار عرض شعركم كبكبتكم على وجوهكم في النار انتم والغاؤون ﴿١٥٠﴾ وان  
 نسيتم دروسكم يا ثباعتكم جهلاءكم وكبراءكم فسيذركم بعد الا تبصرون ﴿١٥١﴾ فاذا مات  
 رسولكم انقلبتم على اعقابكم ومن ينقلب على عقبيه فلن يضر الله شيئاً ﴿١٥٢﴾ افلا ترجعون ﴿١٥٣﴾  
 وان تكفروا انتم ومن في الارض جميعاً ﴿١٥٤﴾ فان الله غني عن العالمين ﴿١٥٥﴾ وسيعلم الذين  
 ظلموا اى منقلب ينقلبون ﴿١٥٦﴾

فيا ايها المساكين المعاصرون ! الا انتم في اسلامكم الضالون ﴿١٥٧﴾ وفي نعمتكم الغضوبون ﴿١٥٨﴾  
 الا تحببون ان يغفر الله لكم والله غفور رحيم ﴿١٥٩﴾ يغفر لكم ما تقدم من ذنبكم وما تأخر  
 ويتم نعمته عليكم ويهديكم الى صراط مستقيم ﴿١٦٠﴾ الم تروا انكم تتخطفون عن كل مكان امن  
 وتسلمون وتفقدون ﴿١٦١﴾ صافات عليكم الارض بارحمتها وانتم غفلون ﴿١٦٢﴾ السارق قد  
 ذهب باث بيتكم وانتم نائمون ﴿١٦٣﴾ فهل تتركون في ما ههنا آمينين ﴿١٦٤﴾ بل هل تحسروا  
 فيكم من نعمة ومن فضيل ومن رحمة لتزعموا انكم لمنظرون ﴿١٦٥﴾ افلم يهلك الله قبلكم من القرون  
 وان هلكوا انتم الدائمون ﴿١٦٦﴾ الخلق الله السموات والارض لعباد فتسخر وامنه لعبين ﴿١٦٧﴾

أَمْ حَسِبْتُمْ أَنَّمَا خَلَقْنَاكُمْ عَبَثًا وَأَنَّكُمْ إِلَيْنَا لَا تُرْجَعُونَ ﴿١١٥﴾ \* أَمْ كُلُّ هَذِهِ أَمْرُهُنَّ فَيَكُونُ لَكُمْ  
 مَا تَشَاءُونَ \* ﴿١١٦﴾ \* وَإِنْ تَطَلَّعَ الشَّمْسُ عَلَيْكُمْ طَوْعًا أَوْ كَرْهًا كُلَّ يَوْمٍ بِأَمْرِ رَبِّهَا فَلَسْتُمْ بِمُجْرِبِينَ \* ﴿١١٧﴾ \*  
 وَإِنْ كَانَ لِلْقَمَرِ دِينًا وَمُسْلِكًا يَتَّبِعُهُ كُلَّ لَيْلٍ فَهَلْ يُنْزِلُ لَكُمْ كُلَّ الدِّينِ \* ﴿١١٨﴾ \* وَإِنْ تَزُولُ الصُّجُومُ  
 مِنْ بَعْدِ صُعُودِهَا فِي جَوِّ السَّمَاءِ أَبَدًا فَلَسْتُمْ بِأَفْلِينَ \* ﴿١١٩﴾ \* وَإِنْ لَمْ يَتَبَدَّلِ الْمَاءُ سِيلًا وَإِذَا الْتَارُ  
 تُحْرِيقًا وَالرِّيحُ جَرِيَانًا مِنْ أَوَّلِ يَوْمٍ خَلَقْتُمْ فَهَلْ أَنْتُمْ مُسْتَحْسِنُونَ \* ﴿١٢٠﴾ \* وَمَنْ يَسْأَلْكُمْ فِي السَّمَاءِ وَالْأَرْضِ  
 أَنْ تَقْرَبُوا كُلَّ مَنْ فِيهِ مَالُهُ فَانْتَبِهُوا \* ﴿١٢١﴾ \* مُشْتَغِلِينَ بِمَا عَلَيْهِمْ مُسْتَغْنِينَ \* ﴿١٢٢﴾ \* مَدَاوِينَ عَلَى الْجَلَمِ  
 وَخَلْقِهِمْ غَيْرَ مُخَوِّلِينَ عَوَائِدَهُمْ مِنْ أَوَّلِ سَاعَةٍ فَلِمَا تَزْعُمُونَ أَنْ أَنْتُمْ تُبَدِّلُونَ \* ﴿١٢٣﴾ \* وَإِنْ تَخَذُوا  
 كُلَّ مَنْ خُلِقَ حَنْفَاءً لِلَّهِ فَلِمَا لَا تَرْكَبُونَ \* ﴿١٢٤﴾ \* وَلَا تَمِيلُونَ وَلَا تَرْكَبُونَ \* ﴿١٢٥﴾ \* فَتَبَارَكَ الَّذِي مَالٌ لِيهِ  
 وَلَا يَمِيلُ وَتَبَارَكَ اللَّهُ أَحْسَنُ الْخَالِقِينَ \* ﴿١٢٦﴾ \* إِلَهِ الْخَلْقِ وَالْأَمْرِ تَبَارَكَ اللَّهُ رَبُّ الْعَالَمِينَ \* ﴿١٢٧﴾ \*  
 ﴿١٢٨﴾ \* وَإِنْ لَا تَسْتَطِيعُونَ أَنْ تَكْسِبُوا هَهُنَا لَأَنْفُسِكُمْ حَبَّةً مِنْ خَزَائِنِ أَوْ مِنْ نَقِيرِ الْأَمْرِ بَعْدَ  
 جَهْدِكُمْ بِأَيْدِيكُمْ وَارْجُلِكُمْ فَهَلْ تَشْتَرُونَ جَنَّتَكُمْ بِالْأَقْوَالِ وَالْكَلِمَاتِ لَهَا الْجَهَنَّمُونَ \* ﴿١٢٩﴾ \* أَفَأَقَامُوا  
 مِنْ دُونِ اللَّهِ يَأْمُرُ عَلَيْكُمْ هَهُنَا قَبْلَ يَوْمِ الدِّينِ \* ﴿١٣٠﴾ \* أَمْ يَدُلُّ اللَّهُ عَادَتَهُ يَوْمَ الْقِيَامَةِ لِيَجْعَلَ لَكُمْ مَا  
 تَشْتَهُونَ \* ﴿١٣١﴾ \* أَمْ لَتُتَذَكَّرَ عِنْدَ الرَّحْمَنِ مِنْ عَهْدٍ كَبِيرٍ وَجَنَّتْكُمْ بِجُورَعِينَ \* ﴿١٣٢﴾ \* وَإِنْ أَعْرَضْتُمْ عَنْ كِتَابِ اللَّهِ  
 مَا أَرْسَلَ بِهِ خَاتَمَ الْأَنْبِيَاءِ وَنَسِيتُمْ دَرَسَهُ فَتَعَالَوْا إِلَى الْبَيْتِ الْعَمِيقِ \* ﴿١٣٣﴾ \* يَبَيِّنُ لَكُمْ مَا نَزَّلَ اللَّهُ  
 إِلَيْكُمْ فِي الْقُرْآنِ الْعَظِيمِ \* ﴿١٣٤﴾ \* لَتَذَكَّرُوا إِلَهَهُ وَلَعَلَّكُمْ تَتَفَكَّرُونَ \* ﴿١٣٥﴾ \* وَيُوضِّحُ لَكُمْ طَرِيقًا لَدَخَلُوا فِي  
 زَمْرَةِ الْأَحْيَاءِ فِي الدُّنْيَا وَلَتَكُونُوا فِي الْعَقَبَةِ مِنَ الْمَفْلُحِينَ \* ﴿١٣٦﴾ \* وَلَكِنْ اجْتَمَعَتِ الْإِنْسُ وَالْجِنُّ عَلَى أَنْ  
 يَأْتُوا بِمِثْلِ هَذَا الْقُرْآنِ لَا يَأْتُونَ بِمِثْلِهِ وَلَوْ كَانَ بَعْضُهُمْ لِبَعْضٍ ظَهِيرًا \* ﴿١٣٧﴾ \* أَفَلَا تَذَكَّرُونَ \* ﴿١٣٨﴾ \* وَمَا نَا  
 مِنْ نَبِيِّ أَوْ عَالِمٍ أَوْ مَوْفِي أَوْ فَقِيرٍ أَوْ كَبِيرٍ وَلَكِنْ أَخَذْنَاهُ بِأَنْفُسِكُمْ لَهَا الْكَوْنُ \* ﴿١٣٩﴾ \* فَصَبِرْ خَامِسَةً أَوْ اقْرَبْ مِنْهُ بِالْيَقِينِ  
 إِلَّا الَّذِينَ تَابُوا وَأَمَنُوا وَاصْلَحُوا وَاتَّقُوا فَعَسَى اللَّهُ أَنْ يَكُفِّرَ عَنْهُمْ زَلَّاتِ اللَّهِ عَفْوُهُ رَحِيمُهُ \* ﴿١٤٠﴾ \* فَاطْلُقْ بِرَبِّي

لسان شرح لي صدق وتباني سما جاء في القرآن العظيم ﴿ فشعت في تصنيف كتابي **تِلْكَ كِتَابِيَّةٌ** ﴾  
 لا بين للناس ما نزل اليهم **العشرة المبشرة** ﴿ وغيرها من حجة الله البالغة النافعة ﴾ وبينته في عشرين  
 مجلدات متتابعة ﴿ وابتدأت به هذه الافتتاحية البلاغية ﴾ لا شرع لهم ما عظمة صحيفه الله وما هي  
 وما كنت ادرى ما الكتب لا الايمان فجعله ربي نورا في صدري لا رى قومي طريقه فاتهم قومي  
 لا يعلمون ﴿ فتعالوا الى القرآن العظيم ﴿ وتعالوا الى ليلته المبين ﴿ ولا تنظروا الى من قال كل هذا  
 بل انظروا الى ما قال فاقنا **الظلام المظلم** الا نهم ﴿ اظلم لنفسي ليلاً ونهاراً واعبدوا لا بخليل نكرة و  
 اصيلاً لرفق ﴿ ولا اعبدوا بى ليرزق من لدنه ﴿ واكذب القرآن يوماً فيوماً ﴿ ولا يستطيع ان اداوه على  
 التوحيد بل اصنع لنفسي مكر بعد مكر ﴿ واسارع الى الشرك كربة بعد مكر ﴿ فلا تنظروا الى بل انظروا الى  
 ما اقول ولولا افعل شقاوة لعلمكم تفعلون ﴿ وقولوا رب اجعل لنا مقيمه ومستقي اليه واجعل  
 قائله مقيمه وارزقنا من لدنك انك انت خير الرزقين ﴿ ربنا اظلمنا انفسنا ولن لم نعرف لنا وترحمنا  
 لنكون من المحسين ﴿ ربنا لا تؤاخذنا ان نسينا او اخطانا نزلنا والحق علينا اصر كما حملته  
 على الذين من قبلنا ربنا ولا تحملنا ما لا طاقة لنا به واعف عنا واغفر لنا وارحمنا انت مولنا فانصرنا  
 على القوم الكافرين ﴿ ربنا انك التيت فرعون وملائكة ربيته واموالا في الحياة الدنيا ربنا ليضلوا  
 عن سبيلك ربنا اظمس على اموالهم واشد على قلوبهم فلا يؤمنوا حتى يروا العذاب الاليم ﴿ (٨٨:١٥) ﴿  
 ربنا لا تجعلنا فتنة للقوم الظالمين ﴿ ونجنا برحمتك من القوم الكافرين ﴿ (٨٥:١١-٨٦) ﴿ ربنا اغفر  
 لنا ذنوبنا واسئلكنا في امرنا ﴿ (١٣٦:١٣) واقرع علينا صبرا وثبت اقل منا وانصرنا على القوم الكافرين ﴿  
 (٢٥٠:٢) واهدنا الصراط المستقيم صراط الذين انعمت عليهم غير المغضوب عليهم ولا

الضالين ﴿ (٥٠-٥١) ﴿

ويا ملوك المسلمين ! ويا اهل القوم الظالمين ! الاتضعون ان يغفر الله لكم



وَالَّذِينَ يَقُولُونَ ﴿عَسَىٰ رَبُّكُمْ بِأَمْرِ الْيَوْمِ غَفْلُونَ﴾ ﴿١٢٢﴾ اتَّخَذُوا عَلَىٰ أَنْفُسِهِمْ  
 اِتِّمَامًا وَتَتَّبِعُوا حُكْمًا وَفَضْلًا وَنِعْمَةً مِنْ رَبِّهِمْ عَلَىٰ عِلْمِهِمْ بَلْ هِيَ فِتْنَةٌ وَلَكِنْ أَكْثَرُكُمْ  
 لَا يَعْلَمُونَ ﴿١٢٣﴾ قَدْ قَالَهَا الَّذِينَ مِنْ قَبْلِهِمْ فَمَا نَعْنِي عَنْهُمْ فَمَا كَانُوا يَكْسِبُونَ ﴿١٢٤﴾ فَاَصْبَاهُمْ سَيَّاتٌ  
 مَا كَسَبُوا وَالَّذِينَ ظَلَمُوا مِنْ هَؤُلَاءِ سَيُصِيبُهُمْ سَيَّاتٌ مَا كَسَبُوا وَمَا هُمْ بِمُخْرِجِينَ ﴿١٢٥﴾ أَوَلَمْ  
 يَعْلَمُوا أَنَّ اللَّهَ يَبْسُطُ الرِّزْقَ لِمَنْ يَشَاءُ وَيَقْدِرُ إِنَّ فِي ذَلِكَ لَآيَاتٍ لِقَوْمٍ يُؤْمِنُونَ ﴿١٢٦﴾ أَوَلَمْ  
 يَدْرُسُوا فِي الْقُرْآنِ أَنَّهُ قَالَ ﴿مَجَعَلْنَاكُمْ خَلِيفَةً فِي الْأَرْضِ مِنْ بَعْدِهِمْ لِنَنْظُرَ كَيْفَ تَعْمَلُونَ﴾ ﴿١٢٧﴾  
 وَقَالَ إِذْ أَرَدْنَا أَنْ نُهْلِكَ قَرْيَةً أَمَرْنَا مُنَادِيَهُمْ فَيَقْضُوا فِيهَا حَقَّ عِلْمِنَا الْقَوْلَ فَدَخَلُوا فِيهَا وَتَدْبِيرُ  
 الْآيَاتِ أَفَلَا تَذَكَّرُونَ ﴿١٢٨﴾ بَلْ قَالَ وَكَمْ قَصَمْنَا مِنْ قَرْيَةٍ كَانَتْ ظَالِمَةً وَأَنْشَأْنَا بَعْدَهَا قَوْمًا  
 آخَرِينَ فَلَمَّا أَحْسَبُوا أَنَّ بَاسَنَا آذَاهُمْ مِنْهُمْ بَايَرَكُوا عَنْهُ لَا تُكْرَهُوا وَارْجِعُوا إِلَىٰ مَا أُتْرِفْتُمْ فِيهِ وَمَسْكِنُكُمْ  
 لَعَلَّكُمْ تُسْأَلُونَ قَالُوا أَوَلَيْسَ لَنَا نَازِلٌ مِنَ السَّمَاءِ فَمَا آتَاكَ بِذَلِكَ دَعْوَاهُمْ حَتَّىٰ جَعَلْنَاهُمْ حَصِيدًا خَامِدِينَ  
 وَمَا خَلَقْنَا السَّمَاءَ وَالْأَرْضَ وَمَا بَيْنَهُمَا لِعِبَادِنَا أَوْ أَرَدْنَا أَنْ نَتَّخِذَ لَهْوَكَاءَ لَا تَحْذَرُ مِنْ لَدُنَّا أَنْ تَبْتَئُوا  
 فَعِبَادِنَا بَلْ نَقْذِفُ بِالْحَقِّ عَلَى الْبَاطِلِ فَيَدْمَغُهُ فَإِذَا هُوَ هَوَاءٌ وَلَكُمْ الْأُيُوسُ وَمِمَّا تَصِفُونَ أَوْلَىٰ  
 مَنْ فِي السَّمَوَاتِ وَالْأَرْضِ وَمَنْ عِنْدَهُ لَا يَسْتَكْبِرُونَ عَنْ عِبَادَتِهِ وَلَا يَسْتَحْصِرُونَ سِجِّينَ وَالَّذِينَ يَسْتَحْصِرُونَ  
 الْبَاطِلَ لَا يَفْهَمُونَ ﴿١٢٩﴾ وَقَالَ وَهُوَ الَّذِي جَعَلَكُمْ خَلِيفَةً فِي الْأَرْضِ وَرَفَعَ بَعْضَكُمْ فَوْقَ بَعْضٍ  
 دَرَجَاتٍ لِيَبْلُوَكُمْ فِي مَا آتَاكُمْ إِنَّ رَبَّكَ سَرِيعُ الْعِقَابِ وَاللَّهُ لَغَفُورٌ رَحِيمٌ ﴿١٣٠﴾ وَقَالَ  
 فِي مَوْضِعٍ آخَرَ وَقَطَّعْنَاهُمْ فِي الْأَرْضِ أَمْثَلُكُمْ الصَّالِحِينَ وَفَضَّلْنَاهُمْ دُونَ ذَلِكَ وَبَلَّغْنَاهُمْ بِأَحْسَنِ السِّيَرَاتِ لَعَلَّهُمْ يَرْجِعُونَ  
 فَخَلَفَ مِنْ بَعدِهِمْ خَلْفٌ وَرِثُوا الْكِتَابَ يَأْخُذُونَ بِحَرْفٍ مِنْ هَذَا الذِّكْرِ وَيَقُولُونَ سَيُغْفَرُ لَنَا وَإِنْ يَأْخُذْهُمُ غَضَبُ اللَّهِ أَكْثَرُ  
 يَتَّخِذُونَ عَلَيْهِمْ مَثَلًا لِيُذَكَّرُوا وَيَقُولُوا أَلَمْ نَكُنْ أَعْلَمُ اللَّهُ إِلَّا الْخَيْرُ وَدَسَّوْا مَا فِيهِ وَالْأَخْرَجُوا خَيْرَ الَّذِينَ يَتَّقُونَ أَفَلَا  
 تَعْقِلُونَ وَالَّذِينَ يَسْتَكْبِرُونَ بِالْكِتَابِ أَفَامُوا الصَّلَاةَ إِنَّنَا لَنُضِيعُ أَجْرَ الْمُصَلِّينَ ﴿١٣١﴾

افلم تؤمنوا من بعد ما بينت لكم ههنا بان الاسلام هو النظم والنسق والحدة والجهاد  
 والسعى والعمل والقوة والاتحاد والغلبة والامن والاستبقاء من الله  
 بل هو في الدنيا حسنة وفي الآخرة حسنة \* وانما هو هذه \* بل كله هذه \*  
 لا بشئ من دون ذلك \* ولا ما يجربه علماءكم الجاهلون \* وان هو الا ان تؤمنوا بالتوحيد  
 لتوحدوا انفسكم \* وتصلوا لتنظمو انفسكم \* وتصوموا لتصبروا وتصابروا \* ونجحوا  
 لترابطوا وتخالطوا \* وتنفعوا لتقووا قومكم وتعاضدوا بينكم طلبين \* فما لكم  
 لا تؤمنون بالله مواحدين \* ولا تصلون منظمين \* ولا تصومون مغلطين \*  
 ولا تنجحون مخوفين \* ولا تؤتون الزكوة فاعلين بل فتالين \* ولا تأخذن  
 حذركم لقميلا على اعداءكم ميلة واحدة بازغين \* ولا انفسكم لا تعدن قومكم الى الضراط المستقيم \*  
 فانكم انتم اقرء المؤمنين \* وما لكم لا تؤمنون ولا تصلحون \* والذين امنوا وعملوا  
 الصالحات قالهم اجر غير ممنون (٦١٩هـ) \* وما لكم لا توحدون ولا ترابطون لا تشاؤون  
 بينكم لتفقدوا في قلوب اعداءكم الرعب ولتنشقوا منهم وما لكم كيف تحكون \* وما لكم  
 ساء ما تصنعون \* فالذين امنوا امرهم شورى بينهم (٣٨١٣٢) واذا اصابهم البغي  
 هم ينتصرون (٣٩١٣٢) \* وما لكم لا تتخذون منكم اميرا ان الله بسطة في العلم والجسم  
 (١٢٤١٢) ليامر عليكم وليقوم مقام الرسول فيكم بالحق علما ومعنا لتعصموا به \* فالذين  
 اعصموا باميرهم واطاعة حواطعته اولئك هم المفلحون \* وما لكم تفرقون دينكم  
 بينكم فتنكم شافعي ومنكم حنفي ومنكم حنبلتي ومنكم مالكيون \* ووهابيون واهل  
 الحديث واهل القرآن وغيرهما يصنعون \* وانصتوا انتم كل هذه الاصفياء والابرار  
 لتفرقوا دينكم وتشركو بالله فليات شريك من شركاءكم ليخلصنا من هذه المصيبة اويا تقا

مجتمعين ﴿ فذروا ما انتم عليه واجهوا السرك والاشتات وقولوا انما نحن مسلمون ﴾  
 واحصوا الافتراق اشد محموا فانه قال ان الذين قتلوا فيهم وكانوا شيعة لست منهم في شيء  
 انما امرهم الى الله ثم ينبتهم بما كانوا يفعلون ﴿ ١٧٠:١٧١ ﴾ واعلموا انكم وتعبدون مزدون الله  
 حصصهم ﴿ ١٧١:١٧٢ ﴾ فهل يحبون ان تدخلوا الصفياءكم في النار اذ اخرجتم ﴿ وان تصلوا وتسبحوا و  
 تنفخوا وتحموا او تؤمنوا وتشهدوا امثل انتم عليه ان ابدلنا يغفر الله لكم ابدلنا يكفر عنكم سيئاتكم  
 ابدلوا ما كان لكم ان تفلحوا ابدلوا السلام ولو انتم تشبهون ﴿ واق لا اخافكم ومن انتم عليه ولكن اخاف  
 عليكم عذاب يوم عظيم ﴾ لا تكلموا امرأ المسلمين ﴿ المرجعون اليهم للهدى والمعوّلين عليهم  
 للدين المستقيم ﴾ فلتصلوا وازاركم مع اوزار الذين هددوهم بامرهم الا ثقل ماتزون ﴿ و  
 عظم ما تحملون ﴾ وان ظننتم ان تفلحون في الدنيا باعاضكم عن دين الاسلام وتغلبون تفوزون  
 بهجركم كتاب الله وبتهوينه ﴿ او باعزكم عن جماعتكم وتشبهكم يقوم آخره ﴿ او بتقليدكم سائلي لا في  
 ولا بخليفتكم وعميانا ﴿ او باثباتكم طرقهم تضهينها وتشبهها ﴿ او بترككم عصبيّة قومكم وامتكم ﴿  
 فاعلموا انكم ساء ما تزعمون ﴿ وبئس ما تشتررون ﴿ ولن تستطيعوا ان تفلحوا ابدل الشبهة ابدل  
 ولو حرصتم كل حرص فانقلبوا خاسرين ﴿ فاعتصموا بحبل الله جميعا ولا تفرقوا وجاهدا  
 لتظهرن ادينكم على دين التصري ولو كرهوا جمعون ﴿ واغلظوا عليهم اشتغلظة بل كونوا قوامين  
 عليهم رحما بينكم واذ القيموهم فضرّب الرقاب حتى اذا اخنتموهم فشدّ الوثاق فاما منابغها  
 واما فداها حتى تضع الحرب اوزارها ﴿ ١٧٢:١٧٣ ﴾ واعلموا انهم يحبون ان يقطعوا ابركم مصابين ﴿ فقولوا  
 الحمد لله رب العالمين الرحمن الرحيم مالك يوم الدين اياك نعبد وياك نستعين اهدنا الصراط المستقيم  
 صراط الذين انعمت عليهم غير المغضوب عليهم ولا الضالين ﴿ ١٧٣:١٧٤ ﴾

وانا للفقير الى الله الرحمن

محمد عناية الله خان الشرقي

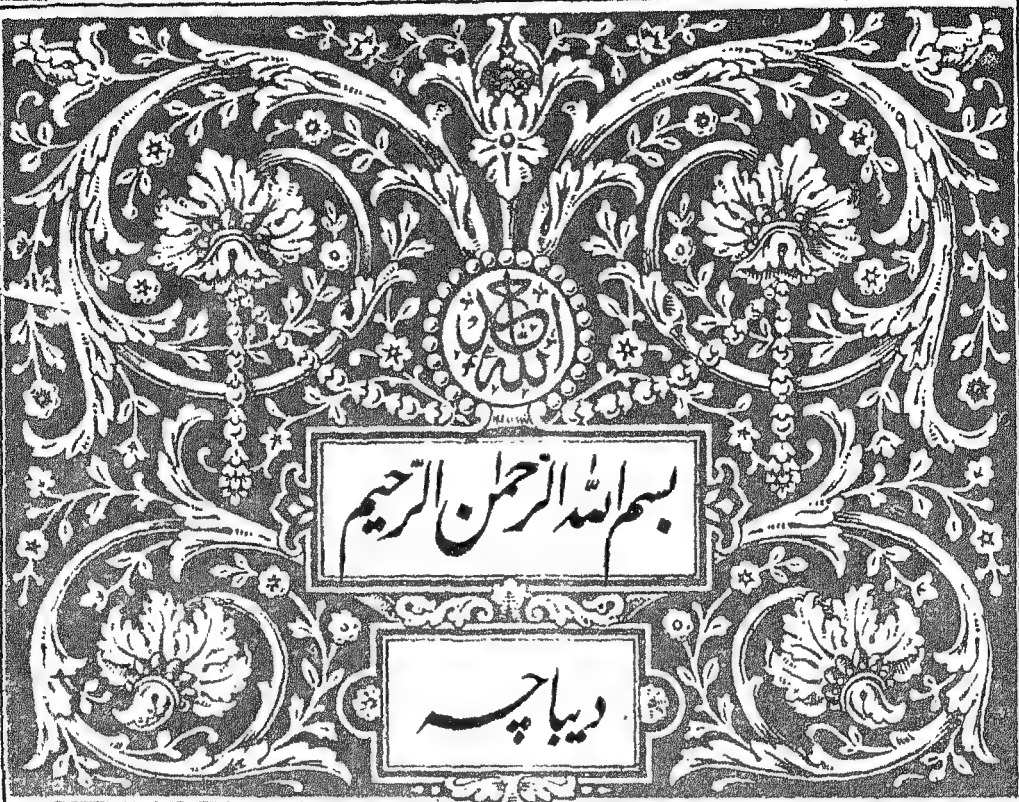
صاحب السلمين ورفيقهم

ادارة الاشاعة للتذكير

رقمه ببصرة امرت سر الهند

١٠ - رجب المرجب ١٣٣٥ هـ

محمد



الحمد لله العلی العظیم \* والصلوة علی التبی الکریم \* وعلی انبیائہ اجمعین \* وعلی من سلك صراط المستقیم

دنیا کی سب مسلم اور مروج اشیا میں سے سب بڑا زائد مذہب ہے۔ یہ پوچھنا کیا ہے؟ یہ جھگڑنا کیوں ہے؟ یہ رسمی عقائد اور شرعی مراسم یہ برہمن کے دقتی اور بت پرست کی مورتیاں، مسلم کی قربانیاں اور ہندو کے چڑھاوے کیوں ہیں؟ گہر کی شعلہ نوازی کیوں ہے؟ عیسائی کا ابن خدا کیا ہے؟ تسبیحوں کے بار، حج کے مناسک، جاترے، نماز، پیٹا، پن، دان، خیرات، صدقات، نذر نیاز، لمبی داڑھیاں، منتشر چہرے، تعویذ، صطبغ، ہون، اشنان، وغیرہ وغیرہ سب مذہبی مراسم مشق و رواج کے وہ اسرار جاری ہیں کہ انکی لم تک پونچھا عوام کے نزدیک کچھ ضرر نہیں باایں ہمہ ہر شخص ان کو نہایت عقیدت اور التزام سے کرتا ہے، انکے سچ یا جھوٹ، روایا اور اہوتوں کے متعلق ایک حرف زبان پر نہیں لاتا۔ جاہل اور عالم، کم فہم اور عاقل سب اس مشق نامعلوم میں حصہ لے رہے ہیں، اور ان کو حسب توفیق نیا ہتے رہنا زندگی کا منستہائے اہم سمجھتے ہیں۔ انسان کی تمام دوستان فرض یقین میں، نہیں بلکہ اسکی اکثر روئداد سعی و عمل میں مذہب ہی وہ ہمہ گیر اور خاموش

حامل ہے کہ اس کا حیرت انگیز اثر کم و بیش ہر فرد پر نمایاں ہے؛ اور مذہب ہی وہ بحث ہے منفک حیطہ دلیل سے خارج، اور اب جدی وہ اثر متواتر ہے کہ ہر شخص اُس پر بے چون و چرا قابض رہنا اپنا فرض منصبی سمجھتا ہے۔

تعب یہ کہ مذہب کی طرف اس عام میلان کے باوجود ابتدائے آفرینش سے آج تک قطعی فیصلہ نہ ہو سکا کہ کونسا مذہب سچا ہے، کونسا شارع کائنات کے منشا کے عین مطابق ہے، مذہب کی سچائی کا معیار کیا ہے، نہیں بلکہ خود مذہب کیا شے ہے، اور اس کا مقصود بالذات تعب یہ کیا ہے؟ خود خدا کی ہستی اور اُس کے صحیح منشا کے متعلق آج تک کوئی حتمی اور متفق علیہ دلیل نہیں مل سکی، ہنستہائے حیات کا عظیم بالکل ناتلاش کردہ پڑا ہے، موت کا حجاب کب راب در راب انسانوں کی موت کے باوجود قطعاً ناقابلِ درک ہو، علم حساب کی صداقتوں پر آج سب انسان متفق ہیں، اسکی کسی ایک شق کے بارے میں شائبہ اختلاف پیدا نہیں ہوتا۔ علم الطبیعیات کے حقائق پر سارا جہان متحد ہے، اُن کو آنکھوں سے دیکھ رہا ہے، اُن سے طلب عمل کر رہا ہے، اُن سے تلخ اخذ کر کے قوت کی راہیں پار رہا ہے! نہیں زمین کی محوری حرکت یا سورج کے اضافی سکون پر بھی سب دنیا بالآخر متفق ہو گئی ہے، سب کے سب عینی شہادت کو فریب نظر سمجھ کر دم بخود ہو گئے ہیں۔ سکون زمین کے متعلق ارسطو کے غلط مذہب کا آج ایک پتیر و نظر نہیں آتا، اگلے وقتوں کے سب غلط علمی نظریے نسبتاً منہ پرچکے ہیں لیکن ہندو اور بدھ اگرچہ برہمن، عیسائی اور مسلمان کے درمیان اختلاف بدستور قائم ہے! مذہب کو ساکنان زمین نے کیوں ایسی شے فرض کر لیا ہے کہ اسکی سچائی کے باین یہ بُعد المشرقین قائم ہے؟ صداقت کی جامع الناس کیفیت کیوں ان سب کو کسی مشترک حقیقت پر جمع نہیں کرتی؟ یہ کیوں ہے کہ سب کی نظروں میں اپنا مذہب سچ ہے اور باقی سب غلط ہیں حالانکہ بظاہر سب کے درمیان تضاد قطبیں ہیں۔ اگر سب اپنی اپنی جگہ سچ ہیں تو اختلاف کیوں ہے، اور جب اختلاف قائم ہے تو سچائی کا ادا کیا ہے؟

یہ سوالات ایسے ہیں کہ صاحب نظر انسان کو وسط حیرت میں ڈال دیتے ہیں! تاہم نسل انسانی کی اجتماعی بہتری کے لیے اُن کے قطعی طور پر حل ہو جانے کی عالم آراء اہمیت ایسے ہے کہ روئے زمین کی اکثر غریزیاں، اُسکے سب سے زیادہ ہولناک جنگ، اسکے بڑے سے بڑے محاربے اور قتالے اکثر اختلاف مذاہب کے باعث پیدا ہوئے ہیں۔ ایک قوم نے دوسری قوم کو اکثر اسی وجہ سے کاٹ کھایا کہ پہلا مذہب جدا تھا، اسکا عقائد الگ تھا، اسکا خدا دوسرا تھا، اسکا پیغامبر اور رہنما اور تھا! اگر فی الحقیقت یہ تمام غریزیاں اور فساد، یہ خانہ جنگیاں اور مجاہدے انسانی رہنماؤں کے ایما اور اُن کے پیغام کے باہمی اختلاف یا بالارادہ تباین کے باعث شروع ہوئے تھے، اور قرنہا قرن تک اسی نمط پر ہوتے رہیں گے تو نسل انسانی کا ایک نہ یک دن لڑکر کالعدم ہو جانا، یا ابداً اسی طرح پر لڑتے رہنا منشاءِ ایزدی ہے۔ اس منشاءِ غالب کے ہوتے ہوئے اُن میں باہمی اشتراک و اتحاد محال ہے، اُن کے بچے ان کی مشترک سطح پیدا کرنا امتنعاً طبعی سے ہی۔ لیکن اگر نوع انسانی فی حقیقت ایک ہی نسل ہے، اسکا بے حد ایک ہی، اسکو پیدا کرنے والی محرک طاقت ایک ہی، اگر وہ حقیقت ایک ہی مطلب کے لیے پیدا ہوا اور ایک ہی منشاء کی طرف لوٹ رہا ہے تو یہ سب باہمی فساد غیر فطری ہے، منشاءِ طبیعت کے برخلاف ہے! خود کشی اور استہلاک ہے، ظلم عظیم اور جہالت کی موت ہی!

میر یقین ہے کہ دنیا کے مختلف پیغامبر جہاں سے آئے تھے ایک ہی پیغام لاتے تھے۔ انہوں نے اس کارخانہ جہاں کو ایک ہی چشمِ تجر سے دیکھا تھا، وہ انسان کی حیران کن مخلوق کو ایک ہی مقام بلند سے دیکھ کر تڑپ اُٹھے تھے! حیرت کی بکیاں، اور علم و خبر کی سنسنیاں اُن کے بدنوں میں ایک ہی راہ سے داخل ہوتی تھیں! وہ اس سوال میں محو تھے کہ یہ سب کچھ کیا ہی اور کیوں ہے؟ اس محتیت اور عشق کے پردہ شکن اضطراب میں حجاب آراء حقیقی نے چلن کی آڑ میں جھلک دکھلائی اور کچھ کہہ کر پھر اوجھل ہو گیا، لیکن جو کہا وہ سب ایک تھا! نوائے ساز ایک تھی! بوسہ بہ پیغام ایک تھا! چپٹک ناز ایک تھی!

کلمہ راز ایک تھا! جب تک مجسم اسرار لوگ اس دنیا میں رہے اس راز کو برملا کہتے رہے، سولی پر چڑھ  
 چڑھ کر اور رسوا ہو کر خلق خدا کو آمادہ عمل کرتے رہے، سب کو ایک نصب العین اور ایک قانون پر متحد  
 کرتے رہے! لیکن جب ناحقیت شناس اور ناجلوه آشنا لوگوں نے اس کلام کو منہجالاتو لوگوں کو آپس  
 میں ٹکڑے ٹکڑے کر دیا، پیغام خدا غلط سننا کر اپنے پیچھے صفیں کھڑی کر دیں! آج سطح زمین پر خدائے قادر  
 کا مستقامہ عذاب اکثر اسی ضد اور بغاوت سے ہے۔ یہ تنگ ظرفی کی چڑ اور نابند بینی کی ضد ہی ہے  
 جس نے دنیا کو اکثر قضا ب خانہ بنا رکھا ہے اور اگر چندے یہی حال رہا تو نسل انسانی کا خدا حافظ ہے!  
 پس مذہب کی ضد فی الحقیقت جہالت اور ناشناسی کی ضد ہے، کم نگہی اور تنگ حوصلگی کی ضد ہے،  
 نسیان درس اور انسانیت کی ضد ہے، علم اور نبوت کی ضد قاطبہ نہیں! علم جہاں ہوتا ہے اتحاد و  
 اشتراک پیدا کر دیتا ہے، حفظ و امن اور سعی و عمل پیدا کر دیتا ہے، اس کے بالمقابل مخالف کو دم مارنے کی مجال  
 نہیں ہوتی، اسکے ہوتے ہوئے جدال ناممکن ہے، شقاق متعذر ہے، جمود محال ہے۔ دو مخالف فسریق  
 آج تک اس بات پر نہیں لڑے کہ پانی ستیاں نہیں، آگ ٹھنڈی ہے، یا بوجھل شے آسمان کی طرف گرتی  
 ہے ایسے کہ سب کو ان کے متعلق علم ہے، سب نے حقیقت کو برائی لعین دیکھا ہے، سب انکے اثر کو ہر وقت اور  
 ہر حال مشاہدہ کر رہے ہیں۔ بعینہ اسی طرح اگر روئے زمین کے تمام مذاہب علم کی کسوٹی پر پرکھے جائیں، اگر  
 انکی اصلیت اور تعلیم بھی علم کے معیار پر آزمائے ماکرالم نشرح کر دیجائے اگر ان پر سے بھی وہ تمام رسمی غلاف جو جہل و  
 نسیان سے لوگوں نے ڈال کر ان کی حقیقت کو مسخ کر رکھا ہے الٹ دیئے جائیں، اور اس مشترک اساس، اس  
 حقیقت مجرورہ، اور اس نفس الامر کی طرف رجوع کیا جائے جو فی الحقیقت ادیان عالم کی سنام اور ان کا  
 صدق بسیط ہے، جس پر ہر جا اور ہر حال عمل ہو رہا ہے، جسکو ہر شخص بچشم خود دیکھ رہا ہے، جسکو علم نبوت نے  
 عیاں کر کے سب کو متفق علیہ کر دیا تھا، تو آج ہی نسل انسانی متحد اور متفق العمل اس طرح پھر ہو سکتی ہے جیسا کہ  
 ابتدائے آفرینش میں تھی، آج ہی سب مقاتلے پھر بند ہو سکتے ہیں، زمین کی سب بگڑی پھر بن سکتی ہو!



دنیا کے ہر شعبہ تلاش و تحقیق میں علم کا پردہ کشا اثر انسانی اعمال و آرا پر اس شدت سے مصلح ہو کہ اس کے بعد کم از کم اُس شق میں فستراق مستعد ہے۔ علم کا منہائے نظر ہر جگہ ملانا ہے، خلیج فاروق کو حتی الوسع کم کرنا چاہئے۔ مشترک سطح پیدا کر کے سب کو مجبور یقین کر دینا ہے! لیکن شرط یہ ہے کہ علم علم ہوسیع و بصیر کی شہادت ہو، وہی اعتقاد نہ ہو، "فرضی یقین" نہ ہو، دل کو دھوکا نہ ہو اگر یہ بات کسی جگہ حاصل ہو گئی ہے توجیر مقابلہ اور جرثقیل کی طرح سب دنیا اسکے ماننے پر مجبور بلکہ مجبول ہے! ۱۔

لیکن سوال پیدا ہوتا ہے کہ وہ پیغام بنفسہ کیا تھا، وہ صدق بیسوط اور نفس الامر کیا تھا؟ اس کی نوعیت کیا تھی؟ اس کا علم کیا تھا؟ وہ کیا تھا جو بن بن کے بگڑا اور جیتک پیغام بتر آتے رہے پھر بستر رہا؟ اگر انسان کی حس مشترک اس اہم اور وسیع سوال کو لاگ لپیٹ کے بدون کسی بلند مقام نظر سے حل کر سکتی ہو تو جواب یہ ہے کہ اُس مالک کو کون و مکان اور جہاں پناہ بے نشان نے بے نیازی کی شان میں ان دل باختہ لوگوں سے اگر کچھ کہا تو یقیناً انسان کی اپنی ہی بہتری کے لئے کہا، اُسی کی بہبودی کو پیش نظر رکھ کر کہا! یہی ہو گا اور قطعاً ہے کہ اولاد آدم اس کار گاہ جہان کے اندر کیونکر رہے؟ اور حیوانوں کے بالمقابل فطرت کی یہ اتنی اور جاہل مخلوق کیا کرے؟ اور کیسے چلے؟ وہ کیا ہے جس سے نسل انسانی کو زندگی اس تگاپورے دامد میں امن حاصل ہو، حفظ و ارتقا حاصل ہو، بقا اور رضا حاصل ہو! یہی اس نبی اعظم کا بُت باب تھا جو محکم قضا و قدر کے استثناء علیہ سے نبیوں کو ملی، اور یہی سچی نبوت ہو، یہی انتہائے علم و خبر ہے، کمال کشف و الکشاف ہو۔ اس علم کے بالمقابل سب ماسوا کا علم ہیچ ہے، سب کمتر معاملوں کی خبر ہیچ ہے، علم حقائق الاشیا صفر ہے، علم موالید جہاں ہیچ ہے! بڑی سے بڑی اور نفع مند خبر جو انسان کو مل سکتی ہو یہ ہے کہ اس زمین و آسمان کی ملکوت کیا ہے، حکم قضا و قدر کیونکر ہے، الہی فیصلے کس اصول اور قانون کے مطابق ہیں، اُمتیں کیوں فلک الافلاک چرچرھ جاتی ہیں، تو میں کیوں تحت الشرع میں گرتی ہیں، سزا کس معیار کو دیکھ کر آتی ہے، جزا کس دستور کو نباہ کر ملتی ہے؟ یہی وہ مہتمم بالشان سوال ہیں جو نسل انسانی کیلئے موت

حیات کے سوال ہیں۔ ان کے بالمقابل کسی فرد کی بہبودی کا سوال بیچ ہے، شخصی افراط کی تلاش بیچ ہے، انفرادی تفریط کا خیال بیچ ہے۔ جو بات حتمی اور قطعی ہے یہ ہے کہ زمین کا یہ کارگاہ جلیل کمال عدل انصاف چل رہا ہے، صحت اور توازن سے چل رہا ہے، دھڑلے اور تکنت سے، قوت اور زور سے چل رہا ہے۔ سہیں جو بات ہو رہی ہے نقد و نظر سے ہو رہی ہے، انتخاب انتظام سے ہو رہی ہے، نظم و نسق سے اور غور و خوض سے ہو رہی ہے۔ اس کا محرک جل و علی وہ مالک سمیع و بصیر ہے جو ہر شے کو بغیر تمام دیکھ رہا ہے، پہنائے زمین کو دیکھ رہا ہے، نسل انسانی کو دیکھ رہا ہے، اُنہوں کے اعمال کو دیکھ رہا ہے، افراد کے سعی و عمل کو دیکھ رہا ہے، بدنیک کو، کہ دیر کو، شاہ و گدا کو، بالا و پست کو دیکھ رہا ہے، اس منظم اور مضبوط، اس لڑنے لگنے اور صحت حکومت کے اندر استبداد کی بوجھ قطعاً نہیں، قطعاً نہیں، افراط و تفریط قطعاً نہیں، ثواب کی لالچاً نہیں اصلاً نہیں؛ میرا یقین ہے کہ ملکوت جہان کی اسی اہم شق کا علم سب انبیائے کرام کو ملا، اور اسی آئین جزا و سزا کی خبر انہوں نے ڈنکے کی چوٹ دی۔ انہوں نے انسان کو اس زمین پر خوش اسلوبی سے رہنے کا ڈھنگ سکھلایا، انہوں نے اجتماعی بقا کی راہ دکھلائی، انہوں نے اقوام کے مدوجرز کے اصول بیان کیے، حکومت خدا کو ظلم سے قطعاً بری ثابت کر کے دنیاوی سزا کی تعمین کی، اُخروی جزا و سزا کی تبیین کی، افراط کے طرز عمل کو ظاہر کیا، اُنہوں کو راہِ رست پر چلا کر صدیوں تک ممکن اور دوام دے گئے، نافرمانوں کو ان آنکھوں سے سزا ملتی ہوئی دکھا گئے؛ یہی اُن کا لایا ہوا دین تھا، اور اسی دین (طرز عمل) پر چلنے کا خدا مسمیٰ تھا۔ اگر انسان کے اس دنیا میں چلنے کا فی الحقیقت کوئی مقرر دستور نہیں، اگر اُس کا اس جہان میں طریق عمل سب ان اپنا اپنا سٹاپ اور اثنا سٹاپ ہے، اگر اُسکی نسل کے متعلق شادی و غم، عسروِ سر، سزا و جزا، فنا و دوام کے سب فیصلے کسی صحت اور التزام سے نہیں ہوتے، اگر زمین و آسمان کے اس کارگاہ عظیم میں انسان ہی وہ بدبخت و بدو ہے جس کا اس دنیا میں طرز عمل کسی اصول کے ماتحت نہیں، اس کا کوئی دین مقرر نہیں، دراصل ایک ادنیٰ مخلوق حیوانی اور نباتاتی سب کی سب اپنی اپنی راہ اور مذہب پر لگی ہے، مقرر

فرض ادا کر رہی ہے، نہیں، جب سوچ کا دین سے تیرہ لاکھ ٹنا بڑا کرہ بھی اس شان و اہمیت کے باوجود اس صحت اور التزام سے اپنے وقت پر نکلتا ہے، ساکنان زمین کو نور دے رہا ہے، کسی بینشال حاکم کے حکم پر مجبور ہے، کسی ہیبت انگیز اور لرزہ خیز قانون کو نباہ رہا ہے، اگر یہ اوروں کے حق میں سب کچھ ہو اور انسان کے حق میں کچھ بھی نہیں تو اس نیا کے اندر سزا و جزا سب ظلم ہے، شادی و غم ظلم ہے، فنا و بقا ظلم ہے، شان کبریا سے بعید ہے، حکومت کی ساکھ کے خلاف ہے، سنت اللہ اور عادت رب العالمین کی نفی ہے اگر اس کا رخانے کی بنا انسان کے حق میں یہ ظلم ہے تو یہ زمین اُس کے رہنے کے لائق شہا نہیں اور اگر عالم آرائے زمین و آسمان نے انبیاء کو کم از کم یہ طریق عمل، یہ آئین بشر، یہ دین متین، نہیں بتلایا تو حقیقت کچھ نہیں کہا! پس انسان کا اس دنیا میں صحیح طرز عمل ہی فی الحقیقت اس کا دین ہے اور امتوں کی سزا و جزا کا اہل دستور سمجھ لینا اس کا فرض عین ہے، اسی کا علم **علم الاولیاء** ہے، اسی دین کی قطعی ضرورت ہر فرد بشر کو ہے، اسی عمل کے مختلف اجزاء و تمام و کمال ہمیں ہر لحاظ میں مختلف موقعوں پر لائے اور تفسیروں تک لوگوں کو اُس بتائی ہوئی راہ پر چلاتے رہے۔ نیکی اور بدی، سچ اور غلط، راستی اور کجی کا تاثر احساس نا بلداً حیوان نما انسان میں اسی علم کے باعث پھیلا۔ وہ اجتماعی خوبیاں اور صلاح عمل جو روزِ ازل سے ہر زندہ قوم کے افراد کی طبیعتِ ثانیہ بن جاتی ہیں، سب کی سب اسی تعلیم سے ماخوذ اور اسی علم کا جزوِ قلیل ہیں۔ وہ اصول بقا و دوام جن پر سب مرتقی آتے ہیں آج بدرجہ اتم عامل ہیں اسی علمِ طویل کے بقیہ آثار ہیں! نسبتاً کو فطرت کے اس حکم کبرے کا علم ان کی بے مثال بصیرت کے باعث ملا! اس کا رگاہ جہاں کو بحیثیت مجموعی اور اجتماعی نقطے پر دیکھ کر ملا! کمال غور و انہماک سے ملا! وسیع نظری اور بلند بینی سے ملا! تعلم کے بام بلند، اور تدبیر کے افاقِ اعلیٰ، چڑھ کر ملا! زمین سے کئی منزلیں بلند ہو کر بلکہ **ستاروں** کی جسد گاہوں پر پونچھ کر ملا! نہیں، آسمان سے اور آسمان پر بسنے والے خدا سے ملا! وحی اور نبوت سے، عجز اور عشق سے، تدقی اور حکم سے ملا! نبی م

کی نبوت اُس کے اپنے زمانے میں وہ لرزہ فگن اور سکون برانداز شے تھی کہ جو گروہ اُن کے حلقہ اثر میں آجاتا تھا اُن کے کہے پر یکسر عامل ہو جاتا، وہ رہنمائے جلیل اپنے گردوں شکافِ علم اور سپہِ عمل سے، اپنی یقین انگیز تعلیم اور جوصلہ افزا تدبیر سے، اپنی پردہ کشائیں و تلقین سے قانونِ خدا اور اُس کے امن افزا نتائج کو ہر مصاحب کی نظروں میں ڈو اور دو چار کر بیٹھ عیاں کر دیتا، پھر عالموں کا جم غفیر پروانہ وار اُس کے گرد جمع ہو جاتا، اقلِ قلیل مدت میں وہ اُمت کا میاب اور فائز المرام ہو جاتی، اور سچی عمل کے اس دارالحسنہ میں آئندہ نسلوں کو مدتوں عمل کی راہ دکھلاتی! انسانی امتیں اس الٰہی درس کو بار بار بھولتی رہیں، بار بار اُن کے عزم میں تزلزل اور علم میں کمی واقع ہوتی رہی۔ کچھ مردِ وقت کے باعث، کچھ غلط تبلیغ سے، کچھ ناشناسوں کی کج بینی اور غلط رہنمائی سے، کچھ انسان کے اپنے مکرو تاویل سے، کچھ خوش اعتقادوں کی حُسن نیت سے، کچھ مکاروں کی بدبستی اور نفس پسندی سے لوگ اُس محمدِ خداوندی کو بار بار بھولتے رہے لیکن انبیائے کرام نے پھر ایک ت کے بعد اس سبق کی تجدید کی، قانونِ الٰہی کو دہرا کر پھر عمل پیدا کیا، قرون کے جبین و انحطاط کو مردی اور بامردی میں بدلتے رہے۔ پہلے سبق میں کچھ اور ملاکر ہدایت کو بیش از بیش مکمل کیا، نئے احوال کے باعث نئے اوزار حاصل وضع کیے، پُرانی روشوں کو جسے اصل قانون اور نفسِ دین پر کچھ اثر نہ پڑتا تھا، بے اثر یا غیر ضروری سمجھ کر متروک کر دیا، نئے اور مؤثر طریقے اُس اصل اصول کے لیے اختیار کیے، الغرض جس صورت اور رنگ میں اس تعلیم کا طور ہوا، اُنکے ذریعے سے **صل دین** ہی کی تجدید بلکہ تکمیل ہوتی رہی۔ کوئی مخالف راہ عمل، کوئی نیا دین یا جدا مذہب دنیا کے کسی نبی نے حتماً قائم نہیں کیا۔ وہ سب کے سب اُس ایک اصل اساس ہی کو اُسی حقیقت مفردہ اور صدق بسیط کو، اُس **دینِ فطرت** اور قانونِ خدا ہی کو از سر نو عیاں کرتے رہے جو عصیان کار اور فطرت سے باغی انسانی امتیں دہم دم بہولتی رہیں، اور دردناک سزائیں پاپا کر ہلاک ہوتی رہیں۔ الغرض انہوں نے اُسی ناقابلِ بدل آئین پر اپنے تمام عقائد کی، اعمال و افعال کی، مراسم و شرائع کی تعمیر کی۔ لوگوں نے بعد میں دینِ فطرت کے ان تمام ظواہر و مناسک جو قانونِ خدا پر چلنے کے صرف خارجی

وسائل تھے، اساس دین سمجھ لیا، فروعات کو عین شریعت سمجھ کر اصل سے غافل ہو گئے، انکی سطحی اور سی  
 نباہ پر ہی اپنا سارا زور صرف کر کے نتائج سے بے پروا ہو گئے! ادھر امتوں نے اپنے رہنماؤں سے ذاتی عقیدت  
 اور نیاز مندی ظاہر کرنے اور حسب مطلب احکام کو ضرورت سے زیادہ اہم سمجھنے میں ناروا غلو کیا، ایک پیغمبر کے ظواہر  
 و شعائر سے ہٹ کر نئے رہنما کی ملت میں شامل ہونا تو ہیں سمجھا، پھر لوگ نبیاری کی وساطت سے قانون خدا  
 کی تعمیل کرنے، اور اسکو ذریعہ علم سمجھنے کی بجائے اُن کے پیچھے لگ کر فرقہ بندی بن گئے، خدا کو تسلیم کرنے اور  
 مُسْلِم بننے کی بجائے موسوی، اور گوتی، عیسائی اور محمدی بن گئے۔ اُسی کو سراہنا، اُن کو اپنے اعمال و  
 افعال میں بُت بنالینا جہز و دین جانا، نفعانیت اور ضد کی اس کشاکش میں صلیت سرتاپا مسخ ہو گئی، قانون خدا  
 نگاہوں سے اوجھل ہو گیا! مذہب صرف جذبے اثر رسوم اور بے سبب رواجوں کا نام رہ گیا، انکی لم کیسٹ غائب  
 ہو گئی۔ ہندو نے گائے کے احترام میں ناروا توکل کر کے اُسکی پرستش شروع کر دی، اوصاف خدا کو ظاہری  
 اہمیت دینے کے بہانے سے ہر وصف کا علمیہ منظر دیوتا کی صورت میں وضع کیا، عیسائی مسیح کو سچ مج  
 ابن خدا کہنے لگے، مسلمانوں نے دائیوں اور تہمدوں، مسواکوں اور دھیلوں کو اسلام سمجھ لیا، یہودی  
 تسیحوں کے پیچھے لگ گئے، بدھ چلہ کشی میں محو ہو گئے، گبر نے نور آتش کو خدا سمجھ لیا، پھر حج، جاترے،  
 نماز، زکوٰۃ، روزے، برت وغیرہ وغیرہ سب کے سب بے مطلب سوم اور بے نتیجہ شعار ہو گئے، مذہب بے دلیل  
 شے بن گیا، ذہن اور منطق سے اسکا کچھ واسطہ نہ رہا، خدا کے بنائے ہوئے آئین عمل اور نبیاری کے لائے  
 ہوئے علم نے خدا کے دیئے ہوئے ذہن کو قطعاً بے دخل کر دیا! آج مذہب اور علم کے مابین جنہیت،  
 اور اُحم عالم کے مابین سب داخلی اور خارجی فرقہ بندی اکثر اسی سیان دس اور غلو فی الدین کا  
 نتیجہ ہے!

آج دنیا کے نئے اور پرانے سب مذہب حیطہ دلیل سے اصلاً خارج ہو چکے ہیں، لوگوں نے اُن کے  
 بارے میں استدلال کرنا، اُن کی حکمت اور فہم پر غور کرنا، اُن سے نتائج اخذ کرنا، الہامی کتابوں کا بغور تمام

مطالعہ کر کے الٰہی دلیل کی تہ تک پہنچنا کٹھن سمجھ لیا ہے۔ ساکنان زمین کا یقین ہو چکا ہے کہ مالکِ مینِ  
 آسمان کے احکام آنکھیں میچکرانے کے ہیں، اُن میں کوئی دنیاوی حکمت مضمر نہیں، اُن کا کوئی مستقل مصلحت  
 نہیں، کچھ دنیاوی پہلو نہیں، کچھ فوری غرض و مطلب نہیں! اس طسِ ستارِ جہان اور گارخانہ کائنات کا قہر  
 اور گوشہ اُس خلاقِ عظیم کی حکمت کا لہ اور حجت بالغہ کی روشن دلیل ہے، انسان فطرت کے بحرِ بیکران سے ہی  
 کچھ صدف ریزے چن چن کر بادلوں میں اُڑ رہا ہے، زمین پر لکڑی کے گھوڑے اور پانی پر لوہے کے مگرچھوڑا  
 رہا ہے، کھرباکی حیرت انگیز طاقت مشرق اور مغرب، شمال اور جنوب کو ایک کر رہی ہے، ہزاروں میل پر  
 بھی ہوئی بات چشمِ زدن میں کانٹن لیتا ہے، حرکت، حرارت، نور، مادہ سب اپنی مخفی ممکنات کو عیاں  
 کر کے دنیا کو دم بخود کر رہے ہیں، یہ سب کچھ اس خدائے عظیم کے کیئے ہوئے کام سے اخذ ہو رہا ہے مگر اُس کا  
 کلام الٰہیاذ بانٹ دے معنی ہے، ناقابلِ التفات ہو، بے نتیجہ اور بے مطلب ہے، اُس میں کچھ علم و حکمت موجود  
 نہیں، کچھ خبر و نبوت نہیں! **مغرب** کے دارثانِ علم بھی آج اپنی تمام تحقیق و تدقیق کو اشیائے فطرت  
 کے خواص اور اجسام کائنات کے حقائق کی تلاش میں وقف کر رہے ہیں، وہ اپنا سب زور اسی میں صرف  
 کر رہے ہیں کہ ابدان کا صحیح علم حاصل کریں، اور اُسکی وساطت سے ترقی کے بامِ فریب پر چڑھیں۔ اُن کا  
 علم آج فلک افلاک کی بلندیوں اور تحت الثرے کی گہرائیوں تک ہاتھ پیرا رہا ہے۔ فطرت کی صحت اور وقت  
 اشیاء کی لاستناہی ممکنات اور امن منہ کی کیفیات پر اُن کو یہ صبرِ گسل یقین ہے کہ کائنات کے ہر جزِ بلا تجزئہ  
 کے اندر انکو ایک پہاڑ پوشیدہ ہونے کا امکان نظر آ رہا ہے۔ وہ اس مویشی گافی اور دقیقہ آرائی میں عمریں صرف  
 کر رہے ہیں، جانیں فدا کر رہے ہیں، حیرت انگیز اضعا فی قوت کی دور بینیں اور خورد بینیں، دقیقہ رس آلات  
 اور مینر انین اس اعجوبہ گاہ فطرت کے ہر ذرے کو بغور تمام پرکھ رہی ہیں، لیکن خدا کے کئے ہوئے الفاظ  
 اُن کے نزدیک کچھ لائق التفات نہیں، کچھ قابلِ تفتیش نہیں، کچھ محمل اور حامل المعانی نہیں، کچھ وقتِ نظر  
 کے محتاج نہیں، کچھ دور بینی اور خورد بینی امتحان کے اہل نہیں! **علم الابدان** سے مغرب کو یہ انتہائی

شنف ہو لیکن علم الادیان کی طرف یہ بے توجہی ہے! نسل انسانی کو چند لمحوں کے لیے قوی تر بنادینا  
 اُن کے نزدیک اس قدر ضروری ہے لیکن جماعتی بقا کے لیے محکمہ قضا و قدر کی ٹوہ لگانا کچھ ضروری نہیں  
 وہ حفظ و آرام کے فوری سامان پیدا کرنا ناگزیر سمجھتے ہیں لیکن دوام اُمم کے اصول کو نظر انداز کر رہے ہیں  
 اشخاص کی نفسی صحت کا انکو بے حد خیال ہے مگر اقوام کی اجتماعی موت سے کچھ سروکار نہیں، گہری آرتھرائٹس  
 کا یہ خاص الخاص اسہام ہے مگر گہری دیر تک رہنے کا کچھ فکر نہیں! صد ہا امتیں دیکھتے دیکھتے اس رویے  
 زمین سے محو ہو گئی ہیں، اُن کے عہد عروج کے حیرت انگیز کارنامے آج صرف افسانوں میں باقی ہیں، ہلاکت  
 کا حکم خسروی کئی ایک کے بارے میں نافذ ہو چکا ہے یا ہو رہا ہے، مگر اُن کے اسباب فساد و انحطاط، اُن کے  
 اس دنیا میں بُرے طرز عمل، انکے بُرے دین، اور غلط مذہب کا علم حاصل کرنا کچھ ضروری نہیں! **الممانیہ**  
 اپنے بے نظیم علم حقائق الاشیاء، فقید اللشال عسکریت، اور محسوس العقول قوت هجوم کے باوجود  
 حال کے محاربہ عظمیٰ میں شکست فاش کھا چکا ہے مگر اس دہشت انگیز آبی فیصلے کی لم کو جانتا، فریقین کے اعمال  
 کی مثل کا اضافی اور مکمل مطالعہ کرنا، انگریز کی مجموعی صلاحیت اور المانی کی اجتماعی عدم صلاحیت کی تہ تک پہنچنا مغربی  
 مفقوش کی نگاہ میں چنداں ضروری نہیں۔ خود انگریز کا اگلارعب و وقار اسکی اپنی مستعمرات پر چند برسوں  
 سے اس تیزی سے مٹ رہا ہے، مشرقی مقبوضات پر اسکی گرفت استعد بے ثبات اور ڈھیلی ہو رہی ہے کہ اتنی  
 عجائب نمایوں اور تماشہ آرائیوں کو دیکھ کر بدن کے رونچھے کھڑے ہو رہے، لیکن انگریز کی گمراہی، انس کی  
 بُرے راہ روی اور اُسکے غلط مذہب کا صحیح علم رکھنا یا اسکی تدبیری عدم صلاحیت کے باعث کو مدون کرنا کچھ لائق توجہ  
 نہیں رہا! کیا انسان کے لیے اس دنیا کی ہر شے کو دریافت کرنا، اُن کی داخلی ترکیب و ترتیب کے درپے رہ کر  
 اُن سے طلب عمل کرنا تو نوا ہے مگر خود اپنے بارے میں اس بات کا علم رکھنا کہ دنیا کے اس ناپید کن محیط اوکا زار  
 جہان کی اس حیران کن گادوں میں وہ صحیح حل رہا ہے یا غلط حل رہا ہے، فنا یا بقا کی طرف جارہا ہے، اسکی مجموعی روش  
 بعینہ کیا ہو، نکتہ اور اس کیونکر ہو، حفظ و دوام کس طرح حاصل ہو، غالب اور فائز المرام کیسے ہے، فی الحقیقت جرم عظیم



کیا آج مغربی حکیم صرف اس بات پر مطمئن ہو گیا ہے کہ ڈارون کے اپنے زعم میں فیصلہ کن قول کے مطابق دنیا میں اسی گروہ کو بقا میسر ہے جو اصلاح ہے، وہی قائم رہا ہے جو عیشت کے پیہم تنازعے میں گونے سبقت لیجا رہا ہے، اور جب تک مسابقت قائم رکھ سکے بے خوف و خطر ہی؟ کیا بدہیتیات کی اس نادون شق کو مدون کر لینے کے بعد پہلا اور آخری سوال یہ نہیں رہتا کہ اصلاح فی الحقیقت کیا شے ہے، وہ کس نامعلوم ملک کا نام ہے، اس کا مکمل اور صحیح مفہوم از روئے قانون طبیعت کیا ہے؟ بلکہ شرط قضا و قدر کی وہ کتاب تفسیرات کہا ہے جس میں اسکی تعریف لکھی رکھی ہے، جس میں اسکی سبب ثقیں بالتفصیل درج ہیں، جس میں اسکے ہر ممکن کیف حال کو اس طرح پر عیاں کر دیا ہے کہ بعد ازاں غلط عمل اور شک کی گنجائش قطعاً نہ رہے؟ اگر اس بیچ در بیچ سوال کا حل حکماء مغرب کے ایک عام اجلاس میں طے ہونا قرار پائے اور دس بیس یا دس ہزار حکیم بھی اپنے علمی تجربہ اور ذاتی تجربات کو ایک مرکز پر جمع کر کے اصلاح کی ایک تعریف وضع کر لیں، اور بعد ازاں تاریخ زمین کو سامنے رکھ کر دنیا کی سب غیر صالح مخلوق اور فنا شدہ اقوام کے نامہ ہائے اعمال کو اپنی وضع کی ہوئی تعریف سے منطبق ثابت کر دیں، تو بھی انسانی قیاسات اور منطقات کی اس دلچسپ اور گراں گزشت بحث میں آخری اعتراض ہی وارد رہے گا کہ اصلاح کی اس سلسلہ تعریف کی اصل اور حتمی سند کیا ہے، اس کے کامل اور حاوی ہونے کی کیا شہادت ہے؟ اسکی الٹی اور سکرری تصدیق کہاں ہے، اس پر محکمہ قضا و قدر کی ٹھکر کدھر ہے، اس پر شخصہ حکومت کے کہاں دستخط ہیں؟ یہ کیا سخن پوین ہے کہ مجرم یا معمول علیہ رعیت کے نسراد کا ایک گروہ خود ہی کتاب تفسیرات کی ایک دفعہ کو لیلے، اور بعد ازاں اپنے چند ایک بہائی بند مجرموں کی روئے ادب سے اس کو سامنے رکھ کر اس دفعہ کی قانونی مصطلحات کی ایک لگتی ہوئی تعریف وضع کر لے، اور تصدیق شدہ ہدایت سے بے نیاز ہو جائے؟ ایسی ناقص اور خود ساختہ تعریف منشاءے حاکم کو بعینہ کیونکر ادا کر سکتی ہے؟ نہیں، بلکہ حاکم وقت کی غیرت اور قدرت، اس کے علم و فضل، اسکی مصلحت شناسی اور ہمہ بینی کو مدنظر رکھ کر رعیت کا اس تعریف کو حاکم سے

من وعن قبلوا لیسنا کیونکر ممکن ہے؟ پس بسزا و سزا کے معیار و سبب کی کامل تعیین حاکم اعلیٰ اور مقتن اول ہی کر سکتا ہے۔ یہ اسی کا منصب ہے کہ مصلح حکومت کو پیش نظر رکھ کر ایک قانون بنائے، اور پھر اس قانون کی جس طرح پر مناسب سمجھے تشریح و تبیین کر دے، اسکے بنائے کیلئے اسالیب عمل مقرر کرے، جو وضع کرے دس پچاس بلکہ سو قدم آگے کو دیکھ کر وضع کرے، جو کئے اس میں رعیت کی دائمی بہبودی نظر ہو، چین اور آرام پیش نہاد ہو۔ نابلد اور کوتاہ نظر رعایا کا مقام نہیں کہ ایک لامتناہی وسعت اور ناپیدائنا علم و خبر کے بالمقابل اپنی محدود نقد و نظر کے مست رفتار گھوڑے دھائے، یا حاکم کا صحیح اور مکمل غدیہ محکوم کے وقتی اور مقامی احوال کو دیکھ کر اخذ کرے۔ اس طریق استقرار و استنباط سے جو کچھ اخذ ہوگا اقلًا مکمل ہوگا، اکثر قیاس رائے ہوگا، تخمین و گمان ہوگا، اٹکل کے لگ بھگ ہوگا، وہ علم و نبوت کے بلند مقام تک ہرگز نہیں پونچ سکتا، گو کہ تجویزین نے اپنے زعم میں اسکی اکثر بنا مشاہدے اور تجربے پر رکھی ہو اور سب نتائج حوادث خالیہ یا احوال جاریہ کو دیکھ کر ہی مرتب کیوں نہ کیئے ہوں۔ \*

میرا یقین ہے کہ انسان کو وحی کی ضرورت اُسکے اسی مفتقر اور محتاج ہونیکے باعث سے ہے، کم نہیں اور کوتاہ نظر ہونیکے سبب سے ہے، تنگ افق اور نارسا ہونے کی وجہ سے ہے۔ نہیں، بلکہ علم الابدان کے مبادیات کے بعد انسانی راہ عمل اور دین کے علم حلیل کی ابتدا یہیں سے ہے! کائنات فطرت کی اس ناپیدائنا کثرت و فضا میں جہاں جہاں انسان کا بدنی علم پونچ رہا ہے اسکو بالآخر اسواختیر کے کچھ ہاتھ نہیں لگتا، وہ آنکھیں پھاڑ چکا ہو دیکھتا ہے مگر آخر کار رہ جاتا ہے، کان لگا لگا کر سنتا ہے مگر سٹپٹا جاتا ہے، وہ سمجھنے کی سعی بالابطاق کرتا ہے مگر پھر کچھ نہیں سمجھتا کہ وہ خود کیا ہے اور کہاں سے کہہ کر جاتا ہے! ایسے نگار خانہ چین اور سختی زار عالم میں جہاں اسکو ابھی اسسما اور ابدان سے پوری واقفیت نہیں ہوئی، جہاں اسکو زمین سے نزدیک ترین سیارے تک کی مخلوق کا حال معلوم نہیں ہوا، جہاں وہ زمین کی مخلوق کا صحیح اندازہ کرنے میں حاوی ہونے کا اذعان نہیں کر سکتا، وہاں اسکا انسانی اہتوں کے بقا و فنا کی خفیہ مسئلہ پر حاوی ہو جانا از بس متعذر ہے! اقوام عالم کے بارے میں وہ سب

تذہیر اور جو حکمت قضات در اکثر اوقات ہزاروں برس میں کرتا ہے، جس کا سبب بے کشادہ عاجز اور ہچمپیہ ز  
انسان کے دست نارسا سے ختم ہوتا ہے، جس کے دریائے علم و اہمت میں انسان یا اُس کے رساترین ذہن کی ہستی  
ایک تھکے سے زیادہ وقت نہیں رکھتی، جس کے صحیح بے پایاں کی ہولنازیوں میں اس کی بڑی سے بڑی  
اُزنت پرواز گس سے زیادہ بلند نہیں ہو سکتی، ایسے تدبیر امر کی کنہ و اہمیت دریافت کر چکے لیے انسان کے  
ظاہری اور باطنی حواس اور یہ اقل قلیل علم از بس عاجز نہیں، اُس کے لیے کوئی یقینی استقصا بے سود ہے،  
استقرار بحث ہے، استنباط محال ہے۔ انسان اس دنیا کے اندر اپنی بہتری کے لیے سب کچھ کر سکتا ہے، اپنے  
استعمال کے لیے ہر شے مستحق کر سکتا ہے، موالید و عناصر کو اپنا طمع بنا سکتا ہے، آگ، آتش پر، برہو، بھڑو،  
بالا و پست پر قابض ہو سکتا ہے، اپنے حواس ظاہری کو اشیائے فطرت کی مدد سے بیدار و دور رس  
کر سکتا ہے، لیکن اپنی موت و حیات کے سوال کو اس تھوڑے سے علم کی مدد سے آپ حل نہیں کر سکتا  
اُس کے مکمل قانون کا علم لامحالہ اُس قدر نواز اور غریب پروردگار کی مومہبت کبریٰ ہی ہو سکتا ہے جس نے  
اس زمین و آسمان کو پیدا کیا، اُس سے کمزرات کی طرف سے اس کا ادا ہونا محال ہے، جس قوم کو نعمت غیر متبر  
ماں ہو گئی ہے، اور جو قوم اُس قانون کو دنیا کی بڑی سے بڑی نعمت فی الحقیقت سمجھ کر اس پر صحیح معنوں میں عمل پیرا  
ہے وہی صالح ہے، وہی نورا اور ناقابل ضرر ہے، وہی دائم اور قائم ہے، اُسی پر زمین و آسمان کے دروازے  
بلاشبہ کھل چکے ہیں اور جب تک اس صحیح عمل سے یک سرہ تفاوت اور تجاوز نہیں ہوتا اس دنیا میں پیچوف  
خطر ہو کر رہنا اُسی کا حصہ ہے!

مغربی حکمائے کلام وحی کو قطعاً اُس نظر سے نہیں دیکھا جیسا کہ اُس کا حق تھا۔ وہ ادیان عالم کے باہمی تضاد  
اور اصولی تضاد کو دیکھ کر اس سے یکسر متنفر ہو گئے، وہ اقوام جہان کے اُس کے متعلق مضحکہ خیز عمل کو دیکھ کر تیز ہو گئے،  
جو دیکھا اُس کے متعلق کثرت سرگرا دیا، جو پایا اُس سے فی الجملہ خاموش اعراض کیا، تین خداؤں کا ہونا اور پھر ایک کا ہونا،  
خدا کے ہاں بیٹے کا پیدا ہونا، اُس کا چند سپاہیوں کے ہاتھ سے مصلوب ہونا، اُس کی عدالت پر متکفل خدا کا

بندوں کو اپنے غیظ و غضب سے بچانے کیلئے کاٹھ کی سولی پر جان دینا، اسکا مرقہ ہو کر جی اٹھنا، اس کا بن باپ کے  
 لیکن ماں کے پیٹ سے پیدا ہونا، ہندو کا ایک حیوان کو خدا سمجھنا، پتھر کے اپنے ماتھے سے تراشے ہوئے بتوں  
 کے آگے ماتھا ٹیکنا، دریاؤں اور آبِ رام فلکی کو خدا سمجھنا، گبر کا لگ کے سامنے سجدہ کرنا، مسلم کا خدا کو مٹھ سے  
 ایک ایک بچتے رہنا، کھٹے اور لالچل پڑھ پڑھ کر جنت کے حقدار بننا، قرآن کا ایک ایک حرف پڑھ کر دس  
 نیکیوں کے منتظر رہنا، پیروں کی پرستش، قبروں کی زیارت، پھونکا پھانکی اور استنجاؤں کو دین سمجھنا وغیرہ  
 وغیرہ، فی الحقیقت ایسی مضحکہ انگیز، ناکار برآر اور بے دلیل باتیں تھیں کہ ہر سلیم الذہن شخص کو ان سے اعراض کرنے کے  
 سوا چارہ نہ تھا۔ انہوں نے فسادِ عقل کے اس تمام کدِ بستانِ اعتقاد میں نہ علم دیکھا، نہ سمجھ بصر کی شہادت!

**علمِ فطرت کی حقیقت کشا، نفع مند اور نتیجہ خیز تعلیم کے ہوتے ہوئے اُن کو حالت کی ان فہمہ خیز**  
 کارفرمایوں میں نہ مسلم کی افواہی توحید پسندی نہ عیسائی کا قبیلہ ساز شرک! وہ اسی دھن میں  
 لگے رہے کہ اعتقادات کو یکسر خیر یا بد کہہ کر قیاسیات کی طرف اپنی ساری توجہ صرف کر دیں اور مذہب کے اپنے  
 دائرہ تحقیق سے یکسر خارج کر دیں! یہ دلیل کہ ایک خدا کی طرف سے ایک بنی نوع انسان کی طرف ایک لاکھ پیغمبر  
 کی وساطت سے بھیجا ہوا پیغام بھی ایک ہی ہو سکتا تھا بجائے خود اس قدر کارگر تھی کہ عیسائی اور ہندو اور یہودی  
 اور مسلمان کی اپنے اپنے مذہب کی سچائی کے متعلق ایک ہزار دلیلیں بھی اُسکے بالمقابل جتنا نہ ٹھیس سکتی تھیں، لیکن  
 انسانی ابداع و اختراع کی اس ظلمت انگیز دروغبانی میں مغربی عالم نے اس امر کی طرف توجہ نہیں کی کہ طالع  
 علم کا فرض نفسِ حقیقت اور اصل پیغام کی طرف توجہ ہونا ہے، عوام کی اُس پیغام کے بارے میں بنائی ہوئی  
 محبت سے اُسکو چنپ داں بحث نہیں۔ یہ سوال کہ کیا سب ہنایانِ خلق اور اجلۃ الناس جو اپنی مدۃ العمر میں  
 عمل کے بعد خلق خدا کو ایک راہ پر لگا گئے تھے، جو اپنی دھن کے اس قدر پکے تھے کہ گردنیں کٹوا گئے مگر اپنی بات کو  
 نہ چھوڑا، کیا یہ سب العیاذ باللہ جھوٹے اور دغا باز جاہل تھے؟ کیا اُن کا تانا بوا سب تانا کمزور فریب کا جال ہی تھا  
 جو لوگوں کو بچانے کی غرض سے بچایا گیا تھا؟ کیا ان سب کو نفس نے اس قدر دھوکا دے رکھا تھا کہ دھوکے میں

بیٹے رہے ، دھوکے میں کہتے رہے ، دھوکے میں قوموں کو نسلِ صلاح و امن کے فلک الافلاک تک پہنچا گئے ، اور دھوکے میں مر گئے ؟ یہ سب سوالات بذاتِ خود اس نمط کے تھے کہ ادنیٰ تاثر کے بعد مغربی مفقش کو ان کے لائے ہوئے نفس پیغام کی طرف متوجہ کر نیکیے لیے بس تھے ، اور یہی تلاشِ وحی کی سچی ترغیب تھی ! کیا موسیٰ فی الحقیقت ایک بے علم ، بدحواس ، اراک دھنا اور مختل الجواس مجنون تھا جو فرعون کی طاغوتی حکومت کے برخلاف برسوں تک علانیہ سر پیکار رہا ، جو اپنی بے سرو سامانی کے باوجود علی الاعلان اُسکو ہلاکت کا اٹل پیغام سناتا رہا ، جس نے ڈنکے کی چوٹ اُسکو اور اُنکی قوم کو عذاب کی دھمکیاں دیں ، جو عذاب کو اُنکوں سے آتا ہوا دکھا چل نکلا ، اور بنی اسرائیل کے ایک جم غفیر کو خدائے مصر کی سب نیاں دانی کے باوجود بے آبِ رزق جنگل میں لیجا کر چالین برس تک ڈیرہ ڈلے رہا ، اور بالآخر اُس خشتِ پز اور ننگے اور سیاہ بدن پر چمڑے کے گندے ہوئے کوڑے کھانے والی قوم کو بادشاہ بنا کر چھوڑا ! کیا عیسیٰ علیہ السلام دھیل ایک مرتجان و مریخ ، ایک ساڈ لوج اور خالی الذہن ، ایک نیا و ما فیہما سے نابلدہ اور بھٹیروں کا چرانے والا گڈیا تھا جو قیصرِ روم نے فسترا باز دھکر اُسکو سلطنت کا باغی اور واجبِ قتل قرار دیا تھا ، جسکے ساتھ ساتھ محکوم یہودیوں کو خوش کر نیکیے بہانے سے حکومت وقت کے خفیہ کارندے لگے رہتے تھے جو اُنکی دن بھر کی کار گزاری روزِ نامچوں کی صورت میں پہنچاتے تھے ، اور جسکی بابت ایک سرکاری کارکن نے بادشاہ وقت کو اطلاع دی تھی کہ ”اسکی سنجیدہ آنکھوں میں

حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی شخصیت کے متعلق حال میں ایک عجیب غریب شہادت دستیاب ہوئی جو اس اولوالعزم نبی کی حیثیت کو صحیح طور پر سمجھنے میں بہت کچھ مدد دیتی ہے۔ یہ شہادت ایک لوحِ کتب میں جمع ہے جو حضرت عیسیٰ کے ایک ہم عصر اور واقعہ صلیب کے یعنی شاہد نے اپنے سلسلے کے اصحاب کو مصر میں لکھا ، اور جو مکندہ یہ کے ایک پُرانے مکان میں ایک حبش (ابی سینیا) کی ایک تجارتی شرکت کے رکن کو دورانِ سیاحت میں ملا۔ حکمہ آثارِ مذہبہ مصر نے اس امر کی تصدیق کی ہے کہ یہ پُرانا مکان زمانہ قدیم میں اسرائیلی فرشتے کا مسکن تھا جو حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے زمانے میں علمائے فطرت کا ایک معتقد با خدا اور با عمل خفیہ گروہ تھا۔ اسی مکان کے اندر اس فرشتے کا اواجی کتب خانہ بھی تھا اور یہ پھر بھی اُسی کتب خانے کا بقیدہ جو مدور بظاہر غریب شکوک اور مہملی ہے۔ آج یہ لوحِ فری ہمیں جماعت کی وساطت سے المانیہ (جرمنی) کی ایک علمی انجمن کے قبضے میں ہے۔ اور چونکہ اسے اندر حضرت عیسیٰ کے صلیب پر جان دینے اور تمام عالم کے گناہوں کے کفارہ ہونے کے عیسائی عقائد کی تفسیر ہوتی ہے۔ اسلئے عیسائی پادریوں کی دستبرد سے فی الجملہ محفوظ رہا۔ مکتوب میں راقم نے اس امر کا دعویٰ کیا ہے کہ وہ حضرت عیسیٰ کے معلوب ہوئے وقت یعنی شاہد تھا ، حضرت کو یہود کے سامنے پلاطوس حاکم کلیل کے فرمان کے مطابق صلیب دی گئی۔ لیکن چونکہ یہ سب کی رات ہونے کی وجہ سے اُن کو سر شام چند گھنٹوں کے بعد صلیب سے اتار لیا گیا اور اُن کی ہڈیاں ہی نہیں توڑی گئیں ، اسلئے وہ مرے نہیں اگرچہ یہود کو طمسِ سنان چوکیا تھا کہ وہ مر گئے ہیں اور یہ وہ دار نے بھی اس امر کی تصدیق کر دی تھی۔ جلا دسپا ہیوں کا حضرت عیسیٰ کے بدن میں چھوٹی چھوٹی اور اس سے خون اور پانی کا نکلنا بھی (جس کا ذکر انجیل میں ہے) اس امر کی تصدیق ہے کہ حضرت مرے نہیں تھے۔ لیکن یہود کو گمان ہو گیا تھا کہ وہ مر گئے ہیں۔ قرآن حکیم میں اس واقعہ کی حیرت انگیز طور پر تصدیق ہوتی ہے۔ اور یہ سو برس کے بعد اسکا ایک ہم عصر شہادت سے مصدق ہونا صاحبِ نظر کے لیے قرآن کے انسانی کلام نہ ہونے کی ایک بڑی دلیل ہے۔ وَ قَدْ لَهْمُ رَاکَا قُلْنَا اَلَمْ یَسْمِعْ عِیْسٰی اِنْ مَرَّ بِمَرْسَلِیْہِمْ زَسُوْلُ اللّٰہِ وَمَا قَتَلُوْہُ وَمَا صَلَبُوْہُ وَلٰکِنْ شُبِّہَ لَہُمْ وَذَرٰتِہِ الْاَلٰی بَیْنَ اَحْکَمُوْہُ اَفَہُمْ لَیْقَیْنَ شَاقِلَہُ قَوْلَہٗ مَا لَہُمْ رَیْہِ مِنْ عَلَیْمٍ اِنَّ اَیْمَانَ الظُّلُمٰتِ وَمَا قَتَلُوْہُ یَقِیْنًا ؕ (النساء)

(فقہ صفحہ ۱۶) راقم مکتوب اس امر پر ندرتاً یہ ہے کہ فساد میں حکیم نے جو کبیری فرقت کا ایک اعلیٰ رکن تھا حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو مناسب علاج سے یوسف کے باغ قبر میں اچھا کیا، وہ تیسرے دن اسی جسم و بدن سے اٹھ کر طرے ہوئے اوصاف و جوہر انتہائی نقابت کے اپنے حواریوں سے ملے وغیرہ وغیرہ جو فرشتے سفید لباس میں اس اثناء میں ملازمے نے انجیل، قرآن کی حفاظت کرتے رہے وہ بھی کبیری فرقت کے خفیہ خزانہ سے تھے جو ان کی تیار داری پر تعین کیے تھے راقم مکتوب کے کہ یہ خطا سے بچنے لگا گیا ہے کہ وہ اختلاف جو حضرت کی وفات کے متعلق عوام میں پھریا ہے اور جس کی وجہ سے سطح طرح کے اوامام باطلہ اور فرق عادت کے ظنون جھلا میں پھیل گئے ہیں وہ دو بد جانیں، قرآن اللہ یُنْ اَحْمَدُ کَھُوْا اِھْدُوْا کَھُوْا شَرِکَہُ مَا جِیَاکَہُ قرآن حکیم میں ہے \*

لیکن کس حکایت سے قطع نظر جسکے جزئیات کا انجیل کے بیان سے حیرت انگیز طور پر تطابق ہے جو مستقل سبق اس کتب سے اخذ ہوتا ہے یہ کہ اسیری فرزند جس کے حضرت عیسیٰ علیہ السلام ایک مقتدر مرنے والے۔ علم حقائق لامتناہی اس حیرت انگیز طور پر ابرار و قانون فطرت سے بڑا انگریز کہ تھا۔ خدمت عباد کے عمل کا جزو و عظم تھا۔ روئے زمین کے ہر قریب میں اسکے کا نام سے موجود تھے۔ ان کے باضابطہ ملاطس ہوتے تھے کسی پسر کے مسلسل سعی و عمل اور علمی محامدوں کے بن ایک شخص کو اسکا کین اعلیٰ متناصب ہوتا تھا اکثر با علم لوگ اس خفیہ اخوت کے ساتھ ہمدری رکھتے تھے خود ملاطس اسکی طرف مائل تھا اور عیسیٰ علیہ السلام کو سب سے ایک بن پہلے صلیب دینا اور ان کی انفس کا پیرا کے سپرد کرنا بھی اسی وجہ سے تھا۔ اگرچہ اس خورج کا بظاہر ادعا بھی تھا (امدیہ کتب بھی اسی ہندو دریا سے) اگر حکومت وقت کی سیاسیات میں دخل نہ دے مگر قانون فطرت سے باخبر صاحب علم ہونے کی وجہ سے حکومت اس نبرد سے خوف نہ ہتی تھی۔ عیسیٰ علیہ السلام سے خوف نہ رہنا چنانچہ یہود سے بنا۔ صلیب سچ کے نور کا ہیں ہی جو پائیتس ملاطس نے حکایت وقت کے ایسا سے جاری کیا حضرت پرفاوی، مسقری علی انڈر اور کذاب ہونیکے علاوہ باغی حکومت اور قبیضی قوانین و آئین کے دشمن۔ ۵۔ نے ان الزام لگایا تھا، اور صلیب کی پہلی وجہ دشمنی تھی محکوم یہودیوں کو خوش کرنا اسقدر ضروری نہ تھا۔ علاوہ انہی عوام میں سے کہ دنیاوی بادشاہت کا قریب

۱۱۱  
 ص ۱۱۱  
 انبیا و ائمہ کے مروجہ مذہب کا اجماع و اتفاق ہے جو صاحب نظر یہ عیاں ہے۔ اسی مکتوب میں صریح ہے کہ مسیح علیہ السلام نے پہاڑی پرست مصر کی طرف اپنی حرکت کر لی اور وہاں کی نظر میں فرشتوں کی معیت میں بادلوں میں غائب ہو جانے سے پہلے واریوں کے ساتھ کیا کہ میرا کام یہ ہے کہ خدا کی بادشاہت زمین پر قائم کر دوں چنانچہ یہ روحانی بادشاہت کا قیام ہی قصہ روم کو چین سے سٹو نہیں پاتا تھا۔ اسی پہاڑی پر حضرت اپنے طلق کے واریوں کو علیہم فطرۃ کا آخری سبق دیا۔ علم حیت اراضی، علم تفسیر غراس، معنیات و نباتات وادیہ، علم تربیت حیوانات اور علم ترقی و تمیقات کے اسرار سکھائے، علم معاشرت کے اصول سکھائے۔ کئی دن تک تعلیم دیتا رہا۔ ذرا سیر کے یوں نہ تھا کہ وہ لوگ کہ تمام دنیا میں پہلے جاؤ۔ ایمان پر ثابت قدم رہو۔ اور دنیا کو ایک اقدت میں چکڑو۔ مگر یہ کہ بعض راہبوں اور ستالٹ گزرتیوں کے لوگ جواب بھی دینا پس سب طرف نظر کرتے ہیں (مثلاً سنہای فرزند رستم) میں) اسی سیر ہی حضرت کا ایک پیغمبروں ہاگہ یہ مکتوب ملے جو قرائت اس امر کی روشن شہادت موجود ہو کہ انبیاء و کرام تاقین ملک تھے۔ اہل بیت علیہم السلام میں سے تھے۔

لوگ اُس سے متاثر ہوتے رہے! نہیں، کیا وہ سالارِ نبیاء اور ختمِ رسل محمد علیہ الصلوٰۃ والسلام جسکے آسمانِ شگاف علم و عمل کو دیکھ کر رحمتِ ایزدی کا موسلا دھار مینہ روئے زمین کو ابد الابد تک تربیہ و تکریم کا جسکے قانون بقا و فنا کی تمین کو پاکر بر و بحرِ اوشمس و قمر اُس پر سلام بھیجتے رہیں گے، جسکی قوتِ تغیر و انقلاب کا اندازہ کر کے مسخام کو کُنڈن بننے کی دائمی آرزو رہیگی، کیا وہ سرورِ عالم فی الحقیقت ایک گُن نشین اور کلی پوش، ایک یعلیم امی اور نازدان زاہد، ایک نماز گزار متوکل اور فادہ کش متقی ہی تھا جس نے ایک اقلِ قلیل مدت میں عرب کی بے نام و نشان اور جمود زدہ قوم سے علم و عمل کے وہ آتشیں فوارے اکنافِ عالم میں رواں کیے کہ دنیا ہمیشہ تک اُن کے کارناموں کو سن کر سر و ہنسا کرے گی! کیا یہ سب کُبرائے خلق اور پیشوایانِ زمان العیاذ باللہ چھوٹے تھے؟ کیا انکی دی ہوئی تسلیم میں کوئی شے فی الحقیقت آموز اور تہیج خیز نہ تھی؟ کیا انکی اس دنیا میں مہتمم بالشان کامیابی، کروڑ در کروڑ ساکنانِ زمین کی اُن سے صدیوں تک عقیدت مندی، اُنکے لگائے ہوئے پودوں کا اس قدر پھیلنا، انکی پیدا کی ہوئی تحریک کا اس قدر دوام و ثابت خود اس امر کی دلیل نہیں کہ یہ لوگ فطرت کے محکمۂ تدبیر میں قضا و قدر کی بہت و کشاد کے مستقل کارندے تھے، وہ ملکوتِ زمین کے متعلق اتنی تجویز کے مقرر شدہ کارکن تھے کیا آج ایک یادش یا دس ہزار بڑے سے بڑے طبعی حکماء اور فلسفیوں کی مجلس بیسیوں برس کے شفقہ سعی و عمل سے ساکنانِ زمین پر وہ تسلی اور اجماعی اثر، وہ فوقِ یقین، وہ لطفِ اعتقاد، وہ حرکت اور موج، وہ بات پیدا کر سکتی ہے جو ان رہنما یانِ زمین میں سے کسی ایک فرد نے پیدا کی؟



کہ میں نے سمجھ لیا اور راز کو پالیا! اور جب کو پیش نظر رکھ کر عرب کا آخری پیغمبر بول اُٹھا کہ اگر سورج میرے  
ایک ہاتھ پر رکھ دیا جائے اور چاند دوسرے ہاتھ پر تو میں اپنی بات سے باز نہ آؤں گا! لہذا آفریش سے آج تک  
حکماء گزرے ہیں انہوں نے اس رازوروں کو بہ تمام و کمال سمجھنے میں کوئی قابل ذکر کوشش نہیں کی، اور باوجودیکہ  
ہر نبی نے کم از کم اپنی مدت حیات میں اس الہی سبق کو لوگوں پر دوا و دواچار کی طرح روشن کرنے میں کوئی  
دقیقہ فروگذاشت نہیں کیا ہوگا لیکن وہ کیفیت اور ماحول جو انہوں نے ہم عصر امتوں کے افراد میں پیدا کیا تھا  
خود اس قدر ناممکن البیان را کہ بسا اوقات پہلی پشت ہی اس تخیل کو اگلی پشت تک صحیح و سالم پہنچانے میں ختم  
ناکام رہی۔ یہی وجہ ہے کہ جب اصلیت نظروں سے اوجھل ہو گئی تو ناشناس لوگوں نے مذہب کو وہ کچھ بنایا  
جو وہ آجکل ہے بلکہ اسکی اصلیت یہاں تک مسخ کر گئے کہ پرنے خط و خال کا پچا ننا قطعاً محال ہو گیا۔ ویدوں اور گیتا  
کی صحیح تعلیم کے متعلق تحقیق سے کچھ نہیں کہا جاسکتا کہ اسکا صحیح اثر کتنی دیر تک ہندومت میں برقرار رہا مگر اسلام  
کے بارے میں جو مذاہب عالم میں سے سب سے زیادہ یہیے وثوق سے کہا جاسکتا ہے کہ عرب کی امت اسلام کے  
آئی اور نبوی تخیل پر غلبہ برس سے زیادہ قائم نہ رہ سکی! خلفائے راشدین کے بعد جو عروج مسلمانوں کو نصیب ہوا  
وہ صرف اُس آئی دین کو جسے جتہ یاد رکھنے کا نتیجہ تھا لیکن تشریف ساری سن کا ایک اہم حصہ اُس وقت وہیںوں قطعاً  
نکل چکا تھا۔ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے حواری غالب ہے کہ اُسکے آئی تخیل کو سرے سے اخذ ہی نہ کر سکے ہوں، اُن کا  
بہت جلد اپنے نبی کی ناروا تعظیم یا پطرس کا اُسکی ناروا تکفیر میں مشغول ہو جانا ہی اس دامانگی کی صحیح دلیل  
ہے، مگر پطرس کی استقامت اور عیسائیت کا بعد از وقت فروغ ایک حد تک اس امر کی تائید کرتا ہے کہ پیغام  
خدا کا وہ اہل درس جبکہ عیسیٰ علیہ السلام دیتے دیتے اور نتائج کا انتظار کیے بغیر چل بے تھے، کم از کم پطرس  
نے صحیح طور پر جذب کر لیا تھا۔ بدھ مذہب کو ہندوستان میں بے انتہا شوکت نصیب ہوئی تھی لیکن آریوں کے  
اپنے صدیوں کے بھولے ہوئے سبق کو دہرائینے اور بدھوں کے دوسری پشت میں ہی اُسکو بھول جانے نے اُس  
شوکت کو جلد تر تباہ کر دیا، اور بالآخر اس عظیم الشان مت کا اثر بھی ساکنان زمین پر فی الجملہ جلد ناپید ہو گیا۔

آج اگرچہ تمام علمی دنیا ان پیشوایان مذاہب کی عظمت کی اعتقادی طور پر خاموش قائل ہے لیکن انکی تعلیم ان کی عظمت کی ماہیت، انکے علم کا صدق، بیط ماہر علم جدید کے دائرہ تحقیق و بحث سے اس قدر خارج ہے کہ وہ نگہ کیا، ژنداوست، تورات، انجیل، قرآن وغیرہ وغیرہ سب مقدس کتابیں محکمہ علم و تحقیق جدید کی مینر پگھلی ہونے کی بجائے اسکے عجائب خانے میں بطور ایک تاریخی تبرک کے لپیٹی پڑی ہیں، مغربی حکیم انکی طرف تاریخی ندرت اور غربت کی نظر سے دیکھتا ہے، اُن کو ایک کونے سے اٹھا کر دیکھتا ہے اور باحتیاط تمام پھر لپیٹ کر رکھ دیتا ہے۔ اس میں شک نہیں کہ علم کی مذہب کی طرف سے یہ تمام بے رخی اُسکے دائرہ تدقیق و تحقیق سے خارج ہو نیکے عام یقین کی وجہ سے ہے۔ اگرچہ یہ امر روز روشن کی طرح عیاں ہے کہ نبی کی ہم عصرا مت ہزار نے اپنے پیشوا کی دی ہوئی تعلیم کو اس قدر برحق، اس قدر مدلل، اس قدر رسا، اور بلا غلط نتائج اس قدر نفہمند، روشن اور بین یقین کرتی رہی ہے کہ آفتاب کی کرنیں اور مہتاب کی شعاعیں بھی اُسکے بالمقابل وہ نور وضیاء نہیں رکھتی تھیں، اور انسانی سعی و عمل کا دستوبھی روز اول سے ہی رہا ہے کہ کوئی شخص کسی امر کے متعلق دس قدم اٹھانا گوارا نہیں کرتا جب تک اُس دس قدم اٹھانے کی دلیل شمس و قمر کی طرح سامنے موجود نہ ہو اور نتائج عین یقین سے نہ دیکھ لیے جاتیں، تاہم مذہب کی حقیقت کو مسخ کرنے والی ناشناس اور نااہل، بے عمل اور جمود زدہ خوالف امتوں کا عقیدہ کبھی رہا ہے کہ مذہب کے بتائے ہوئے اصول کسی دلیل کے متحمل نہیں، اُن میں استدلال کرنا یا عقل کو دوڑانا شرعاً ناجائز ہے، انکی سب باتیں باطنی اور فطری اور فوق الدلیل ہیں، اسکے متعلق تدبیر کرنا الحاد و کفر ہے یہی خیال کسی نہ کسی رنگ میں حکمائے مغرب کو بھی تحقیق مذہب کے باز رکھتا رہا ہے اگرچہ اس سے باز رہنے کی وجہ یہ اوپری دلیل اور اعتقادی شان ختم نہ ہو لیکن ان امور کے علاوہ جو اہم مشکلات اس راہ میں عصر جدید کے واژین علم کو پیش آتی رہی ہیں، یہ ہیں کہ اُن کے پاس ختم کوئی ایسی آسمانی کتاب موجود نہ تھی جو انسانی تصرف اور تبدل سے کامل طور پر محفوظ رہی ہو۔ تورات، زبور، انجیل سب کی سب موجودہ حالت میں اپنی اصل زبانوں سے مجزؤ شدہ ہیں حتیٰ کہ اُن کے اصل نسخوں کے متعلق یہ بھی معلوم نہیں رہا کہ وہ کس زبان میں تھے، اور مطالب کا وہ ناقابل

فساد جو ترجمے اور بالخصوص لفظی ترجموں سے پیدا ہوتا ہے منشاءً وحی کی صحیح صلیت تک پہنچنے میں سہ  
 اسکندری کا حکم رکھتا ہے۔ ایک تو فرین تحریر بجائے خود کسی شخص کے حقیقی خیالات اور اُن کے صحیح کیف کو ادا  
 کرنے کا از بس ناقص اور نامکمل منظر ہے اور نبی کی آسمان سے لائی ہوئی وحی بسا اوقات امر و نہی کے صحیح کیف  
 حال کے ادا کرنے میں اسی وقت ادھوری رہ گئی ہے جب اُس لڑھکے انگشت کو لوگوں کی عام ہدایت کیلئے  
 معرض تحریر میں لایا گیا ہے، لیکن بعد ازیں اگر اصلی مصنف کی وہ نص مبین بھی انسانوں کی مدد سے ترجمہ و ترجمہ  
 کر دیجائے تو حقیقت کے جس جزو صغیر کا اُس ترجمے میں باقی رہ جانا ممکن ہے، ظاہر ہے۔ اکثر اور صحیفے بھی جنگی  
 بابت انسان کا ادعا ہے کہ وہ آسمانی تھے اسی تحول و تبدل میں نسیا نسیا ہو گئے، اُن کے مطالب اور مفاد  
 محرف ہو چکے ہیں، الفاظ بدل چکے ہیں، کتابت کی غلطیاں، مطالب کی نا فہمیاں، ذاتی اغراض و مفاد،  
 زمانے کی دستبرد وغیرہ وغیرہ سب کے سب اُن کی صلیت کو چھپانے میں مؤید ہوئے ہیں۔ روئے زمین کے  
 آسمانی کتب خانے میں لے دیکر صرف ایک قرآن ہے جو سب انسانی تصرف سے محفوظ رہا ہے، اس میں ایک  
 حرف کے برابر کچھ تبدیلی نہیں ہوئی، الفاظ کی ترتیب میں، آیتوں کے الفاظ میں، سورتوں کی آیتوں میں  
 یہ کتاب بعینہ وہی ہے جو پیغمبر آخر الزمان نے دنیا کو دی۔ کوئی تساہل، کوئی کوتاہ نظری، ہر دیانتی، یا  
 غرض مند ہی اس کو پہلے دن سے نقل کرنے میں نہیں ہوئی، نہیں بلکہ اسکے ایک پرانے نسخے کے متعلق جاڑ  
 انکشاف جو حال میں ہوا ہے اُسے حکماً اور علماً ثابت کر دیا ہے کہ یہ وہی ہے جو پہلے تھی، وہی ترتیب ہے جو ایک  
 دفعہ مقرر ہو چکی تھی۔ وہی نص ہے، وہی الفاظ ہیں، سینوں کے جوف میں ہے تو وہی ہے، اور کاغذ کے  
 میدان پر ہے تو وہی ہے!

ایسی محفوظ اور مصون کتاب کے مضامین سے مغربی حکیم اگر چاہتا تو بہت کچھ اخذ کر سکتا تھا، اُس کو کم از کم  
 ایک مذہب کی صحیح اساس قرار دے سکتا تھا، ایک مستقل اور قائم مذہب کی صلیت تک پہنچ کر اُس کو روضہ

۱۰ ایک نامعروف الاسم ازنی صیاتی (دنگا نا) نے مال میں قرآن حکیم کے ایک پرانے نسخے کے بعض ٹکڑوں کا انکشاف کیا ہے جو بعینہ وہی ہیں جو آج کل سچ ہیں +

کی طرح سچ یا غلط ثابت کر سکتا تھا۔ ایک سے فلغ ہو کر پھر انہی اصول پر اور مذاہب کو لے سکتا تھا، اور اس طرح پر دنیا میں مذہب کے سر عظیم کا پول کیسے کھول کر سب کو ایک حقیقت کے لئے پر متفق عمل یا ایک کذب عظیم سے مستنفر کر سکتا تھا، جو ثقیل یا علم حساب کی طرح سب تفرقوں کو مٹا کر دنیا میں ایک عصبت، ایک مت، ایک امت، ایک اخوت قائم کر سکتا تھا، نہیں بلکہ ابد الابد تک مذہب کے متعلق سب جھگڑے، سب جنگ و جدل، سب نیریزیا سرے سے محو کر کے دنیا کا باو آدم بدل سکتا تھا۔ اس طریق عمل سے مذاہب عالم کے شرعی رہنماؤں کا تعصب بھی یک بیک بے اثر ہو جاتا، لوگ بے دلیل اور مضحکہ انگیز باتوں کو شدہ شدہ چوڑ کر حقیقت کی طرف لپک لپک کر پونچتے، اور علمی نظریات کی طرح انکے غلط مذہب کا حامی بالآخر ایک باقی نہ رہتا! سب بلا استثنائے احد سے ایک مذہب اور ایک مسلک پر قائم ہو جاتے یا سب لامذہب بن کر ایک ہو جاتے! لیکن بد قسمتی سے قرآن مغرب کے لئے روز اول سے ممنوعہ درخت کی مانند رہا، عیسائی پادریوں نے جنگو اسکے کارناموں سے خاص طور پر چسپڑی، جن کی تبلیغی مساعی بلکہ بسا اوقات سیاسی منصوبوں کو اسنے خاص طور پر روک کر اکث کو کالعدم کر دیا تھا اسکے کذب افتراموں کے متعلق بے شمار افسانے بنائے۔ انہوں نے مشہور کر دیا کہ قرآن بت پرستی کا بڑا سنگ ہے! ”مہوند“ (یعنی محمد) کو خدا کہتے ہیں، عرب پیغمبر کے شانے پر ایک کبوتر بیٹھا رہا کرتا تھا جس کے ذریعے سے وہ شعبہ بازیاں کیا کرتا تھا! اسلام نے عورتوں کو عام جائداد قرار دیا ہے، اب ہر شخص انکی عصمت کا وارث ہے!۔ بعض زیادہ متکار اور ہوشمند اور معاملہ فہم دشمنوں نے اڑادی کہ محمد کو صرع کی بیماری تھی جس کو وہ جبریل کی وحی قرار دیتا تھا! ”قرآن میں فاش تاریخی اغلاط موجود ہیں۔“ وہ ایک کتاب ہے جسکا ماخذ تورات اور انجیل ہے! اسکے سب افسانے یہودیوں کی غیر مستند روایات سے لئے گئے ہیں! وہ ستر پابے رابطہ ہے اور کسی جنون زدہ شخص کا کلام معلوم ہوتا ہے! وغیرہ وغیرہ۔ یہ سب الزامات اس غلط کے تھے کہ انکے بعد کسی شہنشاہ شخص کا اس کتاب کی طرف متوجہ ہونا ہی دور از بحث تھا، ان نقائص کے ہوتے ہوئے اسکا خالص المتن ہونا یا تحریف لفظی سے محفوظ رہنا بھی کچھ قابل توجہ نہ ہو سکتا تھا۔ انگلستان کے ایک مشہور فلسفی (کارلائل) نے بالآخر

اس کذب و افتراء پر سے نقاب اُٹا، ان الزامات کو مسیحی پادریوں کی صریح بد معاشی قرار دے کر عیسائیت کو قرآن اور پیغمبر قرآن کے متعلق غلط نشر و تبلیغ کرنے کی شہم دلائی، عرب کے آخری پیغمبر کو بطلانِ سیار کا خطاب دے کر اُسکی اولوالعزمیوں کو سزا، اُسکو خدا کی طرف سے سچے نبی ہونے کی سند اپنے زعم میں اپنی طرف سے دی، مگر مذہبی تعصب اور تجربہ کا اثر اس علم و شہادت کے زمانے میں بھی انسان کے ہر گ و پے میں اس قدر سرایت کر چکا ہے کہ اس فلسفی نے بھی عرب رسول کی بحث کے ضمن میں تمہید کے طور پر یہ کہہ دیا کہ ہم نے اس پیغمبر کو بطلانِ سیار کے طور پر بالخصوص اسلئے منتخب کیا ہے کہ ہم اسکے حسن و قبح پر دگویا بالمقابل عیسیٰ علیہ السلام زیادہ آزادانہ طور پر بحث کر سکیں گے، ادویوں تو ہم میں سے کسی شخص کے عیسائیت کو چھوڑ کر مسلمان بن جانے کا امکان نہیں! اس اقرار نما انکاری حالت میں ظاہر ہے کہ کسی بڑی سے بڑی وجہ سرائی کا کیا اثر ہو سکتا تھا، لوگ اسکو علم ادب کے نکاحات کا ایک منظر سمجھ کر خاموش ہو گئے، بہتہ چند ایک اہم الزامات کی دشمنی کی اپنے منہ سے تردید ہو گئی اور معاملہ رفع دفع ہو گیا۔

الغرض یہ وجوہات تھیں جنکی بنا پر قرآن بھی مذہب کے متعلق کسی فیصلہ کن علمی تحقیقات کی اساس نہ بن سکا۔ لوگوں نے مذہب کو ایک مابعد الطبیعی اور ناقابلِ درک شے قرار دیا تھا، علمائے مغرب نے بھی جن کے علم کی بنیاد بیکن کے مشہور عالم مسئلہ مستقر<sup>۱</sup> کے بعد سے یکسر مشاہدے اور تجربے پر ہی ہے، اور جو سمع و بصر اور قلبِ سلیم کی شہادت کے بدون کسی شے کو علم کا بلند مرتبہ نہیں دیتے، یہی سمجھ لیا کہ مذہب مابعد الطبیعی ہے، فہم سے بالاتر ہے، کسی تختیل زدہ لوگوں کی عالم خیال کے جوش میں بنائی ہوئی شے ہی، اسلئے اسکو کسی صورت سے چھیڑ کر جہلا میں ایک ہنگامہ غظیم برپا کر دینا روا نہیں۔ جوں جوں علم کا اثر دنیا کے اکناف اطراف میں وسیع ہوتا جائے گا لوگ خود بخود اسکی بے حقیقت باتوں سے متنفر ہو کر اسکو چھوڑ جائیں گے، اور اس حقیقت کشا اور پردہ در علم کی طرف خود بخود راغب ہونگے جو اس کار کا فطرت کے مطابق ہے

۱۔ سند مستقر (۱۹۲۹ء) ان عالم انگیز مسئلوں میں سے ہے جس کے نتیجے میں مغرب کو آج تمدن کے فلک الافلاک پر پوچھنا پڑا ہے۔ (دیکھو مہل کتاب بحثِ مہل صفحہ ۸۳) \*

اخذ ہوتا ہے اور صحیح معنوں میں واقع الامر ہے۔ مذہب جاریہ کی اعتقادی اور بنیہ تصویرت نے  
 اُنکو اس حقیقت تک ہرگز نہ پہنچنے دیا کہ مذہب فی الحقیقت اس دنیا میں خوش اسلوبی سے رہنے کا طریق عمل تھا  
 جسکو آج مروجہ مذہب اور دستور زمانہ نے اعتقادی رنگ دیکر مسخ کر دیا، وہ نہ سمجھے کہ کلام وحی کو فنا و بقائے  
 اقوام اور موت و حیات اُمم کے سوال سے ایک گہرا، طبعی، اور ناقابلِ حُکب لگاؤ ہے، اور انبیاء  
 جہان بھی محض اسی غرض کے لئے مبعوث ہوئے تھے کہ کم ہیں، ناشناس، اور کوتاہ نظر انسان کو قیاسات  
 اور آرا کی اس ظلمت انگیز رستخیز میں قانون الہی سے صحیح طور پر واقف کئے اُن کو بقا کے صراطِ مستقیم کی طرف  
 لیجائیں۔ وہ اس راز کو حتماً نہیں سمجھے کہ بلا استثناسب انبیاء اپنی اپنی جماعت کو اپنی حیات میں قوت  
 اور اس کی راہ پر لگا گئے، اُنکو قعرِ عزل و جدو سے نکال کر اوج سعی و امن پر بلا واسطہ مشرف کر گئے۔ یہی اُن کے آنے  
 کی وحی غرض تھی، اور اسی مطلب کے حامل کر نیسکے لئے انکا بے مثال سعی و عمل تھا۔ **نشارة الثانیہ**  
 کے اوائل میں طبعیوں کا سارا زور اسی میں صرف ہوا کہ مسئلہ استقرار کو اساس قرار دیکر خالق الاشیاء کی طرف  
 متوجہ ہوں اور اُن سے صحیح نتائج مستنبط کر کے فطرت کے خزانہ عامہ کو اپنے استعمال میں لائیں۔ لیکن جب اشیا کے  
 مطالعے سے ظلمتِ شب دور ہوئی، نور کے درز یک بیک کھلتے گئے، انسان کو سقفِ آسمان کے نیچے اپنی ہستی کا  
 رضائی احساس ہوا، وہ آسمان کی ہولناک دوریوں کو سمجھا، اس قدر مقدار زمین کا اندازہ لگایا، جب اُس نے مولید  
 زمین کی تدوین کی، اجناس حیوانات کی تقسیم کی، اقوام خالیہ کے بقیہ آثار کو دیکھا، بے شمار محوشہ حیوانی  
 انواع کا ملاحظہ انگشتِ بدن داں ہو کر کیا، اپنی کمال بے بسی اور صانعِ فطرت کی کمال قدرت کا اندازہ کیا، اور ہر گاہ گاہ  
 زمین و آسمان کے بارے میں وہ سب قیامی خیالات حرفِ غلط ثابت ہوئے، تو پہلا سوال طبعی ہی پیدا ہوا  
 کہ اس صحنک زمین پر اجتماعی بقا و فنا کا راز کیا ہے، وہ کیا قانون ہے جس پر چکرِ قوت اور امن ہی، راحت

۱۔ اس کتاب کا اہم طبع نظرِ مدلل اسی امر کو بیانِ ثبوت تک پہنچاتا، اور تہذیبِ تمام نبوت کی صحیح غرض غایت کو منکشف کرنا ہے۔ اس دیباچے کے صفحہ ۶۶-۶۷ الخ پر اس مضبوط  
 پر ہر لایا گیا ہے اور اس کی قرآنی شہادت ایک مذکورہ چیز کی ہے لیکن مکمل شہادت اصل کتاب میں چاہیے گی۔ اگر انبیاء کرام کے مبعوث ہونے کا پیشِ نہاد اپنی اپنی امتوں کو قانونِ خدا  
 سے آگاہ کر کے قوت اور امن کی راہ دکھاتا نہیں تھا تو میرے نزدیک وہ مدلل وہ کوئی پیغام نہیں لائے اور نہ اُن کے پاس فی الحقیقت کوئی علم تھا۔ مذہب کی اعتقادی صورت خواہ کچھ ہی  
 بن جائے لیکن فطرت کے طالب علم کو اس حقیقت کے اعتراف کے سوا چارہ نہیں۔

اور بخت ہی، خلد و دوام ہے، بقا و ارتقا ہے؟ ایک اُمت کیوں اس روئے زمین سے چشم زدن میں مستحالی ہے؟ دوسری اُسکی جگہ کیوں اور کس استعداد پر لیتی ہے؟ یہ کیا رسمِ مَدَولت ہی! کیا رعشہ برانگیر قانون ہے جو اس قوت اور زور کے ساتھ اس دنیا میں نافذ ہے۔ اسکا تھل پیر کہاں ہے، اسکا سر پھر راز کیا ہے؟ معرفتِ نفس کی یہ پہلی منزل تھی جو مغرب کو فطرت کے پیہم شاہدے اور استقصا کے بعد ملی، اور اسکے بارے میں آج تک وہ شبانہ روز سعی و تلاش کے باوجود کمالِ تحیر میں ہیں۔ انگلستان کے مشہور طبیعی ڈارون نے اور حکماء کی معیت میں مَدَۃ العمر سعی و جدل کے بعد اس سوال کے جواب میں بقائے اَصْلَح کے عالمِ انگیرسن کے پیش کیا، انہوں نے حیوانی اُمتوں کے مددِ جزیر کے بارے میں بہت کچھ چھان بین کی، اصلحیت کے چند موٹے موٹے اصول بیان کیے، قانونِ موت و حیات کی ایک لگتی ہوئی تعریف وضع کی، مگر جب اس کا اطلاق انسانی اُمتوں پر کیا گیا، تو اصلاح کی تعریف میں حیسد و ماندگیاں، بے اندازہ مشکلات، ناپیش دید رکائیں پیش آئیں۔ وہی تعریفِ اَصْلَح، جو حیوانی اُمتوں کے بارے میں بادیِ الرائے میں فیصلہ کن معلوم دیتی تھی، انسانی اقوام کے رُو سے از بس نامکمل، بیحد نارسا و ناقص بلکہ اکثر اوقات غلط نظر آئی۔ انسانی فطرت کا ہر تن اونٹنی حیوانی جبلت پر مجبور ہونا بھی بجائے خود ایک مشکوک مسئلہ تھا جس کے نتیجے میں مغرب نے ناروا غلو کیا، اس کا فوری نتیجہ یہ ہوا کہ مغرب کی تمام تہذیب میں ہیبت، وحشیت، درندہ پن اور نوعی انحطاط کے آثار نمایاں ہونے لگے، باایں ہمہ مغرب نے آج تک کلامِ وحی کی طرف رجوع نہیں کیا، انہوں نے اعمالِ خدا کے مطالعے کو چھوڑ کر الفاظِ خدا کے مطالعے کی طرف توجہ نہیں کی، اُن کا ذہن اس طرف منتقل ہی نہیں ہوا کہ انبیاءِ کرام علیہم السلام نے اپنی بلند اجتماعی نظریے سے وہ بات ختم پالی تھی جس تک انکی دور بینیں قطعاً نہیں پہنچ سکتیں۔ اُن کا علم اُنکو نقدِ نظر کے اس اُفقِ اعلیٰ تک لیگیا تھا جہاں آج بھی کسی بڑے سے بڑے وسیعِ انظرِ طبعی کا پونچھنا محال ہے! وہ آئے تھے اور اپنے ساتھ زورِ عمل لائے تھے! آسمانِ شگاف علم لائے تھے! اُمتوں کو آسمان تک اٹھا دینے کے پیرم لائے تھے! زمین کو تہ و بالا کر دینے کے کُدال لائے تھے! انکی وقتِ نظریں آسمان



اُن کی پشت پناہ تھا۔ خلاقِ ارض و سما اُن کی تائید میں تھا! زمین اُنکے علم و غم کے آگے پانی کی طرح بہ جاتی تھی! بزرگوار اُن کے حوصلوں اور یقین کو دیکھ کر سپر ڈال دیتے تھے! جب تک انسانی ہنسراویں اس طاقتِ عمل، اس قدوسیِ علم، اس آئی ایم اے یقین، اس روحانیت، اس لازوال غم کا حسن و قلیل موجود نہ رہے، امتیں کیونکر اس دنیا میں دوام حاصل کر سکتی ہیں۔ صلاحیت یہی ہے کہ انسانی چلن انسانی فطرت پر قائم رہے، مغلی تغیر قبول نہ کر سکے، بہتر اور قائم تر فطرت کی طرف رجوع کرے، ادنیٰ حیثیت کی طرف رغبت نہ ہو، اُمت فی الجملہ امن میں ہو، اسکے ہر عضو میں بیداری اور تڑپ برقرار ہو، سب اعضا متناسب ہوں، ہر حصہ گھٹے نہ ہوں، اسکے کسی شعبے میں نقص پیدا نہ ہو، اگر کوئی قوم کسی ایک حصہ عمل میں بے اندازہ طور پر بڑھ گئی ہو، دراصل ایک باقی حصے بے نشوونما پڑے ہیں تو وہ حقیقتِ صلیح نہیں، وہ ایک بیڈول پیدائش ہے مہضتہ بے ہنگم ہے، عجوبہِ خلقت ہو! ایسی شکل اُمت کا اس متناسب اور خوبصورت دنیا میں کسی پر مدت تک رہنا محال ہے!

یہی وجہ ہے کہ حکمائے مغرب نے صلاح کی صحیح تعریف وضع کرنے میں بے اندازہ دامانِ گدیاں بلکہ فاش غلطیاں کی ہیں، انہوں نے احوالِ تاریخ کو یا اپنے سے ادنیٰ مخلوق کے فطری عوائد کو ہی علم الدین کا صحیح ماخذ قرار دے کر انسانی اخلاق کی تعمیر اُن احوال و عوائد پر کی، اور جس قدر قضا و قدر کے فیصلہ جات سمجھنے میں ایک حصہ ارادہ خدگی مشیت اور صاحب ارادہ انسان کے اہم ترین عناصر کو بیدخل کر دیا، وہ اس ناروا تجزیل میں لگے کہ مدوجز اقوام کے قانون کی تدوین بھی لامحالہ اُسی انداز پر ہے جس پر بشر ثقیل یا علم حساب کے قواعد مرتب کر دیئے جاتے ہیں، اور حسبِ سطح پر خواص الاشیاء کے معلوم کر لینے سے مرکبات کے خواص کی طرف ہمنامی ہوتی ہے سطح جاتے ہیں، افراد کے مطالعے سے اقوام، اور عام حیوانی مخلوق کے مطالعے سے خاص انسانی مخلوق کی طبیعت اور فطری میلان کا کامل تہ لگ سکتا ہے۔ بیٹرز خیال بجائے خود آج اس قدر کم نفع مند ثابت ہوا ہے کہ جہاں صلاحیت کا صحیح تجزیل نہ ہو مادی ترقی کے مدارج اعلیٰ پر چڑھ جانے میں بیش از بیش کامیاب ہوا ہے، وہاں اس کا غلط مفہوم اس کو حسنِ اخلاق

اخٹاط کے درک اسفل کی طرف نہایت تیزی سے گھسٹ رہا ہے۔ وہ آج سب کے سب اپنی مادیت پر خوش ہوئی بجائے اپنے فقدان روحانیت کا ماتم کر رہے ہیں۔ سیاست کا صحیح علم اگر کہیں انکو ایک گز ابھار رہا ہے تو روحانیت سے کم علمی دوسری جگہ انکو دو گز دبا دیتی ہے۔ وہی تمدن جو اپنی حیرت انگیز قوت استنفاع کے باعث دنیا کے ہر گوشے کو آباد اور پر رونق کر رہا ہے، اُن کے اپنے گہروں کو دردناک طور پر اُجاڑ رہا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ اشیائے فطرت کے بمثال علم اور ابدان عالم کے متعلق صحیح خبر کے باوجود مغرب کا روئے زمین پر دوام ازس مشتبہ امر ہے! وہ علم الدین اُسے کما حقہ بہت کم واقف ہیں، انکو اس دنیا کے اندر صراطِ مستقیم کے ایک اہم حصے کی کچھ خبر نہیں رہی۔ سیاست اور مادیت کے ناروا غلو نے نامعلوم طور پر یہ بات انکی گھٹی میں ڈال دی ہے کہ اس دنیا کے اندر اصلیت محض جسمانی زور اور مادی طاقت ہی ہے، یہی کمتر مخلوق کے اخلاق کا جزو عظم ہے، اسی کے اندر بقائے انواع کا راز ہے! وہ اس مادی زور کو بدرجہ اتم حاصل کرنے کے لئے سب ممکن اشیائے فطرت کو کراہیہ پر لے رہے ہیں۔ اور اُن کی وساطت سے زور آور بنتے ہیں۔ لیکن افراد کی روحانی صلاحیت اور تہذیب نفس کے آسمان شکن زور کی اُن کو کچھ خبر نہیں، وہ اپنی باطنی ملکوتی طاقتوں کو مادیت کی بیجان قربان گاہ پر چڑھا رہے ہیں۔ اور جیسے زمانے کے ہاتھوں جلد مٹ رہے ہیں! اسی غیر روحانی اور کراہیہ پر لپٹے ہوئے زور کا اشتدادش رید مبلغ المانیہ کی بے مثال جُندیت تھی جس کا بیشتر حصہ حال کے محاربہ عظمیٰ میں تباہ ہوا اور اسی خواہش کا ادنیٰ منظر انگیزی کی تشریفانہ جوع الارض اور اُسکا حکمائے استیلاہو جوج اُسکی اجتماعی بیخ و بن بیاہ کو کھوکھلا کر رہا ہے!

مغربی اقوام کے بالمقابل مشرقی اقوام میں صلاحیت کا مادی اور روحانی تختیل دونوں صلاً مفقود ہو چکے ہیں اُنکے نزدیک فطرت کا یہ کارگاہ عظم اصلاً بیکار اور باطل ہے، اس میں کچھ شے لائق تفتیش نہیں کچھ سعی و عمل کی اہل نہیں۔ دنیا کو غائر نظر سے دیکھنا اُن کی نظموں میں عبت ہو۔ اس جہان میں خوش اسلوبی اور زور سے رہنا اُنکی نگاہوں میں نقش بر آب پیدا کرنے کی سعی کرنا ہے۔ وہ خدا کی اس عظیم الشان صنعت پر لات مارنا

خوشنودی خدایتھے ہیں، اور آخرت کے دوام و بقا کے دل خوش کن تصور میں غرق ہیں! روحانیت اُن کے عالم خیال میں ایک بے ہمہ زندگی ہے جسکا نتیجہ بیکاری اور جمود ہے، فطرت کے عطائے ہوئے اعضا کا انحال ہے بے نتیجہ مجاہدے اور تپکارہ اعمال ہیں، یکم از کم ایک ناکارآمد زہد و توڑ ہے جس کا حلقہ اثر دس قدم تک سجت نہیں رکھتا! صلاحیت کا وہ مصلح جماعت، مقلب القلوب اور انقلاب انگیز تخیل جو نبیائے کرام نے کسی زمانہ میں رواں کیا تھا۔ آج مشرق میں حرف غلط کی طرح مٹ چکا ہے، اور اس کی نانات شرط و جزا اور عمل سعی و عمل میں بیکار بن کر دکھ پانا انکا شیوہ اعتقاد ہو گیا ہے! مذہب و سیاست اُن کے ہاں ایک دوسرے سے اس قدر الگ ہو چکے ہیں کہ گویا اُن کے مابین کوئی مابہ الاشتراک قطعاً نہ تھا۔ وہ سیاست جو روحانیت کے زور اثر پر قوم عالم کو نبیاری کی وساطت سے ملی تھی اُن کی آخرت کیلئے مدون ہو گئی ہے! گبر و برہمن، بدھ اور سلم، سب اس سعی نامشکور میں مصروف ہیں کہ دنیا کے نقد کو غیر کے ہاتھ دے کر آخرت کے نیسے کو بزم خود خریہ لیں، اور کم از کم اس دنیا کے نیسے مذہب کا ہونا بیکار ثابت کر دیں۔ الغرض جہاں نقد پسند مغرب صلاحیت کے جسمانی قوت کی پیدائی ہوئی سیاست کے ماسوا کچھ اور سمجھنا گناہ سمجھتا ہے، اور مذہب کے بضی اور ناخوش آئینہ دما کو اُسکے اصلی وطن (ایشیا) میں دھکیل کر، زور کی اگر پر اس دنیا میں دوام کی لاطائل سعی کر رہا ہے وہاں مشرق کا نیسے پسند بلکہ روحانیت کے اصلی مفہوم کو خیر باد کہہ کر فری اور جمود کی پاکبازی اور ہنس موشی سے ہی اپنے آپ کو مصلح سمجھتا ہے اور اپنے ہاتھوں آپ مٹ رہنے میں بقا کا راز عجب ٹٹول رہا ہے!

میرا یقین ہے کہ سعی و سکون کے یہ دونوں مناظر افراط و تفریط کے مناظر ہیں، فساد و تہلاک کے مناظر ہیں، خط و امن کے مناظر نہیں! اس دنیا کی چار دیواری میں رہ کر کسی قوم کا سچا مذہب اُسکے دوام و بقا کا مذہب ہی ہے اور یہی سچی سیاست اور سچی صلاحیت ہے۔ دوام کے لیے جہاں اشتداد و زور کی قطعی ضرورت ہو وہاں اس زور کو ہتھار رکھنے کے لیے انتہائی تزکیہ نفس واحد اور آخری وسیلہ ہے۔ بہت ممکن ہے کہ گراہ پر لے ہوئے انسانوں یا زور کے منتظر مزدوروں کی ایک جماعت اس دنیا کے اندر

چند لمحوں کیلئے زور پیدا کر دے، اُس میں سب لازماً غلبہ و استیلا کے موجود ہوں، اُس میں جو بات ہو بلاوجہ اور بے مثال نظر آئے، زور آوروں میں اشد زور ہو، کمزوروں میں اشد کمزوری ہو، ایک طرف کمال بخت و انبساط ہو، دوسری طرف انتہائے عجز ہو، لیکن ایسے زرخیز زور کو دوام قطعاً نہیں! اُس میں صلاح کی باطنی استقامت نہیں، اُس میں تلور کی انکساری صلاوت موجود ہے، لیکن فولاد کی اندفاعی لچک قطعاً نہیں۔ ایسی بنا کی مثال ایک مکڑی کے جالے کی ہے جسکو بادِ تند کا فدا سا جو نکا کالعدم کر دیتا ہے، اور بعد ازاں اُس نل کو تھمیر کا نشان تک باقی نہیں رہتا۔ یورپ کے تمدن کا جو عظیم اسی کمزوری اور نادور بینی پر مبنی ہے۔ اقوام کے اس دنیا میں بقا کیلئے ضروری ہے کہ اسکے افراد کا تعلق حتی الوسع صلح فطرت کے اخلاق سے مائل ہو، اشرف المخلوق انسان سے کسی برتر مخلوق بننے کا تہیہ ہو، نہ یہ کہ مغلی پیدائش سے ارتقا کیا ہو انسان پھر اُسی درجہ سفل کی طرف لوٹ آئے۔ ایسی تہذیب اپنے پاؤں پر آپ بٹہ مار رہی ہے گو کہ اپنے زور کے نشے میں وہ فی الحال استعلا مست ہو کہ اس خود کشی کا کچھ اندازہ نہ کر سکے!

میر یقین ہے کہ مغرب کو ایک ایک ن اعمال خدا کے مشابہے کو کچھ مدت کیلئے ملتے ہی کر کے الفاظ خدا کے مطالعے کی طرف آنا پڑے گا! اُس ن انکی سب حیرت اور مذہب حالت تیش میں بدل جائے گی، فطر مستقیم کے بارے میں انکے سب شکوک رفع ہو جائیں گے، 'صلح' کا کثرت غلط تخیل درست ہو ہو کر مکمل ہو جائیگا، انکے علم فطرت سے مستنبط کیئے ہوئے اکثر معاشری اور تہذیبی اصول کی تائید ہزاروں برس پیشتر کے کہے ہوئے الفاظ سے جبرت انگیز طور پر ہوگی! اُن کو نبیاء کے اس دنیا میں علمی مقام کا صحیح اندازہ ہو جائے گا، اپنی غلط روی کے متعلق صحیح اور تیسرے چیز معلومات ملیں گی، صحیح روی کی الہی اور سکری بند مل جائے گی، پھر ان کا فطر مرن آسمان سے یہ تجاہل عارفانہ بھی نہ رہ سکیگا! 'منکرے' بنکر ہر رنگ متناہستین کے مصداق نہ رہ سکیں گے! اُس حکیم علی الاطلاق کی حکمت پر کھلا اور بے حجابانہ یقین، اُسکے اعمال پر متفقانہ نظر، اُس کے الفاظ کی خادمانہ انکی حمت کی بے محابا متنائیں اور تقدیم کے بڑے ہوئے حوصلے اس کثرت زراعت کو بہری بھری کر دینگے! پھر انسان

بھی ایک دوسرے سے اُفت سے رہ کرے گا۔ آئے دن کے مقابلوں کا جہنم اُسکی معاشرتی ہیئت کے بہشت کو کچھ منتقص نہ کرے گا۔ اگر مغرب اور مشرق نے فی الحقیقت مذہب کو علم کی نظر سے دیکھا، اور علم نے بھی اُسکو اپنی آغوشِ لطف و رحمت میں لیکر کلامِ خدا کو از سر نو انسان کا مشترک صراطِ مستقیم اُسکا واحد دستور العمل، رب العالمین کا ایک اور اُثل پیغام، اُسکا ایک اور ناقابلِ بدل قانون بلکہ انسان کا لمحائے وحید اور اودائے فرید ثابت کر دیا، اور اگر ساکنانِ زمین نے بھی دانشمندی اور تدبیر سے کام لیکر پیغمبرانِ جہان کی ذاتیات پر بحث کرنے کی بجائے خدا عظیم کے نفسِ الامم کی طرف توجہ کی، سب فروعات اور ظواہر کو بالائے طاق کھسکا کر اصل قانون کو اپنا پیوہ عمل بنایا، تو جہنم کے سب دروازے یک بیک بند ہو جائیں گے! اس دنیا میں ہر کار شیطان کا کچھ کام نہیں رہے گا، اور بد قسمت زمین پر اُسکے مستقر ہونے کی بجائے اُسکو کسی اور آسمانی کُرے کی طرف ہماگنا پڑے گا!

وحی کی صحیح حقیقت اور عظمت بھی آج ہی نسلِ انسانی پر عیاں ہو سکتی ہے جب کہ اُسکا علم اوجِ کمال پر پہنچ رہا ہے، جب اُسکو مزینِ سخن سے ہمکلام ہونے کی آزدی ہے، جب اُسکے سمع و بصر کی حکومت باہم آسان تک پہنچ چکی ہے، جب اُسکا ساز و دھن اس سحرستانِ کائنات کو اجتماعی نظر سے دیکھ رہا ہے، جب اُمتوں کے فنا و بقا کی مکمل تصویر ان کی آنکھوں کے سامنے موجود ہے! جاہل اور کوتاہ نظر اُمتوں نے جو آج سے پہلے ہو گزری ہیں اُس مالکِ سمع و بصر اور علامہِ مطلق خدا کے کلام کو کیا سمجھا ہوگا، اُسکے ناپید اکنارِ علم کی کیا قدر کی ہوگی، اُسکے عاجز و نوازا احکام کی کیا لہم سوچی ہوگی، درِ اُخالیہ کہ وہ سمجھتے رہے کہ زمین کا چورس ٹکڑا بیل کے سینک پر پڑ چکا رکھا رہا ہے، اور بیل مچھلی کی کمر پڑکا ہے! وہ کیا سمجھتے ہو گئے کہ اس مالکِ زمین و آسمان نے کیا کہا؟ کس غرض و مطلب کے سوچ کر کہا؟ کس منہا نے جلیل کو پیشِ نظر کھسکا کر کہا؟ توحید پر اصرار کیوں ہے؟ شیطان سے احراز کیا ہے؟ ایمان کا کیا مطلب ہے؟ اتفاق سے کیا مقصود ہے؟ تفریق کیوں منع ہے؟ اتحاد کی توثیق کیسی ہے؟ بہشت اور دوزخ کیا ہیں؟ جاتروں کی کیوں تاکید ہے؟ تزکیہ نفس کی ترغیب کیوں کر ہے؟ پُن دان، نکو کاری کا کیسا

مذہب اور غیر وغیرہ! آج اس علم و شہادت کے زمانے میں ہی مذہب کے اوامر و نواہی اپنے صحیح اور اصلی رنگ میں ظاہر ہو سکتے ہیں، اُن کے مقاصد کی صحیح تعین ہو سکتی ہے، اُن سے مستقل نتائج اخذ ہو سکتے ہیں، اُن سے قانون خدا اور امر رب العالمین کا پتہ چل سکتا ہے، نوکر کو اُف کا صحیح عندیہ اور اُقا کو نوکر سے سچی رسم و راہ پیدا ہو سکتی ہے، ذاتیات اور تعصب، سب غلو فی الدین اور منہراط و تفریط قطعاً نابود ہو سکتے ہیں، اس امر کا وثوق کے ساتھ فیصلہ ہو سکتا ہے کہ پیغام فی الحقیقت ایک ہی تھا، صرف اُس پر عمل کرنے کے مظاہر جداجدا تھے، مقصود بالذات اصل دین ہی ہے، قانون فطرت ہی ہے، عادت خدا کو سمجھنا ہی ہے! افروغات اور ظواہر اصل مذہب تھیں! انہیں بلکہ جوہر اصل کہ پکڑے ہوئے ہے وہی اُس کے خزانہ عامر سے انعام پارہی ہے، جس نے روح کو، نفس الامر کو، صدق بسیط کو چوڑ دیا وہی ہلاک ہو رہی ہے۔ یہی وہ زمانہ ہے جب اتحاد عالم کا نصب العین بیش از بیش معرض عمل میں آ سکتا ہے، جب ہشتم دان زمین کی ایک موتمر علم کی شعل کو ہاتھ میں لے کر دنیا کو ایک راہ پر لگا سکتی ہے جب مذہب کا افواہی اور قولی شعبہ صرف غلط بکمرٹ سکتا ہے، جب اسکا عملی اور اتحادی پہلو ذہنوں پر پھیر کی کیر و بن سکتا ہے جب اسکے حزبی اور خست لافی، بغاوتی اور حسدی اثر کے کالعدم ہونے کا امکان ہے، جب آئین بالہجر اور آئین بالخفی کی سب مضحکہ انگیز بحثیں طرفہ العین میں بند ہو سکتی ہیں، جب بیچ اور جھوٹ، روا اور ناروا کا تصفیہ لمحہ لبصر میں ہو سکتا ہے! وحی کی سچی قدر، اُس پر سچا اور بے ریا یقین، اُس پر مسلسل اور تہیجہ خیر عمل، اُس پر کامل اور لاینفک اتحاد و حقیقت علم ہی سے ہو سکتا ہے اور وہی صراط مستقیم صحیح معنوں میں بقا انگیز اور تقدم خیر ہے جس کے مسئلہ اصول کی تائید براہ راست وحی سے ہوئی۔ دنیا کی سب سے آخری کتاب وحی (یعنی قرآن) نے نوع انسان کی موجودہ تفریق راہ صواب بلکہ مذہب کی ماہیت کا فیصلہ یک قلم اس بنا پر کر دیا ہے کہ مناسک اور ظواہر اور شے میں اور امر اور چیز ہے: لِكُلِّ اُمَّةٍ جَعَلْنَا مَنَسَكًا هُمْ نَاسُكُوهَا فَلَا يَنۡبَغِي عَلَیْكَ فِی الْاٰمَرِ وَاۡنۡعَ اِلَی رَبِّكَ اِنَّكَ لَعَلَّٰ هٰذَایۡ مَسۡتَقِیۡمٌ ﴿۲۲۸﴾

گو یا مناسک کو بنائے نزع سمجھ کر قانون رب العالمین میں جھگڑا پیدا کرنا ہی صراط مستقیم اور مذہب پر ہے ہٹنا ہی!

لیکن علمائے جہان کی تذکرہ صد و نو ترے قطع نظر ہوشمند اشخاص اپنی اپنی مطالعہ گاہوں میں بیٹھے ہوئے بطور خود  
 اس بات کا اندازہ لگا سکتے ہیں کہ دنیا کے سب مروجہ آسمانی صحائف کے اندر انکی اس محترف شدہ صورت میں بھی  
 وحدت پیام کی ایک نہر سبیل و ڈھری ہے، سب کا بین النورینہ عا و نورستہاد ہی ہے، مطمح نظر ایک ہے، ہر  
 ایک ہے، اگرچہ ظواہر اور مناسک اکثر حالات میں الگ الگ ہیں۔ اگر کہیں کوئی اختلاف اس امر عظیم پر عمل  
 کرنے میں رونما ہوا ہے تو وہ صرف نقطہ نظر کا اختلاف ہے، منظر تصویر کا اختلاف ہی، رویائے قلب کا اختلاف  
 ہرگز نہیں۔ یہی باعث ہے کہ دنیا میں جب قدر پیغامبر آئے اپنے سے پہلے پیغمبروں کی تصدیق کرتے رہے،  
 بدھ نے کرشن کی تائید کی، موسیٰ نے ابراہیم کی تصدیق کی، عیسیٰ نے موسیٰ شریعت کو بنا قرار دیا، محمد صلیم  
 نے سب انبیاء کو بلکہ ہر قوم کے بلادی کو، ہر فریے کے مذہب کو، ہر امت کے رسول کو مانا، حتیٰ کہ سکھ اُمت کے  
 پیشوا نانک علیہ الرحمۃ نے بھی ختم رسل اور باقی سب ایلچیوں کو برابر سمجھا! یہ تصدیق بذات خود اس امر کی  
 تصدیق ہے کہ یہ سب لوگ آپس میں راز و اس تھے، ایک ہی قانون سے واقف تھے، ایک ہی امر مہم سے  
 آشنا تھے، گویا سب سیانے تھے اور ایک ہی مہم رکھتے تھے! بلند بینی اور وسیع نظری کے باعث ان کے  
 ذہن اس قدر رسا اور انکی تعلیم اس قدر حقیقت کشا بن گئی تھی کہ ظواہر اور شعار کا اختلاف انکو کچھ اختلاف دکھائی نہ دیتا  
 تھا! انکی نگاہیں اس قانون، اس نفس الامر، اس دین فطرت کی طرف لگی تھیں جس پر چکر ہر جا امن ہے  
 قوموں اور قبیلوں کا امن ہے، گہروں اور افراد کا امن ہے! مثال کے طور پر عرب کے آخری پیغمبر علیہ الصلوٰۃ والسلام  
 کی آسمانی کتاب ابراہیم، موسیٰ، داؤد، عیسیٰ، وغیرہم علیہم السلام سب انبیاء کی اپنے اپنے وقت میں مروجہ نمازوں  
 کو اُسی ایک لفظ الصلوٰۃ سے تعبیر کرتی ہے، وہی الزکوٰۃ کا لفظ سب کے بارے میں موجود ہے، صوم کے بارے میں  
 وہی لگا کتب علی الذین منہم لیکھ لکھا ہے، حج، جاد، ہجرت، سب ادا امر کی توصیف میں جو آج ایک مختص  
 شریعت سے مخصوص ہو کر اس مذہب کے شارب بن چکے ہیں، وہی مشترک الفاظ ہیں، سب کے لئے یکساں ثواب اور برابر کا  
 عذاب متعین ہے، حالانکہ یہ ایک کھلی حقیقت ہے کہ ان سب کے ظواہر الگ الگ تھے، نماز کے وہ کو ع و بھونہ تھے،



زکوٰۃ کے وہ تھے بجز نہ تھے، صوم کیلئے وہ ماہ رمضان نہ تھا وہ اوقات نہ تھے، وغیرہ وغیرہ۔ یہ سب اس لیے کہ قرآن کو نفس الامر کے بیان کر نیسے غرض ہے، کسی اہمیت کی سطحیات سے اسکو کچھ بحث نہیں۔ اسکے نزدیک آج بھی الصلوٰۃ وہ شے ہے جو دہی تحیف دل، وہ نتیجہ خیر اطاعت، وہ سبب نفس، وہ توقیت عمل، وہ اخلاق اور موالات، وہ تعاون اور محافظت پیدا کر دے، جو ابراہیم اور موسیٰ اور عیسیٰ علیہم السلام کے لئے ہوئے پیغام میں مقصود تھی، محمدی ناز کے ظواہر اور ارکان سے اسکو کچھ سروکار نہیں۔ اور جس طرح بھی نتائج پیدا ہو جائیں اسکی نظروں میں بارگاہ خدا میں تسہول ہیں۔ نہیں بلکہ اگر کسی نماز سے وہ بات پیدا نہیں ہوئی تو قرآن کی مطلق لغت میں ظواہر کا وہ بے روح پیکر الصلوٰۃ کہلانے کا اہل نہیں۔ انبیائے کرام علیہم الصلوٰۃ والسلام نے قانون خدا کو بعینہ اسی نقطہ نگاہ سے دیکھا، اور اسی لیے سب سے ایک دیکھا، سب نے صہلیت اور حقیقت کو پایا۔ اور اگر آج بھی صحیف آسمانی کا مطالعہ اس مقام نظر سے کیا جائے تو پیغام خدا کی حقیقت کو پالینا اور تمام عالم کا ایک نقطہ وجود پر متفق ہو جانا کچھ متعذر نہیں۔ البتہ اس غرض و مطلب کے لیے، اخلاقیان ملت کا قانون خدا کے بحر فاعلم منہوت کی عینکے دیکھنا لازمی ہے، جہالت کی تنگ چٹائی اس صراطِ مستقیم کا کچھ فیصلہ نہیں کر سکتی!

مجھے یقین ہو چکا ہے کہ اس قانون خدا اور امر رب العالمین کی حقیقت تک تمام و کمال پہنچنے کیلئے قرآن حکیم سے بہتر کامل تر، واضح تر اور صحیح تر آسمانی کتاب اس دنیا میں کہیں جو نہیں سب آسمانی صحیفے اپنے اپنے وقت نزول سے آج تک کم و بیش لفظی تحریف کا شکار ہو چکے ہیں، ان میں سے کثرت الفاظ و وحی روئے زمین سے کلیتہً ناپید ہیں، اکثر میں مرد و وقت کے باعث رد و بدل وارد ہو چکا ہے حتیٰ کہ خود حاملان وحی کو اس حقیقت کا اعتراف ہے، لیکن لفظی تحریف کا گناہ عظیم انسان نے کم از کم اس کتاب کے بارے میں حتم نہیں کیا۔ قرآن حکیم کے مطالب اور مقاصد میں اگرچہ بے حد معنوی تحریف ہو چکی ہے، اُس کا اصلی اور نبوی منشا جہلا اور علما کی متفقہ تاویل کے باعث اکثر خبط ہو گیا ہے، اُسکے معانی پر عجیب شرعی اور فقہی غلاف پڑ چکے ہیں، اُسکے کسی ایک

امر ہم کا اتنی مفہوم صحیح طور پر سمجھنا ان عالم کے ذہنوں میں باقی نہیں رہا، اُسکے اوامر و نواہی پر اعتقاد کج صرف اقوال اور افواہ تک محدود رہ گیا ہے، اُسکو لوگ جو کچھ مان رہے ہیں مومنوں اور لفظوں، پھونکوں اور استخاروں کے مان رہے ہیں، لیکن اس کے الفاظ بعینہ اور باصلہ موجود ہیں۔ انسان کا بڑے سے بڑا فریب بھی اب اُنکو بدل نہیں سکتا اب کی کچھ کتر بیوت نہیں کسکا محقق کیلئے رہنما بن کر رہے ہیں پر موجود ہونا ایک غیر مترقبہ نعمت اسلیئے ہو کہ صفحہ آسمانی کے صفحہ مطالعہ میں قرآن حکیم کے الفاظ اور تحقیق شدہ مطالب کی مدد نہائی صحیح نشانے خدا کی طرف پہنچی رہ سکتی ہے۔ جہاں اور سب کتب آسمانی اپنی موجودہ حالت میں کسی ایک امر کے بارے میں کوئی حکمی فیصلہ نہیں کر سکتیں، وہاں قرآن اُس امر کے متعلق اپنا قطعی اور آسمانی فیصلہ دے سکتا ہے۔ یہی نہیں بلکہ جو مشترک باتیں آسمانی صحائف میں اسوقت پائی جاتی ہیں، اور جن کا وجود اس آخری کتاب سے بھی ثابت ہے، اُن سب کا قرآن صحیح معنوں میں مُصدّق بنجاتا ہے۔ اس مقام پر سے اگر کسی مفرعہ آسمانی کتاب کے اکثر مضامین اور تران کے مابین کوئی ماہہ الاشترک ثابت ہو گیا ہے تو اُس مفرعہ کتاب کا اُسکے اپنے عہد نزول میں منجانب اللہ ہونا بھی متحقق ہے۔ الغرض یہ کہ کو علم کے بلند درجے تک پہنچانیکے لیئے یہ گویہ نہایاب از بس بے بہا اور گرانا میہ ہے۔ طالب حقیقت کی انتہائی خوش قسمتی ہے کہ اُن کے پاس کم از کم ایک ایسی کتاب موجود ہے جسکو خدا کے ہاں سنے بڑا ذراست ہونے کا اذعا ہے، اور جو آپنا محرف اور بے غل و غش خالص ہے، اسکا کام اب صرف اتنا ہے کہ اسکو علم کی کسوٹی پر چکھا پرکھ کر سوتا ثابت کر دے، یا اگر وہ اس محک پر پوری نہیں اتر سکتی تو اسکا ناقص عیار ہونا علی الاعلان ثابت کر کے دنیا کو مذہب کے فریب عظیم سے کیسے نجات دلوادے!

یہ وہ خیالات ہیں جنکی بنا پر میں اس کتاب کو ساکنان زمین کے سامنے پیش کرنے پر مجبور ہو گیا ہوں۔ مجھے یقین ہو چکا ہے کہ قرآن حکیم اپنی جامعیت اور مانعیت میں، اپنی حجت اور حکمت میں، اپنے علم و خبر میں وہ فقید المثال کتاب ہے کہ اسکا علم انسانی دانست کے ہر ممکن معراج سے بالاتر ہے۔ سب آسمانی کتابیں قانون خدا اور دین فطرت کے صرف بعض یا اکثر حصوں کو پیش کرتی ہیں مگر یہ نادر الوجود حسیفہ اسکو بہ تمام و کمال پیش کر رہا ہے۔ انسانی معاشرے

اور تمدن، دنیاوی بخت اور امن، علمی تقدم اور عمران، علی فوقیت اور فساد کا کوئی شعبہ نہیں جسکو حاصل اور برسر رکھنے کیلئے اسکے اندر مکمل اور معنی خیز اشارات نہ موجود ہوں۔ تہذیب کے ہر مرحلے میں، عمران کی ہر منزل میں، تقدم کے ہر قدم پر یہ کتاب انسان کیلئے سچی رہنما ہے۔ اسکی انگشت زہنار لامحالہ اسی طرف اشارہ کر رہی ہے جس طرف بالآخر نقصان ہے، اجتماعی ضعف ہے، مجموعی موت ہے! اسکا بخوف خطر حکم اسی صراطِ مستقیم کی طرف ہے جس پر چل کر امن ہے، غلہ و بقا ہے، نعمت اور عزت ہے! اسکا اہم ترین مطمح نظر امتوں کی اجتماعی حالت کی اصلاح ہے، لیکن اسی مجموعی بہت کثاؤد کے ضمن میں اسنے افراد کی شخصی فلاح کا اہل دستور العمل بھی پیش کر دیا ہے۔ اسکو روئے زمین پر پہنچنے والا وہ صاحب علم و خبر، وہ مالک سمع و بصر، اور وہ عالم الغیب الشہادۃ کہ بنی نوع انسان کے انتہائی ارتقا کو ہزاروں بلکہ لاکھوں برس پہلے دیکھ رہا ہے! صد ہا برس کے گزشتہ واقعات کی سند پیش کر رہا ہے، امن کے لازماًت کی طرف اشارہ کر رہا ہے، خوف کے مقامات سے ڈرا رہا ہے، الغرض جو کہہ رہا ہے قوت اور زور سے کہہ رہا ہے، یقین اور وثوق سے کہہ رہا ہے، غنا اور بے نیازی سے کہہ رہا ہے! اسکا قانون اس قدر مکمل ہے کہ نارسانا نظریں اسیں عیب نگا لیتی ہیں، اسیں کچی دیکھتی ہیں، اسکے متعلق شکوک پیدا ہوتے ہیں مگر علم کی وسعت اور بلند بینی پھر ان شکوک کو مشکوک کر دیتی ہے! ہر شے کے متعلق نئے احوال، نئی معلومات، نئے مقام نظر آئے دن ظاہر ہوتے رہتے ہیں اور مشکوک کو بالآخر درمندانہ اور سپر انداختہ کر دیتے ہیں! مقام نثار، تعدد از دواج، ممانعت خمر، معاشری مساوات وغیرہ وغیرہ چند در چند ایسے مسئلے ہیں جنکے متعلق دنیا تمدن کے اس مرحلے میں مشکل سے یک رائے و یک زبان ہو سکے گی، اُن پر جب تک انسانی فطرت کا علم نامکمل ہے بحث کا سلسلہ جاری رہ سکے گا مگر ان مباحثِ دقیقہ کے متعلق قرآن کے قطعی اور کسی فیصلے وہی ہیں جنہر دنیا کی عام رائے کا اہم ترین حصہ نامحسوس طور پر متفق ہو رہا ہے! وہ وہی ہیں جو تلخ تجربوں، فطری گناہ کی سزاؤں، پستی غفلتوں کے سم آلود نتیجوں، افراط و تفریط کے مہلک اور قاطع النسل اثرات اور ترقی علم سے اخذ ہو کر دنیا کو نئی راہوں پر لگا رہے ہیں! دنیا کسی شش و پنج میں گرفتار ہے، صراطِ مستقیم کی تلاش میں یہ غلط اور وہ صحیح بار بار کہتی رہے، زید سے ہٹ کر عمرو کی طرف

اور عروس بکر کی طرف راجع ہو، مگر قرآنی محاکمے ناقابلِ بدل اسلئے ہیں کہ بالآخر انسانی طبیعت انہی کی طرف  
مائل ہو کر رہے گی۔ اپنی فطرت سے بچ کر انسان انہی پر مجبور ہوگا، انہی سے ہٹ کر شکست و ریخت ہوگا، انہی پر چلکر  
حفظ و اس ہے! جہاں انفرادی ہے اسی کے عصیان سے ہے، جہاں بالمش ہے اسی کو مان کر ہے۔ قرآن کا بتایا ہوا  
اسلام ایک فطرت ہے جس پر نسل انسانی بلا امتیاز رنگ ملک مخلوق ہے، اس میں کوئی تبدل و تحول  
اصلاً اور طبعاً نہیں ہو سکتا! یہی وہ صراطِ مستقیم ہے جسے سوا کوئی دوسرا خط مستقیم ہدایت ممکن نہیں بہتہ اگر  
لوگ اسکی تلاش میں ایک راہ سے ہٹ کر دوسری راہ پر چل رہے ہیں تو اسکی وجہ کمی علم ہے جس نے فطرت انسانی کا  
علم مکمل ہو جائے گا نہ صراطِ مستقیم سورج کی کرنوں اور مہتاب کی شعاعوں سے زیادہ روشن تر حقیقت ہو جائے گی یہی  
بتا پر قرآن نے اپنے بتائے ہوئے صراطِ مستقیم کے بارے میں کہا ہے: **فُطِرَتِ اللّٰهُ الَّتِي فَطَرَ النَّاسَ عَلَيْهَا**  
**لَا تَبْدِيلَ لِخَلْقِ اللّٰهِ ذَٰلِكَ الدِّينُ الْقَيِّمُ وَلَٰكِنَّ أَكْثَرَ النَّاسِ لَا يَعْلَمُونَ** (الزمر: ۶۰)

قانونِ خدا کے متعلق قرآن حکیم کے اجمال اور کمی علم کے باعث بسا اوقات اُسکے بدیہی اغلاق کے باوجود اس کا  
بیان کردہ آئین اہل نظر کی نگاہوں میں اس قدر تین ہے کہ کسی ایسی مختصر کتاب کا اس سے زیادہ امین اور کامل ہونا محال ہے!  
وہ بظاہر ایک ایسے مختصر صحیفہ ہے مگر اس کا دعویٰ اپنے متعلق **تَبَيَّنَا نَا لِكُلِّ شَيْءٍ** ہے! اجمال کے لئے اغلاق  
لازمی اسے مگر اُسکے وحی کرنے والے کا دعویٰ اس کے بارے میں **يَسِّرْ لَّهِ يَسِّرْ لَكَ** ہوا! لوگ اُسکو عیاں کرنے کی  
سعی میں قرونوں سے تفسیر کے طومار باندھ رہے ہیں مگر اُسکا اپنا **اَوْعَا الْكِتَابِ الْمُبِينِ** ہی ہے! شرعی علماء اُسکی  
ایک ایک آیت کو لائقِ شرح و بیان بتاتے ہیں مگر اُسکا اپنا محاکمہ **الْكِتَابِ مُفَصَّلًا** اور **تَفْصِيلَ كُلِّ شَيْءٍ** ہے! اُجکل کے  
مولوی اُسکی حکمت میں استدلال کرنا گناہ سمجھتے ہیں مگر یہ آپ **اَفَلَا يَتَذَكَّرُونَ** اور **لَعَلَّهُمْ يَتَفَكَّرُونَ** کی صلائے  
عام دے رہا ہے! حدیث کے شیعہ دینی اُسکی کسی ایک آیت کو صحاح ستہ سے بے نیاز نہیں سمجھتے مگر اُسکا اپنا فیصلہ  
**اَوْفَا كَيْفِهِمْ** اور **اَمْ كُنْتُمْ لَكُمْ وَبَيِّنَاتٍ** اور **فَاَرْسَلْنَا رَحْمَةً بَعْدَ ذٰلِكَ يُؤْمِنُونَ** اور اس کے ایک شیعہ دینی (حضرت عمرؓ) کا فیصلہ **حَسْبُنَا كِتَابُ اللّٰهِ**  
**وَلَنْفُتْ** والے اسکو لغت کا محتاج کہتے ہیں مگر اس کے بڑے سمجھنے والے اور اس پر بڑے عمل کرنے والے دو سو برس تک اسکو لغت کے

بدون سمجھتے رہے! اسلامی دنیا اسکی ادبی خوبیوں اور شنیدہ فصاحت پر سر دھنتی رہی ہے مگر اسکا اپنا اعلان  
 مَا عَلَّمْنَاهُ الشُّعْرَ اور قَانُوا رَبَّكُمْ... اُھدی ہی رہا ہو! اسکے اکثر حامل پچھلی کئی متصل قرونوں سے وہی لوگ رہے  
 جو اعمال خدا اور فطرت کے علم سے فی الجملہ نابلد اور تقنیسیات سے اکثر متنفر رہے مگر اسکا روئے سخن بہر نوع لفظی  
 یَعْلَمُونَ اور لَقَوْا یُؤْفِقُونَ ہی رہا ہے! اسکے دشمن پکار پکار کر اور دوست دبی آواز سے کہہ رہے ہیں کہ قرآن کے  
 اندر ربط کا کچھ تہہ نہیں لگتا مگر اسنے اپنی بے ربطی کا الزامی جواب الَّذِیْ جَعَلُوا الْقُرْآنَ عِضْدَیْنِ ہی دیا ہے!  
 الغرض عقیدت مند لوگوں کی اسکے متعلق سخن آرائیوں سے صرف نظر کر کے جو قیسی بات قرآن حکیم کے بغور اور  
 پیہم مطالعے کے بعد اخذ ہوتی ہے یہ ہے کہ وہ فی الحقیقت ایک نہایت عمیق اور بلیغ کتاب ہے، اسکے اندر انسانی  
 نسل کی اجتماعی مرفہ الحالی کا پورا اور دائمی سامان موجود ہے، انہیں کمال تدبیر اور انتہائی غور و فکر کی پوری  
 گنجائش ہے، وہ اپنے دائرے کے اندر مکمل ہے، قیاسات اور آرا کے سب انسانی مجموعوں سے بے نیاز ہے  
 وہ آپ صحیح معنوں میں اپنی تفسیر ہے، وہ سب انسان کی بنائی ہوئی اور قابل بدل لغات سے مستغنی ہے،  
 اسکی اپنی اور ناقابل تغیر لغت خود اسیکے اندر ہے، اسکا داخلی طریق تسمیہ اسکے اپنے مقرر کیے ہوئے معبود و ذہنی کواد  
 کر نیکیے لئے استعارہ کافی ہے کہ کسی خارجی مدد کی اسکو محتاج ضرورت نہیں، اسکی سب قانونی مصطلحات و آئینی شعارات  
 خود اسکے ضمن میں اس صحت اور وقت، اس سلامتی اور کمال سے واضح کر دی گئی ہیں کہ اسکے بعد کسی ایک حصے کے  
 مطالب کی صحیح تعین میں شک و شبہاہ کا گمان تک نہیں گذر سکتا! اسکے ہر لفظ کے صحیح مطلب اور صاحب القرآن  
 کے اس لفظ کے متعلق صحیح عندیہ میں وہ حیرت انگیز استقلال ہے کہ اقل سے آخر تک اسکا وہی ایک پیش نہاد  
 اجماع امت یا تاویل یا انسان کا نفسانی مکر اسے مقصود کو قطعاً نہیں بدل سکتا۔ اسکی ایک آیت کے صرف ایک معانی  
 میں، اسکے متعلق طرز عمل ایک ہو، پیش نہاد ایک ہے، محاکمہ اور عندیہ ایک ہے، سیاق کلام ایک ہے، سابق ایک  
 ہے! اسی بنا پر قرآن حکیم اختلاف باحثو کے ہذا انسانی عیب سے قطعاً مبرا ہے! جہاں کہیں اسکی آیتوں کے  
 اندر تناقض کا گمان یا تکرار و تخالف کا شائبہ نظر آتا ہے وہیں اُن کے اتنی مطالب سمجھنے میں کسر رہ گئی ہے، وہ کہہ کر



مقامات اور موٹے موٹے جزیروں کی طرف اشارہ کرتا ہے۔ لوگ اس طرز بیان کے شہسازانوں ہوتے ہیں اور بادی نظریں انکے باطنی ربط کو نہیں دیکھتے، وہ نہیں دیکھ سکتے کہ ان سب بیانات کی تہ میں ایک قابل التفکاک تعلق ہے، انکے نیچے ایک مشترک اور مضبوط زمین ہے، ایک طبعی اور غیر منقطع منطقی تسلسل ہی پہاڑوں کی سرسبز ٹھکان چوٹیاں علیحدہ علیحدہ نظر آ رہی ہیں مگر ان کے واسن اور وادیاں انکی بنیادیں اور مشترک قواعد انکے عمیق علم کے محیط میں غرق ہیں۔ وہ خود انکو بے گمان طور پر دیکھ رہا ہے، مگر لوگ اپنی نظریں کے باعث جلد مضطرب ہو جاتے ہیں؛ عیسیٰ علیہ السلام کا پہاڑی پردیا ہوا وعظاً آجتکے ربط نظر آتا ہے، اُسکے انسانی الجملہ کوئی منطق اور ترتیب نظر نہیں آتی، اُسکے سب محاکے بادی الزائے میں متفرق اور غیر تعلق دکھائی دیتے ہیں، ان سے کوئی مستقل نتیجہ قانون خدا کی ماہیت کے بارے میں مرتب نہیں ہوتا، تاہم یہ بات ہر عیسائی اور غیر عیسائی کے نزدیک مسلم ہے کہ پہاڑی کا وعظ اس اولو المعزم نہی کا سب سے مشہور، سب سے مکمل اور سب سے زیادہ نتیجہ خیر وعظ تھا! نہیں بلکہ نصارے کا شنیدہ اعتقاد صدیوں سے اُسکے متعلق یہ رہا ہے کہ عیسائیت کی روحانی تعلیم بہ تمام و کمال سی وعظ کے اندر مضمر ہے۔ لوگ آجتک اکثر نہ سمجھ سکے کہ دل کے غریب، بعینہ کون لوگ ہیں اور آسمان کی بادشاہت کیا ہے اور کیونکر انکی ہو؟ حلیم کون اشخاص ہیں اور زمین کی دراشت کیونکر انکو مل رہی ہے؟ پاک دل ہونی سے کیا مراد ہے اور خدا کا دیدار کیونکر انکی کا حصہ ہے؟ مسیح نے تورات یا پہلے جیسوں کی کتاب کو کیونکر منسوخ ہی نہ کیا، بلکہ مکمل کیا حالانکہ عیسائی اور یہودی ہیں آج کوئی بات مشترک نظر نہیں آتی، ڈوبنے کال پر طمانچے والی تعلیم سے کیا مراد ہے، شمول سے پیار کرنا کیونکر دین فطرت ہو سکتا ہے، کل کی فکر نہ کرو کیونکہ کل اپنی چیزوں کی آپ ہی منکر کر لینگا، کس طرح پر ایک باعل اور وارث زمین بنائے شخص کی تعلیم ہو سکتی ہے، وغیرہ وغیرہ۔ جہانیک ایک سطحی نظر سے تمام کو دیکھا جائے اسکے اندر کوئی منطق کوئی متفق علیہ دلیل، کوئی تسلسل، کوئی صغرے کبرے ثابت نہیں ہوتا۔ بڑے سے بڑا نتیجہ جو ایک نتیجہ کس شخص اس سے نکال سکتا ہے یہ ہے کہ یہ ایک مذہبی اور انفرادی تعلیم ہے جو دنیا کو رہبانیت کی طرف ایجا رہی ہے ایک نیا دانش کلاس سے چنداں متمتع ہونا اس متعذر ہے۔ لیکن ابھی دو پرس نہیں گزرے کہ



اسی طمانچے والی حلیم بنانیوالی تعلیم کے ایک جزو قلیل کو سزین ہند ایک مقتدا اور با عمل سیاسی رہ نمائے صحیح طور پر لیا، اور اگرچہ اسکی تمام منطق کو سمجھنے سے وہ فی الجملہ قاصر رہا لیکن اُسپر کما حقہ عمل پیدا کرنے کی سعی کی، اور لوگوں کو اُس اہل روحانیت کی ترغیب اور وراثت زمین کا نصب العین پیش کر کے چند مہینوں کے اندر وہ ماحول پیدا کر دیا کہ انگریزی حکومت کے اوسان خطا ہو گئے! لیکن نبی کی تعلیم کا یہ لشکر انگیزہ رلبط اور اسکا صراط مستقیم صرف اُسی شخص کو حاصل ہو سکتا ہے جسکی نظر بحد وسیع ہو، تعصب کی تنگ نظری اسکے رلبط کو نہیں دیکھ سکتی!

انبیاء کی تبلیغ یک طرفہ، دنیا کے اور بڑے معلوم کا کلام بھی بسا اوقات سطحی نظروں میں بے ربط معلوم دیتا ہو۔ بسکین کی اکثر فلسفیانہ تصانیف اور مضامین میں ایک غلاق ہے جسکے حل کرنے کے لیے ذہن کو ناگوار تکلیف برداشت کرنا پڑتی ہے۔ مولانا روم کی مثنوی کے اشعار میں مصنوعی لگاؤ کا معلوم کر لینا آج بھی آسان بتا نہیں، وہ سب کے سب نظم موتیوں کی طرح لڑھکتے دکھائی دیتے ہیں اور بہت کم اشخاص مصنف کے صحیح عندیے کی تشریح کر سکتے ہیں! خود کار لائل جس نے عرب پیغمبر کے لائے ہوئے قرآن کو پریشان خیالات، کہہ کر اسکی تخفیف کرنی چاہی ہے، اکثر اوقات اپنی تصنیفات میں اسی عظمت کا مصنوعی رنگ پیدا کرنا چاہتا ہے، اگرچہ وہ آپ کسی بڑے پائے کا معلم ہیں اور دینی زبان سے معترف بھی ہے کہ اسی پریشان خیالات کے مجموعے نے عرب کو تمدن کے فلک الافلاک تک پہنچا دیا تھا! اسطو کے اکثر اقوال مغلط ہیں، بلکہ اُسکے مسلسل مضامین بھی کئی کئی بار پڑھنے کے بعد سمجھ میں آتے ہیں غالب کے دوسرے عربوں کے درمیان بعض اوقات رلبط ٹھیک طور پر قائم نہیں ہوتا، نیوٹنی است لال کے دو متصل مراحل میں مبتدی کو اکثر اوقات دشواریاں پیش آتی ہیں۔ الغرض جہاں جہاں کسی مقتدر تصنیف میں کوئی غلاق نظر آتا ہے، جہاں الفاظ کی بے انتہا کمی اور مضمون کی بے انتہا کثرت ہے، جہاں منطق پر بلاغت اور عمق مطالب نے پردہ ڈال رکھا ہے، جہاں واقعات اور نتائج کو اسقدر اہمیت ہے کہ دلیل ایک ثانوی اور تابع شے بن چکی ہے، جہاں علم کا پیدا کیا ہوا استغنا جمل کے متفقہ عجز و احتجاج کی پروا نہیں کرتا، اور سچائی کے

زور پر تسلیل و تشبیح سے بے نیاز ہو چکا ہے، وہیں حقیقت کی پردہ نشین عروس جلوہ گر ہے! وہیں سچا اور لازوال حسنِ مستور ہے! انہی بندہ نما اور مخلوق دہیچوں کی ادٹ میں حسنی کی شرمسار معشوقہ حجاب آرا ہے! اصلی اور بے مثال حسن کو نمائش اور اعلان کی ضرورت ہرگز نہیں ہوتی، اسکی آبت تابا و مجربیت ہی مجربیت میں ہے، انہیں دعوت اور تشہیر نفس کا ادھیچا پن قطعاً نہیں ہوتا، اسکا ستور رہنا ہی نقاد نظروں کے لئے ہلا کی دعوت ہے! بہترین میٹج ہے! پیام وصال ہے! بوسہ پیغام ہے! نہیں بلکہ بسا اوقات نظر انتقاد کی تاریں بھی حجاب بن کر اسکو چھپا لیتی ہیں اور ظاہر ہو جانے کی خفت کو برداشت نہیں کر سکتیں!

**قرآن** اگر اُس خالقِ زمین و آسمان کا کلام ہے، اگر وہ اُس مالکِ شمس و قمر کے عرب پیغمبر کے قلب پر نازل کئے ہوئے الفاظ ہیں، اگر وہ فی الحقیقت اُس معلمِ اول اور اُس ادب آموز ازل کا ساکنانِ زمین کو آخری درس ہو تو سیکل کی نظروں میں اسکا غیر مربوط و ناہمی کی بری سے بڑی خوبی ہے۔ وہ گرم و بوط ہو سکتا ہے تو اُن ہنوں کے اندر جنہوں نے اس کائناتِ عظیم کے چتے چتے کو دیکھ مارا ہے، جنکو اس صحیفہِ فطرت کے رازِ دروں کا اکثر علم ہو چکا ہے، جنکو علم کی بلند نگاہی اور حقیقت کی وسیع نظری آسمانوں اور ستاروں کے افق اعلیٰ پر لے گئی ہے، جو عقلی منطق کے صغریٰ و کبریٰ سے بے نیاز ہو کر واقع الامر کی قطعیت تک پہنچنے کے دیپے ہیں، جو شرط و جزا، سبب اثر، اور علت و معلول کے اس عظیم الشان موسیقی ساز میں ایجاب قبول کی ٹھنڈی سروں اور قضا و قدر کی پوشیدہ نواؤں کے محرم ہیں، جنکو اس بظاہر بے ڈیل ڈول، بے مرشد، نامنظم، استبداد سے بھری اور افراط و تفریط سے پر دنیا کے اندر ایک حیرت انگیز توازن، ایک محیر العقول عدل و تسویہ، ایک بہتر تقویم اور تنظیم نظر آرہی ہے! خدائے زمین و آسمان اپنے کلام میں اس امر کا تحمل ہو نہیں سکتا کہ مبنیوں کی طرح انسان کو حروف ہجا سکھائے، پھر حرفوں اور جملوں کو آپس میں جوڑے، پھر جملوں اور فقروں میں ربط و کھلاتا پھرے، اُس کا کمال عاطفت یہی ہے کہ اعلان کر دیا کہ یہ کتاب مکمل ہے، مفصل ہے، گنجینہ علم و حکمت ہے انسان سے اسکا مشیل پیدا ہونا محال ہے، آسان ہے، مبین ہے، اختلاف سے برتر ہے، صاحب علم و فکر قوم

کے لئے ہو، ہدایت اور رحمت ہے، نور و شفا ہے، مربوط ہے! یہ امور بجائے خود اسکی حقیقت کو اظہر من الشمس کے ہیں، اب انسان کا فرض ہے کہ اس میں یہ خوبیاں دیکھنے کی سعی والا یطاق کرے، علم کی محاک پر آزمائے، حکمت کے معیار پر اُتارے، مربوط المطالب بنانے کی سعی کرے، اول سے آخر تک واحد المطلب ثابت کرے، والا اسکو مسترد کر دے! بڑی سے بڑی اور ناقابل انکار دلیل اس کے مربوط اور نتیجہ خیر ہونے کی یہ ہے کہ دنیا کے ایک انسان نے اسکو لیا، قیثیں برس کی زہرہ گداز تکلیف کے بعد اسکی تعلیم کو لوگوں پر اظہر من الشمس کر کے اس کے ایک ایک حرف، جملے اور فقرے کے اندر وہ ناقابل انشقاق ربط، و منطقی تسلسل، وہ شرط و جز کا قطعی اور عملی ماحل پیدا کیا کہ ایک نیا اسکو دیکھ کر انگشت ہنساں رہ گئی! اگر آج علت و معلول کا وہ آسمانی پیکر، وہ خدائی برہان کا مجسمہ کُبر ہے، وہ حجتہ اللہ علیہ الغیہ وہ مشیت ایزدی کا ناقابل بدل موقع انسان کے نسیان و فرس کے باعث بے دلیل اور بے ربط بن چکا ہو تو اس میں آسمانی صحافت کی ادارت کا کیا گناہ ہے؟

خدا کے کہے ہوئے الفاظ اگر عامۃ الناس اور جملہ کی نظر میں پریشان اور بے ربط رہے ہیں تو خدا کی بنائی ہوئی فطرت ابتدائے آفرینش سے آج تک عوام کی نگاہوں میں اس سے کہیں زیادہ بے ربط رہی ہو؟ معلوم آج بھی خدا کی بنائی ہوئی آتش چیزوں کے درمیان کوئی ربط نہیں دیکھتا، اسکو اکثر مخلوق بے لہم اور بے سبب نظر آ رہی ہے! اکثر حشو اور بے سلیقہ ہے، وہ سمجھتا ہے کہ اکثر کے بدون کام کل سکتا ہے، اکثر کے نہ ہوتے ہوئے انتظام اور آرام بہتر ہو سکتا ہے۔ درخت کی شاخوں میں ایک ناخوش آئینہ بندی ہے، دریا کی پچ و پچ راہوں میں تکلیف دہ کچی جو جنگل کے درخت، سمندر کی بے پایاں مخلوق، موسمی حشرات الارض، آسمان پر بکھرے ہوئے تارے اس کے نزدیک سب نوائید ہیں، وہ چٹھرے فی الجملہ ناخوش ہے، کتھی کو دخل در معقولات سمجھتا ہے، بلی کا خوب صورت کتبہ کو گنجانا اس کے نزدیک ظلم ہے، مرغ کا کوڑے کو بے ڈکار ہضم کر لینا گناہ ہے، مادر زاد اندھا اسکو کپکپا دیتا ہے، نیم کی زہرہ گداز آئیں، جوان کی ناگماں موت، چینیل سے گلی ہوئی ڈانگ، لکڑی کی موت آلود گودھی، زنا کار کے سر بفلک محلات میں اسے اول سے آخر تک ایک نامور تقسیم، ایک بے مطلب فساد، ایک بے سبب ظلم

ایک نا ضروری تشدد، ایک ناقابل انکار استبداد نظر آ رہا ہے۔ نظم و نسق، مساوات اور عدل، صلح و فساد، فقر اور ایجاد کے مسئلہ اصول کے مطابق بادی النظر میں اُسے اس دنیا کے اندر کوئی سلیقہ، کوئی تدبیر، کوئی تجویز نظر نہیں آتی۔ وہ اس دنیا کی طرف آرائیوں اور بدنائیوں کو دیکھ کر ہر اوقات اس کے اندر کسی مجبور اعلیٰ کے وجود سے بھی انکار کر گیا ہے۔ وہ سمجھتا ہے کہ یہ سب کچھ جو سامنے نظر آ رہا ہے حُسن اتفاق کا ایک حیران کن اور دلربا منظر، یا سورہ تدبیر کا ایک مکروہ اور فساد آرا منظر ہے مگر توازن اور ربط اس کے اندر قطعاً نہیں، منطقی دلیل قطعاً نہیں، علت و معلول کشش نہیں! یہی باعث ہے کہ علم و جبل کے مختلف مرحلوں میں انسان کا خیال خدائے واحد کے وجود سے ہٹ کر متفرق خداؤں کی طرف پیشتر گیا ہے۔ جو شے بذات خود حیران کن تھی بجائے خود خدا بن گئی، کہیں سورج ایک دیوتا تصور ہونے لگا، کہیں کوئی دریا خدا بن گیا، کہیں لگ منظر اللہ بن گئی، کہیں برہمچر میں تقسیم ہو گئی، پیاریاں جٹوں اور ہوتوں سے متعلق ہو گئیں، آفتوں اور آسیبوں کے الگ علم پرور مقرر ہو گئے، جہاں معلول کے تپے ہوئے علت ناپید تھی وہاں علت بنالی گئی، جہاں علت موجود تھی معلول فرض کر لیا گیا۔ وغیرہ وغیرہ۔ مگر جبل کی ذہنی طوائف الملوکی نے انسان کو مدتوں تک یہ توفیق نہ دی کہ وہ ان سب ظواہر فطرت کو اپنے دماغ میں مناسب مقام دیکر انکو سب سے پہلے ایک طبعی ترتیب دے، پھر ان سب کے درمیان ایک علت و معلول، ایک شرط و جزا، ایک علت و اثر قائم کر کے ان سب کو ایک علت **لعلل** کے ماتحت لائے اور کائنات فطرت کے اس ہنگامہ عظیم کو واحد بالذات ثابت کر دے۔ اب بھی جہاں جہاں حالت کی حکومت قائم ہے فطرت کی یہ ظاہری بے ربطی خداؤں کو الگ کر رہی ہے اور اگرچہ خدا کا کلام آہنگ بند لوگاں فیہما آلہما اَللّٰہُ لَفَسَدَ تَاہ پکار رہا ہے مگر جب تک جاہل کو اس دنیا کے اندر فساد کی صورت نظر آ رہی ہے، جب تک علم کی روشنی مشرق اور مغرب کے، شمال اور جنوب کے، آسمان اور زمین کے درمیان، نہیں بلکہ پانی اور لگ کے درمیان، کتھی اور پھول کے درمیان ایک ناطق اتحاد اور فیصلہ کن تعاون نہیں قائم کرتی، جب تک نظم و عدل کا سفلی اور تنگ تنخل آسمانی وسعت سے ہم آغوش ہو کر نار و کوکب سرودا، غلط کو کیسہ صحیح اور زمین کو آسمان کا ایک جُز ثابت نہیں کرتا تب تک کائنات فطرت کا مربوط نظر آنا یا اس کے باعث اول کا ایک



دیکھ سکتیں، اسکو دیکھ کر کھسیانی اور پزار ہو جاتی ہیں، جاہل نے اُسکے ٹکروں کو الگ الگ کر دیا ہے، کم ہیں اُس کے اکثر الفاظ کو حشو اور زوائد سمجھ رہا ہے، مولوی اسکو علی الحساب رواں پڑھ لیتا ہے، حافظ اسکو الگ بڑبڑا لیتا ہے، کوتاہ نظموں نے اُسکے حصوں کو یک لک الگ بت کھڑے کر دیے ہیں، صوفی اُسکے ایک ٹکڑے میں توغل عظیم کر رہا ہے، عاکف اُسکے ایک حصے کو سیاق سے الگ کر کے لا تقربوا الصلوٰۃ کا منظر پیدا کر رہا ہے، نوازندہوں کی شہو حکایت کی طرح کوئی اس باقی کو چھت کا ستون کہہ رہا ہے، کوئی ٹکڑے سے تشبیہ دے رہا ہے، کوئی دیوار یقین کر رہا ہے! الغرض ہر قرآن کا بیسنے والا خدا الگ ہے، ہر سورۃ اور آیت کا خدا الگ ہے، ایک حصہ دوسرے حصے کے بالمقابل صف آرہے، قدم قدم پر اختلاف پیدا ہے، بات بات پر تفرق ظاہر ہے۔ ایک تجویز، ایک لائحہ عمل، ایک تدبیر، ایک منہمائے عمل، ایک بطو تسلسل، ایک راہ قرآن کی کسی شے سے ثابت نہیں ہوتا یہی باعث ہو کہ اس کتاب عظیم کے نامہ **خدا** ہونی سے آج فیصدی مسلمان انکاری ہیں، دل میں انکار موجود ہے، ذہن باغی ہے، اعضا سن ہیں، زبانی استرار لاکھ ہو مگر اُسکے کچے پڑن قدم چلنا سچ مج چلنا گوارا نہیں یہ سب کچھ بے علمی کا ایک دردناک منظر ہے، ہمالیہ کا تہلکہ انگیز جمود ہے مگر اسکی کیر علم کے ماسوا کچھ نہیں۔ قرآن حکیم نے اپنے مرن جانب اللہ ہونے کی سکت دلیل بھی اَفَلَا يَتَذَكَّرُونَ الْفُتُوٰنَ وَلَوْ كَانَ مِنْ عِنْدِ غَيْرِ اللّٰهِ لَوَجَدُوا فِيْهِ اخْتِلَافًا كَثِيْرًا ہ دی ہے مگر عدم تدبر اور کمی علم نے اختلاف کثیر اسقدر پیدا کر دیا ہے کہ آج صحیح معنوں میں اُسکے مرن جانب اللہ ہونے پر شک ہو، اُسکے احکام کی قطعیت پر شک ہے، اُنکی نافعیت پر شک ہے، مزدکار پر شک ہے، نفس امر پر شک ہے! وہی **لَقَدْ كُنَّا** والی دلیل جو قرآن حکیم نے آسمان وزمین کو ایک منشاء عظیم کی صنعت بتا کرنے میں دی تھی یہاں بھی اپنا اثا کام کر رہی ہے۔ جب مطالب میں فساد ہے، جب ایک آیت دوسری آیت سے علانیہ برسر پیکار ہے، جب قرآن کے اندر کُرام مجاہد ہے، تو قرآن کا بنانے والا کیوں ایک ہو، ہر آیت کا خدا الگ کیوں نہ ہو، فرقہ بندیوں کیوں نہ ہوں، جمود اعضا اور فساد ذہن کیوں نہ ہو، نہیں باطنی انکار کیوں نہ ہو! قرآن کو سمجھنے کے لئے انتہائی تدبر اور علم کی ضرورت کسی زمانے میں اسقدر تھی، اسکو تمام و کمال لیکر

اسکے ہرگز سے پرچشیت مجموعی غور و فکر کرنا اس قدر درکار تھا، ہر ایک حصے کو سب سے منطبق اور سب کے ساتھ متوافق کر کے ایک لائحہ عمل اور ایک صراطِ مستقیم مستنبط کرنا اس قدر اہم تھا کہ خود صاحبِ امتِ قرآن نے سرور کائنات کو تنبیہ کی کہ اُسکے مطالبِ سچے میں جلد بازی مت کرو، بات کے پورا ہونے پہلے اور اُسکے تمام و کمال وحی ہونے سے پیشتر اپنے تجلّی کے گھوڑے مت دھڑاؤ، یہ خدائے زمین و آسمان کا کلام ہے، اثباتِ بات نہیں، علم کا کمال ہی تم کو اسی انتہائی حکمت پر پونچھائے گا، اسی کو اپنے اندر زیادہ کرو اور اسی کی زیادتی کی دعا مانگا کرو، وَلَا تَجْعَلْ بِالْعُرْوَةِ مِنْ قَبْلِ أَنْ يَنْفُضَ إِلَيْكَ وَحْيَهُ ذَوْقُ رَبِّ ذِذْنِ عَلَمَاءِ یہی وجہ تھی کہ تینیس برس میں حبسِ جہنم اتارا اور رسولِ عظیم کے قلب پر ایک ایک آیت اس طرح کا نقش فی الحجب کر دی کہ اُس یقین کا ہیجان صدیوں تک قائم رہا، مسلمان جو کچھ سمجھتے ہیں سچتے ہیں، اسکو ایک رات کے اندر سو سو بار پڑھ کر مُردوں کو ثواب پہنچاتے ہیں، اسکو جُردانوں اور غلافوں میں لپیٹ کر مکر سے چوستے چاٹتے ہیں، بالائے طاق رکھیں یا انکھوں پر لگائیں اور کام کے وقت اسکے لیے دس قدم نہ چلیں مگر یہ وہ کلام ہے جسکو اس زمین پر پہنچنے سے پیشتر خدایِ (معاذ اللہ) تینیس برس تک سوچتا رہا، جسکے سمجھنے کیلئے اُسکا رسول تینیس برس تک ذِذْنِ عَلَمَاءِ کی دعا مانگتا رہا، جس علم کے وارث قرونِ آؤں میں وہ علم سارے جن کا علم بنی اسرائیل کے نبی یسار کے علم کے برابر تھا جو فطرت کی طرح خوبصورت ہے پیکرِ ان ہے منظم ہے، ہمیشہ شال ہے قطعی اور آخری ہے، اور جو آج جہلا کے منہ چڑھ کر وہ پیش پا افتادہ بات بن گئی ہے کہ زمین و آسمان اس ناقدر شناسی کو دیکھ کر لرز رہے ہیں، وَقَالَ الَّذِينَ كَفَرُوا لَوْ كُنَّا نَزَّلَ عَلَيْهِ الْقُرْآنَ جُمْلَةً وَاحِدَةً كَذَلِكَ لَنُكْفِتَنَّ بِهِ فَوَادَكَ وَذَلَّلْنَاهُ نَكِيتًا لَّاهُ (الفراغ)

کسی قانون کے شایانِ شان یہی ہے کہ واحد المعانی ہو، متوافق لمطالب ہو، اسکی کسی ایک دفعہ سے ایک اور صرف ایک مطلب نکل سکتا ہو، انہیں تاویل اور مکر کی گنجائش قطعاً نہ ہو، اسکو جس صورت اور نظر سے دیکھا جائے اُسی ایک پہلو پر ٹھیک بیٹھ سکے والا وہ قانون قانون نہیں مجتہدِ فساد ہے، محشرِ ستانِ خلافِ ہی کشت زارِ نزاع قانون میں تاویل کا ممکن ہونا اتحادِ عمل کو توڑ دیتا ہے، لوگ اپنی اپنی پسند کے پروانوں کو دلیکمرست ہو جاتے ہیں



بسی نامکر سوہبتے ہیں یا ایک دوسرے کے خلاف علم نصب کر لیتے ہیں، پہر بیسندہ وہ مطلب جو اجرائے قانون سے پیش نظر ہوتا ہے یکسر خبط ہو جاتا ہے، اور وہ سپیکر کر دیا کسی معنوں میں قانون نہیں رہتا! رعیت کے کسی فریق نے آج تک حکومت وقت کے بنائے ہوئے قانون کی تاویل نہیں کی، کوئی انجمن اس غرض سے منعقد نہیں ہوئی کہ اپنے ملک کی کتاب تعزیرات یا اسکے نظام نامے کی کسی دفعہ کو لیکر اُس کے آسان اور سبب معافی تجویز کرے اور اس طرح پر بادشاہ وقت کو اپنا ہم آہنگ کر سکے۔ ایسے ستم ظریف گروہ کی مثال سادہ لوح کبوتر کی ہے جو بلی کو آتے ہوئے دیکھ کر آنکھیں میچ لیتا ہے اور چند لمحے آرام کے گذار کر موت کے منہ میں جا پڑتا ہے! بہر منظم اور مقتدر حکومت کا قانون اصلاً ایک ناقابل تاویل شے ہے، اُس کا صحیح اور واحد عندیہ خود اسی کے الفاظ کے اندر ہے، اُسکی مطلق اور شرح طلب اصطلاحوں کی تشریح وہیں موجود ہے، کسی شخص کے ذاتی قیاس یا رائے کو اسکی تبیین میں قطعاً کچھ دخل نہیں! گناہ کی نوعیت ہی تو وہیں ہے، فرد جرم ہے تو وہیں ہے، سزا ہے تو وہیں لکھی ہے۔ مجرم اس سزا سے گریز کرنے یا اپنے آپ کو بے گناہ ثابت کرنے کی ایک لاکھ سبیلیں پیدا کرے لیکن حاکم وقت کے فیصلے پر کسی تاویلوں کا کچھ اثر نہیں ہوتا، کوئی ویسٹل یا پیروکار اس امر کا جواز ہونہیں سکتا کہ مجرم کو سچائی کے لئے نفس قانون کے معافی بدل دے یا اُسکا مقصود اور پیش نظر اپنے منشا کے مطابق تسلیم کر لے اگر شہادت اور حالات سے ثابت ہو کہ جرم ہو چکا ہے تو سزا اٹل ہے، اسکو آئی ہوئی نہ سمجھنا یا اُسکے بارے میں بحث امیدیں اور لاطائل مکرنا بچا لٹ ہے۔ پس قانون خدا کی تبیین و تشریح میں نہ کوئی اجمال انت مفید ہو سکتا ہے، نہ ذاتی قیاس و رائے، نہ تاویل سے کام چل سکتا ہے۔ نہ علمائے قانون کے انفرادی یا متفقہ فتاوے مفید ہیں۔ وہ بذات خود اسقدر محکم اسقدر اٹل، اسقدر ناقابل بدل اور ناممکن التحریف شے ہونی چاہیے کہ فاطر زمین و آسمان بھی اسکو بدلنا نہ چاہے۔ وہ اُسکی مشیت کے عین مطابق اسقدر ہو کہ اس میں تبدیلی محال ہو، اس قدر سوچ بچار کے بعد نافذ کیا گیا ہو کہ اُسے نظر ثانی یا منسوخ کی ضرورت نہ پیدا ہو، اسقدر مقرر و متعین شے ہو کہ اس میں گھٹاؤ اور بڑھاؤ کی گنجائش باقی نہ رہی ہو، اسقدر مطابق اور متوافق ہو کہ سب کا سب ایک ہی مقصد و نیت کی طرف



کرنیے اسوقت تک اعراض کریں گے جب تک کہ انکو صحیح اور یقینی علم حاصل نہ ہو جائے۔ بائیں جہہ ان کے سچ اور  
**وحید المعانی** ہونے پر سچا اور غیر متزلزل یقین رکھنا ہر حامل قرآن کا فرض ہے۔ اس یقین کے بعد ان کے  
 صحیح مقاصد کی تلاش میں لگے رہنا عین ایمان ہے، انکو سمجھنے اور انکی وساطت سے نئے راہ عمل دریافت کرنے  
 کی خاطر اپنے علم کو وسیع کرتے رہنا شرط اسلام ہے، وغیرہ وغیرہ۔ ایک معتد بہ حصہ اس قانون کا بالکل عیاں ہے  
 ہمیں کسی تشبیہ، کسی تاویل، کسی التواء، کسی مکرو فریب کی قطعاً گنجائش نہیں۔ یہ محکمات ہیں، اور یہی اصل  
 قانون ہے، اس کے ماسوا جو ہے فرع ہے مگر اہم اور ضروری ہے:

هُوَ الَّذِي أَنزَلَ عَلَيْكَ الْكِتَابَ مِنْهُ آيَاتٌ مُحْكَمَاتٌ هُنَّ أُمُّ الْكِتَابِ وَأُخَرُ مُتَشَابِهَاتٌ فَأَمَّا الَّذِينَ فِي  
 فِي قُلُوبِهِمْ زَيْغٌ فَيَتَّبِعُونَ مَا تَشَابَهَ مِنْهُ ابْتِغَاءَ الْفِتْنَةِ وَابْتِغَاءَ تَأْوِيلَةٍ وَمَا يَعْلَمُ تَأْوِيلَهُ  
 إِلَّا اللَّهُ وَالرَّاسِخُونَ فِي الْعِلْمِ يَقُولُونَ آمَنَّا بِهِ كُلٌّ مِنْ عِنْدِ رَبِّنَا وَمَا يَذَّكَّرُ إِلَّا أُولُو الْأَلْبَابِ رَبَّنَا  
 لَا تَجْعَلْ قُلُوبَنَا بَعْدَ إِذْ هَدَيْتَنَا وَهَبْ لَنَا مِنْ لَدُنْكَ رَحْمَةً إِنَّكَ أَنْتَ الْوَهَّابُ رَبَّنَا إِنَّكَ جَامِعُ  
 النَّاسِ لِيَوْمٍ لَا يُخَالِفُ فِيهِ إِلَّا اللَّهُ لَا يَخْلُفُ لِمُعَادِهِ (آل عمران)

۴۱۔ اسے پیہرا خدا وہ صاحب فضل و کرم خدا ہے جس نے تمہیں یہ قانون دیا۔ اس میں بعض آیات اپنے مطالب میں محکم ہیں (مُحْكَمَاتٌ)، اور یہی قانون خدا کی اصل و اساس ہے  
 (أُمُّ الْكِتَابِ)، بعض باوی النظر میں متشابہ مطالب ہیں (تَشَابَهَ مِنْهُ) اس کے بارے میں بھی واحد ہے، ترجمان لوگوں کے دلوں میں رکھی علم کے باعث، کبھی اور کم نہیں ہے  
 تو فساد رائے یا اختلاف کٹر کرنے کی غرض سے (ابْتِغَاءَ الْفِتْنَةِ) یا کم از کم اصل مقصود کی تلاش میں (ابْتِغَاءَ تَأْوِيلَةٍ) ان میں ہم آجوں کے پیچھے اپنے علم میں ترقی کیلئے  
 بغیر لگے رہتے ہیں، حالانکہ امر کے سوا ان کے اصلی مقصود اور تین میں نہاد (تَأْوِيلَةٍ) کا علم کسی کو نہیں ہوتا۔ البتہ جو لوگ علم میں بڑی پانچواں رکھتے ہیں (وہ جب ان  
 آیات کے صحیح مقاصد تک نہیں پہنچ سکتے تو کہتے ہیں کہ ہمارا ان کے سچ ہونے پر پورا یقین ہے، اگرچہ صحیح مطالب معلوم نہیں، یہ سب ہماری خدا کی طرف سے ہیں  
 (جس کا علم تمام عالم پر حاوی ہے) اور قرآن حکیم سے وہی شخص مستقل نتائج اخذ کر سکتے ہیں (يَذَّكَّرُ) جو ارباب علم و دانش ہیں۔ یہی وہ لوگ ہیں جو خاموشی سے و تماشائے  
 ہر مرتبے میں زبان حال پکارتے ہیں کہ اسے ہمارے پروردگار، توراہ و کمال سے پیچھے ہمارے دلوں کو قرآن کے استحقاق کی بنی کی طرف مائل نہ کر اور اپنی سرکارت سے ہر کچھ  
 علم عطا فرما کر کسی تیری بڑی رحمت ہے، یہ شک تیرا ہی بخشش کرنے والا ہے اسے ہمارے پروردگار توراہ و تقياست کو جس کے واقع ہونے میں کوئی بھی شک نہیں سب  
 لوگوں کو اکٹھا کر کے ان سے ان کے اختلاف کے متعلق بائیں پس کرنے والا ہے اس سب کو یہی توفیق دے کہ تیری آیات، دیناات کے متعلق کوئی اختلاف پیدا کرے کہ باعث ہونا  
 اور متحاصل بنے رہیں) اس میں شک نہیں کہ تو اپنے وعدوں کے خلاف نہیں کرتا اور یہ پرستش ضرور کر کے رہیگا)

متذکرہ صدر ترجمے میں آیات اسی تِلْكَ آيَاتُ الْكِتَابِ الْمُبِينِ (۲۱۲۶) اور تِلْكَ آيَاتُ الْقُرْآنِ وَكِتَابٍ مُبِينٍ (۱۱۲۶) اور تِلْكَ آيَاتُ الْكِتَابِ وَقُرْآنٍ مُبِينٍ (۱۱۵۵)  
 وَالْكِتَابِ الْمُبِينِ (۲۱۲۶) کو پیش نظر رکھا گیا ہے جن میں قرآن کو کتاب مبین کہا گیا ہے آیات، بَلْ هِيَ آيَاتٌ يُبَيِّنُ فِي صُورٍ وَالَّذِينَ أَوْفُوا أَلْفَاظَهُمْ (۲۱۲۶) اور كَذَلِكَ أُنزِلَتْ آيَاتُ  
 يُبَيِّنُ وَأَنَّ اللَّهَ يَخْتَارُ مَنْ يَشَاءُ مِنْ رَسُولٍ (۱۱۱۲) سے واضح ہو کہ قرآن صاحب علم لوگوں کے سینوں میں تین ہے اور انکی آیات تیناات ہیں۔ کتب فصاحت الیہ قرآن کا عربی لغوی معنی ہے (۲۱۲۶) سے ظاہر ہو کہ قرآن متنا  
 علم کو کہنے پر متصل ہے آیات، هَذَا جَاءَ بِالْقُرْآنِ هُدًى وَرَحْمَةً لِّقَوْمٍ يُظَاهِرُونَ (۲۱۲۵) اور كَذَلِكَ يُزِيلُ الْقُرْآنُ وَكَانَ مِنْ عِندِ اللَّهِ لَعْنَةُ الْفَاسِقِينَ (۲۱۲۵) اور كَذَلِكَ يُزِيلُ الْقُرْآنُ وَكَانَ مِنْ عِندِ اللَّهِ لَعْنَةُ الْفَاسِقِينَ (۲۱۲۵)  
 يُبَيِّنُ الْقُرْآنَ لِقَوْمٍ يُظَاهِرُونَ (۲۱۲۵) میں دیکھیں کہ قرآن کی تفسیر ہی کی ہے۔ آیت كَذَلِكَ أُنزِلَتْ آيَاتُ الْقُرْآنِ وَكَانَ مِنْ عِندِ اللَّهِ لَعْنَةُ الْفَاسِقِينَ (۲۱۲۵) سے ظاہر ہو کہ قرآن متنا  
 میں کہا گیا ہے کہ قرآن تدبر کے لئے ہے اور اولیاء الالباب ہی اس سے نتائج اخذ کرتے ہیں۔ ان سب آیات الہی کو نظر نہ کر کے متذکرہ صدر مطالب کی صحت عیاں ہے +

قرآن حکیم کا اپنے بارے میں یہ حیرت انگیز اعلان فی الحقیقت اس امر کی بالواسطہ دلیل ہے کہ وہ سب کا سب واحد المعانی ہے، فاطر زمین و آسمان کا عندیہ اس کے ایک ایک حرف اور ایک جملے کے متعلق ایک ہی ہے، لا مبدل لہ<sup>۱</sup> لکلمتہ<sup>۲</sup> ہی، یہ فی الحقیقت انسانی علم کی کمی ہے جو اس کے مطالب کو مشکوک یا مستعد کر رہی ہے، ایک سلامت رو آیت کے اس کے مطالب کی صحیح حفاظت ایسی سوج ہو سکتی ہے کہ کسی ایک زمانے کی تشابہ آیات کو اپنے دائرہ بحث سے بحیر خارج کر دے لیکن اعمال خدا اور صحیفہ کائنات کے علم کو حتی الامکان وسیع کرتی رہے، پھر اگر علم کی وسعت کے باعث نور کے دراز اس قدر کھل گئے ہیں کہ وہ حقیقت جو الفاظ کے اندر چھپی بیٹھی تھی خود بخود عیاں ہو رہی ہے تو ایسی علم و وحدت کے نور پر اس کو الم نشرح کرے اور پھر معانہ اس کو محکمات میں داخل کر کے اسپر عمل پیرا ہو جائے۔ مثال کے طور پر اگر کسی زمانے کے حکماء کا ناقص علم فطرت سوج کے عظیم الشان گڑے کو فضائے اثیری میں ساکن متصور کر رہا ہے درآخی البیکہ قرآن حکیم کا مثل محاکمہ اس امر کے متعلق وَالشَّمْسُ بَجَرٍّ لَّیْسَتْ بِفِیْہِ نَارٌ وَلَا ذَاتُکَ تَقْدِرُ عَلَیْہِ نِزْلُ الْعَذِیْبِ<sup>۳</sup> موجود ہے تو یہ آیت بلاشبہ اُس زمانے کی مشابہات میں سے ہی، اس کے متعلق کسی قسم کی تاویل کرنا حتمًا ناجائز ہے، علمائے فطرت کے متبع میں یا اُن کے دعاوی کو صحیح مان کر رد و بدل کرنا یا تحریف پیدا کرنا انسانی دیانت ہی، اسلامی اُمت کا فرض ضرر اس قدر ہے کہ اس آیت کے صحیح مطالب کی تشریح سے یکسر سراض کرے اور سوج کی کسی مستقر کی طرف حرکت کے بارے میں پیہم مشاہدے کرے، اس کے متعلق ناقابل انکار معلومات فراہم ہوں، اس مننتی کی طرف قرون اور صدیوں تک لگی رہے، شاہانہ روز تجربے اور معائنے ہو کریں، اُمت کے مختلف اہل گروہ اس حقیقت کو سچ کر نیچے درپے ہو جائیں، یا اگر اس شخص کے ضمن میں اس آیت کے کوئی اور مطالب منکشف ہوں تو اپنی توجہ اوپر منتقل کر دیں مگر جب تک سوج کی کسی مستقر کی طرف فضائی حرکت کے متعلق وہی اکتشاف نہ کر لیں جبکہ بالآخر مغرب کے ایک حکیم ہرشل نے تمام عمر کے مسلسل مشاہدے کے بعد کیا، اُمت کے سر سے اس آیت کے بارے میں گراں فرض نہیں ٹل سکتا، اور نہ وہ آیت اُس وقت تک محکمات میں داخل ہو سکتی ہے۔ اس مقام نظم سے

\* زمین کی حرکت، سوج کے اضافی سکون، اور نور الذکر کی فضائی حرکت کے متعلق ایک تاریخی بحث اہل کتاب صفحہ ۲۱-۲۲ تحت اہل حق میں آگے چلا کر رہی ہے۔ وہ ان پر ہجرام ساری ادباً مخصوص زمین کی حرکت کے متعلق قرآنی شہادت ہی درج کر دی ہے۔ یہ شہادت اس قدر قطعی اور ناظر ہے کہ اس کے بعد کسی شہادت کی ضرورت نہیں رہتی۔

متشابہات کا کتاب الہی کے اندر موجود ہونا انسان کے لئے تحقیق و تلاش کی ایک بہم راہ عمل ہو، انکی وجہ سے افراد امت کا ازہرہ مختلف یافتہ بند بن جانا حتماً مقصود نہیں۔ اِنَّ فِي السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ لَآيٰتٍ لِّلْمُتَّقِيْنَ (الانبیاء ۲۱) کا الہی محاکمہ قرآن پڑھنے والے صاحب ایمان لوگوں کو جب تک زمین و آسمان قائم ہیں روز بروز نئی راہ عمل دکھاتا رہے گا، وہ الہی صراطِ صلاح میں صاحب ایمان بننے کی لازوال ترغیب پر آیاتِ خدا کی تلاش میں کائناتِ فطرت کا ہر گوشہ دیکھتے رہیں گے، بہت ممکن ہے کہ اس آیتِ جلیلہ کی کامل تفسیر اور صاحب القرآن کا اُسکے بارے میں مکمل عنایتِ رفیقا مت تک معلوم نہ ہو سکے، اور صحیح معنوں میں یہ آیت ابد الابد تک متشابہات میں داخل رہے۔ مگر اعمالِ خدا کی تلاش کو جزو ایمان قرار دیکر سعی و عمل کا ہیجانِ عظیم پام کر دینا ہی اس آیتِ جلیلہ کا واحد منہائے نظر ہے، یہی اسکا واحد اور ناقابلِ بدل مطلب ہے، مقصود وہی ایک ہے، یہ نہیں کہ سوال پیدا کر دیا جائے کہ آسمان و زمین میں آیاتِ خدا کس نوعیت کی ہیں، اور خدا کی مروت عیسہ انکی کوئی شق سمجھتی ہے؟ اور پھر ان سوالات کو بنائے نزاع قرار دیکر دوا دشن فریقِ بنجائیں جو ایک دوسرے کی رائے کو منطقی اور کاغذی اجتہاد سے روکتے ہیں، لیکن اس آیتِ کریمہ کے اصل مقصود کی طرف ایک قدم جنبش تک نہ ہوا۔

متلاشیانِ فطرت کا دستور بھی اکثر اسی انداز پر رہا ہے، علمِ حقائق الاشیاء کے ماہر سمیع و بصیر اور قلبِ سلیم کی شہادت پر ایک نظریہ مرتب کرتے ہیں، اُسکو اساس قرار دیکر مشاہداتِ طبیعت کی توجہیں اُفد کرتے ہیں، توجہات کی مجموعی شہادت کو اُس نظریے کی صحت کا مزید ثبوت یقین کرتے ہیں، سبکے سب اُس پر متفق علیہ ہو کر اسکو علم کے معیار پر آزماتے ہیں، پھر جوں جوں وہ نظریہ عمل کے صحیح معیار پر پورا اُترتا ہے، جوں جوں اُسکے ذریعے سے نئی مشکلات یا مظاہر کا حل ہوتا ہے وہ بذاتِ خود واقع الامر اور حقیقت بنتا جاتا ہے، والا سبکے سب اسکو مستور کر کے کسی دوسری غالب حقیقت کی طرف رجوع ہو جاتے ہیں اور اپنے اپنی تعمیر شروع کر دیتے ہیں۔ علم کی حیرت انگیز ترقی اور حقائق الاشیاء کا مجر العقول انکشاف دنیا میں اسی باہمی تَحَلُّل اور تَسْلُح



يَقْنَعِي بَيْنَهُمْ يَوْمَ الْقِيَامَةِ فِيمَا كَانُوا فِيهِ يَخْتَلِفُونَ ۝ (المجادہ ۲۷)۔ انہوں نے آج تک کلام خدا کی تفسیر کے کوئی مشترک علمی اصول مقرر نہیں کیے، کوئی مشترک اساس بحث و تنقید کی پیدا نہیں کی، کلام خدا کے عظیم الشان عجوبہ گاہ کے اندر کوئی صحیح اور مرتقی افق نظر قائم نہیں کیا، کوئی ربط اور تسلسل کوئی حتمی دلیل اور حجت واضح نہیں کی یہی باعث ہے کہ قرآن کا صحیح علم اور اس کی عظیم الشان حکمت آج نظروں سے اکثر نہاں ہو چکی ہے، اسکا پڑھایا ہوا سبب لگاؤں سے بھی بھولا جا چکا ہے، وہ آپ سب کا سب ایک ناقابل التفات اور بے معنی شے بن گیا ہے، لوگ آج اس کے الفاظ کو دیکھ کر کچھ متعجب نہیں ہوتے، اس کے احکام کو سن کر اپنے میں کچھ متحرک نہیں پاتے، اس کی حکمت کو پا کر کچھ ترپ نہیں اٹھتے، وہ مستور حقیقت جسکی مستوریت اور دلربائی بجائے خود ایک عالم کو محو تلاش اور نعل درآتش کر نیکیے لیے ابدالاً بادتک کافی تھی، آج بے حس اور بے اثر بن چکی ہے، وہ آیات خدا جس کے مطالب کی جستجو میں کارگاہ جہان کے سازا من دراحت پر بجائے خود ایک پیہم مضرب عمل تھی، آج انسان کی ضد اور جہالت، نا اہلیت و نا اہلیت اور ناقدر دانی کے باعث جمود و عصیان، فرقہ بندی اور ضعف کے محور بن چکی ہیں۔ غلط اعتقاد اور ناروا تاویل کا زنگار انہیں جرم کراہت کی ہی طاقت کو کھارہا ہے۔ علمائے دین اور شارحین اپنی اپنی ڈیڑھ انیٹ کی مسجد جدا کر گئے ہیں، ہر شخص اپنے اپنے پروانے کو لیے ہوئے ہاتھ پر ہاتھ دھر کر بیٹھا ہے اور موت کے انتظار میں حلاجی مہری کی طرح ٹٹا کر اپنی زندگی کا سہلی ثبوت دے رہا ہے، يُصِلُ بِهِ كَثِيرًا مِّنْ هَدًى يَهْدِي بِهِ كَثِيرٌ مِّنْ مَا يُضِلُّ بِهِ ۚ لَآ الْفَاسِقِينَ ۙ کئی قانون کے شلج کا فرض میرے نزدیک یہ ہے کہ وہ اسکی سبب و فعات کو بحیثیت مجموعی ایک مقصد اور ایک منہائے اعلیٰ کی طرف جاتا ہوا ثابت کرے، نظام حکومت کو پیش نظر رکھ کر و فعات کے صحیح مقاصد کی تبیین کرے، و فعات کے مطالب کی تعیین کر کے نظام حکومت کو واضح کرنے کی سعی کرے، ہر امر و نہی کا منہائے حیدریت کا امن حاصل کرنا ثابت کر دے، انکار کے نتائج واضح ہوں تبمیل کا انعام ظاہر ہو، حکومت کی طاقت کا نقشہ روز روشن کی طرح سامنے ہو، جزا و سزا کا واقع ہونا آنکھوں کے سامنے صاف دکھائی دے، نہیں، بلکہ اوامرو نواہی کی اساسی حکمت عملی کی تہ میں ایک زوال قسط و عدل، ایک حقین و گنیز منطق، ایک برہان قاطع اور



حجتہ بالغہ، ایک مہیج اعضا علم کا موجود ہونا ثابت کرے، جو اس قانون پر عمل کرنے والوں میں ایک عالم گیر انجنت اور  
 اضطراب عمل چارو ناچار پیدا کر دے۔ وہ اس مدلل اور قائم، اس طاقتور اور عادل حکومت کے اندر شرط و  
 جزا، علت و معلول اور سبب اثر کا آپس میں ایک لاینفک تعلق دیکھیں، اور اس شرط و علت کو طوعاً و کرہاً اپنا شعار  
 عمل بنالیں۔ میرا یقین ہے کہ نسبیلئے کرام نے قانون الہی کو اپنی استول پر جیسے اسی طرح پر واضح کیا، اسی سے  
 انکا بے مثال عمل تھا، اور یہی ایمان کی پہلی اور ختمی منزل ہے! جو تفسیر کلام خدا کو اس طرح پر عیاں نہیں کر سکتی  
 وہ ایک بے روح جسد ہے جسکا ہونا نہ ہونا برابر ہے، اور جو ایمان اس عینی یقین کے متبے تک نہیں پہنچا  
 وہ ایک بے روح پیکر ہے جسکا اس دنیا کے اندر بیکار ہونا ظاہر ہے۔ انسان کے کالبد کی چھوٹی سی ادارت کے  
 اندر اسپرٹرا حکومت کرنے والا عضو ذہن ہے، باقی اعضا کے تمام اعمال و محسوسات کی پہلی طالع اسی کو  
 پہنچتی ہے، یہی عضو اسیر کی چھان بین کرتا ہے، انکو صحیح یا غلط قرار دیتا ہے، اسکو حوصلوں یا مادیوں  
 کی کمک پہنچتا ہے، اور یہی وہ امار عظیم ہے جسکے حکم پر سب اعضا ہٹتے اور کام کرتے ہیں۔ جب تک ذہن  
 کسی شے کو تسلیم نہ کرے، اعضا کا اس شے کے بارے میں حرکت کرنا، اسکو بحال عمل بنالینا انہیں متعذر ہے۔  
 پس قانون خدا کی کوئی تشبیح جب تک ذہن کو اپنا مؤید اور قلب سلیم کو اپنا حمایتی نہ بنائے کسی شخص کے اندر سعی و عمل کا  
 ہیجان یا ایمان کا عالم انگیز نور پیدا نہیں کر سکتی۔ یہی باعث ہے کہ طور اسلام سے لیکر آج تک کلام خدا کی تئیں تشبیح  
 کے متعلق مسلسل سعی کے باوجود اسکی کوئی تفسیر حتماً اس ایمان، اس لشکر انگیز یقین، اس نہر و گداز عمل کا کر ڈھانچہ  
 نہ پیدا کر سکی جو نبی آخر الزمان علیہ الصلوٰۃ والسلام نے تئیں برس کی بالمشاذ تشبیح کے بعد پیدا کیا تھا، اور جس کا پھر  
 پیدا ہونا عملی نقطہ نظر سے آج محالات سے شمار ہو رہا ہے۔ نہیں بلکہ یہ ایک کھلی حقیقت ہے کہ قرآن کے ہزار ہزار  
 شارحین میں سے ایک متنفس بھی اپنے قارئین میں سے کسی ایک کے ذہن کو اس طرح پر نہ مناسکا کہ وہ عضو تئیں  
 علی الاطلاق باقی سب اعضا کو وقف عمل کم از کم ایک عمر کے لیے کر دیتا۔ ہر منہنی کا آخری سوال اسکے مالہ و علیہ کو  
 پڑھ لینے کے بعد بھی مشہور قصے کی طرح ہی رہا کہ زلیخا مروتی یا عورت۔ قرآن کی تسلیم کا حاصل کیا ہے، انہیں کیا

لکھا ہے، اسیں اللہ صاحب نے چند الفاظ میں کیا حکم دیا ہے، اسیں دہشتے کہاں ہے جس نے عرب کی تمام قوم کو چند برسوں کے اندر اندر سرکھنچ اور پاب رکاب کر دیا تھا، وہ بات کہہ رہے جس نے چوٹوں اور بڑوں کے جاہل اور عاقل کے، مدعی اور مضیع کے، غریب اور امیر کے دل میں وہ سکوں سوزاگ لگا دی تھی جو قرون تک بچھائے بچھی جس نے سیکڑوں برس تک ایک پوری امت کے اعمال و افعال، عادات و حسنات میں، معاملات و تعلقات میں وہ مدِ عظیم پیدا کر دیا تھا کہ آج اُس تہیج کو پھر دیکھنے کے لیے آنکھیں ترس رہی ہیں! آج اگر کوئی طالبِ حقیقت اپنی بچی ہوئی لگ کو سلگانے کی نیت سے کسی بڑی سے بڑی تفسیر کی طریف رجوع کرتا ہے تو پہلا ورق کو دہتے ہی نہیں انسانی ہٹل آرائی اور غلط گوئی، داستانِ سرائی اور حقیقت پوشی، آسمانِ سوا لی اور ریماں جوابی کی وہ جیسا سوز بدعنوانیاں دیکھتا ہے کہ اُس قصابِ زمانہ فہم و عقل کو دیکھ کر روح کا نپ اٹھتی ہے۔ کہیں اُس کے اندر صرف منہ کے مستقل مقالے ہیں، کہیں اعراب کے رفع و نصب پر لمبی چڑی بکھٹیں ہیں کہیں اسالیب فصاحت چربسج و قیج ہے۔ کہیں ظن و قیاس کے ظلمت انگیز مناظرے ہیں، کہیں حد ثنا اور قال قال کا بے سُر راگ ہے، کہیں فرضی اور بنے قصوں کا طومار ہے، کہیں بے ربطیاں میلوں تک ڈیرہ ڈالے ہوئے ہیں! بہر ایت سیاق سے الگ، سباق سے علیحدہ، اندر سے ٹکڑے ٹکڑے، باہر سے بے مطلب اور بے نتیجہ بن گئی ہے! جہاں ربط روز روشن کی طرح عیاں ہے وہاں طفلانہ نہایت ہے، جہاں بے ربطی کی خلیجِ عظیم اور تندیر اور علم کی ضرورت ہے وہاں آئیں بائیں شائیں ہیں! نہ اصول مطلب سے بحث ہو، نہ نتائج پر نظر ہے، نہ علم کی تلاش ہے، نہ حکمت کی جستجو ہے، ایسا معلوم ہوتا ہے کہ شراج کو خدائی دیسل کی آسمان تک پہنچانے والی شاہ راہ کے ہوتے ہوئے اطراف راہ کی اپنی پیدا کی ہوئی الجھنوں اور خاکشیموں کے باعث راہ نہیں ملتی، اسکو گس کی مانند درختوں کی کثرت کے باعث جنگل نظر نہیں آتا، وہ خار دار جھاڑیوں میں خود گمستا ہے اور قدم قدم پر دامن کو کاٹتوں سے چھڑاتے چھڑاتے اپنا پچھلا طے کیا ہوا رستہ بھی جھول جاتا ہے، بالآخر جب مُکر و دیکھنے سے ہاتھ پٹے کچھ نہیں بڑھتا تو پار و پار منہ اٹھاتے ہوئے جدھر بن پڑتا ہے اپنے آپ کو دھکیلتا جاتا ہے۔ کسی مفسرِ قرآن کی اکثر نظر آج تک اس بات پر نہیں رہی کہ تفسیر کے

ناظر کا بڑا مدعا الہی پیغام کی ماہیت کو سمجھنا ہے، یہی اُسکے اس ضخیم کتاب کو کھول کر پڑھنے کا واحد مطلب ہے، نیز مقصد کیلئے اُس نے ایک محل اور مغلط کتاب کو چھوڑ کر اپنے زعم میں ایک سہل اور مفصل کتاب کی طرف رجوع کیا ہے اور بعینہ اسی بنا پر، مفسر کے کلام خدا کے بارے میں حُسن اعتقاد کی تمام طومار نویسیوں اور حاشیہ آرائیوں کے باوجود ناظر کا مدعا وہی ہے کہ قرآن کا **نفس پیغام** کیا ہے، چند الفاظ میں اُسکے اندر کیا لکھا ہے، چند جملوں میں وہ کیا اصول ہیں جن پر عمل چاہئے، انکی الہی حکمت کیا ہے، انکی دستوری سند کیا ہے، وہ کیوں **ذُکِّرَ لِلْعَالَمِیْنَ** ہے کیوں **هُدًى رَحْمَةً** ہے۔ بعینہ یہی باتیں ہیں جو ہر تفسیر اور ترجمے میں کالعدم ہیں، اسی مدعا کو دل میں مٹان کر لوگ تفسیر میں پڑھتے ہیں اور ایکوس ہو کر جاتے ہیں کوئی مستقل اصول، کوئی مختصر کوئی کارگر بات جو وہ تفاسیر سے اُن کے ماتھے پر نہیں پڑتی الغرض تفسیر یا ترجمہ قرآن کا مطالعہ تلاشی علم کے لئے مدت مدید سے وہ بے نتیجہ اور ناموافق شے رہا ہے کہ ایمان کے شعلے کو آسمان سا کرنے کی بجائے معتقد کی اُس خفیف سی سنگلتی ہوئی چنگاری کو بھی بجھا دیتا ہے جو ہر مسلمان کے دلمیں رہنا یا خلتاً موجود ہے اور بار بار ایسا ہوا ہے کہ ایک شہنشاہ اور سلیم الدین شخص ان تشریحوں اور ترجموں کو دیکھ کر دین اسلام سے یکسر متنفر ہو گیا ہے اور وہ رہی سہی عصیت جو اُسکے دل میں مسلمان ہونے کے باعث موجزن تھی ہمیشہ کے لئے ساکن ہوتے ہوئے کالعدم ہو گئی ہے!

ایک مغربی نقاد نے حُسن اعتقاد کی ان ہلاکت انگیز باطل آرائیوں کی ایک دلچسپ اور معنی خیز مثال انگلستان کے ایک مشہور شاعر کے کلام کی بے شمار مرقعہ تشریحوں کو پیش نظر رکھ کر اس طرح پر دی ہے۔ وہ لکھتا ہے کہ پاپائے ریتو الکبر کے مقتدیوں (رومن کیتھولک) کے ہاں دستور ہے کہ اپنے راہبوں اور اولیاءوں کی تصویریں گرجاؤں میں بطور تبرک کے لٹکا دیتے ہیں، پھر لوگ اپنے اعتقاد کے مطابق اُن تصویروں کے نیچے برتھیاں اس نیت سے جلاتے ہیں کہ اُن کی روشنی اُسکے چہروں کو منور کر دے اور وہ آؤ بھی پر رونق نظر آئیں۔ جتنے اعتقاد کی شدت کسی کی نسبت لوگوں کو ہے، اسی قدر شمعیں اُسکے نیچے جلتی ہیں اور اسی قدر عوام کی نگاہوں میں وہ شخص بزرگ شمار ہوتا ہے۔ ہر شخص اپنی اپنی حیثیت کے مطابق چسپراغ جلاتا ہے، کوئی موم پتی کا صقیل کیا ہوا شمعہ ان لاکر رکھ دیتا ہے تو کوئی روئی کی پتی کا

پرانی وضع کا تیل سے بھرا ہوا دیا نہایت ارادت سے نکال دیتا ہے۔ مگر اس تمام عقیدت آرائی کا مجموعی اثر اُس تصویر پر یہ ہوتا ہے کہ بستیوں کا پیچ و پیچ اور چکنا چٹ سے بھرا ہوا دھواں اُس دلی کے چہرے کو سیاہ کر دیتا ہے، چہرے کے تمام خط و خال رفتہ رفتہ مسخ ہو جاتے ہیں، تیل کے داغ لگ لگ کر تمام تصویر چمکٹ ہو جاتی ہے اور بالآخر وہ بزرگ منش کسی بھوت کی ڈراونی شکل بن جاتا ہے۔ شاعر کے بارے میں نقاد لکھتا ہے کہ وہ ہزاروں ہزار تشریحیں جو شکسپیر کے مذاحول نے اُسکی تصنیفات کو روشن کرنے کی غرض سے لکھی ہیں، بجائے خود اسکے منشا کی اصلی تصویر کو سیاہ کر رہی ہیں، خوش اعتقاد مفسروں نے اُسکے کلام کے ایک ایک جُملے کے متعلق معافی کے وہ بے سرو پا افسانے بنائے ہیں جو لکھتے وقت شاید مصنف کے دہم و گمان میں نہ تھے۔ ایک شاعر کے بے نفع و ضرر ادب نے تیسرا کلام کے متعلق عقیدہ مند لوگوں کا یحسَن ظن ممکن ہے دنیا کے ایک فرد پر بھی فی الحقیقت کوئی مضر اثر نہ ڈال سکا ہو۔ اسکے دس معتقدوں کا بھی صحیح معنوں میں شاعین کی اس تمام کذب آرائی سے بال تک بیکانہ ہوا ہو لیکن مالکِ زمین و آسمان کے کلام کے مطالب میں اسلامی مفسروں کی صدیوں سے رطبِ یابس سب، رائے زنیوں اور قیاس رانیاں ایک عالمگیر قوم کی تاریخِ نفع و انعام میں وہ ناقابلِ تلافی نقصان، اُسکے اعمال میں وہ ناپید اِشمال شرارتیں، اُسکے اخلاق میں وہ موت انگیز بیماریاں، اور اُسکے سعی و عمل میں وہ ملامت انگیز دامانِ گیاں پیدا کر گئی ہیں کہ نعتِ سلاب کی اس موجِ فرسا حکایت، اور انسانی اقوال کی اس مضرت انگیز اور عمل برانداز روند کو سُنکر بدن کے رونگٹے کھڑے ہو جاتے ہیں! قرآن حکیم کے صحیح مقاصد کی سب موتی موتی سترِ پاسبیہ ہو چکی ہے، اسکے اصلی اور حیات پرور حسن کا ایک خط و خال ظاہر نہیں رہا، ایک ایک آیت، جُملے اور اصطلاح بلکہ اکثر اوقات الفاظ اور نشانات کے مطالب بگڑ چکے ہیں، تعلیم کے بگڑ چکی ہے، نصب العین بگڑ چکا ہے، نہیں نیتیں بگڑ گئی ہیں، حوصلے بدل گئے ہیں، دل اور جگر بدل گئے ہیں! غلط نقد و نظر اور بے محابا تاویل کی پے درپے گھٹا ٹوپ بدلیوں نے معافی پر سیاہ دھوئیں کی کئی ایک تہیں جاد دی ہیں، پھر اُن تہوں پر عادت اور تہصب کا سیاہ روغن بنجھ منجھ کر اس قدر چمکیلا اور پُرانا ہو گیا ہے کہ آج کسی متنفذ کو اصلی تصویر کے موجود ہونے کا اعتراف تک نہیں رہا، ذیائے اسلام ایک روح پرور، دلولہ انگیز اور دلربا

صورت کے بدلے ایک میل سے چیکٹ چوکٹے پر اپنا اعتقاد جاری ہے اور سن کی لٹ کر انگریز ٹرپ کے نہ ہوتے ہوئے  
فرض و گمان کے جمود میں نامردی اور موت کی طرف آہستہ آہستہ گمست رہی ہے!

کیا تفسیر کے اس ظلمت انگیز چراغِ اُغال کے ہوتے ہوئے میں بھی فی الحقیقت آئندہ اوراق میں اپنی خوش  
اعتقادی کا ایک اور دُعا خیز دیالے آیا ہوں، اور اس طرح پر قرآن کو اور سیاہ کرنے کا مجرم بنا ہوں، اس کا  
فیصلہ زمانہ آپ کرتا رہے گا، مگر حسن نیت کے دلوں میں اور شارحین کی طرح غالباً مجھے بھی حق حاصل ہے کہ ظاہر  
کردوں کہ کلامِ الہی کی اس تبیین میں میں نے جان بوجھ کر کوئی بددیانتی نہیں کی۔ کوئی تاویل، کوئی تکریمیں، کوئی فرائی  
قیاس یا رائے جس سے اپنے زعم میں میرا اپنا چمٹکارا ہو سکتا تھا میں نے ختمائش نہیں کی میں نے صرف علم اور صحیح  
ملکی برقی مشعل کو قرآن حکیم کے سامنے لا کر رکھ دیا ہے، اسکی دروں اس حقیقت کشا اور برق شعاعیں کلامِ خدا  
کے مطالب کی اہلی اور پہلی تہ تک پہنچا دی، انسان کے اُسپر اپنے ہاتھوں کیے ہوئے بدنما رنگِ روغن کے نیچے  
حقیقت کی پردہ نشین لہتابِ گسل جُھن سے مرنے اور تجلی سے بے نیاز عروس کی ایک جھلک دکھلا دی ہے، کم از کم  
یہ رک لگا دی ہے کہ الفاظ کے انہی مستعمل، بے قدر و قیمت اور دیدہ آتشنا جھروکوں کی آٹھیں انسانی فلاح کی وہ  
آسمان تاب عقیقہ، اور سیاہ پاش عصمت مآبہ بیچی ہے جسکو قرونوں سے کسی جن و انش نے چھوا تک نہ تھا اور ہی اس  
قدوسی کلام کے اندر سچی مطلوب ہے! وہی طلحہ مقصود ہے! اسی کو پالینے سے تو میں عشق و نیاز کی اس جاں گداز منزل  
میں فائز المرام ہو جاتی ہیں، اُسی سے بے نیاز ہو کر عالمِ اسلام پر ڈُل و مسکن کے بادل آج چھا رہے ہیں غضب  
الہی کا تشویر و جوش مار رہا ہے، انعام یک بیک چینیے جارہے ہیں، موت سامنے نظر آ رہی ہے! اسی و تلاش کے اسی  
حوصلہ زاتقدم میں میں نے جو کہا ہے بخوفِ خطر کہنا ہے، کسی رسم و رواج کی رعایت، کسی اجماعِ امت کا فیصلہ،  
کسی وضعی مسئلے کی پیروی، کسی شاہ و گدا سے ارادت، کوئی کفر کے رُلمائی فتوے، کسی حکومت وقت کا خوف، مقاصد  
قرآن کے متعلق میری تحقیق پر کچھ اثر نہیں کر سکا، قانونِ خدا کے متعلق جو بات واقع الامر ہے اُسکو سچ کہ دیا ہے  
جو جھوٹ ہے اُسکو چپا کر نہیں رکھا، جو شہادت ہے اُسکو من و عن کھول کر رکھ دیا ہے، جو منکر ہے اُس کے

بچے اور بیٹریئے ہیں۔ اگر کسی بات کے کہہ دینے سے میں الٹی مسنوں میں مسلمان نہیں رہ سکتا تو اسکی کچھ پرواہ نہیں، آپ عامل نہ ہونے کی وجہ سے اسلام کی صورت کو مسخ کر دینا میرے نزدیک کسی طرح روا نہیں۔ باقی مسلمانوں کے ساتھ ساتھ میں سب سے پہلے قصور وار ہوں، اور کسی نبوت یا ولایت، کسی مصونیت یا اعجاز، کسی کشف یا کرامت، کسی مجددیت یا قیادت، فضیلت یا علم کا ادعا حتماً نہیں کرتا۔ میری نگاہ میں قانون خدا کی تعین میں اپنے فلسفے کے لئے اونی سی رعایت نہ نظر رکھنا، اور اپنے آپ کو حتی الوسع مومن بنائے رکھنا ناقابل عفو گناہ ہے، ایک ہمت کے پورے گناہوں کو اپنے اوپر لاد لیسنا ہے، اسکی ہلاکت کا صحیح طور پر مؤید بن کر اپنے آپ کو جہنم میں جھونکنا ہے، چند عارضی تمتعات کے عوض میں اپنے پیٹ کو دوزخ بنانا ہے، اِنَّ الَّذِیْنَ یُكْفِرُوْنَ مَا اَنْزَلَ اللّٰهُ مِنَ الْکِتَابِ وَ یَسْتُرُوْنَ بِهٖ ثَمَنًا قَلِیْلًا ۚ اُولٰٓئِكَ مَا یَأْكُلُوْنَ فِیْ بُطُوْنِهِمْ اِلَّا النَّارَ وَلَا یُكَلِّمُهُمُ اللّٰهُ یَوْمَ الْقِیَمَةِ وَلَا یُزَكِّیْهِمْ وَلَهُمْ عَذَابٌ اَلِیْمٌ ۚ اُولٰٓئِكَ الَّذِیْنَ اشْتَرَوْا الضَّلٰلَةَ بِاِلْهَادِی الْعَذَابِ بِالْمَغْفِرَةِ ۚ فَمَا أَصْبَرُ لَهُمْ عَلٰی النَّارِ ۚ ذٰلِكَ رِیَآءُ اللّٰهِ تَزَلُ الْکُفْبُ بِالْحَقِّ ۚ وَاِنَّ الَّذِیْنَ اخْتَلَفُوْا فِی الْکِتَابِ لَفِی شِقَاقٍ بَعِیْدٍ (بقراء)، لعنت خدا کا مستحق بننا ہے، اِنَّ الَّذِیْنَ یُكْفِرُوْنَ مَا اَنْزَلْنَا مِنَ الْبَیِّنٰتِ وَ اَلْهُلٰکِی مِنْۢ بَعْدِ مَا بَیَّنَّا لِلنَّاسِ فِی الْکِتَابِ ۚ اُولٰٓئِكَ یَلْعَنُهُمُ اللّٰهُ وَ یَلْعَنُهُمُ الْمَلٰٓئِکَةُ ۚ اِلَّا الَّذِیْنَ تَابُوْا وَ اَصْلَحُوْا وَ بَيَّنَّا فَاُولٰٓئِكَ اَنْتُمْ عَلَیْهِمْ وَ اَنَّا لَنُوَابِیْهُمُ (بقراء)۔ خدا سے بد عملی ہے، بد معاشی اور بے ایمانی ہے: وَ اِذْ اَخَذَ اللّٰهُ مِیثَاقَ الَّذِیْنَ اَوْفُوا الْکِفْلَ لَعَبِیْنٰهُ لِّلنَّاسِ لَا تَكْفُرُوْنَ ۚ وَ اَنۡتُمْ ظٰهِرُوْهُمْ وَ اَشۡرَوۡا بِهٖ ثَمَنًا قَلِیْلًا ۚ فِیۡنۡسُ كَیۡفَ تُوۡفَوۡنَ (آل عمران ۳)

جو امور میں نے کتاب خدا کو آیات بیّنات ثابت کرنے میں پیش نظر رکھے ہیں یہ ہیں کہ قرآن مکمل کتاب ہے مربوط ہے، اس میں کوئی لفظ حشو نہیں، کوئی شاعرانہ زوائد نہیں، اسکی لغت خود اسکی اندر موجود ہے، یہ آپ اپنی تفسیر ہے، اسکو کسی خارجی مدد کی ضرورت نہیں، ابد الابد تک انسان کے لئے سچا دستور العمل ہے، اس میں کوئی بات ایسی نہیں جس پر عمل ضروری نہ رہا ہو، اس میں کمال تطابق ہے، اسکی ہر آیت کا ایک اور صرف ایک مطلب ہے، تمام قرآن کا مستہائے نظر ایک ہے، اسکا بتایا ہوا صراط مستقیم ایک ہے، اسکی تعلیم عام اور مطلق ہے، کسی ایک زمانہ

یا اُنت سے مخصوص نہیں، یہ ایک قانون ہے جس میں تاویل کی قطعاً گنجائش نہیں، اسکی سب آیات آیات بینات ہیں، مستقل اور ناقابل انکار حقائق کی طرف ایجا رہی ہیں، جہاں تشابہ ہے کمی علم کی وجہ سے ہے، وہیں میری طرف سے جمل کا علانیہ تسلیم ہے! اگلی ہر تکرار میں تشریح ہے کسی نئے علم کا اضافہ ہے، کوئی توکید فرمید ہے، یہ رب زمین و آسمان کی طرف سے انسان کے نام ایک مکتوب ہے، پیام عمل ہے، فرمان خسروی ہے، حکمائہ خدا ہے، اسلئے اسکا ایک ایک حرف قابل اہمک ہے، یہ فطرت کی طرح وسیع ہے اسلئے اسکے تمام لائحہ عمل پر عادی ہو جانا، ایک قرن، ایک فیض، یا ایک اُنت کا کام نہیں۔ انہی امور کو پیش نظر رکھ کر میں نے قرآن حکیم کے بارے میں اُنکے صحیح ہونے کا بلا واسطہ علمی ثبوت دیا ہے، پیش از وقت ارادت یا عقیدت کو اس تحقیق و تلاش میں خلل کر دینا قطعاً گوارا نہیں کیا۔ میرا مقصود تمام آئندہ بحث و تحقیق سے کتاب خدا کی خوبی کو ثابت کرنا ہے، مسلمانان عالم کو ایک قطعی اور نفع مند ایک مختصر اور حیرت انگیز راہ عمل کی طرف پھر اشارہ کرنا ہے، اس سبق کو پھر یاد دلانا ہے جو کبھی اس طفل کم سواد کو خوب از بر تھا مگر آج قطعاً ہولنا جا چکا ہے، قرآن سے نا آشنا اور فطرت سے باخبر مغرب پر ثابت کر دینا ہے کہ اگلی تمام سیاست و تدبیر ان کا سب علمی استقصا اور تقدیم، انکی سب قطعی شہادت و بصیرت، اُنکے تمام نظریے اور علینے قرآن کے ہو شربا علم اور ہر گداز انکشاف کے بالمقابل، بیچ ہیں، اپنے علم کی برتری جتلانا، اپنی مسابقت ظاہر کرنا، یا کسی نئے راہ عمل کی داغ بیل لگا کر فرقہ بندی بنا قطعاً نہیں۔ میرا استہا اتحاد اور خالصۃ اتحاد ہے، اسلام کی ہلاکت انگیز داخلی فرقہ بندی کو حتی الوسع مٹانا ہے، سب کے لئے ایک صراط مستقیم کو صحیح ثابت کر دینا ہے، ہر فرقہ بندی اُنت یا فز کو جہنم کا مین تسلیم کر دیکر سب کو ایک مشترک سطح پر لانا ہے، دُحَّاٰ بَیِّنٰہُمْ کَاذِبِیْ قَوْلِ کا ماحول پھر پیدا کرنا ہے، اسی اتحاد کو دین اسلام کا رکن رکین، اسکی سب حکمت کاملہ کی اساس اول، اسکی حُجَّۃ بالغۃ کا محور عمل، اسکی فلاح و نجات کی علت اولیٰ ثابت کر دینا ہے، اسکے ماسوا کچھ نہیں! شیعہ اور سنی، حنفی اور شافعی، مقلد اور غیر مقلد، صوفی اور ربانی وغیرہ وغیرہ میرے نزدیک کچھ شے نہیں، یہ سب جہنم کی تیاری ہے، خود کشی اور سہلاک ہے، موت کے ساتھ لہو و دوس ہے، اس زمین و آسمان کی چار دیواری کے اندر اگر کوئی



اسی قانون کسی جگہ نافذ ہے تو وہ خالص اتحاد اور خالص اتحاد ہے، عملاً اتحاد ہے، طوعاً و کرہاً اتحاد ہے، مدافعتاً بلکہ جارحانہ اتحاد ہے، روز و شب کا اتحاد ہے، صلاً اور فرعاً اتحاد ہے، کم و فریب کے یہ کم دینا کہ اصولاً اسلام میں کوئی فرقہ نہیں اور پھر فرقہ بند بنکر اصل زندہ امت کو ٹکڑے ٹکڑے کر دینا، انکی رہی سہی طاقت کو اور سلب کر دینا، ان میں اشتکات عمل، طوائف الملوک اور موت کے سامان پیدا کر دینا، اور پھر اپنے یا سب فرقوں کو بھی جنت کا مکین سمجھنا میرے نزدیک پرے درجے کی فریب کاری ہے، خدا سے مکر ہے، آشوب چشم ہے، سودائے سر ہے۔ امت کے کسی موجودہ یا گذشتہ قائد یا مدعی قیادت کو، کسی پیرو یا امام کو، کسی بزرگ یا ولی کو، کسی تجاہد نشین اور مرشد کو، کسی فراریا خانقاہ کو پیش نظر رکھ کر ان کا اتہال کرنا، ان سے تعبد اختیار کرنا، عام جماعت سے الگ ہو کر اتحاد عمل میں رخنہ ڈالنا، میرے نزدیک اگر کاباقرین دُوبن اللہ کو پکڑنا ہے، عبادت ماسوا ہے، شکر ہے، ظلم عظیم ہے، اس دنیا میں موت کی تیاری ہے، آگے چلکر جہنم کی لکڑیاں بننا ہے، ان بیچاروں کو دوزخ کا ایندھن بنانا ہے۔ اسلام کے داخلی اتحاد اور انکی ماہیت کے بارے میں میرا یہ فیصلہ اس قدر مضبوط ہے کہ دنیا کی بڑی سے بڑی مخالفت یا منطق میرے اس غم کو متزلزل نہیں کر سکتی میں اسلامی جماعت کے اندر سب نظری اور اعتقادی، سب اتوالی اور اعمالی، سب اتباعی اور غیر اتباعی، سب شرعی اور فقہی تفرقے کے برخلاف ہوں، سب کو علانیہ مٹانا چاہتا ہوں، سب مطیعوں اور مطاعوں مریدوں اور مرادوں کو خدا کی سرزنش کا قطعی اہل اور عذاب آخرت کا قطعی مستوجب سمجھتا ہوں لیکن باہنگر کوئی شخص یا جماعت اس کتاب کے کامل مطالعے کے بعد عقیدۃ یا عملاً مجھ کو اسلام کے کسی نئے فرقے کا رہنما تصور کرے تو وہ میری دانست میں نہ صرف مجھے صوب جہنم بنا رہی ہے بلکہ آگے چلکر جہنم کی دیگتی ہوئی آگ میں ابدالاً باذیک جلتے رہنا اسی کا حصہ ہے!

اسلام میرے نزدیک سب اولیاء و اصفیاء گندہ کر صرف محمد (صلعم) کی پیروی ہے، نہیں اُسکے لائے ہوئے قانون کی پیروی ہے، انبیاء کے لائے ہوئے طریق عمل (دین) کی پیروی ہے، قانون خدا کی پیروی ہے!



یہی ہے: اِنَّ الَّذِیْنَ یُکْفَرُوْنَ بِاللّٰهِ وَرُسُلِهِ وَیُرِیْدُوْنَ اَنْ یَغْرِزُوْا بَیْنَ اللّٰهِ وَرُسُلِهِ وَیَقُوْلُوْنَ نَحْنُ مِنْ بَعْضِ مَا یُکْفَرُ  
بِیْضٌ وَیُرِیْدُوْنَ اَنْ یَتَّخِذُوْا بَیْنَ ذٰلِكَ سَبِیْلًا ۚ اُولٰٓئِکَ هُمُ الْکٰفِرُوْنَ حَقًّا ۚ وَاعْتَدْنَا لِلْکٰفِرِیْنَ عَلٰٓا بِاَعْمٰیئًا  
وَالَّذِیْنَ آمَنُوا بِاللّٰهِ وَرُسُلِهِ وَلَمْ یُفَرِّقُوْا بَیْنَ اَحَدٍ مِنْهُمْ اُولٰٓئِکَ سَوْفَ یُنْفِیْهِمْ جَمْعُهُمْ وَاِنْ کَانَ اللّٰهُ غَفُوْرًا رَّحِیْمًا  
(النساء: ۴۷) پس اس دین میں کارکن غلط میرے نزدیک اتنا ہے، لا تفرقوا فیہ ہے، افریقہ کا عدل بینکے ہو  
اللہ ربنا وکعبہ ہے، لنا اعمالنا وکفر اعمالکم ہے، لا حجة بیننا وبینکم ہے، اللہ بجمع بیننا ہے، تعالوا  
الی کلمۃ سواہ بیننا وبینکم الا تعبدوا الا اللہ ہے، الحق لہ مسلمین ہے، حق لہ عیدون ہے، لا یخفی بعضنا  
بعضنا ازنا بآئین دین اللہ ہے، لا تفرقوا بین احد منہم ہے، ہمیں یہود کے موسیٰ علیہ السلام کو مان کر یہود کو  
اپنی طرف جذب کر لینا ہے، نصاریٰ کے مسیح علیہ السلام کو تسلیم کر کے نصاریٰ کو کہینچا ہے، ہنود کے کرشن علیہ  
السلام کے مقرب ہو کر ہنود کو مرجا کر لینا ہے، گہر و برہن کو بدھ اور شندھ کو، افریقہ کے جن پرست اور قطب کے  
اسکیمو کو، امریکہ کے ہندوئے احمر اور مردم غر وحشی کو، ساکن بڑا اور مکین جس کو اپنی آغوش لطف و مرجا میں  
لیکر اسلامی جماعت کو اس قدر تنومند، اس قدر غالب، اس قدر عالمگیر و وسیع، اس قدر چھانسان  
کر دینا ہے کہ دشمن کو آنکھ اٹھا کر دیکھنے کا یا رائے ہے! میرے نزدیک اصل اسلام یہی ہے، یہی قرآن کا اسلام ہے  
یہی قرن اول کا اسلام تھا، مگر وحاستر کا نا اہل اور ناشناس لوگوں نے اس کو اس قدر تنگ کر دیا! باہرے راہ سہ  
کر دی، اندرے ٹکڑے ٹکڑے کر گئے، ہر شخص مدعی تجدید بنکر ٹھکی بھر لوگوں کو اپنے اپنے پیچھے لگا گیا، خلق خدا کے  
وسیع دائرے سے نفرت پیدا کر گیا، اشاعت اسلام سرتاپا رک گئی، امت کمزور ہوتی چلی گئی، پھر اعلوٰں رہ کر  
مومن بننے کا نصب العین بھی نگاہوں سے اوجھل ہو گیا، مسلمان دنیا سے کیسے منفر ہوتے گئے، بعض ریل کو  
مانا بعضوں سے انکار پیدا کر کے خلق خدا سے عداوت اور تنگ چشمی مول لے لی، پھر خدا سے زمین و آسمان نے بھی

ہم یہ آیت سورہ آل عمران میں اس طرح ہے: قُلْ یَا اَهْلَ الْکِتٰبِ تَقَالُوْا اِلٰی حَکْمِیْ سَوَآءٌ بَیْنَنَا وَبَیْنَكُمْ اَلَّا تَعْبُدُوْا اِلَّا اللّٰهَ وَکَلَّیْکُمْ بِہٖ سَبِیْلًا ۚ وَ لَا یَسُوْءُ بَعْضُنَا اٰیٰتِیْنَ بَیْنَنَا وَبَیْنَكُمْ  
اللّٰہُ کَانَ قَوْلًا فَکُوْلُوْا لِمَا یُحَدِّثُ ذٰلِکَ اَمَّا مَسْلُوْنًا ۚ (آل عمران: ۶۱) یہ آیت سورہ بقرہ میں اس طرح ہے: قُوْلُوْا اَمَّا یَا اللّٰہُ فَمَا اَنْزَلَ اِلَیْنَا ذٰلِکَ اَنْزَلَ اِلَیْ رُوحِہُمْ وَنُوحِیْلُ وَ  
اِنْ یُضِلُّوْا فَعِیْبٌ ۚ وَ کَلَّیْکُمْ بِہٖ سَبِیْلًا ۚ (آل عمران: ۶۱) لا تفرقوا بین احد منہم نہی ہے، الحق لہ مسلمین ہے، (آل عمران: ۶۱)

علم تمام قرآن کے طول و عرض میں انکھار و کفر کے خلاف کے الفاظ اور کسی امر کے متعلق حواستمال نہیں کیے گئے۔ گویا از دہن اسلام سب سے بڑا کافر خدا کے نزدیک وہی ہے جو دنیا کے کلام  
میں اسلام میں تعریف پیدا کرتا ہے! بعض کو مانا ہے بعض سے انکار کرتا ہے، اُن کو فرقہ بندی ہے، اور اس طرح اسلام کی اہمیت کو دیکھ نہیں رہے ہیں +

اس صریح کفر کی پاداش میں عذاب نہیں بھیجا، اور اس الکتاب کے آخری وارثین سے جی بھر کر بدلہ لیا جب  
 اسلام کے پیش نظر خارجی اتحاد اس قدر ہے تو بعینہ اسی بنا پر ختم رسل علیہ الصلوٰۃ والسلام کے بعد اسلامی جماعت کے  
 اندر کوئی ذرا سی تفریق پیدا کرنا بھی میرے نزدیک صحیح معنوں میں کفر ہے، جو مدعی ہے کفر کا مترکیب ہے، فخر کی  
 تفریق، شریعت کی تفریق، مسئلہ مسائل کی تفریق، طریقت اور سلسلوں کی تفریق، پیروں اور سجادہ نشینوں  
 اولیاء اور خانہ نشینوں کی تفریق، مزار پرستی اور اولیا پرستی کی تفریق سب کفر ہیں، سب الکا خد ہے سب  
 عبادت طاغوت ہے، سب اکبریا بائیں دوزخ کو پکڑنا ہے، سب شرک جلی ہے، شرک محض ہے  
 شرک اکبر ہے، وہ ظلم عظیم ہے جسکی بخشش کی حما کوئی آس نہیں، وہ یہی ہے جسکی پاداش جہنم ہے، وَاَلَا  
 تَكُونُوا مِنَ الْمَشْرِكِينَ ۚ مِنَ الَّذِينَ قَالُوا اَدْبَارُ اُمُورِهِمْ وَاَوَّلُهَا كُلُّ حَرْبٍ بَعَثْنَا فِيهِمْ فَرَحُونَ ۚ (الزمر ۲۵) قرآن پر  
 محکم ہوں میں علم ہے، آیات بینات ہے، قانون خدا ہے، راز زمین و آسمان ہے: قُلْ اِنَّ لَہٗ الْاٰلٰہَ الْاِیْمٰنِ  
 الْاَحَدَیْنَ فِی السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ (فرقان)، فطرت اللہ الخلق فطر الناس علیٰ ہائے، ایسے علم ایسی روشن حقیقت  
 ایسے راز، ایسی فطرت کا منتہا ہر جگہ اتحاد چاہیے، اس میں بنی نوع انسان کو اپنے میں جذب کر لینے کی وسعت چاہیے  
 نہ یہ کہ خارجی توسیع تو یک طرفہ خود گھر میں فساد پیدا کر لیا جائے، امت اس علم کو لیکر آپ مکڑے مکڑے ہو جائے  
 ایسی فرستہ بندی میری دانست میں اسکی سب سے بڑی ناقہ شناسی ہے، اس سے پورا جہل ہے، آپس میں انتہائی  
 بغاوت کا نتیجہ ہے، ناقابل عفو گناہ ہے، جہنم کی تیاری ہے۔ جو قوم علم کے ہوتے ہوئے متحد نہ ہو سکی اسکا  
 کسی اور طاقت نے متحد ہو جانا خیال محال ہے: وَاتَّبِعْنَهُمْ یٰۤاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا فَمَا اَحْكَمُ الْاَلَا مِنْ بَعْدِ مَا جَاءَہُمْ  
 الْعِلْمُ بَغْیًا بَيْنَهُمْ اِنَّ رَبَّكَ یَفْضِلُ بَيْنَهُمْ یَوْمَ الْقِیٰمَةِ فِیْمَا کَانُوْا فِیْہِ یَخْتَلَفُوْنَ ۚ ثُمَّ جَعَلْنَاكَ عَلٰی شَرِّ رِجْعٍ مِّنَ الْاَمْرِ  
 قَاتِلًا ۚ ہَا وَاَلَا تَتَذَكَّرُ ۚ اِنَّہٗمْ اَھْوَاۗءُ الَّذِیْنَ لَا یَعْلَمُوْنَ (البقرہ ۲۵۵)۔ رسول خدا کی تمہیں کے بعد چونکہ کتاب خدا علم نہیں رہی کسی تنفس نے  
 اسکی کسی حصے کو علم ثابت نہیں کیا، سب کے سب جہالت اور قیاس و ظن اور رائے، اعتقاد اور اقوال کی ظلمتوں میں پے  
 ٹاٹک ٹوٹے رہے، اسی لئے یہ دردناک اختلاف ہے، اسی لئے ہلاکت انگیز فرقہ بندیوں ہیں، اسی لئے کل











الظُّلُمَاتِ إِلَى النُّورِ وَذَكَرَهُمْ بِآيَاتِهِمُ اللَّهُ (ابراہیم)۔ وراثت زمین کا مستقل نصب العین نبوت کے مرحلے میں  
ہر نبی کے پیش پیش روز اول سے اس قدر رہا کہ وارث زمین آسمان تعالیٰ نے صالحیت اور صلاحیت کا صحیح  
معیار بھی سب آسمانی کتابوں میں بادشاہت زمین ہی سے لے کر دیا (وَلَقَدْ كَتَبْنَا فِي الزَّبُورِ مِنْ بَعْدِ الذِّكْرِ أَنَّ الْأَرْضَ يَرْثُهَا  
عِبَادِي الصَّالِحُونَ) (انبیاء)۔ یہی وہ بڑا پیغام، بڑی بشارت، بڑی خبر تھی جو اسی کے عظام ہر عبادت گزار، ہر گرفتار  
خدا، ہر ملازم اور پابند قانون خدا، ہر سرکرا سوا، قوم کے لئے لائے (لَا إِلَهَ إِلَّا هُوَ الْحَيُّ الْقَيُّومُ غَيْرِ ذِي زُلْمٍ هُوَ الَّذِي  
أَرْسَلَ رَسُولَهُ بِالْهُدَى وَنُورٍ عَلَى الْمُسْلِمِينَ) (احزاب)۔ وارث زمین ہو کر صالح بننے کی تھی رستہ  
ہم نے حکماً وَالْحَقُّنِي بِالصَّلَاحِ (الشعراء)۔ اس کا رخا نہ جان کی ملکوت کا علم حاصل کر کے اپنی قوم کو بقا کی  
راہ پر لی جانے کی تھی (وَكُنْ لَكَ نَبِيٌّ إِنْ هُمْ إِلَّا كَوْنُكَ وَمَا كُنْ إِلَّا كَوْنُكَ وَمَا كُنْ إِلَّا كَوْنُكَ) (احزاب)۔ اخلاف میں مقرر  
ہوئے باعث زندہ رہنے کی تھی (وَأَجْعَلْ فِي لِسَانِ صِدْقٍ فِي الْآخِرِينَ) (الشعراء)۔ اسی بنا پر ملک زمین و آسمان کی بڑی  
سے بڑی آزمائش کے بعد حضرت کو بڑے سے بڑا انعام (إِنِّي جَاعِلُكَ لِلنَّاسِ إِمَامًا) (نساء) کا ملا، ان کی اپنی اولاد  
کے بارے میں درخواست بھی اسی نعمت کے دوام کی تھی (قَالَ دَمِينٌ ذُرِّيَّتِي قَالَ لَا يَنْتَظِرُ عَهْدِي الظَّالِمِينَ مَدِينًا)۔  
وہ جب تک صاحب علم و عمل رہے اس موہبت کبرے کے وارث رہے، اُس علامہ مطلق خدا سے اولو الایمان  
والایصار کا خطاب حاصل کرتے رہے (وَأَذْكُرْ عِدَّتَنَا إِنْ هُمْ إِلَّا كَوْنُكَ وَمَا كُنْ إِلَّا كَوْنُكَ وَمَا كُنْ إِلَّا كَوْنُكَ) (نساء)۔  
جب علم و عمل نہ رہا، ظالم بن گئے! آل ابراہیم کو بھی یہی انعام ملا (لَا تَحْزَنْ عَلَيْهِمْ سَاءَ مَا يَحْكُمُونَ اللَّهُ مَنَّ عَلَى مَا آتَاهُمْ مِنْ فَضْلِهِ)۔  
فَقَدْ آتَيْنَا آلَ إِبْرَاهِيمَ الْكِتَابَ وَالْحِكْمَةَ وَآتَيْنَاهُمْ مُلْكًا عَظِيمًا (نساء)۔ اسمعیل، یونس، لوط علیہم السلام اور  
انکے آباؤ جساد، بہائی بند اور اولاد سب کو یہی بے مثال فضیلت دی (وَأَسْمِعِ نَارًا وَأَنفِثْ نَارًا وَأَنفِثْ نَارًا)۔  
فَضَّلْنَا عَلَى الْعَالَمِينَ (انعام)۔ نوح، صالح، ہود علیہم السلام کی قوموں پر بھی یہی مخالفین کی ہلاکت اور وراثت زمین کی  
وحی نازل ہوئی (لَقَدْ كُنَّا لِلظَّالِمِينَ) وَلَكِنْ كُنَّا كَوْنًا كَوْنًا (ابراہیم)۔ بالآخر ان کو دریاؤں سے سیراب  
اور سرسبز جنات زمین میں داخل کر دیا (وَأَدْخِلْ الَّذِينَ آمَنُوا وَعَمِلُوا الصَّالِحَاتِ جَنَّاتٍ تَجْرِي مِنْ تَحْتِهَا الْأَنْهَارُ) (ابراہیم)۔

(تیسرے صفحہ ۶۸) میں پھر وہی اہی سلطنت کا جو اور کتاب اول سلاطین باب ۹-آیت ۱-۹ میں اس سلطنت کو چھین لینے کی جگہ ہے۔ ابراہیم سے قبل خدا پروردگار نے عالم سے نبوت کے لفظ (وَقَالَ)

عام اور قطعی محاکمہ دے دیا کہ ایمان اور عمل صالح کا اٹل نتیجہ بادشاہت زمین ہے (وَالَّذِينَ آمَنُوا وَعَمِلُوا الصَّالِحَاتِ  
سَنُدْخِلُهُمْ جَنَّاتٍ جَزَىٰ مِنْ تَحْتِهَا الْأَنْهَارُ) (النار)، ابدی سلطنت ہو، خلد مرتبت ہو (حَلِيلِينَ فِيهَا أَبَدًا وَعَلَى اللَّهِ  
حَقُّ الْقَائِمِينَ أَصْدُقُ مِنَ اللَّهِ قَوْلُهُ) (النار)، نہیں بلکہ صاف، غیر مشکوک امر نا قابل تاویل الفاظ میں کہہ یا کہ اگر قانون خدا  
مٹے پہر لوگ تو اجتماعی ہلاکت قطعی ہے، يَسْتَخْلِفُ رِيقِي قَوْمًا غَيْرَكُمْ (موجود) کا خدا ہے، محکومیت کا جہنم ہے  
غلامی کا طوق لعنت ہو، خوفِ عزّز ہے، عجز اور بے بسی ہے، دنیا خراب اور جو آگے چل کر ملنا ہے وہ اس سے  
کسیں بڑھ چڑھ کر ہے (وَإِنْ تَوَلَّوْا فَقَدْ أَبْلَغْتُكُمْ مَا أَرْسَلْتُ بِهِ إِلَيْكُمْ وَيَسْتَخْلِفُ رِيقِي قَوْمًا غَيْرَكُمْ وَلَا تَقْعُرُوهُ  
شَيْئًا إِنْ رِيقِي عَلَىٰ كُلِّ شَيْءٍ حَافِظٌ) (ہند)، بر خلاف اسکے اگر نبی کے لئے ہوئے قانون کی پیروی کرو گے تو اس کا  
اٹل نتیجہ یہ ہے کہ دشمن عن قریب ہلاک ہو جائے گا، تم خود اسکی زمین کے وارث بن جاؤ گے، يَسْتَخْلِفُ فِي الْأَرْضِ  
ہونے کا مقام حاصل ہو گا اور بعد ازاں جو کچھ ہے تمہارے اعمال منجھ سے اگر اسی طرح عمل کرتے رہو گے تو جب تک  
زمین و آسمان قائم ہیں بادشاہ زمین بنے رہو گے ورنہ اس خوب صورت اور منظم، اس باسلیقہ اور خدا کی اپنی حفاظت  
میں لی ہوئی زمین سے تمہارا بیک بینی و دو گوش نکال دیا جانا قطعی ہے! (قَالَ عَسَىٰ رَبُّكُمْ أَنْ يُهَبِّلَكُمْ عَدُوًّاكُمْ  
يَسْتَخْلِفُكُمْ فِي الْأَرْضِ فَيَنْظُرَ كَيْفَ تَعْمَلُونَ) (اعراف)۔ یہ دنیا دار لجن ہے، اس میں جو شے پائدار ہے سچی عمل ہے محنت  
اور تکلیف برداری ہے، بے عمل اور مجبور ذرہ قوم کا یہاں پر صلاً اور طبعاً گذارہ نہیں!

الغرض وراثت زمین اور ممکن فی الارض کا انہم نصب بعین نشار آفرینش سے اسلاف نبیہ کے پیش نظر  
بلا شرکت غیر سے رہا، وہ تمام عمر اسی بات کے دپے رہے کہ اپنی امتوں کو اس لازوال قانون، اس اٹل آئین عمل،  
اس امر رب الغلین، اس العلم سے آگاہ کر کے عمل پر اکریں جس کا نتیجہ اجتماعی بقا ہے۔ دوام فی الارض ہے  
بادشاہت اور غلبہ ہے۔ یہی اٹلا لایا ہوا دین تھا، اور نسل وراثت کا اسی طرز عمل کو تسلیم کر کے اس پر عمل پیرا ہو جانا نبیہ  
کے مذہب کو ماننے کے مترادف تھا، یہی اپنا ایمان، لایکے معنی تھے، یہی ایمان کا لازمہ بلکہ بذات خود ایمان تھا۔  
اسی بنا پر رسول کا اس دنیا میں منظر و منصور ہونا لازمہ رسالت تھا، اِنَّهُمْ لَهُمُ الْمَنْصُورُونَ (صفت) کا مصداق بننا

نہ صرف جزو دین، یا عین ایمان، بلکہ تمام دین تھا، اِنْ جُنَدْنَا لَهُمُ الْعِلَادُونَ (صفت) نہ صرف ایمان والوں کی علامت یا مومنوں کا نشان سیما تھا بلکہ غالب بننا تابع بنی امتوں کا واحد مطمح نظر تھا۔ دشمن قوم کی ہلاکت بھی اس وجہ سے ہوتی تھی کہ وہ نبیؐ کے لئے ہونے قانون پر عمل پیرا نہ ہوتے تھے، بیخ اور محنت میں اپنے تن بدن کو ڈالنا پسند نہ کرتے تھے، احکام سے گریز کرتے تھے، یہی انکو نہ ماننے کے مترادف تھا، یہی کفر تھا، یہی کج رسل تھی۔ اور اسی بنا پر نبیؐ کی تابع امت سرگرم و پرغلبہ حاصل کر جاتی تھی۔ قرآن حکیم نے ایمان اور کفر کی اسی عملی کیفیت کو کسی قوم کی صلاحیت یا عدم صلاحیت کا صحیح معیار قرار دیکر قطعی لازوال اور اٹل محاکمہ پیش کر دیا کہ صاحب ایمان قوم کے کافر قوم سے قتال کا نتیجہ ہر نوع اور ہر حال یہ ہے کہ ایمان والی قوم اس زمین پر کبھی ہٹے نہیں پھیرتی، جب ہٹے پھیرینگے کافر ہی پھیرینگے۔ روز ازل سے یہ ایک طے امر ہے، قانون خدا جو روزِ آخر پیش سے برابر چلا آیا ہے اور جب تک زمین آسمان قائم ہیں برقرار رہیگا، وَلَوْ كُنَّا كُفْرًا لَوَلَّوْنَا الْاُخْرٰى لَا يَخْلُفُنَا ذٰلِكَ وَلَا تَنْصُرُنَا سُنَّةُ اللّٰهِ الَّتِي قَدْ خَلَتْ مِنْ قَبْلُ ۚ وَلَنْ يَّجِدَ لِسُنَّةِ اللّٰهِ تَبْدِيْلًا (النسخ)۔ گویا جہاں فتح و ظفر کا چرچم لہرا رہا ہے، جہاں ایک قوم کو دوسرے گروہ پر غلبہ حاصل ہے، جہاں ایک فخر عجز اور بے بسی، اور دوسری طرف قوت اور استیلا قائم ہے، وہیں ایک قوم نبیؐ کے خدا کے ماں سے لائے ہوئے مشترک قانون کی صحیح معنوں میں مومن ہے، اُس العلم کے کسی نہ کسی اہم حصے پر عمل کر رہی ہے، نہیں اس علم و عمل کی وجہ سے ہی کامیاب ہو رہی ہے، وہیں دوسرا گروہ اس قانون خدا سے کفر کر رہا ہے، اس کا علماً منکر ہے۔ یا اُس کی کما حقہ تعمیل کرنے میں کسر رہ گئی ہے، یا مخالف فریق اُس پر بہتر اور باحسن وجہ عمل کر رہا ہے۔ فتح و نصرت کا سلسلہ جیتک قائم ہے، کفر و ایمان کا یہ محاکمہ قطعاً پورا ہوتا رہیگا۔ خدا کے قانون کی پہلی اور آخری فہم یہی ہے کہ ایمان بہ نوح و فتح و نصرت کے مترادف اور کفر بہر حال شکست اور زوال کے ہم معنی ہے۔

اسلاف نبیؐ سے قطع نظر خود نبیؐ اس الزمان علیہ الصلوٰۃ والسلام کا واحد مطمح نظر رہے زمین پر غلبہ حاصل کرنا اور امت عرب کو بقا و دوام کے معراج پر پہنچانا تھا، یہی ان کے مبعوث ہونے کی اہم اور صریح غرض

[illegible]

يَسْتَدِلُّ قَوْمًا غَيْرُكُمْ ثُمَّ لَا يَكُونُوا أَمَثًا لِّكُفْرِهِمْ (عسکری)، صُحِبَتْ عَلَيْهِمُ الذَّلَالَةُ وَالسَّكِينَةُ (بقول) سے ڈرایا، فَزَيَّنُوا  
 حَقَّ يَأْتِي اللَّهُ بِآيَةٍ (ایک کھڑی ایسی) اجتماعی زوال کی آسمانی بجلی سے ڈرایا، (وَكَانَ يَوْمَ يَرْوُفٌ مَّا يُوعَدُونَ لَوْ يَكْبِتُونَ إِلَّا سَاعَةً  
 مِنْ نَهَارٍ بَلَمَّ، فَهَلْ يَهْتَكُ إِلَّا الْقَوْمُ الْفَاسِقُونَ (عسکری) اگر کچھ قوم کے پیش نظر کر دیا تو یہی دنیاوی حالت کی بہتری  
 کر دی (سَيَهْدِيهِمْ وَيُضِلُّهُمُ بِالْهَوَى (عسکری)، اجتماعی زیہوں حالی کے دور روپنے کا وعدہ کیا (كَفَرْتُمْ سَيَايَهُمْ وَ  
 اضْلَمُوا بِالْهَوَى (عسکری)، جنات زمین پیش روپنے، منکروں کی خستہ حالی کا سماں باندھ دیا (إِنَّ اللَّهَ يُدْخِلُ الَّذِينَ  
 آمَنُوا وَعَمِلُوا الصَّالِحَاتِ جَنَّاتٍ تَجْرِي مِنْ تَحْتِهَا الْأَنْهَارُ وَالَّذِينَ كَفَرُوا يَتَنَبَّهُونَ وَيَاكُلُونَ كَمَا تَأْكُلُ الْأَنْعَامُ مَرْءٍ  
 أَوْ نَكْرًا أَزْهَقَهُمْ وَوَدَّاهُمْ وَآمَوْا وَكُفَرُوا (عسکری) کا احسان جت لایا، فَذَكَ فِي قُلُوبِهِمُ الشُّعْبُ (عسکری) اور وعدہ کر  
 اللَّهُ مَخَازِنَ كَثِيرَةً (عسکری) کا انعام بتایا، الغرض جس رنگ میں آسمانی پیغام دیا اس کا مستہائے طلیل ہی اجتماعی  
 تکلن اور وراثت زمین ہی رہا۔ قرون اولی کی اسلامی زندگی کے تمام عملی ماحول کو پیش نظر رکھ کر دقیقہ رس و حقیقت  
 شناس شخص کیلئے آج بھی اس امر کا اعتراف کچھ متعذر نہیں کہ عہد رسالت میں اور اس کے کئی برس بعد تک مسلمان  
 کی زندگی اسی واحد نصب العین کے لئے وقف رہی، ہر فرد اسی 'الاعلون' بن کر رہنے کو عین اسلام  
 بلکہ تمام ایمان سمجھتا رہا، ہر شخص کا مستہائے عمل، اس کا اٹھنا اور بیٹھنا، اس کی زندگی اور موت اسی امر کے  
 درپے رہی کہ یا اسلامی اخوت اپنی مسامت کے زور پر خود بخود مسعود و مسیح ہوتی جائے کہ دشمن ایک باقی نہ رہے  
 یا منکرین پامنیہ کر دیئے جائیں کہ سب طرف یَكُونُ الَّذِينَ كُفُّوا لِقَوْلِهِ (انفال) کا سماں بندھ کر رہے، چھپنے کے  
 پرتلوں میں حائل کی ہوئی تلواریں اور رسیوں سے مرمت کیے ہوئے نیزے اس عہد نبوت میں جزو اسلام  
 تھے، سرکب اور تیغ بہر مجاہد ہو کر رہنا نئے مسلمان بننے کی نشانی تھی، زخموں پر پٹیاں باندھنے اور بزدل  
 خاوندوں سے ناراض رہنے والی بیبیاں صحیح معنوں میں مومنات نہیں۔ یہ وہ اسلام اور وہ ایمان تھا جس کے  
 باعث سرور کائنات کی وفات کے بعد بارہ برس کے اندر اندر عرب مسلمانوں نے سطح زمین کے چھتیس ہزار شہر و  
 قلعے سر کر لئے تھے، چار ہزار ہیکلوں اور تھانوں کو بیوندر زمین کر دیا تھا، صد ہا گرجے مسجدوں میں تبدیل کر دیئے

تو بریس کے اندر اندر اس اولو العزم نبی کے اولو العزم پیروانوں کی برائی چوٹیوں اور فرسے کے سرسبز میدانوں میں  
جادو کے! افریقہ کے تپتے ہوئے بیابانوں کو چشم زدن میں طے کر کے جنات زمین کی تلاش میں لگ گئے، خدا کی  
زمین خدا والوں نے شیطان والوں سے جبراً اور کرنا چہین لی، کسے کی غفلت کو ملیا میٹ کر دیا، قیصر کے  
تخت کی بنیادیں ہلا دیں، فرعون کی کھوپڑی پر گھوڑے دوڑائے، ادھیراج ہمارا بے رام رام پکار اٹھے، یوہو  
کے بلند نشینوں کو فرش پر گرا دیا! مذہب اسلام بعد میں خواہ کچھ کا کچھ بن گیا ہو، اسکی یہ منزل الاض صورت  
نا حقیقت شناس لوگوں کی متفقہ تاویل سے یا عوام کے متفقہ مکر کے باعث کچھ کی کچھ بن گئی ہو، سعی و عمل کی  
وہ لشکر انگیز اور کارکن تڑپ اُتوال اور اعتقاد کی آرام وہ اور ناکارہ صورت میں بدل چکی ہو، مگر قرآن حکیم کے  
طالب العلم اور مذہب کی تہ کو پہنچنے والے دقیقہ رس کے لیے، نہیں بلکہ پیام خدا کو ابتدائے آفرینش سے  
اخیر دم تک ایک یقین کرنے والے حقیقت شناس کے لیے اس واقع الامر سے انکار کرنا محال ہے کہ  
خاتم النبیین کا لایا ہوا اسلام دراصل ہی **قرن اول** کا اسلام تھا، وہی ابو بکرؓ اور عمرؓ عثمانؓ اور علیؓ والا اسلام  
تھا، خالدؓ اور طارقؓ، مسلمؓ اور ابوعبیدہؓ والا اسلام تھا، غالب بنکر رہنے اور پیچھے نہ پھرنے والا اسلام تھا،  
دوست کو آغوش لطف و مرحبا میں لیکر تنومند کر دینے والا اسلام تھا، دشمن کو ہمت دے کر نیت و نابود کرنے  
والا اسلام تھا، سب بنی نوع انسان کو سطح زمین کی تحد، بے روک ٹوک اور بے خوف خطر بادشاہت پر  
خاتم کر کے، نسل انسانی کو باہم فساد سے پاک اور ایک کر دینے والا اسلام تھا (حاشی لا تَحْشَوْا فِتْنَةَ  
وَيَكُونَنَّ الَّذِينَ يَكْفُرُونَ كَلْفًا زَلْفًا)، نہیں گمراہ بن، یہود اور عیسائی، آتش پرست اور گور پرست کے سب مادیوں اور  
پیغمبروں، سب رہنماؤں اور رسولوں کو اسی الاسلام کے حامل قرار دے کر، وہی وارث زمین اور متحد  
بنانے والے پیغام کے مبلغ یقین کر کے، اسی مذہب اسی جائے ذباب اور اسی راہ عمل کے ناشر مانکر سب کے  
درمیان **تفرقہ** اور مخالفت مٹا دینے والا اسلام تھا! سب انسانوں کو ایک خدا کے مشترک بندے، ایک  
باپ کے ہم مرتبہ بیٹے، ایک نوع اور ایک جنس کے یکساں اور مساوی افراد یقین کر کے ان کے درمیان **دعائے بیہود** کا



ماحول پیدا کرنے والا اسلام تھا! اس اسلام میں شدت تھی (اَلْبِدْعَةُ عَلَى الْكُفَّارِ النَّجَسُ)، اس میں سختی اور غلاظت تھی (وَأَعْلَظُ عَلَيْهِمْ دُونَ)، اس میں دعوت اور اضطراب تھا، انا نیت اور اعتصاب بھی تھا (إِنَّ الدِّينَ عِنْدَ اللَّهِ الْإِسْلَامُ آل عمران)، فاتحانہ تجسس اور فاحرانہ محکم تھا (لَا يَجْعَلُ الْمُؤْمِنُونَ الْكُفْرَ بِآلِهِمْ مِنْهُمْ الْمُؤْمِنِينَ آل عمران) اس میں حیت اور عصبیت بھی مگر تعصب قطعاً نہ تھا، مذہبی اور اعتقادی تجسس یہ گزرتھی، یہود سے یہود ہونیکے باعث نفرت نہ تھی، عیسائی سے عیسائی ہونیکے باعث جہت ناث تھا، یہود سے کرشن علیہ السلام کی وجہ سے مخالفت نہ تھی، پارسی سے زرتشت علیہ الرحمۃ کی پر حاش نہ تھی، نہیں اسلام سے محمد مرسل علیہ الصلوٰۃ والسلام کی وجہ سے عمت نہ تھا (وَمَا مُحَمَّدٌ إِلَّا رَسُولٌ قَدْ خَلَتْ مِنْ قَبْلِهِ الرُّسُلُ وَأُولَئِكَ نُمَاتُ آتَ قِيلَ أَتَقْتُلُونَهُ عَلَىٰ أَعْقَابِكُمْ وَمَنْ يَتَّقِلْ عَلَىٰ عَقِبَيْهِ فَلَنُبَصِّرَنَّ اللَّهُ شَيْئًا وَنَسُخِّنَّ اللَّهُ الشُّكْرَ لَهُ (آل عمران)، دین خدا سے دین محمدؐ ہونے کے باعث محبت نہ تھی۔ سرور کائنات علیہ التہیۃ والسلام کی وفات کے بعد جب حضرت عمرؓ نے تلوار ہاتھ میں لیکر اراد کیا مصلحتاً لوگوں سے کہا کہ رسول خدا مرے نہیں تو حضرت ابو بکرؓ نے منبر پر چڑھ کر فرمایا کہ لوگو! اگر رسول خدا کی تلاش میں ہو تو وہ تو انتقال کر گئے لیکن خدا زندہ ہے اور اس موت گہر نہیں یہ سب اس لیے کہ اُس اسلام کو محمدؐ سے بحث نہ تھی، اس کو اُس جسم اطہر سے غرض نہ تھی جو مٹی میں ملکر مٹی ہو جانیوالا تھا، اُن کو بنی نوع انسان کی طرف خدا کے بھیجے ہوئے قاصد کو بُت بنانا نہ نظر نہ تھا، اُن کو سچا م خدا غرض تھی، نامہ رب العالمین سے بحث تھی، بنی نوع انسان کی طرف خالق زمین و آسمان کے بھیجے ہوئے خط کی بیابانی تھی، مکتوب کو چوڑ کر نامہ بر کی آؤ بھگت کرنا کچھ نہ نظر نہ تھا! وہ اس بات کے درپے تھے کہ حکماء خدا کی تعمیل ہو، مشیت ایزدی پوری ہو کر رہے، جو شے وہ بادشاہوں کا بادشاہ چاہتا ہے اُسکی تکمیل ہو، جو نفس پیغام ہے اُسکی طرف توجہ ہو، یہ دین خدا کا ہیجا ہوا دین ہے، سب انبیاء کا لایا ہوا دین ہے محمدؐ کا بنایا ہوا دین مگر نہ نہیں! یہود اور نصاریٰ سے تجرذ بھی اسی عدم تعمیل کی بنا پر تھا، وہ اس نصب العین کے درپے تھے کہ رب زمین و آسمان اپنے سب بندوں کے ساتھ مساوات اور اتحاد چاہتا ہے، نسل انسانی کا دو دم

بقا چاہتا ہے۔ انسان کو اس زمین پر صحیح معنوں میں اپنا خلیفہ بنانا چاہتا ہے [اِنِّیْ جَاعِلٌ فِی الْاَرْضِ خَلِیْفَۃً] کی تکمیل چاہتا ہے۔ لَا کُوْنُ اِمْرٌ فَوْقَهُمْ وَهُمْ یَحْکُمُوْنَ اَکْثَرُ مِنْ اَمْرِہُمْ (انہ) چاہتا ہے، سطح ارض پر ایک متحد قومیت کا تسلط چاہتا ہے (وَلَوْ شَاءَ رَبُّکَ لَجَعَلَ النَّاسَ اُمَّةً وَّاحِدَةً رَّبُّہُ)»، مشرق اور مغرب کا، شمال اور جنوب کا، بر و بحر کے کیرن آپس میں کامل اتفاق عمل چاہتا ہے، فساد سے فی الجملہ ناخوش ہے، زمین کی متحدہ خلافت کا نصب العین شیش کر کے سب کا ایک طرز عمل، ایک دین، ایک صراطِ مستقیم، ایک ملت چاہتا ہے، سب نبیؐ کو اسی پیغام کا حامل، اسی اہم دستور العمل کا مبلغ، اسی غیر الحصول آماجگاہ کا مشاق قرار دیتا ہے، ہر انسان سے یہ بات قبلہ کر سب کو ایک کر دینا چاہتا ہے، ظَهَرَ الْفَسَادُ فِی الْبَرِّ وَالْبَحْرِ مَا کَشَفَتْ اَیْدِی النَّاسِ (روم) کے کلمات انگیزہ منظر کو یک قلم دور کر کے خَلِیْفَیْنِ فِیْہَا مَا دَامَتِ السَّمَوْتُ وَالْاَرْضُ (ہود) کا امن پسند ماحول پیدا کرنا چاہتا ہے، اِنْ یَّکْفُرُوْا مِنْکُمْ وَیَاۤتِیَ السَّاعَۃُ فَاَنْذَرْتُہُمْ لَآ یَنْفَعُہُمْ اِنْ یَّکْفُرُوْا مِنْکُمْ وَیَاۤتِیَ السَّاعَۃُ (ہود) کے محشر انگیز سے کو حتی الامکان پیدا کرنا نہیں چاہتا! یہی وجہ تھی کہ صدر اسلام میں ختمِ نسل کا لایا ہوا دین صرف ایک جمہوریت تھا، ایک بنی نوع انسان کا بلا امتیاز رنگ و نسل اور بلا اختلاف قوم و مذہب بھائی چارہ تھا، ایک بردست اور عالمگیر اخوت تھا، ایک اٹل اور غالب عصبت، ایک محرک اعتصاب شرکت تھا، دوسری قوموں کو ناپاق چھڑا کر، اُنکے مقدس غیپبروں کو گالیاں دیکر، اُنکے خوف یا محرف دین کو برا بھلا کر اپنا دشمن بنا لیں اس اسلام کا نصب العین ہرگز نہ تھا! اسی مساحت اور بلند نگاہی کے باعث اس دین میں مقناطیس کی جاذبی کشش پیدا ہو گئی تھی، یَدْخُلُوْنَ فِیْ دِیْنِ اللّٰہِ اَوْ اَجَاہِدُوْا فِیْ سَبِیْلِہِ کَاسَآءُ ہَرِیْفٍ لِّہِمْ اَوْ اَنۡ یَّکُوْنُوْا فِیْ سَبِیْلِہِ اَوْ اَنۡ یَّکُوْنُوْا فِیْ سَبِیْلِہِ (آل عمران) کے باعث زمین کے ایک بڑے سے بڑے حصے پر امن پیدا ہو گیا تھا، اُنکی حکومت مالک ارض و سما کی منشا کے عین مطابق قائم ہو گئی تھی، دوست مال جائے بھائی کی طرح بغلیگر ہوتے تھے، دشمن موت کے انتظار میں دم بخود تھے۔ امن اور بادشاہت تھی، اگر اہ اور اجار نہیں تھا، دین کو لوگ فرقہ بندی نہ سمجھتے تھے، اہل بیوی اور بیویوں کے بالمقابل محمدیؐ بنا کر شہ نہ جانتے تھے، اُن کے پیش نظر صرف قانون خدا کا علم مطیع بننا تھا، مسلم بننا تھا، خدا کے بھیجے ہوئے دستور العمل کو پیہم سعی و عمل سے نبا ہنا تھا، خدا کے آخری رسول کو بُت بنا کر

اُن کے پیچھے صف آرا ہو جانا نہ تھا! یہی سچی اور بے لاگ توحیدِ رمی، یہی توحید فی الرسالت کی صحیح معنی تھی! (مَا كَانَ لِأَنبِيَائِهِمْ فُتُورٌ وَلَا لَنُصْرَائِبِنَا وَلَكِنْ كَانَتْ خَافَةً مِّنَ اللَّهِ عِندَ الْمُتَّقِينَ) آج جو قومیں اِس الاسلام اس دینِ محمدؐ، اِس مذہبِ خدا اور راہِ مالک الملک کے عشرِ شیر پر بھی صحیح معنوں میں عمل پیرا ہیں جو وراثتِ زمین کو انسان کا صحیح معنوں میں واحد نصب العین اور یکتا مذہبِ عمل یقین کر کے اس رہنمائی میں دن رات لگی ہیں، جو لاشریک با و شامت کو خدائے بے ہمتا کا واحد حکم سمجھ کر اس حکم کو فعل میں لانے کی سعی کر رہی ہیں، جو مالکِ زمین و آسمان کو قوی و عزیز سمجھ کر قوت اور عزت حاصل کرنے کے درپے ہیں، جو اسکو سمیع اور بصیر اور علیم یقین کر کے تخلقوا باخلاق اللہ کے کسی حصے پر عامل ہیں، نہیں جو وراثتِ زمین کو اپنا دین و ایمان، اپنا تپاؤ اور مسلک یقین کر کے اور سب دینوں کے مستغنی ہیں، عیسویت اور موسویت، ہندویت اور محمدیت کی سب اعتقادی ہول بھلیوں سے بے نیاز ہیں، اپنی جماعت کے اندر ایک اٹل عصبت ایک عالمِ آرا وحدت، ایک دشمن کش اشتادہ پیدا کر کے عاجز کو اور عاجز کر رہی ہیں، اَشِدُّ اَعْلٰی الْكُفَّارِ اور رَجَاءُ بَيْتِ الْفُتُورِ کی سچی تصویر ہیں نہیں جو قومیں اُس صنمِ بی مثال کے اپنے ماتھوں سے بنائے ہوئے کیڑوں اور کوڑوں، پرندوں اور حیوانوں کے اعمال و عادات، معمولات اور اخلاق کا صحیح مطالعہ کر کے انہی کی طرح اِس زمین کے برعکس پر اُسکے بلا و پست پر اُسکے جبل و سہل پر، اُسکے تحت الثری میں، تحت البحر میں اور جو فِ آسمان پر ہر کن طریقے سے قابض ہونا چاہتی ہیں، انہی کی طرح کے ایک قطع کے اشیاء نے، ایک رنگ کا لباس، ایک طرزِ ریش، ایک دستورِ عمل، ایک شکل و صورت، ایک نصب العین، ایک قاعدہ اور طریقہ، ایک دین، ایک مذہب، اپنے افراد کے اندر قائم اور دائم کر کے ایک اٹل عصبت اور جہاں شکن زور اپنے اندر پیدا کر رہی ہیں۔ ہاں جو قومیں اُس دینِ فطرت پر عمل رہی ہیں جو ہر صاحبِ صبح و بصر کو ہر جا اور ہر وقت اِن آنکھوں کے سامنے نظر آتا ہے جو فطرَ النَّاسِ عَلَیْہَا رَہْمٌ کا صحیح مصداق ہے، جو قومیں اِس طرح پر اپنے پا جاموں اور گپڑیوں، اپنی داڑھیوں اور مونچھوں کو جزو دین سمجھتی ہیں، اور اِس اٹل زور اور اشتادہ کو، اِس یگانگت اور یک رنگی کو، اِس تنگن اور یکتائی کو، اِس لاشریک

بادشاہت زمین کو، اس لایمیراۃ فی حکمہ احکاۃ کے الٰہی حلاق کو، اس سخن بڑے الارض (زمین) کی  
 ربانی صفت کو، اس لایمیراۃ فی حکمہ احکاۃ کی کبریائی خاصیت کو اپنا واحد شعار اور ایک مذہب جمعی میں اور  
 اسکے سوا کسی انسان کے من گھڑت مذہب، کسی خود ساختہ شریعت، کسی لمبی وارھیوں اور مسواکوں، کٹنیھیوں  
 اور استنجائوں، کسی کپڑیوں اور پاجاموں کو استنجاؤ کے نصب العین سے علحدہ کر کے نہیں جانتیں، وہی آج فطرت کے  
 خزانہ عامر سے انعام پا رہی ہیں انعمت علیکم (خدا کی مصداق ہیں، انہی پر رحمت ایزدی کا موسلا دھاری  
 لگا رہا ہے۔ اور جب تک اس صراط مستقیم پر ہیں لگاتار برستار ہے گا بڑے عزوجل نے اسی دین  
 فطرت کی ماہیت کو کوتاہ نظر اور نابالید انسان پر واضح کرنے کی غرض سے اعلان کر دیا تھا کہ اگر اس دنیا کے  
 اندر صراط مستقیم چاہتے ہو تو یہ سمجھ لو کہ سب حیوانی امتیں اور سفلی مخلوق تمہاری ہی طرح کی امتیں ہیں جو  
 وہ کر رہی ہیں وہی منشائے خدا ہے، جو کچھ اُنکو سکھلادیا ہے میری ہی مشیت ہے، ہم نے اس کتاب  
 عظیم کے اندر جو کتنا تاکہ دیا ہے اب ذمہ داری اور جواب دہی کا بوجھ تمہاری گردن پر ہے۔ سمع و بصر اور قلب  
 سلیم تمہیں ارزانی ہے، اب ہاں بوجھ گرو گئے اور بہرے اور اندھے بن جاؤ تو اسکی سزا آپ بھگتا کرو گے، وَمَا  
 مِنْ دَابَّةٍ فِي الْأَرْضِ وَلَا ظَلْمٍ يُظَلَّمُ بِهَا حَتَّىٰ آتَاهُمُ آيَاتُنَا وَلَا يَحْكُمُونَ بِهَا إِلَّا آمَمُوا بِهَا لَكُمْ وَمَا فَطَرْنَا فِي السَّمَاءِ مِنْ شَيْءٍ إِلَّا لَعَلَّكُمْ يَهْتَدُونَ وَالَّذِينَ كَذَّبُوا بِآيَاتِنَا صُوبُوا بِكُمُ فِي الظُّلُمَاتِ مَنْ يَشَأْ اللَّهُ يُضِلَّهُ وَمَنْ يَشَأْ اللَّهُ يُضِلَّهُ عَلَىٰ صِرَاطٍ مُسْتَقِيمٍ  
 (انعام)۔ چھپر کا نیش مار کر اپنے آپ کو اعلوں، ثابت کرنا یا زمین کے ایک بڑے سے بڑے ٹکڑے پر قبضہ کر کے انسان  
 کو مار بگا نامیٹری ہی بنائی ہوئی فطرت ہے، مجھے اُس بالہاں وجود کی مثال بیان کرتے ہوئے کچھ شرم نہیں آتی۔  
 کیونکہ وہ بہر نوع مومن ہے، اور اپنی ذرا سی بساط کے مطابق اعلوں رہنے کی سعی کرتا ہے، خدا کے رزاق سے  
 باندھے ہوئے عہد کو توڑتا نہیں، إِنْ أَرَادَ اللَّهُ لَا يَسْخَىٰ أَنْ يَضْرِبَ مَثَلًا مَّا يَعْوَضُهُ فَمَا قَوْمُهُمْ فَأَمَّا الَّذِينَ يَزُمُّونَ  
 فَيَعْلَمُونَ أَنَّهُ الْحَقُّ مِنْ رَبِّهِمْ وَأَمَّا الَّذِينَ كَفَرُوا فَيَقُولُونَ مَاذَا أَرَادَ اللَّهُ بِهَذَا مَثَلًا هُمْ يُضِلُّونَ بِهِ كَثِيرًا أَفَلَا تَتَذَكَّرُونَ  
 وَمَا يُضِلُّ بِهِ إِلَّا الْفَاسِقِينَ الَّذِينَ يَنْقُضُونَ عَهْدَ اللَّهِ مِنْ بَعْدِ مِيثَاقِهِ وَيَقْطَعُونَ مَا أَمَرَ اللَّهُ بِهِ أَنْ يُوصَلَ وَ

يُفْسِدُونَ فِي الْأَرْضِ وَلَكِنَّكُمْ هُمُ الْخَائِرُونَ (بقراءت) میری سب مخلوق اپنی فطرت اور ہدایت پر روزِ آفرینش سے چل رہی ہے، ایک سرِ نو اور ہر اور نہیں مٹی (اعطی کل شیء خلقہ فخرِ ہدای (۱۳۷))، مگر انسان اپنی جبلت کو بھول بھول کر اپنے آپ کو دُکھ میں ڈال رہا ہے اور لَقَدْ عَمِدْنَا إِلَى آدَمَ مِنْ قَبْلِ فَكَيَسَىٰ وَلَقَدْ عَمِدْنَا قَدْرًا (۱۳۸)۔ بار بار پیغمبرِ الٰہی دینِ فطرت کو لائے، مگر اس میں اپنی جبلت پر چلتے رہنے کا عزم نہ تھا۔ میں لا شریک خدا ہوں کسی دوسرے خدا کا اس زمین و آسمان کے اندر ہونا مجھے ایک آنکھ نہیں بھاتا، اگر اس کائنات کے اندر میرے سوا کوئی اور خدا ہوتا تو یہ زمین و آسمان کبھی کے بگڑ گئے ہوتے (لَوْ كَانَ فِيهِمَا آلَهِ إِلَّا اللَّهُ لَفَسَدَتَا) (الباقی) میں خود اپنی فوجوں سمیت اُس چرپرانی کر دیتا اور اُس کو سچا کر رہتا (وَمَا كَانَ مَعَهُ مِنَ إِلَهٍ إِذْ أَذَلَّ هَبْ كُلُّ إِلَهٍ بِمَا خَلَقَ وَلَعَلَّ بَعْضُهُمْ عَلَىٰ بَعْضٍ (الدونون))، تم بھی اس طرح اس میری بنائی ہوئی زمین پر لا شریک رہو، کسی کو اپنے مقابلے میں آنے نہ دو، وہ غالب بن کر ہو کہ زمین پر فساد کی کوئی صورت باقی نہ رہے! یاد رکھو کہ میں خدا ہوں لیکن تم منظرِ خدا ہو، اوصافِ الٰہی کا مجسمہ صغریٰ ہو، میری طرح سب اور صبر ہو (فَجَعَلْنَاهُ سَمِيعًا بَصِيرًا) (۱۳۹)، قلبِ سلیم رکھتے ہو، صاحبِ ست قدرت ہو، مالکِ ارادہ ہو، اُولٰٓئِكَ هُمُ الْكَافِرُونَ (۱۴۰) بن سکتے ہو، میں نے تمہاری جبلت کے اندر اپنی لازوال اوصاف کا ایک جزو صغیر ڈال رکھا ہے، اپنی رُوح تم میں پھونک دی ہے (فَنَفَخْتُ فِيهِ مِنْ رُوحِي) (۱۴۱)؛ یہ اس لیے کہ میں تم سے وہی چاہتا ہوں جو میں خود ہوں، وہی کہتا ہوں جو کر رہا ہوں۔ میں خود قوی اور عزیز ہوں، تمہاری بھی قوت اور عزت چاہتا ہوں۔ جبار اور قہار ہوں تم سے بھی جبار اور قہار چاہتا ہوں۔ رحیم اور رحمن ہوں تم سے بھی مسامت اور رواداری کا متمنی ہوں۔ کُلُّ يَوْمٍ هُمْ فِي شِقَاقٍ (۱۴۲) کا مصداق ہوں تم سے بھی انتہائی سعی و عمل چاہتا ہوں، خلاقِ عظیم ہوں، تم سے بھی بڑی بڑی ایجادات اور اختراعات کا متوقع ہوں، تم اس زمین پر میرے قائم مقام ہو، خلیفہ خدا ہو، مرشدوں کی مرضی کے برخلاف تم کو یہ مقام سب مل چکا ہے (وَإِذْ قَالَ رَبُّكَ لِلْمَلٰٓئِكَةِ اِنِّيْ جَاعِلٌ فِي الْاَرْضِ خَلِيفَةً ۗ وَكَانَ الْجَحَدُ مِنْ قَبْلِيْ فَاَمَّا الْاَرْضُ فَفِيْهَا نُسَخَتْ لَكُمْ سُبُلُ الْحَقِّ وَتَقْدَسُ لَكُمْ قَالَ اِنِّيْ اَعْلَمُ

مَلَا تَعْمُونَ۔ (یعنی) ایلئے ان کے طعنہ آمیز قول کے مطابق اس زمین پر فساد پیدا نہ کرو! میری ہی بحیرہ اعلیٰ  
 میں گھر رہو، ہمیں ایلئے متاڑ کیا گیا ہے کہ تم میں علم ہے، علم اسماء اور علم حقائق الاشیاء کی کامل استعداد  
 رکھ دی گئی ہے، ان بچاے فرشتوں میں یہ بات اصلاً نہیں، وَعَلَّمَ آدَمَ الْأَسْمَاءَ كُلَّهَا ثُمَّ عَرَضَهُمْ عَلَى  
 الْمَلَائِكَةِ فَقَالَ أَنْبِئُونِي بِأَسْمَاءِ هَؤُلَاءِ إِنْ كُنْتُمْ صَادِقِينَ۔ قَالَوا سُبْحٰنَكَ لَا عِلْمَ لَنَا بِأَسْمَائِكَ إِنَّا كُنَّا نَمْنَعُكَ إِنَّا كُنَّا  
 أَنْتَ الْعَلِيمُ الْحَكِيمُ۔ قَالَ يَا آدَمُ أَنْبِئْهُمْ بِأَسْمَائِهِمْ۔ فَلَمَّا أَنْبَأَهُمْ بِأَسْمَائِهِمْ قَالَ أَلَمْ أَقُلْ لَكُمْ إِنِّي أَنَا  
 عِلْمُ السَّمَوَاتِ وَالْأَرْضِ وَأَعْلَمُ مَا تُبْدُونَ وَمَا كُنْتُمْ تَكْتُمُونَ۔ (یعنی)، یہی علم عمل تم کو اس دنیا میں سرسبز  
 کرے گا، یہی خلیفہ خدا ہونے کا سچا اہل بنائے گا، یہ سب ملائکہ بھی تمہارے ہی خادم ہیں، تمہارے ہی مطیع بن کر  
 رہیں گے، تمہیں ہی سجدہ کرتے رہیں گے، یہ جو کچھ زمین و آسمان میں ہے تمہارے لیے ہی مسخر کر رکھا ہے (وَسَخَّرَ  
 لَكُمْ فِي السَّمَوَاتِ وَمَا فِي الْأَرْضِ جَمِيعًا بِأَمْرٍ) (یٰۤاٰدَمُ)، تمہاری ہی اطاعت اور تمہارے ہی استعمال کے لیے ہے  
 بشرطیکہ تم اس کے اہل بنو، اگر کہیں کوئی شے تم سے برتر ہے ہو کر رہے گی تو وہ شیطان ہے۔ اُس پر غالب آنا تمہارا  
 کام ہے، وہی تم سے اکڑا کر کر رہے گا اور طمع بنا حتی الامکان گوارا نہ کر سکے گا۔ پس اس خلافتِ خدا کے  
 اہل بن کر دکھاؤ، لا شریک اور قومی بن کر دکھاؤ، عالم اور عامل بن کر دکھاؤ، یہ دنیا دارِ الحقن ہے،  
 اس میں بے علم اور بے عمل قوم کا طبعاً کچھ گذرہ نہیں!

قانونِ خدا کا یہ وہ حیرت انگیز اور حقیقت کشا علم تھا جسکو تین برس کی جاں گز اور روحِ فہمِ سلیمت کے بعد پھر  
 عرب کی امی اور اجد، بے ہتیار اور بے زر قوم نے نئے زمین کے چتیں ہزار شہر باز ہر جس کے اند اندر سر کر لیے تھے  
 زمین پر حفظ و امن کی ایک غیر منقطع صورت پیدا کر دی تھی! باغ کی مروجائی ہوئی کھیتیاں یکدم لہلہا اٹھی تھیں،  
 سرد سمن و جدیں آگئے تھے، یہی وہ معرفتِ نفس کی پردہ شکن اور تاب گسل منزل تھی کہ اعمالِ خدا کے علم کا  
 حامل کرنا ہر مسلمان کا طفرائے استیاز ہو گیا تھا۔ اسکی تلاش میں چین اور روم ایک کر دیئے تھے، مرد اور عورت سب  
 اسی رنگ میں رنگے گئے تھے۔ خدا کی بنائی ہوئی اشیاء طلبِ عمل کرنا، اُن کا علم حاصل کرنا جو ایمان بن گیا تھا،







کہتے ہیں، آنکھیں ہو ہو کر نہ دیکھیں، کانوں سے کہ سنیں، ذہنوں کو استعمال میں نہ لائیں اور کرکی نہیں  
 لے لے کر اسلامی اُمت کو اور رسوا و ذلیل کر دیں مگر قرآن کا بتایا ہوا اسلام ہر صاحبِ قلب کی نگاہ میں وہ روشن اور  
 نالائق جو حقیقت ہے کہ دس لاکھ علماء کی متفقہ تائید یا دس ہزار اُمتوں کا پورا اجماع بھی اُسکے بتائے ہوئے قانون  
 کو بدل نہیں سکتا! جتنک اور جس شدت سے، جس وقت اور جس اُمت میں وہی قرن اول کا اسلام عملاً اور معنیاً  
 موجود ہوگا، جو قوم اُس قانون خدا کا اتباع اپنے تن بدن کو دکھ میں ڈال کر کرے گی، ہاتھوں اور پیروں کو  
 محنت اور تکلیف برداری کا جو گرینا کر اس کشت زار کرب عمل میں، نہیں اس مزرعۃ الآفرۃ کی چین خیز سبزین میں  
 چند دانے سعی و عمل کے بو کر انکی مناسب طور پر آبہاری کرتی رہے گی، اور سرِ بفلک درخت اُگنے کے والہانہ  
 انتظار میں خوشدل باغبان بنے رہنے کو اپنی زندگی کا وہ خد مال سمجھے گی، وہی اُس جفا طلب و صبر آزما  
 خدا سے کچھ لیکر رہے گی۔ وہی اسکی صحیح معنوں میں محبوب اور منظور نظر اُسکی مسلم اور عابد بن جائے گی۔ اگر  
 اس دنیا میں غالب بن کر رہنا مسلمانی اور ایمان کی شرط ہے اگر خلیفہ خدا املاک زمین بننا عین اسلام  
 اور تمام تر اُن ہے تو یہ سب کچھ عمل اور صرف عمل سے ہو سکتا ہے، پیہم اور شبانہ روز تکلیف سے ہو سکتا ہو  
 آرام طلبی کے نئے ڈھنگ نکال کر اور قانون خدا میں آسانیاں وضع کر کے اس مقامِ جلیل کے برسرِ رہنے کی امید  
 کرنا ہوشمند قوم کا کام نہیں۔ لفظوں اور عقیدوں، کلموں اور قولوں پر اکتفا کر کے شرعی پا جائے اور باعزت گڑیا  
 پہن لینا اور اس طرح پر اپنے آپ کو مسلمان بنائے رکھنا کا چمچور اور ناپاکار اُمت کا شیوہ ہے۔ اُس دن آج  
 نہان و آشکارا کو عبث دھوکا دینا ہے۔ خیر الما کرین کے ساتھ مکر کرنا ہے۔ ایک چوٹے سے چوٹا آقا بھی اس  
 زبانی جمعِ حسیج اور لفظی عبادت کی کچھ پردہ نہیں کرتا، کاچور نوکر کی صرف زبانی آؤ ہگت کو دیکھ کر ہاڑست  
 سے چشم زدن میں رخصت کر دیتا ہے، پہر آقائے شمس و قمر سے اس کام پر اجرت یا نعمت کی امید رکھنا پوری  
 جہالت ہو اور جو قوم کی اس حقیقت کی معترف بننے سے انکاری ہے یا مستتر بننے کے بعد عمل سے گریز کرتی ہے  
 اسکی زندگی کے دن اس سطحِ زمین پر قطعاً گئے جا چکے ہیں!

پس میری دانست میں اگر ایک شخص اپنے لفظی اور زبانی عقیدے پر عامل نہیں تو اس کا عقیدہ خدا کی نظروں میں محض کچھ شے نہیں، اگرچہ وہ کہہ رہا ہے۔ اس کے مطابق عمل نہیں کرتا تو یہ کہنا بھی کچھ نہیں، نہیں بلکہ کہنا اور کہہ کر بہرہ کرنا سچی منافقت ہے، اصلی بدعاشی ہے، ایمان کی ضد ہے: **يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا لَا تَقُولُوا مَا لَا تَفْعَلُونَ**۔ **قرآن کا گناہ کبیرہ ہے:** **(كَبُرَ مَقْتًا عِنْدَ اللَّهِ أَنْ تَقُولُوا مَا لَا تَفْعَلُونَ)**۔ (ص ۱) ایسے شخص کے لئے ایمان کا دعوے دار بننا حقیقت کا منہ چڑانا ہے، کم از کم خدا کے نزدیک اس قول کی کچھ قیمت نہیں، وہ خدا کو دھوکا دینے کی سعی کر رہا ہے، اور خدا کو دھوکا دیا دراصل اپنے نفس کو مکر کر رہا ہے: **وَمِنَ النَّاسِ مَن يَقُولُ آمَنَّا بِاللَّهِ بِالْيَوْمِ الْآخِرِ وَمَا هُمْ بِمُؤْمِنِينَ يَخُذُونَ اللَّهَ وَالَّذِينَ آمَنُوا مِمَّا يَتَخَذُونَ لِيَ أَنفُسِهِمْ وَمَا يَشْعُرُونَ** (بقوۃ)۔ بر خلاف اس کے جو شخص عمل کر رہا ہے، کسی حکم خدا پر عامل ہو کر اپنے تن بدن کو تکلیف میں ڈال رہا ہے، اس کا عقیدہ بھی درست ہی نہیں بلکہ وہی عقیدے کا صحیح معنوں میں مدعی ہے، اُسی کے دل میں عقیدت اور یقین کا ایک لازوال ہیجان موجود ہے، وہی اس حکم خدا کی نافرمانی کا سچا قائل ہے، وہی اُس کے حاکم علیٰ ہونے پر سچا ایمان رکھتا ہے، وہی اُس کو صحیح معنوں میں مان رہا ہے، وہی اُس کو دل سے آقا تسلیم کرتا رہی، وہی مسلم اور مومن ہے۔ کسی نوکر سے ملازمت آج تک منہ کے کہنے سے نہیں ہوئی، زبانی عقیدے یا کسی کلمے کو دہرا کر گز نہیں ہوئی، وہی صحیح معنوں میں نوکر ہے جو کام کر رہا ہے جو کہا مان رہا ہے، وہی تنخواہ بھی لے رہا ہے، وہی آقا کو آقا مان رہا ہے اور وہی اُس کے حاکم ہونے کا مستحق بھی ہے! چہرے کو نگین بنا بنا کر اور لبے سانس بھر بھر کر یہ کہتے رہنا کہ ہم خدا کے قائل ہیں، ہم اُس کو وحدہ لا شریک سمجھتے ہیں، ہم اُس کو ایک مانتے ہیں، ہم اُس کے وجود پر شہادت دیتے ہیں، ہم اُس کے ہونے کو تسلیم کرتے ہیں، ہم مسلمان اور مومن ہیں اور ساتھ ہی اُس کے دیئے ہوئے حکموں پر عمل نہ کرنا، انکو پرکھ کے برابر نہ سمجھنا، توفیق نہ ہونے کا شیطانی عزائم کرنا دنیا اور باوجود اس کے عقیدہ درست رکھنے کا طاغوتی اصل کرنا میرے نزدیک پرے درجے کی فریب کاری ہے، انتہائی ریاوی، ملائی جہالت اور ایسی تجاہل ہے! کسی فرد واحد نے آج تک کسی شہر کے حاکم کو اس طرح پر نہیں مانا، کوئی تن واحد اس

مالک نفع و ضرر کا اس منہج پر قائل نہیں ہوا، کسی نے اس کو اس طور پر تسلیم نہیں کیا، اس کو ماننا، اس کو تسلیم کرنا، اس کو حاکم  
 سمجھنا، اس کا معتقد ہونا ہر جگہ اور ہر شخص کے نزدیک ہمیشہ سے یہی رہا ہے کہ اس کے احکام کی بہر نفع اور بہر حال تعمیل کی  
 جائے، اس کے حکم کو مرگ مفاجات، سمجھ کر چارو ناچار مانا جائے، اس کے مروج قانون کی حدود سے باہر نہ نکلا جائے  
 شب روز اور سپہم تعمیل ہو، طوعاً و کرہاً تعمیل ہو، توفیق ہو نہ ہو مگر حکم کے برخلاف کچھ نہ ہونے پائے۔ اور اگر کوئی  
 ستم ظریف حکم عدولیاں کر نیکے بعد بھی حاکم شہر کو یہ سن رہا ہے کہ وہ اس کو کم از کم منہ سے مان رہا ہے، وہ اس کو  
 نوصہ لا شریک کہتا ہے، وہ اس کے وجود کا زبان سے شائبہ ہے، تو حاکم کیلئے اس سحرے کے دماغ کو درست کرنے  
 کی اس سے بہتر کوئی سبیل نہیں کہ اس کو پاگل خانے بھیجا یا جائے، یا جو کچھ منوا رہا ہے بنوک سنگین منو کر شہر پر  
 کرنا یا جائے! زبانی عقیدہ اطاعت اور عمل کے بدون کچھ شے نہیں، نہ اس سے اس عالم اسباب و علل و رکائز  
 شرط و جزا کے اندر سلطنتیں مل سکتی ہیں نہ غلبہ قائم رہ سکتا ہے، اور جب عمل موجود ہو اور کسی شخص کے ماتھے پاؤں  
 آقا کی ملازمت کے سپہ گروہ بخائیں تو زبانی عقیدہ کی ہول بھلیوں میں پڑنا محض بیکار ہے۔ مسلمانوں کی کاچو  
 اور کم ہمت قوم نے آج اطاعت کی تکلیف وہ صورت کو خیر باد کہہ عقائد کی آرام دہ منکاری پر اپنے دین کا تمام  
 سمجھ لیا ہے۔ اور اس مکر کے اندر ایک نیا مکر یہ پیدا کر لیا ہے کہ نہایت عقیدتمندی سے اس بات کے دے پتے  
 ہیں کہ خدا کو خوش کر نیکے لئے عقائد کو درست کیا جائے اعمال کے درست ہونے پر بحث قطعاً بند ہو چکی ہے گویا  
 ملک اسلئے چینیے جا رہے کہ اس حاکم زمین و آسمان کو اس لاٹولی امت کے ملفوظات پسند نہیں رہے، اور جب تک  
 اقوال کو درست نہ کیا جائے زمین و آسمان کی اس قول پسند ملکوت کے اندر خدا کو خوش کر لینا محال ہے و لکن  
 جَعَلْنَا فِي كُلِّ قَرْيَةٍ اَكْبَادًا فَجَعَلْنَاهُمْ اِيْمَانًا وَمَا يَكْمُرُوْنَ اِلَّا بِالْغَيْبِ وَمَا يَنْتَعَزُوْنَ (انعام) \*

ایک قطعی اور آخری فیصلہ پیش از وقت دینے سے محنت زہر ہوں۔ میرے نزدیک اسلام کی اس پُر آشوب حالت میں مصنف کے اپنی تصنیف کے بارے میں طبعی سنجیدگی کا وقت گزر چکا ہے۔ ایک مارگریہ اُمت کیلئے عراق سے تریاق منگولنے کی تجویز کرنا اب لا حاصل ہے۔ یہ تکلفات پُر امن اور فرصت کے زمانے سے تعلق رکھتے ہیں، آج وہ زمانہ ہے کہ مسلمانانِ عالم کیلئے چند لمحوں کے لیے بھی کسی مستقل اور یقین انگیز کسی نفع مند اور مختصر راہِ عمل کی طرف نہ آنا فوری ہلاکت کا سامنا کرنا ہے۔ دلیلیں اور بحثیں اصل کتاب کے آئندہ اوراق میں ہوتی رہیں گی، میں نے اُن اوراق میں اس بات کا التزام کر لیا ہے کہ کسی امر کے متعلق ایک حرف بے دلیل نہ کہا جائے اور ایک قدم آگے نہ بڑھایا جائے جب تک کہ اتنی حجت کو پیش کر کے پچھلے قدم کو قطعاً مضبوط اور غیر متزلزل نہ کر لیا جائے لیکن میں نے جلدوں کا انتظار ناظر کتاب اور بالخصوص قرآن سے آشنا شخص کیلئے نہایت تکلیف دہ ہے، اور طوالت میں اصل مطلب کا ضبط ہو جانا بھی بسا اوقات امر غالب ہے۔ اس امر کو مدنظر رکھ کر میں نے عربی فہم و فہم میں جو کچھ کہنا تھا حتیٰ الوسع کہہ دیا ہے۔ مسلمانانِ عہد حاضر کو ایک قطعی اور مختصر راہِ عمل کی طرف عام فہم الفاظ میں پھر اشارہ کر دیا ہے ایمان کے لازماً پیش کر دیئے ہیں، توحید کا سچا اور اصلی مفہوم بتا دیا ہے، اَللّٰہ کے اعمال واضح کر دیئے ہیں، شرک کی مابیت کو کھول دیا ہے، کفر کی مستوحش حقیقت کے بچھے اُدھیڑ دیئے ہیں، صراطِ مستقیم کو اظہار میں لائیں کر دیا ہے، قانونِ خدا کا وہ علی اور بتدائی، وہ اہم اور اہل حصہ پیش کر دیا ہے جس پر حکم ہر قوم کو ہر امت کو، ہر قریہ اور محلے کو ہر وقت اور ہر جگہ اس دنیائے کسبِ عمل کے اندر امن مل رہا ہے۔ وہ دُشمنِ عظیمِ انسانِ اصول غیر مشکوک اور واضح الفاظ میں پیش کر دیئے ہیں جنکو پاکر اُمتِ محمدیہ کو چند لمحوں کے اندر بادشاہتِ زمین مل سکتی ہے، جن پر دینِ اسلام کا تمام صرب ہے، جن پر خاتم الانبیاء کے لئے ہوئے قانون کی ساری بنیاد رکھی ہے، نہیں بلکہ جو ہر بادشاہِ قوم کا واحد اور دائم مدبر ہے، اور جب تک زمین و آسمان موجود ہیں یہی طرزِ عمل رہیگا۔ اس مختصر فائدہ کتاب کے اندر حتیٰ الامکان اتنی سنجیدگی بدرجہ ہے، ایک ناقابلِ رنج و سخت کو قرآنِ عظیم سے لیکر تاویل کی فریب کاری اور عقائد کی بد معاشی کو جوڑے لکھ کر دیا ہے

برہان خدا کی بے رحم کلہاڑی کو انسان کے اپنی کامجوری اور غفلت سے آگائے ہوئے جنگل پر یہ بیدار ہونے لگا  
 کیا ہے کہ ہر صاحب کو اس مملکت اور قاطع نمونہ، اس بیکار اور ناخوش آئند گاہ و گیارہ کے نیچے اسلام کے شونا  
 اور شرف و پودے کی شکل پر نظر آجائے۔ بے خوف و خطر یہ دعویٰ کر دیا ہے کہ اسلام عمل اور صرف عمل ہے،  
 جو عامل ہے اسکا عقیدہ بھی درست ہے۔ نہیں بلکہ اسکو کسی عقیدے یا زبانی قول کی ضرورت ہی نہیں۔  
 جو قائل ہے وہ بہر نوع کچھ نہیں، آج کچھ نہیں، کل کچھ نہیں، ابد الابد تک کچھ نہیں۔ نہیں بلکہ اس دعویٰ  
 کی اتنی سند بھی ایک حد تک پیش کر دی ہے۔ قطعی اور نصی، ناقابل تاویل اور نالائق جو دو شہادتیں  
 پیش کی ہیں، جو کچھ کھول دیا ہے اس امر کو پیش نظر رکھ کر کیا ہے کہ ناظر کتاب کو مذہب اسلام کے متعلق میرا  
 عندیہ پہلے سے واضح ہو جائے، ابتدا سے اُسپر یہ امر روشن ہو جائے کہ میں مذہب کو کیا سمجھ رہا ہوں، کس بات  
 کی طرف جا رہا ہوں، میری دانست میں قرآن کا کیا لائحہ عمل ہے، دین کیا شے تھا اور کیا کا کیا بن چکا ہے، اس  
 کتاب کے سیاق و موضوع کے متعلق اُسکے پڑھنے والے کی تڑپ کو پہلے سے دور کر دینا چاہتا ہوں، اُسکو جو کچھ  
 میں نے بالآخر اور بتدریج تمام کہنا ہے اول کہہ کر جلد جلد ورق گردانی کے اضطراب کو دور کرنا چاہتا ہوں۔ قاری  
 کو چند الفاظ کے اندر سب کچھ بتلا کر آئندہ ادراک پر نہایت ٹنڈے دل سے غور کا خواہاں ہوں۔ الفاظ وحی کے  
 مطالب کے متعلق سب پڑانے اور وقیانوسی، سب ناکارہ اور بے نتیجہ خیالات پر سبھی گرا کر قرآن عظیم کو نئے سرے  
 سے پھر پڑھوانا چاہتا ہوں! میں چاہتا ہوں کہ اُس کتاب جلیل کے ایک ایک لفظ پر غور ہو، اُسکے بارے  
 میں صاحب القرآن کے واحد اور صحیح عندیے کا کھوج لگایا جائے، نہ کو پونہچکر ایک مستقل راہ عمل پر پونہچا جائے،  
 اتنی دلیل اور قرآنی سند سے باہر سبکی تمام پونہچا جائے، اسو کے اقوال کو یکسر نظر انداز کر کے مفہوم خدا کی تلاش کی جائے  
 لیکن اقلیدس کے مقالوں کی طرح دعویٰ کو پہلے بیان کر دیا جائے۔ قرآن سے آشنا شخص یا گروہ کیلئے  
 اس طریق کار میں یک گونہ سہولت ہو، وہ ممکن ہے پہلے ہی اپنی نتائج پر پونہچ چکا ہو اور ظاہر کرنے کی فرصت یا  
 ہمت نہ رکھتا ہو۔ مذہب کیلئے سوچنے کا کھلا موقع ہے، انا آشنا کے لئے ایک چوکا دینے والا انتخاب ہے

متلاشی حقیقت کیلئے مقصود کا پالینا اور عامل کے لئے ایک اہم کام کا سرست پیش ہو جانا ہے! اس ترکیب سے مسلمانوں کے سامنے صدیوں کا ہولہوا قرآن پر پیش نظر ہو جائے گا، ایک کامل صحیح یا کامل غلط راہ پیش پیش ہو جائے گی، وہ اس طرح عمل معاشرہ کر نیکے قابل ہو جائینگے یا کم از کم اسکو فوراً غلط قرار دے کر دس مجاہدات کی طباعت کے انتظار میں پریشان قلب ہو نیسے پچیں گے!

میرے نزدیک قرآن کی توحید یہ ہے کہ دل کے اندر کسی ماسوا سے تعلق نہ رہے کسی ناپائی شے سے اس قدر عتسانہ بڑھے کہ غیر خدا کو خدا پر ترجیح دیجائے، قلب کے اندر اولاد کا بُت نہ ہو، گھوڑوں اور کالوں زمینوں اور بیویوں کے بُت نہ ہوں، باپ اور ماں کی اقربا اور اعزاء کی محبت کا بُت نہ ہو، پیر و فقیر اولیاء و اصفیاء کی ارادت کے بُت نہ ہوں، حکام سے غرضندی کے بُت نہ ہوں، طمع و حرص کے بُت نہ ہوں، نفس پسندی کا بُت نہ ہو، تن آسانی کا بُت نہ ہو، حُب جاہ کا بُت نہ ہو، الغرض شیطان کا کچھ غلبہ نہ کوئی شے سوائے خدا کے دل پر حکمران نہ رہے، کسی بُت کے دل آسا اور آرام دہ حکم کو خدا کے سعی طلب اور صبر آزمائے حکموں پر کسی وقت ترجیح نہ دیجائے۔ یہ توحید ہے، یہی اصل ایمان ہے، یہی پتھر موحّد بنیادی وَالَّذِينَ آمَنُوا أَكْبَرُ اللَّهُ (نساء)۔ جو شخص چوبیس گھنٹے اس توحید کو نباہ رہا ہے، ہر لمحہ جو کچھ کر رہا ہے خدا کا کام کر رہا ہے، شیطان کی ملازمت نہیں کرتا، اسکی فوری اجرت اور نقد مزدوری کا خیال نہ کر کے خدا کے اخروی اجر کو نہیں اس عالم طلاق کے وعدے کیسے ہوئے کیسے کو، اسکے ذہن اور صراط کو بہتر سمجھ کر شیطان کی ابلہ فریب ترغیب نہیں چلتا، وہ اس چوبیس گھنٹے تک موحّد ہے، مومن خدا ہے، منکر شیطان ہے، ملازم حکم اکملین ہے، اللہ کا نوکر ہے، عابد خدا ہے! جسوقت اسنے حکم خدا کو چھوڑ کر کوئی بت اپنے دل کے اندر پیدا کر لیا کسی ماسوا کے حکم کو ترجیح دی، کوئی تن آسانی کا مکر بنایا، کسی فوری نفع کے پیچھے لگ گیا، اسوقت سے اسکا ایمان ساقط ہے، اسکی توحید زائل ہے، وہ مومن نہیں رہا، مسلم قطعاً نہیں، عبادت گزار نہیں، ملازم خدا نہیں۔ نہیں بلکہ وہ صحیح معنوں میں مشرک ہے، منکر خدا ہے، کافر رب العالمین ہے! یہی میری



نگاہوں میں سچی عبادت ہے، یہی لفظ عبادت کا آئینی اور قرآنی، سچا اور اصلی مفہوم ہے۔ منہ سے اللہ اللہ پکارتے رہنا، زبان سے احدا حد کہتے رہنا، اور دل کے اندر تین سو ساٹھ تہوں کا ایک صمد رکھنا، اور کام کے وقت توفیق نہ ہونے کا ایسی عند ثمان لینا میرے نزدیک بد معاشی ہے، پوری بے ایمانی اور انتہائی کفر ہے، مگر عظیم ہے! کسی ملازم نے آج تک اپنے آقا کو ایک ایک کر کے نہیں پکارا! کسی تنگ دل سے تنگ دل آقا نے اپنے نوکر کو اس بات پر متعین نہیں کیا کہ وہ اسکو روز و شب ایک ایک کر پکارتا رہے! ایسا حکم ازب مضحکہ انگیز ہے، ایسا عمل ازب اہلمانہ ہے! آقا کی توحید یہی ہے کہ نوکر کسی ہمایے کا کام نہ کرتا پھرے، کسی دشمن کا ملازم نہ بنے، جس سے امیدوار فرد ہو اسی کا حکم مانے، نہ یہ کہ منہ سے تو اس کا رگ الاپتا پھرے مگر کام بخیر دل کا کرے اور تنخواہ کے وقت آ حاضر ہو۔ نہیں بلکہ جو شخص آقا کے اذن میں ہے، خوش دل فرد ہے، تندہی سے اس کے احکام کی تعمیل کر رہا ہے، اس کی خاطر اپنی جان جو کھوں میں ڈال رہا ہے، شبانہ روز اطاعت میں مصروف ہے اس کے لیے آقا کو دم بدم سر رہتے رہتا بھی ضروری نہیں، اسکو لمحے لمحے کے بعد سلام کرنا بھی محل عبادت ہے، اسکا ہر وقت کلمہ پڑھتے رہنا بھی ملازمت میں مارج ہے، اسکو ایک ایک کہتے رہنا بھی عبادت ہے! مضحکہ انگیز ہے اسخو پن ہے! اس کے ہاتھ پاؤں کی حرکت، اس کے گھر کی جہاز پونچھ، اسکا آقا کی مشابہت کو درست رکھنا، اسکی تنگ و دو، دوڑ و دھوپ وغیرہ وغیرہ سب اس بات کی حتمی نشا ہد ہیں کہ وہ ایک خواجہ ملازم ہے، ائمہ دین کا مولیٰ الہو کا مصداق ہے۔ اس سے بڑھ کر اس آقا کی توحید کا قطعاً کوئی ثبوت نہیں! ارادت با عقیدت کے اظہار کے لئے احیاناً نوکر کا سلام کرنا بھی ضروری ہے اس کے حضور میں حاضر ہو کر نہایت بجز اور محبت سے، اخلاص اور ولولے سے کچھ منہ سے کہہ دینا بھی ضروری ہے، یہ بھی مسیح خدمت ہے، محرک اخلاص ہے! تنگ و دو کے حوصلے بڑھاتا ہے، آقا سے ارادت پیدا کرتا ہے، اسکو آفر خوش کرنے کا ایک عجیب غریب نسخہ ہے! نہیں یہ بھی ایک نقطہ نظر سے اس نوکر کی ملازمت اور بندگی، اسکی غلامی اور عبادت کا ایک جزو خفیف ہے! ادنیٰ سا مگر برونوع ضروری حصہ ہے مگر یہ سلام سلام بھی سیدقت حجاب ہے جب کہ نوکر اپنے مالک کے پیروں میں

[illegible]

شیخی پر منہ دکھلاتا پھرے گا۔ اگر اس نے کچھ کام نہیں کیا تو اسکی حاضری بھی عبث ہے، اسکی رہبانیت بھی لاطائفی مالک کی رضا جوئی کے لیے قطعاً نہیں، نہیں بلکہ اسکو انطاطیش میں لانے کا عمدہ بہانہ ہے! قرآن کی اُصلوۃ صرف ایک نوکر کا پنجوقتہ سلام ہے، ایک کارکن خادم کی اچاننا اپنے مالک کے حضور میں حاضری ہے، ایک نعمت حصول کی عرضداشت ہو (اھدنا الصراط المستقیم صراط الذین انعمت علیہم) (ماخوذ) کسی ترقی تنخواہ کی عرض معروض ہے، کچھ قرب شاہ کے باعث حوصلہ افزائی کا سامان ہے، کچھ خدمت کے سوائے ہوئے جذبے کو محرک کرینکا وسیلہ ہے، کچھ تنہکے ہوئے اعضا کو پھر تروتازہ کرنے کا ذریعہ ہے، کچھ آقائے نامدار کے ساتھ اپنی ارادت کو تکرین کا اوزار ہے، یہ سب کچھ ہے مگر عبادت قطعاً نہیں۔ خدا کی عبادت فی الحقیقت ان پنجوقتوں کے بعد سے شروع ہوتی ہے، وہ اسوقت ہو رہی ہے جب مصلّاؤں سے اٹھکر لوگ احکام خدا کی تعمیل میں لگ جاتے ہیں جب ہاتھ اور پاؤں سعی و عمل (۱) میں مصروف ہوتے ہیں، جب تن آسانی کے بُت کو توڑ کر تنگ دو کی جاتی ہے، جب وراثت زمین کے نصب العین کو پیش نظر رکھکر سب اعضا وقف عمل ہو جاتے ہیں، جب نفس کے بُت کو زیر کر کے نامدار کے ساتھ احسان کیا جاتا ہے، جب محبت مال کے بُت کی پروا نہ کر کے خدا کی راہ میں جہاد بالمال (۲) ہوتا ہے، جب حُب اولاد کے بُت سے بے نیاز ہوکر حکم خدا سے سفر ہوتا ہے، جب مکانوں اور باغیچوں کے بُتوں سے تعلق توڑ کر خدا کے اشارے پر ہجرت ہو کر تہی ہے، جب نفس پسندی کے بُت کو توڑ کر جہاد بالسیف (۳) کیا جاتا ہے، جان کچھ کھچکر خلق تک پہنچتی ہے اور خدا یاد آ جاتا ہے، جب کبر و نخوت کے دیو کو رام کر کے میر جات کی اطاعت (۴) میں سر جھک جاتے ہیں، جب فرقہ پسندی کے طاغوت اور خود رائی کے دجال کو جہنم میں جہنم کے لوگ متحد ہو جاتے ہیں، توحید کو عملاً مان کر اُمت میں وحدت (۵) اور یکسوئی ہو جاتی ہے۔ یُؤَدِّعُ بَیْنَهُمُ الْعَدَاوَةَ وَالْبَغْضَاءَ (۶) کا شیطانی دسوسہ اللہ اَلْفَ بَیْنَهُمْ (۷) کے ربانی عمل سے بدل جاتا ہے، شرک کی پیدا کی ہوئی تفریق توحید (۸) کی پیدا کی ہوئی توحید سے بدل جاتی ہے! عبادت خدا کا وقت و حقیقت وقت ہے جب اعمال خدا کے علم (۸) کی تلاش میں مشرق اور مغرب ایک کر دیئے جاتے ہیں، جب خدا کو جاننے اسکی

(تفسیر صفحہ ۹۰) نعمت ہو کر یا جو رہبانیت اور توحید دونوں کو ملنے کی لاشعور اور شامت کی طرف بجا رہی ہو، وہی خدا نے اپنے فرشتوں کو ہی امراسی میں لکھ کر دیا ہے، جتنا عارف خدا کو اپنے بندے +

عظمت اور حکمت کا برای عین اندازہ لگانے، اسکی معرفت اور شناسائی کے مدارج علیاً تک پہنچنے کے لیے اسکی بنائی ہوئی اشیاء کی معرفت جزو دین بن جاتی ہے، جب **حسنِ حِلاَق** (۹) اور مسامتت، عدل اور احسان، ایفائے عہد اور اخوت، رحم اور رافت کی ربانی بزرگیاں ہنسنفس کا عین ایمان اور عین اسلام بن جاتی ہیں، ہاں خدا کی عبادت فی الحقیقت اُس وقت ہو رہی ہے جب ذر جزا کے یقین پر اور یوم آخرت (۱۰) پر ایمان کے باعث بندہ خدا اپنے تن کو من کو، دھن کو اُس آقائے نامدار اور اُس مملکتِ یوم الدین کی خوشنودی اور خدمت میں قربان کر دیتا ہے مینے کے اخیر پر تنخواہ ملنے کی امید میں مدینہ ہر جان لڑا دیتا ہے، نہیں اس چاروں کی زندگی کے ختم ہونے پر ابد اللہ آباد تک الجنۃ کے حقدار ہونے کی توقع میں اپنے آپ کو پیہم دکھ، مسلسل تکلیف اور متواتر سعی و عمل میں مشغول رکھتا ہے عبادت کا سچا اور صحیح مفہوم یہ ہے، یہی توحید ہے، یہی **اَلَا تَعْبُدُ اِلَّا اللّٰهَ** (۱۱) کے ناقابلِ کار معانی ہیں یہی **لَا تُشْرِكُ بِهٖ شَيْئًا** (۱۲) کا واحد مطلب ہے، اسی عبادت وقت اور مقام، قوموں اور قعدوں، رکعتوں اور رکنوں سے قطعاً مستغنی ہے، فجر اور ظہر، عصر اور مغرب، عشاء یا اشراق، مسجد یا خانقاہ سے اسکو کچھ واسطہ نہیں یہ ایک پیہم اور مسلسل عمل ہے، چند لمحوں تک کٹھن ہونا یا بیٹھ جانا اسکو ادا کرنے کا اسلوب نہیں۔ قرآن کی بتائی ہوئی الصلوٰۃ اگر کسی معنوں میں داخل عبادت ہو تو ایسے کہ یہ بھی اذہبیسوں حکموں میں سے خدا کا ایک حکم ہے اور بنا بریں اس فرض کا ادا کرنا بھی اور حکموں کی طرح شامل خدمت ہو یا اگر وہ داخل عبادت ہو سکتی ہے تو اسطرح پر جس طرح کہ ایک تجارتی اسمار کا اپنے اقداروں کو چند لمحوں کے لیے تیز کر لینا دن بھر کی مزدوری میں شامل ہے۔ اگر چہ مستاجر کی اصلی غرض ہمارے مکان تیار کرولنے کی ہے اس سے کتر کچہ نہیں، وہ اسی بات کو پیش نظر رکھ کر اقداروں کو تیز کرنا بھی ملازمت اور مزدوری میں شامل کر لیتا ہے۔ اور اسکو نوکری کا ایک جز سمجھتا ہے۔ لیکن جو تجارتی تمام من تیار تیز کرنے میں صرف کر دے اور کام کر نیے گریز کرے، ایک کیل نہ ٹھونکے، ایک تنختے کو صاف نہ کرے، ایک شیشہ کو موقع پر دنگائے، وہ مستاجر کے نزدیک چھوری کر رہا ہے بلکہ اس بدعاشی کی اجرت مانگنا ہی گستاخی ہے۔

۹۔ یہ دو قسمیں ہیں جن پر نیک بحث فرمنا چاہئے کتاب میں جو پہلی ہے۔ دین اسلام کا اصل یہی غرض ہے۔ اسی پر ایمان کا تمام دار و مدار ہے (دیکھو انجیل متی ص ۶۹-۷۰) دین پاکیزہ جمل بحث عن قربانے کی +

پس میرے نزدیک اصل عبادت عمل اور صرف عمل ہے۔ نری پنجوقتہ نماز پڑھ لیتا قطعاً کوئی عبادت نہیں! آفاقی ملاذ اور عبادت کا پہلا محرک آقا سے تعلق لگائے رکھنا ہے، اور اس تعلق کو مستحکم کرنے کا عمدہ ذریعہ الصلوٰۃ ہے۔ پس اگر کوئی نماز خدائے لگاؤ پیدا کر کے اُسکی خدمت اور عبادت نہ کرائے، اُس کا ذکر، اس کا کہنا، اُسکی یاد، اُسپر پڑھنا یقیناً، اُسپر ایمان بالغیب پیدا کر کے اُسکے دیئے ہوئے حکموں کی تعمیل سپہیم نہ کراتی رہے تو وہ ایک ہیکل ہتیار ہے، نہیں بلکہ اُس کا فساد و مکتک اور ڈر کا پیدا ہو جانا ہی اصل مقصود ہے، اِنَّ الصَّلٰوةَ تَنْهٰی عَنِ الْفَحْشَاۃِ وَالْمُنْكَرِ ۚ وَلِكِذٰلِكَ لَکُمُ اللّٰهُ اَكْبَرُ ۗ وَاللّٰهُ یَعْلَمُ مَا تَصْنَعُوْنَ (عنکبوت)۔ نماز بجائے خود مقصود بالذات نہیں۔ الصلوٰۃ صرف اُسوقت ایک مٹر اور بجار آمد ہتیار ہے جب اُسکو پنجوقتہ ادا کر نیسے دلوں کے تنگ اور بغض سے بہرے ہوئے حجر پہنائے زمین و آسمان کی طرح منسوخ ہوتے جائیں، جب سب نمازیوں کے دلوں میں محبت اور رافت کی ایک نہر سیل سپہیم دوڑتی رہے، جب مسلمانوں کی عالم آرا اُمت میں باہمی اتحاد کی مشترک جنبشیں اور خوفِ خدا کی مشترک لرزشیں برآں پیدا ہوں، جب مساوات اور اخوت کا آسمان شکن زور اُمت کے ہر گڑے میں ہر وقت جاری رہے، جب اطاعتِ امام کو دراصل اطاعتِ مہی سر کی ایک سپہیم یاد دہانی سمجھ کر پوری اُمت ایک امیر کے اذن میں سرکوب اور تیغ بہر پہرتی رہے، جب اس پنجوقتہ اجتماع کو آہی فوج کی اپنے سپہ سالار کے حضور میں پنجوقتہ پیشی سمجھ کر ہر مسلمان ہر وقت سپاہی بنا رہے، جب عام جماعت کے متفقہ رکوع و سجود کو نظم و نسق کا خدائی سبق اور اطاعتِ اولوالامر کا بغرنبی حکم سمجھ کر ہر مسلمان کی گردنیں رسولِ خدا کے سچے نشان اور اُمتِ محمدیہ کے سچے قائد اعظم کے آگے ہر دم جھکی رہیں۔ ہاں الصلوٰۃ صرف اُسی وقت الصلوٰۃ ہے جب اس سے اِنہا عن الفحشاء والمنکر ہوتا رہے، جب خدا کے نزدیک انسان کی سب سے بڑی یعنی تفرقہ و نفاق کی بدی (المنکر) کا نام و نشان باقی نہ رہے، جب اس پنجوقتہ صحبت کو اتحادِ عمل کا ایزدی سبق یقین کر کے عداوت اور بغضت کا طاغوتی بُت ہر لحظہ ٹوٹتا رہے، جب خدا کے نزدیک انسان کا سب سے بڑا یعنی تنگیِ قلب و دلہا اور غل کا عیب (الفحشاء) دلوں سے معدوم ہوتا رہے، کوئی شے، کوئی مانگ نہ کر کسی مسلمان سے دریغ نہ کرے، جُرسی

بڑی سماعت، بڑے سے بڑا ایثار، بڑی سے بڑی رواداری بھی کسی سرپرگراں نہ گذرے۔ نہ یہ کہ نماز پڑھ کر رکے اور ریا کر کے دل اس قدر تنگ، خیالات اس قدر کینے اور وصلے اس قدر بہت ہو جائیں کہ یَنْعَوْنَ الْمَاعُونُ (اور ان کا مصداق بنے) (قَوْلُ الْمُصَلِّينَ الَّذِينَ هُمْ عَنْ صَلَاتِهِمْ سَاهُونَ الَّذِينَ هُمْ يُرَاءُونَ وَيَعُوْذُ الْمَاعُونُ) قرآن کی الصلوٰۃ ان سب بیماریوں کی قاطع ہے، ان سب مریض اور متعدی، طبعی اور جبلی امراض کیلئے کسیر عظمیٰ انسانی اخلاق کی اس دل آویز تعمیر کے لیے بہترین اوند ہے: اِنَّ الْاِنْسَانَ خُلِقَ هَلُوًّا ۚ اِذَا مَنَّ الشَّرُّ جَوًّا ۚ وَاِذَا مَنَّ الْخَيْرُ مَنُوًّا ۚ اِلَّا الْمُصَلِّينَ (سجہ)۔ نہیں جنات زمین کی بادشاہت حاصل کرنے کا عمرہ ذریعہ، اَوْ لَقَدْ اَخَذَ اللّٰهُ مِيثَاقَ بَنِي اِسْرَآءِیْلَ ۚ وَبَعَثْنَا مِنْهُمُ اثْنَيْ عَشَرَ نَبِیًّا ۚ وَقَالَ اللّٰهُ اِنِّیْ مَعَكُمْ وَاِنْ اَقَمْتُمُ الصَّلٰوةَ وَآَتَيْتُمُ الزَّكٰوةَ وَآمَنْتُمْ بِرُسُلِیْ وَعَمِلْتُمْ اَعْمَالًا نَّحْمَدُكُمْ دَاخِرًا لِّمَوْلٰنَا وَفَاخِرًا لِّكُمْ ۚ فَلَوْلَا كَفَرْتُمْ عَنْ مَّوٰلَانَا ۚ لَکُمْ مِّنْهُ جَنَّٰتُ جَنَّتٍ ۖ جَارِیٰ مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهَارُ ۚ فَمَنْ کَفَرَ بَعْدَ ذٰلِكَ مِنْکُمْ فَقَدْ صَلَّىٰ سَوَآءَ السَّیْۤیْلِ ۚ فَمِمَّا تَقْوٰتُمْ فِتْنٰتَهُمْ لَعَنَهُمُ اللّٰهُ ۚ وَجَعَلْنَا قُلُوْبَهُمْ قَسیَّةً یَّحِیۡرُوْنَ ۚ اَلَمْ نَقْرَأْکُمْ الْاٰیٰتِیْنَ ۚ وَاسْمِعْکُمْ الْکَلِمَۃَ مِنْ مَّوٰضِعِہَا ۚ وَنَسُوْا اَحْطٰۤا تَعْمٰۤا ذِکْرُ وَاٰیٰتِہٖ ۚ وَلَا تَرٰۤا اَنْ ظَلَمَ عَلٰی خَآئِنِہٖ ۚ وَنَسُوْا اَلَا کَلٰیۤا لَّامَةً ۚ فَاعْفُ عَنْهُمْ وَاصْفُ ۚ اِنَّ اللّٰهَ یُحِبُّ الْمُحْسِنِیْنَ (مشہد)۔ اسکا پیدا کیا ہوا ملکوتی اسحاق، اسکے ذریعے سے پانی ہوئی قوت، اسکی وساطت سے حاصل کیا ہوا غلبہ بلاشبہ عبادت ہے، خدا کی نوکری ہے، رب العالمین کی بندگی ہے، مگر وہ آپ دخل عبادت نہیں۔ اوزار کو مزدور کے دن بہرہ کا کام بھینا یا اوزار کو کھانے کا متاجر سے اجرت طلب کرنا حماقت ہی، بیکار اوزار یا کچھ مزدور سے اجرت کمانے کی امید کرنا عبث ہی، اور جو قوم نماز کی روزانہ چند اٹھ ٹھیکیں یا بے روح رکوع و سجود کر کے اپنے آپ کو عابد خدا تصور کر رہی ہے اسکی کم عقلی اور نا خدا دانی کا جعفر ماتم کہا جائے کم ہے!

بہینہ یہی حال میری دہشت میں اور اسلامی مناسک کا ہو۔ زکوٰۃ، حج، صوم، کلمہ شہادت سب کا یہی منہ ہے، یہی غرض و غایت اور یہی پیش نہاد ہے۔ زکوٰۃ میرے نزدیک صرف جہاد بالمال ہے، پیہم جہاد مال ہے، اُنت کی تقویت کیلئے جہاد بالمال ہے، قوم کی بہتری کے لیے جہاد مال ہے، کسی اہم غرض

و مقصد کے لئے جہاد مال ہے، شبانہ روز جہاد مال ہے، حتی الوسع جہاد مال ہے: رَسَلْتُكَ مَاذَا يُنْفِقُونَ ۚ قُلِ الْعَفْوَ (بقرة)، نہیں کامل جہاد مال ہے: (اِنَّ اللّٰهَ اشْتَرٰى مِنَ الْمُؤْمِنِيْنَ اَنْفُسَهُمْ وَاَمْوَالَهُمْ بِاَنْ يَّكُوْنُوْا لِحُجَّتِهِ ذُوْۤاۤىۤرًا)، ابو بکر صدیق کا پورا جہاد مال ہے، عمر کا آدھا جہاد مال ہے، تصدیق دل اور تثبیت نفس کا پیدا کیا ہوا جہاد مال ہے، صدق قلب اور رضائے خدا کا پیدا کیا ہوا صدقہ مال ہے، اُمت کے نوخیز جن کی محنت اور محنت سے آبیاری کر کے روکشِ جان بنا دینے والا جہاد مال ہے: وَمَثَلُ الَّذِيْنَ يُنْفِقُوْنَ اَمْوَالَهُمْ لِبَتِّغَاءِ مَرْضَاتِ اللّٰهِ وَتَثْبِيْتًا لِّاَنْفُسِهِمْ كَمَثَلِ جَنَّةٍ بِرَبْوَةٍ اَصْبَاهَا وَاَيْلٌ فَاَتَتْ اَكْمَافًا ضَعِيفِيْنَ فَاَنْ لَّمْ يَجِدْهَا وَاَيْلٌ فَطَلَ ۚ وَاللّٰهُ يَمَّا تَعْمَلُوْنَ بَصِيْرٌ (بقرة)۔ خدا پر مبنی واحسان رکھ کر دیا ہوا یا بعد میں دل کے اندر دکھ اور اوتیر محسوس کرنے والا اور پچھتاوے سے دیا ہوا جہاد مال نہیں: وَالَّذِيْنَ يُنْفِقُوْنَ اَمْوَالَهُمْ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ لَمْ يَكُنْ لَّيُشْبِعُوْنَ مَا اَنْفَقُوْا اَمْنًا وَّلَا اَذٰى لَّهُمْ اَجْرُهُمْ عِنْدَ رَبِّهِمْ وَلَا خَوْفٌ عَلَيْهِمْ وَلَا هُمْ يَحْزَنُوْنَ (بقرة)، صرف ماہِ رجب کا جہاد مال نہیں، نوافلی اور شرعی چالیسویں حصے والا جہاد مال نہیں، بھگت گوروں اور کچھوروں کو نفع دینے والا جہاد مال نہیں۔ ماں زکوٰۃ میرے نزدیک بیت المال میں جمع ہونی والا جہاد مال ہے، منظم اور مرتب جہاد مال ہے، توپوں اور تلواروں، ہمازوں اور طیاروں والا جہاد مال ہے، مجاہد کو ستر پالیس رکھنے والا، اُن کو گدی گر نہ بنانے والا، انکو سولی بننے سے مستغنی کرنے والا، اُمت کے ہر طبقے سے مسکنت کو دور کر کے مسکین کو نومند بنانے والا، مسافر کی آوبہگت کر کے عالم آراخت پیدا کرنے والا، غلاموں کو آزاد بنانے والا، مقررہ ضوں کو بے عزت نہ کرنے والا، دشمن سے جہاد بالسیف کر کے دنیا میں غالب رکھنے والا جہاد مال ہے، مُت خاک کی طرح ہوا میں کبیر دینے والا، اور گھر ٹھونک تماشہ دیکھنے والا جہاد مال ہرگز نہیں! رَاٰنَا الصَّدَقَاتُ لِلْفُقَرَاءِ وَالْمَسْكِيْنِ وَالْعَمِلِيْنَ عَلَيْنَا وَالْمَوْلَاةِ قُلُوْا لَهُمْ وَفِي الرِّقَابِ الْعَامِلِيْنَ فِي سَبِيْلِ اللّٰهِ وَاَبْنِ السَّبِيْلِ وَنِصْفَةٌ مِّنَ اللّٰهِ وَاللّٰهُ عَلِيْمٌ حَكِيْمٌ (التوبة)۔ انفاق مال کے لئے میری نگاہوں میں وقت اور مقدار کی قطعاً کوئی بندش نہیں، وہ بھی اور عبادات کی طرح کی ایک پیہم عمل ہے، تطہیر قلب اور تزکیہ نفس کا



بڑا ذریعہ ہے (حَدَّثَنَا مِنْ أَمْوَالِهِمْ صَدَقَةً تُطَهِّرُهُمْ وَتُزَكِّيهِمْ بِهَا) تو یہی وجہ مال کے لم نیل اور لامیوت بہت کو  
توڑتے رہنے کا عمدہ اوزار ہے! جو شخص اسکو حتی الامکان اور ہر آن نباہ رہا ہے وہ فی الحقیقت توحید کو نباہ رہا  
جو اس سے گریز کر رہا ہے وہ دراصل اپنے قلب کے اندر شرک کا ناقابل عفو شاہد پیدا کر رہا ہے، قوم کی بری  
عاقبت اور بد انجام سے غافل ہے، روزِ آخرت کے نیک اجر سے منکر ہے، (يُوحِي لِي أَتَمَّ اللَّهُ كُرَّالَهُ  
وَاحِدًا فَاسْتَفِيدُوا إِلَيْهِ وَاسْتَغْفِرُوا ذُنُوبَكُمْ لِلْمُشْرِكِينَ الَّذِينَ لَا يُؤْتُونَ الزَّكَاةَ وَهُمْ بِالْآخِرَةِ هُمْ كَافِرُونَ  
(طہ المؤمن))۔ اُمت کی اجتماعی شکست اور محکومیت کے روز ہر سے بے نیاز ہو چکا ہے، اپنے آپ سے دراصل نخل کے  
اپنی جماعت کو موت کے گھاٹ اتار رہا ہے، (هَلْ أَنتُمْ هَؤُلَاءِ لَدُّعُونَ لِمَنْ تَعْبُدُونَ فِي سَبِيلِ اللَّهِ فَبِمَنْ خَلَقَهُ  
وَمَنْ يَخْلُقُ فَلِمَ تَأْتِيهِمْ عَنْ نَفْسِهِ وَاللَّهُ الْغَنِيُّ وَأَنتُمُ الْفُقَرَاءُ وَإِنْ تَتَوَلَّوْا يَسْتَبَدِلْ قَوْمًا غَيْرَكُمْ ثُمَّ لَا  
يَكُونُوا أَمْثَلَكُمْ) (مائدہ)۔ شرعی ماحول اس اسلامی شعاع کے گرد گرد کچھ کا کچھ پیدا ہو جائے، لیکن زکوٰۃ بہر نوع  
مسلمان قوم کی اپنی ہی بہتری اور حفاظت کے لیے ہی، خدا اس روپے پیسے سے قطعاً بے نیاز ہے۔  
حجج کا اسلامی شامیری نگاہوں میں صرف وحدتِ اُمت اور اتحاد کا ایک عظیم الشان منظر ہے، صرف تمرکز  
اور اجتماع کا ایک ہی مثال پیکر ہے، اِنَّمَا تَكُونُوا آيَاتٍ يَكْرِهُهُ اللَّهُ جَمِيعًا (نبؤ) کو عمل میں لانے کا صحیح اور کارگر  
ذریعہ ہے، يَا تَوَلَّوْا... مِنْ كُلِّ فِرْعَوْنِي (رج) کے ولولہ انگیز منظر کو پیدا کرنے کا واحد وسیلہ ہے، مشترک آقا کے  
مشترک خوف کو اُمت کی ہر گ روپے میں جاری کر کے سب کو ایک کرنے کا مشورہ اور ہدایت (لَنْ يَنَالَ اللَّهُ الْكُفْرَ مَا وَكَلَا  
دِمَاؤُهُمْ وَلَكِنْ يَنَالَهُ التَّقْوَىٰ مِنْكُمْ) (آ) اس سے کمتر یا زیادہ ترجیح نہیں۔ خدا کی نظروں میں مشرق اور مغرب  
سب ایک ہیں (قُلْ لِلَّهِ الْمَشْرِقُ وَالْمَغْرِبُ الْبَرُّ) (نبؤ)، اسکی نگاہوں میں روئے زمین کی ہر اُمت کا کوئی نہ کوئی مرکز ہے  
(وَلِكُلِّ رِجَّةٍ هُمْ مَوَلِيَّهَا) (نبؤ)، کوئی نہ کوئی مرجع، اور ایک نہ ایک مآب ضرور ہے، انہیں بلکہ ہر قوم کا اپنے خدا کے  
تعبد اور تعلق کا طریقہ اظہار بھی خود اُسی نے مقرر کیا ہے، (لِكُلِّ أُمَّةٍ جَعَلْنَا مَنْسَكًا هُمْ نَاسِكُهُ) (رج)، پس اگر حج  
سے میری نظروں میں دراصل کچھ مقصود ہے تو یہی لازوال عصمت اور ناقابل شکست استحباب ہے، یہی اس سے یقین

غالب اور لاشریک بن کر رہنا ہے، یہی اس واقعہ غیور فی ذرّہ کو بیچنی الیہ نمازات کل شیعہ (قصص) کا ہر زمانے میں مصداق بنا کر رکھنا ہے، ایک بے آباد اور بے آب سترزمین کو مالک بنیں آسمان کا مقرر کردہ مرکز قرار دیکر پروانہ و اسکے گروہوں رہنا، اور زہرہ گداز سعی و عمل سے اسکو شکام بنا کر یوں رکھنا ہے کہ لندن اور پیرس بھی اسکی شان و اہمت اسکے جاہ و جلال کے بالمقابل عرق شرم میں پڑے ڈوبتے رہیں۔ اگر مسلمانان عالم نے اس خدا کے مقرر کیے ہوئے مرکز کو آسمان شکن اعضا کے زور پر یہ کچھ نہیں بنایا تو انہوں نے فی الحقیقت حج کے اتنی مقصود کو نظر انداز کر دیا، وہ "کاستبقوا الخیرات" کی اتنی برمان اور آسمانی منطق تک کچھ نہیں پونچھے، وہ منعم لم یزل کے بہترین اجتماعی انعامات (الخیرات) کی طرف ہرگز نہیں لپکے، انہوں نے "خوفاً و ترسفاً" کے لاپرواہی فلسفے کو قطعاً نہیں پایا، انہوں نے حظ وہن کی شکر انگیز تربت کچھ پیدا نہیں کی، یہی وجہ ہے کہ آج وہ بلد امین ان سے چین کر لندن اور پیرس کے سختی عاملوں کو دیا جا رہا ہے، ایک عالم آرا اُمت کی آبرو، حیا، شرم، عفت، موت، حیات الغرض سب کچھ اب غیر کے ہاتھ میں ہے۔ یَسْتَبْدِلُ قَوْمًا عِبَادَکَ لَیْکُمْ لَئِیْلًا مِّنْکُمْ لَعَلَّکُمْ تَعْلَمُونَ (تغابیر) کا الٹا منظر پیدا ہو چکا ہے، ایک عصمت مآب خاتون کی عفت پر دوسروں کا قبضہ ہے۔ اس نصب العین پرے ہٹ کر حج کے فریضے کو علی الحساب ادا کرنا، یا حجب اسود کو چوسنے کی خاطر چرنا میرے نزدیک فی الحقیقت بُت پرستی ہے، ایک عبث اور بے نتیجہ کام ہے، اگر وڈر وڈ رستیا روں کے مالک خدا کو بیت الحرام کا مکین سمجھ کر اسکی حفاظت نہ کرنا، اسکو فی الحقیقت بلد امین نہ بنانا، یُحْتَظَفُ النَّاسُ مِنْ حَوْلِهِمْ وَعِبَادَتِہِ کے منظر کو پیش نظر رکھ کر اسکو کم از کم اسقدر مامون و مضمون نہ بنا دینا جسقدر کہ لندن اور برلن ہے اور با اینہم عمر کے آخری تھے میں اپنے بلغم سے بہرے ہوئے وجہ کو عصا کے سہارے استنانہ خدا پر پونچا کر حج کے فرائض کو ادا کیا ہو سمجھنا، میری نگاہوں میں پرکاش کے برابر عمل نہیں، عبادت قطعاً نہیں، توحید قطعاً نہیں۔ صوم بھی میرے نزدیک صرف ایک جہاد نفس ہے۔ صرف نفس اتارہ کے دیو کو تین دن تک تکلیف دے کر سال بہر کیلئے کمزور کرنا ہے، صرف خواہشات نفسانی کے زور کو کم کر کے زور آور بننا ہے، محض صبر و استقلال ہے خدا کے

مشترک خوف کو دلیں جاگزیں کر کے متحد بنے رہنا ہے لکبت علیکم الصبیام كما لکبت علی الذین من قبلكم  
 لعلکم تتقون (۱) لہذا کھانوں کے بت کو توڑنا ہے، جوع البقر کے ویو کو رام کرنا ہی، ہاں توحید کی طرف ایک قدم  
 لا الہ الا اللہ پر عمل ہے۔ کوئی آسمانی تقدس، کوئی دم مزین حکمت، کوئی لب کشا راز اس کے ماسوا اس عمل کی  
 تہ میں مخفی نہیں۔ اس نیا سے عمل اور کائنات شرط و جزا کے اندر ایک قسم کی قوتوں کو جبر سرار رکھنے، انکو  
 موحد بنا کر زور آور اور غالب بنانے کا عمدہ ذریعہ اور بہترین اوزار ہے۔ جو قوم ان عظیم الشان اسلامی شعائر کو  
 عظیم الشان حکمت کا حامل سمجھ کر اس پر عمل کر رہی ہے وہی اصل دین اور قانون خدا کو پکڑے ہوئے ہے  
 وہی حقیقت کے راہ رست پر جا رہی ہے، وہی صراط مستقیم پر ہے، صوم و صلوٰۃ، حج و زکوٰۃ، سب کے سب اگر  
 ارکان اسلام ہیں تو فقط انہی معنوں میں ہیں، انہی معنوں میں قانون خدا کی عظیم الشان عمارت کو تعمیر  
 رہے ہیں، انہی معنوں میں دین فطرت کے قواعد ہیں، توحید کے علم بردار اور جنات زمین حاصل کرنے کے  
 اوزار ہیں۔ اس کے ماسوا ان کی کچھ غرض و غایت خدا کے نزدیک ہرگز نہیں!

پس اصل دین میرے نزدیک توحید ہے اور توحید قلوب کے اندر پیہم بت شکنی کرتے رہنا ہے، یہی عبادت خدا  
 صوم و صلوٰۃ، حج و زکوٰۃ کو رسماً اور عادتاً یا تعظیماً ادا کر لینا یا کلمہ شہادت کو بصحت تمام پڑھ لینا میرے نزدیک  
 قطعاً کوئی عبادت نہیں۔ عبادت میری سمجھ میں اسی کی ہو رہی ہے جس کے لئے عمل ہو رہا ہے، جسکی خاطر تکلیف  
 اٹھانی جا رہی ہے! اگر ایک شخص کے ہاتھ پاؤں کسی نفسانی غرض کی خاطر حرکت میں آ رہے ہیں، اگر کسی شے  
 کی لڑا سقد لگی ہے کہ اُس کے لئے ہر طرح کی تکلیف گوارا ہے، نیند حرام ہو گئی ہے، شبانہ روز مضطرب ہے، اگر ایک  
 شخص کسی پیر یا ولی کے پیچھے لگا ہے، اُس سے ارادت یا تعبد ہے، اُس کے حکم پر اٹھتا بیٹھتا ہے، اُس کے اشاروں پر  
 عمل کرتا ہے یا اولاد کی محبت میں متفرق ہے، دن رات انکی خدمت میں مصروف ہی، یا انگریز سے اعتنا کرتا ہی  
 اور اُس سے بیم و رجا کے لوازم پیدا کرنے میں تو میری دست میں وہ شخص اُس نفسانی غرض، اُس شے، اُس پیر  
 اُس انگریز کی عبادت کر رہا ہے: (وَمِنَ النَّاسِ مَن يَتَّخِذُ مِنْ دُونِ اللَّهِ أَندَادًا يُحِبُّونَهُمْ كَحُبِّ اللَّهِ وَالَّذِينَ آمَنُوا

اَشَدُّ حُبًّا لِلَّهِ (مترجم) وہ انکو خدا کے بالمقابل تندر اور شریک بنائے ہوئے ہو۔ زمین پر رکھ کر انکے آگے  
 سجدہ کرنا عبادت کے مقرر ہونیکے لئے کچھ ضروری نہیں۔ خود اس کے ہاتھ پاؤں، اٹھنا بیٹھنا، محنت اور تکلیف اس  
 امر کے پیغم گواہ ہیں کہ اس کا معبود و مخدوم وہی ہے، اَفَرَأَيْتَ مَنِ اتَّخَذَ الْهَوَاَءَ هَوَاً وَاَضَلَّ اللَّهُ عَلَىٰ عِلْمٍ  
 وَخَفَرَ عَلَىٰ سَمْعِهِ وَقَلْبِهِ وَجَعَلَ عَلَىٰ بَصَرِهِ غَشَاةً فَمَنْ يَهْدِيهِ مِنْ بَعْدِ اللَّهِ اَفَاَلَا تَنْتَفِرُونَ (مترجم) وہی اسکا  
 الہ ہے، وہی حقیقت میں خدا ہے، اس حالت میں خدا نے غزوہ جیل کی پنجوقتہ نماز پڑھ لینا یا حج، صوم، زکوٰۃ کا  
 چھڈنا سارا تار و پنا بھی کچھ معنی نہیں رکھتا۔ سجدہ اسکا ہے جس کا تعبد ہو رہا ہے۔ دل یا بین یا ایک تسبیحوں کا  
 آسان عمل چند لمحوں کے لئے کر کے باقی وقت غیروں کی اطاعت میں صرف کر دینا اور بعد ازاں عبودیت خدا کا  
 دعوے کرنا میری نگاہ میں از بس مضحکہ انگیز ہے۔ نہیں بلکہ ایسا سجدہ فی نفسہ بے معنی ہے، ایسی نماز ہو یا نہ ہو خدا  
 نزدیک کچھ وقعت نہیں کہتی بعینہ اسی بنا پر اگر کوئی فرد یا قوم اپنے اعمال میں خدا کے احکام پر چل رہی ہے، اس کے  
 قانون کی عملاً مطیع ہے لیکن رستہ یا عادت یا روایا کسی بہت، کسی تھپسہ، کسی شمس و قمر کے آگے مانتا ٹیکے ہی ہو  
 تو وہ حقیقت خدا کی عابد ہے اگرچہ اس کا اس پتھر کے آگے مانتا ٹیکنا ایک فعل عبث ہے، اور عابد خدا قوم کیلئے  
 یہ ظاہری سجدہ بھی فی الحقیقت اُسی خدا کے آگے ہونا چاہیئے، لَا تَسْجُدُوا لِلشَّمْسِ وَلَا لِلْقَمَرِ وَاسْجُدُوا لِلَّهِ الَّذِي  
 خَلَقَهُنَّ اِنْ كُنْتُمْ اِيَّاكَ تَعْبُدُونَ (مترجم)۔ پتھر کی رسمی پرستش یا خدا کے آگے رسمی سجدے کر لینے سے  
 کسی قوم یا فرد کے عابد خدا یا عابد ماسوا ہونے کا فیصلہ نہیں ہو سکتا، اس کے مشرک یا موحد بن جانے کا محاکمہ  
 نہیں ہو سکتا۔ عبادت کا فیصلہ عمل اور صرف عمل پر ہے۔ اس بات کو دیکھنا ہے کہ کس کے احکام کی  
 تعمیل ہو رہی ہے، پہرے کے حکموں پر عمل ہو رہا ہے، ایسی عبادت ہو رہی ہے! اگر خدا معبود ہے تو وہ قوم کو  
 ہے اگرچہ رستہ پتھروں کو کیوں نہ پوج رہی ہو، یا تو لا خدا کو تین یا دس یا دس ہزار کہہ رہی ہو۔ اگر ماسوا کی عبادت  
 میں لگی ہے تو وہ قوم مشرک اور کافر ہے اگرچہ رستہ اور عادت خدا کے آگے سجدوں کے انبار لگا کر مکر کر رہی ہو۔  
 اس دنیا نے کسب عمل کے اندر جو شے ضائع نہیں ہوتی وہ عمل ہے: لَا تُضِيعْ عَمَلَ عَابِدٍ مِّنْكُمْ مِّنْ دُونِ اَمْرِ اللَّهِ

تمازاوند کوۃ، اور سچ اور راز سے رہنا اور کر کے اور عتاشیطان کی عبادت کر کے ضائع ہو سکتے ہیں: (تختلف من بعدہم خلف اصناعوا الضلوة واتبعوا الشهوة فسوف يلقون عقاباً درہم)، مگر صحیح یا غلط عمل ایک ذرے کے برابر ضائع نہیں ہوتا! (من يعمل مثقال ذرة خيراً يره ومن يعمل مثقال ذرة شراً يره)۔ ظاہری قول اس زمین و آسمان کے اندر بہر نوع کچھ شے نہیں، اور جو قوم صرف ظاہر کو پکڑے ہوئے ہو اور باطن کو اپنے آرام کی نظر انداز کر رہی ہے وہ درحقیقت خدا سے مکر رہی ہے۔ نہیں بلکہ اس کے کافر اور مشرک خدا ہونے میں شک شبہ کی قطعاً کوئی گنجائش نہیں، (اَفَمَنْ هُوَ قَائِمٌ عَلَىٰ كُلِّ نَفْسٍ بِمَا كَسَبَتْ وَجَعَلُوا لِلّٰهِ شُرَكَاءَ قُلُوبُهُمْ اَمْ تُسَبِّحُوهُ بُكْرَةً وَعَصَا فِي الْاَرْضِ اَمْ يَبْظَاهِرُ مِنْ الْقَوْلِ بَلْ دِينَ لِلّٰهِ الْكَفْرُ وَامَكْرُهُمْ وَصَدَقَ عَنْ السَّيِّدِ وَمَنْ يُضْلِلِ اللّٰهُ فَمَا لَهُ هَادٍ لَهُمْ عَذَابٌ فِي الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا وَلَعَذَابُ الْاٰخِرَةِ اَشَقُّ وَمَا يَهْدِي اللّٰهُ مِنْ شَيْءٍ رَّسُوْلًا وَقَدْ مَكَرَ الَّذِينَ مِنْ قَبْلِهِمْ فَلِلّٰهِ الْمَكْرُ جَمِيعًا يَعْلَمُ مَا تَكْتُمُ كُلُّ نَفْسٍ وَسِعِلَهُ الْكُفْرُ لَنْ عُقِبَ الدَّارَةُ الْاٰخِرَةُ)۔

اس عبادت خدا، اس توحید، اس ملازمت رب العالمین کا واحد منتہا میری نگاہوں میں بنی نوع انسان کی اپنی ہی بہتری ہے، سب سے پہلے اس دنیا کے اندر بہتری ہے، قومی اور اجتماعی بہتری ہے، سیاسی اور اقتصادی بہتری ہے، ممکن فی الارض ہے، جنات زمین کی بادشاہت اور غلبہ ہے، اختلاف فی الارض اور بقا ہے۔ آگے چلکر ضروری بہتری بھی ہے، الجنتہ بھی ہے مگر اس دنیا کے اندر اس کے ماسوا یا اکثریت کا نہیں، جو قوم شبہ روز میں عبادت خدا میں مشغول ہے، چوبیس گھنٹے ماسوا کے بتوں کو توڑ کر خدا کی طرف متوجہ ہے، چوبیس گھنٹے اس قانون پر چل رہی ہے جو خدا نے بتایا ہے، چوبیس گھنٹے کسی غیر خدا، کسی طاغوت، کسی شیطان، کسی بت، کسی صنم، کا آرام دہ حکم نہیں مانتی، چوبیس گھنٹے ان حکموں پر نہیں چلتی جن میں فوری مزہ نقد فائدہ، یک بحث اجر، مقارحت، لیکن بالاحسن نقصان اور آخرت کی تکلیف اور ہر خط ان احکام پر عمل پیرا ہے جن میں فوری تکلیف اور بالآخر راحت ہو، جن میں گہڑیوں کا بیج اور گھنٹوں کا امن ہے،

وہ توحید پر بلاشبہ حامل ہے، وہ لا الہ الا هو (بند) پر عمل کر رہی ہے، وہ الا تعبدوا الا الله (بند) پر صریح معنوں میں عمل کر رہی ہے، عابد خدا ہے۔ ایسی قوم کا اس دنیا میں قوت اور زور سے رہنا اٹل ہے، ممکن فی الارض رہنا اٹل ہے، ستخلف فی الارض ہونا اٹل ہے، ہر مشرک اور آرام پسند، ہر کابل اور شیطان پرست قوم پر غلبہ پانا اٹل ہے، ایسی قوم کے لئے اتحاد و امت، اطاعت امیر، ہمد و بالمال، ہمد و بالتیغ، ہجرت، ایمان بالآخرہ، علم، استقلال وغیرہ وغیرہ سب احکام خدا فی الحقیقت توحید کے لوازم ہیں کسی نہ کسی بہت شکنجی کی تمبی ہیں، اور جو امت ان احکام پر تن دی سے عمل پیر ہے اس کا وارث زمین بخانا قطعی ہے۔ اگر نوح علیہ السلام نے اپنی قوم کو کسی عبادت کیلئے کہا تو اسی وارث زمین بنانے والی عبادت اور انہی معنوں میں تعبد خدا کے لئے کہا **اِنْ اعْبُدُوا اللَّهَ وَانْتَفَوْهُ وَاَطِيعُوْهُ يَغْفِرْ لَكُمْ ذُنُوبَكُمْ يُؤَخِّرْكُمْ اِلٰى اَجَلٍ مُّتَّعٍ** (دفعہ) ، اسی سیاسی ممکن اور اقتصادی نفع دینے والی ملازمت کے لئے کہا: **يُرْسِلُ السَّمَاءَ عَلَيْكُمْ قِدْرًا رَّاہُ وَيُمْدِدْكُمْ بِاَمْوَالٍ وَبَنِيْنَ وَيَجْعَلْ لَّكُمْ جَنَّاتٍ وَيَجْعَلْ لَّكُمْ أَنْهَارًا** (دفعہ) اگر یہود علیہ السلام نے اپنی قوم کو کسی عبادت کی طرف متوجہ کیا تو انہی معنوں میں تعبد خدا اختیار کرنے کے لئے کہا، اسی رحمت ایزدی کے مو سلا و حار میں نہ بسانے والی چاکری کے لئے کہا، اسی نفع مند، اسی نتیجہ خیز، اسی قوت افزا اور غلبہ اندوز توحید پر زور دیا: **(وَ اِلٰى عَادٍ اِخَاهُمْ هُوْدًا اِذْ قَالَ يُقَوْمِ اعْبُدُوا اللَّهَ مَا لَكُمْ مِنْ اِلٰهٍ غَيْرُهُ .. . . يَقَوْمِ اسْتَغْفِرْ لَكُمْ ذُنُوبَكُمْ لَشَرُّ مَا تَبْعُوْا اِلَيْهِ يُرْسِلُ السَّمَاءَ عَلَيْكُمْ قِدْرًا رَّاہُ وَيَزِدْكُمْ قُوَّةً اِلٰى قُوَّتِكُمْ وَلَا تَتَّبِعُوْا اَیْمَانَ الْاٰخِرِیْنَ مِیْنًا ہ (ہود)۔** اگر نبی آخر الزمان نے عرب قوم کو کسی عبادت خدا، کسی توحید، کسی اسلوب فقہ، کی طرف راجع کیا تو مشرک خدا کی اُسی مشرک عبودیت کی طرف کیا جس کا نتیجہ وحدت امت ہے، اس دنیا میں قوت اور زور سے رہنا ہے: **اِنَّ هٰذِهِ اُمَّتُكُمْ اُمَّةً وَّاحِدَةً وَاَنَا رَبُّكُمْ فَاتَّبِعُوْنِیْ** (نبی صلی اللہ علیہ وسلم) ، اسی دنیاوی حالت کو بہتر بنانے والی، فضل خدا کو روز افزوں کرنے والی، بقا نصیب کرنے والی اور اجتماعی ہلاکت سے بخوف و خطر کرنے والی عبادت کی طرف مائل کیا، اُسی قوت انگیز

توحید اور نعمت چاکری خدا کی طرف اشارہ کیا جس کا نتیجہ ممکن فی الارض اور متاع حسنہ ہو، تسبیحوں و سجدوں  
 راہبوں اور گوشہ نشینوں والی عبادت کے لیے قطعاً نہیں کہا: **أَلَا تَعْبُدُونَ إِلَّا اللَّهَ ۚ مَا لَكُم مِّنْ دُونِهِ ذُنُوبًا**  
**بَشِيرًا ۚ وَلَئِنْ اسْتَغْفِرُوا رَبَّكُمْ ثُمَّ تُوبُوا إِلَيْهِ يُغْفِرْ لَهُمْ ذُنُوبَهُمْ وَيُؤْتِ كُلَّ ذِي فَضْلٍ فَضْلَهُ ۚ**  
**وَإِنْ تَوَلَّوْا فَإِنِّي أَخَافُ عَلَيْكُمْ عَذَابَ يُعَذِّبُكُمْ بِهِ ۚ وَمَا لَكُم مِّنْ دُونِهِ ذُنُوبًا ۚ** اور اگر اس عبادت خدا کا کوئی دنیوی انعام اور منطقی نتیجہ جلدایا  
 تو یہی اُسکی راہ میں جان کی متاع عزیز قربان کرنے کی خدمت کے عوض میں پہنائے زمین کے بروجہ کی وسیع  
 بادشاہت پیش کر دی: **يُعْبَادِي الَّذِينَ آمَنُوا إِنَّ أَرْضِي وَاسِعَةٌ فَإِنِّي فَاعْبُدُونِ ۚ** کُلُّ نَفْسٍ ذَا نَفْسٍ  
**الْمَوْتِ شَرٌّ لِّمَا تَرْجُونَ ۚ** (عنکبوت)، بلکہ اسی سعی و عمل اور استقلال کے تسلسل میں اُغروی الجنۃ کا دائمی  
 امن بھی پیش کر دیا: **وَالَّذِينَ آمَنُوا وَعَمِلُوا الصَّالِحَاتِ لَنُؤْتِيَنَّهُمْ مِنَ الْجَنَّةِ غُرَفًا تَجْرِي مِنْ تَحْتِهَا الْأَنْهَارُ ۚ خَالِدِينَ**  
**فِيهَا ۚ نِعْمَ أَجْرُ الْعَامِلِينَ ۚ** **الَّذِينَ صَبَرُوا وَعَلَىٰ رَبِّهِمْ يَتَوَكَّلُونَ ۚ** (عنکبوت)، نہیں بلکہ جب سجدہ اور رکوع  
 بلکہ الصلوٰۃ اور الزکوٰۃ کا ذکر کیا عبادت کے استمراری عمل کو ان رسمی اور وقتی افعال سے الگ کر دیا، **فَاتَّبِعُوا اللَّهَ**  
**وَلَعِبَادُ اللَّهِ ۚ** (نہم)، **وَجَعَلْنَاهُمْ أُمَّةً يَهْدُونَ بِأَمْرِنَا وَأَوْحَيْنَا إِلَيْهِمْ فِعْلَ الْخَيْرَاتِ وَإِقَامَ الصَّلَاةِ وَإِيتَاءَ الزَّكَاةِ**  
**وَكُلُوا مِمَّا رَزَقْنَاهُمْ وَأَقْبِلُوا لِيُذَكِّرَ ۚ** (انبیاء)۔ قرآن کی بتائی ہوئی عبادت، قانون خدا کا وہ پیہم اتباع، اور توحید کے اصل اصول پر  
 وہ شبانہ روز ملاومت جو جس کا اٹل نتیجہ وراثت زمین ہے: **وَلَقَدْ كَتَبْنَا فِي الزَّبُورِ مِن بَعْدِ الذِّكْرِ أَنَّ الْأَرْضَ**  
**يَرِثُهَا عِبَادِيَ الصَّالِحُونَ ۚ** **إِنَّ فِي هَٰذَا لَبَلَاغًا لِّقَوْمٍ عَابِدِينَ ۚ** (انبیاء)، وہ دراصل سب ماضی خدا کی عبادت  
 سے الگ تہلک و کفر قانون خدا کی تعمیل میں اپنے اندر وہ سپاہیانہ استعداد، وہ اتحاد کا آسمان شکن زور،  
 وہ یک منہی کی ماحی عدد و عصبيت پیدا کرنا ہے جس کا واحد نتیجہ فلاح دنیوی اور غلبہ ہے **إِلَّا أَنَّا كَرِهْنَا اللَّهُ لَهُمُ**  
**الْمُفْلِحُونَ ۚ** (مجادلہ)۔ کسی قوم نے آج تک زمین کی بادشاہت نرمی تسبیحوں یا رسمی نمازوں یا گوشہ نشینوں کے زور  
 حاصل نہیں کی، اسکا خدا سے بیشتر اسلوب و راول سے مقابلہ اور مجاہدانہ ہی رہا ہے، دلوں کی پیہم بُت شکنی اور  
 سعی و عمل پر مسلسل آمادگی ہی بہر حال قوموں کو اس مقام محمود ہمیشہ سے پونہ چاتی رہی ہے، جہاں جہاں اور جس قوم میں



اہرمن کا نقش اثر کمزور اور یزدان کی محرک اعضا حکومت دلوں پر ستوار ہوتی گئی ہے۔ میں خلافت زمین کا  
 انعام بارگاہ ایزدی سے بے دھڑک مٹا رہا ہے! جہاں شیطان نے اپنے قدم جاکر اُمت کے تولے عالم کیڑ  
 کر دیئے ہیں، افراد کے اعضا میں آرام کا قاطع لٹل چمک لگا کر انکو محنت سے متنفر کر دیا ہے وہیں حکومت اور ہلاکت  
 کے انگارے پڑے دکھ رہے ہیں۔ دنیا کے اس کارگاہ پنج و من میں ہی دو پڑی طاقتیں ہیں جو ایک دوسرے  
 پیہم برآزمانی میں مصروف ہیں۔ شیطان کا متمدن اور خدا سے برگشتہ ملک ہر جگہ اپنے طاغوتی کروچیل سے انسان  
 کو نقد اجرت کی طمع دے دیکر اپنے دام میں پھنسانا چاہتا ہے، بنی آدم کی ضعیف الخلق پیدائش کو فوری آرام کی  
 مہلک اعضا ترغیب و تحریص پیش کر کے تھپک تھپک کر سنانے کے درپے ہو، اسکے قلب کے اندر دلفریب بتوں کی  
 ایک بہری محفل لگا کر خدا اور اُس کے محرک اعضا احکام سے برگشتہ کرنا چاہتا ہے کبھی نگے سے آتا ہے، کبھی پیچھے  
 سے آکر کتا ہے، کبھی دائیں سے آنکلتا ہے، کبھی بائیں سے آماضر ہوتا ہے اور سعی و عمل کے صراط مستقیم سے  
 ورغلا تا رہتا ہے، ممنوعہ درخت کی طرف بلا کر اُسکو حفظ و امن کے الجھنہ سے نکالنا چاہتا ہے: قَالَ فِيمَا  
 اَعْوَجْتَنِي لَا فَعَدَنْ لَهُمْ صِرَاطَكَ الْمُسْتَقِيمَ ثُمَّ لَا تَبْتَلِهِمْ مِنْ بَيْنِ اَيْدِيهِمْ وَمِنْ خَلْفِهِمْ وَحِينَ اِيْمَانِهِمْ  
 وَحِينَ لِيْمَتِهِمْ وَلَا تَجِدْ اَكْثَرَهُمْ شَاكِرِينَ (اعراف)۔ یہی وہ لازوال طاغوتی طاقت ہے جو ہر وقت اور ہر لمحہ  
 انسان کے درپے ہے، اُسکو ہر دم اور ہر آن بہکا رہی ہے، لمحے لمحے کے بعد نیابت پیدا کر رہی ہے، توڑے ہوئے  
 بتوں کو چشم زدن میں پھر چڑھتی ہے، نئی نئی اور دلفریب موتیں از سر نو پیش کر کے خدا کے بتائے ہوئے صراط  
 مستقیم میں لادخیل مشکلات، لازوال رکاوٹیں، قدم قدم پر ٹھیر جانے اور خدا تک پہنچنے کے سامان پیدا کر دیتی ہے  
 خدا کی راہ پر چلنے والے اور اُسکی عبادت اختیار کرنے والے شخص کیلئے شیطان کا اس زمین پر موجود ہونا ایک ابتلا  
 عظیم ہے، بلائے مسلسل ہے، شبانہ روز امتحان ہے! اُسکے لئے اُس کا مطلب اور صبر آزمائے خدا کو خوش کرنے کی  
 سبیل ہی ہے کہ ہر دم اس مردود خدا ملک کے بنائے ہوئے بتوں کو توڑتا رہے، راہ خدا میں اس قتلع طریق  
 کے آراستہ کیئے ہوئے منظروں کی طرف آنکھ اٹھا کر نہ دیکھے، اُسکی البفریب آراستہ ہوں کا کچھ خیال نہ کرے،

اسکے علی کے خوف و ترس بتوں کی پس پردہ چشموں کو دھیان میں نہ لائے، (اِنَّكَ يَرٰكَ هُوَ وَ قَبِيْلُهُ مِنْ حَيْثُ لَا تَرٰوْهُمْ) اِنَّا جَعَلْنَا الشَّيَاطِيْنَ اَوْلِيَاءَ لِلَّذِيْنَ لَا يُؤْمِنُوْنَ (مذمت)، راہ خدا میں اسکی یاد دلائی ہوئی تکلیفوں کی کچھ پردہ نہ کر کے منزل مقصود تک پہنچنے کی سعی کرے، پیہم سعی و عمل کئے کے اس نیا کے اندر عز و تمکنت سے رہے، خلیفہ خدا بنے، بادشاہ زمین بنے، تَفَكَّرْتُ فِيْهِ مِنْ دُوْحَى كَا مُصَدِّقٍ هُوَ، تَخْلُقُوْا بِاَخْلَاقِ اللّٰهِ پُر عمل کر کے اپنے آپ کو خدا کا مائثل ثابت کرے، سجد و ملائک ہو، مخدوم انا م ہو، معبود انا م ہو۔ الغرض اس دربارِ احکم الحاکمین کی کسی صفِ نعال میں بیٹھنے کے قابل ہو جائے، ابنہ خدا اور عابد رب العلیین تو م کا اس زمین پر یہی کام ہے، یہی صراطِ مستقیم ہے: قَالَ رَبِّ اجْعَلْنِيْٓ اَنْزِلَٰتٍ لَّهُمْ فِی الْاَرْضِ وَلَا اَعْوِیْهُمْ اَجْمَعِيْنَ ؕ اِلَّا عِبَادَكَ مِنْهُمْ الْمُتَخَصِّصِيْنَ۔ قَالَ هٰذَا صِرَاطٌ عَلٰی مُسْتَقِيْمٍ اِنَّ عِبَادِيْ لَیْسَ لَكَ عَلَيْهِمْ سُلْطٰنٌ اِلَّا مَنِ اتَّبَعَكَ مِنَ الْغٰوِيْنَ۔ وَ اِنْ جَهِتُمْ لَمَّا عِدُّهُمْ اَجْمَعِيْنَ ؕ (حجہ) جو قوم اس عبادت خدا اس توحید کے صراطِ مستقیم اس تلوار سے تیار اور بال سے سوا باریک راہ سے ادھر اُدھر ہٹی اسکے لیے اس دنیا میں اجتماعی جہنم ہے، مخلوئیت کا دوزخ ہے، غلامی کا سیر ہے اور آگے چلکر ایک ایک کو جہنم ہے۔ قَالَ فِیْ حَزَنٍ تَاٰ اَعْوِیْهُمْ اَجْمَعِيْنَ ؕ اِلَّا عِبَادَكَ مِنْهُمْ الْمُتَخَصِّصِيْنَ۔ قَالَ فَالْحَقُّ زَوَالُ الْحَقِّ اَقْوَلُ ؕ لَا مَلٰٓئِكَ جَہَنَّمَ مِنْكَ وَ مِمَّنْ تَتَّبِعُكَ مِنْهُمْ اَجْمَعِيْنَ ؕ (مذمت) عبدِ مخلص بن کر رہنا، اپنی تمام ارادت اور عقیدت کو خالصتہً اُسی کے لیے وقف کر کے اُس کے تکلیف دہ احکام پر عمل ہو جانا، محنت طلب خدا کو شبانہ روز محنت کر کے خوش رکنا ہی وہ صراطِ مستقیم ہے جسکے سوال اس دنیا کے اندہ کوئی دوسرا راہ رہت موجود نہیں اِنَّ اللّٰهَ هُوَ رَبِّيْ وَ دَرَكْتُكُمْ فَاَعْبُدُوْا هٰذَا صِرَاطٌ مُسْتَقِيْمٌ (مذمت) وَلَا يَصُدُّكُمْ الشَّيْطٰنُ بِاَنَّهُ لَكُمُّ عَدُوٌّ مُّبِيْنٌ (مذمت)۔ اُس کا رکن اور کارِ نر خدا کے لیے نہیں اُس شاید امتحان طلب کے لیے اُسکے اپنے ہاتھ سے بنائے ہوئے اشرف الملق انسان کی ارادت اور محبت، اسکی اطاعت اور عبادت کی آزمائش کی اس سے بہتر کوئی سبیل نہیں کہ ایک لامیوت اولم نزلِ طغی طاقت پید کر کے اس زمین پر عہد اکھلی چھوڑ دے، جو اُسکے دیئے ہوئے احکام سے انسان کو ہر دم و رغلاقی رہے، جو اسکی راہ میں پیہم حائل ہو،

جو لمحے لمحے کے بعد اسکے قدموں کو متزلزل کرتی رہے! ایک مطلوب کے لیے طالب کی محبت کے امتحان کا اس سے بہتر کوئی اسلوب نہیں، جذبہ دل کی تصدیق کا اس سے صحیح تر کوئی معیار نہیں، کہہ اور کھوٹا پہچاننے کی اس سے بہتر کوئی محک نہیں! صرف زبانی دعووں سے اطاعت اور ارادت، عشق اور وصال کا مقام قطعاً حاصل نہیں ہو سکتا!

أَحِبَّ النَّاسَ أَنْ يُزَكَّوْا أَنْ يَقُولُوا آمَنَّا وَهُمْ لَا يُفْقَهُونَ وَلَقَدْ فَتَنَّا الَّذِينَ مِنْ قَبْلِهِمْ فَلَيَعْلَمَنَّ اللَّهُ الَّذِينَ صَدَقُوا وَلَيَعْلَمَنَّ الْكَاذِبِينَ (مکہوت)۔ اسکے لیے پیہم جہاد شرط ہے، جان کی پیشکش شرط ہے صبر اور استقلال شرط ہے: (وَلَنَبْلُوَنَّكُمْ حَتَّى نَعْلَمَ الْمُجْتَهِدِينَ مِنَكُمُ وَالصَّابِرِينَ وَنَبْلُوَ أَجْأَكُمْ) (مائدہ، منجانبہ موت شرط ہے: قُلْ يَا أَيُّهَا الَّذِينَ هَادُوا إِنْ زَعَمْتُمْ أَنَّكُمْ أَوْلِيَاءُ لِلَّهِ مِنْ دُونِ النَّاسِ فَتَمَتُّوا السَّاعَاتِ إِنَّ كَيْدَ ضَالِّينَ) (جمعتہ) اس صبر آزمائے اور فتنہ شعار خدا نے اپنی راہ رضائیں تاب گسل اور بلبلہ نسیب بتوں کا ایک جم غفیر کھڑا کر دیا ہے، اپنے اور انسان کے درمیان ہزار در ہزار حجاب آراستہ کر کے ہر پردے پر ایک عیار اور عشوہ گر حاجب بٹھا دیا ہے، ہر حاجب کو اشارہ کر دیا ہے کہ انسان کو حتی الوسع اس حجاب آراستے حقیقی اور اس منزل مقصود تک پہنچنے نہ دے۔ وحدت اہت کے حکم کے بالمقابل عداوت اور بغض کا بُت، اطاعت امیر کے بالمقابل خود رائی کا بُت، جہاد بالتیف کے مقابلے میں نفس پسندی کا بُت، جہاد بالممال کے مقابلے میں حُب مال کا بُت، ترک دطن کے بالمقابل ہجر اولاد کا بُت، الغرض ہر امر و نہی کے برخلاف ایک بے بردست اور لازوال مخالفت کے سامان پیدا کر دیئے ہیں۔ شیطان کو نفس تارہ کے اندر اس قدر شکن کر دیا ہے کہ قدم قدم پر پلنزش کا سامنا ہے، انسان کو سمیع و بصیر اور قلب سلیم کی امانت عطا فرما کر اسکے لیے اس دنیا میں صحیح طور پر رہنا وہ دشوار کر دیا ہے کہ آسمان و زمین اس امانت کے بوجھ کو دیکھ کر لرز رہے ہیں، تعقل اور ارادہ ارزانی فرما کر اسکے لیے یہ موت انگیز الجھنیں، یہ الناک دشواریاں، یہ گمراہ کن نادور بینیاں، یہ ہلاکت خیز نا انجام شناسیاں پیدا کر دی ہیں کہ ہر قدم پر لڑکھڑکیٹ ہے۔ بے تعقل اور بے ارادہ سورج کا زمین سے تیرہ لاکھ گنا بڑا کرہ تو روزاقل سے اسی صحت اور اطاعت سے اپنے صراط مستقیم پر چل رہا ہے جو اسکے لیے ایک دفعہ

مقرر کر دیا تھا ہر وقت اور ہر کیف لَا الشَّمْسُ يَنْبَغِي لَهَا أَنْ تُدْرِكَ الْقَمَرَ (پس) کا مصداق ہے، کروڑ در کروڑ آسمانی اجرام اور سورج سے کروڑ در کروڑ گنا بڑے ستارے بھی انہی قاعدوں پر چل رہے ہیں جو قسام ازل نے ایک بار متعین کر دیئے تھے، سب کے سب کسی بے مثال حاکم کے اہل علم پر مجبور نظر آ رہے ہیں، اس ناموس اکبر کی وقار واری کے باوجود عظیم کے پتھل ہیں کہ یک سر وادھر اوپر نہیں ہٹتے۔ نہیں ہزاروں ہزار قسم کی ادنی حیوانی اور نباتی مخلوق بھی روز افزائش سے اپنے اپنے مقرر قاعدوں پر چل رہی ہے، اَعْطَى كُلَّ شَيْءٍ خَلْقَهُ فَهُوَ مُخْلِئٌ (لہذا) کی صیح مصداق ہے، بعد مخلص ہے، مخفّار بندہ ہے، اسی لازوال ہدایت اور صراطِ مستقیم کی بنا پر سطحِ زمین کے ہر حصے میں اجتماعی دوام حاصل کر رہی ہے، ہَتَمُكُنْ فِي الْأَرْضِ ہے، مگر فہم و ادراک کی امانتِ عظمیٰ کا قریضہ فال اس ظلوٹ جہول انسان کے نام کچھ ایسے بُرے وقت نکلا ہے کہ اُسکو اپنے دین سے محض بے خبری ہے، اپنے صراطِ مستقیم کا کچھ پتہ نہیں، اپنی عبادت کے انداز کچھ یاد نہیں، اپنا دین ضیف کچھ اُڑ نہیں، اپنے راہِ راست پر کچھ قیام نہیں اپنے قیام و دوام کا کچھ عشق نہیں، اپنا بقا کچھ میسر نہیں، اِنَّا عَرَضْنَا الْأَمَانَةَ عَلَى السَّمَوَاتِ وَالْأَرْضِ وَالْجِبَالِ فَأَبَيْنَ أَنْ يَحْتُمِلْنَهَا وَأَلْفَقْنَهَا وَنَحْنُ لَا نَسْمُو إِنَّكَ كَانَتْ طَلِقًا مَّا جَعَلُوهُ (اعراب)۔ شیطان نے اس زمین پر اپنا مستقر قائم کر کے اس کج بخت وجود کے لئے ہلاکت کے وہ لامتناہی سامان پیدا کر دیئے ہیں کہ روز افزائش سے مَنْ يُفْسِدْ فِيهَا وَيَسْفِكْ الدِّمَاءَ فِيهَا سَرَفًا كَالْيَاكُوتِ فِي ظُلُمَاتٍ شَرْبًا ہے۔ ایک اُمت اگر خدا کی عبادت میں مصروف ہو کر ابھر رہی ہے تو دُنیاں اتنی شیطان کی عبادت میں لگ کر ہلاک ہو رہی ہیں، ملک سے ملک لگ، اُمت سے اُمت جُدا، شہروں اور قریوں میں فساد، گمروں اور محلوں میں تفریق، بات بات پر شتمات الغرض شیطان کی حکومت اکثر جگہ قائم ہے شرک کے خانہ برانداز تفرقوں اور عبادتِ شیطان کے فارق الناس سوس نے بنی نوع انسان کے اندر وہ خست لال عظیم برپا کر رکھا ہے کہ پوری نوع کی ہلاکت سروں پر منڈلاتی نظر آ رہی ہو! اَنْ يَتَّخِذَ مِنْ هَبْطِكُمْ وَبَارَاتٍ يَخْلُقُ جَدِيدًا (فاطر) کا ہولناک سماں قریب کھائی دے رہا ہے! سفلی مخلوقات کی ہر نوع کے افراد کے مابین ایک غیر منقطع امن ہے، وہ سب کے سب آپس میں متحد و متفق العمل ہیں مگر انسان ایک نوع ہو کر

ایک دوسرے کو کاٹ کاٹ کر کھا رہے ہیں، ادنیٰ مخلوق کی ہر امت کا ایک مذہب، ایک راہِ عمل، ایک ملک ایک رہنمائے اعظم ہے، مگر یہاں ایک نوع میں ہزار در ہزار امتیں، ہر طرف ایک علمیہ رہنما، ہر جگہ ایک نیابت، اور گمراہ فطیری، اور خمیری کا جگمگا ہے! ظہر الفساد فی الدنیا والآخریہ بِمَا كَسَبَتْ اَیْدِی النَّاسِ لِنَفْسِیْ لَیْذِیْ بَعْضُ الَّذِیْ عَمِلُوا الْعَالَمُ یَرْجَوْنَ۔ قُلْ سِیِّئُوا فِی الْاٰخِرِ قَانِظُوا كَيْفَ كَانَ عَاقِبَةُ الَّذِیْنَ مِنْ قَبْلِ، كَانَ اٰذُهُمْ مُّشْرِیْئِیْنَ (روم)۔ الغرض یہ سب کچھ عبادتِ شیطان کا ظور ہے، اُس معلوم ملکوت کی ادنیٰ کافرمانی ہے ورنہ نبی آدم و حوا حقیقت ایک ہی امت ہیں: كَانَ النَّاسُ اُمَّةً وَّاحِدَةً (مائدہ)، ایک نوع، ایک نسل، ایک مصدر، ایک ابجد، ایک تقویم، ایک خدا اور ایک ہی کافر سرکاری رعیت ہیں۔ شیطان کا تعبد اور خدا سے برکشتگی لاکھ ہوتی رہے مگر اُس چارہ فرمایا ہے جان اور بدیع زمین و آسمان نے بھی انسان کا ڈھانچا تیار کرتے وقت پہلا معنوی عہد جو اسکی جبلت اور طبیعت پر لیا یہی تھا کہ اس دنیا کے اندر خوش اسلوبی اور زور سے رہنے کا صراطِ مستقیم ہی ہے کہ شیطان سے تعبد قطعاً نہ ہوئے پائے، جس کی مخلوق ہو، اُسی کے حکموں پر چلنا تمہاری فطرت میں داخل کر دیا ہے، اُس بتائے کون و مکان نے یہ بات تمہاری ہیبت اجتماعی کی ہر ممکن حالت تمہاری چال ڈھال، تمہاری سیرت اور چلن، تمہارے انداز معاشرت، تمہارے تمدن، تمہاری تکوین میں نہیں بلکہ تمہارے بقا و فنا کے ہر شعبہ سعی و عمل میں رفا و اذل سے رکھ دی ہے کہ غیر خدا کی ملازمت سرے سے نہ ہو:

اَلَمْ اَعْمَدُ لَیْكُمْ یٰۤاٰدَمَ اَنْ لَا تَعْبُدُوا الشَّیْطٰنَ اِنَّهٗ لَکُمْ عَدُوٌّ مُّبِیْنٌ ۚ وَاَنْ اَعْبُدَ لَیْ فِیْ هٰذَا صِرَاطٌ مُّسْتَقِیْمٌ ۚ وَاَقَدْ اَخْلَصْتُ لَکُمْ جِلَیًّا لَّا کُفْرًا ۚ اَلَا لَکُمْ تِلْکَ نُوَّالْتَعٰوِلُوْنَ (ہود)۔ توحید تمہاری مٹی میں خمیر کی گئی ہے۔ تمہاری طبیعت اور جبلت میں مختل ہے۔ جس نے تمہیں پہلے دن بنایا تھا اُس نے اپنی ملازمت کے عنصر کو تمہارے ہیو میں گوندھ دیا تھا، اُس کو بناتے وقت اس قدر سوچ ضرور تھی کہ یہ سرکشی کا پتلا اور آگ کا پر کالا، یہ خود رائے اور صاحبِ مضغہ گوشت، یہ کبر و ادعا کا نطفہ منی، یہ انانیت اور شیطنیت کا پیکر کبر، یہ صاحبِ ست و قدرت، یہ اوصافِ خدا کا مجسمہ صغیر ہے زمین پر پر کبر اس قدر شیطنیت یا اس قدر کبر پائی نہ کرتا پھرے کہ خدا کی خدائی سے نکل باہر ہو، اُس کے

دارہ عبودیت کو مسترد کر دے، جس جس رنگ میں روئے زمین پر یہ اپنا اجتماع و استعمار کرتا پھرے گا، رب زمین و آسمان کے قانون کی پابندی، اس کے حلقہ عبودیت کے اندر ہو کر رہنا اس کے ہر کہ و مہر پر، شاہ و گدا پر، مطیع مطاع پر، مرید و مراد پر، کبیر و صغیر پر، جن و انس پر فرض رہیگا: (وَمَا خَلَقْتُ الْجِنَّ وَالْإِنْسَ إِلَّا لِعِبَادَتِي) (ذاریات)۔ اگر اس تعبد سے منکک اس نے شیطان کی ملازمت اختیار کی، توحید سے برگشتہ ہو گیا، زمین و آسمان کے اس عالم آرا اصل اصول سے عملاً بگڑ بٹھا تو کچھ پرواہ نہیں، اس کی جبلت میں یہ بات پہلے سے مولیت رکھ دی گئی ہے کہ اس خصوصیت کے ہوتے ہوئے اس کی اس زمین پر کچھ وال نہ گل سیکے شکست اور انتشار کے جہنم میں پڑا جتا رہے گا، فقر و فلاس، و اماندگی اور بیچارگی، محکومیت اور جوتیاں، چیتھرے اور جوئیں، قحط اور وبائیں، ہر آن اس کے دامن گیر رہا کرینگے، مَا هُمْ بِمُخَارِجِينَ مِنَ النَّارِ (بقرہ) کا منظر قدرت پیش پیش ہوگا، لَا مَلَكٌ جَهَنَّمِ مِنَ الْجِنِّ وَالْإِنْسِ أَجْمَعِينَ (ہود) کا قول پورا ہو کر رہے گا، یہاں ہر جماعی جہنم اور آگے چل کر ایک ایک غلط کار کو آخری جہنم نصیب ہوگا! موجود زمین و آسمان ہو کر مجھ سے یہ توقع رکھنا کہ میں نے اپنی ملکیت کے اندر انسان کو اپنے سے محض جو تعلق پیدا کیا ہے، یا اس کو ہولے سے مختار بنا کر اپنا اختیار کھو دیا ہے محض عبث اور طفل تسلیاں ہیں! شیطان کا اگر اس زمین پر غلبہ ہے تو یہ بھی میری مشیت اور قضا سے ہو رہا ہے، یہ بھی میری ہی قانون فنا کی ایک شق ہے، میری ہی امتحان پسند عادت کا ایک کرشمہ ہے، میری ہی سعی طلب طبیعت کا تقاضا ہے تاہم اس زمین و آسمان کی حدود کے اندر ہر اگر کوئی قانون بقا و حیات جاری ہے تو وہ خالصہ میری ہی عبادت ہے، توحید اور صرف توحید ہے! میں آقا ہوں، موجود اور صورت ہوں، لیکن مومن اور مہمین بھی میں ہی ہوں، اپنی ہی عبادت پر اس کا رخانے کی بنیاد رکھنا میرا حق ہے، اور میری مخلوق ہو کر میری حدود و ملکیت باکسری کو مفر نہیں: يَمْحَشُرُ الْجِنَّ وَالْإِنْسَ إِنْ اسْتَطَعُوا أَنْ تَنْفُذُوا مِنْ أَقْطَارِ السَّمَوَاتِ وَالْأَرْضِ فَانْفُذُوا وَلَا يَنْفُذُونَ إِلَّا بِسُلْطَانٍ (رحمن) یہی توحید انسان کا وہ واحد و یکتا ہے کہ وہ ایک صراط مستقیم، ایک اصل اصول، ایک اساس کار، ایک بن حنیف، ایک فطرت ہے جس پر سب انسانی مجبور بلکہ مجبور ہے، اس خدا و افطرت میں رد و بدل کا ہر گنا

حَمَانِیْن : قَاْفَرٌ وَجَهَكَ لِلدِّیْنِ حَنِیْفًا، فَطَرَبَتْ اللّٰهُ الَّتِیْ قَطَرَ النَّاسَ عَلَیْهَا، لَا یَبْدِلُ یُخْلِقُ اللّٰهُ ذٰلِكَ الدِّیْنُ  
 الْقَیْمُ وَلَٰكِنْ أَكْثَرُ النَّاسِ لَا یَعْلَمُوْنَ (۳۰ روم)۔ اس مضبوط اور محفوظ کارخانے کی بنا قسط و عدل پر ہے، اس میں جو بات  
 ہو رہی ہے **قانون** کے ماتحت ہو رہی ہے، جو نعمت، جو انعام، جو امن جہاں کہیں مل رہا ہے میری ہی ابتداء و  
 اور میری ہی خوشنودی کے باعث مل رہا ہے، اظلم اور استبداد سے قطعاً کچھ نہیں ہوتا، پس جہاں کہیں میری رحمت کا  
 موسلا دار مسند برس رہا ہے، جہاں یُنْزِلُ السَّمَاءُ عَلَیْكَ مِزْرَارًا کاساں موجود ہے، جہاں یَزِدُّكَ قُوَّةً (۱۱) اِلٰی  
 قُوَّةٍ نَّكَوْكَ کا وعدہ پورا ہو رہا ہے، یَزِدُّكَ بِالْاَمْوَالِ وَبِالْبَنَیْنِ کے انعام مل رہے ہیں، جہاں لَا تَكُوْنُ اَمِنْ قُوَّةٍ وَفِیْهِ حَیْثُ  
 اَنْجِلُوهُمْ ہے، اَنْعَمْتَ عَلَیْهِمْ کا منشور ضروری نافذ ہے، جہاں استخلاف فی الارض کا عطیہ عظمیٰ ہے، وراثت زمین کی  
 موصیّت کبر ہے، الغرض جہاں کسی قوم میں قوت اور زور ہے، امن اور قیام ہے، موت اور ہلاکت میں بہت کچھ  
 ڈھیل ہے۔ وہیں توحید باقی ہے، وہیں صحیح معنوں میں میری عبادت ہو رہی ہے، میرے قانون پر سچا  
 عمل ہے، میرے آئین کا صحیح علم ہے، میری منشا کی سچی درک ہے، میری صحیح معرفت ہے، وہیں  
 صراط مستقیم ہے، وہیں اسلام ہے، وہیں مستند پر سچا ایمان ہے، (وَالَّذِیْنَ اٰمَنُوا وَعَمِلُوا الصَّالِحَاتِ  
 وَآمَنُوا بِمَا نُزِّلَ عَلٰی مُحَمَّدٍ وَهُوَ الْحَقُّ مِنْ رَبِّهِمْ كَفَّرَ عَنْهُمْ سَيِّئَاتِهِمْ) وَأَصْلَحَ بَالَهُمْ فَلَاکَ یَا اَیُّهَا الَّذِیْنَ کَفَرُوا  
 اتَّبِعُوا الْبَاطِلَ وَآلَ الَّذِیْنَ اٰمَنُوا اتَّبِعُوا الْحَقَّ مِنْ رَبِّهِمْ کَذٰلَکَ یَضْرِبُ اللّٰهُ لِلنَّاسِ اَمْثَالَهُمْ (عنک) اُسکے لئے  
 ہوئے قرآن پر ایمان ہے، انبیاء کی لائی ہوئی الکتب پر ایمان ہے، توراۃ اور انجیل پر ایمان ہے، زبور  
 اور تلمود پر ایمان ہے، وہیں شیطان کی عبادت کم ہے، وہیں بُت کم بیچ رہے ہیں، شرک کم ہے، کفر کم ہے  
 جہاں کوئی قوم مغضوب علیہ ہو رہی ہے، اُس پر سیر اور دناک عذاب نازل ہو رہا ہے، اُسکے ملک یک بیک  
 چینی جارہے ہیں، اُس پر سیر غیظ و غضب کا متوجہ و جوش مار رہا ہے، وہیں عبادت شیطان جاری ہے، وہیں  
 توحید قطعاً نہیں، وہیں اَنْعَمْتَ عَلَیْهِمْ کا صراط گم ہو چکا ہے، کَانَ اَکْثَرُهُمْ مُّشْرِکِیْنَ (۲۸ روم) کے مصداق بن چکے  
 ہیں، وہیں شرک قطعاً ہے، کفر قطعاً ہے، مجھ سے انکار قطعاً ہے، محمدؐ سے انکار قطعاً ہے! قول میرے نزدیک



کچھ شے نہیں، عقیدے اور رسمیں کچھ شے نہیں، عیسائی اور موسائی، کرسنوی اور محمدی بننا کچھ شے نہیں، یہ بھی ایک بُت پرستی ہے، جگو چوڑ کر میرے بندوں کو پکڑتا ہے، قانون خدا اور امر رب العالمین سے جدا ہو کر کسی رسمی اور شرعی مذہب کے نواہر کچھ شے نہیں، نماز کی رکعتیں قانون سے الگ ہو کر کچھ شے نہیں، حج کے مناسک کچھ شے نہیں، جو شے میرے نزدیک مقبول ہے وہ توحید پر عمل ہے، ہر نوع عمل پر، ہر لحاظ پر، جو عمل کر رہا ہے، وہی میرے نزدیک مسلم ہے، وہی مومن ہے، وہی محمد کا سچا پیرو ہے، وہی بخوفِ خطر ہے، میں نے نوح و ابراہیم کی رسمی اُمتیں ہلاک کر ماریں، موسیٰ کی اُمت کو رسوا کر دیا، لوط، شعیب صلح، ہود، سب کی شرعی اُمتوں کی بھنگ تک باقی نہیں رکھی، وَكَمْ اَھْلَكْنَا قَبْلَهُمْ مِنْ قَبْلِهِ هَلْ اَرٰی مِنْهُمْ مِّنْ اٰیٰتٍ اَوْ لَقِیْہُمْ لَھُمْ دُکُوٰۤا۟ عَرٰیۡمٌ، یہ اس لیے کہ وہ سب کی سب مجھ سے بگڑ بیٹھی تھیں، مَا كَانَتْ اَكْثَرُھُمْ مِّنْ مُّیْنٍ۔ (اعراف) کی مصداق بن چکی تھیں، اب محمد کی اُمت کو ہلاک کرنے میں مجھے کیا شرم ہے یا منہ سے تین خدا کہنے والی لیکن توحید پر عمل کرنے والی اُمت کو زبردستی کرنے میں کیا عار ہے۔ مسلمان اور اسکا اٹھا کر کیا نسل انسانی کا تختہ الٹ کر اس بہتر اور قائم تر نسل کو لا بٹھانے میں کیا دیر ہے قَالَ مُوسٰی اِنْ نَّكَحْتُمُوْا اٰتَتْکُمْ مِّنْ فِیْہِ الْاَرْضُ جَمِیْعًا اَنْتُمْ لَا تَعْلَمُوْنَ۔ (ہود)۔ میں قاسط اور عادل، بے نیاز اور بے پڑا خدا ہوں، بادشاہوں کا بڑا بادشاہ ہوں، میرے ہاں وہی قوم بے خوف و خطر ہے جو توحید پر عامل ہے، جو شیطان کی ملازمت کو قبول نہیں کرتی، اُسکے فوری جبر کو، اُسکی نقد تنخواہ کو کوشش نہیں مانتی، جسکو میرے نیے، میرے اُدھار، میری یومِ آخرت کو دیکھانے والی تنخواہ پر اعتماد ہے۔ قولی مسلمان یا شرعی ایمان دار رسمی یہودی یا اسی نصاریٰ، گبر و برہمن، وغیرہ وغیرہ میرے نزدیک کچھ شے نہیں، جو جس قدر عمل کر رہا ہے، اُس قدر میرے ہاں سے اُجرت لے رہا ہے، اسی قدر وہ قوم اس دنیا میں بے خوف و خطر ہے، اسی قدر غالب اور ستمگر فی الارض ہے اِنَّ الَّذِیْنَ اٰمَنُوا وَالَّذِیْنَ هَادُوا وَالنَّصَارَیَ وَالْمَجِیْسیْنَ مِنْ اٰمَنَ بِاللّٰهِ وَالْیَوْمِ الْاٰخِرِ وَعَمِلُوا صَالِحًا فَلَهُمْ اَجْرُھُمْ عِنْدَ رَبِّھُمْ وَلَا خَوْفٌ عَلَیْھُمْ وَلَا ھُمْ یَحْزَنُوْنَ۔ (ہود)۔ میری اُجرت شیطان کی اُجرت کی طرح فوری، غارضی، اور

تباہ کن نہیں وہ جس کو مل رہی ہے اُس کو اس زمین پر کسبِ ربانی اور جبروتِ حاصل ہے !

پس اس کارگاہ کسبِ عمل کے اندر اگر کوئی شخص کسی مفید جماعت میں تہا کو پیش نظر رکھ کر لڑاں جہیل ہے !

تو وہ از روئے قرآن خدا کا عابد ہے۔ جو قوم تکلیف اٹھا کر اپنے آپ کو بہتر بنا رہی ہے وہ فی الحقیقت توحید پر چل

رہی ہے۔ جو کابل اور بے عمل ہے وہ مشرک ہے، منکر خدا ہے، عابدِ شیطان ہے۔ جو کام کر رہی ہے وہ حلقہ

عبودیت میں شامل ہے۔ جو کہہ رہی ہے وہ کچھ نہیں۔ جہاں جہاں جو کچھ سعی و عمل ہو رہا ہے، خدا کے قانون کو

مانکر اور شیطان کو مسترد کر کے ہو رہا ہے۔ توحید کا اصل اصول فی الحقیقت اَنْ لِّیْسَ لِلّٰہِ شَکَکَ اَکَ مَا سَعٰی (۱) ہی کو

تسلیم کرنا ہے۔ یہی خدا کو ماننا اور شیطان کو زیر کرنا ہے، یہی عبادتِ ہی، یہی توحید ہے، شیطان کی ملازمت کی اصل

بنیاد فوری آرام اور آخری تکلیف ہی، خدا کی خدمت کا اصل اصول فوری تکلیف اور آخری آرام ہے۔ نہیں بلکہ

جس عمل میں آخری آرام نہیں، جس کا انجام نیک نہیں، جس کا پیش نہاد اُمت کی بہتری نہیں، جو آپ نامنظم اور

بے سلیقہ ہے، جس سے کچھ قوت حاصل نہیں ہوتی، جو رکھ کے ڈھیر کی مانند پریشان ہو جانے والا ہے وہ بجائے

خود کفر ہے، بڑی سے بڑی گمراہی ہے، مَثَلُ الَّذِیْنَ کَفَرُوْا اَمْثَلُ اَمْثَلًا اَشَدَّ بِہِ الرَّجْمُ ذَرٌّ وَّ عَاصِفٌ کَیْفَ لَکَ

وَمَا کَسَبُوْا عَلٰی شَیْءٍ مِّنْ ذٰلِکَ ہُوَ الضَّلٰلُ الْبَعِیْدُ (۲)۔ خدا کا منکر، اُس کے قانون کا منکر، اُس کے منظم اور رب

زمین و آسمان کا منکر، اُس کے شمس و قمر کا منکر، اُس کی رکھی ہوئی میزان کا منکر فی الحقیقت وہ شخص ہو جو ایک سعی و سبیل

کر رہا ہے، جسکی کوشش اس دنیا کے اندر کچھ ٹھکانے نہیں لگی، جسکی لگت دوسے کچھ نتیجہ نہیں نکلتا، جو ایک حقیقت

اور باطل شے کے درپے ہو: الَّذِیْنَ کَفَرُوْا وَ اتَّبَعُوْا الْبَاطِلَ وَاِنَّ الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا لَاتَّبَعُوْا الْحَقَّ مِنْ رَبِّہِمْ وَاِنَّہُمْ لَعَلٰی

سراب کے پیچھے لگا ہے، پانی سمجھ کر لپکتا ہے مگر پانی نہیں پاتا، ظن و وہم کی دامیوں میں سرگردان ہے اور بے نتیجہ

عمل کر کر کے دکھ اٹھا رہا ہے: وَاَلَّذِیْنَ کَفَرُوْا اَعْمٰلُہُمْ کَسْرًاۤیۡبٌ یَّقْبَعُوْنَ یَحْسَبُوْنَہُ الطُّمَآنُ مَآءٌ ۚ حَتّٰی اِذَا اُنْجَیْ

لَہُمْ یَحِیْدُوْنَ شَیْئًا وَّوَجَلَ اللّٰہُ عَنْہُ فَوْقَہُ حِیْسَابُہٗ وَاَللّٰہُ سَرِیْعُ الْحِسَابِ (النور)۔ عبادت کا خدائی مفہوم خدا کے اس

آخری کلام میں اس قدر وسیع اور عالم آرا ہے، کفر کا اتنی اطلاق استعدنا مقید اور مطلق ہے، توحید کا قرآنی مقصود

استقدر لغتِ رسد نتیجہ خیز، استقدر رخصتِ مزہ اور بھار آمد ہے کہ جہاں کہیں اس دنیا کے اندر کوئی مستقل بہتری کی صورت پیدا ہو رہی ہے، جہاں کچھ کامیابی اور کامرانی کے سامان جمع ہو رہے ہیں، کوئی تکلیف، کوئی تنگدہ، کوئی شیطان سے انکار اس بنا پر ہو رہا ہے کہ انسان کی ہیئت اجتماعی کی حالت بہتر بنے، کچھ قوت اور زور حاصل ہو، کچھ بادشاہت زمین پر، عزت اور غلبہ ہو، ارتقا اور بقا نصیب ہو، وہیں عبادتِ خدا کا شائبہ قطعاً ہے، وہیں ایمان کا شائبہ قطعاً ہے، وہیں توحید کا عمل ضرور ہے، وہیں بت کم ہیں، شیطان کا کم غلبہ ہے، وہیں ایمان باللہ ہے۔ جہاں نامراد می ہے، وہاں کفر قطعاً ہے، خدا سے انکار قطعاً ہے، شیطان کی عبادت قطعاً ہے (وَالَّذِينَ آمَنُوا بِالْبَاطِلِ وَكَفَرُوا بِاللَّهِ أُولَٰئِكَ هُمُ الْخَسِرُونَ) (عنکبوت)۔ جہاں کوئی قوم ناکامیاب ہو رہی وہاں خدا سے اعراض ہے، اُسکے قانون سے اعراض ہے، کسی ماسوا کی عبادت ہو رہی ہے، کچھ شیطان سے لگا رہی ہے، وَالَّذِينَ يَدْعُونَ مِنْ دُونِهِ لَا يَسْتَجِيبُونَ لَهُمْ شَيْءٌ إِلَّا كِبَاسٌ كَفَيَهُ إِلَىٰ الْمَلِكِ لِيَبْلُغَهُ فَالَهُ وَمَا هُوَ بِالْعَمِیْهِ وَمَا دَعَا الْكُفْرَانِ إِلَّا فِي ضَلَالٍ رَّعْدًا۔ کفر اور توحید کا صحیح معیار اس دنیا کے اندر قائم ہے کہ جو بت اور مومن قوم بہ نفع غالب ہے، بہر حال ترقی کر رہی ہے، اُسکی دولت اور حکومت، عزت اور اقتدار سب کچھ بڑھ رہے ہیں، جماعت کی کثرت ہو رہی ہے، جنات اور اثمار مل رہے ہیں، نئی قوموں پر حکومت مل رہی ہے، الغرض وہ منعم لم یزل اُس سے بحیثیت مجموعی راضی ہے، وہ بھی خدا سے راضی ہیں، اور جن تک عبادتِ خدا کا دھبہ نہ ہوگا اس دنیا کے اندر ان کا فلاح پاتے رہنا ایک طے شدہ امر ہے: رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمْ وَرَضُوا عَنْهُ أُولَٰئِكَ حِزْبُ اللَّهِ أَلَا إِنَّ حِزْبَ اللَّهِ هُمُ الْمُفْلِحُونَ (جاد)۔ شیطان کی عبادت اور خدا سے اعراض کرنے کا اس دنیا میں رسوا اور ذلیل ہو کر رہنے سے استقدر گہرا اور طبعی تعلق ہے کہ کافر قوم کی زندگی بہ نفع چارپایوں اور موشیوں کی زندگی ہے، بیگار اور بار برداری کی زندگی ہے، محکومیت اور بیچارگی کی زندگی ہے، افلاس اور آہ و بکا کی زندگی ہے، لیکن مومن کے لیے بہ نفع جنات زمین ہیں، بادشاہت اور عزت ہے، قوت اور امن ہے: إِنَّ اللَّهَ يَدْخُلُ الَّذِينَ آمَنُوا وَعَمِلُوا الصَّالِحَاتِ جَنَّاتٍ تَجْرِي مِنْ تَحْتِهَا الْأَنْهَارُ وَالَّذِينَ كَفَرُوا يَتَمَتَّعُونَ وَيَأْكُلُونَ كَمَا تَأْكُلُ الْأَنْعَامُ

وَالْكَافِرُ مَتَّوًى تَهْوُوهُ رِيحًا - کافر کا ہر جگہ اور ہر نوع منہ کالا ہے، مومن کو ہر جا اور ہر حال نشہ نصیب ہے، نہیں ہنست و نصرت کی طرف اقدام کر کے اپنے آپ کو غالب کر دینا ہی عین ایمان ہے، عین عبادت اور نری توحید جو اگر زرت علیہ الرحمۃ نے یزدان اور اہرن کو اس دنیا کے اندر دو بڑی طاقتیں مانا تھا، اگر اُس نے لوگوں کو اہرن کی شکست انگیز طاقت اور یزدان کی خیر فیر قوت کی طرف متوجہ کر کے رب ہیشال کے بقا و فنا کے اس پس پر قانون آگاہ کرنا چاہا تھا تو اس کا پیش نہاد بھی ساکنان زمین کی اسی توحید اور تہذیب خدا کی طرف بلانا تھا، جن لوگوں نے اسکی تعلیم کو "وحدانیت" کے منافی یا "دو خداؤں کے منوانے والی" سمجھا ہے انکی جہالت پر جقدر ماتم کیا جائے کم ہے! جس قوم نے اس دنیا کے اندر شیطان کی برباد کن قوت کو تسلیم نہیں کیا، جو اسکو ہر لحظہ اپنا کھلا دشمن سمجھ کر اُس سے فی الجملہ محنت نہ نہیں رہے انہوں نے فی الحقیقت توحید کی حقیقت کو کچھ نہیں سمجھا!

اگر عہد حاضر کے مسلمان قرآن حکیم کے ان قطعی اور عام محاکموں کو نظر تعمق سے نہیں دیکھتے، اگر آج انکو تین خدا کہنے والے نصرانی کی دنیاوی خوشحالی کا خوشنودی خدا اور عبادت رب یا توحید اور ایمان پر محمول کرنا ایک انکسہ نہیں بھاتا، اگر وہ آج اپنی ہر مصیبت کو "ابتلاء" اور دوسروں کی ہر جت کو "بلا" سمجھ کر مکر کی نیندیں لے رہے ہیں اور خداؤں میں آسمان کو العیاذ باللہ مشرق کا کوئی لائبالی اور مستبد، کوئی بے اصول اور بے قانونا تو اب جھک کر انکی قسمت پر شکر بیٹھے ہیں تو بیٹھے ہیں مگر انکس ہو ہو کر ان کا اس حقیقت سے انکار کرنا، مالک شمس و قمر اور خالق زمین و آسمان کو "ظَلَامٌ لِّلْعَبِيدِ" سمجھنا، اُسکے دیئے ہوئے انعاموں کو بلا استحقاق اور اسکی بھیجی ہوئی عقوبت کو بلا وجہ سمجھنا، اسکی مشیت کو "گہ بے سلامے بخت بد و گہ بد شمنائے خلعت و ہنہ" کا مصداق یقین کر کے قسمت اور تقدیر کو پیٹتے رہنا فی الحقیقت وہ آشوب چشم اور وہ سودائے سربے جسکا علاج موت کے سوا کچھ نہیں۔ قرآن حکیم کے مطالعے کے بعد کفر اور ایمان، عبادت اور توحید، فتح و شکست کے منتقم میرا یہ فیصلہ سقاہر حکمی اور قطعی ہے کہ زمین کی بڑی سے بڑی مخالفت بھی مجھے اس عزم میں کمزور نہیں کر سکتی۔ مجھے یقین ہو چکا ہے کہ مذہب اسلام اس دنیا میں قوت اور زور سے رہنے کا واحد اور سچا طرز عمل ہے، توحید اس مقام محمود پر پہنچنے کا واحد اور موثر اور آسان۔

اس سطح زمین پر تو مندر بن کر رہنے کی سچی اور کمری سیاست ہے۔ انسان کے ہر لمحہ عمل میں اس طرح شامل اسکے ہر اسلوب کار میں اس طرح داخل، اسکے قانون مدو جب سر کی وہ شرط لائیٹنگ، اسکے بقاد و دام کی وہ علت اولیٰ، اسکی بہبودی اور خوشحالی کی وہ محرک اعلیٰ ہے کہ اسکو انسان کے کسی فعل حسن سے جدا کرنا ناممکن ہے، نہیں بلکہ میری نظروں میں اگر سوچ اپنے وقت پر زور چڑھتا ہے تو اسی توحید کے زور پر، اگر چاند کی منہ لیں مقرر ہیں اور وہ انکو نباہ رہا ہے تو اسی توحید کے زور پر، اگر نجم و شجر روز آفرینش سے اپنے مقررہ فرائض کو ادا کر رہے ہیں اور ایک سرسبز اور ہر اہر نہیں مٹتے تو اسی عبادت خدا کے زور پر (وَلِلّٰهِ يَسْجُدُ مَا فِي السَّمٰوٰتِ وَمَا فِي الْاَرْضِ مِنْ دَابَّةٍ وَالْمَلَائِكَةُ وَهُمْ لَا يَسْتَكْبِرُوْنَ۔ يَخَافُوْنَ رَبَّهُمْ مِنْ فَوْقِهِمْ وَيَفْعَلُوْنَ مَا يُؤْمَرُوْنَ)۔ (دعۃ ۱)۔ اگر داتا اور ملائکہ اپنا اپنا کام کر رہے ہیں تو اسی خوف خدا کے زور پر۔ یہ ہر ایک کا اپنے فرض کو مقررہ وقت پر اور بے تردد و بدل ادا کرنا ہی انکی مسلاۃ ہے، یہی انکی تسبیح اور سجدہ ہے، یہی کُلِّ قَدْ عَلِمَ صَلَاتَهُ وَتَسْبِيحَهُ (النور) کا صحیح مفہوم ہے، یہی وَإِنْ مِنْ شَيْءٍ اِلَّا اَلَيْسَ لَہٗ بِحِجَابٍ وَّلٰكِنْ لَا تَفْقَهُوْنَ تَسْبِيحَهُمْ (ہی اسئل) کا صحیح تفقہ ہے۔ پس جب اس زمین و آسمان کا سامان نظم و نسق اسی توحید کے زور پر ہے تو انسانی امتیں بھی جہاں کہیں ابھر رہی ہیں اسی وحدت کے زور پر ابھر رہی ہیں جس قوم اور گروہ میں نظم و نسق قائم ہے، جس میں ہر شخص اپنا مقررہ فرض ادا کر رہا ہے، سب کا معاون اور سب مستحق ہے، سب کا ایک صراطِ مستقیم، ایک راہِ عمل، ایک قانون، ایک میزان ہے، نہیں جو قوم یا گروہ اس سطح زمین پر اس طرح عمل کر رہا ہے کہ اُس کا عمل اسکو بہتر اور طاقتور بنا رہا ہے اُس میں توحید قطعاً موجود ہے، اُس میں ایمان باللہ موجود ہے، اُس میں خشتِ خدا موجود ہے، اسلام موجود ہے، دسواں یا ہزارواں حصہ موجود ہے، مگر ایک شائبہ قطعاً موجود ہے: (وَالسَّمَاءَ رَفَعَهَا وَوَضَعَ الْمِيزَانَ ؕ اَلَا تَطَعُوْنَ اِلَیَّ الْیَوْمَ)۔ (رحمن)۔ اسلام کے مذہب عمل کو کسی خاص فتنہ یا گروہ کی تخصیص نہیں۔ یہی اسلام ابراہیم اور موسیٰ اور لوط اور شعیبؑ وغیرہم علیہم السلام کی ہلاک شدہ امتوں سے پے درپے نکل کر قرن اولیٰ کے عرب و عجم تک پونچھا تھا، ایک نے نکل کر دوسری میں اور دوسری سے تیسری میں ودیعت ہوا تھا، اور اگر یہی اسلام ہم سے نکل کر کسی دوسری امت میں چلا گیا ہے تو یہ امر خدا کے نزدیک

کچھ مستبعد نہیں: وَلَئِنْ شِئْنَا لَنَذْهَبَنَّ بِالَّذِي أَوْحَيْنَا إِلَيْكَ ثُمَّ لَا تَجِدُ لَكَ بِهِ عَلَيْنَا وَكِيلًا إِلَّا رَحْمَةً مِنَّا وَكَرَامًا ۚ إِنَّ فَضْلَهُ كَانَ عَلَيْكَ كَبِيرًا (ذی سرائل)

ہں جو قوم توحید کی اس نعمت اور نتیجہ خیر صحت کو پیش نظر رکھ کر اس دنیا کے اندر پیہم عمل کر رہی ہے جو شیطان کو اپنے اعمال کا پیہم خرب اور خدا کو افعال انسانی کا پیہم مصلح سمجھ کر اس کے تکلیف دہ احکام پر عمل کرتے رہنا اپنی زندگی کا واحد منہمائے حیات سمجھتی ہے، جو توحید کو فطرت انسانی کا سب سے بڑا عنصر تصور کر کے حصول نعمت کے اس بال سے سوا باریک اور بلوار سے سوا تیز صراط مستقیم پر بھڑم چل رہی ہے، جن کا مرنا اور جینا، اٹھنا اور بیٹھنا خالصتہً اسی توحید کو پیش نہاد بنا کر ہو رہا ہے، جن کی الصلوٰۃ اور الزکوٰۃ میں جن کے الصوم اور الحج میں قانون خدا اور امر رب العلمین کی سچی متابعت ہی، جس کے ہر فعل و عمل میں کسی نہ کسی بُت کو توڑنا ہے، کسی طاغوت کو کسی دلفریب تصویر کو، کسی تاب گسل و شن کو، کسی دل آرام سنم کو دل سے محو کرتے رہنا ہے، اس جو ہمتیں ہر آن اور ہر لحظہ اس امر کے رہے ہیں کہ شرک کا قاطع حیات شاہد ان کے اعمال سے حتی الوسع دور ہونا ہے، وہی آج اس لاشریک خدا کے ہر پوچھنے والوں سے انعام پا رہی ہیں، وہی آج اَنْعَمْتَ عَلَيْهِمْ دُعا کی مصداق ہیں، وہی صحیح معنوں میں صالح اور عابد ہیں، انہی کو آج وراثت زمین کا بے مثال انعام مل رہا ہے اُنہی کو فِي الدُّنْيَا حَسَنَةٌ ہے، اُنہی کی آخرت بھی بہر حال درست ہے، قُلْ اَتَقِي هَذِهِ رِيقِي اِلَى صِرَاطٍ مُسْتَقِيمٍ دِينًا قَبِيْلًا مَّا مَلَآَتْ اَبْهَامٌ حَنَفًا وَمَا كَانَ مِنَ الْمُشْرِكِيْنَ۔ قُلْ اِنْ صَلَاتِي وَنُسُكِي وَمَحْيَايَ وَمَمَاتِي لِلّٰهِ رَبِّ الْعَالَمِيْنَ ؕ لَا شَرِيْكَ لَكَ وَبِذَلِكَ اُمِرْتُ وَاَنَا اَوَّلُ الْمُسْلِمِيْنَ (انعام) اِنْ اِبْرٰهِيْمَ كَانَ اُمَّةً قَانًا لِلّٰهِ حَنِيفًا وَاَلَمْ يَكُنْ مِنَ الْمُشْرِكِيْنَ ؕ شَاكِرًا لِّاٰلِهٰتِهِ اِخْتَبَاهُ وَهَدَاهُ اِلٰى صِرَاطٍ مُسْتَقِيْمٍ وَاَنبَيَاۡهُ فِي الدُّنْيَا حَسَنًا وَاَلَمْ يَكُنْ فِي الْاٰخِرَةِ مِّنَ الصّٰلِحِيْنَ ؕ (زلزال)۔ انسانی اعمال میں شرک کے جزو قلیل کا آجانا بھی فی الحقیقت عظیم عظیم ہے کہ اس سے قومیں چشمِ نون میں تباہ ہو جاتی ہیں۔ پوری امت کے اعمال چند سوئروں کے اند خانہ برانداز ہو جاتے ہیں، اعضا میں سستیاں اور ذہنوں میں ویرانیاں میلوں اور صدیوں تک ڈیرہ ڈالے رہتی ہیں،

دل سخت ہو ہو کر وہ پتھر بن جاتے ہیں کہ پتھر بھی اُنکے سامنے مات ہو جاتا ہے، قلب کی سنگلاخ زمینوں میں موت انگیز برادیاں، وہ ہلاکت خیز ویرانے، وہ اعضا شکن خرابے پیدا ہو جاتے ہیں کہ سعی و عمل کی بالیدگی نام تک کو باقی نہیں رہتی؛ ثُمَّ قَسَتْ قُلُوبُكُمْ مِنْ بَعْدِ ذَلِكَ فَهِيَ كَالْحِجَارَةِ أَوْ أَشَدُّ قَسْوَةً وَإِنَّ مِنَ الْحِجَارَةِ لِمَا يُتَّقَىٰ مِنْهُ إِلَّا أَنْهُمْ لَا يَعْلَمُونَ وَمَا اللَّهُ بِغَافِلٍ عَمَّا تَعْمَلُونَ یہ سب اس لیے کہ شرک اتحاد اور عمل دونوں کا صحیح معنوں میں قاطع ہے، دونوں کو قوم کے ہر کہ و مہ سے نیست و نابود کر دیتا ہے، لوگ اپنے اپنے بتوں کو لیکر اُن میں مست ہو رہتے ہیں، کسی کو کسی سے کچھ رسم و راہ باقی نہیں رہتی! کوئی مال میں مست، کوئی اولاد میں لگن، کوئی پیروادیا میں مشغول، کسی نفیس حاکم، کسی کا حکم وقت خدا، کسی کو جاہ سے غرض، الغرض کوئی مشترک تعلق، مشترک خوف، مشترک طاقت دلوں کو مشترک حرکت دیکر اُن کو آپس میں متحد نہیں کر سکتی۔ کُلُّ حُزْبٍ بِمَا لَدَيْهِمْ فَرِحُونَ (دہم) کا سماں سب طرف بندھ جاتا ہے۔ اُمت کے اندر ملک ملک میں، شہر شہر میں، محلوں اور گروں میں، قریوں اور مکانوں میں، حتیٰ کہ ایک گھر کے مختلف افراد میں، باپ بیٹوں میں، ماں بیٹیوں میں، ماں جائے بہائیوں میں تفریق و تباہی کا ایک محشر ہوا ہو جاتا ہے! (وَلَا تَكُونُوا مِنَ الْمُشْرِكِينَ مِنَ الَّذِينَ فَرَّقُوا دِينَهُمْ وَكَانُوا شِيعًا كُلُّ حُزْبٍ بِمَا لَدَيْهِمْ فَرِحُونَ (دہم)۔ پیروں میں تفریق، طریق عمل میں تفریق، مذہب اور مسلک میں تجرؤ افراد و دیار میں تجرؤ، قوم کی تمام قوتوں کو بیکار کر دیتے ہیں۔ اپنے اپنے بتوں میں مشغول رہنے کے باعث ایک عارضی طمانیت اور فرحت تو فرد افراد و ضرور حاصل ہو رہی ہے مگر قوم کی بیخ و بن یا ایک اقل قلیل مدت میں اس ظلم عظیم کے باعث اکٹھا جاتی ہے! (كَالَّذِينَ لَا بَيْنَ لَهُمْ دِينًا وَهِيَ بَعْضُهُمْ فِي شِرْكٍ بِاللَّهِ إِنَّ الشِّرْكَ لَظُلْمٌ عَظِيمٌ (نن)۔ انسانی قلوب کے اندر توحید ہی فی الحقیقت وہ محرک اول ہے جو افراد کے مابین ایک اصلی اور ناطق، ایک اُتم اور قائم اتحاد پیدا کر سکتی ہے۔ یہ نفسانی ابھوا و اغراض کے بتوں کو کبیر توڑ کر سب کا ایک مشترک خدا کے اذن میں آجانا ہی اتحاد کا صحیح باعث اور توحید کی سچی تفسیر ہے۔ یہی وہ توحید



اور وہ ایمان باللہ ہے جسکا اٹل نتیجہ اس دنیا میں قوت ہو، زہد اور بادشاہت ہے، امن اور بقاء ہے، الَّذِينَ  
 اٰمَنُوا وَلَمْ يَلْبِسُوْا اِيْمَانَهُمْ بِظُلْمٍ اُولٰٓئِكَ لَهُمُ الْاَمْنُ وَهُمْ مُّهْتَدُوْنَ (انعام)، یہی سچی اور اصلی، دائم اور قائم  
 ہدایت ہے! روئے زمین کے تمام تر خزانے بھی صرف افراد کے جسموں کو چند لمحوں کیلئے جوڑ سکتے ہیں ان  
 میں ایک ناقص اور عارضی اتحاد عمل پیدا کر سکتے ہیں مگر دلوں کا سچا اتحاد توحید اور صرف توحید ہی سے قائم ہو سکتا  
 ہے! دو افراد آپس میں اس وقت تک صحیح معنوں میں متحد نہیں ہو سکتے جب تک کہ نفسانی اغراض کے متبلیی بت  
 پیہم نہ محو ہو رہے ہوں اور دلوں کے اندر ایک محرک اعلیٰ عملاً اور اصلثاً قائم ہو گیا ہو۔ جہاں سب بت  
 ٹوٹ چکے ہیں اور صرف خدا باقی رہ گیا ہے، وہاں وحدت اور موافقات، مسامتت اور ملاطفت اٹل ہو جس  
 قوم کے دلوں کا محرک شیطان نہیں رہا، اسکا موتف خدا کی سر ہے، اور اسکا ہر دشمن سے عہدہ برا ہونا اٹل ہو  
 وَالْفَ بَيْنَ قُلُوْبِهِمْ لَوْ اَنفَقْتَ مَا فِي الْاَرْضِ جَمِيعًا مَّا اَلْفَتْ بَيْنَ قُلُوْبِهِمْ وَلٰكِنَّ اِلٰهَ اَلْفَ بَيْنَهُمْ  
 لَآ اِلٰهَ غَيْرُ ذٰلِكَ ۚ يٰۤاَيُّهَا النَّبِيُّ حَسْبُكَ اِلٰهُ وَمَنِ اتَّبَعَكَ مِنَ الْمُؤْمِنِيْنَ (احزاب)۔ جہاں تفرقہ ہے وہاں طاغوت  
 سے تعبد قطعاً ہے، شرک قطعاً ہے، نہیں بلکہ جو قوم متحد ہے اُسکے افراد کے دلوں میں توحید بلاشبہ  
 قائم ہے! شیطان کی ملازمت سے عملاً انکار ہی خدا سے تعبد کا معنوی اقرار ہے، اور جس قوم کے  
 افعال روز و شب اس امر کے شاہد ہیں کہ اُس کا شیطان سے کچھ سروکار نہیں رہا، اُسکو خدا کی عابد نہ سمجھنا صرف لفظوں  
 کا بے پیر پھیر ہے۔ خدا کی نظروں میں نہ قوم اسکی کڑی آزمائش میں پوری اتر چکی ہے۔ شیطان کو عملاً مسترد کر چکی ہے  
 اُسکے حلقہ عبودیت میں داخل ہو چکی ہے کیونکہ اُسکے قانون کی معترف ہو، اُسکے حکموں پر غالب ہے، اُس کے  
 سوا کسی کو اللہ نہیں مانتی! یہی اصلی اور سچی توحید ہے! اس کا گاہ کسبِ عمل میں نہ انسانی سعی و عمل خدا کیلئے  
 ہے، نہ منہ سے اُس پناہ عالم کے مُقَرَّب بن کر اسکی شان میں اضافہ ہو سکتا ہے، یہاں تو جو کچھ ہے انسان کی انبی  
 بہتری کے لیے ہی، اگر اُسکے حکموں کی تعمیل ہو رہی ہے تو اپنی ہی بہتری اور خوشحالی کے لیے، اور اگر انکار ہو رہا ہے  
 تو اپنی ہلاکت کے لیے، اُسکی اپنی ذات کیلئے نہ یہ ہے نہ وہ ہو رہا ہے: وَمَنْ جَاهَدْ فَاِنَّمَا جَاهِدْ لِنَفْسِهٖ



اور کراہوں، نوحوں اور مرثیوں کے باوجود دے رہا ہے، مسجد اقصیٰ کو دے رہا ہے، بلداہین کو دے رہا ہے، بیت الحرام کو دے رہا ہے، روم اور مصر کو، عراق اور عرب کو دے رہا ہے! یہ سب اسلئے کہ قانون پر عمل نہ کر لیں ابن اللہ والوں کا ہے، حکموں کی تعمیل انہی مسیح کو خدا کہنے والوں کی ہے، پیغم بکلیف ہی اٹھا رہے ہیں، دلوں کی بُت شکنی وہی کر رہے ہیں، شیطان کی عبودیت سے وہی خارج ہیں! نئے منہ سے کہنے والے مسلمان کچھ کام نہیں کرتے، کچھ پابند قانون نہیں، کچھ عابد خدا نہیں۔ اگر اُس باریک ہیں اور دقیقہ رس، اُس لطیف لکھنا پڑے (روئے) اور خیر بیکار فاعل (نوبہ) خدا کے ہتھان و اساک، اُسکی جزا و سزا کی یہ توجیہ صحیح نہیں تو اس دنیا کے اندر جو کچھ مسلمانوں سے ہو رہا ہے ظلم ہے، جو کچھ نصرانیوں سے ہو رہا ہے استبداد ہے، بے سبب قہر ہے، بلا وجہ جبر۔ ایسے مستبد، جابر اور العیاذ باللہ ظالم خدا سے کیا دور ہے کہ کل کو سوچ کو حکم دے کہ صرف ملک فرنگ پر چڑھ گئے یا پانی کو کھدے کہ صرف المانیہ میں بہا کرے اور عرب میں جا کر لکڑی کی مانند ٹھوس ہو جائے! إِنَّ اللَّهَ لَا يَظْلِمُ النَّاسَ شَيْئًا وَلَكِنَّ النَّاسَ أَنْفُسَهُمْ يَظْلِمُونَ (پس اس عظیم الشان اور صحیح، اس منظم اور منسق کارخانے کے اندر جو کچھ ہو رہا ہے کسی اصول کے ماتحت ہو رہا ہے، ظلم اور استبداد، جبر اور قہر سے کچھ نہیں ہوتا۔ ظاہری بُت پرست مگر متحد قومیں اُسکی مطلق اصطلاح میں عابد خدا اسلئے ہیں کہ اُسکے قانون پر عمل کر رہی ہیں، رسمی بُت پرستی کے باوجود متحد ہیں۔ یہ اتحاد بھی اسوجہ سے ہو کہ دینیوں کے آگے ماتھا ٹیکنا صرف رسمی اور عاداتی رہ گیا ہے، صدیوں کی آہنی زنجیروں کا بقیہ ہے، ایک فعل عبث ہی، ایک بے نتیجہ بات ہے، افواہی اور ملائی کفر ہے، لیکن اس پتھر سے فی الحقیقت کوئی والہانہ تعلق یا اُس میں کوئی تفرقہ انداز تو غل باقی نہیں رہا۔ جو شے قوم میں فی الحقیقت تفرقہ انگیز ہے، ولذات اہوا کی پرستش ہے، اولاد کو پوجنا ہے، مال کی عبادت ہی نفسی اغراض کا پیدا کیا ہوا تجنب و تحسید ہے، وغیرہ وغیرہ ایسی وہ غیر مادی اور موائی بُت ہیں جو بُرے سخت ہیں جبکو توڑنا پڑا مشکل ہے، پتھر کے بتوں کو توڑنا یا اُنسے تعلق منقطع کر لینا کوئی بڑی مردانگی نہیں، وہ صرف محو غوغائی کی توجیہ ہے، احمد مدظلہ علیہ الصلوٰۃ والسلام کی توحید قطعاً نہیں! پتھر کے بت اسوقت صحیح معنوں میں ہالکت النجس

ہو جاتے ہیں جب اُن سے بھی وہی مال و اولاد والا اعتنا پیدا ہو گیا ہو، جب اُن کے آگے چند لمحوں تک مانتا  
 کر گزرنے کی بجائے چوبیس گھنٹے کا تعبد ہو اور ہر گہر اور قبیلے کا بُت جدا ہو، لیکن یہ عبودیت جس قوم میں پیدا ہوئی ہے  
 چند مہینوں یا برسوں سے زیادہ طبعاً نہیں رہ سکی۔ ایک اقل قلیل مدت کے اندر اُن پتھروں سے عبودیت  
 مسلمانوں کے آجکل کے خدائے تعلق کی طرح صرف رسمی اور زبانی رہ گئی ہے اور وہ بُت فی الجملہ بے نفع و ضرر ہو گیا ہے۔  
 لذات اور اُنہو یا پیر و اولیاء کے اعتقادی نفع و ضرر کے بُتوں کا یہ انداز قطعاً نہیں، وہ جب تک نسل انسانی اور خدا کا  
 بنایا ہوا معلم الملکوت موجود ہے انسان کے ساتھ لگے رہیں گے، اُسکو اپنی عبادت پر سہم اُکاتے رہیں گے  
 جوں جوں اُنکی عبادت زیادہ ہوتی رہے گی، اُن سے ولوع زیادہ ہوتا رہے گا، سب تک دو اُنکے لیے وقف ہوتی  
 رہے گی، خدا کے حکموں کیلئے کچھ عمل باقی نہ رہے گا، ہر اعضا سست پڑ کر اُس قوم کو تباہ کر دیں گے، یہی حیوۃ دنیا  
 میں استغراق ہے، یہی حیوۃ دنیا کی وہ متاع قلیل ہے جس سے حُبِ ناس کرتے رہنا ہر عابد خدا قوم کا شیوہ ہے،  
 ذَیْنٌ لِلنَّاسِ حُبُّ الشَّهْمَاتِ مِنَ النِّسَاءِ وَالْبَنِينَ وَالْقَنَاطِيرِ الْمُقَنْطَرَةِ مِنَ الذَّهَبِ وَالْفِضَّةِ وَالْخَيْلِ الْمُسَوَّمَةِ  
 وَالْأَنْعَامِ وَالْخَرْبُ ذَلِكَ مَتَاعُ الْحَيَاةِ الدُّنْيَا، واللّٰهُ عِنْدَهُ حُسْنُ الْمَاٰبِ (آل عمران)۔ جس قوم نے اِن بُتوں کی  
 عبادت کی اُنکی اس دنیا میں مٹی پلید ہے، وہ اپنے حقیقی دشمن شیطان کی عبادت کر رہا ہے جو اِن سے عفو و  
 درگزر کر رہا ہے، اِن سے کچھ کچھ پھرتا ہے، اِن سے کنارہ کشی اور مغفرت کر رہا ہے، اِن صنفِ جمیل کا بڑا ڈاکر  
 اُنکی طرف نظر میں بہرہ رکھ نہیں دیتا وہی اُس خدائے بے نیاز سے اجرِ عظیم کا مستحق ہے، یَاٰیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا اِنَّ  
 مِنْ اٰذَوٰجِكُمْ ذَاوُلَاذِکُمْ عَلٰی وَاٰلِکُمْ فَاَحْلُوْهُمْ وَاِنْ تَعَفَوْا وَتَصَفَّحُوْا وَتَعَفَّوْا فَاِنَّ اللّٰهَ عَفُوٌّ رَّحِیْمٌ اِنَّ اَمْوَالَكُمْ  
 وَاٰذِلَاکُمْ فِتْنَةٌ وَاللّٰهُ عِنْدَہٗ اَجْرٌ عَظِیْمٌ (تغابن)۔ جس قوم نے اِن بُتوں میں لگ کر اپنی قوائے عالمہ کو مضمحل کر دیا  
 جو اِن مرادوں کی مرید بن گئی، جس نے مال اور مکان، بیٹوں اور بیٹیوں، گھوڑے اور جوڑو، پیر اور کسب، باغ و  
 اور طریقوں کو اپنا معبود بنالیا اُنکی عاقبت قطعاً خراب ہے، اُنکی سب رسیاں ایک نہ ایک ن کٹ جائیں گی، بہتری کا  
 کوئی وسیلہ باقی نہ رہے گا، اُس دن مرید سے مراد الگ، مطیع سے مطاع جدا، اور یاسن حسرت کے سوا کچھ سامنے نہ ہوگا۔





دوستی اور ولایت کا دعویٰ کس منہ سے کر سکتی ہے! اُسکو منعم علیہ قوموں کی توحید میں شک کرنے کا کیا حق ہے؟ اُسکو نصرانی کی عبودیت سے انکار کس برتے پر ہے؟ اُسکو اس اسلام کا احسان کس شیخی پر ہے:

قُلْ اَنْعَمُوْنَ لِلّٰهِ بِدِينِكُمْ وَاللّٰهُ يَعْزِمُ مَا فِي السَّمٰوٰتِ وَمَا فِي الْاَرْضِ وَاللّٰهُ بِكُلِّ شَيْءٍ عَلِيْمٌ (محررات)۔ نبی آخر الزمانؐ کی صدر اسلام میں لائی ہوئی توحید فی الحقیقت وہ سکوں سوز اور تاب گسل، وہ لرزہ فگن اور شک شکن شے تھی، مومنین کے لئے اُسکا ہر وقت نباہتے رہنا وہ مصدر کس بن گیا تھا، اسکا دلوں کے اندر کیمیف حال وہ مصلح اعمال اور مزنی افعال شے تھا کہ چند لہجوں کے لئے کسی ادنیٰ سے ادنیٰ بُت کی محبت کو قلب پر حکمران کر لینا بھی ایمان کے منافی ہو چکا تھا! اُنکو ہر لحظہ اور ہر آن اس امر کا خوف تھا کہ ادنیٰ سی عبادت یا سوا کر کے مشرکوں کے حلقے میں جا داخل ہونگے۔ اُنکے دن مسلسل تکلیف اور پیہم اطاعت میں گزرتے تھے، راتوں کو بستر سے پہلو آتشنا نہ ہوتے تھے؛ نَتَقَا فِي جَنُودِهِمْ عَنِ الْمَصَاجِدِ يَدْعُونَ رَبَّهُمْ خَوْفًا وَطَمَعًا وَمِمَّا رَزَقْنَاهُمْ يُنفِقُونَ (سجۃ)۔ امت کی ہتری اور وراثت زمین کی طمع میں روضیں کھچ کھچ کر خلق تک پہنچتی تھیں کھچے مومنوں کو آجاتے تھے، آنکھیں پھر پھر کر رہ جاتی تھیں مگر اُس رب امتحان طلب کی خوش دلانہ ملازمت مانتوں بل نہ آنے دیتی تھی؛ اِذْ جَاءَهُمْ وَكَوْثُرٌ مِّنْ فَوْقِهِمْ فَوْقَهُمْ رُسُلٌ مِّنْهُمُ يُنذِرُوْنَ اِذْ دَاعَتْ الْاَيْمَانُ وَرَبُّهُمُ الظَّنُّ اَنَّهُمْ يُخْلِقُونَ بِاللّٰهِ الظَّنُّ اَنَّهُ هُنَالِكَ الْاٰثِلُ الْمُنِيُّ وَمُنُوْرٌ وَذُلُّوْا اِذْ لَزَا اَلَا شَدِيْدٌ يُّذَلُّ (احزاب)۔ منعم لم یزل کے یہ خوش دل مزدور اور چاکری خدا کے یہ سچے شہداء اسی دم مرن اطاعت اور غیر مستزل عبادت کو الجحنتہ میں داخل ہونے کا واحد ذریعہ سمجھتے: اَمْرٌ حَسِبْتُمْ اَنْ تَدْخُلُوْا الْجَنَّةَ وَلَمَّا يَأْتِكُمْ مَّثَلُ الَّذِيْنَ خَلَوْا مِنْ قَبْلِكُمْ مَسَّتْهُمُ الْبَاسُ وَالظُّرُّ اِذْ لَزِلُوْا اَحْتٰی يَقُوْلُ الرَّسُوْلُ وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا مَعَهُ مَتٰی نَصَرَ اللّٰهُ اَلَا اِنَّ نَصْرَ اللّٰهِ قَرِيْبٌ (مائدہ)۔ مومنین کے دنیاوی تکلن کو رضائے خدا کا آخری وسیلہ جانکر دشمن پر غائب کر رہنا عین ایمان سمجھتے: رَحِمَ اللّٰهُ عَنْهُمْ وَرَضُوْا عَنْهُ اُولٰٓئِكَ حِزْبُ اللّٰهِ اَلَا اِنَّ حِزْبَ اللّٰهِ هُمُ الْمُفْلِحُوْنَ (مائدہ)۔ قرن اول کے مومنین کی توحید کا سچا کیمیف کسی طوفان زدہ کشتی کے بیکس مکینوں کا وہ کیف خشوع، اور اُسکے ڈوبتے ہوئے بے بسوں کا وہ زہر گذار



خضوع و سجدہ تھا جسکے ہوتے ہوئے دلوں کے اندر کسی ماسوائے اعتنا کا باقی رہنا نا طبعاً ناممکن ہے، اسکا شکر  
 بھی سبکساران سائل کی تمرد اور نڈری کی پیدا کی ہوئی وہ بگڑی تھی جس کی ایک بہری اور آرمستہ مجفل شیطان کی  
 دلوں پر حکومت ہر جگہ قائم کر دیتی ہے، فَادَّكَرْتُ فِي الْقُلُوبِ دَعَاُ اللَّهِ مُخْلِصِينَ لَهُ الدِّينَ ۚ فَلَمَّا بَلَغْتَهُمْ  
 إِلَى الْبَرَاءِ إِذْ هُمْ يُشِيرُونَ ۚ لِيَكْفُرُوا بِمَا آتَيْنَهُمْ ۚ وَلِيَتَمَنَّعُوا فِيهِ فَسَوْفَ يَعْلَمُونَ (عنکبوت)، اگر آج ہی  
 توحید مسلمان کی آرام پسندی اور ہرزہ درانی، کا چوری اور یا وہ گوئی کے باعث پتھر کے بتوں سے پرہیز کر نیوالی  
 توحید بن چکی ہے، اگر آج ہر مسلمان نے بلا استثناء اصرارے لَا تُشْرِكْ بِاللَّهِ شَيْئًا رَحْمَةً کی روح فرسا مگر بادشاہ توحید  
 کو لَا تُشْرِكْ بِاللَّهِ شَيْئًا کی حجرا کی آرام وہ مگر محکوم کن توحید سے بدل دیا ہے، اگر وہ سب کے سب الہی مقاصد اور کلام خدا  
 کے اندر حیرت انگیز تحریر لیں پیدا کر کے اپنے نفس کے لئے آسانیاں پیدا کر رہے ہیں اور خدا کو منہ سے ایک ایک  
 جکتے رہنا اپنی زندگی کا منتہائے اہم سمجھتے ہیں تو سمجھتے رہیں لیکن وہ یاد رکھیں کہ خدا بھی وہ خیر الما کرین خدا ہے  
 کہ آج اُن سے اُنکے مکر کا دردناک بدلہ اُنکی پوری امت سے لے رہا ہے، اُن کے گمروں کو اُجاڑ رہا ہے؛ اُنکے  
 مرکوزوں کو تباہ کر رہا ہے؛ اُنکی قوتوں اور فضیلتوں کو آہستہ آہستہ سلب کر کے موت کے گھاٹ اتار رہا ہے،  
 ہاں یہ سب کچھ اُنے چھپن چھپن کر علیٰ غم انف اُن لوگوں کو دے رہا ہے جنہوں نے باپ، ماں، بیٹا، روح القدس النفس  
 خدا کا ایک پورا کُتیبہ بنا رکھا ہے، جنہوں نے آج تک ایک کلمہ شہادت نہیں پڑھا، ایک مسی نہیں دیکھی، ایک  
 حرکت ہوئے سے ادا نہیں کی، ایک روزہ نہیں رکھا، ایک پیسہ زکوٰۃ میں نہ دیا، ہو لکر کئے اور مدینے یا  
 نبی آخر الزمان اور قرآن کا نام تک نہیں سنا؛ ہاں لیکن خدائے عادل کے ہاں سے تباہی کا فرمان خسری ہی  
 قوم کے حق میں نافذ ہوتا ہے جو اُسکے ساتھ مکر کر رہی ہے جو اُسکے حکموں کو عملاً اور معنیاً چٹا رہی ہے جو سب  
 اُسکو ایک ایک کہ مکر عملاً اُسکو دس ہزار ثابت کر رہی ہے، عادل اور دقیقہ رس، اللَّطِيفُ الرَّحِيمُ اور الْخَبِيرُ (نام)  
 خدا صرف بتوں اور اعمالِ سلوب کو دیکھتا ہے؛ لَا يُؤْخَذُ بِاللَّغْوِ فِي أَيْمَانِنَا وَلَا نَحْنُ وَلَكِنْ نَأْخِذُكُمْ  
 بِمَا كَسَبَتْ قُلُوبُكُمْ بِالْحَقِّ، لوگوں کے لغو اقوال اور یہودہ اعتقادات کو کچھ نہیں دیکھتا، اُسکی تہمت توجہ اسی بات



خوش کرنے کے لیے اپنی محبوب ترین شے دیدینا کچھ مشکل نہیں، اسکی نگاہ میں اپنی محبت کی تصدیق کیلئے اس سے بہتر کوئی سند نہیں: **لَنْ تَنَالُوا الْبِرَّ حَتَّى تُنْفِقُوا مِمَّا حُبَبْتُمْ** (۱) ماں جس قوم نے توحید کو اسطرح پر یقین کر لیا، جس نے ہر بت شکنی کو خدا سے بیشال کی سچی عبادت سمجھا اپنے دل کے اندر ایک غیر منقطع اجر کی ڈھارس باندھ لی، اُسکے لیے اپنی قوم کی بہتری کی خاطر ہجرت وطن کچھ شے نہیں، ترک اولاد کچھ شے نہیں، ترک اقربا، ترک متاع، ترک خان و پان کچھ شے نہیں، اُسکی نظروں میں یہ سب فوری تکلیف ایک لازوال اور غیر منقطع امن کا پیش خیمہ ہیں، ایک قائم اور دائم حکومت، ایک محبت خدا کی موسلا دھار بارش کی تمید ہیں، **يُمِدُّكُمْ كَثْرًا بِأَمْوَالٍ وَمَبِذِينَ** (۲) کا مقدمہ لہجش میں ایک نقد و کیر اُس صادق الوعد خدا سے دس اودا کر لینے کی تیاریاں ہیں، ماں جو اُمت اس توحید پر اس منج سے چل رہی ہے، اُسکے لیے اپنی سعی و عمل میں استقامت اور نتائج کے رو سے خدا پر توکل ناگزیر ہے، اُسکے افراد میں ایمان بالآخرۃ کا موجود ہونا قطعی ہے، اُس میں علو حُسنِ لاق کی قدوسی بزرگیوں کا قائم رہنا قطعی ہے۔ روزِ معاملات میں مسامت، عدل، ایفائے عہد، رحم، نگو کاری، پاکدامنی، حیا، دیانت، وغیرہ وغیرہ غرض ان سب مکارمِ حُسنِ لاق کا موجود رہنا جو سچی خدا ترسی اور خدا شناسی کے باعث قوم میں پیدا ہو جاتے ہیں اُٹل ہے۔ نہیں بلکہ اُس قوم میں زمین و آسمان کی اس ناپید اکنار تکوین کے گوشے گوشے کا علم چل کر کے اپنے دوام و بقا کے لیے قانونِ خدا اور امر رب العلمین کا پتہ لگاتے رہنا، اُسکی مشیت کی صحیح درک لگانا، اُسکے بلا و سبت میں آیاتِ خدا کی تلاش کرنا، سمع و بصر کا صحیح استعمال کر کے اُسکی سچی معرفت میں لگے رہنا نہ صرف عینِ اسلام اور عینِ ایمان بلکہ عین توحید ہے! جس قوم کے اندر توحید کے یہ عظیم الشان اعمال بدرجہ اتم قائم ہیں، جسکے افراد میں توحید فی العمل، وحدتِ اُمت، اطاعتِ امیر، جہادِ بالمال، جہادِ بالسیف والانس، ہجرت، استقامت فی السعی مع التوکل فی النتائج، علم، مکارمِ حُسنِ لاق ایمان بالآخرۃ کے دس عظیم الشان اصول عملاً اور اصلاً موجود ہیں، اُسکا اس دنیا میں ہمیشہ تک بادشاہِ زمین رہنا، جناتِ زمین میں متمکن رہنا، قائم و دائم رہنا، منظورِ خدا رہنا، منعم علیہ رہنا، ایک طے شدہ امر ہے! جب تک نہ



جو باعث تقویم کائنات اور بنیاد تکوین، جہاں ہر جس قوم نے اس میں خلیفہ منہ موڑا، جسے وحدت اُمت اور طاعت امیرِ قتال، بالسیف اور جہاد بالمال، استقامت فی السبی اور ترک لذات (ہجرت) معرفت خدا (علم) اور ایمان بالآخرۃ، محکام اخلاق اور توحید فی العمل کو اپنا واحد اور دائمی شعار نہیں بنایا، ہاں جس قوم نے لَوْ كَانَتْ فِیْهَا اِلَهَةٌ اِلَّا اللّٰهُ لَفَسَدَتَا (انبیاء کی) لاجہوتی اور عالمِ آراہکت کو نہ سمجھ کر اپنے اندر ایک غیر منقطع امن کی صورت قائم نہیں کی، اُسکی اس دنیا میں مٹی پلید ہی زینتِ آسمان کا یہ منتظم و مضبوط، یہ بے بدل اور مضبوط کا رخانہ اُسکی دھتیاں اڑا کر رہیگا، اور اقل قلیل مدت میں وہ قوم صفحہ زمین سے خاک کر دی جائیگی۔ فاطرِ زمینِ آسمان کی نگاہ میں ہی تو تم ظالم ہے جس نے اپنے افراد میں تفرقہ ڈالا، متقی وہی ہو جو تہ و تاحہ بکر رہی، مومن وہی ہے جسے سبکچھاڑ دیا، کافر وہی ہے جو سبکچھر گئی، فاسق وہی ہے جسے اپنی حفاظت نہ کی، عابد وہی ہے جو وارثِ زمین بنی، صلح وہی ہے جو خوفِ خطر ہو گئی، فَبِئْسَ الْاَتْقٰی وَاَصْلَحُ فَلَا خَوْفٌ عَلَیْكُمْ وَلَا كَلَامٌ یَّحْزَنُ (ہود)۔ قرآن حکیم کا دستور العملِ اول سے آخر تک ایسی تسبیح و شکرست، اسی جماعی ماباکت اور اقبال کا ایک مکمل و مفصل، ایک ناقابلِ بدل اور ازلِ مرتب ہے اور صہبیک سعی و عمل کا یہ کارگاہ اکبر قائم ہی اس آسمانِ زمین کے ہوتے ہوئے یہی قانون نافذ رہیگا۔

قانونِ خدا کا عشرہِ مبشرہ دینِ اسلام کا جزو لاینفک اس قدر ہے کہ قرآن حکیم کے طولِ عرض میں جہاں جہاں اِنْ كُنْتُمْ تُحِبُّوْنَ مَرْيَمَ کی شرط ہے وہیں اِنْ دَنَسَ اَصْلُوْا میں سے کوئی نہ کوئی اصل قطعاً موجود ہو (افتتاحیہ کتاب صفحہ ۱۹۰ تا ۱۹۱) جہاں اتقائے خدا کے اتنی مفہوم کی تشریح ہے وہیں اِنْ دَنَسَ میں سے ایک ایک اصل شرط لاینفک (افتتاحیہ صفحہ ۱۹۱ تا ۱۹۲) جہاں صراطِ مستقیم کی توضیح کر دی وہیں یہ دس بطور حکمِ ناطق کے ہیں (افتتاحیہ صفحہ ۱۹۲ تا ۱۹۳) اصل کتاب صفحہ ۱۹۳ تا ۱۹۴ جہاں کفر کی اتنی تفسیر ہے وہیں اِنْ دَنَسَ میں سے کسی ایک سے عملاً اعراض ہو، (افتتاحیہ صفحہ ۱۹۴ تا ۱۹۵) جہاں شرک کا قطعی محاکمہ دیا ہے وہیں اس ذہ کو نہ توحید سے عملی تناقض ہو (افتتاحیہ صفحہ ۱۹۵ تا ۱۹۶) جہاں جہاں اَفْتَوْا وَاَعْمَلُوا الصَّالِحَاتِ کی کوئی شق بیان کر دی ہو وہیں اِنْ دَنَسَ کچھ نہ کچھ حصہ ہے، جہاں راشتِ زمین کی جزائش کر دی ہے وہیں یہ بطور شرط کے موجود ہیں جہاں الجنت کی شرط لکھی ہے وہاں یہ بطور لاینفک جزا کے قائم ہیں، جہاں جہنم کی سزا عائد ہو رہی ہے وہاں اِنْ دَنَسَ

احراز قطعاً ہے۔ الغرض جس قوم کے افراد میں ان عظیم الشان اعمال کا کچھ نہ کچھ شائبہ پیدا ہو گیا ہے، اس میں خدا کا ایک شتہ ضرور ہے، اسلام ضرور ہے، اتقا اور ایمان ضرور ہے، صراط مستقیم پر اقامت ضرور ہے، نہیں بلکہ بطور نتیجے کے زمین کے کسی نہ کسی ٹکڑے کی وراثت ضرور ہے، آگے چلکر الجنتہ کے کسی نہ کسی درجے کا انعام ضرور ہے جس اُمت نے اس دین فطرت کے اصولوں کو چھوڑ دیا، کھرچھوڑ دیا یا سب کو چھوڑ دیا، اسکا ایمان یکسر ساقط ہے، وہ دائرہ اسلام سے یکسر خارج ہے، وراثت زمین سے قطعاً محروم ہے، اسکی ہلاکت کا فیصلہ تمام ہو چکا ہے، اسکی زندگی کے دن سب پورے ہو چکے ہیں۔ پس نبی آخر الزماں کا لایا ہوا ایمان نہ بڑی بڑی پگڑیاں باندھ لینا ہے، نہ اسکا اتقا وارثیوں کو چھوڑ دینا اور موٹھوں کو کترانا ہے، نہ دین حیض نفاس کے مسئلوں کو یاد کرنا یا ڈھیلوں کو استیجا کرنا ہے، نہ کفر مالا بدمنہ کا کفر ہے، نہ شرک کثر و اصول کا شرک، نہ مذہب بیچوں کا بیہرہ ہے، نہ دین نبی کی مشق و کسرت ہو۔ دین خدا ان سب سے جدا، اور سب کا نقیض ایک علیحدہ شے ہو جسکی ہیئت اس مٹائی شرح و تہلیل سے اصلاً مختلف ہو!

مغرب آج اس دین فطرت کے صرف چار یا پانچ اصولوں پر کما حقہ عمل کر رہا ہے اور فطرت کے خزانہ عامہ سے ہمیشہ امن حاصل کر رہا ہے۔ مسلمانوں کا ایک اہل پر بھی کچھ عمل نہیں رہا۔ ایسے جلد مٹ رہے ہیں۔ آج انکے کسی گروہ میں نہ توحید باقی رہی ہے نہ اتحاد، نہ طاعت ہو نہ قابض کر امیر، نہ ہمارا بائیسف کے ولولے ہیں نہ ایثار مال، نہ اعمال خدا کا علم ہو نہ استقامت، نہ ایمان بالآخرہ ہے نہ مکام اخلاق، نہ خوف خدا ہے نہ طمع ثواب، نہ شوق اصلاح ہو نہ ذوق ایمان۔ خلافت کا منصب جسکا ایک مٹائی اور اعتقادی، ایک ناکار بار اور مضحکہ انگیز ڈانچ قرون کے عطل جمود کے بعد باقی ہے صرف ایک عضو معطل ہے جسکا ہونا نہ ہونا برابر ہے کہیں کہیں کوئی امید کی جھلک نظر آتی ہے مگر یہ صرف اس چراغ سحری کا ٹمٹمانا ہے کسی طرف سے کوئی دریا نگیز نہراہ نکل جاتی ہے مگر یہ سب سیوہ زنان ہو۔ اب جو شے سامنے نظر آ رہی موت ہو اور موت وہ لازوال حقیقت ہے جس سے کسی متنفس کو مفر نہیں!

مذہب کی ماہیت اور پیغام خدا کی حقیقت کے متعلق یہ وہ ابتدائی اور انتہائی خیالات ہیں جو میں نے اس مہیا میں

تمہیداً پیش کر دیے ہیں۔ اصل کتاب کو شروع کرتے وقت مجھے اس تحریر یا استدلال مفصل اقتضائیہ لکھنے کا گمان نہ تھا، بلکہ خیال تھا کہ قانون خدا کی طرف سے جس مجلدات کے طواریط میں مباحث کے بعد بتدریج تمام رہنمائی ہو، کسی شخص یا گروہ کے عقائد کی جذبات کو بیٹھتے کم سے کم ٹھیس لگے اور جب تک شجاعت دلی کے سپہم تقاطر سے دلوں کی زمینیں قطعاً نرم نہ ہو جائیں اور قرآن حکیم کی ایک ایک آیت اور لفظ کے متعلق کئی پہلوؤں سے نقد و نظر کر کے کوئی قطعی اور آخری، ناقابل رد و انزال نقیض انکار فیصلہ نہ ہو جائے کلام الہی کا تمام لائحہ عمل ظاہر نہ کیا جائے۔ اس امر کو پیش نظر رکھ کر میں نے قریباً چھ مجلدات کا سو فیصد دو سال کے اندر اندر ختم کر دیا۔ اس میں یہ التزام کیا کہ تمام کتاب اول سے آخر تک کلام الہی کے مطالب اور مقاصد کی ایک مسلسل اور مربوط کہانی ہو، اس مہستان میں صرف قرون اولیٰ کے مسلمانوں کے بمیشال عروج کاراز کو لدنیہ پیش نظر ہو۔ عہد حاضر کے مسلمانوں کے انحطاط کی نہ کوئی پوچھ کر اسکی وجوہات کا کھوج لگایا جائے، سب پہلے قرآن حکیم کے اپنے متعلق نفسِ عادی کو دیکھا جائے، پھر ان دعاوی کی تصدیق کی تلاش ہو، پھر نفسِ اسلام کے ہر شعبہ عمل پر مستقل حجت ہوں، اس کے قانون کی کثرت و ماہیت اور الہی اور امر و نہی کی منطق کی طرف توجہ ہو، اور انہی مباحث کے ضمن میں آیات الہی کے صحیح مطالب کی تبیین کر دی جائے۔ آیات الہی کی توضیح اس ترتیب سے ہو کہ ہر آیت کے مطالب کا انحصار حتی الوسع پہلے تصدیق شدہ مطالب کی بنا پر ہو، کوئی آیت حتی الامکان ایسی نہ پیش کی جائے جسکی مصطلحات کی تبیین اس پیش کی آیات میں نہ ہو چکی ہو۔ گویا سب اگلے اور پہلے خیالات کو یک طرفہ کر کے اور قرآن کے متعلق خالی الذہن ہو کر اسکو از سر نو پڑھا جائے اور جوں جوں آیات الہی پیش ہوتی جائیں، مذہب کی ماہیت کا نقشہ خود بخود ہونوں پیش آتا رہے۔ یہ التزام اصل کتاب کی تمام تحریر میں جو متن میں ہو قائم ہے اور حتی الوسع قائم ہے گا جو اشی کتاب میں جو جہتیں فرمایش پرور نہایت اصرار سے لکھے گئے یہ التزام ہر جگہ قائم نہ رہ سکا اور نہ اسکا کھ سکا ممکن تھا لیکن اسلام کی ہر آشوب حالت اور طباعت کی بحید شکلات نے اس تدریج کے خیال کو بدل دیا۔ اور جب نثر مجلدات کا بیٹھتے وقت پیش کر دینا مستعذر نظر آیا تو خیال ہوا کہ تمہید کے طور پر جو کچھ کہنا ہے بیخوف خطر کہہ دیا جائے۔ جب ایک شے حقیقت ہو تو اسکا چھپانا یا اسکو روک روک کر ظاہر کرنا بھی اصل مطلب کی خطر کرنا ہی۔ دلیل کے انتظار میں یا مخالفت کے خوف سے ایک عالم آرا حقیقت کے

اعلان کو ملتوی کر دینا شیوہ مردانگی نہیں۔ نہیں بلکہ آفتاب کی دہلیز آفتاب کے سوا اور کچھ شے نہیں، جو شخص صاحب نظر ہے اُسکو کسی طول و طویل تحریر کی بھول بھلیوں میں لپکا کر منوانا عجیب ہے، جسکی نگاہ کمزور ہو اُسکو آہستہ آہستہ آفتاب کی کھٹکے کیلئے سب کے واسطے اندھیرا کر دینا کچھ ضروری نہیں۔ اگر جو کچھ میں نے کہنا ہو میری نگاہوں میں حقیقت ہو، صدق بسیط اور واقع الامر ہو، زمین و آسمان کا ایک اور اٹل، دائم اور قائم قانون ہے، اگر یہ سب کچھ آج ان آنکھوں کے سامنے ہو رہا ہے اُسکی تصدیق ہے، جو ہو چکا اُسکی ایک ناطق اور فیصلہ کن سند ہو، جو ہو کر رہ گیا اُسکی ممبر بن دہل ہے، تو اس حقیقت کا جقدر جلد بیابانگ دہل اعلان کر دیا جائے اچھا ہی۔ جسقدر جلد اسکے مخالف یا موافق پیدا ہو جائیں بہتر ہے۔ علم کے اعلان کیلئے کسی لمبی چوڑی دلیل کی ضرورت نہیں، وہ بذات خود ایک ممبر بن شے ہو اور بین کو بین کرنے کی سعی کرنا دراصل اُسکے سچ ہونے میں شکوک پیدا کرنا ہے۔ خود قرآن حکیم جب نازل ہوا علم تھا، ایک دشمن اور بین حقیقت تھی، لیکن جب آیا بن دلیل آیا، اس بن دلیل علم اور صدق بسیط نے سعی و عمل کی آگ اسیلئے لگا دی کہ اس حقیقت کو تسلیم کر نیکی لئے دلیل کی ضرورت نہ رہی تھی، اُس آفتاب کے آفتاب ثابت کر نیکی حاجت نہ باقی تھی۔ جب قرآن علم نہ رہا اور ظن و اعتقاد کی ادنیٰ سطح پر گر گیا اُسیدن سے دلیلیں شروع ہوئیں، اُسیدن سے لوگوں نے تفسیر و تشریح کے طواریاں باندھ کر ہر کس و ناکس نے اسکے سچ ثابت کرنا اپنا شعار بنالیا، اسکا نتیجہ یہ ہوا کہ استدلال کے باوجود قرآن پر علم بن سکا، نفی منطق کے پائے چوہیں سخت بے تمکین ہی ہے، سعی و عمل پہر پیدا نہ ہو سکا پس اگر آئندہ اوراق کے اندر منطق اور دلیل کا ایک بے پایاں دریا غر و ٹمکنٹ سے بہ رہا ہو تو اس دریا پے کے اندر اُس دریا کا آبدار موتی اور گوہر غلطاں موجود ہے اگر اُس مفصل کے اندر دلیل اور برہان کی متانت قائم ہے تو دریا پے اور افتخار جتے کے مجلوں میں علم کا تختہ نہ استیلا اور حقیقت کا بے نیازانہ اختصار ہے۔ جس سرد مہری یا گرم جوشی سے اس کتاب کا عالم سلام میں استقبال ہو گا مجھے اس سے سروکار نہیں، میں نے اپنی طرف سے علم اور منطق دونوں پیش کر دیئے ہیں، اجمال اور تفصیل دونوں یکجا کر دیئے جس نے اس اجمال سے کچھ حاصل نہیں کیا اُسکے لئے دلیل اور تفصیل آگے آرہی ہے، جسے تفصیل کو دیکھ کر کچھ نہیں سمجھا اُسکے لئے اجمال حاضر ہے۔ اسلام کی ماہیت کے متعلق جو کچھ میں نے کہا اور کہنا ہو میری نگاہوں میں

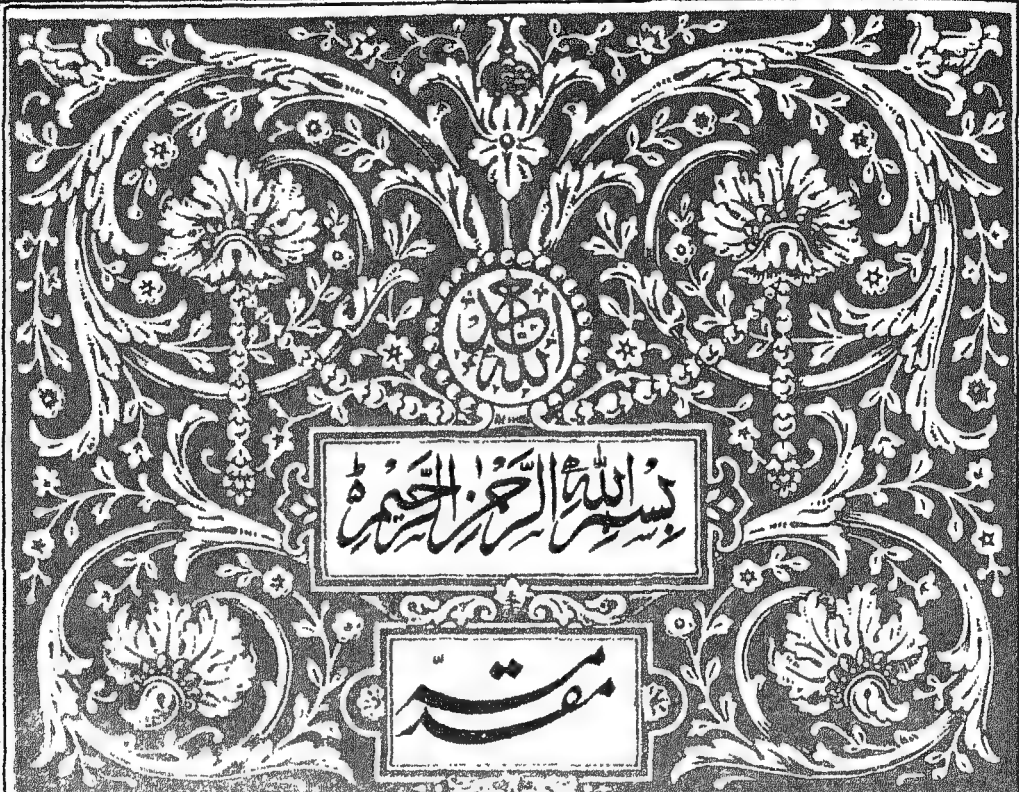


حقیقت ہو۔ فی الجملہ اور بحیثیت مجموعی حقیقت ہو۔ پس اس امر کے متعلق کسی حیس میں پڑنا میری نظروں میں عیب نہ ہو  
 میں اسلام کے اندر اس کی اس کتاب لب لباب میں حالتیں کوئی نیا فرقہ پیدا کرنا نہیں چاہتا، نہ معترض سے مخالفانہ رویہ اختیار کر کے  
 مجھے اپنا اعلیٰ مقصود ہے، پس مجھے اس تحسیر کے مؤید سے اعتنا ہے نہ مخالف سے سرکار اگر کام عالم اسلام بیکار  
 اسکا مؤید بنکر اس پر عامل ہو گیا تو میں سمجھوں گا کہ میرا مقصود حل ہو گیا۔ اور اگر نہیں تو خمیر ہی افطیس ہی کی بحث میں پڑنا  
 یا ایک گروہ کی آمادگی عمل پر غرض ہو جانا میرے نزدیک طائل ہے۔ مسلمانان عالم دین اسلام کی اس تبیین سے بچنا  
 یا سوہن تک اور انکاری ہو لیں، لیکن جب تک شدید العقاب خدا کا منتقامہ عذاب اس طرح پڑنازل نہیں ہوگا کہ موت کے  
 علمبردار خدائی جلاوسینوں پر چڑھ چڑھ کر اُمت کا گلا گھونٹ رہے ہونگے اور فنا کی لازوال حقیقت عین سامنے  
 آ حاضر ہوگی تب تک اس کتاب کے مقصود کی طرف ہم تنہا جمع ہو جانے کی امید عیب نہ ہو۔ ابھی تک جو کچھ ہر طرف  
 فاقہ مستی اور بے آبروئی کے نشے ہیں، فتح و شکست کے قمار خانے میں پاک بازی کی اگر ہے، ملانی تجربہ یا جہت  
 کا پیدا کیا ہوا استغناء ہے، لسیان درس کی خوش طبعی یا بیاعندہم من العلم (المؤمن) کی فرصت ہو لیکن جسدن موت  
 نے چپکے سے اسلام دیا اُسدن یہ اگر سب کھجائے گی، یہ غفلت کے نشے سب بہر ہو جائینگے، یہ کبر و منی کے عجب  
 سب باطل ہو جائینگے: فَكُلُّ لَآ اِذَا بَلَغَتِ الْخُلُوفُ وَ اَنْتُمْ حِينِيذٍ مُنْظَرُونَ وَ لَنْ اَكْرَبُ الْيَوْمَ مِنْكُمْ وَلَكِنْ لَا تُبْخِرُونِ  
 (ارواء)۔ ہاں اُسدن اس تحریک کی طرف پھر جمع ہوگا، اسکے اوراق کو طاق نسیاں سے اُٹھا کر پھر پڑھنا شروع کر دیں گے  
 اسکی توجید کو پا کر آمتا پکار اٹھیں گے، قرآن کو اُٹھا اُٹھا کر حسبنا کہہ دینگے، غیظ و اسف سے انگلیاں کاٹ کاٹ کر دے  
 جائینگے، فرش سے عرش تک ایک چنچ پکار پیدا ہو جائے گی، آہ لیکن وہ وقت توبہ اور عمل کا نہیں ہوگا، قضا اور  
 اجل کا ہوگا، موت و پلاکت کا ہوگا، يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ جَدَدُوا كُفْرًا هَلْ مِنْ مَّزِيْدٍ كَا هُوَ، هَلْ مِنْ مَّزِيْدٍ كَا هُوَ، جہنم کے رشتہ دار  
 شعلوں کا ہوگا، آہوں کر اہوں کا ہوگا، اُس اُسے اور آخری وقت میں اس حید، اس اسلام اس ایمان کی طرف جمع کرنا عجب  
 فَكُلُّ لَآ اِذَا بَلَغَتِ الْخُلُوفُ وَ اَنْتُمْ حِينِيذٍ مُنْظَرُونَ وَ لَنْ اَكْرَبُ الْيَوْمَ مِنْكُمْ وَلَكِنْ لَا تُبْخِرُونِ

نیز درمیان میں  
 حیات

حَلَّتْ فِيْ عَمَادِهِمْ وَ خَصِرَ هَٰلِكَ الْكُفْرُ وَ النَّوْنُ

ادارۃ الاشاعت  
 امرت مس



الْحَمْدُ لِلَّهِ الَّذِي أَنْزَلَ عَلَى عَبْدِهِ الْكِتَابَ وَلَمْ يَجْعَلْ لَهُ عِوَجًا ۖ قَيِّمًا لِنُذِيرٍ بِأَسَاسِيْدِ الْإِيمَانِ

لِّدُنَّهِ وَيُبَشِّرَ الْمُؤْمِنِيْنَ الَّذِيْنَ يَعْمَلُوْنَ الصَّالِحَاتِ أَنَّ لَهُمْ أَجْرًا حَسَنًا ۝ (۱۸: ۲-۳)

وَكَمْ أَهْلَكْنَا مِنْ قَبْلِكَ أَهْلًا بَطَرَتْ مَعِيشَتُهُمْ فَتِلْكَ مَسَكِدُهُمْ لَمْ يَسْكُنْ مِنْ بَعْدِهِمْ إِلَّا قَلِيلٌ ۚ وَكُنَّا

نَحْنُ الْوَارِثِيْنَ ۝ وَمَا كَانَ رَبُّكَ مُهْلِكَ الْقُرَىٰ حَتَّىٰ يَبْعَثَ فِي أُمِّهَا رَسُولًا يَتْلُو عَلَيْهِمْ آيَاتِنَا ۚ وَمَا كُنَّا مُهْلِكِي

الْقُرَىٰ ۚ (الْأَنْهَارُ ۝ ۲۸: ۵۸-۵۹)

مسلمانانِ عالم گذشتہ دو صدیوں سے ایک مسلسل انحطاط کے گرداب میں مبتلا ہیں۔ اس تنزل کی سرعت، اور سہو کی تیز رفتاری جس قدر خوفناک ہے اُسی قدر وہ عام جمہور اور فقدانِ حس درد انگیز ہے جو مسلمانوں کو کامل طمانیت اور سکونِ دل کے ساتھ قطعی ہلاکت اور قسینی موت کی طرف لیجا رہا ہے۔ ملت کے ہر فرد میں وہ قوائے ظاہری و باطنی جو تمدن کی جان، اور عمران کی روحِ روان ہیں مفقود ہو چکے ہیں۔ وہ جذباتِ انہنی جن کی زربِ نسیبہ اقوام کو کپکپا دیتی ہے نرم پڑ چکے ہیں۔ قوم کا ایک ایک متنفسِ نفسِ سرادی اور اجتماعی حیثیت سے بیکار ہو گیا ہے حیاتِ دینی کا اہم اور مفید ترجمہ زائل، اور سیاراتِ دنیوی کی تحصیل میں مسلمانوں کا تعطل

ضرب المثل ہو گیا ہے۔ قوت ارادی اور قدرت اقدام عمل تنظیم جماعت اور تقسیم کار، قوائے عالمہ کا اتحاد و تمرکز، استقلال اور استمداد باہمی کا دستور العمل، مطابقت و انقیاد کا جذبہ مشترک، اور سیادت و قیادت کا ملکہ سلیم، جن کے التزام کے بغیر اقوام کیا فائدہ دے سکتے ہیں؟ چھوٹے سے چھوٹا کام پائیدار بنایا جاسکتا ہے محض چند عمل کلمات رہ گئے ہیں جو حقیقت سے بے بہرہ، اور معافی سے نا آشنا ہیں۔ اس حالت میں تعجب نہیں اگر حصول مراد کی ہر کوشش میں مسلمانوں کو بالآخر ناکامی کا سامنا ہوتا ہو۔ ہر تدبیر جو وہ اپنی بہتری کی امید میں عمل میں لائیں نامرادی سے بدل جاتی ہو۔ ذہنی انتشار، اور جماعتی تفریق و اشتات کا ہولناک عفریت اُن کی قوت عمل کو بے اثر کر دیتا ہو۔ اور سرمایہ نصیبی ان کے کمزور حلاق پر غلبہ پا کر اُن کے جذبہ ایمان کو کچل دیتی ہو۔

میں ایک مدت سے اس دردناک نظارے کو باکراہ تمام دیکھ رہا ہوں۔ گزشتہ ست سو سال کے تاریخی شواہد، اور سیاسی نامہ اعمال کی روح فرسا سرگزشت نے ثابت کر دیا ہے کہ اُمت حاضرہ اب اخلاقی تنزل کے اُن انتہائی درجے تک پہنچ چکی ہے جہاں اُن کا کوئی فعل، کوئی طریق عمل، روئے زمین کے کسی حصے پر صلاحیت سے تکمیل کو نہیں پہنچتا۔ اگر نظام عمل کے عام فقدان کے باوجود، بالخصوص کسی فرد یا جماعت کو ایک طریق کار کی طرف جانے کی توفیق عطا ہوئی ہے تو پیشتر اس کے کوئی مفید نتیجہ نکلے، مخالف اثرات اور تشویش کے ہلاکت آئینہ جراثیم نے اُس جماعت کی انتظامی قوت کو اندر ہی اندر سلب کر دیا ہے! قوم کی جس تحریک کی طرف دیکھو یہی حال ہے۔ گزشتہ قرن کے اندر ترکوں کی سب سے اہم ملکی تحریک، جو ایک نقطہ نظر سے منظم، اور ایک مقتدر وزیر عظم (مدحت پاشا) کے سیاسی تخیل کا نتیجہ تھی، دستوری حکومت کے اصول کی سترہ سالہ تبلیغ اور بالآخر اس کا انعقاد ہے۔ مگر یہ ایک کھلی حقیقت ہے کہ انجمن اتحاد و ترقی، چند لمحوں کے لیے بھی یورپ کی اس عجیب و غریب صنعت کی حسرت جاریہ، اور برکات لامتناہیہ سے بہرہ اندوز نہ ہو سکی، اور ترکوں کی سلطنت کے لیے اس کا رسمی نفاذ بالآخر اعلان شکست ثابت ہوا!

مری تعمیر میں مضمر ہے اک صورت خرابی کی

ہیولا برق حسن کا ہے خون گرم دہقاں کا

تاریخ کے صفحات خونیں کو اور الٹ دیجئے، یہی رنگ نظر آئے گا۔ سوڈان میں ہمدی کا ہولناک خروج، مصر میں محمد عبده کی نیم سیاسی تبلیغ، ہندوستان میں ہنگامہ غدر، جنگ بلقان کا المناک حشر، ایران میں مجلس شورے کا انعقاد وغیرہ وغیرہ، سب کے سب اہم اور ہمہ گیر انقلابات تھے، لیکن اگر یہ اسماعیل نظران کے سقوط کے اصلی اسباب کی چھان بین کی جائے تو ہر نامرادی اور فساد کی تہ میں عدم نظام عمل اور وسائل کی یاس انگیز کمی، استقلال کا فقدان اور ذہنی طوائف لہلوکی، جدوجہد کا تششت اور غلط اندازہ کار، آرا کا ہولناک تفرقہ اور قوتوں کا المناک انتشار، ایک ہلاکت آفرین بحون کی صورت میں نظر آئے گا۔ کم و بیش یہی صورت قوم کے ادنیٰ مشاغل کی ہے۔ کوئی ملکی تحریک یا مقامی تجویز، اجتماعی انجمن یا سیاسی مجلس، خیراتی مصرف یا تجارتی شرکت، علمی مشغلہ یا انتظامی سلسلہ، ایسا نہیں جو مسلمانوں کی مختصر پسندانہ کارفرمائی سے ایک اقل قلیل مدت میں کالعدم نہ ہو گیا ہو!

ہچوں سپند پیش تو اے مختصر پسندا

در نالہ تمام کنم با جبرائیل

مگر فی الحقیقت جو حوادث دنیا نے اسلام پر اس چودھویں صدی کے آغاز میں رونما ہو رہے ہیں ان کی مثال اسلام کی گذشتہ ہزار سالہ تاریخ کا تاریک سے تاریک صفحہ بھی پیش نہیں کر سکتا۔ معلوم ہوتا ہے کہ بالآخر صدیوں کی مژمن بیماری نے مریض کے ہر عضو کو مضحل، اور ہر جوڑ کو دردا نمود کر دیا ہے۔ اعضا کی پیہم شکست، اور طاقت کے مسلسل زوال نے دفعۃً خوفناک علامات پیدا کر دی ہیں، دل، دماغ، اور جگر، سب کے سب مرض کی لپیٹ میں آچکے ہیں۔ سلامتی اور بقا کی چند آخری گھڑیاں ہلاکت اور فنا کے مہیب دیو سے قطعی اور فیصلہ کن مجادلہ کرنے کو ہیں۔ حیات مستعار کے چند عارضی لمحات عدم کی بیکران ازلیت اور ابدیت کے محیط میں پیوست ہونے کو ہیں! اگر محیثت

اور مہمات کی یہ اندوہناک کشمکش فی الحقیقت کذب اور فتنہ، فساد اور امن، باطل اور حق کی آخری آویزش ہے تو فیصلہ اٹل ہے: فنا کی لازوال حقیقت کے سامنے کسی باطل اور فاسد ہستی کی کچھ وقعت نہیں، وہ مٹ کر رہے گی، اور تمام کوششیں جو اسکو فرغ دینے کے لئے اس اخیر وقت میں کی جائیں گی بیکار ثابت ہوں گی۔ لیکن اگر اسلام سرِ پانچوائسیت ہے، مجتہدہ صدق اور حشمت حقیقت ہے، شارع قدرت کی عالمگیر سنتوں میں سے ایک سنت ہے، تو فطرت کا عدل اور تسویہ اس امر کا مجاز ہو نہیں سکتا کہ ایک حقیقت کے نفوذ و جبر کے ضمن میں دوسری حقیقت قربان کر دی جائے، یا کائناتِ فطرت کی اپنی طاقتیں ہی ایک دوسری کی تخریب و تعدیم پر آمادہ ہو جائیں!

فَطَرَتِ اللّٰهُ الَّذِیْ فَطَرَ النَّاسَ عَلَیْہِمَا لَا تَبْدِلُ یٰلَیْکَ الْحُکْمُ اللّٰہُ ذٰلِکَ الدِّیْنُ الْقَیْمُ  
وَلٰکِنْ اَکْثَرُ النَّاسِ لَا یَعْلَمُوْنَ ۝ (۳۰: ۳۰)

دین اسلام خدا کی بنائی ہوئی وہ فطرت ہے جس پر اسے تمام انسانوں کو پیدا کیا، اس سے کسی فرد کو مقرر نہیں، اور خدا ساز فطرت میں کسی رد و بدل کا امکان نہیں۔ دنیا کو نبائے کا یہی صحیح اسلوب عمل و مصلحت مستقیم ہے، لیکن کثیر لوگ اس حقیقت کا علم نہیں رکھتے۔

وَلَنْ یَّجِدَ لِسُنَّةِ اللّٰهِ تَمٰیلاً ۝ (۶۲: ۶۲)

اور تو قانونِ خدا میں کوئی رد و بدل ہرگز نہیں پائے گا۔

اس قطعی استدلال کی بنا پر میرا ایمان ہے کہ قانونِ فطرت کی کوئی متضد حقیقت اسلام کو فنا نہیں کر سکتی! مسلمانانِ عالم کا روئے زمین پر بالآخر بطور ایک غالب عنصر کے رہنا لاجب ہی ہے۔ اور جب تک زمین و آسمان اور کل کائنات موجود ہے یہ صورت قائم ہو کر رہے گی۔ اگر مروج حوادث کے تلامظم اور واقعات کی لشکر انگیزی نے بظاہر اس نکتے سے شرف پیدا کر دیا ہے تو وہ استثنائی اور عارضی ہے، اسکی حقیقت رسوا اسکے نہیں کہ مخالف

۴ دین اسلام کے مطلق قرآن کا دعوئے ہے: فَطَرَ النَّاسَ عَلَیْہِمَا، یعنی یہ کہ تمام ساکنانِ زمین کو اسی پر مجبور کر دیا ہے، اور یہی اُن کی فطرت ہے! یہ ایک بڑے اور جبرت انگیز دعوئے کا اعلان ہے جسکو وہ اور دو چال کی طرح عیاں کر دینا ہر مسلمان کا فرض ہے۔ صرف کہہ دینے سے کوئی شخص سکون نہیں سکتا! یوں تو اس دعوئے کے صحیح مفہوم کو دوسری نظر سے پالنا بھی ازہر آشکار ہے۔ اور اسی لئے کہا گیا ہے کہ اکثر لوگ اس حقیقت کو کبر کے علم نہیں رکھتے۔ بہرِ نفع یہی نکتہ اس کتاب کے طول و عرض میں پیش نظر ہے۔ اگرچہ نتائجِ اخیر پر جا کر ترتیب ہوں گے۔

اثرات کے دباؤ نے ایک غیر مانوس صورت نمایاں کر دی ہے جو ہٹ کر رہے گی! دین اسلام کے عالمِ راتِ تعمیرِ ثی فلسفے کا یہی وہ بنیادی پتھر ہے جس نے اُس کے قیام و استحکام کا ذمہ ابتدائے آفرینش سے لیا اور آج تیرہ سو سال کے مصائب و نوائبِ عالم کے باوجود اس کی حیات کو قطعی، اور اسکے قانون کو لازمی اور بادی قرار دیتا ہے۔ صانعِ قدرت نے اس صلیت کا انکشاف فطرت کے ہر اصول اور ہر طرزِ عمل میں کیا ہے؛ جب تک صداقت صدق ہے، اُس کا غلبہ، جہاں کہیں وہ ہو، یا جس پیرایہ میں ظاہر ہو، ناگزیر اور اٹل ہے۔ اگر دنیا میں کذب و دیا، مکر و تلبیس، ظلم و خج کے لانتہا فساد انگیز اثرات کے باوجود فطرت کے اصول قائم، اور قانونِ خدا کی حکومت مسلط ہے تو اس کا اصلی راز یہی ہے؛ اگر ہو او ہو س کی چند روزہ گرم بازاری، اور خواہشاتِ مغلی کی عاضی ردا روی کے باوجود سطحِ زمین اب تک بحیثیت مجموعی جاہِ اعتدال سے منحرف نہیں ہوئی تو اس کا حسیقی باعث یہی ہے۔ باطل اور فاسد ہستی کے تصادم کا ایک مستقل حقیقت پر اثر یعنی مثل اُس پتھر کے نقش کے جو ایک آتھادِ سمندر کی سطح پر پھینکے سے خفیف تھوڑے تو چند لمحوں کے لیے پیدا کر دیتا ہے، مگر اپنی ہستی کو ابد الابد کے لیے کالعدم کر دیتا ہے!

فروغِ شعلہ جس یک نفس ہے

ہوس کو پاس ناموس وفا کیا

اسلام کا زورِ اثر آج اگر ایں قلیل مدت کے بعد، فی الحقیقت نابود ہو گیا ہے تو دو صورتیں ہیں؛ کائناتِ قدرت کا مسئلہ قیام نیز ختم ہے؛ فطرت کی عظیم الشان تعمیر کا نظم و نسق بھی اپنی بنیاد سے ہٹ چکا ہے؛ کیفیات کے طلوع و غروب کی عمر بھی پوری ہونے کو ہے؛ اجسام کا جذب و اتصال، اجزا کا مزج و خلط، احوال کی مدولت، آثار کا حلول، تراکیب کا قدرِ عمل، یہ سب کچھ بھی اپنی اپنی مہلت پا کر خست ہو رہے ہیں اور بالآخر معمولِ فطرت کے اس حیرت انگیز استیلائے اثر کے بعد، زوالِ عالم کی منزل قریب ہے! اور اگر یہ حالت نہیں تو آج خود نفسِ اسلام بلکہ مقاصدِ قرآن کے اندر، حقیقت کی روح قطعاً انہیں رہی؛ اُسکی قوتِ تاثیر و نفوذ اپنا ظرف چھو کر کسی دوسرے قالب

منقل ہو گئی ہے! اسکا دائرہ علم و عمل مُندریں، اور اسکی رُو یائے قلب محو ہو گئی ہے! معنی کی عرویں منفعل، بدسلوکی  
 و اہل مسلمان کی رفاقت سے بیزار ہو جانیکے بعد، صورت کے تنگ تاریک اور الفاظ کے مہلک موج جھلوں کے  
 اندر، اس تغافل، بے ہمتی، اور بیدردی کا شکار ہوئی ہے کہ آج اسکی ہستی کا اعتراف بھی کسی متنفس کو نہیں رہا!  
 دنیا نے حقیقت نوازی جنگ آج اس قسیل غفلت کی انہی فاسد اور ناکارہ ہڈیوں سے ہے جن کے ڈھیر کی المناک  
 سرگذشت، مہلت کے پردہ خفا نے قرنہا قرن تک مستور رکھی ازلے کا ہل رہا مگر جیسم ہاتھ آج تصاب غافلہ روح  
 عمل کی اسی ندیوں جیانش کو سپرد زمین کر رہا ہے جس کے ایام سجدہ کا عسجدیات، مہر نچوڑ کی کرنوں سے بھی  
 درخشاں تر حقیقت تھی! آہ! لیکن قالب کا ممکن اگرچہ خست ہو چکا ہے، اور حقیقت کی مضطرب تر روح بہتر اور  
 صالح تر جسموں میں حلول کر گئی ہے، مگر زمانے کی عجائب نمائی، بلکہ رب لم یزل کے تقاضائے غیرت نے کم از کم  
 اس مُردہ ڈھانچے کی اس قدر حرمت تو ضرور برقرار رکھی ہے کہ آج صدا برس کی موت کے بعد بھی اُس کے اصلی  
 خط و خال کا نقشہ صاحبِ نظر سے نہاں ہو نہیں سکتا۔ **قرآن عظیم** اب بھی جلِ نوسیان کی ظلمات کے اندر وہ سطح  
 لطیفِ حکمت ہے کہ عین نظروں میں سیاہی کا تقابل اسکی پسیدی اور چمک کو اور بھی دو بالا کر رہا ہے! مطالب کی  
 غلط فہمیوں، اور مقاصد کی دور افتادگیوں کے باعث جس قدر اسکی ہر بات عوام کے نزدیک ناقابل التفات اور  
 بے معنی ہو رہی ہے، اُسی قدر صحیح القلب تقاد کی نظروں میں اسکی عظمت کا رنگ گھلتا جا رہا ہے! اسلام کی از سر نو  
 حیات کے دن لامحالہ اُس وقت پھر نہ لگیں گے جب کہ بد اعمالی، کفر، اور تکذیب کے ہوش رہا جمود، اور عالم گیر  
 شکست و ریخت کے محیطِ اکلِ عجز میں خود مسلمانوں کا کوئی غمزدہ اور دل باختہ بندہ خدا، قرآن حکیم کی طرف پھر  
 متوجہ ہوگا، اور نامہی، غلط عمل، سیہ بینی، ہل آرائی اور عدم یقین کے حجاب و حجاب کو اُس کے مائی اور  
 پڑمردہ چہرے سے الٹ کر، ایمان کی صلیت کو بے نقاب کر دے گا۔ اُسی دن حقیقت کی روٹھی ہوئی دامن پھر

۴۴ خلافت عباسیہ کے عہد انحطاط اور چوتھی صدی ہجری یا اسکے کچھ دیر بعد سے آج تک جو زمانہ جزوی اس یا عالمِ آفاق کا دنیا سے اسلام پر گزرا ہو  
 میرے نزدیک مُہلت کی ایک صورت ہے جو لامحالہ آخری اور انتہائی عذاب کا پیش خیمہ ہے۔ اسی زمانے میں اسلام رفتہ رفتہ صرف ایک صورت  
 اور رسم کا نام رہ گیا۔ معنی اور روح دونوں نکلنے گئے!



من جائے گی اور اسلام کے ویران گھر کو یکدم آباد کر دے گی!

اسی بنا پر قرآن کریم کا وہ مبشرانہ اور فیصلہ کن وعدہ جو آیہ کریمہ وَلَا يَهِنُوا وَلَا تَحْزَنُوا وَأَنْتُمْ الْأَعْلَوْنَ إِنْ كُنْتُمْ مُؤْمِنِينَ ۝ (۱۳۸: ۳) میں ہے، ایک ایسی حقیقت کے ساتھ مشروط ہے جس کا التزام اجتماعی غلبے کے استمرار و تسلسل کے لیے ہنزلہ روح ہے۔ ایمان کی جانفزاد صداقت، مرگ و رست کی کشمکش کے قیام کے لیے اکسیر عظیم ہے، وہ ہر کامرانی کی کلید، اور ہر کامیابی کی تہیہ ہے۔ وہ ٹوٹے ہوئے دلوں کے لیے مویا ہے اور مرے ہوئے حوصلوں کے لیے آب حیات ہے، اسکی ہر افزائش میں کشادہ کار کاراز، اور ہر کاہش میں نارمدی بھید ہے، وہ نسیج کی ہر منزل پر نئی روح، اور شکست کی ہر علامت پر نئی زندگی بخشی ہے، وہ اجماع امت کا مرکز، نظم و نسق کا محور، اور انتہائی جدوجہد کی اساس ہے، اسکی کشش اتصال، فاسد اور متفرق طاقتوں کو جمع کر کے قوت و دفع کو دیوار آہن کی طرح مضبوط کرتی ہے، اسکا اخذی اثر، اشتات و انتشار کے اجزا کو سمیٹ کر اقدام عمل کی توفیق دیتا ہے، جس متنفس کو حیات کی جانکاہ مسافت میں ایسا سچا رہنما نصیب ہو، اسکے ہر قدم پر فتح و نصرت شامل حال ہے، اور جس قوم کو تحفظ و بقا کے اندوہناک مجادلے میں ایسا جارجانہ اور رافعاۃ حیرہ عطا ہوا ہو، اسکا مخالف اثرات پر تسلط یقینی، اور تغلب اور تمکین فی الارض ایک طے شدہ امر ہے:

وَعَدَ اللَّهُ الَّذِينَ آمَنُوا مِنْكُمْ وَعَمِلُوا الصَّالِحَاتِ لَيَسْتَخْلِفَنَّهُمْ فِي الْأَرْضِ كَمَا اسْتَخْلَفَ الَّذِينَ مِنْ قَبْلِهِمْ وَلَيُمَكِّنَنَّ لَهُمْ دِينَهُمُ الَّذِي ارْتَضَىٰ لَهُمْ وَلَيُبَدِّلَنَّهُمْ مِنْ بَعْدِ خَوْفِهِمْ أَمْنًا يَعْبُدُونَنِي لَا يُشْرِكُونَ بِي شَيْئًا وَمَنْ كَفَرَ بَعْدَ ذَلِكَ فَأُولَٰئِكَ هُمُ الْفَاسِقُونَ ۝ (۵۵: ۲۳)

تم میں سے جن لوگوں کا ایمان سچے دل سے قائم رہا، اور جنہوں نے اسکے علاوہ تنہی سے اعمال صالحہ کیے، ان سے اللہ تعالیٰ شانہ کا وعدہ ہے کہ وہ انہیں زمین میں قیام عطا فرمائے گا جیسے ان لوگوں کو قیام عطا فرمایا تھا جو ان سے پہلے ہو گزرے ہیں، وہ اس دین کو جو اس نے انکے لیے پسند کیا ہے جاکر رہے گا، اور بعد ازاں اس خوف کو بھی جو انہیں دشمن سے لاحق ہے امن سے بدل جائے گا۔ ان کا مسلک عمل یہ ہے کہ میرے غلام بن کر میرے حکموں پر چلتے رہیں (يَعْبُدُونَنِي)، اور طاعت گزاری میں کئی دوسری شے کو میرے ہم مقام

سلطہ اور نرم پڑ کر بہت نہ مارو، اور آئندہ غاصب نہ ہو، کیونکہ اگر تم ایمان والے ہو تو احسن کارسب میں تمہاری ہی جیت ہے۔

بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ



نہ کریں (لا یُفیر، کون فی شئینا) اور جنہوں نے اس نکتہ اور قیام کے بعد اطاعت احکام سے انحراف کیا، اور اپنی بد اعمالیوں کے باعث اس نعمت عظمیٰ کی ہرقدری کلاکت، تو وہی فاسق ہیں! (اور وہی اجتماعی ہلاکت کے اہل ہوں گے) (۳۶: ۳۵)

شائع قدرت کا یہ حتمی میثاق، نہ صرف اسلام بلکہ تمام اقوام عالم کی حیات ممت کا مکمل اور آخری فیصلہ ہے۔ قرآن کریم کی محبت بالغہ، اور شریعت خدا کی حکمت جامعہ و مانعہ، حمد للہما اور مقادمتہ للنفوس کے اُطبعی نتیجے پر تیرہ سو برس پہلے پونچھ چکی ہے جو فلسفہ وان فارابی، ہیکل اور ڈارون کے مسئلہ ارتقا و انتخاب طبعی کی اصطلاح میں **تقاء صالح** کے نام سے معروف ہے۔ اس آئیہ کریمہ میں دو باتوں کا فیصلہ کر دیا ہے: اولاً یہ کہ **استخلاف فی الارض**

۴۰ آیات قبل، (۲۴: ۲۸-۲۵۴)، وابد (۲۴: ۲۵۶) کے ربط کو پیش نظر رکھ کر، عبادتِ شکر، کفر اور فتن کا یہ ترجمہ کیا گیا ہے۔ نہ کہ ان کریم کی نعت میں یہ چاروں اصطلاحیں، اور ان کی مثل اور الفاظ جن کا ذکر آگے آئے گا، اس مندرجہ جات اور مانع ہیں کہ ان کی صحیح اور قابلِ حاشیہ کرنا، اصل قرآن کی تمام حکمت اور انحراف کو عیاں کر دینا ہے۔ یہاں پر یقیناً دیکھنے سے لیکر فیضون تک جو ترجمہ کیا گیا ہے، ذرا پیش از وقت ہے، مگر اس کا کافی ثبوت کتاب کے آئینہ اوراق میں مل سب گا۔ قرآن حکیم کا ربط بھی اس مندرجہ جات اور باہر سے نہیں کہ اس کتاب کے محض ابتدائی اوراق میں واضح کیا جاسکے۔ اس کے سب سے انتہا غور و فکر اور صحیح علم کی ضرورت ہے۔

۴۱ سورہ احقاف کے اخیر میں ہے: **فَقُلْ يَهْلِكُ لَكُمْ الْقَوْمُ الْفَاسِقُونَ** (۳۵: ۳۶) تو کیا ماسوا فاسق قوم کے کوئی اور قوم بھی ہلاک ہو سکتی ہے؟ گو یا فاسق قوم کی ہلاکت قطعی ہے۔ اس بنا پر ترجمے میں اس ضروری ایضاح کا سبب ظاہر ہے۔

۴۲ مسئلہ ارتقا، جس کی محبت شریعہ آئینہ موقع پر کردی جائے گی، منجملہ ان عالم آرا مسائل کے ہے جس کی اختراع و ابداع اربع صدیق کے متعلق چند سر برآوردہ ناموں کا انتخاب کر لینا از بس مشکل ہے۔ مختلف قرون کے علمائے اس مسئلے پر بحثیں کیں، اور ہر بار متعدد اضافے ہوتے رہے۔ اہل یونان اور رومن لکھنے کے زمانہ عروج میں اسکے اعتراف کے آثار پائے جاتے ہیں، مگر اسوا قہر قبط (المستوفی ۳۲۵ قبل مسیح) اور لوقطیس (المستوفی ۳۵۵ قبل مسیح)، مشہور شاعر کے کوئی پرانا فلسفی اسکے متعلق مفید معلومات بہم نہیں پہنچا تا۔ اہل ہند کی پرانی کتابوں میں کہیں کہیں اسکا مشکوک سا ذکر پایا جاتا ہے۔ اسلام کے عروج میں مختلف حکمائے اس مسئلے کو لیا، اور اسکے متعلق بہت کچھ چھان بین کی۔ اس سلسلے میں، الفارابی (المستوفی ۳۳۵-۳۹۵)، ابن سینا (المستوفی ۳۲۵-۳۹۵)، ابن باجہ (المستوفی ۳۲۵-۳۹۵)، اور ابن سکویہ (المستوفی ۳۲۵-۳۹۵)، خاص طور پر قابلِ ذکر ہیں۔ یورپ کے عہد ارتقا میں جو نام سب سے زیادہ سر برآوردہ ہیں، ہیکل (المستوفی ۱۲۵۰-۱۸۳۳)، ولے (المستوفی ۱۲۳۸-۱۸۲۳)، ہیکل (المستوفی ۱۳۱۲-۱۸۹۵)، اور ڈارون (المستوفی ۱۸۵۹-۱۸۸۲) کے نام ہیں۔ مبحثہ الذکر کی کتاب "اصل الانواع" مطبوعہ ۱۸۵۹ء نے آج اس مسئلے کو باہر ثبوت تک اس قدر پونچھا دیا ہے کہ اب اسکی تحقیق و تدوین کا تمام سہرا ڈارون کے سر پر ہے۔ لیکن اس عظیم الشان نظریہ کی ارتقائی شق کے دعوے کو اول ناول جن علمائے مستقل صورت دی وہ حکمائے اسلام ہی ہیں۔ ابن خلدون نے تاریخ لیب کے مرتبہ میں بھی غمنا اسکی طرف اشارہ کیا ہے۔ اصل کتاب میں ہم نے ابونصر الفارابی کا نام تجویز نہیں کیا ہی نہ صرف اسلئے کہ مسئلہ ارتقا کی ابتدائی تدوین و تحقیق میں الفارابی کو بہت بڑا دخل تھا بلکہ اسلئے کہ اس کا حیم اصل کی عالم اسلام میں غلط فہم و نثر ہے۔ وفیات الاعیان میں ابن خلدون نے بوعلی سینا کے ہاں استاد معظم کو سلام کا سب سے بڑا حکیم کہا ہے!

یعنی بقا و استبقا کے لئے ایمان شرط ہے، اور اللہ کا وعدہ انہی لوگوں سے کیا گیا ہے جو ایمان رکھتے ہوں۔  
ثانیاً یہ کہ ایمان کامل کے ہوتے ہوئے اعمال صالحہ کا اکتساب لازمی امر ہے جس جماعت کے ہمسرا میں  
یہ دونوں باتیں موجود ہوں وہی اصلح ہے۔ اُسی کی صیانت اور سلامتی کا ذمہ قانونِ فطرت نے اپنے

۱۱۔ قرآن کریم میں استخلاف کا لفظ آیہ استخلاف سے قطع نظر چار موقعوں پر آیا ہے جو یہاں پر اس وسیع التاویل لفظ کے مطلب کی صحیح توضیح کے نیالکھ دیئے جاتے ہیں۔ پہلا موقع سورہ انعام میں ہے:

وَذَلِكَ الْغَنِيُّ ذُو الرَّحْمَةِ إِنْ يَشَاءُ يُنْزِلْ عَلَيْكُمْ غَنًّا مِّنْ سَمَوَاتِهِ يَكْفِيكُمْ وَهُوَ غَنِيٌّ عَنِ الْعَالَمِينَ (۱۱۳:۶)

اور اسے پھر یہاں تمہارا پروردگار بڑا رحم والا ہے وہاں بڑا بے نیاز بھی ہے، وہ اگر مناسب سمجھے تو تم سب کو دنیا سے اٹھائے جائے، اور تمہارے  
بعد جس میں اہمیت دیکھے تمہارا جانشین کر دے، جیسا کہ آخر دوسرے لوگوں کو ہلاک کر کے ان کی بنیہ نسل سے تم کو نفع دے ہی چکا ہے۔

دیشا کے معنی ہم نے مناسب سمجھا کیئے ہیں، اس کا ثبوت فلسفہ عمل کے عنوان: یعنی دوسری جگہ میں آئیگا۔ دوسرا موقع سورہ اعراف میں ہے:

قَالَ عَسَىٰ أَن يَكُونَ لَكُمْ مِنَ الْعَمَلِ أَجْرٌ مَّا وَصَّيْتُم بِآيَاتِهِ لِيُخْرِجَكُم مِّنْهَا وَيُؤْتِيَ الْمُؤْمِنِينَ أَجْرًا عَظِيمًا (۱۱۹:۴)

اس پر موسیٰ نے جواب دیا کہ لوگو! اب وہ وقت قریب آگیا ہے کہ تمہارا خدا تمہارے دشمن کو ہلاک کر دے، اور تم کو ملک میں اسکا جانشین بنائے پھر دیکھے  
کہ تم کیا سعی و عمل کرتے ہو۔

تیسری جگہ سورہ ہود میں ہے:

فَإِنْ تَوَلَّوْا فَقَدْ أَبَدْنَاهُمْ مَا أُرْسِلْتُ بِهِ إِلَيْكُمْ وَيَسْتَخْلِفُ رَبِّي قَوْمًا غَيْرَكُمْ وَلَا تَضُرُّوهُ شَيْئًا إِنْ رَأَىٰ عَلَىٰ الْعَرْشِ  
شَيْئًا حَقِيقَةً (۵۷:۱۱)

اس پر ہود نے ان سے کہا کہ اگر تم نے ان احکام سے گریز کیا تو کم از کم میں نے اپنا پیغام تم تک پہنچا دیا، اور اس نافرمانی کا نتیجہ لا محالہ یہ ہوگا کہ خدا  
عظیم تم کو ہلاک کر کے کسی دوسری قوم کو تمہارا جانشین کر دے گا، اور وہ اس قدر صاحب قوت ہوں گے کہ تم ان کا کچھ بگاڑ بھی نہ سکو گے۔ اور یاد  
رکھو کہ میرا پروردگار ہر قوم کے اعمال کو نبردِ تمام دیکھ رہا ہے۔

ایک موقع، جس میں استخلاف کا لفظ ذرا مختلف معانی میں استعمال ہوا ہے، سورہ حید میں ہے:

أَمَّا بَشَرٌ مِّثْلُكُمْ فَآتَاهُ اللَّهُ ذِكْرًا وَخَلَقَ لَهُ مَا يَشَاءُ فِي مَقَامِ الْعَرْشِ الْكَبِيرِ (۷۱:۵۷)

لوگو! خدا کو خدا مانو، اور رسول کو اسکا بھیجا ہوا پیغام بھیج کر کے احکام کی تعمیل کرو، اور اس مال میں جس جبارت اگلوں کو تباہ کر کے تم کو بنایا ہے۔  
(اعلانے خدا میں) صرف کرو۔ کیونکہ جو لوگ احکام کی پیروی کرتے رہے، اور جنہوں نے ایثار یا مال کیا، ان کو خدا کے مال سے اجر عظیم ہے۔

(آمنوا کے ان معانی کی تشریح آگے آئے گی، یہاں اس سے بحث نہیں)۔ ان چاروں مثالوں سے یہ امر واضح ہے کہ استخلاف کے معانی قرآن کریم میں ایک ہی  
کو ہلاک کر کے دوسری قوم کو اسکا جانشین بنانا ہے اس سے زیادہ کچھ نہیں۔ نہ اس سے مراد بالخصوص وہ سلطنت ہے جس کا مرکز اہل قسطنطنیہ ہے، اگرچہ  
وہ بھی یہیں شامل ہے۔ نہ اس سے مراد خاص کر عرب کا استخلاف ہے، نہ عجم کا۔ نہ مشرق اور مغرب کا۔ جو قوم ایک کے ہلاک ہوئے پیچھے اس کے ملک اور  
دولت کی وارث ہوئی وہی خلف ہو، خواہ وہ چین کی ہو یا روم کی۔ یہی بقا و استبقا ہے، اور اسی لحاظ سے ہم نے یہ معانی متن میں لکھے ہیں۔

استخلاف کے ان معانی کی حتمی تائید قرآن عظیم کی دو آیتوں سے ہوتی ہے جن کے نفس موضوع کا مقابلہ سورہ ہود کی تذکرہ صدقہ آیت (۱۱:۵۷)

سے کرنا چاہیے۔ سورہ توبہ میں ہے: وَإِذَا تَوَلَّىٰ دُبُرَهُ إِذَا تَوَلَّىٰ دُبُرَهُ إِذَا تَوَلَّىٰ دُبُرَهُ إِذَا تَوَلَّىٰ دُبُرَهُ إِذَا تَوَلَّىٰ دُبُرَهُ

”اگر (اسے) غایب پس نہ کرے (لوگو!) تم اس موقع پر لڑائی کے واسطے ہمد تن مستعد نہ ہوئے تو خدا تم کو درونِ کسرت سے گرا دے گا اور تمہارے سوا کسی دوسری مستعد

اوپر لیا ہے، قرونِ ہمسیہ کی اقوام متحدہ کی طرح اُس کا غلبہ اور استخلاف قائم رہیگا جب تک ایمان اور صلاحیتِ عمل اُن میں باقی رہے، اور فسق و فحش کی حد تک نہ پہنچیں!

ہرگز نہیں رواں کہ دین زندہ شد بعشق

ثبت ست برجِ بریدۂ عالم دوام!

(بقیہ تحت لہن صفحہ ۹) قوم کو تم سے بدل دے گا، اور وہ اس قدر صاحبِ قوت ہوں گے کہ تم اُن کا کچھ بگاڑ بھی نہ سکو گے، اور یاد رکھو کہ خدا وہ بے نیاز خدا ہے کہ وہ ہر بات کر سکتا ہے۔ یہاں 'استبدال' اور 'تخلف' کا مترادف عیاں ہے۔ سورہ محمد میں بھی 'استبدال' انہی معنوں میں ہے: وَإِنْ تَتَوَلَّوْا يَنْتَبِلْ فَإِنَّ مَعَكُمْ كَيْدَ لَكُمْ لَا يَكُونُوا آمِنًا لَّكُمْ ه (۴۷: ۳۸) یعنی اگر تم نے ان احکام سے سترائی کی تو کچھ ہوا نہیں، خدا نے عظیم تمہارے سوا کسی اور قوم کو تم پر لا بٹھائے گا۔ پھر وہ تم جیسے بدل بنا فرماں، اور نفس پسندی نہ ہوں گے، ان آیاتِ آئی سے صاف ظاہر ہے کہ استخلاف اقوامِ رسول اُن کا استبدال ہی ہے جو قوم بادشاہت زمین کی اہل نہ رہی، جو قانونِ خدا سے سترائی کرنے کے باعث اپنی قوتیں سلب کر چکی اُس کا روئے زمین پر سے بیک بسنی و دو گوش نکالے جانا فطری ہے۔ جو وارثِ زمین ہے وہی 'تخلف' ہے وہی ہستہ اور صلح تر ہے، وہی ناقابلِ ضرر اور قوی تر ہے، اور اُس کا اس دنیا پر باقی رہنا طے شدہ امر ہے۔

خلف کا استعمال استخلاف اور ایقاع کے معنوں میں کئی جگہ ہوا ہے۔ یہاں پر تین موقعے قابلِ ذکر ہیں: وَكَوْنَتُمْ جَعَلْنَا مَثَلًا لِّمَنْ كَفَرَ فِي الْأَرْضِ بِنُوحٍ وَجُودِ الْفُجُورِ (۴۰: ۴۳)، اور اگر تم مناسب سمجھتے تو تمہیں کو فرشتے بنا کر اس زمین میں تمہارا جانشین کر دیتے، ثُمَّ جَعَلْنَاكُمْ خَلَائِفَ فِي الْأَرْضِ مِنْ بَنِي إِدْرِيسَ كَيْفَ تَنْظُرُونَ (۱۱: ۱۲)، پھر ہم نے اُن کے ہلاک ہوئے پیچھے تم کو زمین میں ان کا جانشین بنایا اگر دیکھیں کہ تم کیا سعی و عمل کرتے ہو، وَمَا أَنْفَقْتُمْ مِنْ شَيْءٍ فَهُمْ يَنْفِقُونَ (۳۹: ۳۴)، اور جو اثار مال بھی تم کرتے ہو خدا اُس کو بقا نصیب کرتا ہے اور اس کا عوض دیتا ہے، ان مثالوں سے ظاہر ہے کہ خلف اور استخلاف دراصل ایک ہی معنی میں استعمال ہوئے ہیں۔ اور انہی معنوں میں راقی جاعل فی الارض خلیفہ (ط ۲: ۳۰) ہے، یعنی میں زمین میں ایک قائم مقام بنانے والا ہوں۔

ایک اور بات جو مثلاً ان آیتوں اور بالخصوص (۱۱۹: ۴)، (۵۷: ۱۱)، (۱۲۴: ۱۵) سے مترشح ہے، یہ ہے کہ استخلاف فی الارض کا مقام حاصل کرنے، اور اُس کو قائم رکھنے کے لیے عمل کرنا شرط ہے۔ آید استخلاف میں شرط عملِ صلح ہے۔ اُس ہی یہ بات کہ عملِ صلح کیجائے۔ اس کا جواب اس کتاب کے طول و عرض میں ملے گا۔ اور صلح کی تعریف از روئے قرآن کرنا آسان کام نہیں۔

تیسری بات جو ان آیات میں غورِ طلب ہے یہ ہے کہ الارض کا استعمال (۱۱۹: ۴)، (۴۳: ۴۰)، اور (۳۰: ۲) میں مطلق معنوں میں ہوا ہے، اس سے کوئی خاص حصہ زمین مراد نہیں، جیسا کہ آید استخلاف کے الارض کے متعلق بعض مفسرین کا خیال ہے، اور وہاں الارض کے معنی زمین کہلے ہیں۔ یہ بحث کتاب کے متن میں کی جائے گی، لیکن یہاں اس بات کا اظہار ضروری ہے کہ الارض کا لفظ مطلق ہے۔ (۱۱۹: ۴) سے کچھ شبہ پڑتا ہے کہ موسیٰ کی مراد خطہ نصیب ہو مگر تاریخ شاہد ہے کہ بنی اسرائیل کو استخلاف سرزمین مصر میں ایک مدتِ مدید کے بعد حاصل ہوا، اس سے پیشتر وہ ملک شام میں بادشاہ بن چکے تھے۔ (۱۲۴: ۱۵) سے بھی خفیف سا شبہ پڑتا ہے۔ لیکن اس سے پہلی آیت (۱۱۹: ۴) کو ملاحظہ کرنے سے یہ شبہ رفع ہو جاتا ہے۔ ہر فرعِ ان آیات کے غائر مطالعے کے بعد حقیقت عیاں ہو جاتی ہے کہ قرآن میں استخلاف فی الارض کے الفاظ سے اقوامِ عالم کا اس معنی میں پراختیائی و تقاضی کرنا مراد ہے، اس کم و بیش کچھ نہیں۔ وہ شرعی یا مذہبی حل جو اس مصلحت کے گرد و مورت سے یا کسی تکرار کے باعث پیدا ہو گیا ہے خود لوگوں کا پیدا کردہ ہے، قرآن کریم کو اس سے کچھ سروکار نہیں۔

## ڈارون کا نظریہ ارتقاء: نشا آفرینش سے لیکر ظہور انسان تک، ہر ذی حیات شے کی انفرادی

۱۔ مسئلہ ارتقاء کی تخصیص و توہین جس انداز سے آج مسلمانانِ عالم اپنی کئی علم و غلبہ جہل کے باعث کر رہے ہیں، اس سے کم از کم یہ ترشح ہوتا ہے کہ بسطاط پذیر اقوام میں اپنے آبائی کارناموں کی یاد کس سرعت سے محو ہو جاتی ہے۔ صفحہ ۸ کے تحت اہل حق میں چند انسانی حکمائے عظام کا ذکر کیا گیا تھا جنہوں نے اس مسئلے کی تصدیق و تثبیت میں مستقل حصہ لیا، اسکو علم کلام کا اہم جز قرار دیا، علم فطرت کی ایک بڑی حد تک توسیع کر کے مختلف ثبوت اسکی تائید میں ہم پونہچاے، اور صاف اور غیر مشکوک الفاظ میں ارتقاء کی نوعیت بیان کی، لیکن آج چونکہ حشر ربی حکمائے اس نظریہ کو بایہ ثبوت تک پونہچا دیا ہے، اور اس سے مستقل نتائج اخذ کر کے حفظہ ان کی راہیں ڈھونڈھ رہے ہیں، مسلمان اس سے یکسر بیزار ہو گئے ہیں اور اسکی تصحیح کر کے اپنی نادانی کا ثبوت دے رہے ہیں؛ مسئلہ ارتقاء و انتخاب طبعی، آج مغرب کے تمام پہنائے علم و تحقیق میں وہ عظیم الشان انگشت ہے جس کی عظمت اور ناقصیت کا صحیح اندازہ لگانا قانون فطرت کے صحیح علم کے بدون ازیں مشکل ہے۔ اس مسئلے نے صحیح معنوں میں فطرت کے سرعظیم کو ایک بہت بڑی حد تک آشکارا کر دیا ہے؛ اس نے حیات کے حجاب کبیر کو چاک کر کے انسان کو معرفت نفس کا پہلا اور گراں قدر سبق دیا ہے؛ اس نے انسان کو شناسائی خدا میں متقل مدد دی ہے؛ اس نے وحدت خدا اور وحدت ماسوا، وحدت مکان اور وحدت کمین کو ثابت کرنے میں اہم حصہ لیا ہے؛ اس نے انسان کا دائرہ علم و عمل بیدار کر کے اسکو صحیح معنوں میں خدا کا قائم مقام بنادیا ہے؛ نہیں بلکہ اسنے نوال و بقائے ائم کے وہ پنہاں حمول بھی ایک حد تک عیاں کر دیئے ہیں جو الہامی کتابوں اور بالخصوص قرآن حکیم کے سوا آج تک اور کہیں نہیں ملے۔ جو لوگ اس مسئلے سے اس لینے بیزار ہیں کہ ہمیں نشو و نما و خست یاری کے باعث تعطل خدا کی شان پائی جاتی ہے، یا اسکی خالقیت میں ایک ناقابل برداشت تعویق ثابت ہوتی ہے، ان کے دلوں میں خدا کی عظمت اور قدرت، اربیت اور اہدیت کا اندازہ بہت کم ہے۔ قرآن میں مَا قَدْ رَفَعَ اللَّهُ صَوْتَ قَدْرِهِ ط (۲۲: ۷۴)، اس امر کی شہادت ہے۔ اکثر لوگ اس حقائق عظیم کا اندازہ انسانی قوتوں اور بشری دماغیوں کو پیش نظر رکھ کر کرتے ہیں، اور اسی لیے صلیت کی لامتناہ وسعت تک نہیں پہنچ سکتے۔ مختصر الفاظ میں اس مسئلے کا یہ دعوے ہے :-

۱۔ "اس عالم کون و مکان اور پہنائے زمین و آسمان کے اندر آفرینش کے ابتدائی ایام سے لیکر آج تک ایک ارتقائی اور تعمیری، ایک تدریجی اور ترکیبی انقلاب واقع ہو رہا ہے جو تخلیق کا فوری اور بلا واسطہ باعث ہے، حرکت اور حرارت اس تکوین کی علل اولیٰ ہیں۔ علت انتہائی وہ علتہ لعل وجود ہے جس نے سب اشیا کو اپنی اپنی جبلت و عطا کر کے اپنے اپنے کام پر لگا دیا ہے۔"

قرآن حکیم کا حکم کہ اس امر کے متعلق موسیٰ علیہ السلام کے ان الفاظ سے ظاہر ہے :-

قَالَ فَمَنْ رَّبُّكُمْ يَا مُوسَىٰ قَالَ رَبُّنَا الَّذِي أَعْطَىٰ كُلَّ شَيْءٍ خَلْقًا فَتَمَّ هَدَايَ (۲۱: ۲۱-۲۰)

فرعون نے اندازہ سوال پوچھا کہ اسے موسیٰ! وہ تم دونوں بھائیوں کا پروردگار کون ہے؟ موسیٰ نے جواب دیا کہ وہ وہ رب ہے شال ہے جس نے اس عالم کائنات کی ہر مخلوق شے کو، اسکی جبلت اور خلقت عطا فرما کر اپنا اپنا راہ راست دکھلا دیا ہے۔

۲۔ "عالم موجودات کی سب ذی حیات مخلوق، بشمولیت نباتات و خورد، یعنی حیوانات، ایک سلسلہ تکوین کی مختلف کڑیاں ہیں جنکو بقدر انکے اعضائے رئیسہ و غیر رئیسہ کی سہولت اشکال ترکیب کے ایک تدریجی سلسلے میں پتہ کیا جاسکتا ہے۔ یہ سب تکوین آفرینش کے مختلف مراحل میں ایک معین ترتیب سے ہوتی اور تدریج ہوتی۔ اس دنیا کا کمال ایچ انسان ہے جسکے اعضا کی تقویم سب اولیٰ حیوانات سے بہر نواع بہتر ہے۔"

## اور اجتماعی جدوجہد کی داستان، حفظ نفس اور ترقی نسل کے متواتر اجتہاد کی سرگزشت جس قوی سے نقل

(مربعہ تحت لہر صفحہ ۱۱) لَقَدْ خَلَقْنَا الْإِنْسَانَ فِي أَحْسَنِ تَقْوِيمٍ ۚ ثُمَّ رَدَدْنَاهُ أَسْفَلَ سَافِلِينَ ۝ (۱۹۵: ۳-۵)

(اے ساکنان زمین! اس عالم کائنات کا ہر ذرہ اس بات کا ثابہ ہے کہ) ہم نے انسان کو جن الخلق بنایا، اسکے حضامیں بہترین صلاحیت اور استعداد پیدا کی۔ پھر اس صلاحیت کے انحطاط کے باعث اسکو (اسی) کمتر سے کمتر مخلوق کی طرف لوٹا لائے (جو کبھی زمانے میں تھا)۔  
 رہنے والے تین ترین کی شمارت پیش نہیں کی، ان کی تشبیح میں ابھی بہت دیر ہے۔ مگر رَدَدْنَاهُ کے الفاظ سے ظاہر ہے کہ انسان اپنی نشا راؤل کے ابتدائی مرحلے میں اسفل سافلین تھا۔ اسفل سافلین کی علمی تشبیح آگے چل کر ملے گی۔

۳۔ ”دینا ایک عظیم الشان امتحان گاہ جدوجہد عمل ہے، جہیں ہر ذی حیات فرد بطور ایک مجاہد کے ہے۔ سب کے سب اپنے اپنے دائروں کے اندر، ایک لامتناہی کشش، اور غیر منقطع ماحمت میں لگے ہیں۔ قیام بقا کا ماحتر حصر اسی جدوجہد پر ہے۔ ہر جنس، نوع، اور فرد، جغرافیائی اور طباعتی حدود کے اندر، اپنی ہمسایہ مخلوق کے بالمقابل صفا آ رہے، فطری اور مقامی موانع کا مقابلہ کر رہی ہے، بہتر اور قوی تر اجناس سے نبرد آزما ہے، بون سے عمدہ برآ ہونے کی تجویز میں لگی ہے، کمتر اور کمزور تر مخلوق پر تسلط ہونے کی سعی کر رہی ہے۔ الغرض اپنی بہبودی اور بچاؤ، اپنی تقویت اور دفاع کے لیے ہر ممکن کوشش کر رہی ہے۔ (اس مقام نظر سے عالم حیوانات و نباتات کی سب مجتہدات باقیمہ، قوی تر اجناس انواع کی جارحانہ جستجو کے باعث، ایک متصل خوف کے ماحول میں گھری ہیں جس سے بچ نکلنا، اور بچو اس سے بدل دینا ہر ذی حیات کا منہاٹے وحید ہے۔“

قرآن حکیم کا تمام دستور العمل من وعن اس فوری اور اجتماعی جدوجہد کا موند ہے۔ چنانچہ مثالیں صفحہ ۱۰ کے تحت لہر میں لفظ استخلاف کی بحث کے ضمن میں گزر چکی ہیں، مگر لَيْسَ لِلْإِنْسَانِ إِلَّا مَا سَعَى ۝ (۵۳: ۳۹) کا اصل اصول قرآن عظیم کے ہر ورق پوری حروف میں لکھا ہے۔ آیت استخلاف کا نفس موضوع بھی اسی خوف عدو کو حفظ و امن میں بدل دینے کی معنی خیز داستان ہے، وَلْيَكُنْ لَهُمْ دِينُكَ يَوْمَ يُنْفَخُ الْأَشْجَارُ يُنْفَخُ الْإِنْسَانُ عَلَىٰ لِقَافٍ يُنْفَخُ ۚ وَلْيَكُنْ لَهُمْ دِينُكَ يَوْمَ يُنْفَخُ الْأَشْجَارُ يُنْفَخُ الْإِنْسَانُ عَلَىٰ لِقَافٍ يُنْفَخُ ۚ وَلْيَكُنْ لَهُمْ دِينُكَ يَوْمَ يُنْفَخُ الْأَشْجَارُ يُنْفَخُ الْإِنْسَانُ عَلَىٰ لِقَافٍ يُنْفَخُ ۚ (۱۰۰: ۱۰۰) اور بے بسی و عمل اسکا حامل کر لینا قطعاً محال ہے۔

جنس قوی کی جارحانہ دستبرد اور تشدد، اس بہت لاگاہ سعی و عمل میں، وہ بدیہی امر ہے کہ اسکے لیے کسی بڑی چھان بین کی ضرورت نہیں۔ ادنیٰ مخلوق سے لیکر شرف الخلق انسان تک ہر نوع اس قاعدے پر عمل پیر ہے، قوی ہر چاہی طاقت کا استعمال ضعیف جنس پر کر رہا ہے، بڑی چھلی چھوٹی چھلی کو نگل کر اپنا پیٹ پال رہی ہے، کمزور قومیں زور آور قوموں سے ہزم خوردہ ہیں، اور ہر طرف دست زور بالائی تعمیل بظاہر یہودی ہے، یسوف اطفال میں خدا سے عظیم نے قرون اولیٰ کے مسلمانوں کو اسی خوف عدو کا ماحول یاد دلایا کہ وہ دشمن پر غالب اگر محفوظ مقام حاصل کر لیا جاتا تب تک رہتا ہے:

وَاذْكُرُوا إِذْ أَنْتُمْ قُلُوبٌ مُّسْتَضْعِفُونَ فِي الْأَرْضِ تَخَافُونَ أَنْ يَخْطِفَكُمْ النَّاسُ فَأُولَٰئِكَ يَنْفَخُكُمْ يَوْمَ تَمْطُرُ الْأَشْجَارُ ۚ وَلْيَكُنْ لَهُمْ دِينُكَ يَوْمَ يُنْفَخُ الْأَشْجَارُ يُنْفَخُ الْإِنْسَانُ عَلَىٰ لِقَافٍ يُنْفَخُ ۚ (۲۶: ۸)

اور مسلمانو! وہ وقت یاد کرو جب تم اس زمین میں تھوڑی سی تعداد میں تھے، کمزور اور بے بس لگے جانتے تھے، اور یہ تھیں اس خوف کے باعث سے رہتے تھے کہ دشمن تمہیں اچک نہ لیجائیں۔ پھر خدا نے ذوالجلال نے تمہارے اعمال کو پسند فرما کر، تم کو اپنی پناہ میں لے لیا، اپنی مدد سے تم کو قوی

۱۱۔ انسان کو کمزور ترین میں گروہ جو پندہ اسکی سعی کے ہے۔ ۵۔ مطالبے کے لیے دیکھو صفحہ ۱۰۔

## صنف ضعیف کے سقوط، اور جنس اسلح کے بقا اور تدریجی ارتقا کی مسلسل رسید، طبقات الارض کی

(بقیہ بحث بہمن صفحہ ۱۲) بنایا، اور دشمن پرستج دے کر عمدہ قسم کی دنیاوی نعمتیں بخشیں، اور یہ سب اس لیے کہ تم ان نعمات کی دل سے قدر کرو۔  
(لَعَلَّكُمْ تَشْكُرُونَ) (شکر کر کے ان معانی کا ثبوت بعد میں ملے گا، یہاں سپر بحث نہیں)۔

۴ مختلف انواع و اقسام کا ظہور اور قیام، خارجی اور مقامی حال و احوال اور باطنی استعداد و صعود کے متفقہ زور اثر سے ہوا۔  
جو نویں احوال طبیعت کی خارجی مزاحمت کے بالمقابل پوری ذاتیں گئیں، جنہوں نے اس کٹکٹ میں پورا حصہ لیکر اپنے آپ کو مستعد ثابت کیا، صعود کرتی گئیں۔ عالم حیات کا سب کون و نسا و اسی عالم اصول کے تحت ہو رہا ہے حفظ نفس، اس مزاحمت کا محرک اقل ہے جس ناتی یا حیوانی نوع کا اختلاف زمین کے کسی حصے پر قائم ہے۔ وہ اصل ہے جس کا ممکن فی الارض مشتہار ہے وہ غیر صلح ہے۔ جو نوع سبے ممکن، سبے زیادہ نجاہد اور مستعد سبے زیادہ کمتر اور ارتقائی اہلیت رکھتی ہے وہی اپنے دائرے کے اندر صلح ہے، اسی کا بقا قطعی ہے فطرت خود بخود اس کا انتخاب کر کے اس کو بے خوف و خطر کر دیتی ہے؟

انسانی امتوں کے قیام و بقا کے متعلق قرآن حکیم نے بعینہی لازوال اصول پیش کیے جو آج مغرب کی تمام علمی تحقیقات اور ادبی تقدم کے محور بن چکے ہیں۔ سورۃ اعراف میں ہے:-

وَلِكُلِّ أُمَّةٍ أَجَلٌ ۚ فَإِذَا جَاءَ أَجَلُهُمْ لَا يَسْتَأْذِنُونَ سَاعَةً وَلَا يَسْتَقْدِرُونَ ۚ يَوْمَ لَا يُغْنِي عَنْهُمْ كَيْفُ بَعْثِهِمْ وَلَا هُمْ يُنصَرُونَ ۚ (۲۳۲-۲۳۵)

اور ہر ایک گروہ کے صفحہ ہستی سے مٹنے کی ایک مہلک مقرر ہے، ہر جب اس کی تباہی کے اسباب مکمل ہو چکے ہیں تو اس سے ایک گھڑی پیچھے رہ سکتے ہیں نایک گھڑی کے بڑھ سکتے ہیں۔ ہر اگر اس وقت کوئی عند پیش کرے گا تو ہم کہیں گے کہ اسے بنی آدم! ہم نے تم سے پہلے یہ کہہ دیا تھا کہ جب کبھی ہماری طرف سے تم ہی میں سے ہمارے قاصد تمہارے پاس پہنچیں، اور ہمارے احکام تم پر واضح کر دیں، تو جس قوم نے ان احکام پر عمل کر کے حفظ نفس کی راہ اختیار کر لی (انھی) جو ہلاکت سے دہن بچا کر چلی (انھی) اور صلح بن گئی (انھی) اس کو اس نیاں کر کے تم کو خوف و خطر

ان کے چکر ہم اسی جہل میں ثابت کر سکتے کہ ارتقا کی بعض اہم شرائط کیا ہیں، ارتقا کی مکمل شیعہ عمل کے عنوان (دو جہلی جلد) میں آئے گی۔ صلاح کی ترویج میں ابھی بہت دیر ہے۔ وہ عظیم الشان آیات جن سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ عالم حیوانات کا قانون فنا و بقا بھی اسی انداز پر ہے جس پر انسانی امتیں چل رہی ہیں بہت بعد میں آئیں گی۔ یہاں ہم نے صرف قرآن حکیم کی چھ دفعہ معاون آیات کو پیش کر دیا ہے۔ ان سے کچھ ثابت کرنا بھی مقصود نہیں۔ لیکن اگر کتاب کے اس محض ابتدائی حصے میں کوئی تیسرے فیض اور قابل ذکر بات ان آیات سے مستنبط ہو سکتی ہے تو یہ ہے کہ کتاب الہی نے کس تسلسل کے ساتھ اختلاف فی الارض کی شرط کو باجبا سعی و عمل، امتحان و بہتلا، بگ و دستار دیا ہے جو سلسلہ ارتقا کی اصلی روح رواں ہے۔ چنانچہ ہمیں جس میں سورۃ

انعام کی آخری آیت نہایت قابل لحاظ ہے:

وَهُوَ الَّذِي جَعَلَ لَكُمُ حَكَيفَ الْأَسْرِ ۚ فَمِنْ دَفْعٍ بَعْضُكُمْ فَوْقَ بَعْضٍ ۚ وَرَجَّيْتُ لِيَمْلِكُ لَكُمْ فِي مَا أَنْتُمْ كَا۟فِرُونَ ۚ إِنَّ دَنِيَّتَ سَيِّئِ الْعُقَا۟بِ ۚ وَرَأَيْتُكَ لَظَفُو۟ا دَسَّ حَيْ۟رَةً (۱۶۶: ۶)

اسے سامان زمین؛ خدا وہ عظیم الاختیار خدا ہے جس نے تم کو اس میں اپنا نائب اور قائم مقام مقرر کیا ہے کہ تم اس کی حکومت اور انتظام کو اپنے ماتھے میں لو، اور تم میں سے ایک قوم کو دوسری قوم پر کئی درجے فضیلت اس لیے دی جو کہ معیشت کی اس سبقت کٹکٹ میں وہ تمہاری اُن قوتوں اور صلاحیتوں کا امتحان لے جو اس نے تم کو دیں۔ جانے رہو کہ اگر تم اس ابتلا میں پورے نہ آؤ گے، اور دوسروں سے پیچھے رہ گے، تو لا محالہ خدا بڑا جلد جلد سزا دینے والا ہے، اور اگر اپنی سعی و عمل کے باعث بہت لگے گے تو اس میں بھی شک نہیں کہ وہ عجب پر بڑا پردہ ڈالنے

مشی میں دینی ہوئی ہڈیوں کی ربانی ہے۔ اس تمام چھپیدہ سکے کی تہ میں یہ بات ظاہر کر دی گئی ہے کہ

(بیتہ تحت آیت صفحہ ۱۱) (غفور) اور بڑا رحم کرنے والا ہے۔

۵۔ انسان کی تکوین کثر مخلوق کے ارتقا سے ہوئی، مگر اس انقلاب عظیم کی تکمیل میں قرنہا قرن گزر گئے، حتیٰ کہ ایک نوع کا انتقال اُس سے اگلی نوع میں بھی ہزار باریں ہو، اس مدتِ مدید میں زمین بھی لا انتہا جزائی اور طبعی، کیمیائی اور فیزیکی انقلابات کا مکین بنی، اور اب تک ہی۔ ارتقا کا سلسلہ بند نہیں ہوا، بلکہ جب تک کہ بیڑ آسمان موجود ہے، جاری رہیگا۔ اس نقطہ نظر سے بہت ممکن ہے کہ ایک مدت کے بعد انسان اپنی قوتوں، صلاحیتوں، اور علم و عمل میں ارتقا کرتے ہوئے اس سے بھی بہتر مخلوق بن سکے جو اپنی صفات میں شائع کائنات کی فات سے قریب ہو۔ اس بنا پر زمین و آسمان کی تکوین کا سلسلہ انسانی نقطہ نظر سے ایک بے پایاں سلسلہ ہے جو ہزاروں ہزار بلکہ لکھوں باروں سے چل رہا ہے اور ممکن ہے کہ لکھوں باروں تک ایسی طرح چلتا رہے!

مسئلہ ارتقا کی اس شق کے متعلق قرآن کریم میں وہ حیرت انگیز اور ناقابل انکار شہادت موجود ہے کہ اُس کا تمام و کمال یہاں پر لکھ دینا بہت کچھ بیش از وقت ہے۔ یہاں پر صرف چند آیات اور اُن کا مربوط ترجمہ لکھ دیا جاتا ہے۔ صحت مطالب کی ناقابل رد دلائل ایک ایک نقطہ کے متعلق اپنے اپنے موقع کتاب کے متن میں آئیں گی۔ سورہ سجدہ میں ہے:

اللَّهُ الَّذِي خَلَقَ السَّمَوَاتِ وَالْأَرْضَ وَمَا بَيْنَهُمَا فِي سِتَّةِ أَيَّامٍ ثُمَّ اسْتَوَىٰ عَلَى الْعَرْشِ مَا لَكَ مِنْ دُونِهِ مِنْ قُوَّةٍ وَلَا تُفْهِمُ أَفَلَاتَنْ كَرِهَ أَنْ يُدَبِّرَ الْأُمُورَ مِنَ السَّمَوَاتِ إِلَى الْأَرْضِ ثُمَّ يُعْرِجُ بِالنَّفْسِ يَوْمَ كَانَ مَقْعَدُ الْكِتَابِ سَنَةً وَسَنًا يُعُودُونَ ذَٰلِكَ عِلْمُ الْغَيْبِ وَالشَّهَادَةِ الْعَزِيزُ الرَّحِيمُ الَّذِي أَحْسَنَ كُلَّ شَيْءٍ خَلْقَهُ وَبَدَأَ خَلْقَ الْإِنسَانِ مِنْ طِينٍ ثُمَّ جَعَلَ نَسْلَهُ مِنْ سُلَالَةٍ مِّنْ مَّاءٍ مَّهِينٍ ثُمَّ سَوَّاهُ وَنَفَخَ فِيهِ مِنْ رُّوحِهِ وَجَعَلَ لَكُمُ السَّمْعَ وَالْأَبْصَارَ وَالْأَفْئِدَةَ قَلِيلًا مَّا تَشْكُرُونَ (۳۳: ۹-۱۲)

لوگو! خدا وہ عظیم جلیل خدا ہے جس نے آسمانوں اور زمین کے اس حیرت انگیز کارخانے کو چھ بڑے مدید الوقت اور طویل المیعاد دنوں میں پیدا کیا، اور اب تختِ مملکت (العرش) پر جمایا بیٹھا اس ادارتِ عظمیٰ کو چلا رہا ہے۔ لوگو! اُسکے سوانہ قمار کوئی کار ساز ہے، نہ سفارشی۔ اُسی کی حکومت ہر جا چل رہی ہے، اُسی کا قانون ہر جگہ جاری و ساری ہے، تو کیا تم لوگ اس کارخانہ جہاں اور اس عالم آرا حکومت سے کچھ عبرت نہیں پکڑتے!

وہ وہ عظیم کار اور بزرگ اعمال خدا ہے کہ ایک عالم آرا قانون (الاکھرا)، ایک امر نامہ (الاکھرا)، ایک حلیل القدر فیصلہ یا معاملہ (الاکھرا) کی تجویز آسمان سے لیکر زمین تک کر دیتا ہے، پھر وہ معاملہ، اپنی عظمت اور وسعت کے باعث، رفتہ رفتہ اور محسوس طور پر، ایک مدتِ مدید میں (فی بقیہ) جس کی مقدار انسانی شمار کے لحاظ سے ایک ہزار برس یا اس سے بھی زیادہ ہو، اُسکی مشیت کی طرف (الیوم) صعود کرتا ہے (بعضیہ)، اور اپنے اعلیٰ زمرہ سے کمال کو پہنچ جاتا ہے (اگرچہ اُسکی عظیم الشان تجویزیں ہزاروں برس میں جا کر کٹ جاتی ہیں، اُسکے قانون کا عالم ان غیر نفوذِ صدیوں میں چلکر محسوس ہوتا ہے، اُسکی اعلیٰ مشیتِ قرون کے امتداد کے باوجود پوری ہو رہی ہے) یہ ہے وہ ہزاروں برس کے بعد کے حالات کا علم رکھنے والا (علیہ الغیب)، اور آج کے حال و احوال کا صحیح پرکھنے والا (وَالشَّهَادَةِ)، غالب القوی (العزیز)، صاحبِ غیور و گداز (الرحیم)، خدا جسکے رحم و رحمت اور کمال علم و عمل پر ہر کارگاہِ کبر چل رہا ہے!

وہ وہ صنایع عظیم ہے جس نے ہر پیدا کردہ شے کو بہتر سے بہتر کر دیا ہے، اور انسان ہی اشرارِ المخلوق کی ابتدا (بدا) مشی سے حقیر اور کثر مخلوق سے کی، پھر رفتہ رفتہ اس بد اول، اس کثر مخلوق، اس خلقِ قدیم کی نسل کو ہزار باروں کی تہ پر امر اور تکمیل نوع کے بعد اعلیٰ حیوان کے

## عالم حیوانات کی کشمکش حیات میں جسمانی زور، یا جارحانہ قوت ہی کجی جنس کے قیام کے لئے کافی نہیں ہوتی

(بقیہ تحت لہجہ صفحہ ۱۲) مادہ تناسل سے، جو ایک حقیر سا پانی کا پتھر ہے، جاری رکھا، پھر تناسل کے اس عظیم الشان مرحلے کو طے کر کے بعد ازاں خلق جدید کے اعضاء، ہزار ہا برس کی فریاد و توجہ و تدبیر کے بعد، بہترین تناسب قائم کیا (لحم سمیۃ) اور پھر اس ان خلق شے میں اس خدائے عزیز و جبریم نے اپنی ناپید مثال صفات اور اوصاف کا ایک ایک شمع ڈالا، اسکو اپنی جناب سے تھوڑا سا علم، تھوڑی سی قدرت، تھوڑی سی سمجھ و غیرہ وغیرہ عطا فرما کر گویا اپنی روح اس میں پھونک دی (وَنُفِثْ فِيْهِ مِنْ رُّوْحِنَا) اور آج اسے اشرف المخلوق انسان! اس نے تم کو ان تمام مرحلوں سے گذر کر وہ عظیم الشان نمائے الہی، اور اوصاف کبریا کے وہ عظیم الشان مظاہر عطا کیے ہیں، جن کا نام کان ہے، آنکھ ہے، اذان و ہر سلیم ہے، جن کے ذریعے سے تم صحیح معنوں میں (سب کلمہ مخلوق کے نقلی کانوں، آنکھوں، اور قلوب سے قطع نظر) سن سکتے ہو، دیکھ سکتے ہو، اور سمجھ سکتے ہو! افسوس کہ تم ان حیرت انگیز نعمتوں کی بہت ہی کم قدر کرتے ہو، اور ان کو بہت ہی کم صحیح استعمال میں لاتے ہو (وَلَقَدْ عَلَّمْنَا الْاِنْسَانَ مَا لَا تُكْمُرُوْنَ)

(الف) ان جلیل الشان آیات کے مطالب تک پہنچنا آسان کام نہیں، مگر قرآن کے طالب العلم کو محمول بالا مطالب کی ابتدائی تصدیق کے لئے سب سے پہلے اس آیت کو پیش نظر رکھنا چاہیے جس میں انسان کی پیدائش کو اس قدر عظیم اور متمم امر قرار دیا گیا ہے کہ آسمانوں اور زمین کی پیدائش کا اس سے مقابلہ کیا ہے: **الْحَالِقِ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ الْاَكْبَرِ مِنْ خَلْقِ النَّاسِ لَکُمْ اَلْکِتٰبُ الْاَوَّلِ عَلٰی نَفْسٍ مِّنْ رُّوْحِنَا لَکُمْ اَلْکِتٰبُ الْاٰخِرِ عَلٰی نَفْسٍ مِّنْ رُّوْحِنَا لَکُمْ اَلْکِتٰبُ الْاَوَّلِ عَلٰی نَفْسٍ مِّنْ رُّوْحِنَا لَکُمْ اَلْکِتٰبُ الْاٰخِرِ عَلٰی نَفْسٍ مِّنْ رُّوْحِنَا**۔ لیکن اکثر لوگ اس حقیقت کا علم نہیں رکھتے کہ گویا انسان کی انکون کوئی خالق کا گھر نہ تھی کہ ایک ٹی کا پتلا سا بنا کر رکھ دیا، اور پھر انہیں معاذ اللہ کسی شجرہ باز سے پربک مار کر جان سپرد کر دی، جیسا کہ جگہ کا خیال، تاہل ہے بلکہ وہ ایک عظیم الشان تعمیری سلسلہ تھا جو ہزار سالوں کے بعد ختم ہوا! یہی بات اللہ کی کئی جگہ ظاہر ہے: (۱۲۶-۱۲۷-۱۲۸)۔ اور اللہ اور فیض، میں ہوئی گئی غائب خیر سے لکھنے کی مخاطب خیر کی طرف رجوع کرنا بھی اس امر کی طرف اشارہ ہے کہ اللہ کی خیر انسان کی پہلی خلقوں کی طرف ہے۔ لہذا خود انسان کی طرف۔ علاوہ ازیں انسانی نسل کو ایک فوق طور معنی سے جاری کر کے بعد میں اس کا تسویہ کرنا قطعی معنی ہے (لَقَدْ جَعَلْنَا نَسْلَکَ مِنْ نَفْسٍ مِّنْ رُّوْحِنَا لَکُمْ اَلْکِتٰبُ الْاَوَّلِ عَلٰی نَفْسٍ مِّنْ رُّوْحِنَا لَکُمْ اَلْکِتٰبُ الْاٰخِرِ عَلٰی نَفْسٍ مِّنْ رُّوْحِنَا)۔ میں یہ ظاہر ہے کہ خلقت کی ابتدا مٹی سے ہوئی نہ کہ گیل۔ آج علم جدید کی حیرت انگیز تحقیق بھی انسان بلکہ تمام حیوانات کو "اسی طین لازم" سے بنایا ہوا قرار دیتی ہے: **اِنَّا خَلَقْنٰہُمْ مِنْ طِیْنٍ لَّازِلٍ** (۱۲۷-۱۲۸)۔ ہم نے انسان کو لیس و کرچہ سے پیدا کیا۔ (سورۃ الرحمن میں ہے: **خَلَقَ الْاِنْسَانَ مِنْ صَلْصَالٍ کَالْفَخَّارِ**) (۵۵-۵۶)۔ اس نے انسان کو شیش کی کی مانند بجتی ہوئی مٹی سے پیدا کیا۔ یہ سچا ہوا لیس و کرچہ انسان کی تخلیق کا وہ سامان اول ہے جو ہر تالاب اور قندل، جو ہر اور سنداس کی تہ میں، یا جھیلوں کے کنارے پر، کثرت سے نظر آتا ہے، اور جس کے مطلوب و خواہش کے اندر پورے کا دقیقہ رس عالم اپنی خوردبین کے ذریعے سے اس خلایق عظیم کی کروڑ کروڑ مجرذہستیاں چھپی ہوئی دیکھتا ہے۔ یہ سب وجودات دقیق ہیں کہ ان کی گل کائنات صرف ایک خلیہ یا مجرہ ہے جس کے اندر حیات کا عالم آراکین محفوظ بیٹھا ہے! یورپ کے طبی فلسفی کا دعویٰ ہے کہ کل فی حیات مخلوق اپنی نفس و جسم کے جہلے اور ہستمار سے ہوئی، اور ہر نیا قرن میں اپنی ارتقائی استعداد کے باعث ایک مکان سے دوسرے مکان، اور ایک جائے قرار سے دوسری جائے قرار میں منتقل ہو کر اس مقام پر پہنچی جس کا نتیجہ اشرف المخلوق انسان ہے! قرآن حکیم نے اس ہستمار انسان حقیقت کو، پورے کی روح فرما علی تحقیق سے کامل بارہ سو برس پہلے، ان ناقابل تاویل اور ناقابل جمود الفاظ میں ادا کیا ہے جن کی طبع پاک و فرخ کے سب حکماء عظام کا

اک کتاب عظیم کے آگے سر جھکا دینا قطعی ہے! سورۃ النعام میں ہے:

وَهُوَ الَّذِیْ اَنْشَاَ کُمْ مِنْ نَفْسٍ وَاحِدَةٍ فَمُسْتَقَرٌّ وَمُسْتَوْدَعٌ ۚ قَدْ فَضَّلْنَا الْاِنْسَانَ لِنَفْقِیْ حَقِّهٖ فَقُتِبَ عَلَیْہِ ۚ (۶۰-۶۱)

نوگو: وہی خلاق عظیم تو ہے جس نے تم جیسے اشرف المخلوق وجود کی ابتدا اور کئی نفاذ اول ایک خوردبینی نفس مطلق سے کی (اَنشَاَ کُمْ) پھر اس نفس جس کو ایک عارضی قرار (مُسْتَقَرٌّ) اور ایک مکان (مُسْتَوْدَعٌ) سے دوسری جائے قرار میں بدلا، حتیٰ کہ اسے آخری مکان قرار مستقر (نَفْقِیْ) میں منتقل کیا۔



بلکہ اسکی حفاظت اور بقا کا اصلی راز صلاحیت اور استعداد ہے جس نوع حیوانی نے سعی و ابتلا کے

الْبَاقِيَةُ تَحْتَ لِبْنِ صَفْحَةٍ ۝) (مُسْتَدْرَجٌ ۝) میں ہے آیا، جو حسن الخلق بشراً قالے ۝ جو قوم ہمارے اعمال کو سمجھتی، اور اسکا صحیح علم رکھتی ہے، اسکو ہم نے اپنی قدرت کے یہ عجوبات (الْاٰثَاتِ) اِنْ لِّفُطُوْنَ میں بِالْفَضْلِ بیان کر دیے ہیں۔

”اَنْفُسُ“ کا لفظ نہایت ہی فیض ہے جبکہ معنی مطلق جان کے ہیں۔ قرآن حکیم میں انسان کی پیدائش کے متعلق ہر جگہ ”نَفْس“ واحد قرہ کا ذکر ہے؛ بشرطِ واحد کا کہیں ذکر نہیں کیا گیا۔ اس لیے اس موقع پر دوسری جگہ آئے گی۔

خزان کو کتاب خدا مان کر مسئلہ ارتقا کے درست ہونے، یا مسئلہ ارتقا کی عیسائی اور علی شہادت پاکر قرآن حکیم کے منجانب اللہ ہونے کی آج تک اس سے بہتر اور روشن تر شہادت کہیں موجود نہیں!

(ب) یَعْرِضُ کے لفظ سے جو سورہ سجدہ کی محولہ بالا آیت (۵۳: ۵) میں ہے، ارزوئے نحو یہ ظاہر ہے کہ اس کا فاعل خدا ہونا چاہیے (یہی کیونکہ اگر انکار لفظ یَعْرِضُ کے لیے ہو تو اس کی ضرورت نہیں ہوتی۔ اور چونکہ یہاں پر تدریج ارتقا کر چکے ہیں۔ اس لیے اس نقطہ نظر سے اتباع کیا گیا ہے، مگر انصافاً اس اتباع کی ضرورت بھی معلوم نہیں ہوتی۔ اور چونکہ یہاں پر تدریج ارتقا کر چکے ہیں۔ اس لیے اس نقطہ نظر سے معافی اور بھی زیادہ صاف ہو جاتے ہیں:

خداوند عظیم کا اور بزرگ اعمال خدا ہے کہ ایک امرِ تم کی تجویز آسمان سے لیکر زمین تک کر دیتا ہے اور پھر اس امرِ عظیم کی طرف ایک نیا مدین میں جسکی مقلد تمہارے شمار کے مطابق ایک ہزار سال ہوتی ہے۔ ہستہ، ہستہ اور نامحسوس طور پر ارتقا کرتا ہے۔ گویا اس امر کی تکمیل کہیں ہزار برس میں جا کر موقی ہے۔ اس صاف ترجمے سے ارتقا کا وجود اور بھی واضح ہو جاتا ہے۔

[illegible]

انسان کے اپنی موجودہ حالت سے بہتر مخلوق بننے کے متعلق قرآن عظیم میں ایک خفیف سا اشارہ ہے، جو اختلاف کی بحث میں بیخود ہے۔ تحت لہسن میں ہونی اگر چکا ہے۔ یہاں ہراسکا اعادہ کیا جاتا ہے: **وَلَوْ شَاءَ جَعَلْنَا مِنْكُمْ كَلْبًا فِي الْأَرْضِ فَلْيَقُولْ** (۹۰: ۴۳) اور اگر ہم تمہارے لیے تو تمہاری کوفرت سے بگاڑا زمین میں تمہارا جانٹین کر دیتے " یہاں **جَعَلْنَا** کے الفاظ نہایت قابلِ لحاظ ہیں، لیکن یہ امر کیا حلیہ کہ ہمہ جہ انسان بہتر مخلوق ہیں یا نہیں نہایت بحث طلب ہے، اور اسکی تشریح اپنے موقع پر آئے گی۔

## اس عظیم الشان معمل میں مولع فطرت کا مقابلہ تفسد ہی اور استقلال سے کیا، جو مخلوق موت

(بقیہ تحت اہم ص ۱۶) مسئلہ ارتقا کی باقی شقیں یہ ہیں:-

۴۔ نفس واحد کے اجتماع اور ہمتار سے مختلف نوعیں پیدا ہوئیں لیکن ہر نوعی اجتماع نہ صرف پہلے نوعی اجتماع سے بہتر اور صلح تر ہو بلکہ ہر ایک صورت اجتماع میں بھی اسکے اپنے دائرے کے اندر اصلاح اور ارتقا کی تجویز قائم رہی، حتیٰ کہ وہ صنف ہدایت خود اوج کمال کو پہنچ گئی۔ گویا ارتقا ایک شجر ہے جسکی متعدد شاخیں شاخیں ہیں، اگرچہ اصل ایک ہی ہے، مختلف شاخیں اپنے اپنے خطوں پر پھولتی پھلتی گئیں، بلکہ شلخ درشل بن گئیں، اُن پر مختلف پھول لگے، جو اس شلخ کی صلح ترین انواع ہیں۔ بعض شاخیں اور پتے پھرتے گئے، جو غیر صلح انواع کی مصداق ہیں۔ اس تنے کی بلند ترین شلخ انسان ہے، جسکی کئی ایک فروع ہیں جو بجا اذخلاف لون و نسل، اور ہستیا زخم و ادراک، ایک دوسرے سے قوی تر، صلح تر اور تیز تر ہیں جس قوم یا نسل کی حکومت، صورتاً اور معنًاً، اس زمین کے بڑے کبیر پر قائم ہے وہی آج صلح ہے، اور اس عظیم الشان درخت کی چوٹی پر ٹھکن ہونا اسی کا طغرائے ہستیاز ہے!

(الف) کتاب خدا نے شجرے کی صورت کو نہایت لطیف اور پر معنی الفاظ میں ادا کیا ہے، مگر اُن کی حقیقت نا اہل مسلمانوں کے ہاتھوں مدت ہوئی مسخ ہو چکی ہے۔ سورۃ نوح میں ہے: **وَاللّٰهُ اَنْزَلَ تِلْكَ حُزْنَ اَلَا تَذَكَّرُوْنَ** (۱۷: ۱) اور اسے مسلمان زمین: خدا نے عظیم نے تم انسانوں کو زمین سے ایک درخت کی طرح اکایا، گو یا جب انسان کی زمین سے درخت کی مانند لگنے کی ظاہری صورت کوئی نہیں تو اُن الفاظ وحی کے لاجملہ کوئی عظیم الشان معانی ہیں جن کی تعلیم دینے کے لیے رب بے مثال نے ایک مستقل آیت بھیجی کی تکلیف گوارا کی۔ مگر آج کل کے مسلمانوں کو جو کسی عزیز کے مرنے پر ایک رات میں پورے قرآن کو کئی بار دہرا کر قرسے کو ثواب پہنچانے میں مشغول ہیں، قرآن عظیم کے مطالب سے کیا غرض ہو، جب ایک ایسی ف کی تلاوت پڑا کہ وہ نیکیاں خود بخود دل رہتی ہیں تو معانی کو کچھ بھی ہوں ہوتے رہیں، اُن سے بحث کرنے کی کیا ضرورت ہو! اسی سورۃ میں ایک دوسرے ہاشان مضمون ہے جو پوری دو آیتوں میں ادا کیا گیا ہے:

**مَا لَكُمْ لَا تَرْجُوْنَ لِیَوْمٍ قَدْ اَخْلَا ذَاہُ (۱۷: ۱۳-۱۴)**

اے لوگو! تمہیں کیا ہو گیا ہے کہ تم اس خدا سے عظیم سے عزت اور آمرو کی اس نہیں لگاتے، تم اسکے قانون پر چل کر بہترین بننے کی امید نہیں رکھتے، حالانکہ وہی رب بے مثال اور وہی ہنم حسیقی تو ہے جس نے تم کو کئی طریقوں، اور تخلیق کے کئی مرتبوں سے مرقی کر کے پیدا کیا ہے، اونی مخلوق سے اعلیٰ مخلوق میں ترقی دیکر، اور ایک جہت سے دوسری اعلیٰ جہت میں بدگر اشرف الخلق ہونے کا وقار بخشا ہوا

کیا زکا اور اخلو اولیٰ آیات کا ربط اس کے سوا کسی اور معانی میں ہو سکتا ہے؟ اور کیا نوح علیہ السلام ایسا اوو العزم نبی اس وقاس کی حقیقت معلوم کیے بغیر اپنی قوم کو خطاب کر رہا تھا؟

(ب) نبی نوع انسان کی سب مخلوق پر فضیلت خدا سے عظیم کی اس زمین پر ہر شخص کو بہر نفع و فہم ہے، اور جو انسانی نسل زمین کے بڑے بھرا اور طبیعت رزق کی مالک ہے، اُس کا فضل بھی انہر من انہس ہے۔ مگر زمین و آسمان کے مالک کا کلام انسان کی فضیلت تمام عالم کی مخلوق پر نہیں مانتا، اور اسکی نابہر کنار آسمانی فضا میں لاجملہ کسی شریف تر مخلوق کے وجود کی گواہی دے رہا ہے، لیکن اس کئے کی تصدیق کے لیے مہیج سے چمکتی کی کسی کرنے والے یورپ کو ابھی نہ معلوم کتنی اور صدیاں درکار ہیں! سورۃ بنی اسرائیل میں ہے:

**وَلَقَدْ كَرَّمْنَا بَنِي آدَمَ وَجَعَلْنَاهُمْ فِي الْاَلْبَرِ وَالْخَبَرِ وَرَفَعْنَاهُمْ فِي الْوَقْلِيَّتِ وَفَضَّلْنَاهُمْ عَلَى الْكَثِيْرِ مِنْ خَلْقِنَا نَضْعَبُكَا ۝۱۰**  
اور بیشک ہم نے بنی آدم کو اشرف الخلق بنا کر بھیجی تھی اُن کو اس پیمانے زمین کے بڑے بھرا و قائلین کر کے صحیح معنوں میں اس زمین کا حاکم کر دیا

## وحیات کی اس مجاہدانہ کشمکش میں اپنی ظاہری اور باطنی قوتوں کا مناسب اور بہترین استعمال

(انبیاء تحت آیت ۱۷) اعلیٰ سے اعلیٰ منتیں اُگھویں، اور اس کائنات عالم میں جس قدر مخلوق ہم نے پیدا کی ہے، اُن میں سے اکثر پران کو فضیلت عطا فرمائی۔

کے۔ طبقات الارض کی تہوں میں میلوں کی گہرائی پر دینی ہوئی ہڈیاں نہ صرف اس مخلوق کی یادگار ہیں جو انسان سے پہلے اس زمین پر رہیں ہی تھیں، بلکہ زمین کے اُن طبیعی اور جغرافیائی، مقامی اور تخلیقی انقلابات کی سلسلہ اور سرگزشت میں جو نشانہ آفرینش سے ہوتے، اور آج پورے ہیں۔ گویا زمین کے تدریجی طبعی کتابِ فطرت کے مرتب اور اُن کی ہڈیاں وہ ناقابلِ محو حروف ہیں جن کی وساطت سے باجرائے زمین کا سلسلہ اور پتہ لگ سکتا ہو۔ اسفلِ طبقے اعلیٰ طبقوں سے لامحالہ قدیم تر ہیں، اور اُن کے ہا قیام آئندہ آثارِ کمین کے تدریجی سلسلے کی صحیح سند ہے۔ ان آثار کے مطالعے سے معلوم ہوتا ہے کہ اگرچہ شجر ارتقا کی ابتدا سب سے نیچے طبق میں اُن نہایت ابتدائی حیوانات سے ہوئی جو محض ایک غریبی سی مضغہ گوشت تھے، مگر سطح زمین کے نزدیک کے اعلیٰ طبق میں ذریعہ ارتقا، اُس شدید ہوا کہ بڑے بڑے جسم اور زوردار حیوان (جن کے ڈھانچے آج کل کے بڑے سے بڑے حیوان سے بھی کئی گنا بڑے ہیں) رونے زمین پر بدتوں کثرت سے آباد رہے اُن کا بالآخر سطح زمین سے محو ہو جانا، اور بظاہر ضعیف جنسوں کا لکھو کا برس سے جاری رہنا، اس امر کی دلیل ہے کہ مزاحمت جتنی جسمی زور یا جارحانہ قوت ہی کفایت نہیں کرتی، بلکہ صلاحیت بقا، ان کے سوا کچھ اور شے بھی ہے۔ یہ صلاحیت فطرت کی اہل قوتوں کا، جو بقا کی راہ میں طاعن ہیں، اور جو مخلوق کے بالمقابل بقدر اسکی بسلا کے پروا نہیں، مستعدی سے مقابلہ کرنا ہے۔ اگرچہ چوٹی کی نسل باوجود اپنے ضعیف جسم کے ایک مدتِ مدید سے اس زمین پر ٹھکن ہے، اور آٹھ لیکہ وہ عظیم جلیلِ مہمیت، جو موجودہ ہاتھی سے کئی گنا بڑا تھا، تباہ ہو چکا ہے، تو اس کی باعث لامحالہ یہی ہے کہ چوٹی نے موانع طبیعت کا مقابلہ زیادہ مستعدی اور کامیابی سے کیا ہے؟

قرآن کریم کا تمام دستور العمل اس حیرت انگیز اور گراں بہا حقیقت کا وہ مکمل اور آئینہ دار ہے، اور ناقابلِ ترمیم اور ناپیدا مثال مرتب ہے، جس کے بالمقابل آج اس بیسویں صدی کے یورپ کا علم و عمل، اسکے سب معاشری اصول اور اجتماعی حکمت، اسکا عقلی تفضل اور سیاستِ مدن، ابجد اطفال سے زیادہ وقعت نہیں رکھتے۔ یہ صلاحیت کی صحیح اور ناقابلِ انکار تعریف کرنا ہی اس کتاب کا اہم موضوع ہے، اور اسکی شہادت کتاب کے ہر ورق میں ملے گی، خود یہ اختلاف اس حقیقت کے لئے کی بصراحت تمام مؤید ہے۔ فی الحال سدا ارتقا کی اس حق کی تائید میں رہنا صرف دو معنی خیز چیزیں کو پیش کیا جاتا ہیں لیکن مجھے خوف ہے کہ کتاب کے اس ابتدائی حصے میں اُن کے صحیح مطالب اخذ کرنے میں غلط فہمی نہ پیدا ہو، اگرچہ فہم طلب کے لئے ان کا اعادہ کتاب کے متن میں اپنے موقع پر کیا جائے گا:

وَرَبِّكَ إِنَّكَ لَشَدِيدٌ عَلَى الْإِنِّاسِ اسْتَنْصَحُوا فِي الْأَكْصَى وَجَعَلَهُمْ آيَةً وَجَعَلَهُمُ الْوَارِثِينَ ۝ وَكَانَ لَكُمْ فِي الْأَكْصَى وَرَبِّكَ فَرِحُونَ ۝ وَهَآءُنَّ وَجُودُهُمْ مِّنْهُمْ مَا كَانُوا يَحْكُمُونَ ۝ (۲۸: ۵-۶)

(ادھر سے جن اپنی فرعونیت میں مصروف تھا، کمزور اور غلط فہم رعیت کے مختلف فرقوں کو ایک دوسرے سے لڑ کر اپنا التوسیدہ کر رہا تھا، اور نبی اسرائیل کی بے کس قوم پر تو بڑا ظلم ہو رہے تھے (۲۸: ۶)، ادھر ہم اس بات کے درپے تھے کہ انہی لوگوں کو جو اسکے ٹلک میں نہایت کمزور سمجھے جاتے ہیں، اپنے سایہِ عاطفت میں لے لیں۔ ان کو قانونِ خدا کا پابند بنا کر زمین کے سوار بنادیں)

سہ سطح زمین کی جمیع تہوں میں مخلوقاتِ قدیمہ کے ان آثارِ باقیہ کو طبقات الارض کی علمی مطالع میں رکنا کہتے ہیں۔ ان کائنات کی تفصیل عنقریب بندہ تحت آیت ۲۹-۳۰ میں لکھے گا۔

کرتی رہی، اور حفظ نفس کے اصل اصول چپکے سر پر مقابل سے فی الجملہ عمدہ برآہونی

(بقیہ تحت لہزن صفحہ ۱۸) اور بالآخر اسی سلطنت کا وارث بنائیں جس کی شیخی پر فرعون اُن سے بول نک بھول چڑھتا تھا۔ نہیں بلکہ ہم چاہتے تھے کہ انکو اس زمین میں کیسے شکن کر دیں، اور فرعون بادشاہ مصر، اور مان فدیہ غلام، اور اُن کے مغرور گوداشاہی سپاہیوں کو جو بول ہو چکے ہوتاؤ دیکر اپنے پیٹھے پھر لکرتے تھے، ایک فحہ وہی تباہی اور زوال کن کی اپنی آنکھوں سے دکھادیں جس کا چہرہ انکے دلوں میں دینی اسرائیل کے مظلوم شہت پندوں کو کڑے مارے، اور اُن کی عورتوں اور بچوں کو بے دھڑک قتل کرتے وقت، راکر تاتھا! (اِذَا كَانُوا فِي الْحَيَاةِ وَادْرَأْتْنَا الْقَوْمَ الَّذِينَ كَانُوا يُسْتَضَعُونَ مِثْلَ لُوطٍ لَّيْلًا وَمَا سَوَّيْنَاهُمَا لَئِيْكَ يَرْكَنُوْنَ فَيَقْتُلُوْنَ رِجَالَهُمْ كُلًّا ذُنُوْبُهُمْ كَثِيْرَةٌ وَلَٰكِنْ اِنَّهُمْ لَفِيْ سَبِيلٍ مُّبِيْنٍ) (۱۳۷: ۴)

اور اس مبارک اور زرخیز سرزمین کے مشرق و مغرب کا وارث بالآخر ہم نے انہی لوگوں کو کیا جو بظاہر کمزور گئے جاتے تھے۔ اور ضلے عظیم کا وعدہ نیک تو بنی اسرائیل کے حق میں اچھل نکھیل ہو چکا، کیونکہ انہوں نے نہایت غم اور ستمگاہی سے دشمن کی سختیوں کی برداشت کی تھی، اُن کے ظلم و ستم کا مردانہ وار مقابلہ کیا تھا، اور دعویٰ کی قیادت میں مدافعت کے لیے نکل کھڑے ہوئے تھے (یٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوا صَبِرُوْا وَصَلُّوْا لَعَلَّكُمْ تَخْلُقُوْنَ) (۱۳۷: ۴) اور جو اونچی اونچی عمارتیں وہ بنی اسرائیل کے آدمیوں کو بیگا رہیں پکڑ پکڑ کر بنولتے تھے، ایک اقل قلیل مدت میں خاک میں ملا دیں!

کیا آج فرعون اعمال اور خون آشام یورپ کو اس قانون خدا، اس آئین موت و فنا، اس تعریف عدم صلاح کو پھٹکے لہز میں نہیں ہو گیا، یا کیا بچکا و ادو مظلوم مشرق کو، ان آیات خدا کی صحیح روح جذب کر لینے کے بعد، اصلاح عمل کی کوئی اور تعریف کر دینا باقی ہے! مسلمان تقاضا کی تحسینی شق یہ ہے:

۸ (الف) کہہ فلک کے اس ناپید انارحیہ میں، جسکی وسعت قطعاً ناقابل مساحت ہو، لانا تھا عظیم و طویل گئے ہول انگیز فاصلوں پر ہر طرف پھیلے ہوئے اپنے اپنے مداروں پر چل رہے ہیں۔ منظر اللہ کی ناقابل انکار شانہ نے آج یہ بات پایہ ثبوت تک پہنچادی ہے کہ ان سب مجامع عوالم کی ترکیب اجزائیں وہی مشترک عناصر، ہوتا اور فلزات، شامل ہیں جو زمین پر موجود ہیں، کوئی نیا عنصر یا فلزی اور ہوائی مرکب! بتک اُن کے کسی حصے میں داخل ثابت نہیں ہوا۔ اس شہ سے لامحالہ ثابت ہو کہ آسمان کے سب دور اور نزدیک کرے بشمولیت زمین، آفرش کے محض ابتدائی مراحل میں ایک مشترک ہیولہ سے فضائی تھے جسکے مختلف حصے علیہ علیہ ہو کر، برفارق المکرر توت کے (ثرے) ٹھوس اجسام بن گئے، اور نئے مداروں پر پٹنے لگے۔ طبعی نقطہ نظر سے فطرت کی وحدت اس بنا پر ایک آشکارا امر ہے جسکے لیے کسی مزید ثبوت کی ضرورت نہیں!

(ب) اجرام سماوی سے قطع نظر کر کے ہر گرام عالم حیات کی طرف نظر دوڑائی جائے تو فطرت کا طالب العلم لامحالہ اس نتیجے پر پہنچتا ہے کہ ماہیت حیات کا راز سب روئے زمین پر ایک ہے۔ اس کا کیف و حال سب مخلوق میں سبباً ایک ہے، اسکے لازمت اور اجزائیت، تاثرات اور حسوسات ایک ہیں۔ پانی اسکا وہ مشترک اور عالم اقوام ہے جسکے بغیر اس کا قائم رہنا محال ہے۔ ارتقائے حیات کے مختلف منازل میں یہی وہ شے ہے جو ہر حال میں موجود ہے اس بنا پر حیات کی روئے زمین پر وحدت بھی ایک ہی امر ہے!

۵ اس حیرت انگیز حقیقت کو سرزمین ہند کے مشہور طبی فلسفی (جگدیش چندر بوس) نے حال ۱۳۳۵ء میں پایہ ثبوت تک پہنچا دیا ہے۔



مرتقی، ممکن، اور صحیح معنوں میں زور آور ہے۔ اگر یہ صورت نہ ہوتی تو آج وہ عظیم انجمن انیال

(دینیہ تحت لہجہ صفحہ ۲۰) اے صبحک زمین کے بے خبر بننے والو! اور اے عظمت خدا کے ناقد روان بندو! بام آسمان کا وہ بلند یوں پر تو  
والاستارہ جو شکست کے آخری مرحلوں سے گزر کر تم سے بدرجہا زیادہ قانون فنا و بقا سے باخبر ہو گیا ہے، اس بات کا شاید  
(وَالْحَقُّمِ اِذَا هُوَ) کہ تمہارا نسبی محمد نہ تو غلط چل رہا ہے، اور نہ کچھ بہک گیا ہے۔ وہ زمین و آسمان کے جو حقائق عالیہ تمہارے  
سامنے بول رہا ہے، کچھ اپنے وہم اور خواہش نفسانی سے نہیں بولتا، بلکہ وہ سب سب آسمانی الکشاف ہیں جو اس پر کیے جا رہے  
ہیں، وہ خدا کی آواز ہے جو اوج آسمان سے بول رہی ہے۔ اس کو یہ سب علمی اور حکمی معارف شدید القوی اور غالب الامرہ اپنے  
خود سکھائے ہیں، اسی علم کے زور و اثر سے وہ آج، اوج کمال پر پہنچ کر، افق اعلیٰ پر شکست ہے (فَاسْتَقْبَلُوْهُ بِاَلْوَقْفِ الْاَعْلٰی) ملک  
الافلاک کی بلند یوں پر ہم کر بیٹھا (فَاسْتَقْبَلُوْهُ بِاَلْوَقْفِ الْاَعْلٰی) ملک خدا کا تماشا کر رہا ہے، نہیں، بلکہ وہ اس سے بھی بلند  
ہو کر ازل و ازل کے عرش تک پہنچ گیا ہے (لَقَدْ دَلَّیْ)، اور اس آستانہ کبریا و علم پر جہنم نیاز گیسے گیسے (هَتَكَتَنِ) بقدر و کمال  
بلکہ اس سے بھی کم فاصلہ پر رہ گیا ہے! ہر جب وہ علم اور عجز، مشاہدہ اور اداوت، استعداد اور نیاز، فوق اور شوق کے اس  
مقام منہج تک پہنچ چکا، تب کہیں اس ایز و بی مثال نے اپنے بندے کو وہ بات وحی کی جو تمہارے سامنے ہو (فَاَوْحٰی اِلٰی عَبْدِیْ  
مَا اَوْحٰی) بے خبرو، اور نا حقیقت شناس لوگو! زمین اور قلب سلیم (فَتَدْرٰی) نے جو حقیقت حال دیکھی اس میں محد کو کچھ دیکھا  
نہیں ہوا، تو کیا تم لوگ قرآن حکیم کے ان برحق نتائج کے متعلق جنکی حقیقت اُسے تجھ پر خود دیکھی ہے، اُس سے جھگڑا کیسے ہو اور آفرین دے  
عکس مائیل ۱۔

کیا اس سے بہتر اور قائم تر معراج علم و کمال آج تک کسی بڑے سے بڑے یورپی فلسفی، بڑے سے بڑے حکیم، بڑے سے بڑے طبیعی کو چٹا  
حاصل ہوا ہے؟ کیا جہل و بھم، ظن و گمان کے عالم آرا ماحول میں اتنی وسیع نظری، ایسی صاف بینی، اس قدر بلند نگہی، ایسے حقیقت کشاؤ کی کج حاصل  
ہو جانا، انبیاء و ائمہ کسی دھوکہ باز نے علم، نفس پرست اور جاہ طلب آدمی کا کام ہو سکتا ہے؟ کیا آیہ رقی (۳۰: ۲۱) آیہ مستور (۹۹: ۶) آیہ  
نہات (۷۱: ۱۷) آیہ سافلین (۵: ۹۵) وغیرہ وغیرہ کا مضمون آج سے صدیوں پیشتر اُس سید کائنات، اُس حقیقت شناس اور خدا شناس  
اُس خیر الوہی اور اعلم الناس بشر (علیہ الصلوٰۃ والسلام) کے سوا کسی اور مدعی علم کسی دوسرے معلم حکمت، کسی ارسطاطالیس، یا افلاطون  
زمان کے منہ سے نکلا؟ کیا وہ مغرب کا سب سے بڑا معلم الحکما (ارسطو المتوفی سنہ ۳۲۰ قبل مسیح) جس کی حکمت اور پیش بینی پر آج یورپ بھی اپنی  
ہٹ دھرمی اور تعصب کے باعث اس قدر نازاں ہے، اور جسکی علم فطرت کے متعلق ہونیکا غلطیوں کی شبیہ غریب و ادنیٰ پیش کر کے اُس کے  
جہل پر پردہ ڈالنے کی سعی کر رہا ہے، فیثاغورس (المتوفی سنہ ۳۰۰ قبل مسیح) کے دو سو برس پیشتر کے صحیح دعاوی کے باوجود، زمین کو مرکز عالم قرار  
دینے، اُسکو ساکن اور شمس و قمر کو اس کے گرد متحرک بنانے، اور پہنائے آسمان کو خالی فرض کر کے نجوم کو آسمان کے بتوری کرول میں ضعیف کیا ہوا  
یقین کرنے میں وہ مہلک غلطی، وہ المناک نادانی، وہ مضحکہ انگیز سوچیا نہ کلام نہیں کر رہا تھا جسکے زیر اثر دنیا، کارہنکی نظام (سنہ ۹۳۰ قبل مسیح) کی  
کے شائع ہونے تک، کامل اہمارہ سو برس تک پڑی بھکتی رہی؟ اور کیا وہ پہر اُس فخر موجو ذات، اُس حکیم عرب، اُس کمی اور مدنی  
معلم الناس اور معلم خدا کا لایا ہوا معجز نام کلام نہ تھا جسے کارہنکیس (المتوفی سنہ ۹۳۰ قبل مسیح) کے موجودہ مسلم نظام سے کامل نو سو برس پیشتر  
نا اہل کلمان کی نا قدر دانی اور ناراض شناسی کے باوجود، زمین کو بلکہ بلا استثناء تمام اجرام سماوی کو متحرک قرار دے کر ارسطو کی شرارتانہ  
حکمت کا کیسر قلع قمع کر دیا تھا۔

خَلَقَ النَّوْمِ الْاَرْضَ بِالْحَقِّ يَكُوْنُ الْبَلُّ عَلَى النَّهَارِ وَيَكُوْنُ النَّهَارُ عَلَى الْبَلِّ فَسَخَّرَ النَّوْمِ لِنَفْسِ الْبَلِّ  
لَا جِلَّ لِمَعْنٰی الْاَلٰهِي الْعَزِیْزِ الْعَفَّارِ (۵: ۳۹)

## الحکیم المجدد شوہے جوترون خالیس میں روئے زمین پر اس کثرت سے آباد تھے تسلط

(بقیہ تحت لمعن صفحہ ۲۱) لوگو! اُس رب بے مثال نے ہی آسمان کے لامتناہی ستاروں (الشموت) اور زمین کے عظیم الشان کُرے کو پیدا کیا، اور اب روزِ رُفد ان اجرامِ سماوی کی حیرت انگیز ترتیب و وقتِ طلوع و غروب کی تعین کرات کی عظمت آراچاد رکودن کے روشن جسم پر پھیلتا ہے اور ہر رفتہ رفتہ دن کے نورانی حجاب کو رات کے سیاہ جسم پر اوڑھ دیتا ہے۔ اور بڑی حیرت انگیز بات یہ کہ سورج اور چاند جیسے عظیم جلیل کُرے کو اُس نے اپنی مرضی کے تابع، اپنے حکم کا محکوم، اور اپنے اشارے پر مجبور کر رکھا ہے (مختصر)۔ یہ سب آسانی کرے، یہ شمس و قمر، یہ سموات، اور زمین سب کے سب (کل) ایک وقت مقرر تک حرکت کر رہے ہیں (مختصر) اور منشا نے اپنی کو پھر کر رہے ہیں۔ لوگو! بگوش ہوش سُن رکھو کہ وہ خدا نے بے ہمتا بڑا غالب القوی (الغیر یز) اور بڑا پردہ پوش (الغفار) ہے۔

کیا ہر دشمن کی محنت کو کسر توڑے، اور اسلام کے عالم آرا فلسفے کو ارسطاطالیسی نظام سے بدرجہا بلند و جہتین ترجیحات کے لئے اُس نے اسی پیچیدگی کے قدرے مشکوک لفظ کی ناقابل انکار تشریح، آیہ رتق (۲۱: ۳۰) کے متباد کر کے یہ دعویٰ نہ کیا تھا کہ "شموت" اور زمین، اور شمس اور قمر سب بلا استثناء اپنے اپنے "فلک" اور اپنے اپنے مدار میں پڑے چل رہے ہیں، اور انباء سے مراد (الشموت) اور فلک کے قرآنی مفہوم سے قطع نظر، وہ محفوظ اور ناقابلِ دگر، وہ نا دست ورسیدہ اور ناظر یا فتنہ چھٹ، وہ جسکے نیچے یہ سب ہنگامہ کائنات ہوتا ہے، اور جسکے محفوظ ہونے کا آج تمام یورپ قائل ہو چکا ہے:

أَوَلَمْ يَرَالَّذِينَ كَفَرُوا أَنَّ السَّمَوَاتِ وَالْأَرْضَ كَانَتَا رَتْقًا فَفَتَقْنَاهُمَا ۖ وَجَعَلْنَا مِنَ الْمَاءِ كُلَّ شَيْءٍ حَيٍّ ۖ أَفَلَا يُؤْمِنُونَ ۚ وَجَعَلْنَا فِي الْآبِ دَرِيْنًا يُدْرَسُونَ ۚ إِنَّ يَمِينَكَ بِهِمْ ۖ وَجَعَلْنَا فِيهِمْ بَازِجًا سُبُلًا ۚ لَعَلَّهُمْ يَهْتَدُونَ ۚ وَجَعَلْنَا السَّمَاءَ سَفَافًا لِّنُظَاهِرًا ۚ وَهُوَ عَنِ الْإِبْرَاهِيمَ مَعْرِضُونَ ۚ وَهُوَ الَّذِي خَلَقَ الْبَيْتَ وَالنَّهَارَ وَاللَّيْلَ وَالنَّجْمَ كُلَّ شَيْءٍ فِي فَلَكٍ يَنْبُحُونَ ۚ (۲۱: ۳۰-۳۳)

اے پیغمبر! کیا سنکرین خدا نے اس حقیقت پر غور نہیں کیا کہ آسمان کے لامتناہی کُرے (الشموت) اور زمین پر پیدائش کے ابتدائی مراحل میں بے ہوش تھے (کا رتقاً فتقنا) پھر ہم نے ان دونوں کو آپس سے الگ الگ کر دیا، اور سب نے نہ اشیا کا توام پانی بنا دیا۔ تو کیا یہ لوگ اس حیرت انگیز انکشاف کے بعد بھی خدا کی توحید پر ایمان نہ لائیں گے؟ اور ہم ہی نے زمین میں عظیم الشان پہاڑ اپنے اپنے موقع پر ڈال دیئے، کہ زمین (اپنی حرکت میں) انکو لیکر ایک طرف کھنکھانے (أَن يَمِينَكَ بِهِمْ) اور اس کا مرکز ثقل قائم رہ سکے، اور کشادہ راہیں اُس میں بنادیں کہ لوگ راہ پاسکیں۔ اور آسمان (السما) کو ایک مضبوط اور ناقابل شکست چھت بنا دیا، اس کے ہر حصے کو انسان یا دیگر مخلوق کے دست و پیر سے ہمیشہ کے لئے محفوظ کر دیا (سَفَافًا لِّنُظَاهِرًا)؛ خدا کی اس حیرت انگیز مضبوط کاری اور حفاظت پسندی کو دیکھنے کے باوجود لوگ اس کے حفظ و امان دینے والے احکام سے گریز کرتے ہیں۔ اور لوگو! وہ خدا ہی تو ہے جس نے رات اور دن کی عظیم الشان جھٹکتوں کو نیست سے ہست کیا، اور شمس و قمر کے عظیم الشان کُرے کو پید کیا۔ یہ سب کُرے، یہ شمس و قمر، یہ سموات اور زمین یہ سب لیل و نہار اپنے اپنے مداروں میں پڑے چل رہے ہیں!

کیا جہاں دین کے قیام کی یہ حیرت انگیز تشریح موجودہ علمِ جڑِ عقل کے اُس اصولی ضابطے، اور علمِ تجمیعات (انٹیکل کلکولس) کے اُس اساسی قاعدے کے بالمقابل حرفِ بچہ پوری نہیں اُترتی، جسکے رُوسے کسی و آرجہم کے مرکز ثقل کا محور پر واقع ہونا، انکی یکساں اور ہوا کرتے کے لئے لا بدی ہے، اور جسکے بعد اس محو کا، اُس جسم کا، بلکہ جسم کے اجزا کا ہر دم لڑکھڑاتے رہنا اٹل ہے کیا اُن یَمِينَكَ بِهِمْ کے بعد کُلُّ فِی فَلَكٍ يَنْبُحُونَ کا دعویٰ خود اس امر کی روشن دلیل نہیں ہے کہ بظاہر اسی اور ارسطاطالیسی نظام ایک انونظام تھا، جسکی تقلید ساکنان زمین صدیوں تک غلط اصول پر کی، اور جب ہر جسم فلکی کا ایک علیحدہ مدار (فلک) ہی تو لامحالہ زمین بھی اپنے مدار پر چل رہی ہے اور یکساں حرکت سے



ہو جاتے اور خسرت انسان کے لئے گزبھر جگہ میسر نہ ہوتی۔ چیونٹی سے لیس کر باقی اور خشک

(یہیہ تحت بہن صفحہ ۲۲) چل رہی ہے! نہیں کیا خود کا پریسیکی نظام کے اندر جس کے اہم حصوں کو آج یورپے پایہ ثبوت تک پہنچا کر تلاش حقیقت میں کامیاب ہونے کا سہرا ہمہ تن اپنے سر پر رکھا ہے، اور جسکی بعض شیعوں پر نادیدہ ایمان بلا حیل و حجت فریبا تین سو برس تک قائم رہا، کیا خود اس نظام کے اندر راجح کے ساکن قسرض کر لینے کی وہ شرمناک غلطی کئی قرون تک نہایت التزام کے ساتھ جاری نہ رہی جس کو ہرشل (المتوفی ۱۳۳۵ھ/۱۸۲۲ء) نے، مدۃ العمر مشاہدے کے بعد بھی پورے ڈیڑھ سو برس نہیں گزرے، ۱۹۱۵ء میں ان سرکۃ الاراء الفاظ میں درست کیا۔

”سوج مع اپنے تمام نظام شمسی کے خود ایک دور دور از مرکز کے گرد چل رہا ہی اور موجودہ اوقات میں اس کی سمت حرکت ایک مجمع النجوم کی طرف ہو جس کا نام ”الجانی علی رکتینہ“ ہو کر لیں ہے۔“

آہ! کیا پراسی عظیم الشان حقیقت اور مجید العقول صداقت کو محترمہ صلیم کے لئے ہوئے قرآن عظیم نے کامل بارہ سو برس پیشتر ”کلّ فی فلک یسبحون“ کے عالم آراء الفاظ کے علاوہ (جس سے لامحالہ سوج کا کسی مرکز کے گرد چلنا ظاہر ہے) انہی شاندار اور شرمندہ کن الفاظ میں بصراحت تمام بیان نہیں کیا جن کو دہرائے پر قرآن سے پیچیدہ اور محمد (صلیہ) سے نا آشنا ہرشل قطعاً مجبور ہو گیا تھا!

وَالشَّمْسُ سَجَرٌ مِّمَّا يَشْفَعُونَ لَهَا ذَلِكُمْ تَقْدِيرُ الْعَزِيزِ الْعَلِيمِ (۳۸: ۳۶)

وَالْقَمَرُ قَنْزٌ زَاهٍ مَنَازِلُ حَتَّىٰ عَادَ كَالْعُرْجُونِ الْقَدِيمِ لَا الشَّمْسُ يَنْبَغِي لَهَا أَنْ تُدْرِكَ الْقَمَرَ وَلَا اللَّيْلُ سَابِقُ اللَّيْلِ تَارِدٌ وَكُلٌّ فِي فَلَكٍ يَسْبَحُونَ (۳۹: ۳۶-۴۰)

اور آفتاب ہے کہ اپنے کسی ایک جائے قرار کی طرف ہر بار چلا جا رہا ہے! لوگو! اُس فاجر القویٰ اور غالب العلم خدا کا باندہ ہوا اندازہ اس عظیم الشان شعلہ نور کے حق میں یہی ہے (جس سے ادھر ادھر بننے کی اُس بیچارے میں کچھ طاقت نہیں۔)

اور چاند کی حرکت کی ہم ہی نے منزلیں مقرر کر دی ہیں تو وہ اس انداز سے کہ اُس کا روشن حصہ گھٹتے گھٹتے ایسا ٹیڑھا اور پتلا رہ جاتا ہے جیسے کجور کی پرانی سوکھی ہوئی ٹہنی۔ نہ تو سوج بیچارے میں طاقت ہو کہ اپنے سے کمزور چاند کو پک کر پڑے، نہ رات ہی سے بن پڑتا ہے کہ دن سے پہل کرے۔ اور یہ اجسام سب کے سب (بشمولیت زمین جس کا ذکر (۳۶: ۳۶) میں ہوا) اپنے اپنے فلک، اور آسمان میں پڑے تیر رہے ہیں!

اُس! لیکن اُس عزیز و عظیم ہستی کے بالمقابل، جس کے دست قدرت میں سوج کا زمین سے تیرہ لاکھ گنا بڑا کرہ محض بیچارہ ہے، غریب ہرشل کی کیا باطنی کھلم کھلا علم میں مسابقت کرتا!

مسئلہ ارتقا کی آخری شش کے تیسرے حصے (ج) کے متعلق بھی قرآن میں وہ فیصلہ کن شہادت موجود ہے جس سے خدا کے عظیم کے متعلق قتل کا نظریہ، (جس کا فلسفہ دال ابن باجہ استفہغال تھا)، محض ساقط ہو جاتا ہے۔ ”خَلَقَ“ کا لفظ قرآن کریم میں ہر قسم کی مخلوق کی پیدائش کے متعلق استعمال ہوا ہے۔ خود اسی تحت بہن میں یہ اصطلاح انسان (۴: ۹۵) صفحہ ۱۳، (۱۱: ۳۴) صفحہ ۱۵، (۵۵: ۱۴) صفحہ ۱۱، (۱۳: ۴۱) صفحہ ۱۶، (۳۲: ۷) صفحہ ۱۴، الثَّمَرَاتِ وَالْأَنْصَابِ (۴: ۳۲) صفحہ ۱۴، (۴: ۳۲) صفحہ ۱۴، (۵: ۳۹) صفحہ ۱۵، (۲: ۲) صفحہ ۱۱، لَيْلٌ دَهْرًا فَتَمُوتُ وَتَقَرَّرُ (۳۳: ۲۱) صفحہ ۲۲، بلکہ آیہ (۵۰: ۲) صفحہ ۱۱ میں بلا تخصیص ہر شے کی پیدائش کے بارے میں مستعمل ہوئی ہے۔ اس نقطہ نظر سے خدا کے ابدار و عادی و خلق کے متعلق وہ تمام دعاوی جو تشرآن میں جا بجا موجود ہیں کسی ایک قسم کی مخلوق، (مثلاً انسان یا حیوانات یا نباتات) تک ہی محدود نہیں ہو سکتے، بلکہ اُن سے مراد ہر قسم کی مخلوق کا بار بار پید کرنا ہے۔ اور جس میں لامحالہ نئے سموات، نئے ستارے اور نئے کرور کی پیدائش شامل ہے۔ یہاں پر ایک دم موقوفے قابل ذکر ہیں۔ سورہ یونس میں ہے:



سے لیکر انسان تک جو جو نسلیں اس وقت تک قائم ہیں ان میں صلاحیت عمل کم و بیش باقی

(البقرہ ص ۲۳) قُلْ هَلْ مِنْ شَرِكَاكُمْ مَنْ يَبْدَأُ الْخَلْقَ ثُمَّ يُعِيدُهُ ۚ قُلْ اللَّهُ يَبْدَأُ الْخَلْقَ ثُمَّ يُعِيدُهُ ۚ قُلْ أَنَّىٰ فَكَوْنُ ۚ (۳۳:۱۰)

اے پیغمبر! ان لوگوں سے کہو کہ کیا تمہارے شرکوں اور پیارے ہوئے خداؤں میں کوئی ایسا ہی ہے جو مخلوق کو نیست سے ہست کرے اور پھر بارہائی مخلوق پیدا کرتا ہے؟ ان کو کہو کہ خدا ہی مخلوق کو نیست سے ہست کرتا ہے اور پھر اسکو بار بار پیدا کرتا رہتا ہے تو تم کہہ کر بچکے چلے جا رہے ہو!

سورۃ عنکبوت میں بھی اشارہ ذرا واضح تر ہے کیونکہ عادیہ خلق کے معنی مشاہدے کی ترغیب دی گئی ہے اگرچہ اس 'خلق' سے مراد مخلوق نہیں ہی ہے:

أَوَلَمْ يَرَوْا كَيْفَ يُبْدِئُ اللَّهُ الْخَلْقَ ثُمَّ يُعِيدُهُ ۚ إِنَّ ذَٰلِكَ عَلَىٰ اللَّهِ يَسِيرٌ ۚ قُلْ سِيرُوا فِي الْأَرْضِ فَانظُرُوا كَيْفَ بَدَأَ الْخَلْقَ ثُمَّ اللَّهُ يُنشِئُ النَّشْأَةَ الْآخِرَةَ ۚ إِنَّ اللَّهَ عَلَىٰ كُلِّ شَيْءٍ قَدِيرٌ ۚ (۲۹: ۱۹-۲۰)

کیا منکرین خدا نے اس بات پر نظر نہیں کیا کہ خدا مخلوق کو کس طرح نیست سے ہست کرتا ہے اور پھر اسکو بار بار پیدا کرتا ہے۔ یہیں شک نہیں کہ یہ سب کام یعنی ابتدا اور اعادہ خدا پر حسیہ آسان ہے۔ ان کو کہو کہ جاؤ زمین کے طول و عرض میں جا کر تماشا کرو کہ خدا نے مخلوق کی ابتدا کیوں کر کر دی ہے۔ پہرہی خدا ان سب کو نیست کر کے ایک دوسری پیدائش کی ابتدا (يُنشِئُ النَّشْأَةَ الْآخِرَةَ) کر رہے گا۔ جس میں شک نہیں کہ خدا ہر شے پر قادر ہے! (آیہ ۱۹: ۲۹) اس دنیا میں مخلوق کے اعادے کے متعلق ہے اور (۲۹: ۲۰) آخرت کے اعادے کے متعلق ہے

سورۃ روم میں اعادہ خلق کے ساتھ ساتھ سموات اور زمین دونوں کا ذکر کر کے نوع مخلوق کو اور بھی عالم کر دیا ہے:

وَقُلْ لِّذِي بَدَأَ الْخَلْقَ ثُمَّ يُعِيدُهُ وَهُوَ أَهْوَنُ عَلَيْهِ ۚ وَلَهُ الْمَثَلُ الْأَعْلَىٰ فِي السَّمٰوٰتِ وَالْأَرْضِ ۚ وَهُوَ الْعَزِيزُ الْحَكِيمُ ۚ (۳۰: ۲۷)

لوگو! وہی قدرت پر تو ہے جو مخلوق کو نیست سے ہست کرتا ہے پھر اسکو بار بار پیدا کرتا ہے، اور یہ سب کچھ اُسکے لیے سچا آسان ہے! اور آسمانوں اور زمین میں اُسکی اس عظیم الشان طاقت کی دھاک بندھی ہوئی ہے، اور وہ خدا بڑا غالب القوی اور صاحب حکمت خدا ہے جو ایسا کر سکتا ہے!

آسمانوں میں قوت کی دھاک بھی ہر جگہ ملتی ہے، جب اُن بھی تخلیق کا سلسلہ اُسی طرح جاری ہو جیسے یہاں پر ہے۔ لیکن ان مشاہداتوں سے قطع نظر جن کے مطالب میں ہنرمین نے ناول کی بہت کچھ گنجائش ختم کر کے اُن کو متشابہ جانی بنا دیا ہے، اور جن کے صحیح اور مربوط ساقی اپنے اپنے موقع پر کناب کے متن میں آئیے، اور شہادتیں بھی ہیں جنہیں لامحالہ ثابت ہوتا ہے کہ آسمان و زمین کا خلاق غلیم اُن کی پیدائش کے بعد بھی نئے مہمات امور میں مصروف ہے، اور روز بروز نئے عظیم الشان کام کر رہا ہے۔ سورۃ الرحمن میں ہے:

يَسْئَلُهُ مَنْ فِي السَّمٰوٰتِ وَالْأَرْضِ كُلُّ يَوْمٍ هُوَ فِي شَأْنٍ ۚ (۵۵: ۲۹)

لوگو! جو کچھ بھی آسمانوں اور زمین میں ہے سب اُسی کے آگے ہاتھ پھیلا رہا ہے، اُسکی کا محتاج اور رسوا ہے۔ وہ بے کار اور معطل خدا نہیں بلکہ آئے دن کسی نہ کسی عظیم الشان کام میں مصروف ہے!

یونہی کی تشبیہ پہلے گزری تھی جس سے ظاہر ہے کہ کام بھی نہایت عظیم الشان ہونا چاہیے۔ خدا کے بیکار نہ رہنے کے متعلق سورۃ ق میں بھی ایک پختہ اشارہ ہے جس سے نتیجہ اخذ کرنا کچھ مشکل نہیں کہ خدا ہر دم نئی تخلیق میں مصروف ہے اور معطل کا دعویٰ محض باطل ہے:

ہے۔ اگر فلسفہ کا قصیر الجسم ہاتھی رفتہ رفتہ کشمکش حیات سے شکست کھا کر معدوم ہو چکا ہے

(بقیہ تحت لائن صفحہ ۲۳) وَلَقَدْ خَلَقْنَا السَّمَوَاتِ وَالْأَرْضَ وَمَا بَيْنَهُمَا فِي سِتَّةِ أَيَّامٍ وَمَا مَسَّنَا مِنْ لُثُوثٍ (۵۱: ۵۸)  
اور لوگو! بالتحقیق ہم ہی نے آسمانوں اور زمین کے اس حیرت انگیز کارخانے کو، اور جو عظیم الشان کڑے اور نازک مخلوق  
ان کے درمیان ہے انکو کچھ بڑے مدید الوقت دنوں میں پیدا کیا، اور باد جو دیکہ کام اس قدر تھکا اسکو دیکہ مصل مشدد رہا  
اور مدت یہ دراز تھی کہ تمہارے وہم و گمان میں نہیں آسکتی، لیکن ہماری یہ حالت ہو کہ تم کارٹ نے ہم کو چوہا تک نہیں، اور ہم  
برابر اسی طرح نئے کاموں میں مشغول ہیں۔

ذہنیت خلق کے متعلق سورہ نحل میں ہے: وَيَخْلُقُ مَا لَا تَحْكُمُونَ (۱۶: ۸)، اور وہ خدا سے عظیم ان اشیاء کو بھی پیدا کر رہا ہے جن کا تم کو  
سرے سے علم ہی نہیں۔ جس سے کتنا یہ بظاہر اس مخلوق مملوت کی طرف معلوم ہوتا ہے جس کا علم حاصل کرنا کوتاہ ہیں انسان کے لیے ممکن نہیں  
بہر نوع یہ تمام اشارات اس امر کی مجموعی شہادت ہیں کہ زمین آسمان کا رب کم نزل تخلیق کائنات کے بعد تدبیر امر میں ہی مصروف نہیں جس کا  
ذکر آئیہ یٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا (۵۱: ۳۲) صفحہ ۱۴ میں چکا ہے بلکہ ہر قسم کی تخلیق کے نئے ہمت امور میں مشغول ہے اور جن میں نئے آسمانی گروں کی پیدائش  
بھی شامل ہے۔ یہی مذہب آج یورپ کے طبعی حکما کا ہے، اور اس لایزال و لم نزل خدا کے شایان شان بھی یہی ہے کہ ہر لحظہ کچھ نہ کچھ کرتا رہے  
جو لوگ اسکو آجکل کے کسی پیش پرست حکمران کی مانند سر پر حکومت پر مطلق اور سدا رہا سمجھتے ہیں، انکی شناسائی اس حکم الحاکمین سے بہت  
کم ہے، اور معرفت کی پہلی بلکہ آخری منزل یہی ہے کہ اعمال خدا کا صحیح اور برائی امین علم ہو، انکی عظمت اور طاقت کا صحیح اندازہ ہو، اس کے  
ممول سے پوری واقفیت، اور عادات کی کما حقہ شناخت ہو۔ مگر یہ بحث بجائے خود ایک مستقل موضوع ہے جس کا یہاں پر چھیڑنا ضروری نہیں۔  
مختصر الفاظ میں دارون کے مسئلہ ارتقا کا دعویٰ یہ ہے جسکی شرح و بسط اور پر مبنی۔ جو قرآنی شہادتیں اس مسئلے کی تائید میں  
پیش ہوئیں، انکی بحث درمحل علم القرآن کے متعلق ہے، جو اس کتاب کا اخیر ترین حصہ ہے۔ ان کا یہاں پر لکھ دینا کم از کم ایک ایسی کتاب  
کے لیے جس کا مستنبط عالم یقین کی طرف بالذیل اور بہت پرچ رہنمائی کرنا، اور فرض و اعتقاد کے عنصر کو میدخل کر کے قرآن کو سب انسانی علم  
سے بالاتر اور عالم آرا حقیقت ثابت کر دینا ہو، بہت کچھ پیش از وقت ہو۔ ہم نے اس تصنیف کے ابتدائی اوراق میں ان مباحث عالیہ کو  
محض اس لیے ہادی ہے کہ کلام الہی کے ان متلاشیوں پر جو اسکی ہر آیت میں ایک مستقل حقیقت کے موجود ہونے کا یقین رکھتے ہیں، مسئلہ ارتقا  
کی اہمیت (جو فی الحقیقت انسانی علم کا معراج ہے) ایک حد تک وضع ہو جائے، اور ساتھ ہی ان علمائے علم فطرت کے ذہنوں میں جو قرآن کو  
لاشے سمجھ کر اس سے بیزار ہو گئے ہیں، اس عجیب غریب کتاب کی وقت مطالب اور تحقیق نظر کا اندازہ ابتدا سے ہو جائے۔ وہ آئندہ اوراق میں  
بچشم خود دیکھیں کہ قرآن کس قدر اس عظیم الشان مسئلے کا مؤید ہے، اسکا دو مستمل لعل کہاں تک اس حقیقت کبرے کے عین مطابق ہے۔ اس کا تمام  
لاحم عمل کیونکہ حفظ نفس کے منہائے وجد کی طرف جارہا ہے، اس انتہائی شدت سے اجتماعی سلامتی کے دہے، اور انفرادی  
سعی و عمل کا مؤید ہے۔ نہیں بلکہ جوں جوں انکا علم قرآن کے حقائق عالیہ کے متعلق وسیع ہوتا جائے، وہ آجکل کے رسمی اور فطری سلام کو نظر انداز  
کر کے اس یقین انگیز سلام کی اہمیت کی طرف متوجہ ہوں جس نے ایک عالم کے اعمال اور اخلاق میں انقلاب عظیم پیدا کر دیا تھا جس نے افزائش  
کے دلوں میں وہ ہیجان عمل، وہ سلیقہ نظم و نسق، وہ اتحاد اور ارتباط جاری کر دیا تھا جو ابتدائے آفرینش سے آج تک ہر زمانہ اور مرقعی قوم کا سرمایہ  
وہ اس حیرت انگیز کتاب الہی میں بطور خود وہ عظیم الشان اصول فنا و بقا دیکھیں جن کا اجرا و رزاق اول سے صفحہ زمین پر ہوا ہی جن کی تاریخ بڑبان  
حال شاہد ہے، جن سے قومیں فلک الافلاک پر چڑھ جاتی ہیں یا تحت الشر سے گر کر دیا بیست ہو جاتی ہیں۔ اس نقطہ نظر سے یہ تحت لائن، انکی  
طوالت کا اندازہ مصنف نے کتاب کی تحریر کے وقت نہیں کیا تھا اور جو میں میں فراموش برکھنا گیا، محض ایک انتہائی تخریب ہے جس کا محمولہ بالا اوراق  
کے نفس موضوع سے تعلق بھی عیاں نہیں ہو سکتا۔ اور نہ مسئلہ ارتقا کو صحیح فرض کر کے قرآن کی صحت کو ثابت کرنا ہمارا پیش نما و ہے۔

یا امریکہ کا ہندوئے امر منقطع النسل ہونے کو ہے تو مسئلہ ارتقا کے رُوسے اُن کی مدافعتانہ جدوجہد

(یقیناً تحت اہم ص ۲۵) کتاب کے متن کا سلسلہ استدلال بجائے خود ایک متقل شے ہے۔ جس میں اس تحریر کو چنداں دخل نہیں اہستہ اگر کتاب کا علم، ان مباحث کے ضمن میں مسئلہ ارتقا کو اپنی آغوش میں لیکر اپنے آپ کو یورپ کے اُس علم سے بدرجہا وسیع تر ثابت کر دے جس کے باعث وہ آج کمال چپڑھ گیا ہے تو منکرین کیلئے یہ بچانے والا قرآن کے منجانب اللہ ہونے کی روشنی اور ناقابل انکار دلیل ہے!

مسئلہ ارتقا کی بحث آیہ استخلاف کے الفاظ عَلِمُوا الصَّلٰحٰتِ سے شروع ہوئی تھی۔ عملِ صالح کی شکل اور ناقابل انکار تشبیہ کر دینا فی الحقیقت قرآن کے تمام دستور العمل کو از سر نو آشکار کر رہا ہے۔ اور یہ صلاحیت عمل ہی مسئلہ انتخابِ طبعی کی وہ مضبوط اساس ہے جس پر اقوام کے بقا و استخلاف کا سبب اور مدار ہے۔ پس آج اس علم و شہادت کے زمانے میں قرآن کریم کا طبعی تعلق اس مسئلے سے ہے اگرچہ حکمائے مغرب کو اس علم نزول قرآن کے صدیوں بعد حاصل ہوا ہو۔ یا صالحات کے عظیم الشان لفظ کے معانی قرون تک بگڑتے بگڑتے نہایت محدود، یا قطعاً محجوب ہو گئے ہوں، اور اپنا اصلی اثر کلیتہً کھو چکے ہوں! یہ حقیقت اور بھی واضح تر اس وقت ہوجاتی ہے جب کلامِ آبی کا طالبِ احکام کامل غور و تمق کے بعد لامحالہ اس نتیجے پر پہنچتا ہے کہ قرآن کریم درحقیقت اقوامِ عالم کے بقا و بقا کے حساب کی مکمل داستان ہے جو شارعِ کائنات نے تذکیر و عتاب کے لئے انسان کے حوالے کر دی ہے، اور جس کے لائحہ عمل کو نہایت مصلحت اس روئے زمین کی اپنی مدتِ قیام کو دراز کر رہا ہے۔ سورہ ملک میں مالک نے یمن و آسمان نے اس حقیقت کو بوضاحت تمام بیان کر کے موت و حیات کے سوال کو ختم کر دیا ہے:

يٰۤاٰدَمُ خُذْ زِينَتَكَ ۖ وَكُلْ وَشَرِبْ لَا يُلَاقِيكَ مِنَ الْمَلٰٓئِكَةِ اِلَّا رِجَالٌ سٰبِقُوۡنَ فِي الْمَقٰمِ الْمَحْمُوۡدِ ۚ وَخَلَقْنَا لَكَ مِنْ نَّحْوِۤىۤ اٰدَمَ اٰمَرًا ۚ وَهٰذَا نَحْنُ الْغٰفِقُوۡنَ ۙ (۲۰: ۷۶)

لوگو! وہ مالک الملک اور صاحبِ اختیار خدا ہے جس نے اجتماعی موت و حیات کے قانون کو رائج کر دیا ہے تاکہ اس بات کی آدائش کرے کہ تم میں سے کونسی قومیں حسنِ عمل کرتی ہیں! جب تک صالح ہیں اُن کو بقا نصیب کرے! جب غیر صالح بن جائیں اُن کو صفحہ زمین سے یکسر محو کر دے! اور لوگو! یاد رکھو کہ وہ شارعِ کائنات بڑا بردوست اور بڑا شدید العقاب (الغیر بڑا) ہے، اور ذاتِ اقوام کے اجتماعی عیوب پر بڑا پردہ ڈالنے والا بھی ہے (الغفور)۔

آج اس مسئلہ ارتقا کی تائید و تثبیت انسانی علم و یقین کے قریب قریب ہر شعبے نے اس حیرت انگیز طریقے پر کی ہے کہ مغرب کے لئے اسکا منکر ہوجانا قطعاً غیر ممکن ہو گیا ہے۔ سطحِ زمین کے مولید شلائد کی کامل تدوین و تنظیم نے اس حقیقت کو اور بھی آشکارا کر دیا ہے جو طبقاتِ الارض کی تمام داستانِ زمین کی موت و پیدائش کے ہم مشاہد ہے۔ اسی کی طرف اشارہ کرتے ہیں اُس روئے زمین کے طبعی انقلابات ہی کہہ رہے ہیں! اجناسِ حیوانات کی داستانِ حیات ہی سبقِ نئے رہی ہے! اطلاقِ دیار کی رونما دہی ہے! احوالِ جہان کی سرگزشت بھی اسی قطع کی ہے! جنہیں اور میں تخلیقِ انسان کا نتیجہ بنی ثابت کر رہے! طبعیاتِ ریاضیات، کیمیا، طبیعیات، لابلان وغیرہ اکثر یقینی علوم کی مساعیت میں ہیں۔ خود نہان کی مائل بہ حیوانیت فطرت زبانِ حال سے کہہ رہی ہے کہ انسان کی اپنی مخلوق کا تعلق اکثر مخلوق سے ملخو ہے۔ عام تخلیق کہ بندرت ارتقا کرنے کرتے انسان بن گیا جہلا کی نامنصفانہ تشبیہ ہے، اسکو اس مسئلہ سے اتنا ہی تعلق ہے جتنا کہ خود بندہ کو انسان سے بظاہر ہے۔ تاہم ہم اس شک نہیں کہ اس مسئلے کے نفسِ دعوے میں بھی وقتاً فوقتاً ارتقا ہوتا رہا۔ روئے زمین پر تدریجی انقلاب کا اثر (شق اول) انسان کو غالباً اسوقت سے ہے جبکی صحیح یقین بہت مشکل ہے۔ قدیم ہندو فلسفہ تکوینِ عالم کے متعلق عجیب غریب غاوی پیش کرتا ہے جن کی مماثلت موجودہ مسئلے سے ایک خفیف سی ہے۔ یونانی حکمائے قدامت مادہ کے نظریے کی ترویج کی۔ مگر کوئی خاص مسئلہ مدقن کیا اسلامی حکمائے پہلی، دوسری، تیسری اور آٹھویں شتوں کے متعلق مستقل عادی مرتب کیے۔ مگر باقی تمام شتوں کی تدوین اور تحقیق، بلکہ ایک روئے تمام مسئلے کی تصدیق، ہمدنِ علم جدید کا کار نمایاں ہے۔ مسئلہ انتخابِ طبعی (یعنی چھٹی اور ساتویں شت) کا دعوے سے اول اول مسئلہ ۱۸۳۳ء اور بعد ازاں ۱۸۳۶ء میں یورپ کے دو غیر معروف طبعی فلسفہ دانوں نے کیا۔ مگر ڈاؤن اور ولے نے ۱۸۵۹ء میں اہکوار سیرنی

## اور صلاحیت کا خاتمہ ہو گیا ہے!

(ستمہ تحت المتن صفحہ ۲۶) دریافت کر کے پایہ تحقیق تک پہنچا دیا۔ اس وقت سے آج تک اس مسئلے کی مذبذبنوں شہادت برابر مل رہی ہے حتیٰ کہ آج اسکو علم جدید کی بدہیتات میں شامل کر لینا مغربی حکماء کے نزدیک کچھ قابل اعتراض نہیں۔ اصل کتاب میں ایسے متعلق نظریے کا لفظ استعمال کیا گیا ہے (دیکھو صفحہ ۱۱) مگر نظریۃً کا لقب فی الحقیقت اس کے شایان شان نہیں، اگرچہ قرآن حکیم کی مستقل امداد قابل بدل حقیقت کے بالمقابل اس ناسکھ اور غیر مستقل مسئلے کو یہی لقب دینا زیادہ موزوں ہے!

مسئلہ ارتقا کی محولہ بالا چوتھی شق، یعنی مسئلہ انتخاب طبیعی (صفحہ ۱۱) کی صداقت پر جو ناگہاں حملہ حال ہی (یعنی ۱۹۲۳ء) میں جامعہ کیمبرج رائجستان کے دو نامور فلاسفہ واکٹر ولس اور ڈاکٹر ٹیول نے کیا ہے اس قابل نہیں کہ اسکی باضابطہ تردید یا تشریح اس کتاب میں کیا سکے۔ ابھی تک کسی قابل ذکر علمی حلقے نے ان حکماء کے دعوے کی اہمیت کو تسلیم نہیں کیا، اور چند اشتباہی اور مشترک النشاج دلائل کی بنا پر انتخاب طبیعی کے اصل اصول کو مشکوک قرار دینا بہت کچھ پیش از وقت بلکہ حتمًا ناروا ہے۔ ان حضرات کا دعوے ہے کہ انواع و اقسام حاضرہ کا روئے زمین پر مختلف بقائے صلیح کے قاعدے کے ماتحت رہ کر نہیں ہوا، بلکہ ہر نوع بقدر اپنی قدامت ظہور اور مدت قیام کے روئے زمین پر توسیع و تکمیل حاصل کرتی رہی حتیٰ کہ کسی ایک باقی یا فنا شدہ نوع کے رقبہ توسیع کا حال ضرب تقسیم کے حسابی قاعدوں کے ذریعے سے معلوم ہو سکتا ہے۔ اسی نقطہ نظر سے ان کے نزدیک جنس کے تعدد انواع کی توسیع بھی روئے زمین پر ہوتی رہی۔ بہت ممکن ہے کہ صلاحیت اور قدامت کے اعداد و شمار کے درمیان کوئی اتفاقی تعلق ظاہر ہو جو جس کی وجہ سے حساب لگانے میں یک گونہ سہولت پیدا ہو گئی ہو، مگر ظاہر ہے کہ فطرت کا یہ کار کاہ عظیم انسان کے تسلیم کیے ہوئے وضعی قاعدوں کی پابندی سے صلابت نیاز ہے۔ جب کون د مکان کے ہر شعبہ بقا و حیات کی بنیاد سعی و عمل پر ہے تو سعی و عمل کا قیام ہی عین صلاحیت ہی۔ اور علیٰ ہذا القیاس صلاحیت کا وجود ہی عین قیام و بقاء ہے! پس اس مقام نظر سے مدت قیام کی درازی اور صلاحیت دو متضاد اشیاء ہیں جن کی اصل ایک ہی ہے۔ یہی قرآن عظیم کا دعوے ہی۔ اور یہی مسئلہ ارتقا کا اصل اصول۔ اگر قدامت ظہور اور تکثیر و تکون فی الارض میں کوئی ظاہری تعلق پیدا ہو گیا ہے تو وہ بھی ایسی طبعی نزاد کی وجہ سے ہی نہ اس وجہ سے کہ قانون بقا و فنا کے متعلق کوئی نیا انکشاف ہوا ہے جس کا اعتراف پہلے لوگوں سے نہیں ہو سکا۔

۴۴ اثر دہموں اور اخیال کے متعلق اس اجمال کی تفصیل کے لیے علم طبقات الارض کی مفصلہ ذیل معلومات کا یہاں پر کچھ دونا ضروری ہے:-

بخش الارض، یعنی گروہ زمین کے سطحی غلاف کی تھخیں اور تلاش کرنے سے فطرت کے طالب العلم پر یہ امر واضح ہو جاتا ہے کہ سطح زمین کا وہ حصہ جو انسان کے دست قدرت میں ہے، اور جہان تک اسکی کدال کی زد پہنچ سکتی ہے، دو قسم کے اجزاء پر مشتمل ہے۔ ایک حصہ جو نسبتاً مختصر ہے ان چٹانوں کا ہے جو وقتاً فوقتاً زمین کے بطن سے تیاں حالت میں آتش فشاں پہاڑوں کے دامنوں سے نکل کر سطح زمین پر جمتی گئیں، اور بعد ازاں اس ٹھل مذاہب کے عظیم الشان تودے بن گئے۔ یہ سب چٹانیں نہایت سخت ہیں، انکے زمین پر پہیلاؤ کی کوئی ترتیب نہیں، ان کے اندر کسی ترمیم حیوان کے بقیہ آثار کا نشان تک نہیں۔ جہاں جہاں غلاف زمین کا کوئی کمزور حصہ ہے وہاں یہ چٹانیں اسکو بھار کر نمودار ہو گئی ہیں۔ قدامت کے لحاظ سے ان کی ترکیب میں کچھ کچھ کیمیادی تغیر و تبدل ہوا ہے مگر ماہر فن کے لیے ان اجزاء منقلبہ کی شناخت کچھ مشکل نہیں، اور اگر کوئی شے مشتبہ نظر آئے تو خوردبین اسکا یکدم فیصلہ کر دیتی ہے۔

دوسری قسم چٹانوں کی وہ ہے جو طبقہ یعنی تہ در تہ ہے۔ ایک تہ نہایت سلیقے سے دوسری تہ کے اوپر جمی ہے۔ انکی سطحیں بھی قریب قریب ہموار ہیں۔ ہر ایک تہ کا رنگ اس کے ادائی اجزاء، انکی ظاہری ساخت، انکی خوردبینی بافت اور کیمیادی ترکیب دوسری تہ سے جدا ہے، کوئی نرم ہے



یا مخالف پذیر ہونا ہی ان کی صلاحیت یا عدم صلاحیت ہے، اور وہی جنس قوی تر یا صلح تر ٹھہرے گی جسکے وسائل و دفاع کا توازن اور فطرت نے اُسکو سپرد کیے ہیں، اقتدرت کی خارجی اور اٹل طاقتوں کے ساتھ قائم رہے گا۔ مگر مجامع انسانیہ کی حالت جن کے ہر فرد کی اونٹے سے اونٹے ضرورت بھی تدبیر و عمل کے بغیر پوری نہیں ہو سکتی، قطعی مختلف ہے۔ ان کے تحفظ و ارتقا کا مسئلہ بیحد مشکل اور بد رہا پیچیدہ ہے۔

(بقیہ تحت ص ۲۸) وَقَالُوا إِذَا كُنَّا عِظًا مَّادَرًا فَكَا تَاءُ إِنَّا لَمُبْعُونَ خَلَقًا جَدِيدًا قُلْ لَوْ تَوَحَّجَارَةٌ أَوْ حَدِيدًا أَوْ خَلْفًا يَمْشِي كِبْرُفِي صَدْرِكُمْ فَسَيَقُولُونَ مَنْ يَخْلُقُ ذَلِكَ الْبَرِّ الَّذِي فُطِرَ لَهُ أَزَلٌ مَرَّةً ۚ فَسَيُبْخَسُونَ إِلَيْكَ رُءُوسُهُمْ وَيَقُولُونَ مَتَى هُوَ قُلْ عَسَى أَنْ يَكُونَ قَرِينًا بِهِ (۵۱-۴۹)

اور لوگ کہتے ہیں کہ جب ہم ترے پیچھے گل سڑ کر ہڈیاں اور ریزہ ریزہ ہو جائیں گے تو کیا ایسی حالت میں ہم کو از سر نو پیدا کر کے اٹھائیں گے؟ کیا جاسے گا۔ اے محمد! ان سے کہہ دو کہ تم عقلمند! تم ترے پیچھے پتھر اچاؤ، یا لوہا بن جاؤ، یا کوئی اور شے جو تمہارے خیال میں اس سے بھی عجیب تر ہو، پر کہیں گے کہ اچھا ہلا اب کون ہم کو زندہ کر سکے گا۔ انہیں کہہ دو کہ وہی خالق عظیم جس نے تمہیں پہلے پیدا کیا تھا۔ پھر یہ لوگ تمہارے سامنے انکار کے طور پر سر ہلانے لگیں گے اور کہیں گے کہ اچھا یہ کب ہو گا۔ انہیں کہہ دو کہ عجیب نہیں کہ یہ سب کچھ میری

آن لگا ہو!

ایک مدت تک ان آثارِ باقیہ کے متعلق لوگ یوں ہی سر ہلا یا کیے، انکے وجود کے بارے میں اکثر اغماضی اور تجاہلی شان رہی، لوگ نہ کو دیکھتے مگر ان کے متعلق بحث کرنے سے محترز رہتے، کسی نے ان کو فطرت کا کھیل کہا، کسی نے خدائی شان کا ایک نمونہ، بلکہ عرض کو چپکے دیا، کسی نے پادریوں نے جو یورپ کی علمی تحقیقات سے خوفزدہ ہو کر اپنی انجیل کی حفاظت میں جو کس باختہ تھے، اور پاپائے رومنہ الکبریت نے جو محافظ دین ہونے کی حیثیت میں علمائے فطرت کو دار و صلیب پر چڑھانے میں مصروف تھا، ان کو نوح علیہ السلام کے طوفان کا بقیہ قرار دیکر اپنی جان چھڑانی چاہی، مگر حقیقت کے بالمقابل باطل کب تک ٹھہر سکتا تھا۔ جب کئی کئی گز لمبے ڈھانچے اور پورے سر اور پیرو اور دھڑ براہ ہوئے گئے، اور سیلوں کی گہرائی تک تمام سطح زمین آباد نظر آتی تو پادری دم و باکرہ ہائے سب جی یورپ دم بخود ہو گیا، علمائے فطرت کی چڑخو بنی۔ انہوں نے کامل غور و غوض کے بعد اعلان کر دیا کہ دنیا عہدِ مسیح کے شمار کے مطابق محض چند ہزار سال سے ہی آباد نہیں بلکہ تخلیق کا سلسلہ لکھو کہا برس سے جاری ہے! یہ ہڈیاں لامحالہ ان حیوانوں کی ہیں جو روئے زمین پر انسان سے پہلے بس رہے تھے۔ ان کے ڈھانچے پانی کے سیلاب، ہوا کے جھکڑ اور مختلف ہباب کے ذریعے سے سمندروں میں پلے گئے، آبی حیوانوں کے ڈھانچے وہیں تھے میں گرتے رہے، بالآخر جب رفتہ رفتہ رسوبات اور فزائت کی تہاں چڑھی، دب گئے۔ فطرت نے ان کو نہایت حفاظت سے یادگار کے طور پر محفوظ رکھا، ان کی شکلیں برقرار رکھیں، ان کے کیمیائی اجزاء تقطیر و بعض المالح کے باعث بدل گئے مگر شکل نہ بدل سکی۔ انسان کی نوعی تخلیق ان پتھار کے مدتوں بعد ہوئی اور تدریج تمام ہوئی۔ اس بنا پر سطح زمین کے لاتعداد رنگارنگ طبقے فطرت کی عظیم الشان کتاب کے رنگارنگ ورق ہیں۔ یہ رکازات باقیہ ان اوراق پر خدا کے ہاتھوں سے لکھے ہوئے حروف ہیں، انسان کو یہ عالم آرا کتاب اسلئے دی گئی ہے کہ اُسکو پڑھ کر اور اس خلاق عظیم کی عظمت کا اندازہ کرے۔

هُوَ الَّذِي جَعَلَ لَكُمُ الْأَرْضَ ذَلُولًا فَامْشُوا فِي مَنَاكِبِهَا وَكُلُوا مِن رِّزْقِهِ وَإِلَيْهِ النُّشُورُ (۱۵-۱۴)

لوگو! وہ دہ منہم حقیقی ہے جس نے زمین کو تمہارے لیے میدان کر دیا ہے کہ تم اس کے اطراف و کناف میں دل کو نکر بہر و خدائے

اور جوں جوں اقوام عالم ترقی کی تہک دو میں ایک دوسرے پر سبقت لیجا رہی ہیں انفرادی معیشت اور اجتماعی حفاظت کا سوال اور بھی لانیل ہوتا جا رہا ہے۔ آج معاشرت کی اس حیران کن مسابقت میں تمدن کی لاہتا ضروریات اور تہذیب کے ان گنت لازماًت جزو زندگی بن گئے ہیں۔ علم کی حیرت انگیز جدت آفرینی اور عمل کی تحیر العقول جولانی نے میدان حیات ناقابل گذر کر دیا ہے۔ ذرائع کی ناقابل یقین توسیع کے باوجود

(یقیناً تحت لمعن صفحہ ۲۹) عجیب غریب اعمال کا مجسم خود مشاہدہ کرو اور اس کا رزق کھاؤ، ترقی اور آسودگی کے بام بلند چہرہ لیکن اس بات کو یاد رکھو کہ تم نے ایک نہ ایک دن اُنکے حضور میں کھڑے ہو کر اپنے اعمال کی جواب دہی کرنی ہے۔

کتاب فطرت کی اہمیت نگینہ اہمیت کو پیش نظر رکھ کر مغرب کے طبعی حکمانے احوار زمین کے اُس حصہ غنی کو جن کی تخلیق سمندر کی واسطی ہوئی پانچ بڑے بڑے طویل القصد اور طویل المدت زمانوں یعنی "القدیمۃ الاولیٰ"۔ "القدیمۃ الاخریٰ"۔ "الحیات الوسطیٰ"۔ "الحیات البدائیہ القصویٰ"۔ اور "الحیات البدائیہ الاخریٰ" کے صحور پر تقسیم کیا ہے۔ پہلی قسم یعنی "القدیمۃ الاولیٰ" کے طبقوں میں جنکی گہرائی زمین کے بعض حصوں میں میسلوں تک پہنچتی ہے اور جو اور سب طبق کی تہ میں ہیں کسی ذی حیات مخلوق کا باقی نشان آج تک نہیں ملا اگرچہ ان کی تھوں کے اندر بعض مشکوک سی لکیریں اور سولخ پائے جاتے ہیں جسے شبہ پڑتا ہے کہ وہ کسی بے استخوان حشرات الارض کے نشانات قدیم ہوں۔ باقی چار حصے حیرت انگیز ترتیب اور تسلسل کے ساتھ عجیب غریب حیوانات کے بقیہ آثار (کائنات) سے پڑیں، سطح زمین کا کوئی حصہ اُن سے خالی نہیں۔ "القدیمۃ الاخریٰ" کے طبق میں جن کی تقسیم چھ بڑے بڑے حصوں میں کی گئی ہے، زندگی کے آثار غیر مشکوک طور پر نمایاں ہیں۔ استخوان کے عام فقدان کے باعث حشرات الارض غیر فقری (یعنی ریڑھ کی ہڈی کے بغیر) ہے۔ پہلے حصے میں (غور بنی حیوانات سے قطع نظر) جسکے نشانات کا باقی رہنا ناممکن ہے، سلطان نما قشری حیوانوں (القشریات) کی ایک تعداد کثیر پائی جاتی ہے جو آج سطح زمین سے قطعاً ناپید ہو چکے ہیں۔ اسی حصے میں سفنج، مضطبی اور دوہری مگس، حلزون (گھونگھے) کی ابتدائی نوعیں نمودار ہوئی ہیں۔ دوسرا حصہ "الطانی" انواع سے نسبتاً کم آباد ہے۔ مگر مرجان (موتنگے) کی فی الحال ناپید انواع، سفنج، شکوبہ، القشری، لوبی (پچدار) حلزون، اور ناموجود شہنائی "حشرات" سے پڑے۔ تیسرے حصے میں قشریات، کشمکش حیات کے باعث نہایت قلیل التعداد اور ضعیف ہو چکے ہیں، مگر نجم نما آبی حیات کی ابتدا ہو رہی ہے۔ دیہاتی حلزون زہروں میں، ریڑھ کی ہڈی والے (ذی فقری) جانوروں کی نشاندہی کہیں کہیں نمودار ہے مگر نہایت ابتدائی اعضائی ترکیب کی مچھلیوں کے سوا اور کوئی حیوان اس جنس کا کہیں نظر نہیں آتا۔ بہتہ سرطانی قشریات، اعضائی ارتقا کے ہزار پائے بن گئے ہیں۔ آبی عقرب، جن کی کوئی قسم آج نہیں ملتی، کہیں کہیں جلوہ گر ہے۔ غل (چونٹی) کی ابتدائی انواع، پردار اور بے پردہ دونوں پائی جاتی ہیں۔ چوتھا گروہ طبق مچھلیوں کی بے شمار ناپید انواع سے پڑے۔ ارضی حیوانات کی اکثر انواع وہی ہیں جو تیسرے حصے میں تھیں۔ مگر اقسام نسبتاً بہت زیادہ ہو گئی ہیں، مرجان کی کثرت ہو۔ "القدیمۃ الاخریٰ" کے طبقات کا پانچواں حصہ یعنی زمین کی انقلابی نشوونما کا وہ یادگار زمانہ ہے جس میں انسان کی آئینہ بہبودی کے عجیب غریب سامان پیدا ہوئے اس زمانے میں سطح زمین پر نباتات کا وہ عظیم الشان دور دورہ ہوا جسکی مثال آج تک پہر پیدا نہ ہو سکی۔ بڑے بڑے سرخشاہک درخت جن کے شے موجودہ درختوں سے کئی گنی گنا بڑے تھے سطح زمین کے سب بالا دست میں پھیل گئے۔ ہزار ہا اقسام کی نئی نباتات کا ظہور ہوا، بالآخر اسی سرسبز نباتات کے ہزاروں میل تک پہلے ہوئے خزانے پایاب جھیلوں اور وادیوں میں جمع ہو کر صدیوں کے بعد معدنی کوئلہ بن گئے جس پر آج یورپ کی بے مثال ترقی اور مکمل فی الارض کا اکثر حصہ ہے! قرآن حکیم میں اسی اہم نعمت خدا کا تذکرہ، اور اسی بے مثال مستاعی کا بیان سورہ یونس کے اندر ہے (سورہ فاطر میں عجیب گال (عشر اربعہ سورہ) چنانچہ اشارہ بھی اسی معدنی کوئلے کی طرف ہے جسکا ذکر آیت (۲۷: ۱۳۵) میں ہو چکا ہے)؛



ذاتی آسائش مفقود، اور بین الاقوامی امن ممنوع الحصول ہو گیا ہے۔ عمران و حفظان صحت کے التزامات آبادی کی المناک کثرت پیدا کر رہی ہے؛ ہلاکت کے شہر شکن سامان اور بربادی کے کوہ پاش وسائل کا مہیا کرنا ہمت مند قوم کا منہ تائے عمل ہو گیا ہے۔ وہ مدنی کا ٹکڑا جو انسان کو نثار اول میں قلیل سی قلیل سمی اور اونے سی اونے تدبیر کے باعث بل رہتا تھا آج انتہائی جدوجہد کے بغیر میسر نہیں ہوتا۔ علاوہ ان

(ترجمہ تحت لہن صفحہ ۳۰) قُلْ يُحْيِيهَا الَّذِي أَنشَأَهَا أَوَّلَ مَرَّةٍ وَهُوَ بِكُلِّ خَلْقٍ عَلِيمٌ ۚ الَّذِي جَعَلَ لَكُم مِّنَ الشَّجَرِ الْأَخْضَرِ نَارًا فَإِذَا أَنتُم مِّنْهُ تُوقَدُونَ (۳۶: ۷۹-۸۰)

اسے محمد! ابن مسکریں بعث کو جواب دو کہ تمہاری بوسیدہ ہڈیوں کو از سر نو زندہ وہی خالق عظیم کرے گا جس نے اقل بارگاہ نبوت سے ہمت کیا تھا، اور وہ اپنی پسند کی ہوئی ہر چیز کے سبب کیفے حال، اور اس کی تمام ممکنات سے بخوبی واقف ہو۔ وہ وہ کارخانہ جلیل اور وہ بنائے میم ہے جس نے تمہارے استعمال کے لیے سرسبز درختوں کے بوسیدہ تنوں سے آگ کے عظیم الشان خزانے پیدا کیے اور آج تم انہی خزانوں کو اپنے مصرف میں لا کر ترقی کے بام بلند چڑھ رہے ہو!

آج ان گراں ہا خزانوں کے تہ در تہہ جلتے ہزار ہا گز گرس و سطر یورپ اور امریکہ، وسط ایشیا اور مشرقی ہند، روم، عرب اور مصر کی سرزمینوں میں دبے ہوئے انسانی سمی و عمل کا انتظار کر رہے ہیں۔ معدنیات زمین کے اسی حصہ کبرے میں پروار پھیلیاں کثرت سے دبی ہیں۔ گویا پھیلیوں کی نسبتاً ادنیٰ مگر سخاوت ان مخلوق کے ارتقاء سے پرندوں کی مقابلہ علی مخلوق کے ابتدائی اسباب پیدا ہوئے ہیں۔ انکی اقسام ترقی کرتے کرتے موجودہ پھیلیوں کے لگ بھگ بن چکی ہیں۔ اسفنج اور بولی ٹکڑوں، کیڑے اور مکڑے زیادہ طاقتور اور بہتر اعضا کی ترکیب بنتے جاتے ہیں۔ لیکن جس خاص جنس کا طور اس عہد ارتقاء میں اول مرتبہ ہوا وہ پیٹ کے بل چلنے والے دابہ ہیں۔ ان میں سے ایک نوع کسی مقدار اور اچھپکی کی ہے جس کی ایک باقی قسم ابھی تک نیوزیلینڈ کے بعض متعلقہ جزائر میں رسسک سسک کر اپنی جیات کے آخری دن گزار رہی ہے!

لیکن طبقات زمین کے اس ”دک آفل“ سے قطع نظر الحیات الوسطی کے طبق فی الحقیقت وہ حیران کن طبقے ہیں جن کے اندر اس خلاق عظیم کی کبریائی سب سے زیادہ واضح طور پر آشکارا ہوئی ہے۔ دریائی اور ساحلی کبکڑے قدیم قشری سلطانوں اور عقربوں سے ارتقا کرتے موجودہ لیکٹروں کے متشابہ بن گئے ہیں، پھیلیاں بدرجہا بہتر اور صالح تر ہو رہی ہیں، ان کے پھیپھڑے اور سرکھٹھوانی ڈھانچے اور منہ ڈیس آجکل کی پھیلیوں کے اعضا سے مشابہ ہو چکی ہیں۔ پیٹ کے بل چلنے والی چھپکلیاں (حرزدن) نہایت تیز رفتاری سے ترقی کر رہی ہیں ان کی منقاریں رفتہ رفتہ موجودہ حرازین کے دندان دار موزوںوں سے بدل گئی ہیں، ایک گروہ اسی جنس کا دریائی مسکن جستیا کر چکا ہے۔ جہاں پہ آجکل کے دریائی دودھ پلانے والے حیوانوں (ذات النبی یا مرضعات) کا پیش خیمہ بن رہا ہے۔ الحیات الوسطی کے اسی پہلے حصہ طبق میں حرازین کے فرعی ارتقا کے باعث رضاعی حیوانوں کے مشکوک یا متشابہ آثار بھی پائے جاتے ہیں۔ کبکڑے اور اعضائی خاصیات اور آبی امتیازات جو اس جنس کے لیے مختص ہیں، بعض اعلیٰ اقسام کے حرازین میں نمودار ہو رہی ہیں۔ دوسرے حصہ طبق میں حرزدنی جنس کے حیوانات کی یہ حیرت انگیز کثرت اور پرورش ہوئی ہے کہ ان کے بقیہ آثار کو دیکھ کر عقل دنگ رہ جاتی ہے۔ بڑے بڑے عظیم الشان پیٹ کے بل چلنے والے جانور جن کے ڈھانچے کئی کئی گز لمبے ہیں اور جنکی رانوں کی قد آدم کے برابر ہڈیاں اور گنوں لمبی ڈیس ان کو اردو بول کے مثال کر دیتی ہیں، اس زمانے میں سطح زمین پر معمور و کھانی دیتے ہیں۔ ان ڈھانچوں میں ”شم قدم“ چنگال قدم، اور ”خیمہ قدم“ تینوں قسم کے حرزدن



مشکلات کے مادیات کے غلبے نے اقوام متحدہ میں روحانیت سے عام انحراف پیدا کر دیا ہے۔ جسمی طاقت اور مادی اقتدار پر ناز کبریائی کا اذعاً اور یہی حسی لاشعور سے تعلق طبیعت ثانیہ ہو گئی ہے۔ مکر و دغ مجامع عالم کا شعار بلکہ طغرنے استیلا میں گیا ہے۔ بین المللی خلق اور اتحاد عالم کا نصب العین خواب و خیال ہو چکا ہے۔ طاقتور اقوام کی سبقت اور زندگی کی یہ شان ہو کہ ایک دوسرے کی تباہی کے ہولناک سامان روز بروز بڑھ رہے ہیں۔

(بقیہ تحت البتہ صفحہ ۳۱) مثال ہیں گو یا پرندوں اور رضاعی حیوانوں کی طرف ارتقا کا میلان ابھی سے ظاہر ہے۔ حزنونی اثر دھول کے اعضا کے سطلانے سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ نہیں سیں گزریں جھپکلیاں اپنی پھپکی دوتا نگوں کے بل سطح زمین پر کودتی پھرتی تھیں، یا عظیم الشان مساحوں (مگرچہ) کی طرح پایا بیا سطلوں اور دیاؤں کے دنانوں پر شکار کی گھات میں پڑی رہتی تھیں۔ امریکہ کے بعض حزنونی اپنی جسامت کے لحاظ سے اس قدر عظیم الشان تھے کہ آج سطح زمین کا بڑے سے بڑا جانور ان کے بالمقابل دیدار کی جھپکی سے زیادہ حقیقت نہیں رکھتا! ایک منقاد در حزنوں کے پانوں کی ساخت پرندوں کے پنچوں سے بہت مماثل تھی اس قدر قد آور تھا کہ الف لیلہ کا سیر غمگی اسکے آگے محض ایک کج فک نظر آتا جو بچی نام مجذب کر پر ریشہ کی ہڈیوں کے عین اوپر دو دو گز اونچی گھریلو مرغ کی مانند کھتی تھی، اور مخروطی دم کے اوپر ڈیڑھ ڈیڑھ گز لمبے اور ماتھی کی ٹانگے کے برابر موٹے کئی کانٹے تھے، اونچائی میں چار انسانوں کے قدم کے برابر اور دم سے لیکر جو بچی نامک ہلا مہالہ دس گز لمبا تھا!

بِرَزَائِلٍ فِي الْخَلْقِ مَا يَلْفُظُهُ لَٰكِنَّ اللَّهَ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيرٌ (۱۰۳۵)

و در بت عظیم اپنی مخلوق میں جو مناسب جتنا ہے زیادہ کر دیتا ہے۔ لوگو! گوش ہوش سن رکھو کہ وہ خدائے بے مثال ہر بت کر دینے پر قادر ہے!

”احیاء الوسطی“ کے اسی زمانے میں فرعی ارتقا کے باعث اڑنے والے اثر دھول کی ایک تعداد کو غیر نظر آتی ہے۔ ان کے مسلح (مگرچہ) کی مانند لمبے لمبے دندان دار منہ اور خفاش (چمکاؤں) کی مثل پھلی والے پراس بات کی شہادت ہیں کہ یہ ہولناک پرندے ”درندوں سے بدرجہا خوفناک تھے۔ معمولی اثر دھول کے پڑوں کا پھیلاؤ بھی آٹھ آٹھ گز تک پہنچتا تھا۔ دم سے لیکر جو بچی نامک ہر ایک کی لمبائی کئی گز تک تھی، اور الف لیلہ کے مرغ کی مانند یہ دہشت انگیز درندے جہاں اڑتے تھے اپنے پڑوں کے پھیلاؤ سے زمین پر اندھیر کر دیتے تھے!

لیکن فرعی ارتقا کی ان حیرت انگیز عجائب نمایوں سے قطع نظر جو سلی ارتقا اس زمانے میں نمودار ہوا وہ پڑوالے پرندوں کا طور پر ان طبقات میں مرغ ہوا کی صرف ایک قسم محفوظ رہ گئی ہے جو آجکل کے پرندوں سے کچھ کچھ مماثل ہے۔ رضاعی (ذات الشری) حیوانات کے آثار خال خال نظر آتے ہیں۔ لیکن حزنونی اور رضاعی اجناس کے سلسلہ تکوین کی درمیانی گزیاں صاف طور پر نظر نہیں آتیں۔ ”اندھے دینے والے رضاعی حیوان“ جو مرغ اور چنپاٹے کے بین زمین نظر آتے ہیں کثرت سے ہیں۔ قبیلی والے رضاعی حیوانات کی جو حزنوں اور موسی شیوں کی درمیانی کنسی ہیں رونق لگی ہے۔ مقدم الذکر نوع کی دو قسمیں آج بھی آسٹریلیا کے بعض حصوں میں پڑانے وقتوں کی یادگار کے طور پر قائم ہیں۔

ارضی، ہوائی اور دریائی مساحوں اور اثر دھول کا قیام ”احیاء الوسطی“ کے تیسرے اور آخری حصے میں بھی بدستور رہا۔ لیکن انکی جسامت اس زمانے میں اور بھی حیران کن ہو گئی۔ ایک رضی حزنوں جسے جسم کی شکل موجزہ اودبلاؤ سے بہت کچھ ملتی جلتی تھی۔ اپنی پھپکی ٹانگوں پر کھڑک پانچ گز کے قریب بلند نظر آتا ہے۔ بعض ہوائی مسلح اڑتے وقت تین تین گز لمبے خفاشی پر پھیلا سکتے تھے۔ بعض امریکی دریائی انواع کی لمبائی سے لیکر دم تک پچاس پچاس گز پانی گئی ہے! ایک رضی مسلح کی ڈیال اسی زمانہ قدیم کے طبقوں میں سے (بھی) جسے ۱۹۲۲ء (۱۹۲۳ء) چھ ماہ نہیں گزے

سلف ابن بطوطہ (المتوفی ۷۱۳ھ) اور مارکوپولو (المتوفی ۱۲۹۵ء) نے ابن سہیت نام پرندوں کا ذکر اپنے سفر ناموں میں کیا ہے۔

الغرض عقل کی بے اندازہ کار فرمائیاں اور فوق الضرورۃ چارہ جویوں نے آج عقدہ معاش میں یہ صورت اشکال پیدا کر دی ہے جو فی حقیقت ناقابل تحمل ہے!

إِنَّا عَرَضْنَا الْأَمَانَةَ عَلَى السَّمَوَاتِ وَالْأَرْضِ وَالْجِبَالِ فَأَبَيْنَ أَنْ يَحْمِلْنَهَا  
وَإَشْفَقْنَ مِنْهَا وَحَمَلَهَا الْإِنْسَانُ إِنَّهُ كَانَ ظَلُومًا جَهُولًا ۝ (۷۸: ۳۳)

(بقیہ تحت صفحہ ۳۲) کہ ہند کی سرزمین میں دیائے جلم کے قریب نکلیں مگر اُس کا ڈھانچا اس قدر وزنی تھا کہ ستیس نفر اس کو بشکل ٹھاکر اپنی جگہ پر لے جاسکے! الغرض جس حیرت انگیز طریق پر رب زمین و آسمان کی این ہولناک اجناس نے انسان کے زمین پر وارد ہونے سے پیشتر زور پکڑا تھا، اُس سے گمان ہو سکتا تھا کہ انسان جیسی بظاہر کمزور، نووارد اور بے لوا مخلوق اُن کے ہوتے ہوئے کچھ حفظ و قیام حاصل نہ کر سکے گی، مگر شارع فطرت کو ان کا روئے زمین پر دیر تک رکھنا منظور نہ تھا، کارخانہ طبیعت کے اہل قوانین اُنکے ممکن فی الارض کی مخالفت میں تھا تھے، بقا و معیشت کے پیہم مجاہدے میں اُنکی جسامت، اُنکی قوتِ لامیوت کی مقدار، اُن کا متنوع السیر، کامل الوجود اور بطنی لیس ہونا ہی اُنکے بقا کا مانع تھا، وہ سب کے سب ایک اقل قلیل مدت میں صفحہ زمین سے محو کر دیے گئے، اور باعلیٰ اور صلح تر مخلوق کو اُن کا جانشین کر دیا گیا۔ "احیاء الوسطی" کے بلند ترین طبقات جس قدر ان اجناس سے پر نظر آتے ہیں، اُس قدر "المجددۃ البصوی" کے اجار کا درجہ اسلئے نسبتاً خالی پایا جاتا ہے۔ مقدم الذکر زمانے کے زیر و بالا سب طبقات میں اُن کے حیرت انگیز ہول فرین بکثرت کے بعد بلند ترین طبق میں اُنکا ایک سخت معدوم ہو جانا فطرت کے طالبِ علم کے لیے از بس عبرت آموز ہے۔ معلوم ہوتا ہے کہ کسی عمل، نیک و دوسرے جملہ کے اس عظیم الشان عمل میں اُنکی سعی کچھ مشکور نہ ہوئی، بلکہ کائنات کو جو بذاتِ خود مشابہ روزِ سعی و عمل میں مصروف ہے، اور ہر آن کلّ یوم ہُو فی شَآن "کا مصداق ہے، اُن کا جمود، اُن کا ناکارہ پن، اُنکی گراستائی کچھ پسند نہ آئی، اور ایک دو "یوم" کے اندر اندر اُن کو روئے زمین سے خاک کر دیا گیا۔ قرآن کریم میں سورۃ قصص کے اندر اُس ربِّ عظیم کے اسی بے مثال امتیاز کی طرف اشارہ ہے جس کے مطالب کی عظمت کا طبقاتِ زمین کی کتابِ عظیم میں بشیخ خود کچھ کر صاحبِ نظر کا کپکا جانا یقینی ہے!

وَذَٰلِكَ يَخْلُقُ مَا يَشَاءُ وَيَخْتَارُ ۚ مَا كَانَ لَهُمُ الْخِيَرَةُ ۚ سُبْحَانَ اللَّهِ وَتَعَالَى عَمَّا يُشْرِكُونَ ۝ (۷۸: ۳۸)

اور اے محمد! تیرا پروردگار زمین و آسمان کے اس سیکر ان محیط میں جو چاہتا ہے پیدا کرتا ہے، اور ہر پیدا کرنے کے بعد اُن کی سعی و عمل کا امتحان لیس کر جو مخلوق چاہتا ہے پسند کر لیتا ہے، اور جو کو مناسب سمجھتا ہے روئے زمین سے محو کر دیتا ہے (یَخْتَارُ) اور جو فرضی مسبود اور حاکمِ علیٰ انسانوں نے اپنی طرف سے گھڑیے ہیں انکو تو یہ عظیم الشان خستیاں کچھ بھی نہیں! اے ساکنانِ زمین! وہ خدا نے عظیم اُن تمام من گھڑت مطاعوں اور مسبودوں سے بدرجہا بلند تر اور ارفع ہے جن کو لوگ اس کے برابر بناتے رہتے ہیں (ذَٰلِكَ يَخْلُقُ) اور اُسے نظر یہ کہ اگر اس قیام و ممانت، اس زوق و تسبیل، اس فنا و بقا اور اس شکست و فلاح کے ختم یا کرنے کی کوئی مشروط قرآن کریم پیش کرتا ہے تو وہ بھی مغربی طبعیتوں کی علمی تحقیقات کی تائید میں عملِ صالح ہی ہے جو اس آئینہ کریمہ سے پیشتر کی آیت میں بوضاحت تمام بیان کر دی گئی ہے:

كَأَنَّمَنْ تَابَ وَآمَنَ وَاعْمَلْ صَالِحًا غَفَرْنَا عَنْهُ سَيِّئَاتِهِ ۖ إِنَّكَ كَلِمَ تَقُولُ ۖ مِنَ الْغَيْبِ ۖ ذَٰلِكَ ۝ (۷۸: ۳۸)

پروہ مخلوق اُسکے قانون کی طرف لوٹ آئی (تَاب) اور جسے ایمان کی اہل قوتیں اپنے اندر قائم کیں (وَأَمَنَ) اور جسے عملِ صالح کیے (وَعَمِلْ صَالِحًا) کو وہی پسند کیا، سب عملِ صالح کی سیاب ہوگی۔ (تَابَ) اور ایمان کی تفصیل کے لیے یہی بہت دیر ہے گریبا نہ پر کیا کافی ترجمہ کر دیا گیا ہے۔

ہم نے فہم و ادراک کی امانت کو آسمانوں، زمین اور پہاڑوں کے پیش کیا کہ شاید وہ اسے قبول کر لیں،  
مگر انہوں نے زبان حال میں عظیم ذمہ داری کے حامل ہونے سے انکار کیا، اور اس کی اہمیت کو پا کر خوفزدہ  
ہو گئے۔ بالآخر انسان نے سکھانا قبول کیا مگر وہ حقیقت برائی ظالم اور بڑی جاہل تھا جو یوں  
ناحق اپنے آپ کو مصیبت میں ڈالا!

عالم الغیب کے حضور میں شاید تمدن کی اسی رست و خیز، اور عمران حاضرہ کی اسی نفسا نفسی کی قیامت نما

(تبیہ تحت البتہ صفحہ ۲۳) ایک اور موقع پر نسل انسانی کو اپنی محسنوں میں خدا کا محتاج گردانا گیا ہے، ساکنان زمین کو قانون فطرت اور حکم خدا کی  
کامل متابعت کی ترغیب دی گئی ہے، اور ان سب کو یکسر ہلاک کر کے کسی خلق جدید کے شکنجے میں لایا کرنے کی دھمکی اس حیرت انگیز حسرت  
صحت اور وثوق سے دی ہے کہ اعمال خدا کا علم رکھنے والا انسان بے اختیار لرز جاتا ہے۔ لیکن یہ آیات کبرے اپنے اصلی رنگ میں لاعمال  
اسوقت نظر نہیں آتی جب کتاب کے متن (غالباً چھٹی مجلد) میں تمام سورہ کا مربوط ترجمہ کر دیا جائے گا،

يَا أَيُّهَا النَّاسُ أَنْتُمُ الْفُقَرَاءُ إِلَى اللَّهِ وَاللَّهُ هُوَ الْغَنِيُّ الْحَمِيدُ ۚ لَئِنْ يَشَاءُ يُدْخِلْكُمْ فِيهِ كُفْرًا وَيُخْرِجْكُمْ مِنْهُ وَمَا  
ذَلِكَ عَلَى اللَّهِ بِعَزِيزٍ (۱۵۱: ۱۵۰-۱۴۹)

اے ساکنان زمین! تم سب کسی حال اور رنگ کے محتاج ہو ہو ہر نوع اس خدا کے غفلت کے محتاج ہو، اس کے لطف و کرم کے محتاج  
ہو، ہدایت اور رہنمائی کے محتاج ہو، قانون پر چلنے کے محتاج ہو۔ اور اس کی یہ شان ہے کہ وہ تم سب کے محتاج ہے۔ اور باوجود  
اس بے نیازی کے سزاوار حمد ہے۔ وہ اس قدر بے پروا خدا ہے کہ اگر تمہارے اعمال کو دیکھ کر مناسب سمجھے تو تم سب کو تختہ بیک  
یکسر آپکٹے، اور کسی نئی مخلوق تمہاری جگہ لاسائے، اور جانے رہو کہ یہ خدا کے لئے کچھ بھی دشوار نہیں (وہ تم سے پہلے بارہا  
اسی طرح کر چکا ہے، اور پھر کرنے میں اسکو کوئی تحفیف نہیں ہوتی)۔

ایک عجیب غریب مشاہدہ جو یہاں پر صلاحیت کے صحیح مفہوم کو سمجھنے کے لئے نہایت غور طلب ہے، اور جو الحیات الوسطی کے ان عظیم نشان  
ازدہوں کے متعلق کیا گیا ہے یہ ہے کہ وہ آجکل کے بڑے سے بڑے تمساح اور سنساروں کے بالمقابل نہایت چھوٹے چھوٹے فصاع کہتے  
تھے۔ بعض حالات میں، باقی جسم کے تناسب کو پیش نظر رکھ کر کانسٹرکشن بھی بے اندازہ مختصر تھا، بعض میں گوشت اور اعصاب کی  
زیادتی کے باعث بظاہر سرکانی بڑا دکھائی دیتا تھا، مگر حیرت انگیز انداز کا قابل تعجب طور پر تنگ تھا، حتیٰ کہ موجودہ گرجے کا داغ تناسب بدن کے  
حفاظت سے دل گنا بڑا ہے۔ ان مشاہدات سے یہ نتیجہ اخذ کرنا کچھ دور از کار نہیں کہ شکستہ حیات کی اس شکستہ فاش میں جو ان حیوانوں کو نصیب  
ہوتی وہ ماضی قویٰ کو بھی بہت بڑا دخل تھا۔ کمزور ماضی طاقتوں والے حیوان مقابلہ جلد مر گئے، جن کی قوتِ مددگر بڑھتی گئی محفوظ رہتے  
آجکل انسان کی نظروں میں یہ قوتی اور گندہنی کا مجسمہ گدھا ہے مگر اس کا انسان کے لئے مفید ہونا خود اس کی نسل کی حفاظت کر رہا ہے۔ اگر وہ  
بھی فراغتِ حیات کے میدان میں اور حیوانوں کے بالمقابل جرم کھڑا ہو جاتا اور انسان کے سایہ عاطفت میں پناہ نہ لیتا تو شاید کبھی کا صفحہ  
زمین سے نابود ہو گیا ہوتا!

التجدیدۃ القصویٰ کے اپنی طبقات زیادہ تر ان دیرینہ حیوانات کے آثار سے پر ہیں جو القدیۃ الادلی کے زمانے سے رفتہ  
رفتہ ارتقا کر کے بہتر بن گئے ہیں۔ حارون اور سفنج، حیات (پھیلیاں) ۱۱ ہزار پائے، مرجان، نجم نما پھیلیاں، قبتہ دار حلزون، حشرات الارض  
شقائق بحری، ناریشت بحری، وغیرہ وغیرہ نہایت کثرت سے ہیں۔ حارون (پھیلیاں) ۱۱، حریار (گرگٹ) ۱۱، ثعبان (اڑتے) ۱۱، قبتین (منقاری اڑتے)  
تسلح (گرگٹ) ۱۱، خفاش (چمکاڑ) وغیرہ وغیرہ نسبتاً بہت کم ہیں۔ لیکن پرندے غیر مشکوک طور پر نمایاں ہو گئے ہیں۔ ان کے مقدار و تعداد اور

تصویر در پیش تھی جو انسان کو تسبیلِ امانت کے وقت ظلوم و جہول ٹھیرا تھا، مگر تصویر کے اس تاریک پہلو سے ایک لمحے کے لیے قطع نظر کر کے جو اہم سوال آج اس نے مانے میں پیدا ہوتا ہے یہ ہے کہ سلسلہ ارتقا کے رو سے وہ کونسی صلاحیت ہو، اور قرآن کریم کی لازوال صداقت کے متبع میں وہ کیسا ایمان اور کیا اعمال صالحہ ہیں جسے آج اقوامِ یورپ کو مادی ترقی کے انتہائی منازل پر پہنچا کر اعلیٰ بننے، اور

(بقیہ تحت لہتن صفحہ ۳۴) گویا ہوائی مساحوں سے ارتقا ظاہر ہے۔ رضاعی حیوانات کی بعض نامکمل نشانیاں بچے حصے کے بعض اعلیٰ طبق میں نمودار ہیں مگر ٹھیکہ رضاعی حیوان ان طبقات میں بھی بہت کم ملتا ہے۔

”الحمدیۃ الاولیٰ“ کے اعلیٰ طبق میں بھی قریب قریب یہی حال ہے، مگر اکثر اجناس کا بہتر اور صالح تر ہونا انیش از پیش ظاہر ہے۔ لیکن ”الحمدیۃ الاولیٰ“ کے طبقات وہ سبق آموز اور عبرت انگیز طبقات ہیں جن کی مخلوق کے مطالعے سے سطح زمین کی موجودہ مخلوق کا تاریخی ارتقا اظہار میں آتا ہے۔ ان حصص زمین میں حیوانات کے آثار یا قیہ نہایت مناسبت اور حفاظت کے ساتھ ملتے ہیں۔ ادنیٰ حیوانات کی ایک شاندار تعداد ارتقا کی ہوئی ملتی ہے۔ حرا زین کی قسم کے حیوانات اکثر نابود ہو گئے ہیں مگر رضاعی اجناس کی ایک بہت بڑی تعداد آبی گاؤں اور بلاؤں اور بیل مچھلی (روت) کی صورت میں پیدا ہو رہی ہے، مچھلیاں آجکل کی ساحلی مچھلیوں سے ترکیب اعضا میں زیادہ مشابہ ہو رہی ہیں، مگر مچھلی اور سنسار کی مین نظر آتے ہیں، عقرب، عنکبوت، ہزار پائے وغیرہ ایک حد تک کم ہیں، حشرات الارض کی سب سے کثرت میں، پتنگے اور تیریاں پہلی دفعہ جلوہ گر ہیں، پیٹ کے بل چلنے والے جانوروں کی یادگار سیسٹنڈوں میں رہ گئی ہے، پرندوں نے اپنی چونچوں کے اندر دانت رکھنا قطعاً چھوڑ دیا ہے، لیکن ان کی جنس کا داخلی ارتقا حیرت انگیز طریقے پر ہوا ہے۔ اسی کے زور اثر سے آٹے کی بجائے دوڑنے والے پرندے (یعنی مرغ میس دان) جلوہ گر ہیں، نعامہ (شتر مرغ) اور اسی جنس کی اور انواع جو آج صرف عرب اور افریقہ تک محدود ہو گئی ہیں نصف کرہ شمالی، یورپ اور شمالی امریکہ میں بھی پائی جاتی ہیں۔ گویا خط استوا کی طرف کچھ بعد میں شروع ہوا۔ نیز ملینڈ میں آج صرف ایک قسم نعامہ کی رہ گئی ہے مگر ابھی دو سو برس نہیں گزرے کہ شتر مرغ سے نسبت بہت بڑے بڑے پرندے جن کی اونچائی چار گز تک پہنچتی تھی، ان اقلع میں آباد تھے جنگو بالآخر اس سرزمین کے اصلی باشندوں نے نابود کر دیا۔ جزیرہ مدغاسکر میں کچھ اور پرستار صلیں گذر کر ایک عظیم الشان مرغ ماکڑا تھا جسے قد آدم کے برابر اندازے ابھی تک الف لیلہ کے افسانوں میں بطور یادگار کے رہ گئے ہیں مگر اس نشان آج صرف ہڈیوں میں ملتا ہے۔

”الحمدیۃ الاولیٰ“ یا ”الحمدیۃ الحاضرہ“ کے اعلیٰ طبق کی مخلوق اور موجودہ مخلوق میں بہت کم فرق نظر آتا ہے عجیب غریب رضاعی حیوانات کی ایک تعداد کثیر سے یہ سب طبقے پڑیں۔ ان کی نو مختلف نوعیں شناخت کی گئی ہیں جن میں بیل مچھلی کی قسم کے مضععات، آبی گاؤں، سم دار مویشتی، اکثر نے لے موش، گوشت خور گریہ، گرم خور خارشیت، چمگاڈ، بغیر دانت کے رضاعی حیوان، اور بوزن و ش انواع شامل ہیں۔ ان میں سے ہر ایک نوع اس زمانے میں بھی پائی جاتی ہے۔ رضاعی اقسام میں عجیب غریب حیوانات مرا میس (گینڈے) ہیں، جن کی بعض قسمیں نہایت خوفناک تھیں جو نابود ہو گئیں۔ مچھلی کی بعض حیرت انگیز قد اور انواع اسی زمانے میں ظاہر ہوئیں۔ ایک بالوں والا بیل دار مچھلی (سیتھ) جو نہایت کاہمصر تھا اور موجودہ دو اقسام سے کم از کم دو گنا بڑا تھا، شمالی سامیریہ اور انگلستان میں نہایت کثرت سے ملتا ہے۔ اس کے دانت سامیریہ میں اس کثرت سے ملتے ہیں کہ روسی تجارت کی محبوب شے بن گئے ہیں۔ موجودہ فیل کی بقیدہ دو اقسام کا بھی انسان کی دستبرد سے بڑے بڑے محفوظ رہنا مشکل معلوم ہوتا ہے۔ اندازہ کیا گیا ہے کہ مچھلی دانت کی تجارت کو موجودہ مقدار میں برسر رکھنے کے لیے دنیا میں ہر سال ایک لاکھ تھوڈے



خطاب بلا قید و وقت عام مسلمانوں کی طرف ہے، مگر معاہدہ لامحالہ ان کے ایک گروہ ہی سے باندھا گیا ہے اگرچہ چھوڑنے کی توسیع ایمان اور اعمال صالحہ کی موجودگی میں ہر مسلمان تک ہو سکتی ہے۔ اس بنا پر مسلمانانِ عالم میں صرف اسی گروہ کا استخلاف شرط ہے جو ایمان اور اعمال صالحہ رکھتا ہو، وَعَلَى اللَّهِ الَّذِينَ آمَنُوا مِنْكُمْ وَعَلَى الظَّالِمِينَ (۵۵:۲۳)۔ ثانیاً استخلاف فی الارض کا میثاق، جزیرہ العرب پر تسلط یا سیادت عربین کے معنوں میں کسی فرد و جسد، یا ان کی نسل، یا زیادہ سے زیادہ عرب قوم کے ساتھ ہو سکتا تھا، سب مسلمانانِ عالم سے ضروری تھا۔ ثالثاً کے مِمَّا اسْتَخْلَفَ الَّذِينَ مِنْ قَبْلِهِمْ نے معاملہ بالکل صاف کر دیا کیونکہ اسلام سے پہلے عربین پر

(ترجمہ تحت المیزان صفحہ ۳۰) يَمْشِي عَلَى الْاَرْضِ يَخْلُقُ مَا يَشَاءُ اللَّهُ مَا يَفْعَلُ مُرَادٌ مِنَ اللَّهِ عَلَى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيرٌ لَقَدْ آتَيْنَا آيَاتٍ مُبِينَاتٍ وَاللَّهُ يَعْلَمُ مَنْ يُفَلِّحُ إِلَى حِينٍ اَوْ اِنْ شَاءَ اللَّهُ فَيَنْقُضْ عُقْدَهُمْ (۲۳-۲۶)

اور لوگو! اس خلاقِ عالم کی طاقت کی یہ شان ہے کہ اس نے روئے زمین کے تمام حیوانوں کو ایک ہی نطفے اور ایک ہی سلسلہ تولد و تناسل کے ذریعے سے (میں تمہارے) پیدا کیا، اور آج اس حدت تناسل کا نتیجہ یہ حیرت انگیز ہے (۲۳) کہ ان حیوانوں میں سے بعض وہ ہیں جو میت کے بل پلٹے ہیں، اور بعض وہ ہیں جو صرف وہ پائل پر پلٹتے ہیں، اور بعض وہ ہیں جو چار پاؤں پر پلٹتے ہیں (اور یہ محیر العقول نمایاں اور اختلاف اسی ترتیب و تسلسل سے اس ایک نطفے کی قوت تولید میں ظاہر ہوا ہے) لوگو! خدا جو شے جس ذریعے سے مناسب سمجھتا ہے پیدا کر دیتا ہے، بگوش ہوش من کر کو کہ وہ ہر بات کے کرنے پر قادر ہے۔ اسے ساکنانِ زمین، ہم نے تم کو علم اور کوتاہ نظر انسانوں پر حقیقت کشا اور جہاں نایات اور آسمان سے اتاری ہیں تاکہ تم پر تمکوین حیات کا راز بین ہو جائے، اور یاد رکھو کہ خدا نے عظیم اُسی کو علم کے صلہ مستقیم پر لے جاتا ہے جس کو مناسب سمجھتا ہے۔

کیا آج سطحِ زمین کے طول و عرض میں مذہبِ عالم کی آسمانی کتابوں کے اندر تمکوین حیات کی اس سے بہتر، صحیح تر اور مکمل تر داستان کہیں موجود ہے؟ طبقاتِ زمین کی تقسیم کے یہ پانچوں زمانے جن کا ذکر اوپر ہوا اور جن میں زمینِ آسمان کی پیدائش فی حقیقت تکمیل کو پہنچی، اور بطور انسان سے لیکر جب تک زمانہ حال ہمیں بنی نوع انسان کا ارتقا مکمل ہو رہا ہو، ایک کوئی مکان کی حکیمانہ لغت میں نہ سیکھتے آئیگا (آیہ ۳۲: ۴۰ صفحہ ۴۰) ہیں جنہیں اُس نے زمینِ آسمان کو پیدا کیا: یوم، کی تشریح کافی طور پر غفلت میں گذر چکی ہے، اور لفظ شتہ سے ظاہر ہو کہ قرآن مجید میں زمینِ آسمان کی تدریجی اور ارتقائی تعبیر کا مودعہ ہی پس عیدتین کا دعوئے کہ دنیا صرف چھ ہزار برس سے قائم ہو اور اسے قرآن مجید غلط ہے، اگرچہ شتہ یا م کا ذکر اس الہامی کتاب میں بھی موجود ہے، مگر مفسر نے زمین کی مدتِ تعمیر کو چھ زمانوں میں اس بنا پر تقسیم کیا ہے کہ ان کی مخلوق کے مابین ایک عرصہ تباہی اور قسطنطینیہ بالانقیابہ پیدا ہے جسے باعث طبعے اور زمانے ایک دوسرے طبعاً اور خلطاً الگ نظر آتے ہیں بہت ممکن ہے کہ یہی جہاں قرآن اُس پر ایسے کائنات کے پیش نظر شتہ یا م کے الفاظ میں ضم ہو کر جو کسی آئندہ موقع پر تفصیل کی جائے گی۔ قصیر الحکم باقی جس کا ذکر اہل کتاب (صفحہ ۴۰) میں ہوا، واصل فریقہ کا باشندہ تھا جو کشمکشِ حیات کے باعث دربارِ پیکر چند صدیاں گزریں نابود ہو گیا۔ ان کی ہڈیاں آج جزیرہ مانا میں ملتی ہیں۔ ایک نوع کی اونچائی گھٹتے گھٹتے ڈیرہ گرد اور دوسری کی صرف ایک گز رہ گئی تھی۔ دنیا کا مہندس نے احمد جو آجکل شے زمین سے ناقابلِ یقین سرعتِ ناپید ہو رہا ہے، اسوالتوں صدی کے جلالِ امریکہ کے بعد یورپی اقوام کی جارحانہ دستبرد اور ستم بجا دیوں کا شکار ہوا جسے نیاوی مستعمرین نے اس بیخ کنی میں سب سے زیادہ شرمناک حصہ لیا۔ ایک موقع پر ملکِ متحدہ ہیباریوں کے جراثیم سے آلودہ کھیل، رعدا اسی اور غریب پڑوسی کے رہانے سے انہیں تسخیر کر دیئے جس سے ارد گرد کی آبادی سال بھر میں آدھی رہ گئی۔ لیکن تمدن کے ہمدرد ہمارے آج وہ اور دوسری غیر صالح قوتیں جس تیزی سے نمو ہو رہی ہیں اس داستان سے کہیں زیادہ دردناک ہے!

۴۰ اگرچہ میں کوئی قند و شکر کا خطاب نہیں کر رہا ہوں، مگر یہی وہ تمام آیت سے کوئی مستقل نتیجہ اخذ نہیں جتنا مجھے مطالبہ لینے دیکھو مضمون، لیکن اینڈنگ کے الفاظ نہایت قابلِ غور ہیں۔

یا عرب میں استخلاف ان خاص معنوں میں نہ تھا، اور نہ عرب کے متخاصم قبائل ایمان اور اعمال صالحہ کا دعویٰ کر سکتے تھے۔

درحقیقت اس آیہ کریمہ میں، شارع فطرت نے مسلمانان عالم کے سامنے وہ عظیم الشان ستور العمل پیش کر دیا ہے جو ہر کیفیت میں، اور ہر موقع پر ان کی نفسِ رادی اور اجتماعی، اعتقادی اور عملی، روحانی اور مادی زندگی میں کامل طور پر کارآمد ہو سکے۔ اسی نصابِ عمل میں افراد کے اخلاق کی صلاحیت، اعمال کی درستی، اعتقادات کی سلامتی، ہمت کے قیام، قوت کے توازن، دینی بہبودی، اور دنیاوی مرثہ الحالی کا سامان موجود ہے، اور اسی ضابطے کے اندر اقوام کے سیاسی غلبے، اقتصادی ترقی، چٹائی اقتدار، علمی ارتقا، اور تسلط فی الارض کے جراثیم مخفی ہیں۔ "استخلاف فی الارض" جسکا وعدہ خدا نے پاک نے بلا قید و وقت مسلمانوں سے کیا، محض ایک کمزور اور مخدوم پنج ملکی تسلط ہی کا دوسرا نام نہیں جو مسلمانوں کو کچھ دیر ہوئی سرزمین عرب پر حاصل تھا، اور اب بھی زمین کے دو ایک ٹکڑوں پر حاصل ہے، بلکہ وہ تمام روئے زمین یا اُسکے بڑے سے بڑے حصے پر کامل سیاسی اقتدار، اور مکمل اجتماعی اور اقتصادی غلبے کا نام ہے۔ وہ قومی آزادی، علمی بیداری، علمی اور ادبی احیا، جمعی عصبت، اور حتماتی علم و تربت کا وہ انتہائی معراج ہے جو صحیح معنوں میں مسلمانان عالم کو کئی سو سال تک قرونِ اولیٰ و متوسطہ میں حاصل اور معانی کی خاص حدود کے اندر یورپ کی بعض اقوام کو اس وقت حاصل ہے۔ وہ مغرب کی سیاسی اصطلاح میں امن کے زمانے میں اپنی بہتری کی خاطر ہر ملی اور بین الملی وسیلے کا اختیار، اور ایام جنگ میں اپنے بچاؤ کے لیے ہر جائز اور مناسب حربے کا استعمال ہے؛ حرمین شریفین کی حفاظت، جزیرہ بحر کی کامل سیاسی آزادی، اور رسمی خلافت کا قیام و استحکام، اُسکے کل کا صرف ایک جزو لا ینفک ہے۔ وہ آیہ استخلاف کے الفاظ میں شارع فطرت کی اپنی بنائی ہوئی شریعت، اپنے پسند کیے ہوئے نظامِ عمل، اور اپنے اختیار



کیے ہوئے مسلک مذہب کا زمین پر حقیقی نمونہ، اور مسنوی تسلط ہے: وَلَئِنْ كُنْتُمْ تُحِبُّونَ اللَّهَ فَاتَّبِعُوا أَمْرَهُ وَتَعْلَمُوا أَنَّ اللَّهَ يَنْزِلُ فِي الْفُرْقَانِ (۲۴: ۱۲۳) وہ مسلمانوں کے دینی اور دنیاوی عروج، قومی اور غیر قومی تفوق اور عملی اور فہمی تقدیم کی وہ خوشگوار منزل ہے جہاں ایمان اور عمل صالح کی قوت افزا وساطت سے ہر شکست کا فتح میں، ہر فتنہ کا بقا میں، اور ہر خوف کا امن میں تبدیل ہو جانا یقینی ہے۔

جس طرح ہر متنفس میں بقائے نسل اور تحفظ ارث کی خواہش ایک طبعی امر ہے اسی طرح پر تبدیلیے آفرینش سے آج تک، ہر زندہ قوم کا منتہائے نظر قیام سلطنت اور حفظ نسل رہا ہے۔ قرآن حکیم نے اس حقیقت کو لفظ اختلاف سے تعبیر کیا ہے، اور ظاہر کر دیا ہے کہ اسلام سے پہلے بھی اقوام عالم میں یہ فطری جذبہ موجود تھا۔ شارع دین نے بعینہ اسی قطع کے تخلف کا وعدہ، سابقہ اقوام کی مانند مسلمانوں سے بھی کیا، اور اسی قرینے سے اُس نے جا بجا وراثت زمین کے نام سے موسوم کیا ہے:-

قَالَ مُوسَىٰ لِقَوْمِهِ اسْتَعِينُوا بِاللَّهِ وَاصْبِرُوا إِنَّ الْأَرْضَ لِلَّهِ يُورِثُهَا مَنْ يَشَاءُ مِنْ عِبَادِهِ ۚ وَالْعَاقِبَةُ لِلْمُتَّقِينَ ﴿۱۲۸﴾

موسیٰ نے اپنی قوم سے کہا کہ تم ان مشکلات کی حالت میں اللہ سے مدد مانگو اور مستقل مزاج بنے رہو۔ زمین تو سب اللہ ہی کی ہے وہی اپنے بندوں میں سے جسکو مناسب سمجھتا ہے وارث بنا دیتا ہے اور بالآخر جیت تو انہی کی ہے جو مقام خدا سے ڈرتے رہتے ہیں۔

۱۵ اور وہ خدا نے عظیم اس دین کو جو اُس نے مسلمانوں کے لیے پسند فرمایا ہے متکون کر کے رکھا، اور اس حالت خوف کو بھی جو آج دشمن سے لاحق ہے، اس سے بدل دے گا۔

۱۶ گویا اس آیت کریمہ کے رو سے وراثت زمین اور ہی قوم منبتی ہے جس کے افراد میں صبر اور استقلال بدرجہ اتم موجود ہو۔ اس بنا پر آیت اختلاف کو پیش نظر رکھ کر علموا الصلحۃ کی ایک شق صبر ہے۔ استعانت باللہ سے مراد، دعا گاہ خدا میں عاجزی کر نیکی علاوہ احکام خدا سے استعانت بھی ہو، لیکن غرض خدا کے معافی بھی آج مسخ ہو چکے ہیں۔ یشاء کے محولہ بالاسمانی کا ثبوت دیر میں آئے گا۔ عاقبتہ کے معنی یہاں پرمیامت کی آخرت کے نہیں اور اس سے معافی مربوط ہو سکتے ہیں۔ بلکہ اس کا صحیح مفہوم کسی قوم کی سعی و عمل کا اس دنیا میں منجی بخیر یا بشر ہونا ہے۔ انہی مسنوں میں عاقبتہ کا لفظ آیا: اَآلَکُمۡ یَیُّرُذٰنِیَ لَا تَخۡضَیۡرَ ذٰلِکَۃَ کَانَ عَآقِبَتُہُ الَّذِیۡنَ مِنْ قَبۡلِہُمۡ (۴۲: ۴۲) میں، یا اَآلَکُمۡ کی بجائے اَوَّلَکُمۡ کے ساتھ (۲۱: ۴۲)، (۳۵: ۳۴)، (۲۹: ۲۹) میں استعمال ہوا ہے جسے یہ ہیں۔ تو کیا یہ لوگ زمین میں چلے پہرے نہیں کہ اپنی آنکھ سے دیکھ لیں کہ ان لوگوں کا کیا بُرا انجام ہوا جو ان سے پہلے ہو گئے ہیں؟ ”مُتَّقِیۡنَ“ کی تشریح میں ابھی دیر ہے، لیکن ترجمے میں مطالب کی تفسیر کر دی ہے۔

وَأَوْرَثْنَا الْقَوْمَ الَّذِينَ كَانُوا يُسْتَضَعُونَ مَشَارِقَ الْأَرْضِ وَمَعَارِبَهَا الَّتِي  
بِزَكَاةٍ فِيهَا مَا دُونَ ذَلِكَ وَتَمَّتْ كَلِمَتُ رَبِّكَ الْحُسْنَىٰ عَلَىٰ بَنِي إِسْرَءِيلَ ۚ بِمَا صَبَرُوا وَأَلَّوْا ۚ ۝۱۳۷  
اور اس مبارک اور ذخیرہ سرزمین کے مشرق و مغرب کا وارث بالآخر ہم نے انہی لوگوں کو کیا جو کمزور  
گئے جاتے تھے۔ اور خدا کا وعدہ نیک تو بنی اسرائیل کے حق میں ٹھیک پورا ہوا کیونکہ انہوں نے عزم و  
استقلال سے دشمن کی خنثیوں کی برداشت کی تھی۔

اسی ضمن میں ایک اور جگہ بعینہ آیت اختلاف کا مضمون ہے :-

وَلَقَدْ كَتَبْنَا فِي الزُّبُورِ مِنْ بَعْدِ الذِّكْرِ أَنَّ الْأَرْضَ يَرِثُهَا عِبَادِيَ الصَّالِحُونَ ۝  
إِنَّ فِي هَذَا لَبَلَاغًا لِقَوْمٍ عَابِدِينَ ۝ (۱۰۶-۱۰۵: ۲۱)

اس آیت کریمہ میں صبر کا انجام اور بھی واضح طور پر وراثت زمین ہے۔ گویا صبر کے معنی استقلال اور ہمتاقت سے سب مشکلات کا مقابلہ  
کرتے رہنا ہے، ہاتھ پر ہاتھ دھر کر بیٹھ رہنا، اور اپنی بربادی کا تماشہ دیکھنا نہیں یہ آیت عظمیٰ مسئلہ ارتقا کی تشریح کے ضمن میں صفحہ ۱۰۷ کے تحت ملتفت  
اچھی ہے مزید تشریح کے لیے وہاں دیکھنا چاہیے۔

ان آیات اسی میں وراثت زمین کی شکل تشریح عبادی الصالحین کے الفاظ میں کر دی گئی ہے، اصل کی تعریف از روئے قرآن مجید جامع و  
الغنی ہے۔ علیٰ ہذا التیس لفظ عبادت کی۔ مگر یہ امر نہایت غور طلب ہے کہ مسئلہ ارتقا کے بقائے صلح کا مفہوم اس آیت کریمہ (۱۰۵: ۲۱) کے دعوے  
کے تقدیر میں مطابق ہے۔ عبادت کا لفظ عباد سے مشتق ہے جس کے معنی غلام کے ہیں۔ اور وہی قوم و حقیقت عابد ہے جو خدا کی عملاً غلام ہے، جو  
اُس کے قانون اور احکام پر عمل کر رہی ہے۔ ورنہ کوئی رسمی نماز گزار اور باقی احکام سے غافل قوم عابد کہلانے کی تسبیح نہیں ہو سکتی کیونکہ ملازمت  
کی شرط اول آقا کے احکام کی تعمیل ہے۔ لیکن عبادت کے متعلق مکمل بحث اصل کتاب میں آگے چل کر انجام آئے گی۔

صلح کی ایک اہم شق ہم نے صبر بتلائی۔ لیکن اگر صلح کے معانی کی ایک جھلک کتاب کے اس ابتدائی حصے میں دیکھنی ہو تو اس آیت  
کریمہ پر غور کرنا ضروری ہے جس میں شارع کائنات نے نوزائیدہ بچے کو صلح کہا ہے :

فَلَمَّا أَتَتْكَ ذَهَابَ إِلَيْكَ اللَّهُ فَكَلَّمَكَ اللَّهُ فَأَمَرَكَ أَنْ تَصِلَ إِلَى اللَّهِ فَصَلِّ إِلَيْهِ ۚ فَلَمَّا أَتَتْكَ ذَهَابَ إِلَيْكَ اللَّهُ فَكَلَّمَكَ اللَّهُ فَأَمَرَكَ أَنْ تَصِلَ إِلَى اللَّهِ فَصَلِّ إِلَيْهِ ۚ  
فِيمَا أَنَّهُمَا ۚ فَتَعَلَّىٰ اللَّهُ عَمَّا يُشْرِكُونَ ۝ (۱۸۹: ۴)

ہر چنانچہ وہ بچہ بیوی کامل نہیں رہا اور وہ رفتہ رفتہ بوجھل ہوتی گئی تو مرد اور عورت دونوں زمین و مین مانگتے ہیں کہ اسے ہمارا پودا گا  
اگر تو بکویہ چھپ چھپ الاعضاء صالح استنساخ بدن (صالح) جیتنا چاہتا چاہتا (صالح) ہو بصورت (صالح) دیکھا تو ہم تیرے بچے ہی شکر گزار ہو گئے۔ چھوڑ  
ان دونوں کو وہ خدا سے عظیم تر ہے اور سالم، توانا اور تندرست (صالح) بچہ عطا فرماتا ہے تو اس نعمت حق کے ساتھ اسی انعام دی ہوئی چیز کو  
شریک کرنے لگتے ہیں، اس بچے کی محبت میں اس قدر متکبر ہو جاتے ہیں کہ خدا کے برابر اس کو کہتے ہیں، اسی کو اپنا بت بنا لیتے ہیں۔ تو لوگو!  
خدا سے عظیم تر اس شخص سے بہت ارفع و اعلیٰ ہے جو یہ لوگ اُس سے شریک کرتے ہیں۔ کچھلے صفحہ کا ثبوت بعد میں آئے گا

ان آیات سے واضح ہے کہ بچے کا صلح ہونا اسکا فی الحقیقت بے نقص اور تندرست، صحیح الاعضاء اور سالم جسم ہونا ہی ہے۔ یہی دریا

بچے کی اصل شریعت ہے۔ ورنہ مال کی پیش سے بچے کا نیک پیدا ہونا بے معنی ہے اور نہ یہاں جو ان نیک ہونا ذکر ہے۔ اس نقطہ نظر سے صلح  
قدم دی ہے جس کا ہر عضو درست ہو، متناسب ہو، بڑھا گھٹا نہ ہو اُس کے ہر حصے میں یکساں بیداری ہو، حیات کا جو ہر لطیف اُس کی ہر گھٹنے میں روا ہو وغیرہ  
جب تک مسلمان عالم ان معنوں میں صلح ہے رشتہ زمین اُن کے پاس ہی جب صلح کے معنی محدود ہو گئے تو اس آیت (۱۰۵: ۲۱) کی تاویل میں بھی ہو  
گیں مگر کلام خدا کے صحیح مفہوم میں رد و بدل قطعاً محال ہے۔ لا مبدل لکلماتہ (۱۱۶: ۱۷) اُسکی شہادت ہو۔

اور ہم زبور میں تمام احکام کی شرح و ذکر کے بعد یہ بات لکھ چکے ہیں کہ زمین کے وارث تو ہمارے  
صالح اہل عمل بندے ہی ہیں۔ بلاشبہ ہمیں اطاعت گزار قوم کے لینے ایک بڑا پیغام ہے۔

اور سورہ زمر کے حسیروں :-

وَقَالُوا الْحَمْدُ لِلَّهِ الَّذِي صَدَقَنَا وَعْدَهُ وَأَوْرَثَنَا الْأَرْضَ نَكْبُوْا مِنْ الْجَنَّةِ  
حَيْثُ نَشَاءُ ۚ فَنِعْمَ أَجْرُ الْعَمِلِينَ ﴿۳۹﴾ (۴۴: ۳۹)

اور وہ لوگ کہیں گے کہ شکر ہے اُس خدا کا جس نے اپنا یہ وعدہ بھی سچ کر دکھایا، اور اس سے پیشتر  
زمین کا وارث بھی ہمیں کو نبایا، اب ہم بہشت میں جہاں بھی چاہیں رہیں گے، تو دیکھو کام کرنے  
والوں کا کیا ہی اچھا اجر ہے!

اب یہ حقیقت واضح ہو گئی کہ آیہ استخلاف میں فاطر ارض و سما نے خاص مسلمانانِ عالم کے ساتھ  
ایک ایسے کامل سیاسی غلبے کا حتمی وعدہ کیا ہے جو محض سرزمینِ عرب پر قبضے کے متعلق، یا اس کمزور  
اور برائے نام خلافت کے قیام پر مبنی نہیں جسکو یورپ کی خون آشام طاقتیں آج ایک لمحے کے لیے چین  
نہیں لینے دیتیں، بلکہ اُس کا نصب العین دنیا کے عظیم تر حصے پر حقیقی اور تسرروقی سیاسی اور اجتماعی  
حکومت ہے۔ اس نعمتِ عظمیٰ کے حصول کے بغیر نہ تو خدائے پاک کا دین کسی معنوں میں انکشافِ عالم میں  
ممکن ہو سکتا ہے، اور نہ وہ خوف جو آج ہر سمت سے مسلمانانِ عالم پر طاری ہے کبھی تسخیرِ امن سے  
بدل سکتا ہے۔

۴۴ یہاں پر لوگوں نے، اَلْاَرْضَ، کے معنی ارضِ جنت لے لیے ہیں۔ مگر اس دل نموش کن تاویل کی کوئی سند نہیں۔ اَوْرَثْنَا کا ماضی  
صیغہ اور نَشَاءُ کا حال کا صیغہ اس کا شاہد ہے کہ اَوْرَثْنَا اَلْاَرْضَ کا واقعہ پیشتر کا واقعہ ہے۔ اور جب الْجَنَّةِ کا ذکر آگے صاف ہو تو  
خدا کے کلام میں ایک آیت کے اندر یہ بے نتیجہ تکرار پیدا کرنا محض لغو ہے۔

دوسری بات جو غور طلب ہے یہ ہے کہ اس آیت کریمہ میں بھی فَنِعْمَ أَجْرُ الْعَمِلِينَ، کہہ کر رسمی و عمل پر کس قدر زور دیا گیا ہے گویا عمل وہ چیز ہے جس کا  
نتیجہ وراثتِ زمین ہے۔ اور وراثتِ زمین کا نتیجہ ہی الْجَنَّةِ آخرت میں ہے !!

ایک اور اہم بات جو قابلِ لحاظ ہے یہ ہے کہ ان سب آیات (یعنی ۴۴: ۱۳۸، ۴۴: ۱۳۹، ۴۴: ۱۴۰، ۴۴: ۱۴۱، ۴۴: ۱۴۲، ۴۴: ۱۴۳، ۴۴: ۱۴۴، ۴۴: ۱۴۵) اور (۴۴: ۳۹) میں بھی اَلْاَرْضَ، کا لفظ مطلق معنوں میں استعمال ہوا ہے کسی خاص حصہ زمین کی تخصیص ان میں نہیں جیسا کہ بعض شارحین نے آیہ  
استخلاف میں فرض کر لیا ہے۔

یہ آیت اُس وقت نازل ہوئی تھی جب دین الہی کے سچے علمبرداروں، اور بے ریا عالموں کی ایک چھوٹی سی جماعت، کفارِ مکہ کے سلوک سے تنگ آکر دینے میں پناہ گزین ہو گئی تھی۔ دشمن کے پے درپے حملوں کے باعث خوف و ہراس ہر طرف طاری تھا، مجبوری اور بے چارگی کا یہ عالم تھا کہ ایک لمحے کے لیے بھی ہتیار بدن سے جدا نہیں ہو سکتے تھے، معدوں و پیٹوں کی نیم شبی آہیں، اور عورتوں اور بوڑھوں کی صبح گاہی دعائیں آسمانوں کو ٹکرا رہی تھیں۔ مایوسی اور اضطراب کی ان گھریلوں میں، خدائے پاک کی غیر متین جوش زن ہو کر مسلمانوں کو بشارت دی کہ اگر تمہارے ایمان میں یہ استواری، اور اعمال میں یہ صلاحیت ہے تو یقین جانو کہ دنیا کی کوئی طاقت تم کو مقہور مغلوب نہیں کر سکتی، تم خدائے واحد کے پرستاروں کی ایک عاجز اور حقیر جماعت ہو، مگر یاد رکھو کہ قادر مطلق کی جناب میں تمہارے کاموں کی حقیقی وقعت، اور تمہارے ایمان کی سچی قدر ہے۔ تمہارے سینوں میں صداقت کے جوہر نر دریا، اور حقانیت کے اُڑتے ہوئے طوفان ہیں، تمہارے دلوں میں خدا کی محبت کا سچا ولوع، اور رسول کی اطاعت کا سچا ولوع ہے۔ تم بے خان و ماں ہو، مگر تمہاری نظموں میں آخرت کی لازوال متلوع، اور عقبی کی راحت و فراز مل رہی ہے۔ تم بے سر و سامان ہو، مگر تمہاری اٹھک کوششیں اور اتحادِ عمل ہی خدا کی دائمی نصرت کا سامان ہیں، تم قلیل لتعداد ہو، مگر جہاں جاتے ہو استقلال کے فرشتے تمہارے ہم کاب، اور حوصلوں کے غیبی لشکر تمہاری تائید پر ہو جاتے ہیں: **يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا اذْكُرُوا نِعْمَةَ اللَّهِ عَلَيْكُمْ إِذْ جَاءَتْكُمْ جُنُودُهُ فَأَرْسَلْنَا عَلَيْهِمُ رِيحًا وَجُنُودَ الْفِرِّقَانِ فَكَانَ اللَّهُ بِمَا تَعْمَلُونَ بَصِيرًا** (۹: ۳۳)۔ تم ایک ہو، مگر قوتِ ایمان اور صلاحِ عمل کی کثرت

۱۵ اے ایمان والو! خدا کے اس احسان کو یاد کرو جو اس نے تم پر کیا تھا جب کہ تم پر لشکر کے لشکر آچڑھے تھے۔ تب ہم نے ان پر آندھی بھیجی اور اس کے علاوہ اور لشکر بھی جو تم کو دکھائی نہ دیتے تھے۔ یہ سب کچھ اس لیے تھا کہ اللہ تمہارے مردانہ و ارادہ کو بغور دیکھ رہا تھا اور تمہاری تائید و نصرت پر ہمہ وجہ تیار ہوا تھا۔

۱۶ شہرِ بصری میں غوفہ خندق کے موقع پر اس طویل الفد آیت کا نزول ہوا۔ آیت کے آخری حصے **وَمَا تَعْمَلُونَ** بَصِيرًا نے غوفہ کے موقع پر مسلمانوں کے مومنوں کا سچی و عمل ہی نصرت خدا کا باعث ہوا تھا نیز یہ کائنات کی توجہ سچی و عمل کی طرف کس قدر ہے اور اس کا انعام کیا ہے۔

دش نبیاستم ہوا تمہارا غرضم مسیم اور سچا ایثار ہی تمہارے لیے پیغام بقا ہے، دشمن کے ہجوم نے ایک لمحے کے لیے تم کو مرعوب اور بے بس کر دیا ہے، مگر میرا تم سے وعدہ ہے کہ اگر تم میں یہی خوبیاں رہیں تو تم نصر خاندان کے کعبے کے قطعی محافظ، اور سرزمین عرب کے حقیقی وارث بنو گے بلکہ کسریٰ کی دیرینہ عظمت کے اصلی حداثہ اسکندر کی عالم آرا سلطنت کے مسلم جانشین، بکرماجیت کی بھارت کے سچے سپوت، اور قیصر کے دنیاوی جاہ و اہمیت کے بہترین خلف ٹہرو گے!

وَقَالَ الَّذِينَ كَفَرُوا لِلرُّسُلِ هُمْ كُنْتُمْ مِنْ آدَمَ وَلَكِنَّكُمْ فُتِنْتُمْ فِي الْأَرْضِ فَأَنصَبُوا  
لَهُمْ زُبُرًا لَهُمْ لَئِنْ كُنْتُمْ إِلَّا رُحُشٌ مِمَّنْ بَعَلَّوْهُمْ ذَلِكُمْ فَانكُرُوا لَهُمْ  
خَافَ مَقَاتِلُهُمْ وَخَافَ وَيَعِيدُهُمْ (۱۳: ۱۳-۱۴)

اور منکرین خدا نے اپنے پیغمبروں سے کہا کہ تم کو اپنی زمین سے نکال باہر کرینگے یا ہا کہ تم پھر ہمارے مذہب میں آلو گے۔ اس پر خدا نے ان کی طرف وحی بھیجی کہ تم بدستور اپنی سعی میں لگے رہو ہم یقیناً ان ظالموں کو ہلاک کر دینگے اور ان کے پیچھے تم ہی کو اس سرزمین میں بسائیں گے۔ یہ صلا اس قوم کا ہے جو میرے مقام و منصب ڈر کر میرے احکام کی اطاعت کرتی رہی، اور جس نے میرے عذاب سے بچنے کی کوشش کی۔

اس بحث و تھیس کے بعد یہ امر واضح ہو جاتا ہے کہ آیہ استخلاف مسلمانوں کے ساتھ وراثت زمیں کے متعلق ایک مشروط وعدہ ہے، اجتباری اور بلا قید شرط نہیں۔ جب تک مسلمانان عالم ایمان اور اعمال صالحہ کے صحیح مفہوم پر کم و بیش قائم رہے زمین کے ایک عظیم تر حصے کی وراثت ان کے قبضے میں رہی، دین اسلام کا تکیہ مستقل ہوتا گیا، اور یکے بعد دیگرے ہر مخالف طاقت کا خوف اس سے بدل گیا۔

اس موقع پر ارضنا سے مراد منکرین خدا کا وطن ہے اور اس لحاظ سے (۱۳: ۱۳) میں الارض کے معنی بلاشبہ اسی مخصوص سرزمین کے ہیں۔ مگر آیہ استخلاف یا اور متذکرہ صمد آیات میں جنہیں الارض کا لفظ واقع ہے تخصیص ایسے نہیں ہو سکتی کہ ان میں کسی خاص وطن کا ذکر نہیں ہے۔ یہاں صاف ظاہر ہے کہ مٹی کسی منہ و واحد کے لیے نہیں آیا بلکہ تمام قوم کے لیے استعمال ہوئے۔ اجتماعی حرف موصول کی اس قطع کی مثالیں قرآن حکیم میں آگے چل کر بجا ملیں گی۔ ایک مثال مسئلہ ارتقا کے تحت اہل بیت منجھو (۱۳: ۱۴) میں گذر چکی ہے: فَنُفِثْنَا فِي الْأَرْضِ وَأَنصَبْنَاهُمْ  
خُوفٌ عَلَيْهِمْ وَكَهْمٌ بَيْنَهُمْ (۱۳: ۱۴)

قرآن کی اعجازنا تعلیم نے ایک اقل قلیل مدت میں عرب کے رہنروں اور مردم کُش و حشیوں کو روحانیت اور ایمان کے حلقہ اثر میں لاکر، انکی کاپاپلٹ دی۔ ریگستان کے ان بے ہمار حُدی خوانوں کو، جن کی زندگیاں سالہا سال سے ریت کے چٹیل اور خشک میدانوں میں تشنہ ال اور آوارہ گرد کُستی تھیں، خدا کی جبل مستیں میں جکڑ کر اکامران صلاح اور سبک کام عمل کر دیا۔ بد اعمالی اور فسق کے ہی آزادہ رُو بندے، جن کے ہر فرد کو قتل و غارت پر ناز، اور ہر شخص کو بدکاری کا اِذعا تھا، چشمِ دن میں طاعت کی لذت اور عشقِ خدا کی خلش سے آشنا ہو کر، عبودیت کے رہ نور دہن گئے۔ اخلاق کی درستی کے ساتھ ساتھ دنیاوی اعمال میں صلاحیت آگئی۔ وہی طاقتِ عمل جو دہرے اور بسوس کی خانہ جنگیوں میں قومی تخریب کا باعث ہوا کرتی تھی، قرآن کی حُسن تجویز سے اعلائے حق میں صرف ہوئی، وہی خوش اعتقاد و جلالِ ثنات، ہُسل و عِز کی جاہلانہ پرستش سے قبائل عرب کو نصیب تھی، خدائے واحد کی مضرِ شائے عبادت سے بدل گئی۔ بالآخر ایمان کے انہی بے مجاہدانہوں، اور عملِ صالح کے انہی نامصلمت اندیش، والوں نے باطل کو دنیا سے یک قلم محو کر کے، اُسکے ہر گوشے میں صداقت کی گونج اور فرویت کی مہبت پیدا کر دی، کلامِ الہی نے منتشر قوتوں کو جمع، کمزور جذبات کو مضبوط، اور نفسانیت کو مغلوب کر دیا۔ حشیانہ عادات کو مناسب سطح پر لاکر، اقتصاد اور میانہ روی کی ہدایت کی حشیاتِ تلیہ کو متحرک اور وسیع الاثر کر کے عالم گیر اسلامی اخوت کا سبق دیا۔ نیتوں کی راستی اور ارادوں کی درستی کو اعمال کے عواقب پر مقدم کر کے ہیجانِ عمل پیدا کر دیا۔ جائزہ اسم اور مفید روایات کو مفید تر پیرائے میں بدل کر پھر رائج کیا۔ انغرض الادات اور اعتقادات کی

مہم راہِ جاہلیت کی دو مشہور خانہ جنگیاں عرب بسوس اور عرب دہس کے نام سے موسوم ہیں۔ اول الذکر لڑائی بنی بکر اور بنی تغلب کے درمیان ۶۰۰ء میں شروع ہوئی اور چالیس برس تک جاری رہی۔ وجہ یہ ہوئی تھی کہ ایک شخص کا اونٹ کہیت میں چلا گیا۔ کہیت والی نے اونٹ کو مارا بلکہ غصے میں آکر اُس کے تھن کاٹ ڈالے، اس پر بنی یمن میں لڑائی چھڑ گئی۔ پھر رفتہ رفتہ عرب کے سب قبائل اس لڑائی میں شریک ہو گئے، اور شش ہزار آدمی اس خانہ جنگی کی بھیڑ میں چھڑے۔ عرب دہس گھوڑوں میں کسی شخص کے گھوڑا بدکانے پر شش ہزار آدمی شروع ہوئی اور تیرہ ہزار برس تک جاری رہی! اس لڑائی کا خاتمہ اُس وقت ہوا جب بعض قبیلے حلقہ اسلام میں داخل ہو گئے۔ مگر قبیلوں کے قبیلے اُس وقت تک کٹ مرے تھے!

کامل صلاحیت کو ایمان سے، اور عبادات اور معاملات کی کامل دستی کو اعمالِ صالحہ سے تعبیر کر کے شریعت اور سیاست کی بنیاد ایک پتھر پر رکھ دی۔ اور چند برسوں کے اندر اندر عرب کے ان سپہ کار اور فاقہ مست گداؤں کو شناسائیِ خدا کے ساتھ ساتھ بادشاہتِ زمین کی ہر فرسے آگاہ کر کے عالمِ ستانی کے لائق اور جان بانی کا اہل بنادیا!

إِنَّ هَذَا الْقُرْآنَ يَهْدِي لِلَّذِينَ هُمْ أَقْوَمُ وَيُبَيِّنُ الْمُؤْمِنِينَ الَّذِينَ هُمْ يَعْمَلُونَ  
الضَّلَاحَاتِ أَنْ لَهُمْ أَجْرًا كَبِيرًا (۹: ۱۴)

بیشک یہ قرآن اپنے مالموں کو اُس طرف لیجاتا ہے جو سب سے زیادہ راست اور قیام آفریں ہے اور اُن صاحبِ ایمان لوگوں کو جو صالح العمل ہیں بشارت دیتا ہے کہ اُنکے لیے بڑا اجر ہے۔

پس اگر آج تیرہ سو سال کے بعد اسلام کا اہلبانہا ہوا چمن مایوسی اور شکست کی ماتم سرا بن گیا ہے اگر آج اُسکی ہر روش بربادی کے سپرد، اور اُسکا ہر گوشہ حسرتی کا امین بن چکا ہے، اگر اُسکی بدطالعی اور خانہ ویرانی کے افسانے دشمن کے شکرِ خدا اور قہقہے بن رہے ہیں، اگر اُسکی بے آبروئی اور فاقہ مستی کا جبرِ شرمندہ بیان اور رُکوش تشہیر نہیں رہا، اگر آج اُسکی ذلت اور مسکنت کی چوٹ جگروں کو فگار اور سینوں کو پاش پاش نہیں کرتی، اگر بے جنتی کے موت آفریں نہ رہنے آج اُسکے ہنر کو بے پروائے سعی اور بیگانہ عمل کر دیا ہے، اگر افلاس کی غیرت اور حیرت کی آن آج اُسکو منت کش چارہ گر ہونے نہیں دیتی، اگر اس کی نعلش جاں سپا پر آج ایک سچا ماتی اور نوہ گر موجود نہیں، نہیں نہیں، اگر اس کے غدا روں کی آسمان رس نغاں اسے نجاتِ خدائیہ کو جگا نہیں سکتی، اگر اسے یتیموں کے دلفگار آئسو، اور بچک منگوں کی جاں گداز آئیں فرشتہ زمین میں شکاف اور ستف آسمان میں سوراخ نہیں کرتیں، اگر اس کے پسماندوں کی محشر انگیز سینہ کو بیاں اللہ میاں کے عرش کو ترزل نہیں کرتیں، اگر خدائے پاک کی غیرت اور شانِ عفو، زمین پاش سجدوں اور فلک شکاف دعاؤں کے باوجود، جوشِ زنِ آنجھڑک نہیں ہوتی، اگر آج محبوبِ خدا اور حبیبِ ملتِ نبی کی شفاعت بھی آہٹ کے حق میں کارگر ہوتی نظر نہیں آتی، نہیں العیاذ باللہ نہیں! اگر خود آہٹ اپنی مجبمانہ غفلت اور ظالمانہ طمعیتِ عمل



عداوتِ رسول اور عصیانِ خدا کے باعث رحم کی قطعی غیر مستحق، اور شفاعت کی یقیناً نا اہل ہو گئی ہے۔ اور آسمانی اور زمینی بلائیں آج ہر طرف سے اُسکے اُبڑے ہوئے جھوٹروں کو ڈھونڈ ڈھونڈ کر ویران کر رہی ہیں تو اسکی جو یہی ہے کہ سلمان قرآن کے مقاصد سے قطعاً نا آشنا ہو گئے ہیں اور ایمان اور اعمالِ صالحہ کے اصلی مفہوم سے کوسوں دور جا پڑے ہیں!

وَقَالَ الرَّسُولُ يَا رَبِّ إِنَّ قَوْمِي اتَّخَذُوا هَذَا الْقُرْآنَ مَهْجُورًا ۚ وَكَذَلِكَ جَعَلْنَا لِكُلِّ نَبِيٍّ عَدُوًّا مِّنَ الْجِنِّ مِن ذُكْوٰى بِرَبِّكَ هَادِيًا وَنَصِيْرًا ۚ وَقَالَ الَّذِينَ كَفَرُوا لَوْلَا نُزِّلَ عَلَيْهِ الْقُرْآنُ جُمْلَةً وَّاحِدَةً ۚ كَذَلِكَ لِنُثَبِّتَ بِهِ فُؤَادَكَ وَرَتَّلْنَاهُ تَرْتِيْلًا ۚ  
اسوقت رسول پاک اللہ کی جناب میں بعدِ حسرت عرض کر گئے کہ آہ! اے میرے پروردگار میری امت نے تیرے اس پیچھے ہوئے قرآن کو لغو سمجھ کر چھوڑ دیا! اور بس نہ اسطرح ہم نے ہر نبی کی مخالفت میں احکامِ خدا سے مجرمانہ تغافل کرنے والوں کی ایک جماعت بنا رکھی ہے، مگر اس باپوس کن حالت میں بھی تمہیں اہ سچھٹے اور مدد کرنے کو تمہارا پروردگار پس ہے۔ اور آج منکرینِ خدا جو اعتراض کرتے ہیں کہ قرآن سارے کا سارا ایک دم سے رسول پر کیوں نہیں نازل کیا گیا اور جب جتہ کیوں اُترانا فی الحقیقت مناسب یہی تھا کیونکہ ہم انکو مطمئن کرنے کی بجائے سب سے پہلے اسکی صداقت اور عظمت کو تمہارے دشمنین کرنا اور تمہارے قلبِ پاک کو مطمئن کرنا چاہتے تھے۔ اور اسی غایت کو پیش نظر رکھ کر ہم نے اسکو ٹیڑھ کر اُتارا کہ اسکی ایک ایک بیت کی تہمت کو تمہارے دل پر کا نقش فی گنج کر دیں۔

۴۶: ۱۱) (۳۶: ۱۱) (۳۴: ۴۴) (۴۳: ۵۱) میں، اور بالخصوص آیہ وَمَا آتَيْنَا مِنْ دُونِ الْآيَاتِ إِلَّا لِيَسْتَأْذِنَ قَوْمَهُ لِيُتْلِيَ الْقُرْآنَ ۚ (۳۴: ۱۳) میں، اور ہم نے کوئی رسول اپنے ہاں سے نہیں بھیجا مگر یہ کہ وہ ہمارا پیغام اُسی زبان میں لے جاتا ہے جو اسکی قوم کی ہے تاکہ انہر ہمارے منشا کو غیر مشکوک طور پر واضح کر دے۔ جس سے ظاہر ہے کہ متذکرہ صریحاً آیت (۳۰: ۲۵) میں قرآن کو لغو سمجھ کر متروک کر دینے کا اشارہ بالخصوص قوم عرب کی طرف ہے۔ اور چونکہ کتابِ خدا کے عربی زبان میں ہونے کے باعث، اس کے مقاصد اور مطالب اہل عرب کو، عجم کے بالمقابل، بدرجہ واضح تر ہونے چاہیے تھے، اسلئے آج فقہاءِ مطالب کی اکثر ذمہ داری اہل عرب کی گردن پر ہے، نہ باقی دنیا کے عجم پر۔ آئندہ اوراق میں چکر بتایا جائے گا کہ سلفِ صاحبین سے قطع نظر جن کے سلیم الذہن طبقے قرآن کے عظیم الشان مطالب سے کما حقہ واقف تھے، اور جن کے علم و عمل نے ہی فی الحقیقت اسلام کو تمدن کے فلکِ افلاک تک پہنچا دیا تھا، اخلاف عرب نے تمام خدا کو بجز و ہدیان بنانے میں کس قدر مستقل حصہ لیا۔ اسکے مطالب میں کیا کیا آئینہ نشیں کر کے ایک نیا کوہِ سب سے بیزار کر دیا۔ آج اس زمانے میں بھی مسلمانانِ عالم کے اکثر مذہبی اور معاشری، تمدنی اور اجتماعی معاملات میں اہل عرب کا رعایتی اقتدار اس زہنائی حد تک نمایاں ہے کہ اسلام کی موجودہ حالت کی اکثر ذمہ داری بھی اہل عرب پر ہی عائد ہوتی ہے۔ اسلام کی دوستان زوال کے ہر مرحلے میں یہ امر اس قدر روشن ہے کہ تاریخ کے ہر وسیع النظر طالبِ العلم کا اس تلخ حقیقت سے انکار کرنا قریباً محال ہو گیا ہے۔

آج قرآن کی سچی عظمت دلوں سے محو ہو گئی ہے! اُسکے عالم ہنسوز مطالب اور مجیز العقول معانی کو  
 دلنشین کر دینے والے دس متنفس زندہ نہیں رہے! اُسکے حیرت انگیز ربط اور مکمل لائحہ عمل کو عیاں کرنے والا  
 ایک فرد باقی نہیں رہا! اُسکی برہان ساطع اور حکمت لامعہ، سہی ادب اور سطحی تعظیم کے گرد آلود جُسنروانوں  
 اور ریشمین غلافوں کے اندر سر بلند طاقتوں میں چھپی ہے! اُسکی حجت قاطعہ، زبان کی عام نافہمی، تراجم کی  
 حسرت آفرین کمی، اور مطالب کی نفرت انگیز تشریحوں کے باعث ہجر و ہدیان بنکر دردناک کس سپرسی کی  
 حالت میں پڑی ہے۔ طہارت کے تقسیم عذروں، رموز اوقاف اور اسالیب قرأت کے فوق الضرورۃ  
 خوف آلود فتواؤں نے اس عظیم الشان کتاب کو اور بھی متروک و مہجور کر دیا ہے۔ اُسکے کھلے کھلے احکام  
 کے مطالب، اور سیدھی سادی آیتوں کے معانی بھی لغت، صرف و نحو، علم الانشا، علم المعانی، علم البیان  
 علم البیوع، علم رسم الخط وغیرہ وغیرہ کے اُن لامتناہی نکات اور مصنوعی رعایات کی شرح و بسط کے نیچے  
 دب گئے ہیں جو عرب زبان دانوں نے محض اپنی زبان کو جلا دینے کی خاطر ترتیب دیئے تھے قرآن کا  
 صحیح مطالعہ عرب تو درکنار، دنیا کے عجم کے نزدیک بھی آج زیادہ تر انہی غیر متعلق علوم و فنون کا شبانہ رُو  
 درس و الترام ہے جو اہل عرب نے خود قرآن ہی کو معیار فصاحت و بلاغت مان کر اُسی کے تتبع میں قرونوں  
 بعد اختراع کئے تھے۔ مسلمانوں کا درنگینہ قحط عقل، اور اُن کی مضحکہ خیز کم فہمی آج عرب کی کورانہ تقلید میں  
 مغرور چھوڑ کر پوست کی محبت میں گرفتار ہے، اور قرآن کی نہایت ادنیٰ، وہمی، اور سطحی فضیلت کو اِن غرض کی

۱۔ علم بخکی ابتدا فضیل ابن احمد المتوفی ۳۸۰ھ سے ہوئی، اگرچہ ابوالاسود الدؤلی المتوفی ۶۷۰ھ نے اس پر ضیع پر چند ابتدائی  
 تفاریط لکھیں۔ سیبویہ المتوفی ۳۸۰ھ، اور کسائی المتوفی ۳۹۰ھ نے بعد ازاں اس فن کو مستقل کیا۔ علم صرف عام طور پر کسائی سے منسوب  
 مگر اسکا اصلی موجب ابو عثمان بکر بن محمد مانی بصری المتوفی ۳۸۰ھ ہے۔ علم لغت کی ابتدا ابو عبیدہ المتوفی ۳۸۰ھ نے کی۔ علم انشا  
 کا طور ابو جعفر منصور عباسی المتوفی ۳۸۰ھ کے عہد میں ہوا۔ علم المعانی و البیان پر پہلی کتاب غائبہ عبدالقادر جوفانی المتوفی ۳۸۰ھ  
 نے خلیفۃ اللقادی باللہ کے عہد میں لکھی۔ علم بدیع کا مجدد ابن المعتز المتوفی ۳۹۰ھ ہے جو خلیفۃ المعتز کا بیٹا اور المعتز باللہ کا بہائی تھا۔ درس و  
 تدریس قرآن کے متعلق باقی فنون کی ابتدا بھی نزل قرآن کے قرون بعد ہوئی۔ کتاب الہی کا مطالعہ صدر اسلام میں ان تمام تکلفات سے بے نیاز ہو کر کرتا  
 رہا۔ لیکن کیا ان فنون کی عدم موجودگی میں آج کوئی شخص یہ کہنے کی جرأت کرتا ہے کہ خلفائے راشدین اور صحابہ کرام کے عہد کے مسلمان قرآن کے مطالب  
 سے بعد کے مسلمانوں کے بالمقابل کم آشنا تھے، یا اُس کی نبوی تعلیم اور مسنوی خوبیوں سے کم واقف تھے؟

اپنی بنائی ہوئی دلیل، اور اپنی پیدا کی ہوئی سند سے ثابت کرنے کی لاپاطل سعی کر رہی ہے!

توسرا دیدہ بر شعلہ می تازی ز خاکستر

پہننی حسن خاکستر چہ در روشنگران بینی

آہ! اس المناک تحلف اور مجربانہ ظاہر پرستی کا خمیازہ مسلمانوں کو آج اٹھانا پڑا ہے جبکہ صدیوں کے  
اس بے سود اجتہاد، اور تضحیح وقت نے انہیں اپنی محبوب کتاب کے مہتمم بالشان مقاصد سے اس قدر غلط  
اور دائمی بہبودی کے حیرت انگیز دستور العمل سے اس قدر دور کر دیا ہے۔ کاش! جس صنّیع اور ظاہر نوازی سے  
خلیل ابن حسنہ، ابوالاسود الدؤلی، سیبویہ، کسائی، قطرب صمی وغیرہم نے قرآن کو ادب و بلاغت  
کی صحیح محکم مان کر اسے کئی ایک مستقل علوم ادبیہ کا ماخذ و مصدر قرار دیا تھا اگر رازی، ابن رشد، فارابی،  
ابن خرم، اشعری وغیرہم علیہم الرحمۃ بھی کتاب الہی کے دروں کو قانون فطرت کا صحیح ضابطہ اور مشیت خدا  
کی صحیح تصویر مان کر اسی طریقے پر مستقل اور ناقابل رد علوم الکلام اور علوم لطبیعت کی بنیاد ڈالتے، اور قرآن کا  
تمام ضابطہ عمل عیاں کر دیتے، تو آج اسلام اس اندوہناک مصیبت میں مبتلا نہ ہوتا۔ برخلاف اسکے علم کلام  
میں مسلمانوں کی تماشری نہایت نازک اور خارج از بحث، مابعدا سمعی اور غیر مفید موضوعوں کے غلط استنباط  
اور غلط اجتہاد میں صرف ہوئی۔ معارف الہی، اوصاف نبوت، ماہیت وحی، حقیقت روح، بحث امامت،  
جبروت، احوال قیامت، عذاب قبر، خلق قرآن وغیرہ وغیرہ، ایسے مسئلے تھے جن سے کسی غائر نظر کے  
بعد بھی کوئی یقینی فائدہ یا فطنی نتیجہ مترتب نہیں ہو سکتا تھا۔ یونان کے ضعیف اور لفاظی، غیر مستند و خیال آرا  
فلسفے نے ان مباحث کو چمپیر کر مسلمانوں کے اعتقادات میں دردناک تصادم پیدا کر دیا۔ اہل سنت اور شیعہ  
خارج، معتزلہ، قرامطہ وغیرہ کے علاوہ جبریت، قدریت، مشتبہ، مرجئیہ، باطنی، ناصبی، غالیہ وغیرہ وغیرہ مسیو  
فرقے اسلام میں پیدا ہو گئے! اجماع امت شک میں تبدیل ہو گیا، قرآن کے مطالب کی تنظیم و تفسیق قطعاً ترک  
گئی، استدلال کا تمام مرجحان معتقدات اور ظنیات کی طرف ہو گیا، معاملات و یقینیات کی طرف توجہ نہ رہی۔

ان نامراد قضیوں میں پُرکُرمُسلان قرآن کی حقیقت سے اور بھی دور ہو گئے۔ جمہور علمائے دین کی عقائد میں بالغ نظری اور معاملات کی طرف کم گہمی آج ایک بہت بڑی حد تک اسی مفسدانہ اور شرانگیز فلسفیانہ اجتہاد کا بقیہ ہے۔

وَاِنَّ مِنْكُمْ اُمَّةٌ وَّاحِدَةٌ وَاَنَّا رَکَّبُکُمْ فَاَتَقَوُّنَ ۚ فَتَقَطَّعُوا اَنۡرَکُمۡ بَیۡنَکُمۡ  
 ذُرِّیَّۃً کُلَّ حُزْبٍ بِمَا لَدَیۡہِمۡ فِرۡحُوۡنٌ ۚ فَلَمَّا لَکُمۡ فِیۡ غَمٍّ مِّنۡہُمۡ حَتّٰی جِئۡنَہُمۡ  
 اور مسلمانو! یاد رکھنا کہ یہ تمہاری اُمت اپنے اصل اساس کے اعتبار سے ایک ہی گروہ ہے جو میری  
 سرکردگی اور سروراری میں قائم ہے، اور وہ اصل مقام خدا کا خوف ہی پس مجھ ہی سے ڈرتے رہو،  
 اور شکر خوف کے باعث ایک اُمت بنے رہے ہو۔ آہ! لیکن خدا کا خوف اُن سے زائل ہوا گیا،  
 اور لوگوں نے آپس میں پھوٹ پیدا کر کے اپنا اپنا مسلک جدا کر لیا۔ اب ہر فرقہ اپنی اپنی بات پر  
 خوش ہے پس ان سب کو غفلت میں پڑا رہنے دو۔ یہاں تک کہ امر الہی اُنکے اس گناہِ عظیم کی پاداش  
 سب کا فیصلہ کر دے!

علم کی صداقت آزمائش، اور عمل کے فیصلہ کن میدان میں آج اس یونانی فلسفے کی دھنیاں اُڑ  
 چکی ہیں۔ سطحی خوب صورتی، لفظی نزاع، غلط مقدمات، ظنی استدلال، عقرب نتائج، وغیرہ وغیرہ کوئی ایسی  
 بد نہیں جسکے رو سے اسکی صلیت، حسب نسب، اور نامہ اعمال کی قلعی نہ کھل گئی ہو۔ خود سچی یورپ بھی  
 آج اپنے کمال قوت اور عظیم الماشال نمکُن کے غور میں کبھی کبھی اس پرانی، باتونی، اور بے وفا معشوقہ  
 کی داستان دل لگی اور افسوس کے طور پر بے بیٹھتا ہے جسکی دلفریب باتوں کی بلائے محبت میں وہ مسلمانوں  
 کی شہ پر دو سو برس تک گرفتار وصال اور مستنظر نتائج رہا۔ مگر مسلمان ہیں کہ ایک ہزار سال سے زیادہ اس  
 راندہ عالم اور مضطرب یقین، اس تہیدست اور قلاش محض عجزہ کے تبسم مالبوں اور عشوہ سنج نگاہوں کے

۴۔ حاکم وقت کا خوف بشرطیکہ پتا خوف ہو رعیت کے افراد کے مابین پتا اتحاد پیدا کر دیتا ہے۔ اگر کوئی جماعت کسی ایک شخص کے ماتحت رہ کر  
 متحد نہیں ہوتی تو اسکو لامحالہ اس حاکم کا کچھ خوف نہیں۔ خوف کے ہوتے ہوئے تفرقہ نامکن ہے۔ اور یہ بات ہر تنظیم محکمے اور ادارت میں  
 روزمرہ نظر آتی ہے۔ پس تقویٰ اور اتقا کی ایک اہم قرآنی رشت اتحاد اور وحدت اُمت ہے۔ اور وہی قوم دراصل متقی ہے جو خوف خدا کے باعث متحد  
 ہو کر ہے، اس عالم آرا اصول کی تائید آگے چل کر جا بجا ملے گی۔ یہاں پر اس سے بحث نہیں۔

گھائل ہیں اور اپنی دینی اور دنیاوی کشائش کی راہ اب تک اس ناپاک فلسفے کے قدموں تلے دیکھ رہے ہیں کیا خدا پاک کا تنبیہی اور تادیبی اشارہ جو آیہ لَا تَهْتَكُوا الْاَرْضَ ۚ وَاَنْتُمْ عَلَیْهَا (۵۹: ۶۰) میں ہے، اور جسکی سطحی تعبیل اور دور از کار تاویل میں مسلمان اس جوش و خروش سے استعاذوں، استغفاروں، اور پے درپے طہارتوں کے بغیر قرآن کا

سلہ اس قرآن عظیم کو پاک بندوں کے سو کوئی چھوٹے نہیں پاتا۔

۱۔ اس سنی خیر اور حقیقت نما آیت کا غلط استعمال جہدِ مسلمانانِ عالم نے پے درپے کئی قرونوں سے بالائزہم کیا ہے شاید ہی کسی دوسری ایک آیت اتنی کا کیا ہو کہ کتابِ خدا کے قدیم تر نسخوں میں جہدِ اس کی سترقی پر زبیب عنوان ہوا کہ میں تحقیق نہیں، اسے قدرتِ اسلام کے زمانہ انحطاط سے آج تک یہ آیت نہایت استعمال کے ساتھ قریب قریب ہر جگہ کا سرنامہ بنتی رہی ہے۔ قرآن کریم کا ہر عالم اور جاہل مولف بلا امتیاز اسکو سترقی پر کہیں نہ کہیں جگہ دیتا رہا ہے اور اسکی شمولیت کو اپنی تالیف کا جزو لازمیت قرار دیکر اپنے زعم میں دنیا کو خدا کی ایک نئی، محکم کی طرف متوجہ کرنا ضروری سمجھتا ہے، اور طرفہ تزیہ کہ اسے غلط العام مفہوم کے متعلق اپنے دل میں ذرا سا شک بھی نہیں رکھتا۔ مگر ہر قوم کے زوال کی داستان دراصل اسکی حسیات کے زوال کی داستان ہے، جب سعی و عمل کا اصلی ہیجان ہندو کے قلوب سے رفتہ رفتہ فرو ہو جاتا ہے اور طبیعتیں آرام پسند بن جاتی ہیں تو انسان اپنے دل کی تسکین کے لیے چند سی باتیں اعتقاد کے طور پر لیتا ہے جن کے کرنے میں کم سے کم تکلیف ہوتی ہے اور ان کے کر لینے سے ایک ڈھارس ہی بندھی رہتی ہے۔ جب تک مسلمانانِ عالم کتابِ خدا کو کسی جلیل القدر حاکم کا فرمانِ خسرو یقین کے اس کے ایک ایک حرف پر عمل کرنا ناگزیر سمجھتے رہے، اسکی اہمیت اور عالی نسبتی سے خوفزدہ رہ کر لرزتے رہے، اور اسکی تعمیل میں اپنے تن بدن کو تکلیف میں ڈالتے رہے، قرآن کی تعظیم کا صحیح مفہوم عمل اور صرف عمل ہی رہا۔ لیکن جب سعی و عمل سے گریز کرنا آرام دہ نظر آیا تو لوگوں نے قولِ خدا کی لفظی اور زبانی تعظیم کو اپنے اعتقاد کا جزو کسیر بنا کر اپنے نفس کو دھوکا دیا، اسی کو حاکم علی کا صحیح منشا سمجھنے لگے، اسی کو حکمِ حاکم کی مرگ مناجات فرض کر لیا، اسی میں اپنا تمام تر اعتنا و انہماک صرف کر دیا۔ پھر نفسِ فریب کار کی اس خوشنما بہانہ سازی نے قرآن کی تعظیم پر شہین جزدانوں میں بند رکھنے یا کبھی کبھی تبرک کے طور پر تلاوت کر لینے پر محدود کر دی، اور جب اس کو دیا کو نبی بنا بھی طبیعت پر گراں گذرنے لگا تو اسکو ہر وقت بالائے طاقت رکھنے کا شیوہ اختیار کر کے گویا خدا کو بالائے طاقت رکھ دیا! آج بھی طبعی کی بنائی ہوئی مشقیانہ دلیل ہر مفتنفس کے دل میں موجزن ہے، اور باوجودیکہ انسانی تعلق اور عقیدہ کا انداز ہمیشہ سے یہ ہے کہ کسی مشاہدہ حاکم کے مکتوب کو دیکھ کر کئی کئی لاقوں تک نیند حرام ہو جاتی ہے، اور دن تیار ہی اوندھیل میں صرف بخت میں۔ اور فہم طلب کے اضطراب میں اس منشورِ خسرو کو اٹھا اٹھا کر پڑھا، اور پڑھ پڑھ کر رکھ دیا جاتا ہے اور عمل کے سو اسکی دوسری تعظیم کا خیال تک نہیں گذرتا، تاہم مسلمانوں کے نزدیک آجکل تعظیمِ احکام الہی اکمین اور کرمِ عمل و عمل کی بہترین تجویز یہی ہے کہ اسے مکتوب کو طاق نیماں پر رکھ کر ہر اس کی خبر لی جائے اور ہر دم با وضو نہ ہونے کا یا اور شیطانی عذر رکھ کر اسکو ڈال دیا جائے۔ آہ! لیکن جو وقت کسی قوم کی فتنیں بگڑ جاتی ہیں، جب تکلیف کی بجائے آرام ان کا شیوہ عمل بن جاتا ہے تو کوئی منطق کوئی دلیل، کوئی جس مشترک انکو بہتر بنانے کے لیے کارگر نہیں ہوتی۔ ورنہ خوفِ خدا کے اس شکر انگیز اور کشورکشازمانے میں جب کہ قرآن کے ہی الفاظ سرورِ اہست اور سرور کائنات علیہ الصلوٰۃ والسلام کے قلب پر بلرہ رہت آسمان سے وحی ہو رہے تھے، آپ کی چاہتی اور راز واریوی حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کا قول ہے کہ کلامِ خدا کو چھڑوں، اور کعبہ کی شاخوں اور بڑیوں پر لکھ کر اسی طرح علی الحساب ایک صندوق میں ڈال دیا جاتا تھا اور وہ صندوق رسولِ خدا کی چار پائی کے سر جانے پڑا رہتا تھا!

لیکن اس استدلال سے قطع نظر جن معانی میں آیہ تَهْتَكُوا ۚ (۵۹: ۶۰) قرآن کریم کے اندر استعمال ہوئی ہے۔ ان کا مسلمانوں کی اس نحو ساختہ تاویل سے ختم کوئی تعلق نہیں۔ سورہ واقعہ کے رابطہ کو ظاہر کرنے کا یہ موقع نہیں مگر چند پہلی اور پہلی آیتوں کے سیاق سے ظاہر ہے کہ

(پیشہ تحت اہل حق صفحہ ۵۰) اس آیت میں کسی بات سے منع کیا گیا ہے اور نہ انما مقصود ہے بلکہ معترضین کو کتاب خدا کے مفید عام ہونے، کلمہ کے سب انسانوں کو علم و خبر سے بالاتر ہونے، اور اس کی تعلیم کے مصدر عزت و امن ہونے کا دعویٰ حیرت انگیز لفظوں میں پیش کیا گیا ہے:  
 فَلَا تُقْرَأُ مِثْلَ الْجَوْهَرِ ۚ وَاللَّهُ لَسَمِيعٌ عَلِيمٌ ۚ وَاللَّهُ لَقَرِيبٌ ذِكْرُهُ فِي ذِكْرٍ لَّيْسَ إِلَّا الْمَطْرُوفُ ۚ  
 تَنْزِيلٌ مِّن رَّبِّ الْعَالَمِينَ ۚ أَفَبِعَذَابِنَا أَنْتُمْ مُدْهِوْنَ ۚ وَتُحَالُونَ فِي فُكْرٍ أَنْتُمْ تَكْذِبُونَ ۚ فَلَوْلَا ذِكْرُ الْآدَاءِ بَلَّغْتَ  
 الْحَقَّ ۚ وَأَنْتُمْ حِينِيذٍ تَنْظُرُونَ ۚ وَخُنُّوا قُرْبَ الْيَوْمِ مِنْكُمْ وَلَكِنَّ الْبَصِيرُونَ (۵۶: ۵۷-۵۸)

تو اسے راہ گم کر دے غفلت زدہ؛ اور اسے احکام خدا کو کھرتے سامنے والے یہاں نہ ساندے! (الفاظ: اَيُّهَا النَّاسُ اَتُورَنَ الْمُعْتَكِبِينَ ۝ ۵۶: ۵۷)

کا ترجمہ، جو اس سے پیشتر چکے ہیں، اور اہل علم سے برابر عقائد دینی قرآن اور حدیث کی طرف خطاب ہو رہا ہے، حتیٰ کہ (۹۲: ۵) میں بھی انہی (الْمَلٰئِكَةُ بَيْنَ السَّمَاءِ اِلَى الْاَرْضِ) کی طرف عود کیا گیا ہے، (۱) میں تم کو آسمان کی اس پہنائے سبکدوش میں کر دوں سیل بلند سماروں کے مقامات عالیہ کو گاہ شیر کر کرتا ہوں راقمہ بِنَا قَدِ الْفُجُورِ اور بگوش ہوش من لو کہ اگر تم کو علم مینا تو سمجھ لیتے کہ زن آسمانی رصدا ہوں کی شہادت ایک بہت ہی بڑی اور قطعی شہادت ہو کہ یہ قرآن عظیم یکم ایک بڑی ہی بلند پایہ (کَرِیْمٌ) بڑی ہی قابل قدر و عزت (کَرِیْمٌ) ہے ملائق غر و غوض (کَرِیْمٌ) اور فخر عزت سنا و نامک (کَرِیْمٌ) کتاب ہے ہمارے نزدیک اس کے احکام کی عزت، اس کے مضامین کی قدر و منزلت، ان کی اہمیت و ضرورت اور نافعیت، فی الجملہ اس قدر ہے کہ گویا کئی تہوں میں رکھے ہوئے (مُکَذَّبٌ) انمول موتیوں کی طرح بن الدقیقین پیشی پڑی ہے جسکو بوجہ اس کے نایاب اور بے بہا ہونیچے پاک صاف اور اہل آدمیوں کے سو کوئی پھونے نہیں پاتا (لَا يَجْتَمِعُونَ اِلَّا الْمُنَافِقُونَ) کہ تمہو! قدر شناس انسانوں کے دلوں میں اس کتاب عزیز کے احکام کی یہ وقعت کیوں نہ ہو یہ تو از روئے مثال کا اتنا راہرو کلام ہے جو مخلوق زمین و آسمان کا پالنے والا ہے اور سب کو اس و راحت دینا جسکا اولین پیش نما ہے (رَبِّ الْعَالَمِينَ) تو کیا تم ایسے قابل قدر، ایسے شفیق بخش اور اس قدر نایاب کلام سے مبرا بہت اور مسامحت روا رکھو گے (اَفَبِهَذَا الْحَدِيثِ أَنْتُمْ مُذْهِبُونَ) کیا ان بے بہا احکام کی تعمیل سے گریز کرنا، ان کو جھوٹ سمجھ کر ان سے بے اعتنائی برتنا اپنا روزیہ اور روزیہ معاش بنالو گے (وَجَعَلُوا دُخْرَهُمْ فَكَايِذًا بَيْنَهُمْ) تو خیر کچھ پرواہ نہیں شوق سے کرو۔ لیکن اسے اہل زہد! اس منسرابان خسروی کو اسدن کیوں نہ ہشلاؤ کہ جب اجتماعی شکست و خیریت کے قیامت و اگیزہ سے میں تم میرا ایک ایک فرد کی جان بدن سے کچھ حلق میں اپونہیجے گی، اور تم اسوقت نگر نگر پڑے و دیکھ بے ہنگم اور ہرگز کچھ نہ کر سکو گے! پھر اسدن ہم تم سے بھی زیادہ تمہارے حلق سے قریب تر (اَقْرَبُ إِلَيْهِ) کھرے تمہارا گلا گونٹ رہے ہو گے، اور تم کو خبر نہ کہ نہ ہو گی زلزلہ کا تھیر دینا

اس مربوط ترجمے سے جس میں ہر آیت کے مطابق کو بعد کی آیت سے سلسلہ وار پیوست کر دیا گیا ہے، یہ ظاہر ہے کہ لا یَمُتُکُمْ اِلَّا الْمَظْهَرُ وَفَتْ کے الفاظ احکام الہی کی قدر و منزلت کو سالکانِ زمین کی نگاہ میں عیاں کر دینے کے لیے بطور استعارہ ہمتاں کئے گئے ہیں۔ کتاب الخیر (۵: ۷۰) میں گہرہم کا خطاب دیا ہے اور آیہ (۷۰: ۷۸) میں اسے تکریم کی توکید مزید لفظ مکذون سے کر دی ہے۔ گویا یہ کتاب وہ نورِ شہوار اور وہ گوہرِ نایاب جو کہ موتیوں کی طرح تھوں میں لپٹی ہوئی ہے۔ یہ کسی شے کو پیٹھ پر رکنا ہی انسان کے نزدیک انتہائی تعزیر کا معیار رہا ہے، اور یسینہ ہی تشبیہ رب جنت علی نے حورانِ بہشتی کے متعلق آیہ کَاْمُلًا لِلّٰہِ لَوْ اَلْمَکْذُوْن (۷۰: ۲۳۱) میں فرمائی ہے گویا وہ حوریں تھوں میں رکھے ہوئے موتیوں کی مانند ہیں۔ حوریا کافی الواقعہ لپٹی ہوئی ہونانہ یہاں مراد ہے اور نہ قرآن کا عرش معلیٰ پر آیت زیر بحث (۷۰: ۷۸) میں، بلکہ مقصود احکامِ خدایا انعامِ خلیق قدر و قیمت

چھوڑ کر، کانسہ گدائی ہاتھ میں لیے ہوئے، یونان کی مسخ شدہ حکمت کے درپوزہ گریو!

آفتاب اندرون خانہ وَا  
گنج در استین وِیگِردِیم  
دربدرِ میسر وِیمِ ذرہ شِمال  
گر وِہر کوئے بہرِیکِ تِقال

(تفسیر تحت المتن صفحہ ۵۱) کا جملہ نامہ۔ اسی قدر قیمت کی مزید تائید لایمسنہ اِلا المظہر وِیگِردِیم (۵۶: ۵۶) کے الفاظ سے کر دی ہے، یعنی وہ اپنے ہوئے موتی اس قدر قیمتی اور بدار ہیں کہ میلے ہاتھوں کا ان کو چھونا بھی منع ہے۔ یہی شخصیں سورہ الرحمن میں حوروں کے متعلق کی ہے: ثُمَّ يُطَهِّرُهُنَّ وَيُنْفِثُ فِيهِنَّ الْغُلَامَ (۵۶: ۵۶) یعنی "کسی جنت والے نے ان کو اس سے پہلے چھوا تک نہ ہوگا۔"

اب رہا یہ سوال کہ کتاب خدا کی قدر و منزلت آیا اسی سطحی تنظیم میں ہے جو کہ بہت مسلمان آج کر رہے ہیں، یا اس کے مشمولہ احکام کی تعمیل کرنا ہی قرآن کریم کی صحیح قدر شناسی اور عزت ہے۔ اس کا جواب آیہ مَذْهَبُنَّ (۵۶: ۵۶) اور آیہ تَلْكَأَنَّ (۵۶: ۵۶) میں ہے۔ ان دونوں آیتوں کے صاف ظاہر ہے کہ قرآن کریم سے مدد بہت ہی ہے کہ مکر اور چرب زبانی سے کام لیکر اس کے احکام کی آرام دہ تامل میں کر دی جائیں، ان کی تعمیل سے گریز کیا جائے اور نئی سطحی آؤ بہگت کر کے العیاذ باللہ خدا کو دھوکا دیا جائے۔ یہی کفر کے صحیح معنی ہیں اور یہی تکذیب آیات الہی ہے۔ جیسا کہ دوسری جگہ میں واضح کر دیا جائے گا۔ خدا کی نظروں میں مکذیب وہی شخص ہے جو اس کے کئے پر عمل نہیں کرتا خواہ وہ اس کے قول و کلام کا منہ سے کسی اقرار کرے یا نہ کرے۔ انہی معنوں میں رسول خدا صلعم کے زمانے میں کشر اہل عرب مکذیب تھے۔ منہ سے مقرر ہو جانے اور عملاً تکذیب کرنا، خدا بلکہ فی الحقیقت ہر اولوالآخر کے نزدیک وہ فعل عبت ہی جس کی کچھ اجرت نہیں۔

تعبیہ کہ احکام الہی کو عملاً ماننے کی اس حیرت انگیز تشریحیں ترغیب کے باوجود آیہ مَطْهَرُونَ کے معانی یہ لیے جاتے ہیں کہ خدا نے اس کتاب کے ہاتھ نہ دھونے بغیر چھوئے سے منع فرمایا ہے، اور صرف رسمی تنظیم مقصود ہے۔ ایک سلیم الذہن شخص کے نزدیک یہ تشریح نہایت لغو اور بھلا لگیز ہے۔ یہ خدا کی شان سے حتماً بعید ہے کہ اپنے فرمان خسروی کی ایسی ناقص اور بے سنی تنظیم کرنے کا حکم دے جو آج کسی معمولی سے معمولی حاکم کو بھی قطعاً گوارا نہیں، اور جب نہایت چرکی تبلیغ و اشاعت کو، سید محمد و اولاد مسلمان ملکوں میں قطعاً مسدود کر دینا ہو۔ مگر اس تمام استدلال سے قطع نظر، کیا آج خیر مسلمانوں اور بالخصوص مسلمانوں کے لئے یہ دُوب مرنے کا مقام نہیں کہ آیہ مَطْهَرُونَ کی اس تاویل کو بالاتفاق تسلیم کرتے ہوئے بھی ان کی فادہ سستی اور بے نوائی، الکی یہی تھی اور لا ابا بیت اس حد تک پہنچ چکی ہے کہ قرآن کریم کی کشر اشاعت اور طاعت کا تذکرہ ناپاک ہندؤں کی وساطت سے ہو رہی ہے۔ اُن کا اس کتاب کو چھونا تو دور کار، عین مسہروق پر آیہ مَطْهَرُونَ کے ساتھ ساتھ ان کے نام لکھے جاتے ہیں اور کوئی نہیں پوچھتا کہ یہ کیا اندھیر ہو رہا ہے!

میرا مقصود کس تمام بحث و تمحیص سے حتمائے نہیں کہ کلام الہی کی ظاہری تنظیم نہ کی جائے، یا کم کر دیکھئے، بلکہ یہ صحیح قدر شناسی صرف اس کے احکام کی تعمیل میں ہے اور نہیں۔ جو شخص قول خدا پر عمل کرنے کی نیت سے اپنے آپ کو تکلیف میں ڈال رہا ہے وہی ان کے قول کی تعظیم کر رہا ہے، وہی ان کو مان رہا ہے۔ آپس شک نہیں کہ اکثر اوقات ہمیں عمل کے ساتھ ساتھ ایک ظاہری ادب بھی خود بخود پیدا ہوتا ہے مگر ایسا اجتماع ہر لحاظ سے کسی وجہ سے قابل اعتراض نہیں جس بات پر اعتراض ہے یہ ہے کہ کتاب خدا کے بارے میں مسلمانوں کے دلوں میں ریا و مکر کی تنظیم نہ ہو، جمود و غریب کی عزت نہ ہو، آرام و تکلف نہ ہو، تسکین و نہاد نہ ہو، دل سے انکار اور منہ سے اقرار نہ ہو، نفس کو دھوکہ نہ ہو، شیطان کی ساعد نہ ہو، خدا سے گریز نہ ہو، اگر یہ ہے اور ساتھ ہی جنت کی کو بھی لگی ہے تو مسلمان دَعَوْا دَعَاكَ اللَّهُ وَاللَّهُ خَيْرُ الْمُرْكَبِ (۵۳: ۳) کے معنوں کو یاد رکھیں اور سمجھ لیں کہ اس خوش اعتقادی کا کیا انجام ہو سکتا ہے!

(باقی یہ صفحہ آئندہ)

ملہ اور اعراب ان لوگوں نے کر لیا تو اوصاف خدا بنی چال چل رہا تھا اور اللہ کا رعب کے بالمقابل بہترین چال چلنے والا ہے۔



مغربی حکمت کے ان شہداء یوں نے آہ! اس تیرہ سو برس کے اندر قرآن کی مقدس مجلدات کو درس کے ہر موقع پر آنکھوں سے لگاتے اور بار بار چوستے وقت ایک مرتبہ بھی اُسکے اُن دعاوی پر غور نہیں کیا جنکو وہ ہر نئے موضوع کے عنوان میں، ہر دقیق بحث کے ضمن میں، اور ہر تازہ اکتشاف کے حسیہ میں پکار پکار کر کہتا ہے۔ آہ! قرآن حقیقت کے ان گمراہ متلاشیوں کو سوسطانی فلسفے سے ہٹا کر حق یقین کے راہِ راست پر ہی لارہا تھا جب اُس نے کہا تھا کہ اسکی آیات حکمت کے کامل استاد، اور غالب البرہان خدا کے اپنے ہاں سے اُترتی ہیں: تَنْزِيلُ الْكِتَابِ مِنَ اللَّهِ الْعَزِيزِ الْحَكِيمِ (۱۱۳۹: ۱) اُس بے مثال ہستی کا رُئے سخن حکمت کے انہی نامداد ہر جائیوں کی طرف تھا جب اُس نے قرآن کو حکمت کی بے بدل اور جامع و مانع کتاب قرار دے کر اسکی قسم کھائی تھی: يٰۤاَيُّهَا النَّاسُ الْكِتَابُ الْحَكِيمُ ۚ اِنَّكَ لَمِنَ الْمُرْسَلِيْنَ ۚ عَلٰی صِرَاطٍ مُسْتَقِيْمٍ (۱۱۳۹: ۲) وہ رب عزیز و حکیم، فی الحقیقت، انسان کو اسکی اپنی ایجاد کی ہوئی ہر حجت اور حکمت سے عملاً بے نیاز کر رہا تھا، جب اُس نے اپنی پہچی ہوئی بُرائیوں، اور اپنے بنائے ہوئے قانون کو ”کتاب حکیم“ کا جامع اور مانع لقب دیا تھا: تِلْكَ اٰیَةُ الْكِتَابِ الْحَكِيمِ (۱۱۴۰: ۱)؛ شارعِ زمین و آسمان کی مراد حکمت کے انہی ناوان اور کم علم فلسفیوں کو صراطِ مستقیم پر لانے کی تھی جب اُس نے جملادیا تھا کہ تمہارا اُمّی نبی تو قرآن کے مہتمم بالشان حقائق

۱۔ سورہ نمر کے علاوہ جہاں حوالہ من میں دیا گیا، یہی آیت دو اور جگہ زیب عنوان ہے جن کا حوالہ یہاں پر دیا جاتا ہے: تَنْزِيلُ الْكِتَابِ مِنَ اللَّهِ الْعَزِيزِ الْحَكِيمِ (۲۱۳۵: ۲)، تَنْزِيلُ الْكِتَابِ مِنَ اللَّهِ الْعَزِيزِ الْحَكِيمِ (۲۱۳۶: ۲)، سورہ مؤمنوں میں ”العزیز العلیم“ ہے: تَنْزِيلُ الْكِتَابِ مِنَ اللَّهِ الْعَزِيزِ الْحَكِيمِ (۲۱۳۷: ۲)، یہ تحریری پیغام (الکتاب) بارگاہِ جلّ علی کی طرف سے تمام عالم کے نام پر جو غالب القوالے (طی صاحب علم ۱۴۰۰: ۲) اور طیار صاحب حکمت ہے۔

۲۔ قرآن حکیم اس بات کا شاہد ہے کہ بیشک تم خدا کے عظیم کے پیغامبروں میں سے ہو، اور اسی صراطِ مستقیم پر چل رہے ہو جو مقصودِ خدا ہے۔

۳۔ یہی آیت سورہ نمان کے زیب عنوان بھی ہے: تِلْكَ اٰیَةُ الْكِتَابِ الْحَكِيمِ (۲۱۳۷: ۲)۔ ترجمہ یوں ہے: یہ احکام الہی (رایت) اُس قانونِ جلیل سے ماخوذ ہیں جو ایک مجسمہ حکمت کتاب ہے۔

(تمہ تحت المثنیٰ صفحہ ۵۲) سوانح انجوم کی قسم کا صحیح مفہوم، اسکی عظمت کی تشبیح، اور مطلقہ تم تک پہنچنے والی موت کی صحیح کیفیت کا ذکر کبریٰ موقع پر کر دیا جائے گا۔ محولہ بالا ترجمے میں مطالب بہت کچھ عیاں کر دیے ہیں، اور ظاہر ہے کہ سوانح انجوم کی شہادت لامحالہ اُس اُفقِ اعلیٰ کی شہادت ہے جو انسان کو کمالِ علم کے باعث حاصل ہو جاتی ہے، اور جو عرب کے پیغمبر عظیم علیہ الصلوٰۃ والسلام کو حتماً حاصل ہو گئی تھی۔ اس کیفیتِ نبوت کا ذکر مسلمان ارتقا کے تحت المثنیٰ صفحہ ۲۱ میں ہو چکا ہے۔



وَلَقَدْ خَرَبْنَا لِلنَّاسِ فِي هَذَا الْقَرْيَانِ مِنْ كُلِّ مَقِيلٍ لَعَلَّهُمْ يَتَذَكَّرُونَ ﴿٣٩﴾ قُرْآنًا عَرَبِيًّا غَيْرَ ذِي عِوَجٍ لَعَلَّهُمْ يَتَّقُونَ ۝ (٣٨-٣٩)

اَلَا يَأْتِيهِ الْبَاطِلُ مِنْ بَيْنِ يَدَيْهِ وَلَا مِنْ خَلْفِهِ تَنْزِيلٌ مِّنْ حَلَكُمِ جَمِيعًا (۳۱: ۳۲)

باطل کو اس کتاب عظیم سے مقابلہ کرنے کی تاب نہیں، نہ اسکو پیچھے سے واکر کرنے کی جرأت ہے۔ جھوٹ نہ اس کے سامنے سے آسکتا ہے (مِنْ بَيْنِ يَدَيْهِ) نہ پیچھے سے (مِنْ خَلْفِهِ) نہ آج اسکو کوئی انسانی حکمت جھٹلا سکتی ہے، نہ آج کے بعد اسکو کہیں سے گزند پہنچ سکتا ہے۔ کیونکہ حقیقت عظمیٰ اس حکیم اجل، اُس استاد ازل کی اتاری ہوئی ہے جس کی حمد و ثنا میں ایک عالم طرب اللسان ہے!

۷۳ یہ قرآن ایک بڑے پائے کی کتاب ہے۔ اس کو ہم نے تم پر اس غصہ سے اتارا کہ تم لوگوں کو حکم خدا کی اطاعت پر آمادہ کر کے جہل کے اندھیوں سے علم کی روشنی میں لاؤ اور انکو عزیز و حمید خدا کی طرف لے جاؤ۔

۷۴ یہ قرآن وہ بدل کتاب ہے کہ اس کے احکام و دلائل و براہین سے بخوبی ثابت اور مستحکم کیے گئے ہیں اور پھر حکیم و خبیر خدا کے اپنے ہاں سے اُن کی مکمل شرح و بسط کی گئی ہے۔

وَنَزَّلْنَا عَلَيْكَ الْكِتَابَ تَبْيَانًا لِّلْكُلِّ شَيْءٍ وَهُدًى وَرَحْمَةً وَبُشْرَىٰ لِّلْمُسْلِمِينَ ﴿۸۹﴾  
 اور اے پیغمبر! ہم نے تم پر یہ کتاب اس پائے کی نازل کی ہے کہ اس میں ہر ممکن شے کے متعلق ارشاد کا  
 واسطہ انسان سے پڑتا ہے، تفصیلی بیان موجود ہے، اور تسلیم کرنے والی قوم کے لیے یہ کتاب تو  
 سزا سزا ہدایت ہو، رحمت ہے، اور اسکی سلامتی اور حفظ و امن کی بشارت ہو!

ان حیرت انگیز دعویٰ کے بعد مسلمانوں اور قرآن کو تسلیم کرنے والوں کا فرض تھا کہ وہ اپنی دینی اور دنیاوی  
 دونوں زندگیوں کے اصولی قواعد اور بنیادی ضوابط کی تلاش میں انسانی حکمت کے ہر مسک خیال، اور  
 قیاس و رائے کے ہر نظری مذہب سے حتمائے نیاز ہو جاتے، وہ اللہ کا حاوی علم، اور خدا کا محیط فلسفہ موجود  
 ہوتے ہوئے کسی سلاطون یا ارسطو کی حکمت کے محتاج نہ بنتے، وہ انفرادی اور اجتماعی دونوں زندگیوں کو خوش  
 اسلوبی سے سنبھالنے کیلئے تمام ترجوع اسی کتاب کی طرف کرتے، وہ دین اور دنیا کے ہر مسئلے اور ہر طرز عمل کے  
 متعلق سب بشارت اور رحمت، سب نور اور ہدایت، سب علم اور خبر اسی کتاب سے لیتے، وہ قرآن ہی کے اعتقاد  
 اور عملی مناظرات کی حقیقی سنام، اور کلام الہی کو ہی روحانی اور مادی مجاہدات کی مضبوط اساس مانتے،  
 وہ کتاب خدا کو نہ صرف ذاتی فلاح کا بے مثال ذریعہ اور روحانی تقرب کا واحد وسیلہ سمجھتے، بلکہ معاشری  
 عمران کا سنگ بنیاد، اجتماعی استحکام کا مرکز ثقل، اور قومی تقدم کا محور عمل یقین کرتے، وہ اقوام کی ترقی  
 کے اسباب، انخطاط کے رجحانات، بادشاہت اور تسلط فی الارض کے طریقے، حصول قوت کے آخذ، علوم  
 و فنون کے مصادر، فطرت کے قوانین، الغرض ان سب نکات کے کھوج جن پر امتلا فی زندگی کا تمام  
 حصر ہے، اسی قرآن سے لیتے اور ان پر عمل پیدا کرتے۔ منان لم یزل ومنعم حقیقی نے قرآن ہی کو مسلمانان  
 عالم کا کامل ضابطہ عمل اور مکمل آئین مذہب قرار دے کر کہا تھا کہ آج میں نے اسلام کو تمہارے لیے پسند  
 دین و دنیا کی تمام نعمتیں تم کو بخش دی ہیں!

الْيَوْمَ اكْمَلْتُ لَكُمْ دِينَكُمْ وَأَتِمَمْتُ عَلَيْكُمْ نِعْمَتِي وَرَضِيْتُ لَكُمُ الْإِسْلَامَ دِينًا ﴿۹۰﴾

آج ہم تمہارے دین کے تمام دستور و عمل کو تمہارے لیے مکمل کر چکے، ہم نے اپنی تمام نعمت تم پر پوری کر دی اور

۱۔ مسلمانان امت کے تحت امت (صفحہ ۱۱-۱۲) میں اہل عظیم الشان حقیقت کو واضح کرنا ایک حد تک ہی کی گئی ہے۔ ۲۔ ہر سال غیر مسلمہ فریجین جو اردو کے خطبے کے موقع پر یہ آیت جلیلہ نازل ہوتی ہے



هَذَا بَصَائِرُ لِلنَّاسِ هُدًى وَرَحْمَةٌ لِّقَوْمٍ يُوقِنُونَ (۲۸: ۲۸) استناد لم نزل اور حلال مشکلات نے قرآن کو آسان اور  
 مبہین، کہنے کے باوجود مجسمہ بصائر اور سپیکر حکمت فرمایا تھا مگر ساتھ ہی یہ معنی خیز تشریح کر دی تھی کہ اس کی  
 آیات کی صحیح اور مکمل تفصیل صاحب علم قوم کے سوا کسی کو ودیعت نہیں: کَتَبَ فَصَّلَتِ آيَتَهُ قُرْآنًا عَرَبِيًّا لِّقَوْمٍ  
 يَعْلَمُونَ (۳۱: ۳۱) وَلَقَدْ جِئْتَهُمْ بِكِتَابٍ فَفَكَّرْنَا عَلَيْهِ هُدًى لِّقَوْمٍ يُوقِنُونَ (۵۲: ۵۲) آدمی دین اور ماحی  
 اختلاف خدا نے قرآن کو تضاد کے بدنام اور بشری عیب سے قطعاً بلند تر ٹھہرایا تھا مگر اس بات کو جو حسن و نفع  
 کہہ دیتا تھا کہ اگر انسان کو اس کی آیات بیتنا میں کسی جگہ اختلاف کا شائبہ نظر آتا ہے، یا نقص و ضرر کا  
 گمان گذرتا ہے تو اس کی وجہ یہ ہے کہ اس کے ظاہر اور باطن، سیاق و بحث اور سباق کلام یا محل وقوع اور  
 شان نزول پر غائر نظر نہیں ڈالی گئی، جس قدر اسکے مطالب میں تدبر اور صحیح استدلال کیا جائے گا اسکا  
 اختلاف مٹتا جائے گا۔

أَفَلَا يَتَذَكَّرُونَ الْقُرْآنَ وَلَوْ كَانَ مِنْ عِنْدِ غَيْرِ اللَّهِ لَوَجَدُوا فِيهِ اخْتِلَافًا كَثِيرًا (۸۲: ۸۲)  
 تو کیا یہ لوگ قرآن کے مقاصد و مطالب پر غور نہیں کرتے اور نہیں دیکھتے کہ وہ سب آپس میں متحد و متفق ہیں  
 کیا ان کو اتنا بھی شعور نہیں کہ سمجھیں کہ اگر یہ کسی غیر خدا کا بنا یا ہوا قانون ہوتا تو لامحالہ اس میں بید اختلاف پاتے۔

۱۔ یہ قرآن تو تمام عالم کے لیے بصیرت اور تدبیر کی باتیں ہیں۔ ہدایت اور رحمت اسی قوم کو حاصل ہو جو اس کی سچائی اور منجانب اللہ ہونے پر  
 بالاستقلال یقین رکھ کر اس میں تدبر کرے (لِقَوْمٍ يُوقِنُونَ)۔  
 ۲۔ یہ قرآن عظیم ایک کتاب ہے جس کی آیات جلیلہ کے عظیم الشان مطالب کو ایک عربی متن کی صورت میں (قُرْآنًا عَرَبِيًّا) اس قوم کے  
 لیے مشرح و مفصل کر دیا گیا ہے جو علم رکھتی ہو (لِقَوْمٍ يَعْلَمُونَ)۔  
 ۳۔ اور حقیقت حال یہ ہے کہ ہم ان نادان اور اجڑا ہل عرب کے پاس وہ بے بدل کتاب لائے ہیں جس کی شرح و تفصیل ہم نے علم کے کوئی ہے  
 جو صاحب علم قوم اس قانون جلیل کے حقائق عالیہ کی صحت پر بالائزمام ایمان رکھ کر اس میں تدبر کرتی ہے۔ اس کے لیے تو یہ کتاب سرسبز  
 ہدایت اور رحمت ہے (لِقَوْمٍ يُوقِنُونَ)۔

۴۔ علم کی صحیح اور ناقابل انکار تعریف و عل کے عنوان کے تحت تیسری جلد میں آئے گی۔ وہاں پھر صبر و صبر تمام واضح کر دیا جائے گا کہ کتاب خدا  
 کی مراد علم ہے جیسے کیا ہے اور اس کے موجودہ مفہوم میں کس قدر حیرت انگیز تحریف ہوئی ہے۔ اس آیت کریمہ (۳۱: ۳۱) سے بہر نفع یہ ظاہر ہے  
 کہ قرآن صرف صاحب علم قوم کے لیے اترا ہے اور اس بنا پر اسکے حقائق عالیہ کو وہی قوم کما حقہ سمجھ سکتی ہے جو علم رکھتی ہو۔ پس خدا کے تحت امتین  
 میں اس علم کی ایک جھلک کھلا دی گئی ہے اور ایک دوا اور مباحث آگے چل کر اسی جلد میں آئیں گے۔ مگر علم کی تعریف تسلیم کیے بغیر کتاب خدا کی  
 قدر و قیمت کا صحیح اندازہ لگانا از بس مشکل ہے۔

وَأَنزَلْنَا إِلَيْكَ الذِّكْرَ لِتُبَيِّنَ لِلنَّاسِ مَا نُزِّلَ إِلَيْهِمْ وَلَعَلَّهُمْ يَتَفَكَّرُونَ ﴿٢٣٨﴾

اور اے محمد! ہم نے تمہاری طرف یہ کتاب نصیحت اسلئے اتاری ہے کہ تم لوگوں پر اچھی طرح عیاں کرو کہ ان کے لئے کیا احکام اتے ہیں، اور ساتھ ہی یہ بھی کہ وہ خود سوچیں اور تدبیر کر کے نئے مطالب دریافت کریں اور تطابق پیدا کریں۔

كَتَبْنَا الْقُرْآنَ بِاللُّغَةِ الْعَرَبِيَّةِ لَعَلَّكُمْ تَعْلَمُونَ وَلَقَدْ أَنزَلْنَآ إِلَيْكَ الْوَحْيَ بِالْغَيْبِ ۚ وَالْغَيْبُ يُنْظَرُ ﴿٢٣٩﴾

اے پیغمبر! یہ قرآن عظیم بڑی برکت اور رونق پیدا کرنے والی کتاب ہے۔ اسکو ہم نے تیری طرف مخفی اسلئے اتارا ہے کہ لوگ اسکی آیات پر کامل تدبیر کریں، اور صاحب عقل فراست لوگ اس سے صحیح نتائج اخذ کر کے عبرت حاصل کریں۔

یہی خالص تدبیر، ذکر و فکر، ایمان و یقین، علم و بصیرت، صحیح استدلال اور تطابق ایسے آئینی اصول تھے جن کی بنا پر کلام الہی کے حجتہ بالغہ ہونے پر ایک سچا اور ناقابلِ وجہاً قائم ہو سکتا تھا۔ قرآن کے حیرت انگیز سرسبزہ رازوں، اور سرسبز حکمتوں کے لئے کسی خارجی فلسفے کی ضرورت نہ

﴿اُدْوَالِ الْاَلْبَابِ﴾ کی مترآنی تعریف بھی عمل کے عنوان میں آئے گی۔ لیکن ابن تینوں (۸۲: ۱۲) (۲۴: ۱۶) (۲۹: ۳۸) اور قبل کی 'بصائر' والی (۲۰۳: ۴) (۲۰: ۳۵) آیات کو پیش نظر رکھ کر اس مہلک تخیل کا یکسر قلع قمع ہو جاتا ہے جسے روئے مسلمانانِ عالم کی ایک کثیر تعداد نے قرآن میں تدبیر کر کے اس کے مطالب کو دریافت کرنا گناہ سمجھا ہے۔ آج اس عام اخطا طے کے زمانے میں غالب رائے یہی ہے کہ قرآن کسی تدبیر کا تحمل نہیں، اس کے حقائق عالیہ کا ذہن سے کچھ تعلق نہیں، اس کے مطالب میں فہم کو خیل کرنا گناہ ہے، اسکی تشبیح میں عقل کو کام میں لانا بدعت ہے وغیرہ وغیرہ۔ لیکن جو لوگ علم اسرار الدین کے منشا وجود سے واقف ہیں جس کی رسی بنیاد قرآنِ اقل میں حضرت عمرؓ نے رکھی، اور جنہوں نے اس نتیجہ دستقصا کا فرما چکا ہے جو خود رسول خدا (صلی اللہ علیہ وسلم) کی صحبت میں اور اصحابِ صف کے، اہل سالہا سال تک ہوتی رہی، اور جس کو بلا استثناء سب صحابہ کرام نے ایمان و یقین کی خشتِ اقل میں درج کر کے قرآن حکیم کی ایک ایک آیت کے مطالب کی تفسیر میں سمیٹیں اور برسوں تک تدبیر کرنا عین ایمان سمجھا تھا۔ ان کے نزدیک اس زمرہ کو تخیل کی کچھ وقت نہیں۔ اگر لاکھ زمین و آسمان اور بنشاندہ فہم و ادراک کا کلام انسان کی بڑی سے بڑی متغیہ، ہر ممکن سے ممکن آزمائش، اور سخت سے سخت معیار کا تحمل نہیں تو وہ ذمی شعور انسان کے لئے وجوہاً قابلِ مقبول نہیں۔ کتاب کے اس ابتدائی حصے میں بھی صاحبِ نظر کے لئے کئی مثالیں پیش ہو چکی ہیں لیکن آگے چل کر ہر ورق اس امر کا آشکارا ثبوت ہو گا کہ قرآن حکیم کی آیات کس قدر حکم، کس قدر صحیح، کس قدر مطابق، اور کس قدر عمیق و بلخ ہیں۔ کوتاہ نظر انسان کا علم ان کے علم کے بالمقابل کس قدر ہیچ ہے۔ خدا سے بیشمال کی طرف سے انسان کو صلائے عام ہے کہ ان کو بغور تمام پرکھے، الٹ پلٹ کر دیکھے، بار بار دیکھے، اگر انکے ایک حرف کے مستغرق کوئی کچی، کوئی علم علمی کسی، ان کی دریافت کرنا قاطبہ محال ہے۔ اس کتاب میں کلام الہی کے تمام مطالب اسی تطابق کے اصل اصول کو پیش نظر رکھ کر واضح کیے گئے ہیں اور جو بچک اور سخت اس کی سب سے اہم مطالب ہیں ان کی تفسیر بھی یہی ہے۔ خود انہی آیات الہی یعنی آیہ سمین (۲۱: ۲۶) وآیہ مذکر (۵۳: ۱۷) اور آیات بصائر (۲۰: ۳۵) کے مطالب میں نظام ہر کچھ اختلاف سا نظر آتا تھا مگر ادنیٰ سے تاں نے اسکو آیت لیکھون (۳۰: ۴۱) کی وساطت سے رفع کر دیا ہے۔

تھی۔ رب علیم و حکیم نے اہل اسلام کی رہنمائی اور حسرت ریزی کے لیے، قرآن کے بیٹھال عجائب خانے کے اندر سچی و عمل کے ہزاروں کرشمے، خوشحالی اور امن کے صد ہا طلسم، قوت و اقتدار کے لا انتہا دھبے، اور علم و حکمت کے بیسیوں اساسی اصول اسکے مختلف طاقتوں اور گوشوں، دیواروں اور سرابوں کے سپرد کر دیے تھے مگر آہ! اُن کی ظاہری نکلیں بھی آج اعتقاداتِ باطلہ، غلط مطالب، اور غلط اجتہاد کے خس و خاشاک کی تہ میں محو ہو چکی ہیں! مسلمانوں کا موجودہ فلسفہ آج اس معجزہ عقل عجائب خانے کے انمول موتیوں کو سپرد خاک کر کے، عمارت کی چوکھٹوں اور دہلیزوں، طاقتوں اور سرابوں، روشندانوں اور کھڑکیوں، چھتوں اور نالیوں کی ثنا خوانی میں مصروف ہو، اور کم فہمی اور بد ویت کی غیظ آفرین بے توجہی سے ان پاکیزہ جواہرات پر فصاحت کا جاروب پہیر کر، شاعرانہ واہ واہ یا جزدانی تعظیم کے جماؤ چند سے ہی اُن کی قدر و قیمت کا فیصلہ کرنا چاہتا ہے! آج قرآن کی گل کائنات میں مسلمانوں کا مبلغ اجتہاد اور انکی اہم داستانِ حکمت، قیامت کے بے سند قصوں، قبر کے مظنون عذابوں، روح کی مفروض قسموں، اخلاقی امراض کی آفتوں، کفر کے بے دلیل اور مضحکہ انگیز فتوؤں، ہشت و برخواست کے موضوعی آداب، توبہ و استغفار کے بناوٹی اسالیب، اور طہارت و استنجا کے وضعی طریقوں کی ندامت انگیز تشریح ہے! کیسا یونانی فلسفے کی المناک خیال آفرینی، اور مسلمانوں کے درد انگیز فقدانِ علم و فکر کا نتیجہ نہیں ہوا کہ آج ظن و دہم کے ان ہوائی قلعوں کی تعمیر میں اسلام وہ سب کچھ کھو بیٹھا ہے جو صرف چند برس تک مسلمانوں کو قرآنِ اودنی اور ابتدائی عمل کے انعام میں ملا تھا۔

وَالْكِتَابِ الْمُبِينِ ۝ اِنَّا جَعَلْنَاهُ قُرْآنًا عَرَبِيًّا لَعَلَّكُمْ تَعْقِلُونَ ۝ وَلِلّٰهِ فِيْ اَمْرِ  
الْكِتَابِ لَدَيْنَا لَعَلِّ حَكِيْمٌ ۝ اَفَنْصَرِفُ عَنْكُمْ الَّذِيْ كَرِهْتُمْ اِنْ كُنْتُمْ قَوْمًا  
مُّسْرِفِيْنَ ۝ (۲۳: ۲-۵)

۴۴۔ "الکتاب المبین" کے معانی کے متعلق، جدید کتب، ۷۵ کے تحت اہل بیت میں ظاہر کیا گیا ہے، اسی کچھ بحث کرنا پیش از وقت ہے لیکن ان آیات یعنی (۲۳: ۲-۵) اور (۱۲: ۲-۱) سے کم از کم یہ ظاہر ہوتا ہے کہ (۲۳: ۲) میں کسی روشن اور بین کتاب کی شہادت پیش کی گئی ہے اور جملہ (۲۳: ۲-۵)



لوگو! کتاب میں اس امر کی شاہد ہے کہ ہم نے کتاب خدا کو عربی زبان میں محض اسلئے کر دیا ہو کہ تم اس کے دستور العمل کو آسانی سمجھ لو۔ اور یہی قرآن جسکو تمہارے سمجھنے کی خاطر عربی لباس پہنایا گیا ہے اس ائم الکاتب کا ایک حصہ ہے جو ہمارے ذہن میں ہے اور جو ایک معتدرا و محض ن حکمت کتاب ہے تو کیا اس وجہ سے کہ تم لوگ اس کتاب کے حقیقی مقاصد نہ سمجھنے میں حد سے بڑھے جاتے ہو اور ہائے مطلب کے نہیں پاتے ہم اس کتاب کے مطالب کو تم سے ستراسر سطح اچک لیں کہ تم خاک بھی نہ سمجھ سکو؟

تِلْكَ اَيُّهَا الْكٰتِبُ الْمُؤَيِّنُ ﴿۱۱۲﴾ اِنَّا اَنْزَلْنٰهُ قُرْاٰنًا عَرَبِيًّا لَّعَلَّكُمْ تَعْقِلُوْنَ ﴿۱۱۳﴾ (۱۱۲-۱۱۳)

اے ساکنین زمین! یہ آیات الہی اس جلیل القدر کتاب سے ماخوذ ہیں جو روشن اور واضح ہے۔ اور اس میں شک نہیں کہ ہم نے اس کتاب میں کو اپنے اس سے عربی زبان کا لباس پہنا کر عربی اللسان قرآن اس لئے بنایا ہے کہ تم لوگ اس کے اسرار عالیہ کو سمجھ کر عقلمند بن جاؤ۔

قرآن کے مقاصد اور اسلامی فلسفہ اخلاق پر یونانی حکمت کے اس ہلک اثر کے علاوہ اور بھی فساد آفرین اثرات پڑے جن کا تعلق خود اہل عرب کی جبلت اور طبیعت سے تھا۔ عرب ظہور اسلام سے پہلے یونانیوں

(بقیہ تحت المتن صفحہ ۶۰) اور اَنْزَلْنٰهُ (۱۱۲، ۱۱۳) کی ضمیمہ کا مرجع بھی اسی کتب میں "کی طرف ہے۔ گویا خدا نے کسی کتاب میں کچھ غلط بنا کر یہ کہا ہے کہ ہم نے اس کتاب میں عربی زبان کا لباس پہنا کر عربی قرآن اسلئے بنایا ہو کہ تم عقلمند بن جاؤ۔ ان آیات الہی کا صحیح مفہوم سمجھنے کے لئے یہ خود غور و غوض درکار ہے لیکن صفحہ ۶۰ کے تحت المتن سے جو علم طبقات الارض کے متعلق ہے یہ بات عیاں ہو جاتی ہے کہ "الکتاب المبین" دراصل صحیفہ فطرت ہی ہے۔ اور اس میں اسلئے کہا گیا ہے کہ ہر شخص کے پیش نظر ہے۔ اگر اس مفہوم کو تسلیم کر لیا جائے تو آیات (۱۱۳-۱۱۲) کے معانی صاف ہو جائیں اور وہ یہ ہیں:

"لوگو! صحیفہ کائنات جو ہماری نظروں کے سامنے روشن اور عیاں ہے اس امر کی گواہی دے رہا ہے (وَ الْكِتَابُ الْمُبِينُ) کہ ہم نے اس کا گاہ کہہ کر کے تمام پوشیدہ قانون کا ترجمہ سہل الفہم اور عربی اللسان قرآن میں اسلئے کر دیا ہے (جَعَلْنٰهُ ذُرْوٰی عَرَبِيًّا) کہ تم اس کے راز و رول کو سمجھ کر ہمنس بن جاؤ (لَّعَلَّكُمْ تَعْقِلُوْنَ)۔ گویا اسلام دین فطرت ہے اور قرآن کریم صحیفہ فطرت کے قانون کا لب لباب ہے۔)

حکمائے مغرب نے بھی جسریدہ فطرت کو کتاب سے تشبیہ دی ہے اور اس کا مثل ایک کتاب کے معرفت خدا کے نکات اور معلومات عالیہ سے پُر ہونا تسلیم کیا ہے۔ اور دراصل یہی وہ عظیم الشان کتاب ہے جو خدا نے عظیم نے خود اپنے ہاتھوں سے مرتب کی ہے۔ اعمال خدا کے ہر روحانی کے متعلق اس سے روشن تر کتاب کا ماننا ختمًا غیر ممکن ہے بشرطیکہ اسکا صحیح مطالعہ ہو سکے۔ لیکن اسکا صحیح مطالعہ کرنا آسان کام نہیں۔ آگے چلکر الْكِتَابُ الْمُبِينُ کے ان معانی کی حیرت انگیز شہادت قرآن کریم کی مختلف آیات سے ملے گی۔ یہاں صرف مطالب کو قابل فہم بنانے کی غرض سے پیش از وقت متنبہ کر دیا گیا ہے۔ رہا اس بات کو یا یہ ثبوت تک پہنچاؤ کہ قرآن کا قانون عمل کتنی صحیفہ فطرت کے قانون کا ہو جو عکس ہے، اور کریم مکر فطر الناس علیہما (۳۰، ۳۱) کا مصداق ہو اسکی شہادت اصل کتاب میں جا بجا ملے گی۔ بہتہ نفس مطلب کی تائید ان تمام آیات سے جو صفحہ ۵۵ پر تِلْكَ اَيُّهَا الْكٰتِبُ الْمُؤَيِّنُ کے تحت اہتم میں بیان ہوئیں بصدرت تمام ہوتی ہے جہاں الْكِتَابُ اور قُرْاٰن

کی طرح اودام پرستی اور خیال آرائی میں ماہر تھے۔ اُن کے مذاہب اور ادیان میں، اُنکی عبادات اور محاشا میں، اُنکی رسموں اور رواجوں میں **تخیل اور توہم کا عظیم تر حصہ** شامل تھا۔ اُن میں غیب انی اور کجیات کا بکثرت رواج تھا۔ زود اعتقادی کی چسپندی کہ عورتیں بھی نبوت کا دعوے کر کے قبائل سے بیعت کرالیا کرتی تھیں۔ قیافہ شناسی، تفاؤل و تشاؤم، تحسیم و تحیر، مسیٹر ازلام، سیمیا، وغیرہ وغیرہ ایسے اعتقادات و ہیئتیں جن پر صدیوں سے نہایت ایماندارانہ عمل چلا آتا تھا۔ ظن و قیاس سے واقعات کی

(بقیہ تحت المثنیٰ صفحہ ۶۱) ۱۱۵:۱ اور ۱۱۶:۱ اور ۱۱۷:۱ اور ۱۱۸:۱ اور ۱۱۹:۱ اور ۱۲۰:۱ کے درمیان ظاہری شناخت قائم کر کے کتاب فطرت اور کتاب خدا کو ایک سمجھنے کا پر معنی اشارہ کیا گیا ہے۔ لیکن اسی مطلب کی ایک اور آیت بھی غور طلب ہے جس میں خود قرآن ہی کو کتابتین کا لقب دیا گیا ہے۔ سورہ مائدہ میں ہے: **فَکُنْ جَاءَ کُتُبٌ مِّنَ اللّٰهِ وَکُتُبٌ مِّنْ حِجْلِ مَّثَلِیۡنَ ۝۱۵۰**۔ لوگو! تمہارے پاس خدا کی طرف سے یہ قرآن کیا آیا؟ گویا نوراً ترا ہے اور کتاب مبین اُتری ہے۔ گویا قرآن اور کتابتین (یعنی صحیفہ فطرت) ایک ہی شے ہیں۔ لیکن ان معانی کی مزید شہادت اصل کتاب میں اپنے موقع پر ملے گی۔

الکتاب المبین کے ان معانی کے بعد دوسرا سوال یہ ہے کہ اُمّ الکتاب کیا شے ہے۔ لیکن ادنیٰ سے تاہل کے بعد یہ فیصلہ کرنا کچھ مشکل نہیں کہ اگر الکتاب المبین صحیفہ فطرت کا وہ حصہ ہے جہاں تک انسان کے حواس ظاہری پہنچ سکتے ہیں تو اُمّ الکتاب لا محالہ تمام کائنات کی جو کچھ ایک عظیم تر حصہ انسان کے دست قدرت اور علم سے قطعاً باہر ہے اور جس کا کامل علم لامحالہ اُس ذات باری کو ہے جس نے اسکو اپنے ہاتھوں سے بنایا۔ اسی لیے اسکو لَدُنَّا کہا گیا ہے اور چونکہ صحیفہ کائنات ہی تمام علم و حکمت کا مخزن ہے اسلئے ہکو لَدُنَّا حَکِیْمٌ کا خطاب دیا گیا ہے۔ عوام کی زبان میں اُمّ الکتاب کو مفسرین نے توح محفوظ کہا ہے لیکن اگر فیض عمیق دیکھا جائے تو یہ صحیفہ کائنات ہی عظیم الشان کتاب ہے جو لاکھوں اور کروڑوں برس سے محفوظ ہے۔ اسی کے اندر خدا کا علم اسکا قانون اسکی حکمت چھپی پڑی ہے۔ یہ اس کے علاوہ کوئی بڑی لمبی چوڑی جگہ نہیں چھپا کی زبان میں ساتویں آسمان پر عرش خدا کے کنارے پرکھی ہے اور جس کی لمبائی چوڑائی آسمان و زمین کے برابر ہے۔ اس نکتے کو پیش نظر رکھ کر آیت (۳۴:۳۴) کے مطالبہ صاف ہو جاتے ہیں: **اَوَیۡرَاقِیۡنَ عَظِیۡمَ مِّنْ حِجْلِ مَّثَلِیۡنَ ۝۳۴** اور یہ قرآن عظیم اس صحیفہ کائنات کے عالم آرا قانون کا ایک جز ہے **وَدَاۡلِکَ فِیۡ اُمِّ الْکِتٰبِ ۝۳۵** ہمارے پاس پڑا ہے (لَدُنَّا) اور جو ایک بڑے پائے کا قانون (لَعَلَّیۡنَ) ہے اور حکمت سے پُر ہے (حَکِیْمٌ)۔ جب یں اسلام کے رُوسے خدا کے عزوجل کے وجود کو انسان کی شکل و صورت قطعاً کوئی مائل نہیں تو خدا کی بنائی ہوئی اُمّ الکتاب بھی کاغذ کی بنی ہوئی انسانی کتابوں سے اصلاً مختلف ہونی چاہیے۔ زمانہ جاہلیہ کے اہل عرب کے نزدیک کمانت اور نبوت میں بہت کم فرق تھا۔ سب وہ لوگ جو آئندہ یا گذشتہ واقعات پر اطلاع رکھنے کا دعوے کرتے تھے کاہن کہلاتے تھے۔ جو اس کے علاوہ شعبہ بازی اور عجائبات دکھلانے کا اوقعا کرتے نہی کھے جاتے تھے۔ چنانچہ ان شرائط کو برعکس خود پر کار کرنے والے افراد ہر قبیلے اور قریبے میں موجود تھے۔ افسی، جذعیہ، ابرش، اسود غسی، ابن ابی سرن، اسیلہ، وغیرہ وغیرہ چند مشہور کاہنوں اور بیسوں کے نام ہیں۔ ایک مشہور عورت سجاح بنت حارث نے جو قبیلہ قیسیم کی شاخ بنی یربوع سے تھی رسول خدا کے زمانے میں نبوت کا دعوے کیا مگر سیدہ کے بالمقابل ایک مدت تک اسکا زور نہ چل سکا۔ رسول خدا کی وفات کے بعد پراسی عورت نے جزیرہ بنی نعلب میں نبوت کا دعوے کیا اور بنی قیسیم کو اپنا حمایتی بنا کر اسلام کے لیے ایک متقل خطرے کی صورت پیدا کر دی۔ اسلام سے پہلے بھی ایسی کاہن عورتیں عرب میں ظاہر ہوتی اور خلق خدا کو اپنے تابع کر لینے میں چند لمحوں تک کامیاب ہوتی رہیں۔ تفاؤل اور تشاؤم کا رواج بھی اہل عرب میں اسلام پہلے انتہائی حد تک پڑنچ چکا تھا۔ عرب کے ان اعتقادات و ہیئت کا بقیہ ابھی تک عالم اسلام کے اندر متخلف اور پیچیدگیوں کے شرعی تقدس میں رُو نہا ہے۔

پیش بینی، اور غیر متعلق واقعات کو ذات پر محمول کر لینا انکے خمیر میں داخل ہو گیا تھا۔ من گھڑت روایا اور آبائی مفرقات کا ایک عظیم الشان طومار ان کا علم ادب بلکہ حسن لاقی ضابطہ بن گیا تھا۔ فصاحت اور شعر گوئی کا عشق و ولولہ تھا کہ عین میدان جنگ میں، سفر حضر میں، خطابات اور مناظرات بلکہ عالم خواب میں، رجز و سجع بے تاثر کہہ دیتے۔ ظہور اسلام سے پیشتر بیسیوں برس تک، فصاحت کے چرنی امراقیس، زمیسر، البید بن ربیعہ وغیرہم کے معلقات السبع کے سامنے فی الحقیقت ماتھا گر گرتے رہے، اور جُمہرات اور منتقیات السبع کے مصنفوں کو اپنے تخیل اور فصاحت جیسی کہ اعمال و اعتقادات کا سچا رہنما مانتے رہے۔ صاحب شریعت علیہ الصلوٰۃ والسلام نے ان تمام مرہم شنیعہ کو جہنم کا شعلہ اور غضب الہی کی آگ دکھا کر کیت لم معدوم کر دیا۔ تمام مذاہب ادیان ملیا میٹ ہو گئے، تو ہم پرستی قطعاً چڑے اگہ گئی تھیں اور نبوت کے متعلق سب با فوق الفطرۃ عقائد اور دعویٰ قرآن کے ایک ادنیٰ اشارے سے باطل ہوتے گئے: **اَوَلَمْ يَنْفَكُوا مَّا يَصْحَبُہُمْ مِنْ حَبْنَةٍ لَّا تَنْفَكُ عَنْہُمْ لَآ اِنَّہُمْ لَفِي ضَلٰلٍۭۃٍ عَظِیْمٍ** (۱۸۳: ۷) نجوم پرستی اور سحر کے تمام شعبہ بیکار ہو گئے، قرآن کی روشن اور نمایاں حقیقت کے سامنے کذب و دروغ سب فنا ہو گیا: **وَقُلْ جَاءَ الْحَقُّ**

لے کیا ان لوگوں نے اس بات پر کبھی غور نہیں کیا کہ انکے پیشوا (یعنی رسول خدا) کے اندر کوئی بن تو ہے نہیں، وہ کوئی پاگل تو ہیں نہیں کہ ان کی بیہودہ اور انہونی منہ باتیں قبول کرتے ہیں وہ تو صرف کھلم کھلا اور صاف طور پر عذاب خدا سے ڈرانے والے ہیں اور پس۔

عالم خواب میں شعر کہنے کے متعلق اہل عرب کی بعض روایتیں مشہور ہیں جن کے اعادے کی یہاں ضرورت نہیں۔

معلقات کے سات قصائد مشہور ہیں۔ ان کے مصنف امر اقیس، زمیسر، ابن ابی سلمیٰ، حارث بن حسرتہ، البید بن ربیعہ، عمرو بن کلثوم، طرفة بن العبد، اور عنترة بن شداد ہیں۔ جُمہرات بھی سات قصیدے تھے جو بنی تائم مشہور ہیں۔ نابندہ بن ابی، عبید بن الارض، عدی بن ربیعہ، بشر بن کاظم، امیہ بن ابی اہملت، خدیش بن زمیسر، عمر بن زواہب الحکلی، ابن قصائد کے مالک تھے۔ منتقیات تیسرے طبقے کے قصائد ہیں۔ جن کے مصنف مسیب بن علس، مرثد بن جسر، مرثد الاصفہر، عروہ بن الورد، وید بن صہر، ہبل بن ربیعہ، اور عثمان بن سوید تھے۔ یہ سب شعرا کثر زمانہ جاہلیتہ ہی کے تھے۔ معلقات کے سات قصائد خانہ کعبہ کی دیواروں پر لٹکتے رہتے تھے۔ لوگ ان کو اگر سو دیتے۔ یہ سب شعرا کثر زمانہ جاہلیتہ ہی کے تھے۔ معلقات کے سات قصائد خانہ کعبہ کی دیواروں پر لٹکتے رہتے تھے۔ لوگ ان کو اگر دیکھتے اور ان کے سامنے سجدہ کرتے۔ تذکرۃ الحکم فی طبقات الامم میں معلقات پرستی کی مدت ڈیڑھ سو برس لکھی ہے مگر امر اقیس کے عہد حیات (۶۳۰ء) اور ابتدائے اسلام کے زمانے (۶۳۱ء) کو پیش نظر رکھ کر اس مدت عبادت میں بہت کچھ مبالغہ معلوم ہوتا ہے علاوہ ازیں بعض جدید تحقیق نے ان قصائد کے دیوار کعبہ پر آویزاں ہونے سے بھی کسرا نکال کر کیا ہے۔ اور معلقات کے تیسے کو حاد الراویہ سے منسوب کیا ہے۔ بہر نوع واقعات کچھ ہی ہوں لیکن کس حقیقت سے انکار نہیں کیا جاسکتا کہ ان قصائد کی عرب میں خاص عزت تھی۔ اور کوئی شے ان کے بالمقابل قدر و قیمت میں ٹھیر سکتی تھی۔

وَسَرَّهِيَ الْبَاطِلُ إِنَّ الْبَاطِلَ كَانَ زَهُوًّا ۝ (۸۱:۱۱۷) فصاحت کے طاقتور اور فساد انگیز طلسم کو توڑنے کے لئے کلام الہی نے اپنے بے ارادہ زور کلام سے ہی خاموش مگر ترکی بہ ترکی جواب دیکر عرب کو ہمیشہ کے لئے دھچک کر دیا۔ تعلقات کی پرستش از خود ماند پڑ گئی، عرب کی طاقت گویائی گویا اچک لی گئی مگر ساتھ ہی عرب کے اس بالیخویائی وصف کی علانیہ تکذیب توہین کے ارادہ سے، اور کتاب الہی کی حیثیت کو شعر و فصاحت کے بے انتہا بلند تر جملانے کیلئے، شاعر اسلام نے شاعروں کو اللہ کے رستے سے بھٹکے ہوئے، دھم گمان کی وادیوں میں سرگردان، جھوٹے اور منفردی قرار دیا۔

وَالشُّعْرَاءُ يَتَّبِعُهُمُ الْغَاوُونَ ۝ أَلَمْ تَرَ أَنَّهُمْ فِي كُلِّ وَادٍ يَهِيمُونَ ۝ وَأَنَّهُمْ  
يَقُولُونَ مَا لَا يَفْعَلُونَ ۝ (۲۲۴:۲۲۶-۲۲۷)

اور جیسا کہ عرب خیال کرتے ہیں رسول خدا شاعر بھی نہیں۔ شاعر تو خود گمراہ ہوتے ہیں اور گمراہ لوگ ہی انہیں پیچھے لگتے ہیں کیا تو نے اس بات پر غور نہیں کیا کہ وہ عالم دہم و خیال کے ہر میدان میں پڑے ہوئے ہیں اور اکثر اپنے بارے میں فخر کے طور پر وہ کہہ کتے ہیں جو کبھی کرتے نہیں۔

وَمَا عَلَّمْنَاهُ الشُّعْرَ ۚ وَمَا يَنْبَغِي لَهُ إِنْ هُوَ إِلَّا ذِكْرٌ وَقُرْآنٌ مُبِينٌ ۝ لِيُذَكِّرَ الَّذِينَ  
كَانُوا يَتَّبِعُونَ الْأَقْيَاقَ ۝ (۳۶:۴۹-۵۰)

اور ہم نے رسول خدا کو کچھ شاعری تو نہیں سکھائی اور نہ شاعری انکی شان ہی کے لائق ہے۔ یہ قرآن تو نوری نصیحت ہی نصیحت ہے، اہل اسبہ واضح کتاب ہے اور اس کے مبین ہونے سے مقصود یہ ہے کہ باطن اور بیدار لوگوں کو عذاب الہی سے ڈرائے اور ساتھ ہی منکروں پر ہمارے عذاب کی دھمکیاں برحق ثابت ہوں۔

۱۔ اور ان سے کہہ دو کہ اب حق آگیا اور باطل نیست و نابود ہو گیا۔ اور فی الحقیقت اس نے تو ایک نہ ایک دن مٹنا ہی تھا۔

۲۔ اس آیت میں اور انکی موقعوں پر جن کی تفصیل آگے آئے گی مخالفین نے قرآن کو شعر کہا ہے۔ حالانکہ قرآن موجودہ معانی میں شعر نہیں ہو سکتا کیونکہ وہ موزوں نہیں، بلکہ نام کا تمام مقصد بھی نہیں حقیقت یہ ہے کہ زمانہ جاہلیت میں اہل عرب ہر اس شے کو جس میں لطافت بیان ہو، ایجاد و تخیل ہو یا جسکی عبارت مقصدی ہو، بلا لحاظ وزن شعر کہا کرتے تھے۔ فصاحت کا معیار بھی ان کے نزدیک یہ تھا کہ خوبی مضمون کے ساتھ ساتھ الفاظ خوش اسلوبی سے پیوست کیے گئے ہوں، ان میں ترنم ہو، مطالب سادہ اور دلچسپ ہوں، ان میں غیر ضروری عنق نہ ہو، لیکن فہم کا ہونا یا نہ ہونا ضروری نہ تھا۔ اسی بنا پر اہل عرب صحیح، رجز، خطبات، مناظرات اور قصائد سب کو شعر میں داخل سمجھتے تھے۔ اور چونکہ اس قطع کے شعر کا جزو غنیمت ہوتا ہے یہی ہے کہ انسان کے سفلی اور سطحی جذبات یا صرف سماعی محسوسات کو براہِ گنجت کرتا ہے، اور باطنی تربیت اس میں مد نظر نہیں ہوتی، اس لئے قرآن کو اپنے متعلق ایسی فصاحت کے مستحق بننے میں چڑھتی۔ اسی نقطہ نظر سے قرآن نے جا بجا شعر ہونے سے انکار کیا ہے اور ایسی لحاظ سے وہ نصیبی

ان اعتقاد حنیفیوں سے قطع نظر عرب کا سب سے نمایاں اور مہلک عیب اُن کا باہمی انتشار اور نفاق بھی تھا۔ سب قبیلے ایک دوسرے کے خلاف آمادہ جدال راکرتے تھے، بغض و حسد اُن میں کوٹ کوٹ کر بھرا ہوا تھا، سب کی سب کچھ رسم و راہ نہ رہی تھی، اُن کی ذاتی اور پستی عدلوں تھیں، حرفیانہ کاوشیں اور خاندانی رنجشیں تھیں، حسبِ نسب کے فخریہ جھگڑے، اور بد اعمالی کے ارتعائے

(بقیہ تحت المرقع صفحہ ۶۴) نہیں۔ تعجب ہو کہ باوجود اس سیح اور پے درپے انکار کے آج مسلمانانِ عالم قرآن کو انہی معنوں میں فصیح مانتے ہیں جن سے اُسکو عداوت ہے۔ قرآن کے تمام طول و عرض میں ایسی فصاحت کے متعلق ایک حرف کہیں موجود نہیں، بلکہ فصاحت کا لفظ بھی، سو اُن کو موسیٰ ہی اَلْفَصِيحُ (سنا ۱۲۵) کے جو حضرت ہارون کے متعلق استعمال ہوا ہے کہیں نظر نہیں آتا؛ آئندہ اوراق میں اس امر کے متعلق توضیح کر دی جائے گی، لیکن قرآن کے فصیح فی لسان ہونے کا مہلک اور شرمناک تحیل مسلمانوں کی ہرگز پے میں اس قدر سرایت کر چکا ہے کہ اب اس کتابِ عظیم کی اور کوئی خوبی اُن کے وہم و گمان میں بھی نہیں آتی۔ اگر قَائِلُ بَسْمَلَةِ قِرْآنِ وَتِلْکَ (۲۳۱۲) کی صلائے عام جو خدا نے قرآن حکیم کے متعلق جا بجا دی ہے، فی حقیقت اسکی فصاحت، اسکی شاعری، اسکی صنائع اور بدائع کی خوبیوں کے متعلق ہے، اور اس کتابِ جلیل کی عالما حکمت اُسکے پیدائشِ عالم، اسکی حیرت انگیز صداقت اور بے نظیر ہدایت سے اس نعرے کو چنداں دیکھ نہیں، تو جہاں اُنہما حمیری کے مقامات کا ایک ایک ورق، یا امراضِ اربعہ کے قصائد کا ایک ایک بیت ان انسانی کمزوریوں اور کمالات، ان خود ساختہ ثمرات اور لغویات سے اس قدر پُر ہے کہ قرآن کی عبارت اُن کے بالمقابل جتنا نہیں ٹھہر سکتی۔ اگر قَائِلُ بَسْمَلَةِ قِرْآنِ وَتِلْکَ (۲۳۱۲) سے صاحبِ بَسْمَلَةِ قِرْآنِ کی مراد فی حقیقت یہی تھی کہ جبرئیل الفاظ اور چست بندشوں، یا قوافی اور استعاروں کی مناسبت میں اسکا آؤ بی مقابلہ کیا جائے، اور دینِ اسلام کو کسی اہلِ زور و استت کے لغو شاعروں کا اکھاڑہ بنا کر خدا سے زمین و آسمان کے فوقِ سلیم کی داد (العیاذ باللہ) دلوائی جائے، تو جہاں سیکھ کد آگیا، افسر کیا ہو! قرآن بھی جس کی چند پریشان آیتیں کہیں کہیں ملتی ہیں، محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کے لئے ہوئے قرآن سے کسی اسلوب میں کم نظر نہیں آتا، کیونکہ اُس ہفتی علی اللہ کی سحر بیانی نے بھی آخر انہی عرب قبائل کی ایک تعدادِ غیر کو عین صدر اسلام میں برسوں تک مچھوڑ کر رکھا تھا جو خوش اعتقاد مسلمانوں کے قول کے مطابق اس سے پیشتر قرآن کی ادبی خوبیوں پر مرے تھے، قرآن اگر آج زمین کے طول و عرض میں پھیل کر ساکنانِ عالم کے لیے مشعلِ نور و ہدایت بن گیا ہے، اور سیکھ کا تمام قافلہ گشت کرپونہ زمین بن چکا ہے، تو اسکی وجہ یہ نہیں کہ قرآن کی زبان علم ادب کے اُن رسمی قواعد کے دوسے بہتر ہے جن کو خود انسان ہی نے وضع کیا، نہ اس لیے کہ مالکِ مین و آسمان اور بادشاہِ ارض و سما نے بادشاہ ہو کر پیچھے انسان کے اسالیبِ بیان کا بہترین متبع کیا ہے، بلکہ اس لیے کہ یہ تصنیفِ جلیل کلامِ ملوک میں وہ مہلک الکلام ہے جس کی حکمت اور حقیقت جس کا علم و فضل، نور و ہدایت سب انسانی تصانیف سے حتماً بالاتر ہے! یہ ناپید اکنار علم کا مخزن ہونا ہی وہ مات کر فضیلت تھی جسکے آگے مغرور سے مغرور گونہیں جھک گئی تھیں، جس کے سامنے بادشاہوں نے گردن خم کر دی تھی، عرب اور عجم سب دم بخود ہو گئے تھے، عمر رضی اللہ عنہما انموذ اور حضرت گیسو شمن مگر کیا تھا، ابوسفیان نے بالآخر توبہ کر لی تھی، اور آج بھی اگر قرآن عظیم سے دل میں باغی اور منہ سے متبرک مسلمان ایسے آگے از سرگردان اطاعت خم کر سکیں گے تو اسکی شاعرانہ حیثیت کو دیکھ کر نہیں، بلکہ لاحالہ اسکے علم ہی کے قائل ہو کر گر گئے! سورہ ہود میں ہے: (ذاتی)

۱۵ وہ یسین ہارون مجھ سے زیادہ اپنے کلام میں فصیح ہے۔ ۱۶ تو اس میں قرآن جیسی ایک سورہ تو کہیں سے لے آؤ۔ ۱۷ تو اسی طرح کی من گھڑت دہلی سورتیں تم بھی بناؤ۔

اعلان تھے، ذاتیات پر بے اندازہ فخر و وطن تھا۔ اس بنا پر ان کے درمیان ادنیٰ سی بات پر نارحسب  
 مشتعل ہو جاتی تھی۔ پھر ان خانہ زاد لڑائیوں میں قبیلوں کے قبیلے اپنی بسالت اور تہور، اپنے شرف اور  
 تفاخر، اپنے زور و عمل کے جوہر دکھانیکے لیے شوقیہ مل جاتے تھے۔ پھر خود نمائی اور نفس پسندی کی آن  
 اکثر اوقات اس حد تک نمایاں ہو جاتی تھی کہ برسوں کے مقابلے اور انتہائی کُشتِ خون کے باوجود مصیحت کا  
 نام زبان پر لانا بے غیرتی میں داخل تھا۔ ہادیؑ اسلام نے اس ہلاکت انگیز معاشرت کو حکومتِ خدا اور

(تیسرے تحت صفحہ ۶۵) اَمْ يَقُولُونَ افْزَلُهُمْ طُغْلًا كَانُوا بِعَشِيرَتِهِمْ مُّفْزِلِينَ فَاذْعَبُوا مِنْكُمْ اَنْتُمْ تَسْتَكْبِرُونَ فَمَنْ ذُو الْقُوَّةِ الْعَظِيمَةِ لَنْ نَّبْرِيَنَّكَ وَلَنْ غِيَّبَنَّكَ فَانْزِلْ بِعَذَابِكَ الْاَلَاءَ هُوَ فَهَلْ اَنْتُمْ مُّسْلِمُونَ (۱۱: ۱۳-۱۴)

کی قرآن کے منکر کتے ہیں کہ تمہارا سکو اپنی طرف سے گڑ لایا ہے۔ انہیں کہہ دو کہ ان تم بھی ایسی ہی گھڑی ہوئی دس سو تیس لے آؤ، اور اگر تم اس  
 الزام دہی میں سچے ہو تو خدا کو چھوڑ کر تمام دنیا جہان کے لوگوں کو، ہمارے ہمارے طاقت جو مدد کے لیے بلاؤ کہ تمہاری بنائی ہوئی سورتیں  
 مقابلے میں پوری اتر سکیں۔ پھر اگر لوگ اس پر بھی تمہاری ارجحیت کو قبول نہ کریں تو جانے رہو کہ یہ قرآن عظیم اس خدا سے زمین و آسمان کے علم کو  
 اپنے ساتھ لیکر اتر رہا ہے (انزل یومئذی اللہ) اس شایع کا مناسبت کی ناپید کرنا رکھتے کا امین ہے اور وہ وہ عظیم ہے مثال ہے جسے مثل کوئی ہو کر  
 حتمًا نہیں (وَأَن لَّا إِلَهَ إِلَّا هُوَ) تو کیا تم اس ناممکن حصولِ فضیلت کو پیش نظر رکھ کر اسکو کتابِ خدا تسلیم کر کے اپنے تیار ہو؟

خدا سے زمین و آسمان معاف شدہ کوئی شاعر نہ تھا کہ لوگوں کو ادبی مقابلے کے لیے بلاتا، اس کی جڑی اور کاگر دھکی ہی ہے کہ انسان کا علم کے بالمقابل  
 محض سچ ہے، یہ وہ شے ہے جو شاگرد کو استاد کے سامنے، محکم کو حاکم کے حضور میں، جاہل کو عالم کے روبرو، مستغنیث کو منصف کے آگے  
 حتمًا چپ کر دیتی ہے؛ اسی کے ہوتے ہوئے کسی کو دم مارنے کا پارانہیں ہوتا؛ اگر نبیست رسولؐ کے زمانے میں تمام کا تمام عرب فصاحت کا  
 شہید تھا، اگر عرب کو اپنی شاعری کے بالمقابل تمام دنیا لنگ نظر آتی تھی، تو بھی خدا پر اسکا کچھ اثر نہیں پڑتا۔ اور نہ اس موقع کو غنیمت جان کر (العیاذ باللہ)  
 خدا اپنی فصاحت کو ظاہر کرنے کا اشتیاق رکھتا تھا۔ اُس پاکستان نے اگر قرآن کو عربی زبان میں اتارا تھا تو محض اس لیے کہ عرب کی گمراہ قوم  
 قاذبین خدا کو سمجھ جائے: اِنَّا اَنْزَلْنَاهُ فَرًّا اِنَّا عَرَبِيَّةً لَّعَلَّكُمْ تَعْقِلُونَ (۲۰: ۱۱۳) اُنکے منشا کو اذکر سے: اِنَّا جَعَلْنَاهُ قُرْآنًا عَرَبِيًّا لَّعَلَّكُمْ تَعْقِلُونَ (۲۰: ۱۱۳)  
 اُن کا کوئی لنگ خدا باقی نہ رہے: وَمَا اَرْسَلْنَا مِنْ دُوْنِ اِلَآءِ بِلِسَانٍ فَفِيهِ لَآيَاتٍ لِّقَوْمٍ اَعْقِلُونَ (۲۱: ۱۱۳) اُن کی بہانہ سازیاں معدوم ہو جائیں، انکو اس شیع  
 و تبیین کے بعد کسی اعتراض کی گنجائش باقی نہ رہے، اُن کے لیے باعثِ تذکر و تسمیہ ہو: فَذَكِّرْ اَنْتَ لَعَلَّكَ تَبْهَتُ لَعَلَّكَ تَنْتَ كَذَّابٌ (۸۰: ۳۳)  
 مصدر اس نے بشارت ہو: فَذَكِّرْ اَنْتَ لَعَلَّكَ تَبْهَتُ لَعَلَّكَ تَنْتَ كَذَّابٌ (۸۰: ۳۳) اِس سے زیادہ قطعاً اور قاطعاً کچھ نہیں ہو  
 اگر مسلمانانِ عالم سپر ہی کسی مضحکہ انگیز دہم میں گرفتار ہیں اور قرآن کو کسی عربی نزل گو یا ہندی تک بند کا مجموعہ نکالتے سمجھتے ہیں تو سمجھتے ہیں اِس کلام الہی کی  
 عظمت اور صداقت میں مزید کونئی فرق نہیں آتا۔

اِس میں شک نہیں کہ ہر وہ کتاب جس کا منشا علم و تہذیب کی طرف رہنمائی کرنا ہو، جو صدق نیت اور خلوص دل سے لکھی گئی ہو، جو ستر یا پراستی

۵۰ مطالب کے لیے دیکھو صفحہ ۶۰-۶۱ ۵۱ دیکھو صفحہ ۶۱-۶۲ ۵۲ دیکھو تحت لہن صفحہ ۶۶-۶۷ ۵۳ دیکھو تحت لہن صفحہ ۷۵-۷۶ ۵۴ دیکھو تحت لہن صفحہ ۷۵-۷۶ ۵۵ دیکھو تحت لہن صفحہ ۷۵-۷۶

قرآن کو تمہاری زبان کا بھاس پھانگنا اِس لیے آسان کر دیا ہے کہ تم اس کے ذریعے سے خدا سے ڈرنے والی قوم کو خوشحالی کی خبر دو، اور عرب کی جگہ لادو اور نفاق پرور  
 قوم کو عذابِ خدا سے ڈراؤ۔

خوف، حکم الحاکمین کے حلقہ اثر میں لاکر کالعدم کر دیا۔ سب فرقہ بندیوں اور نفاق آرائیوں جسٹس اکھاڑیے صدیوں کے دشمن دوست کر دیئے، سینوں کی کندھوں میں نکال پھینک دیں، دلوں سے کیسے کیسے اچک لائے، اور اَللّٰهُمَّ اِنِّیْ اَسْأَلُکَ (۱۰۰:۳۹) کا لشکر انگیز فرمان بارگاہِ خداوندی کے ہاں سے دکھلا کر چند برسوں کے اندر اندر محکوم اور شکست زدہ اہل عرب کو فرماں فرمائے عالمیان اور بادشاہ وقت بنادیا!

یہ سب کچھ اسلام اور قرآن کا ناقابل انکار معجزہ تھا مگر عرب کی جبلت اور طینت کو کون بدل سکتا تھا؟ وہ عادتیں اور چھبستیں جو اُن کی فطرت میں ہزار در ہزار برس پہلے سے چلی آتی تھیں کس طرح چشمِ زدن میں اُن سے رخصت ہو کر اپنا نقش پانہ چھوڑتیں؟ وہ ملی اوصاف جو قرونوں اور صدیوں پہلے اُنکی مٹی میں خمیر ہو چکے تھے، اُن کے طبعی میلان کار کو کیسے بے اثر چھوڑ دیتے؟ قرآن کی قاطع نظر اور متحد الاعمال تعلیم کی فدایانہ تعمیل میں عرب اپنی ظاہری عبادات اور مرسومات کو بدل سکتے تھے، اپنی آبائی روایات اور اعتقادات کو بادی النظر میں چھوڑ سکتے تھے، اپنے داخلی مناقشات اور قبائلی تنازعات کو علی رؤس الاشہاد مچو کر سکتے تھے، بلاغت اور فصاحت کے ذاتی ادعا کو بھی طوعاً و کرہاً خیر باد کہہ سکتے تھے، مگر طبائع کے باطنی رُجحان اور اصلی طریق تخیل کو ہرگز نہ بدل سکتے تھے اُنکا مسلک دہم و خیال یونان کی قدیم وہمی روایات سے ہزار ہا سال قدیم تر تھا۔ اُنکی قبائلی زندگی کی بُنیاد رُو آفرینش سے اسی انداز پر چلی آتی تھی۔ وہ اسی وہمی اور اعتقادی ماحول کے بگڑے ہوئے طفلانہ اور اسی فرقہ آرائی اور انتشار کے کُنسہ مشرق استاد تھے۔ اس بنا پر اُن میں کسی حقیقت کشا علمی صداقت یا عافیت گیر

ملے ایمان واسے تو آپس میں بہائی بہائی ہی ہیں۔

(تذکرہ تحت لہزن صفحہ ۶۶) اور حقیقت پرستی ہو، جس واقعہ الامر کی تائید اور صراطِ مستقیم کی توجید ہو، جس کا منہائے نظر انسان کو اس کا راہِ رہش دکھانا اور اجتماعی ہلاکت سے حتی الوسع بچانا ہو، ہر ایسی کتاب خود بخود اپنے زور بیان کے باعث اپنی صداقت اور حقِ نظر کی وجہ سے بلیغ بلکہ بجا اوقات فصیح بھی بن جاتی ہے، لیکن اس بلاغت اور فصاحت کا شاعرانہ تکلف اور آدرو سے کوئی تعلق نہیں ہوتا۔ انہی مثنویوں میں قرآن حکیم بھی بلیغ ہے جیسا کہ آگے چلکر جا بجا واضح ہو گا۔

بہر نوع محولہ بالا آیات سے ظاہر ہے کہ قرآن حکیم کے متعلق شاعرانہ فصاحت کا دعویٰ سزا یا اہل عرب یا مسلمانانِ عالم ہی کی ایجاد ہے۔ صاحب القرآن کو اس سے کوئی تعلق نہیں۔





فلاح اور زراعت میں لگا دے گی، اور تم کو وہی کچھ مل رہے گا جو مانگتے ہو۔ پہران پر ذلت اور محتاجی پس دی گئی اور وہ خدا کا ہرے غضب میں آگئے؛ یہ سب اس لیے کہ انہوں نے خدا کے مستعد کئے والے احکام سے غفلت برتنی شروع کر دی تھی، اور نسل کو ناحق قتل کیا تھا، اور نیز اس لیے کہ اپنے امیر جماعت کی نافرمانی کی تھی اور کابلی، کاجوری، اور ناقہ رشناسی میں حد زیادہ تجاوز کیا تھا۔

صدر اسلام کے اہل عرب نے بلاشبہ صاحب شریعت کی زندگی میں ہی کلام الہی کے آگے سر بسجود ہو کر اپنا سارا معاملہ اللہ پر چھوڑ دیا تھا؛ وہ سارے کے سارے ایک اقل قلیل مدت میں ماسوی اللہ کے قطع منکر اور خدا و رسول کے قطع مطیع ہو گئے تھے؛ قرآن اُن کا واحد منہا ہے عمل، اور کتاب خدا اُنکی ایک جگہ لا لکھ نظر بن گئی تھی؛ اُسکے محض ابتدائی اصول پر بے دھڑک اور بلا تامل عمل کر نیکیے شکر نے میں منعم لم نزل نے دنیا کی بڑی سے بڑی سلطنت، اور زمین کی وسیع تر وراثت اُن کو سپرد کر دی تھی؛ وہی نہروں والے جنات جنگا وعدہ، بادی النظر میں خدا نے آخرت میں کیا تھا، قرآن کے مبادیات اور ایمان کے حرف اول پر بھیجا با عمل کے عوض میں اُن کو اس دنیا میں ہی مل گئے تھے؛ اُن کے مشعلستان ایمان دل، اور شریعتان عمل جگر، اُن کو چند برسوں میں ہی ہندوؤں کے پار، عراق عرب کے میدانوں، افریقہ کی تپتی ہوئی ریتوں، اور اندلس کی خوشگوار چٹائیوں پر لیگئے؛ یہ سب کچھ اہل عرب کی بینظیر خوبیوں کا ایک منظر تھا مگر جب زمین کی بادشاہت مل گئی، اور امن کے لازماً حاصل ہو گئے تو سلطنت کے ممکن و مستقر اکیلے قرآن میں استدلال اور اجتہاد ناگزیر ہو گیا، عرب کی مختصر سیاسیات میں توسیع اٹل نظر آئی؛ تب اسلام کے یہ جاں باز

۱۱ ایک مرتب نے تخمینہ لگا یا ہے کہ رسول خدا کی وفات (سال ۶۳۲ء) کے بعد بارہ برس کی مدت میں (گویا فاروق اعظم کے عہد خلافت کے انتہا (سال ۶۴۴ء) تک) مسلمانوں نے چھتیس ہزار شہر اور قلعے اپنے قبضے میں کر لیے تھے۔ چار ہزار تاجانوں اور سیکلوں کو اپنے تصرف میں لے کر سجدہ میں تبدیل کیا۔ گویا اسلامی افواج کی اوسط رفتار تقدم مسلسل بارہ برس تک یہی کر آئے ان میں نو شہر اقلے سر کر لیتے تھے جو آج کسی قاہر سے قاہر یورپی فوج کے لیے از بس متعذر ہے۔ خود المانیہ، اپنی ناپید امثال جندیت کے باوجود، حال (یعنی ۱۹۱۳ء) کے محاربہ عظمیٰ میں اس قار کے عشر عشیر تک بھی نہ پہنچ سکی۔ اور یوں تو دول یورپ کے برخلاف جارحانہ تقدم چند مہینوں تک قائم رکھنا بھی اسکے لیے بالآخر پیامت بن کر رہا۔ حضرت عمرؓ کے مقبوضہ ممالک کا رقبہ بائیس لاکھ مربع میل تھا۔ ہجر کے ایک سو برس بعد تک مسلمان پرانی دنیا کے قینوں تیرا غلوں میں پھیل گئے؛ ایشیا میں دیانے ایک کی حدود انکے ایک طرف، اور یورپ میں فرانس کے جنوبی اور وسطی میدان (دوسری طرف تھے، افریقہ کا تمام شمالی علاقہ بھی انہی کے دست قدرت میں تھا، گویا اسواروۃ الکبریٰ کی سلطنت کے قریب قریب سب مہذب نیا پران کا لفظ ایک صدی کے اندر اندر ہو گیا تھا۔

فرائی جو اپنے تمدن کی تمام اگلی روایات اور کلیات کو خدا کی راہ میں متروک کر چکے تھے، اسکے ذہنی مطالب کی طرف متوجہ ہونے لگے؛ کچھ عرصہ سران کی جمع و ترتیب میں صرف ہو چکا تھا، کچھ اور تصریف کتابت میں حسیج ہوا، نقاط اور حرکات ایجاد کی گئیں، مگر اعراب کے استعمال سے معانی کی نوعیت کے متعلق ایک علیحدہ اور انوکھا اجتہاد قائم ہونا شروع ہوا، عرب اپنی وہمی، نفاق آرا، اور مجادلانہ طبیعت سے مجبور ہو کر اس جدوجہد میں ہمہ تن مصروف ہو گئے؛ تلفظ کی زیریں اور زبریں اور اختلاف معانی پر ترکیب الفاظ اور تغیرات عوالم پر متعل مناسطرات ہونے لگے؛ کوفی اور بصری میں نحو یوں کے دو مقتدر اور متخالف گروہ قائم ہو گئے۔ ان فساد آفرین مجاہدوں میں، تلاش سند کے بہانے سے، عرب قبائل کی مختلف لغات اور جاہلیہ کا سارا علم ادب مدون ہو گیا، راویوں کی مختلف جماعتیں جاہلی اور مختصر شعرا کے طبے یا بسب ابیات اور قبائل کی جھوٹی سچی سب روایتیں پیش کرنے لگیں۔ کوہِ عرب کی ارباب ذوق، نازک اور ظنی طبیعتیں قرأت کے سطحی اختلافات کی بھی محتفل نہ ہو سکیں؛ علما کا ایک پُر مغر گروہ مختلف قرأت، رموز و اوقاف، اور ترتیل قرآن کی طرف لگ گیا۔ فصاحت و بلاغت کی ان مُہلک یا دودمانیوں میں عرب جو اپنا بیشتر اعتقاد قرآن کی بے مثال فصاحت ہی پر رکھتے تھے، اور جو اپنی دارالکلامی اور سخن شناسی کے کبھی منکر نہ ہوئے تھے، اسی ناگوار اجتہاد کو اسلام کی بہترین خدمت سمجھنے لگے۔ شعر و سخن کی ان دلدادہ طبائع، اور وہم و وسوسہ کی ان مجبور تر توں میں کلام خدا کی محبت نے استدلال کی

۴ قرآن کی مختلف سورتوں کی آیتوں کی داخلی ترتیب خود صاحب شریعت علیہ الصلوٰۃ والسلام نے اپنی زندگی میں کر دی تھی، مگر ایک مدت تک یہ سورتیں علی الحساب اہل عرب کے سینوں کے اندر محفوظ رہیں اور کتابت قرآن کا سوال پیدا نہ ہو سکا؛ غزوہ یمامہ کے بعد جب حضرت عمرؓ نے خلیفہ اولؓ کی توجہ جمع قرآن کی طرف لائی تو صدیق کبیرؓ نے زید بن ثابتؓ کی وساطت سے قرآن کو جمع کیا۔ لیکن اس وقت سورتوں کی باہمی ترتیب کا خیال غالباً نہیں کیا گیا۔ خلیفہ ثالثؓ (المستوفیؓ) کے عہد میں سورتوں کی مستقل ترتیب عمل میں آئی جو آج تک قائم ہے۔ پہلے ہل مت قرآن کی کتابت شاہِ حمیری خط میں تھی۔ پھر اس کے بعد کچھ تصرف کر کے کوفی خط کو لے لیا۔ بعد ازاں زید، زبر، پیش، جزم، وغیرہ وغیرہ حرکات اور نقاط ایجاد کیے گئے۔ اور اس خط کو اور بھی ترقی ہوئی۔ پھر دوسری صدی ہجری کے اوائل میں جب مسلمانوں نے اندلس اور افریقہ کو فتح کر لیا اور انہیں مغرب سے مشرق تک پھیلنے میں بندہ پر قبضہ کر کے اُس کو علم عربیہ کا مرکز بنایا تو خط بغدادی کی ابتدا ہوئی جو آج ہم تبدیلوں کے بعد ہم جگہ جاری ہے۔

بجائے الفاظ سببی اور ظاہر نوازی، اور اجتہاد کی جگہ خیال آرائی اور بلند پروازی از خود پیدا کر دی، فصاحت پرستی صحیح معنوں میں اور سر نو شروع ہو گئی! قرآن ہی سے ثابت کرنے کی ناروا کوشش کی گئی کہ انسانوں اور جنوں کا متفق گروہ بھی اُسکی ایک سورت حبیبی فصیح و بلیغ تصنیف پیدا کرنے سے متغافل ہے: وَمَا

۴ سورہ نبی ہر ایک میں ہے:

قُلْ لِّیْنَ اجْتَمَعَتْ اِلَیْہِمْ وَاجْتَمَعَتْ عَلَیْہِمْ اَنْ یَّاتُوا بِعِثْرٍ لِّہِمْ هٰذَا الْقُرْآنُ لَا یَا تُوْنَ بِہِمْ اَوْ لَوْ کَانَ بَعْضُہُمْ لِبَعْضٍ ظَہِیْرًا ۝ (۸۸: ۱۷)

اے محمد! تم علی الاطلاق کہہ دو کہ اگر اس ہمسائے عالم کے سب جن و انس بھی اس بات پر متفق ہو جائیں کہ اس قرآن غلبہ کی مانند اپنے ہر قرآن بنائیں تو ہرگز اس جیسانہ لاسکیں گے خواہ وہ ایک دوسرے کی مدد پر ملے ہوئے ہی کیوں نہ ہوں ساری کی تشریح اپنے موقع پر آئے گی یہاں اس سے بحث نہیں!

یہاں ظاہر ہے کہ قرآن کریم کی فصاحت یا عبارت آرائی کے متعلق ایک حرف نہیں کہا گیا۔ کیونکہ اگر کتاب فصاحت ہی میں تھا تو تمام دنیا کے جن و انس کو دعوت دینے کی کیا ضرورت تھی، صرف قادر الکلام اہل عرب ہی کو بلا یا ہوتا جن کا مقابلہ کچھ معنی بھی رکھ سکتا تھا پس جب دعوت عام ہے تو موازنہ بھی لامحالہ کسی ایسی خوبی کا ہے جسکے متعلق ہر شخص حتی المقدور کچھ نہ کچھ خوبے کر سکتا ہے اور وہ خوبی علم، حکمت یا ہدایت کے سوا کچھ نہیں ہو سکتی۔ اس امر کا تصفیہ کہ محمولہ بالا آیت (۸۸: ۱۷) میں عِثْرٌ هٰذَا الْقُرْآنُ کے الفاظ سے بعینہ کن معنوں میں عِثْرٌ قرآن کے ممکن نہ ہونے کا دعویٰ کیا گیا ہے، سورہ انفال کی ایک اور آیت سے بھی ہوتا ہے جو اس لحاظ سے از بس حسنیٰ خیر ہے:

وَ اِذْ اَنْشَلٰ عَلَیْہِمْ اٰیٰتِنَا قَالُوْا اَقَدْ سَمِعْنَا لَوْ لَشَاءَ لَقُلْنَا مِثْلَ ہٰذَا اِنْ ہٰذَا اِلَّا اَسَاطِرُ الْاَوَّلِیْنَ ۝ (۸: ۳۱)

اور ان ناپاک اہل عرب کے انکار کی یہ شان ہے کہ جب ہماری آیتیں انکو پڑھ کر سنا لی جاتی ہیں تو متبادل گفتے میں کہ ہاں ہم نے تمہارے قرآن اور اسکے دعوے سے پیروی کی حقیقت کو خوب سمجھا (قَالُوْا اَقَدْ سَمِعْنَا)، اگر ہم چاہیں تو ہم بھی ایسی ہی بیش پائنتادہ باتیں بنالیں (لَقُلْنَا مِثْلَ ہٰذَا)۔ ان میں رسالہ کیا ہے، یہ تو یہی ڈھکوسلے ہیں جو اگلے لوگ ہم کو ہمیشہ سے سناتے چلے آئے ہیں۔

یہاں ظاہر ہے کہ مِثْلَ ہٰذَا کا اشارہ قرآن حکیم کے نفس موضوع اور مشمولہ حکمت اور ہدایت ہی کی طرف ہے جس کی منکرین عرب نے اَسَاطِرُ الْاَوَّلِیْنَ کہہ کر تحریف کرنی چاہی ہے۔ اگر ادبی اور فطری خوبیوں کی طرف اشارہ ہوتا تو اَسَاطِرُ الْاَوَّلِیْنَ کے الفاظ بے موقع اور مجبوری تھے کیونکہ اَسَاطِرُ کے لفظ سے غیر فصاحت کے معنی قطعاً نہیں نکلتے اور نہ اَوَّلِیْنَ سے مراد پرانے ادباء اور فصحا کی جماعت ہو۔ اپنی محضوں میں مِثْلَ کا لفظ سورہ طور کے اندر واقع ہوا ہے:

اَمْ یَقُوْلُوْنَ لَقَوْلُہٗٓ اِبْلِیْۤیْنِ ۚ قُلْ اِنَّمَا یُوْحٰی بِلٰہِمْ مِثْلَہٗ اِنْ کَانُوْا صٰدِقِیْنَ ۝ (۵۲: ۳۳-۳۴)

دیکھا لوگ کہتے ہیں کہ محمد اس قرآن کو اپنی طرف سے بنالیا ہے۔ یہ تو ان کام چوروں کے لنگ عذر اور کٹ جھٹیاں ہیں، اصل بات یہ ہے کہ وہ سرے سے ایمان لانے کی نیت ہی نہیں رکھتے (اَلَا یُبْصِرُوْنَ)۔ (کیونکہ ایمان لانے کے ساتھ ہی قرآن پر عمل کرنا انہیں واجب ہو جاتا ہے) اور وہ بے گروہ اپنے دعوے میں سچے ہیں تو اس جیسی ایک بات بھی تو لے آویں۔

یہاں بھی صاف طور پر قرآن کا مثیل شعرو فصاحت میں طلب نہیں کیا گیا بلکہ مقصود اسکے مضامین کو قدر قیمت میں برتر ثابت کرنا ہی اسکے شعر ہونے سے انکار میں نہیں پہلے اسی سورہ میں ہو چکا ہے: اَمْ یَقُوْلُوْنَ اِنَّا نَقُصُّہٗمْ سِیْرَہٗ لِّمَنْ تُوِّیْنٰ ۝ (۵۲: ۲۴) یعنی کیا لوگ رسول خدا کی نسبت کہتے ہیں کہ وہ تو محض ایک شاعر و سخن گو ہے نہ قرآن کے باعث چند حرف قادی پیدا کر لیے ہیں۔ اسی واہ واہ تہی بات جیسا کہ زمرہ ۵۱ اور ہم تو اس امر کے منتظر ہیں کہ موت کا ناشہ اُسکو آدھوچے اور اسی سب ان ترانیاں خاک میں مل جائیں۔



.....وَكَيْلًا لِّقُرْآنٍ تَزْيِيلًا ۝ (۴۳:۴۳)

اور قرآن کو خوب سمجھ کر پڑھا کرو۔

ظاہر پرستی کے ان لانا انتہا اور شبانہ روز مشاغل کے باعث قرآن کے مطالب میں حسیقی تدبیر محال تھا۔ اسلام کی دماغی قوت کا بہترین حصہ اس دردناک طور پر ضائع اور منتشر ہوتا گیا۔ قرآن کی درس تدریس تمام عالم اسلام میں انہی اصول پر ہونے لگی۔ اس اثنا میں جمع و تدوین احادیث کے نئے نظریے نے اجتہاد کا رخ ایک اور ہی طرف بدل دیا۔ سینکڑوں محافظین دین تسلسل اور تواتر کے نامکن اور غیر یقینی اجتہاد میں مصروف ہو گئے۔ راویان احادیث کے حسب نسب اور نامہ ہائے اعمال کی ایک نہایت ضعیف مگر پُر زور تحقیق شروع ہو گئی۔ احادیث کی صحت کا معیار اہل عرب نے پہر اُسی عقیدہ مندی اور غلبہ دہم کی بنا پر کتاب الہی تطبیق یا کم از کم عدم تضاد کی بجائے رُواة کے ذاتی اعتبار کو قرار دیا۔ دینی اور خدائی معاملات میں اس رُواة ارادت کا اظہار، اور بیان کا انسان سے یہ عقیدہ مندانہ سلوک عرب کی ظاہر پرستی اور نا حقیقت شناسی کی ایک اور دلیل تھی جس کا نتیجہ بالآخر یہ ہوا کہ قسم قسم کی احادیث، موقع اور مطلب کے بنا بننے کے لیے بہترین کے نام پر موضوع ہونے لگیں حتیٰ کہ اُن کی چھان بین محال ہو گئی اور جب قیمتی وقت صرف ہوا کلام الہی کے مطالب میں براہِ راست اجتہاد اُس قدر کم ہوتا گیا، اور ضمناً مسلمان ایک حسرت انگیز طریقے پر قرآن کے ناقص اور غیر مکمل مفاہیم اور غیر مشحج ہونے کے خاموش قائل ہو گئے!

درحقیقت اس تمام سطحی جدوجہد کے بروئے کار نہ آنے کی اصلی وجہ اہل عرب کا طریقہ تخیل تھا۔ عرب کی گذشتہ ہزار سالہ تاریخ میں اُن کا دہر تخیل کی دو ہی شقوں سے پڑتا رہا۔ شاعرانہ شوق کی بنا پر انہوں نے قرآن کے ظاہری محاسن کو دیکھنا شروع کیا اور بالآخر اس کو کمال پر پونچھا دیا، عجیب و غریب رسمی علوم ایجاد کر کے اسکے صنائع اور بدائع کی مکمل تدوین کی، نص قرآن کو ایک نیروز بربر کے اختلاف سے پاک کر کے

۴ احادیث کے معیار صحت کی حقیقت اور متعلقہ معاملات کے بارے میں ایک مبسوط بحث عنقریب تیسری جلد میں آئے گی۔

ابداً آباد تک انسانی تصرف سے محفوظ کر دیا۔ اویامی شوق کی بنا پر عرب نے قرآن کے باطن میں بھی استدلال شروع کر دیا تھا مگر چونکہ طبع میں غیب کی باتوں سے الفت تھی، اور کہانت، وسواس، ظن، اور فتنہ ضریح کے عناصر غالب تھے اس لیے کتاب الہی کو کھولتے ہی اُن کا خیال ماہیت خدا، حقیقت نبوت، کیفیت وحی، ملائکہ، جنات، موت، مابعد الموت، بہشت و دوزخ وغیرہ وغیرہ کی طرف معاً منتقل ہو گیا۔ یہ سب موضوعات لامحالہ اس منظر کے تھے کہ اُن کے متعلق تخیل کی بلند پروازی بدرجہ اتم ہو سکتی تھی ظن و تخمین کے ان معاملات پر عرب اور عجم نے دل کھول کر بحثیں کیں، جاہلیہ عقائد کے اکثر لازمات کو سما می لباس پہنا کر ان اٹھاہ مضامین میں خلط مبحث کر دیا۔ مگر چونکہ ازمنہ جاہلیہ کے عقائد، یونانیوں کے علم الاصلنام کی غیر مانند، مدون بھی نہ ہوئے تھے، خود قبائل میں پہلے سے ہی ان نظریات کے متعلق بے انتہا تفرقہ موجود تھا، اور اُن کی صحت کی تائید یا تردید بھی قرآن سے نہ ہو سکتی تھی، اس لیے اس نوع خیال کا لازمی نتیجہ فرقہ بندی ہوئی، عرب نے اس حادثہ عظمیٰ سے بہت پہلے مسئلہ امامت کے متعلق ایک غیر اسلامی اور جاہلی عقیدے کی بنا پر تفرقہ ڈال کر، اسلام کو دو ناقابل وصال گروہوں میں تقسیم کر دیا تھا، مگر اب ظنی اجتہاد سے الہیات کی سطحی موٹسگافیاں کر کے، ایک خدا، ایک رسول، اور ایک قرآن کے بارے میں بھی عقائد آرا کا دردناک اشتناک پیدا کر دیا: ﴿كَمَا أَنتَلَّكَ عَلَى الْمَقْتُلِينَ ۚ الَّذِي يَجْعَلُونَ الْقُرْآنَ عُضُنِينَ ۚ فَتَوَلَّيْتَ لَنَسْتَلْكَ هَهُۥ أَجْزَعِينَ ۚ عَمَّا كَانُوا يَعْمَلُونَ﴾ (۱۵: ۹۰-۹۳) جامع المتفسرین خدا نے، جو مسلمانوں کی ایمانی اور عملی دونوں

۱۵۔ یہ قرآن تو اگر ہم نے کسی اور قوم پر نہیں، مگر انا کہ وہ سارے کو میں نے مقرر کیا، مگر اُن کے مطالب میں تطابق قائم کریں، بلکہ دراصل اس تفرقہ آرا قوم کی طرف اُتارنا، جو حسب طرز کے ٹکڑے ٹکڑے کر کے آپس میں بانٹ لینے والے ہیں۔ اپنے اپنے حصے کو علیحدہ کر کے تفریق پیدا کرتے ہیں۔ پس تیرے پروردگار کی قسم کہ ہم ان سے اُن کے ان بد اعمال کی ضرور باز پرس کریں گے!

۱۶۔ قرآن کو عضین (ٹکڑے ٹکڑے) کر کے معانی میں کسی ایک حصے کو لیکر اپنے مطالب کے معنی پیدا کر لینا، اسی پر اپنی کشت و جو صرف کرنا، اور باقی حصوں کو نظر انداز کر کے فرقہ بندی جیسا کہ آج ہر اسلامی فرقے کا شیعہ عمل بن گیا، گویا فقط ﴿وَأَمْرُهُمْ بَيْنَهُمْ﴾ ﴿وَمَا كُنْزُ الْجَنَّةِ يَمَّا لَكُمْ﴾ ﴿فَرِحْتُمْ﴾ (۵۳: ۱۲۳) کا مستحق بننا، جسکی تشریح صفحہ ۴۹ پر گذر چکی ہے۔ یہ طریق تخیل ظاہر ہے کہ کس قدر ہلک جی جہنک کسی تصنیف کا تمام لایم عمل پیش نظر نہ کر کے کسی ایک حصے کے ظنی معانی انسان چیلے بنا سکتا ہو، مسلمانان عالم نے کتنا کتنا اس نقطہ نظر سے لیکر اپنے اپنے فرقے بنائے ہیں۔ اسی لیے آج انہیں دناک پیش ہو رہی ہے، ﴿فَوَيْلٌ لَّكَ مِنَ الْعُلَمَاءِ﴾ ﴿كَمَا كَانُوا يَكُونُونَ﴾ (۵۵: ۹۲-۹۳) حضرات ان آیات اسی سے یہی تشریح ہے کہ قرآن حکیم فی نفسہ تمام کا تمام مربوط ہے، اور یہ انسان ہی ہے جو آیات کے حسب حسابانی بیان کر کے انکو بے ربط کر رہا ہے، لیکن حقیقت اسوقت اظہر من الشمس ہو گئی ہے نہ فرقہ ہر یک سے کہ اس کتاب میں مربوط المعانی ثابت کر دیا جائے گا۔

زندگیوں کو چٹان کی طرح مضبوط دیکھنا چاہتا تھا، لامحالہ ظن کے انہی نامہوار نتائج کو پیش نظر رکھ کر، اسکی بعض قسموں کو قطعی طور پر گناہ قرار دیا تھا، مگر قرآن کریم کے ان عظیم الشان مقاصد تک پہنچنے کے لیے تابعین عرب کو اسکی آیات میں حقیقی تامل اور تدبر کی ضرورت تھی!

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا اجْتَنِبُوا كَثِيرًا مِّنَ الظُّلِّ إِنَّ بَعْضَ الظُّلِّ أَثَمٌ (۱۳: ۲۹)  
اے ایمان والو! اکثر قسم کے ظن سے بچتے رہا کرو کیونکہ بعض ظن دخل گناہ ہیں۔

اسلام کی ارضی سلطنت کے استمرار و تکمیل کے لیے یہ فساد آفرین مباحث کس طرح مفید ہو سکتے تھے قرآن کے متعلق ان لفظی تنازعات اور سطحی کج بحثیوں میں ہی مسلمانوں کی زندگی کے کم و بیش دوسو برس ضائع ہو گئے۔ اس اثنا میں حفاظت قرآن کے مفید اور بے مثال عمل کے ماسوا عرب تخیل کا بے دیکر نہی نتیجہ ہوا کہ کلام الہی کی درس و تدریس کے ضمن میں عوام کے سامنے جاہلیہ کا سارا علم ادب، ان کی طرز معاشرت، ان کی روایات و آہیں، ان کے اوہام باطلہ، اور ان کا دیرینہ احساق مدقن ہو کر التزام کے ساتھ پیش نظر ہو گیا۔ ان بے سود تصریحات اور ناگوار انکشافات کے سم آلود اثر کے باعث، اسلام کی تسلیم اعتقاد میں صدہا غیر متعلق اور مفروضہ باتیں از خود ذخیل ہو گئیں۔ قرآن کا سب سے بڑا معجزہ اسکی جید عبارت اور حسن بیان میں منتقل ہو گیا! اسکی تلاوت عرب سخن فہمی اور زبان نوازی کی بہترین داستان بن گئی۔ پھر فصاحت اور لغز گوئی ہر خاص عام کا مستقل بلکہ مستند شغل ہو گیا۔ عربی عجم قیل و قال میں، تحریر و تفسیر میں، زبان دانی کا اہتمام ذوق و شوق سے کرنے لگے۔ اوصاف قرآن کی فرضی تائید پرچٹات اور ملائکہ کے متعلق عقائد کی تدوین ہونے لگی۔ بہشت اور دوزخ کے مختلف مقامات اور مدارس وضع کیے گئے۔ عذاب قبر کی تشریحوں کے متعلق کلام الہی سے دور از کار استدلال کیا گیا۔ ماہیت خدا، حقیقت نبوت، کیفیت وحی وغیرہ کے مختلف نظریوں کے باعث، قرآن، رسول، بلکہ خدا کے متعلق بھی طرح طرح کے توہمات شکوک عوام میں پھیل گئے۔ قرآن کی اکثر آیات میں عجیب و غریب تاویلیں ہونے لگیں۔ بدعت کا عام ہبہا ہو گیا۔

پھر قیاس کے ان بنے نتیجہ مجادلات، آرکی اس علم کشاکش، اور الفاظ وحی کے جاذبی اثر کے باعث عوام کے غیر مطمئن اور تشنہ تلخ دل کمانت کے جاہلی عقائد کی طرف از خود مائل ہو گئے، قرآن کا مطالعہ محض رسم و تہک کے طور پر رواج پاتا گیا، کلام الہی کے الفاظ میں غیبی برکت اور طبی تاثیر مانی جانے لگی، تاہم پرستی اور زیارت قبور کی جاہلی علامات نمایاں ہونے لگیں، **فَمَا كَانَ اللَّهُ لِيَظْلِمَهُمْ وَلَكِنْ كَانُوا أَنْفُسَهُمْ يَظْلِمُونَ** (۹۱:۹، ۹۲:۹) پھر آئندہ احوال اور خانگی معاملات، حتیٰ کہ ملی اور بین المللی مناقشات کی پیش بینی کی غرض سے کلام خدا سے تفاؤل کیا جانے لگا! احادیث نبوی اور حروف مقطعات قرآنیہ سے زوال بقائے قوم، مدت قیام عالم، اور بقائے اسلام کی تشریحیں نکالی گئیں! سحر طلسمات کا وجود قرآن سے غلط مستنبط کر کے، اور حلول جنات وغیرہ وغیرہ جاہلی عقیدوں کا منفی ثبوت غیر متعلق اور دور از کار آیات از سر نو نکال کر عجیب غریب فریبے اُن کی قرآنی تحریم و تردید کی نوعیت بدل دی! انہی مراسم جاہلیہ و عقائد و اہیہ کی تجدید کے سلسلے میں مسلمانوں کو نجوم کے مفروضہ اعمال سے بھی لگا و پیدا ہو گیا تھا۔ رفتہ رفتہ آثار کو الہیہ کے جاہلیہ عقائد کی تائید، ایک نہایت شرم انگیز طریقے سے کلام خدا کی وساطت سے کی جانے لگی۔ بعض فہرہ صوفیاء نے بھی خیم کے ان متعدی اور ہلاکت انگیز اثرات میں پابگل ہو کر، طبل تلخ کو کبھی اور ارواح فلکی کو مظاہر اسمائے الہی فرض کیا، اور مکرو و دروغ کے خجالت آفرین ڈھکوسلے اسرار الحروف کے نام سے وضع کیے! تیسری صدی کے اخیر میں زیدیہ اور فسطیہ فرقوں نے امام جعفر صادق علیہ الرحمۃ کی تقلید کے بہانے سے کلام الہی کو قطعاً ناقابل فہم قرار دے کر، اسکے اسرار و رموز کا عقل جعفر اور عقل سے منسوب

سہ تو اشد ان فطلم نہیں کر رہا تھا بلکہ وہ تو اپنی جانوں پر آپ ظلم کر رہے تھے۔

اس منفی ثبوت کی ایک مثال صفحہ ۳۳ پر (۷: ۱۸۳) میں گذر چکی ہے۔ "مَا رَیْبَ لَهَا جِوْہَرٌ جِوْہَرٌ" سے بعض خوش اعتقادوں نے یہ مستنبط کیا کہ اگرچہ رسول خدا میں (معاذ اللہ) جتن نہیں گھسا تھا مگر عام لوگوں کے بدمنوں میں جنات کے گھس جانے کی فتنہ آن تائید کرتا ہے! جن کی حقیقت کے متعلق مکمل بحث غالباً جو مٹی مجاہد سے پہلے نہ ہو سکے گی۔ مگر جہتہ جہتہ اشارات درسیانی مجملات میں بھی آئیں گے۔



جانا! ان اودام کی گرفت بالآخر اس قدر وسیع ہو گئی کہ عین اس وقت جبکہ اسلامی عظمت و جبروت کا آفتاب نصف النہار پر ٹھہرا ہوا تھا، اور اللہ کی بخششوں کے خزانے مسلمانوں کو ہر طرف سے مالا مال کر رہے تھے، اسلام کا مقتدر امیر المؤمنین، خلیفۃ المسلمین، ہارون الرشید، قرآن اور اسلام کو بالائے طاق کھکھڑا فلکیات کے مطالعے میں بذات خود اس نیت سے مستغرق تھا کہ آثار نجوم طالع و طالع پیکر قبائے سلطنت کی بشارت اور نزول حوادث کے حالات معلوم کرے!

لَا جَعَلْنَاهُ قُرْءَانًا عَرَبِيًّا لَّعَلَّكُمْ تَعْقِلُونَ ۚ وَاللَّهُ فِي أُمِّ الْكِتَابِ لَدَيْنَا عِلْمٌ  
حَكِيمٌ ۚ أَفَضْرِبُ عَنْكُمْ الذِّكْرَ صَفْحًا أَنْ كُنْتُمْ قَوْمًا مُّسْرِفِينَ ۝ (۵۳: ۳-۵)  
ہم نے کتاب خدا کو عربی زبان میں اس لیے کر دیا تھا کہ تم اس کے عظیم الشان مطالب کو پا کر عقلمند بن جاؤ،  
اور یہی قرآن ہمارے ہاں ام الکتاب میں مہج ہے جو ایک بڑی بلند نظر اور پُر حکمت کتاب ہے۔ تو کیا  
اس وجہ سے کہ تم اس کتاب عظیم کی اصلی عرض غایت سے دور ہوتے جاتے ہو ہم اس کو تم سے یکسر کینٹ  
اچک لیں؟

کیا ان اعمال کے بعد انسان کی گذشتہ ہزار سالہ تاریخ میں، کفر اور ضلالت، جہل اور ابلہی، مکر اور  
سب کاری کی اس سے بہتر اور روشن تر مثال پیدا ہو سکتی ہے جیسی کہ سلف راشدین علیہم الرحمۃ کے ان  
ناخلف عرب عجم نے ظہور اسلام کے پانچ سو سال بعد تک، قرآن کے مطالب پر غور کرنے، اور اللہ کی شفقت  
بخشی ہوئی سلطنت کو محفوظ و مستحکم کر نیے بہانے سے دنیا کے سامنے پیش کی؟ کیا خود ابلیس، اپنی شبانہ رو  
مصرف کاری، شیطانی اغوا، اور طاغوتی مکر و حیل کے باوجود، اپنے سارے نامہ اعمال میں، اللہ کی  
پیدا کی ہوئی مخلوق کے دلوں پر ایک ہی وقت میں اس کامل حکومت کی کوئی مثال پیش کر سکتا ہے جو ہم

۱۔ یہ آیات صفحہ ۶۰ پر گزری ہیں مگر مؤسّر فیہ کی تشریح اس موقع پر چوڑی گئی تھی۔ مسیح حقیقت کے عنوان میں اس قرآنی اصطلاح اور اکثر ایسے الفاظ کی  
مکمل تشریح آئے گی۔ اور ظاہر کر دیا جائے گا کہ یہ اصطلاح قرآن حکیم میں کن سبب اور مختلف معانی میں استعمال ہوئی ہے۔ یہاں پر ہر صاحب نظر بطور خود  
فیصلہ کر سکتا ہے کہ یہی جو ہم نے اصل کتاب میں کیے ہیں، مطالب کو مر لوط کر سکتے ہیں۔ ان کا بعد کی آیتوں سے ربط بھی ظاہر ہے۔ اَلَّذِينَ  
كَانُوا قَرَّبًا تَضَعُوا الْقُرْآنَ أَعْمًا ۚ (۱۶: ۴۴) میں جو صفحہ ۵۹ پر آئی ہے۔ ان آیات میں خطاب تمام اہل عرب کی طرف ہے۔

ہلاکت انگیز عفریت، اور جہل کے موت افزا دیو نے عرب کی بے علم و ہنر قوم کو کامل طور پر مسحور کر کے قائم کی؟  
یُضِلُّ بِهِ كَثِيرًا مِّنْ هَٰؤُلَاءِ ذُرِّيَّتِهِ ذُرِّيَّةَ الْفٰسِقِیْنَ ؕ (۲۶:۲) کیا اسلام کی ازلی صداقت اور قرآن حکیم  
کی ابدی حقانیت کی آڑ میں، مکروہ و مروج کا یہ علانیت جواز، ماسوی اللہ کی یہ آشکارا عبادت، اوٹان جاہلیہ کی  
یہ فاش عبودیت، فی الحقیقت بنی اسرائیل کی پرستش عجل سے بہت بڑھکر جمالت، خود کشی، اور ظلم نہ تھا جس  
سے اہل عرب نے آج اس حسیرم تک تو بہ نہیں کی؟ وَ اِذْ قَالَ مُوسٰی لِقَوْمِهٖ اَقِمُّوْا ظِلْمَكُمْ اَنْفُسَكُمْ رَآیْتُمْ اَنْتُمْ  
الْجَحِلَ فَعِیْذُ اللّٰہِ بَارِئُكُمْ فَاَقْتُلُوْا اَنْفُسَكُمْ ؕ ذٰلِکُمْ حٰیثُ لَكُمْ عِنْدَ بَارِئِكُمْ وَ کِتَابٌ عَلَیْكُمْ اَنْتُمْ هُوَ التَّوْبَةُ اَبِی السَّجِّیۃ (۲۷:۲۸)  
کیا قرآنی آیات کو بازو پر باندھ کر شفا کی میس میں رکھنا، اُسکے اوراق سے فالیں نکال کر نتائج کا چشم براہ رہنا،  
کلام الہی کے حروف کو طلسماتی فسون سمجھ کر فوری اثر کا منتظر رہنا، حادثات زمانہ کو اللہ کے آسمانی کڑوں پر  
محمول کر کے غیب جاننے کی سعی کرنا، اور اس طرح پر خدا کے وجود کا بالجمہر تھان لینا، وصال بنی اسرائیل کی  
خدا کے آشکارا دیدار کی خواہش، اور اُن کے مشروط ایمان کے مترادف نہ تھا جسکی سنہریں بالآخر اُن کی کھسلی  
گری تھی؟ وَ اِذْ قُلْتُمْ یٰمُوسٰی اِنَّا نَرٰی اللّٰہَ حَتّٰی نَرٰی اللّٰہَ جَهَنَّمَ فَاَخَذْنَا مِنْکُمُ الظَّمِیۃَ وَاَنْتُمْ تَنْظُرُوْنَ ؕ (۲۸:۲۸) انہیں کیا  
پہر انہی عرب پر شدید العقاب خدا نے بنی اسرائیل کی مانند، اُنکے منفرد یا نہ اعمال اور فسق و ظلم کی پاداش میں  
جلد تر عین اُن کی سلطنت کے قلب میں ہلاکو کی بجلی نہ گرائی، اور اُن کی شش صد سالہ عظمت کو تاتاریوں کے  
طوفانِ جبراد سے چند دنوں کے اندر خرد برد نہ کیا؟ کیا یہی عرب آٹھ سو سال تک اُنلس کے روح پرور

۱۷ ہتوں کو اسی سے گمراہ کرتا ہے اور ہتوں کو ہدایت کرتا ہے۔ لیکن گمراہ انہی کو کرتا ہے جو حقیقت فاسق ہیں۔ اور ہلاکت کے اہل کی صفہ ۸ سطر ۱۱  
۱۸ اور لوگو! کیا تمہیں وہ وقت یاد ہے جب نئی نے اپنی قوم سے کہا کہ اے ہمایو! درحقیقت تم نے مجھ سے کی پرستش خستہ کر کے اپنی جانوں پر ظلم کیا ہے  
پس اپنے خدا کی طرف ہٹ کر، اسکی جناب میں توبہ کرو، یا اگر یہ نہیں کرتے تو اپنے آپ کو ہلاک کرو، غرق ہو جاؤ، اور مر جاؤ (فَعِیْذُ اللّٰہِ بَارِئُكُمْ فَاَقْتُلُوْا  
اَنْفُسَكُمْ) خدا کی نگاہ میں تمہارے لیے یہی بہتر ہے کہ یا توبہ کرو یا مر جاؤ۔ پہلے لوگوں نے توبہ کی تو خدا نے بھی اُن کی توبہ قبول کر لی۔ ان پر عطا کی ہوئی نعمتیں  
بحال رکھیں، اُن سے کچھ مواخذہ نہ کیا، اور وہ خدا سے عظیم پاؤں جانے والوں کے حق میں براہی توبہ قبول کرنے والا، اور بڑا ہی رحم کرنے والا ہے۔  
۱۹ اور وہ وقت بھی یاد کرو جب تم نے کہا کہ اے موسیٰ! ہم تمہیں ہرگز فرستادہ خدا تعالٰیٰ نہ کریں گے جب تک ہم تم کو آشکارا نہ دیکھ لیں۔ پھر تم کو  
بجلی نے آدھو چا اور تم دیکھنے کے دیکھتے رہ گئے۔

۲۰ مگر اِنَّا قُلْتُمْ اَنْتُمْ فَاَقْتُلُوْا اَنْفُسَكُمْ سے پہلے وَاِن لَّمْ تَعْلَمُوْا کے الفاظ معتد ہیں۔

چشموں، سایہ دار بادلوں، دلفریب گھاٹیوں، پُر فضا وادیوں، اور جاتِ افر جنتوں میں رو کر اللہ کی نافرمانی کے عوض میں، عبادتِ طاغوت کی سزائیں، ممنوعہ درخت کے پاس نہ جانے کے بدلے میں، غیب پر سے نقاب الٹنے کی جزائیں، اللہ کے آشکارا دیدار کی خواہش کی سزائیں میں، بالآخر اس کے زبردست ہاتھ سے بیک بینی و دو گوش اس بے آبروی اور دُرگت سے نہیں نکالے گئے کہ آج اس استان کو دہراتے ہوئے پسینہ آجاتا ہے؟ وَظَلَّلْنَا عَلَيْكُمُ الْغَمَامَ وَأَنزَلْنَا عَلَيْكُمُ الْمَنَّاءَ وَالسَّلْوَا كُنْزًا مِّنْ طَیِّبَاتِ مَّا تَرْضَوْنَ وَمَا ظَلَمْنَا كَاتِبًا وَلَا كَاتِبًا أَنفُسَهُمْ يَظْلِمُونَ ۝ (۵۴:۲) کیا آج اٹھ سو برس کی بے مثال حکومت اور جاہ و جلال کے بعد، اُس سرزمین میں، اُن کا ایک متنفس اور ایک نوہ گر بھی باقی رہا ہے جو انکی خاموش فرارواں رہنمائی ہو کر چار آنسو ہی بہا دیا کرے!

فَلَا تَكْفُرُوا بِاللَّهِ لَكُمْ بِهِ الْغَمَامُ وَتَنْزِيلُ الْمَنَّاءِ وَتُحْمَلُونَ فِي الْبُلُوقِ وَأَنْتُمْ كَاذِبُونَ  
اَهْلَكْنَا قَبْلَهُم مِّن قَوْمٍ هَلْ يَخْشَوْنَ مِنْهُمْ مِّنْ أَحَدٍ وَتَتَجَسَّوْنَ لَهُمْ ذُرِّيَّتَهُمْ ۚ (۵۴:۱۱۹)

۱۱۹ اور ہم نے تمہیں ایسے قطعہ کائنات زمین پر آباد کیا جہاں ابریم پر سایہ کئے رہتا تھا۔ اور تم کو شیرینی درختِ حُلّٰج اور عمدہ اقسام کے میوے کھانے کو دیے، اور اجازت دی کہ جو کچھ عمدہ زمین تمہیں تمہارے گم کو دیا ہے شوق سے کھاؤ لیکن تم نے ان نعمتوں کی بقیہ کی تو ان لوگوں نے ہم پر کچھ غم نہیں کیا اور تو اپنی اہل و عیال پر ظلم کرتے رہے۔ یہ لغو تشریح ہے جو پہلائے بنائی ہے کہ بنی اسرائیل جہاں جاتے بادل کا چتر ان کے سر پر رہتا تھا۔ تاریخ سے ثابت ہے کہ جزیرہ نما سینا کے جن شمال مشرقی حصص میں بنی اسرائیل فوج کنعان سے پیشتر رہے وہ پہاڑی علاقہ تھا۔ عین قادیش کا نام گرد و نواح جہاں چہ لاکھ بنی اسرائیل کے خروج کے بعد موسیٰ علیہ السلام چالیس برس تک فیوڈال رہے ایک نہایت خوشگوار ملک تھا۔ آج ہوامیدانی علاقوں سے نسبتاً اب بھی خشک، موسمی نہیں، چٹے اور دریا جابجا نظر آتے ہیں۔ درختِ حُلّٰج جس کی شیرینی کو قرآن اور تورات نے حق سے تعبیر کیا ہے بکثرت ملتا ہے۔ پرندوں کی بھی بہتات ہے۔ مصر اور سینا کے پتے جوئے بیابانوں سے نکل کر بنی اسرائیل کا ان علاقوں میں آباد ہونا ان کے لئے نعمت غیر مسترد تھا۔ قرآن نے اسی حقیقت کو ظَلَّلْنَا عَلَيْكُمُ الْغَمَامَ کے خوب صورت الفاظ میں ادا کیا ہے اور اگر قرآن فصیح و بلیغ ہے تو حقیقت انہی معنوں میں کہ اس کا تمام اسلوب بیان نہایت مختصر اور موثر ہے، اور اس سے بہتر انداز وہ ممکنات میں نہیں آسکتا۔

بنی اسرائیل کی تاریخ بیان کرنے کا یہ موقع نہیں۔ یہ موضوع تاریخ القرآن کا جو اس کتاب کا آخری حصہ ہے۔ اسی لئے ان کے ظلم کی تشریح کو اس حصے کیلئے چھوڑ دیا گیا ہے۔ تَنْزِيلُ الْمَنَّاءِ اور مُنْقِذِينَ کے بالمقابل قَوْمًا لَّا يَكْفُرُوا بِاللَّهِ کے الفاظ آئے ہیں۔ جسے ظاہر ہے کہ خدا کی نظر میں متقی قوم فصل ہے جو آپس میں جھگڑنے پیدا نہ کرے اور متحد بن کر رہے۔ اتفاقاً ان معانی کا ثبوت جا بجا آگے چلا آئیگا۔ فقوئے کی رائج الوقت تشریح یعنی پرہیزگاری اسے معنی اور بے نتیجہ ہے۔ اور قرآن ہمیں اس کی کوئی سند موجود نہیں۔ اقوام کے ہائے میں اس کا اطلاق اور بھی بے معنی ہے۔ اصل کتاب میں ہم نے فی الحال لفظی معنی کر دیے ہیں۔ لیکن اتفاقاً ان معانی کی ایک جگہ صفحہ ۴۷ کی آیہ (۵۲:۲۳) میں صاف نظر آتی ہے جہاں مقامِ خُدا کا ذکر اس بات پر منتج کر دیا گیا ہے کہ انسان آئندہ واحد و بیکر ہے: ذَٰلِكَ هُدًى آتَانَا لِمَنْ أَرَادَ أَن يَخْلُقَ ۖ فَاَتَقَرُّنَ ۚ (۵۲:۲۳)۔ کسی آقا (رب) کا چٹا شیری ہے کہ اس کے غلام آپس میں نہ لڑیں اور نہ کوئی نیور ماکم باہمی جدال کو گوارا کر سکتا ہے۔

اسے پیہرا ہم نے نشان کو تمہاری زبان کا لباس پہنا کر محض اس لیے آسان کر دیا ہے کہ تم اس کے ذریعے سے خدا سے ڈرنے والوں کو بخشش عالی کی خبر دو، اور عرب کی جگہ والو اور اکثر قوم کو عذاب خدا ڈراؤ۔ اور ہم ان سے پہلے کتنی ہی قوموں کو ہلاک کر چکے ہیں۔ کیا اب تم ان میں سے کسی کو بھی دیکھ رہے ہو؟

آج ہی اللہ سے نڈر اور جگہ والو قوم جس نے دین کی جہر بن روی بات میں پھوٹ، اور ہر فرع و صل میں تفرقہ ڈال کر خدائے پاک کے محبوب مذہب کو نہایت بیدردی سے ٹکڑے ٹکڑے کر دیا تھا جس کے شدید کفر و نفاق کی روئداد، رسول خدا کے حین حیات میں ہی قرآن کے قریب قریب ہر ورق پر روشن کی طرح ثبت ہے: الْأَعْرَابُ أَشَدَّ كُفْرًا وَدِفَاقًا وَأَجْدَرُ أَنْ لَا يَعْلَمُوا حُدُودَ مَا أَنْزَلَ اللَّهُ عَلَى رَسُولِهِ وَاللَّهُ عَلِيمٌ حَكِيمٌ (۹: ۹۷)، جس کے مکر و فریب، دھوکے و قیموں، لنگ عذروں اور منافقانہ دوستیوں سے تنگ اگر عظیم حکیم خدا نے ان کے عظیم تر حصے کو فراموشی ہدایت سے اور حدود خدا ہی جاننے کا قطعی نا اہل قرار دیا تھا، جس کی کج بحثیوں، یہودہ سوالوں، اور لغو فرمایشوں کا جواب دیتے دیکھتے اللہ کا محبوب نبی اپنی جان کو ہلاک کر رہا تھا: لَعَلَّكَ بِأَحْضَرِ نَفْسِكَ لَا إِلَهَ إِلَّا يَكُونُ الْمُؤْمِنُونَ إِنْ تَثَاثَلْ ظُلْمُكَ عَلَىٰ آلِهِمْ مِنْ السَّمَاءِ إِلَيْكَ فَظَلَّتْ أَعْيُنُهُمْ لَهَا خَاضِعِينَ (۲۶: ۲۷-۲۸)، جس کے باہمی جنگ جہل کی سگدشت، اور آپس کے متنازع و صدادی اشتعال بعثت نبی کے بعد بھی، تاریخ عالم کا سرخ تراور خونیں ترورق ہے! آہ ایہی قوم کسے، اور دارا کے سرنگار ایوانوں میں شکا کھیل کر، بابل اور سینوا، مصر اور کار تھیسج کے مٹے ہوئے نشانوں پر گمراہے دوڑا کر، غرور اور سرعون کی مغرور کھوپریوں کو لکڑ کو ب کر کے، بالآخر اپنے ظلم کی سزائیں، ذل و مسکنت کے کُفنی خراب آباد صحرائوں میں، ندامت انگیز قناعت کے ساتھ اپنی زندگی کے آخری دن بسر کر رہی ہے جو اس کے

۱۷ جنگی اور بادیہ نشین لوگ (زور سے کفر و نفاق جسے سخت ہیں اور حقیقت اس لائق ہے کہ کتاب خدا کے احکام کی حدود نہ جانیں، اور خدا تو ان کے حالات سے اچھی طرح واقف ہو اور پڑا صاحب حکمت ہے جو انہی کے ذریعے سے اسلام کا بول بالا کر رہا ہے!

۱۸ اسے پیہرا! تم تو ان کے پیچھے اپنی جان بھی ہلاک کر دو گے کہ یہ کیوں ایمان نہیں لاتے۔ اگر مناسب سمجھیں تو اسی وقت ان لوگوں پر آسمان سے عذاب بھیجیں حتیٰ کہ ان کی گردنیں اس کے آگے جھک کر رہ جائیں۔

اصلی مسکن تھے، مگر اللہ کا المناک انتقام افسوس! آج بھی کم ہوتا نظر نہیں آتا، اور یورپ کی حرص سلطنت، جوع الارض، اور صریت کش اقتدار سے انہیں اور بھی ذلیل و پامال کرنا چاہتا ہے!

وَمَا كَانَ رَبُّكَ مُهْلِكَ الْقُرَىٰ حَتَّىٰ يَبْعَثَ فِي أُمَمٍ مِّمَّا سَوَّلَا بِئْسَ مَا كَانُوا عَلَيْهِمْ أَيْنَمَا وَ  
مَا كُنَّا مُهْلِكِي الْقُرَىٰ إِلَّا وَأَهْلُهَا ظَالِمُونَ ﴿۲۸﴾ (۵۹:۲۸)

اور اسے پیغمبر! یہ تمہارے خدا کا دستور نہیں کہ وہ کسی بستی کو ہلاک کرے جب تک اُسکے اہم اور مرجع خلق  
حصے میں اپنا پیغامبر نہ بھیج لے جو واضح طور پر ہمارے احکام لوگوں کو سنا دے، اور اس پر بھی ہم سببوں کو  
تباہ نہیں کرتے جب تک اُن کے رہنے والے مقررہ حدود سے تجاوز کر کے ہمارے صلاح میں ظالم نہ بنیں۔  
قُلْ أَرَأَيْتُمْ إِنْ أَتَاكُمْ عَذَابُ اللَّهِ بَعَثْنَا أَوْجَهًا هَلْ يَهْلِكُ إِلَّا الْقَوْمُ  
الظَّالِمُونَ ﴿۲۹﴾ وَمَا أَرْسَلْنَا إِلَّا مُبَشِّرِينَ وَمُنذِرِينَ فَكُنْ مِنَ الْمُنذِرِينَ  
أَصْلَحْ فَلَا خَوْفٌ عَلَيْهِمْ وَلَا هُمْ يَحْزَنُونَ ﴿۳۰﴾ (۳۸-۳۷:۱۶)

اے پیغمبر! ان سے کہہ دو کہ کیا تم نے اس بات پر غور کیا ہے کہ اگر عذاب خدا تم پر آگیا تو اسے  
تو سوائے ظالم قوم کے کوئی اور بھی ہلاک ہوگا۔ اور پیغمبروں کو تو ہم اسی لیے بھیجتے ہیں کہ خوش حالی اور  
عذاب کی دونوں صورتیں پیش کر دیں۔ پھر اس کے بعد جو قوم ایمان لے آئی، اور جنہوں نے اپنی حالت  
کی اصلاح کر لی، اُن کی زندگی بے خوف و خطر ہے!

بَلَعَلَّٰهُمۡ يَهْلِكُ إِلَّا الْقَوْمُ الْفَاسِقُونَ ﴿۳۱﴾ (۳۵:۳۶)

۱۔ ظلم اور فسق کی قرآنی مہطلاتیں منجملہ اُن جامع و مانع مصطلحات کے ہیں جن کی تشریح میں ابھی بہت دیر ہے۔ اسی قسم کے چند اور الفاظ مثلاً ایمان،  
صلاح، شرک، کفر، انفاق، وغیرہ اس سے پیشتر گذر چکے ہیں مگر ان کا صحیح مفہوم بھی معرض التوا میں دلایا تھا۔ مروجہ و ان آیات کے پیش کر دینے  
سے یہ ہے کہ قرآن کے روح سے جو قوم صفحہ عالم سے نابود ہو رہی ہے، جس کا سیاسی اور اجتماعی اقتدار گھٹ رہا ہے، جو ہلاکت کے قعر عمیق کی طرف  
بٹھ رہی ہے، وہ شائع کائنات کی نظموں میں بلا لحاظ مذہب امت ظالم اور فاسق ہے۔ اجتماعی ہلاکت کا استعارف مفہوم یہی ہے کہ اُس قوم کا  
سیاسی اقتدار سطح زمین پر چھو ہو جائے۔ ورنہ کسی قوم کے تمام اہم اور اہمیت مندوں میں ہلاک ہو جائے مگر یہی اور نہ تالیخ اسکی کوئی مثال پیش  
کر سکتی ہے۔ اس میں شک نہیں کہ اجتماعی ہلاکت کا لازمی نتیجہ اکثر اوقات یہی ہوا ہے کہ اُس امت کے افراد بھی روئے زمین پر سے محو ہو گئے ہیں حتیٰ  
کہ اُن کا ایک فرد بھی باقی نہیں رہا، جیسا کہ صفحہ ۷۹ کی آیہ (۹۸:۱۹) سے ظاہر ہے مگر ایک مذہبی عمل ہے جو سلب قہر کے صدیوں یا قرون بعد تک  
ہوتا رہا ہے۔ مسئلہ بقائے اصلح کو پیش نظر رکھ کر آیہ (۳۸:۲۸) میں ”فَمَنْ أَمِنَ وَأَصْلَحَ فَلَا خَوْفٌ عَلَيْهِمْ وَلَا هُمْ يَحْزَنُونَ“ کے الفاظ نہایت قابل  
غور ہیں۔ انہی دو آیات یعنی (۳۷:۱۶) و (۳۸:۲۸) میں ہم نے بھی ظاہر ہے کہ پیغمبر ان خدا کی بشارت اور تحذیف کی نوعیت کسی قوم کی اجتماعی سلامتی یا اجتماعی  
ہلاکت ہی ہے۔ اُن کی رسالت کا معنی یہی ہوتا ہے کہ اقوام کو حفظ و بقا کے رستے پر لے جائیں یا انفراد پر داری کی صورت میں ہلاکت کا اٹل پیغام سنائیں۔  
یہ نہایت قابل لحاظ ہے کیونکہ اسکی طرف اشارہ چابجاہل کتاب میں آئیگا۔ بعینہی بات آیات (۹۸:۱۹) و (۹۸:۱۶) سے ظاہر ہو جیسا کہ تنہا ہی کی ہے۔

اے لوگو! یہ ایک اہم پیغام تھا جو ہم نے تم کو پہنچا دیا! تو کیا اسکے بعد، فاسق قوم کے سوا اس دنیا میں کوئی اور قوم بھی ہلاک ہو سکتی ہے؟ (یعنی وہی ہلاک ہوتی ہے جو ہماری اصلاح میں فاسق ہو)۔

عرب تخیل اور اسلامی فلسفے کی اس مختصر حکایت کے بعد کیا کوئی صاحب نظر ایک لمحے کے لیے بھی اس طرز عمل کا ممنون، اور اس فلسفہ خیال کا شرمندہ احسان ہو سکتا ہے؟ کیا جنوں کے حالات گریہ گریہ کر بیان کرنا، اُن کے حسب نسب، ذہنیت، حتیٰ کہ حکمت اور علم و ادب کی تشریحیں کرنا، بلکہ کوہِ فرضی گردہوں میں تقسیم کر کے اُن کے بے سند و عجیب و غریب فرائض مقرر کرنا، آسمان و زمین کے آپا کر پتھر کی اوپل باندھنا، بہشت کی نہروں و درختوں اور مقاموں، دوزخ کے طبقوں، پلوں ایندھنوں حتیٰ کہ کلید برداروں اور محافظوں کے نام وضع کر کے، خلقِ خدا میں تذبذب یقین پیدا کرنا ہی عرب کے نزدیک وہ حیرت انگیز علم لگتی تھا جسے احمد مرسل (علیہ السلام) حکیم و خیر خدا کے ہاں سے لایا تھا؟ ان ہی آیاتِ مبارکہ سے کہیں تو ہمارے اباؤ کفار مآ اتزل اللہ بھان من سلطان ان یسبحون (الا لکن وما ھو الا نفس)۔

وَلَقَدْ جَاءَهُمْ قُرْآنٌ مِّنْ رَبِّهِمْ الْهُدٰی ﴿۵۳﴾ کیا بعد، صراط، صاعقہ، سدرۃ المنتہی، ما کوثر، تسنیم، طوبی، علیون، وغیرہ وغیرہ، سیدھے سادے اور نمثل الفاظ کی تشریح میں عرب مفسرین کا آسمانوں اور بادلوں، ہواؤں اور عرش معلّے، خلد بریں اور ساکن ارواح کی سیریں کرنا اور زمین متین کو یکسر افسانہ بنا دینا ہی قرآن کے مطالب میں وہ حقیقی تدبیر و تفکر تھا جس کی خدائے پاک نے

۱۵۔ یہ تو بڑے نام آہنی ہیں جو تم نے اور تمہارے اباؤ جداد نے اپنی طرف سے رکھ لیے ہیں، خدائے توان ناموں کی کوئی سند اتاری نہیں۔ یہ لوگ تو محض ظن پر چلتے ہیں یا جو کچھ بدل چاہتا ہے گھڑ بیٹے ہیں، حالانکہ ان کو اپنے پروردگار کے ہاں سے کامل ہدایت مل چکی ہے۔

۱۶۔ ابو الشری سہل بن ابی غالب خزرجی جو خلیفہ مارون الرشید کے دربار میں مقبول شاعر تھا اس بات کا مدعی تھا کہ اُس کو ایک جنتیہ نے دودھ پلا دیا تھا۔ اُس نے اپنے دعوے کی تصدیق میں ایک کتاب جنوں کی نسب اور حکمت اور اشعار وغیرہ کے بیان میں لکھی اور خلیفہ وقت کو خوش کر دینے کے لیے اعلان کیا کہ اُن سے جنوں کی مخلوق سے امین بن مارون الرشید کے حق میں ہیبت کی ہو یہ کتاب ایک تہ تک مقبول عوام ہری چند اشعار آج بھی کہیں کہیں پائی جاتی ہیں۔ ان الفاظ کی تشریح حتیٰ الوسع اپنے اپنے موقع پر لے گی۔ اہل عرب کے انکے متعلق بے سرو پا افسانے بنائے ہیں جن کی کوئی سند نہیں ہیں اسلامِ غیار کی نظروں میں آج انہی توجہوں کے باعث تشریح کا سامان بن رہا ہے۔ صاعقہ کا تخیلی مفہوم ہم نے صفحہ ۷ پر ظاہر کر چکی سہی کی جو عرب کے صاعقہ کو شبابِ شباب سے گرسے ہوئے دوسے کی تلوار یا گرز سمجھ لیا ہے جس کو تختہ کا فرشتہ اپنے ہاتھ میں لیکر لاتا ہے۔

تاکید کی تھی؟ وَلَا تَقْفُ مَا لَيْسَ لَكَ بِهِ عِلْمٌ إِنَّ السَّمْعَ وَالْبَصَرَ وَالْفُؤَادَ كُلُّ أُولَٰئِكَ كَانَ عِنْدَهُ مُسْمُوعًا (۱۷: ۳۶) ۷

۱۷۔ اور جس بات کا تم کو یقینی علم نہیں اسے پیچھے نہ ہو یا کرو کیونکہ کان، آنکھ اور قلب سب سے اس امر کی پیمائش ہوگی کہ اصل سچ بات کا مستحق کیوں کیا گیا۔ (علم ہی ہے جو سمع و بصر اور قلب سلیم (عقل) سے برآوردہ راست حاصل ہوا)۔

۱۸۔ اس عظیم الشان آیت میں علم کی ایک نہایت حکیمانہ تعریف کر دی گئی ہے، اور فیصلہ کر دیا ہے کہ شائع کائنات کی نظروں میں علم وہ شے ہے جو براہ راست سمع اور بصر اور فؤاد کے ذریعے سے حاصل ہو، گو یہ جس شے کی تصدیق کان، آنکھ، اور ذہن سلیم کر لیں وہ علم ہی ہے جو اس کے ماسوا ہے وہ ظن ہے، اور علم کے یقینی مرتبے تک نہیں پہنچ سکتا۔ فؤاد کا عام مفہوم عربی زبان میں قلب ہے۔ مگر عرب کے نزدیک قلب ایک وسیع اصطلاح ہے جس کا اطلاق انسان کے اُن اعضائے شریفہ پر ہوتا ہے جو اس کی فہم و ادراک کے متعلق ہیں۔ اس قول کی تصدیق میں دو مثالیں صفحہ ۲۵، کی آیت (۲۵: ۳۳) اور اسی صفحہ کے تحت پہلی کی آیت (۱۱: ۱۲۰) میں گنہ گاری ہیں اور باقی تصریحات اپنے اپنے موقع پر آئیں گی۔ لیکن سورہ حج کی اس آیت سے قلب کا مفہوم قطعاً عیاں ہو: أَفَلَمْ يَسِيرُوا فِي الْأَرْضِ فَكَيْفَ يُفْقَهُونَ هِيَ تَأْوِيلُ مَا إِذَا دَانِ يَسْتَعْجِلُ بِهَا فَكَرِهْنَا لِقَعْنَةِ الْأَعْيُنِ مَا وَدَّ لَكِنَّ الْقُلُوبَ لَئِنْ لَمْ يَنْفَعِ الْقُلُوبَ لَئِنْ فِي الضُّلُومِ (۱۲: ۲۶) یعنی کیا یہ لوگ زمین میں چلے پھرے نہیں تاکہ اُن کے دل ہونے جن سے تعقل کر سکتے، یا کان ہونے کہ گوش ہوش سن سکتے اور مذاک و درناک سزاؤں سے عبرت پڑھ لیں کیونکہ خدا کی انکساری نہیں ہوتی لیکن دل جو سینوں کے اندر ہوتے ہیں اندھے ہو جا کر تھکتے ہیں۔ گویا عرب کی اصطلاح میں دل ہی فہم و ادراک کا شہین ہے اور اسی کے ذریعے سے سب تعقل ہوتا ہے۔ اس نقطہ نظر سے فؤاد کا زیادہ صحیح ترجمہ قلب سلیم ہے جس میں لامحالہ ذہن بھی داخل ہے۔ اور چونکہ جب تک کسی شے کو ذہن سلیم نہ کرے، دل کے لئے اس کا تسلیم کرنا غیر ممکن ہے اسلئے ذہن سلیم ہی فؤاد کا صحیح مفہوم ہو سکتا ہے۔ اسی فؤاد میں باقی حواس ثلاثہ یعنی لاسہ، بصر اور شامہ بھی شامل ہیں کیونکہ اُن محسوسات کی اطلاع بھی سامعہ اور بصر کی مانند ذہن ہی کو ملتی ہے۔ علم کی یہ حیرت انگیز تعریف اس قدر جامع اور مانع ہے کہ آج مغرب کی تمام حکمت اور عمل کی بنیاد، بلکہ اُن کی تمام تلاش و تفتیش کا معیار تصدیق ہی سمع و بصر اور قلب سلیم کی شہادت ہے۔ علم کے عظیم الشان قصہ کی تمہیر لکھنا، تھوڑے تھوڑے ارکان ثلاثہ کے زور پر بہرہ رسی ہے۔ اُن کی نظروں میں کوئی بات واقع الامر نہیں، کوئی شے حقیقت کھلائے جانے کی اہل نہیں جب تک کان نے بار بار اس کے واقع الامر نہ سنے کی گواہی نہ دی ہو، آنکھ نے ہر مرتبہ اس کو اپنی طرح دیکھ بھال نہ لیا ہو، دل نے بلا عدد و کمی معقولیت کو نہ مانا ہو۔ یہی اُن کے نزدیک علم ہے۔ اور جو اس کے سوا ہے ظن ہے اور ایسے قابل اذیتا نہیں۔ اسی سچے معیار کو پیش نہاد بنا کر انہوں نے اُن تمام انسانی کمشتافات کو علم کے نام سے موسوم کیا ہے جن کی بنیاد براہ راست تجربے اور مشاہدے پر ہے۔ علم طبیعات، علم حدیث، علم جبر نفیل، علم حرارت، علم تشریح الاطلاق، علم جغرافیہ، علم طب و غیرہ وغیرہ اُن کے نزدیک صحیح معنوں میں علم ہیں۔ فلسفہ، قانون، ادب، صرف سخن و بلاغت، عروض و غیرہ وغیرہ جن کی اساس قیاس، رائے، یا وضعی جملے پر ہے، علم کے بلند مقام تک نہیں پہنچ سکتے۔ اور نہ سمع و بصر اور قلب سلیم کو ان سے کچھ تعلق ہے۔ لیکن (المستوفی مشلہ ۳۳: ۳۷) کے مشہور اور عالم انگیز مسئلہ (مشلہ ۳۳: ۳۷) کی تمام بنیاد علم کی اسی جامع اور مانع تعریف پر ہے۔ اور یہی وہ مسئلہ تھا جس نے مغرب کو ازمنہ مظلمہ کی جہالت سے نکال کر ایک اقل قبل مدت میں نشاۃ الثانیہ کی حیرت انگیز علمی ترقیوں کی طرف رہنمائی کی تھی!

علم کے صحیح اور ناقابل انکار قرآنی مفہوم کے متعلق اصل کتاب میں ایک طویل و طویل بحث ہو چکی ہے، مگر کتاب کے اس ابتدائی حصے میں سورہ بنی اسرائیل کی اس جلیل القدر آیت کے متعلق یہ سرسری توضیح ایسے بھی ضروری ہے کہ قرآن حکیم میں اس نئی مہم یعنی آیہ وَلَا تَقْفُ (۱۷: ۳۶) کو قرآنی حکمت کا ایک مستقل مبحث قرار دیا گیا ہے، جو بعد کی آیہ: ذَٰلِكَ وَمَا أَوْحَىٰ إِلَيْكَ رَبُّكَ مِنَ الْحِكْمَةِ (۱۷: ۳۹) یعنی یہ احکام ہیں جو تمہارے پروردگار نے اپنی حکمت کا مادہ سے اندازہ کے تم پر ہی کر دیے ہیں، سے ظاہر ہے۔ اس حکمت عظمیٰ کے متعلق ایک پُر صنی بحث غفریب تیسری جگہ میں آئے گی لیکن ہر صاحب نظر قرآن حکیم کی اس ایک کڑی یعنی (۱۷: ۳۶) کے صحیح مطالب کو پا کر بطور خود سمجھ سکتا ہے کہ آج جن اقوام عالم نے علم اور صحیح علم کو اپنا منہ

## کیا تعویذوں اور گنڈوں، مل اور جھبیر، تفاؤل اور حساب جمل سے آئندہ واقعات اور اسرار غیب کی

(بقیہ تحت المتن صفحہ ۸۳) بنایا ہے، جنہوں نے قرآن کے اس ہم حکم کی تعمیل میں اپنے آپ کو لغو اور بے سند، انکسیر اور بے یقینی باتوں کا شکار بنا کر قوم کی ذہنی اور عملی قوتوں کو تباہ نہیں کیا، وہ آج ترقی کے فلک الافلاک پر کس طرح چڑھ رہے ہیں، اور دوسری قوموں کے بالمقابل کس قدر طاقتور بن چکے ہیں!

لیکن اور کتنوں سے قطع نظر خاص مسلمانان عالم نے جس حیرت انگیز خوش اعتقادی سے پہلی چند صدیوں سے عالم عقوبت کی جہانی تصویر اپنے ذہنوں میں جمائے کی بے طرح سہمی کی ہے، جو بے سند قصے بہشت اور دوزخ کی مکانیت کے متعلق اپنے شاعرانہ تخیل کے بہت گھڑیلے ہیں، جو عجیب و غریب خیالی سماں اُن کی فرضی کیفیت کے بارے میں بلا شہادت باندھ لیا ہے (مَآ أَتٰنَاكَ اللَّهُ بِهَا مِنْ سُلْطٰنٍ ط (۵۳: ۲۳) صفحہ ۸۲) بجائے خود اُن کے ضعف یقین کی دلیل ہے۔ دنیا کے آخرت کی صحیح ماہیت کے متعلق بحث کرنے کا یہ موقع نہیں، اگرچہ جو اُس مثیلی کیفیت کے جو قرآن نے انسانوں ہی کی زبان میں اُس سادہ عظمیٰ کے بارے میں جا بجا بیان کی، جو کج واقع ہونا اٹل ہے، اور باوجود اُس مثالی کیفیت حال کے جو بہشت کی بے مثال آسائش اور دوزخ کی بے مثال تکلیف کے متعلق بار بار ظاہر کیا ہے، معلوم ہوتا ہے کہ مسلمانوں کو سوئے کائنات کے اُس مشہور قول کی بھی کچھ وقت پیش نظر نہیں جس میں بہشت اور دوزخ کی بابت فیصلہ کر دیا ہے کہ ”لَا عِینَ رَأَتْ لَا اَوْفَی سَمْعَتْ وَلَا خَطَرَ عَلٰی قَلْبِ الْبَشَرِ“ یعنی اسکو کسی آنکھ نے نہیں دیکھا، کسی کان نے نہیں سنا، اور نہ اسکا خیال ہی کسی بشر کے قلب پر گزرا ہے۔ جب حال یہ ہے کہ سمع اور بصر اور فؤاد ان کی صحیح کیفیت تک نہیں پہنچ سکتے، اور اُن کا علم حاصل کرنا اُن کے واقع ہونے سے پیشتر حال ہے تو حیرت ہو کہ مسلمان ”وَلَا تَقْعُ ظِلٌّ مَّا لَکِنَّ لَّکَ رِجَالٌ عَلٰی عِلْمِکَ“ کے حاکم کے باوجود کیوں اُن کے پیچھے پڑے ہیں اور فرضی قصے بنا بنا کر اپنے دین کو غیروں کی نظر میں مضحکہ انگیز بنا رہے ہیں۔ عالم عقوبت کے بارے میں جو تعلیم اسلام نے دی ہے فقط یہ ہے کہ وہ ہے، اُسکا واقع ہونا یقینی ہے اور بس!

اِذَا وَفَعَتْ اِلٰی اَفْعٰلٍ ۙ لَّکِنَّ لَوْ فَعِنَا کَاذِبًا ۙ مَا فَضَّلْنَا کَاذِبًا ۙ اَفَعٰلًا ۙ (۵۷: ۱-۳)

اے لوگو! اگر تم نے فرما کر کہ جب وہ لکھا دینے والا سادہ واقع ہوگا، اور قیامت جس کے ہونے میں نہرا شک شبہ بھی نہیں تمہارے سروں پر موجود ہوگی تو تمہارا کیا ہی حسد حال ہوگا۔ اُس دن تمہارے اعمال کی حقیقت صاف کھل جائیگی، بہتروں کو ابداً اذیت مل کر دے گی اور بہتروں کے درجے ہمیشہ کے لیے بلند کر جائے گی۔

اس حادثہ کبریٰ کے واقع ہونے کا ناقابل انکار ثبوت کتاب کے متن میں اپنے موقع پر آئیگا۔ یہی یہ بات کہ وہ کب ہوگا، کہاں اور کیونکر ہوگا، جزا کیا ہوگی، سزا کس طرح ہوگی، کیا کیفیت حال ہوگا، کیا منظر پیش ہوگا، یہ سب امور انسان کے احاطہ علم سے باہر ہیں کیونکہ سمع و بصر اور فؤاد کے حیرت زدک ہیں آدھکا امکان نہیں رکھتے۔ اسی بنا پر اُنکے بارے میں بحث کرنا بھی عبث ہے۔ اور نہ قرون اولیٰ میں ان کی کسی ایک شق کے متعلق بحث کرنے کی اجازت تھی۔ سورہ اعراف میں ہے:

یَسْأَلُوْکَ عَنِ السَّاعٰتِ ۚ اِنَّا کَانَ مُرْسٰلًا عَلٰی اَعْيٰنِکُمْ ۚ (۱۸۴: ۷)

اے پیغمبر! لوگ تمہیں قیامت کے متعلق سوال کرتے ہیں کہ آخر اس سانحہ عظمیٰ کا شمل ہیرا بھی کہیں ہے، کوئی شناخت کرنے کی علامت یا نشان بھی ہے۔ ان کو کہہ دو کہ اُسکا علم تو صرف میرے خدا ہی کے پاس ہے۔

جو بات تخیل خیز ہے یہ کہ اُس السَّاعٰتِ کے واقع ہونے پر کامل اور علمی یقین ہو، اسکی حقیقت اور صداقت کو پاکر بہن میں یکپایاں پیدا ہوں۔ والہ بھلا کی امیدیں سہمی عمل وہ چند ہوتا جائے، شوق کا جس بڑے، خوف کا تکلیف ظاہر ہو۔ نہ یہ کہ تاویہ انعام کے فرضی قصے گھڑیلے جائیں، اُنکو وہ ہر ادھر کرے، افسانہ عجیب عمل کو کلام عدم کر دیا جائے۔ انعام میں قوت تشویق اور سزا میں طاقت تنوید تھی، جسکے جب تک انکی صحیح کیفیت معلوم نہیں، اور ساتھ ہی انکے بہترین یا بدترین ہونے میں کلام نہیں۔ یہی انداز اس موضوع کے متعلق تمام قرآن عظیم کا ہے مگر افسوس کہ کچھ مسلمانوں نے اس راہ کو اکثر نہیں سچا۔



ٹوہ لگانا، اور اس مکر و حیل سے آیات خدا کو کوڑیوں کے مول بیچنا ہی قرآن حکیم کی وہ محیر معقول حکمت آموزی تھی جس کا دعوے حکیم حقیقی نے بار بار کیا تھا؟ کیا صرف نحو، علوم لغت اور فنون بلاغت کو اسلامی دینیات کا جز لایتجزی قرار دے کر، بیع اسابیغ، حکمتین اور مقامات حریری کے صنائع اور بدائع کا مطالعہ کرنا ہی فی الحقیقت "قَوْمٌ يُؤْمِنُونَ" و "قَوْمٌ يُؤْتُونَ" کے لئے وہ "هُدًى قُبُورِی" اور "هُدًى رَحْمَتِی" تھی جس کا قرآن میں ملنے کا وعدہ کیا گیا تھا؟ فَذَرْنَاهَا أَنْتَ بِنِعْمَتِ رَبِّكَ تَبْجَاهِ وَلَا تَجْنُحْ أَمْرِئُكَ لَوْ أَنَّ شَاعِرًا تَرَكَصَّ بِهِ رَبِّیَ الْمُتَوْنِ قُلْ سَرَفْتُمْ قُلُوبَ قَوْمٍ مَعَكُمْ مِنَ الْمُرْتَابِینِ (۵۲: ۲۹-۳۱) کیا ان کے پر حکمت اور پر مغز قصوں، تشبیہوں اور مثلوں، سورتوں اور آیتوں کی فرضی اور بے سند تاویلیں بنا کر، اللہ کی پاک اور بے عیب کتاب کو سحر اور تھکن، خوارق اور عجائبات کا جامع قرار دینا، نبیؐ کو عجیب غریب کرامات کا عامل قرار دیکر ان کو تماشگر اور حقہ باز سمجھنا ہی اُس تذکیر و عتبار، اُس تفکر و تدبیر کے مترادف تھا جس کی تلقین کلام الہی نے کی تھی؟ كَا فَضْلُ الْفَصْلِ لَعَلَّهُمْ يَتَذَكَّرُونَ (۱۴۶: ۴)۔

سہ تو اسے پیغمبرؐ تم اپنی نصیحت کیے جاؤ کیونکہ تم اپنے پروردگار کے فضل و کرم سے نہ تو بازگیر (کاہن) ہو اور نہ سوداگر (تجارتی) کیا لوگوں نے تمہاری نسبت یہ مشورہ کر رکھا ہے کہ تم خود محض ایک شاعر ہو جس نے اپنے زورِ خیال اور شعور و سخن سے ہی چند افراد کو اپنا گردید کر لیا ہے۔ اس کی پیروی اور اس کی دھکیاں تبھی تک ہیں جب تک وہ زندہ ہے۔ اور تم تو اس امر کے مستظر ہیں کہ موت کا حادثہ اسکو آدھوچے ہو اس کی سب لن ترانیوں کو ختم کر دے۔ تم ان سے کہہ دو کہ ہمت اچھا تم بھی انتظار کرو اور میں بھی تمہارے ساتھ انتظار کروں گا۔ ہوں بہر معلوم ہو جائے گا کہ کس کی دھکیاں محض پادروں باتیں تھیں، اور کس کی ہدایت صرف نقش بر آب تھی۔

سہ پس تم ان کو یہ باتیں بیان کرو تاکہ ان پر غور کر کے مستقل نصیحت اخذ کریں۔

۴۰ صفحہ ۸۳-۸۴ کے تحت لہن سے ظاہر ہو کہ علم لغت الہی اصطلاح میں درحقیقت علم نہیں علیٰ ہذا التیاس صرف نحو بلاغت کے فنون۔ ہی لحاظ سے علوم کو دو دین میں تقسیم کیا گیا ہے متاخرین عرب نے اپنے علم ادب میں سے طرہ شعر کے شات اعلیٰ پائے کے قصیدوں کو مقلقات کے انداز پر منتخب کر کے شات حصوں میں منقسم کیا ہے اور اس مجموعے کا نام بیع اسابیغ رکھا ہے۔ ان سات حصوں کے نام یہ ہیں: مقلقات، مجملات، منقبات، مذہبات، مرانی، مشوبات، الملمات۔ پہلے تین مجموعوں کی تفصیل صفحہ ۶۳ کے تحت لہن میں گزر چکی ہے۔ باقی شعر کے نام یہ ہیں: مذہبات (حسان بن ثابت، عبداللہ بن رواحہ، مالک بن عجمان، قیس بن حلیم، اجمہ بن سلج، قیس بن اسلم، عمرو بن امرئ القیس)، مرانی (ابو ذؤبہ، ہذلی، محمد بن کعب، اعشیٰ، ہامی، علقمہ، لوطوس، ابو سعید خدری، مالک بن ریب، نضلی، مستنم بن نویرہ) مشوبات (کعب بن زہر، ابوجہرہ، قحطی، حطیبہ، تمیم بن قیل، شاعر، عمرو بن احمد، الملمات (فرزدق، جریر، خطل، عبید راعی، ذوالرئہ، اکیت بن زید، طرہ)۔

۴۱ صفحہ ۵۴-۵۵ کے تن کی آیات (۲۰۳: ۱۴) اور (۵۲: ۴) کی طرف اشارہ ہے یا (۱۱۱: ۱۱) کی طرف جو آگے آ رہی ہے۔



وَلَقَدْ كَتَبْنَا فِي الزُّبُورِ مِنْ بَعْدِ الذِّكْرِ أَنَّ الْأَرْضَ يَرْثُهَا عِبَادِيَ الصَّالِحُونَ  
 إِنَّ فِي هَذَا لَبَلَاغًا لِقَوْمٍ عَابِدِينَ ۝ وَمَا أَرْسَلْنَاكَ إِلَّا رَحْمَةً لِّلْعَالَمِينَ ۝ (۲۱: ۱۰۵-۱۰۷)  
 اور ہم زبور میں تمام ضروری تفصیل کے بعد یہ بات قطعی طور پر واضح کر چکے ہیں کہ زمین کے وارث تو بہ صالح عمل  
 بند ہی ہیں۔ و حقیقت آپس اطاعت گزار قوم کے لئے ایک ہم پیغام ہے۔ اور اسے محمد اہم کے پاس  
 تم کو سارے جہان کے لئے رحمت بنا کر بھیجا ہے تاکہ انہیں قیام و بقا کے رشتہ یب و نواسے طبع کر دے۔  
 وَمَا لَهُمْ بِهِ مِنْ عِلْمٍ إِن يَتَّبِعُونَ إِلَّا الظَّنَّ ۖ وَإِنَّ الظَّنَّ لَا يُغْنِي عَنْ الْحَرِشِ شَيْئًا  
 فَاتَّخِذْ مِنْ نَوْالِهِ عَن ذِكْرِ نَاوَلِهِمْ ذُرِّيَّتَهُمُ الْخَيْرَ ۚ اللَّهُ يَكُونُ لَكَ مَبْلَغُهُمْ  
 مِنَ الْجَارِ ۚ إِنَّ رَبَّكَ هُوَ أَعْلَمُ بِمَنْ ضَلَّ عَنْ سَبِيلِهِ وَهُوَ أَعْلَمُ بِمَنِ اهْتَدَىٰ  
 وَلِلَّهِ مَا فِي السَّمٰوٰتِ وَمَا فِي الْأَرْضِ لِيُخْرِجَ الَّذِينَ اسَاءُوا أَعْمَالُهُمْ وَيُخْرِجَ الَّذِينَ  
 أَحْسَنُوا لَهَا حَسَنًا ۚ (۲۱: ۵۳-۵۷)

۱۰ صفحہ ۸۱ کی آیات (۲۱: ۵۳-۵۷) کے تحت بہن میں پیغمبران خدا کی بیش و تنزیہ کی نوعیت واضح کر دی تھی۔ (۲۱: ۵۷) میں ہے وَمَا أَرْسَلْنَاكَ إِلَّا رَحْمَةً لِّلْعَالَمِينَ ۝ اس نقطہ نظر سے پیغمبر خدا کے رحمۃ للعالمین ہونے کی کیفیت  
 بھی واضح ہے یعنی یہ کہ دنیا کو اجتماعی ہلاکت کی راہ سے ہٹا کر حفظ و بقا کی راہ پر چلا نا ہی وہ پیغام رحمت اور بشارت تھی جو وہ لائے تھے۔ اس بنا پر ہم نے  
 یہ توجیہ ترمیم میں داخل کر دی ہے۔ پیغام رسول کو رحمۃ للعالمین ثابت کرنے میں ابھی دیر ہے۔ یہ تمام کتاب اسکی شہادت میں ہے۔

۱۱۔ ان آیات الہی کے مطالب اور علم و ظن کے صحیح مفہوم کے متعلق صفحہ ۸۰ کا تحت بہن پیش نظر کرنا چاہئے۔ یہاں پر دو ایک اہم باتوں کا فیصلہ  
 کر دیا ہے، اولاً یہ کہ علم کے بالمقابل ظن، اس دنیا میں کچھ بگاڑ نہیں ہو سکتا، (وَأَنَّ الظَّنَّ لَا يُغْنِي عَنْ الْحَقِّ شَيْئًا) یہ حقیقت اس قدر حلیل و قدر ہے کہ  
 مسلمانان عالم نے چند صدیوں سے اس پر کافی غور نہیں کیا، اور ظنیات میں پڑ کر قوم کی عملی قوتوں کو ہیکار کر رہے ہیں۔ ثانیاً یہ کہ علم کا نتیجہ کرنا، یا بشارت  
 آخری اپنی تمام معلومات کی بنا پر تجربے اور مشاہدے پر قائم کرنا و حقیقت سبیل خدا پر چلنا ہے۔ اور یہی ہدایت کی ایک اہم شق ہے: (وَالَّذِي مَنَّاهُمْ  
 مِنَ الْعِلْمِ إِنَّ رَبَّكَ هُوَ أَعْلَمُ بِمَنْ ضَلَّ عَنْ سَبِيلِهِ وَهُوَ أَعْلَمُ بِمَنِ اهْتَدَىٰ)۔ ثالثاً یہ کہ تمام انسانی مساعی میں یقینیات کو پیش نظر کرنا اور علم کو رہنما بنانا  
 گویا احسن عمل کرنا ہے۔ اسی حسن عمل کا نتیجہ زمین و آسمان کے بہترین انعام ہیں جو مسلمانوں کو کئی قرونوں تک بالائزمام ملتے رہے۔ اور ہر آج غنی  
 عن العالمین خدا نے اس سے ہمیں کر ان اقوام کے سپرد کر دینے ہیں جن کا سعی و عمل ان کو علم کے راہ راست پر لچا رہا ہے۔

ضمناً ان آیات الہی میں صلاح عمل کی ایک بہم شق صاف ہو گئی جس کو آج اس چودہویں صدی کے مسلمان قطعاً بھول گئے ہیں۔  
 ۱۲۔ حیات دنیا کی صحیح تعریف و عمل کے عنوان میں آئے گی۔ یہاں ہم نے ایک لگے ہوئے سینے کر چکے ہیں مگر ابھی قرآنی سند سورۃ آل عمران کی اس آیت سے غلط فہم

رُفِئَ لِلنَّاسِ حُبُّ الشَّهَادَاتِ مِنَ النَّبَاتِ وَالْبَنَاتِ ۚ وَالْقَدَّاطِ الْمَغْنَطِ ۚ مِنَ الدَّهْنِ الْغَضْبَةِ وَالْخَيْلِ الْمُسْتَسْقَى ۚ وَالْأَنْعَامِ  
 وَالْخَيْلِ ذَلِكُمْ مَتَاعُ الْحَيَاةِ الدُّنْيَا ۚ وَاللَّهُ عِنْدَهُ حُسْنُ الْمُنَاقَبِ (۱۳: ۱۳)

لوگو! دنیا کے اس دارالامتحان میں انسان کی نفسانی خواہشوں کو مثلاً بیبیوں اور اولاد سے محبت کرنا، سونے چاندی کے جڑے بڑے ٹہپوں  
 کو جمع کرنا، اور عمدہ گھوڑوں اور موٹیوں اور زمینوں سے دل بٹگی کرنا، بھلا کر کے دکھلا یا گیا ہے۔ لوگو! یہی حیات دنیا کی متاع جو حکماً  
 چند روزہ ہی اور بعد کے نزدیک انسان کی بہترین جائے بازگشت تو بن جائے۔ ثانیاً بے اندازہ محبت سے الگ تہلک ہو کر ان کے احکام کی طرف رجوع ہونا ہی ہے۔  
 (وَاللَّهُ عِنْدَهُ خَيْرُ الْمُنَاقِبِ)۔



۱۷۔ اسے سفیرانِ لوگوں سے کہہ دو کہ اگرتِ آں اور تورات دونوں کتا ہیں جو ٹی ہیں اور تم اپنے دعوے میں سچے ہو تو تم بھی خدا کے ہاں کے کھلی اور کتاب کے آؤ جو ان دونوں سے ہدایت میں بہتر ہو۔ پہر میں بھی اسکی پیروی کرنے کو تیار ہوں۔

سورۃ مائدہ میں ہے: **وَإِنَّا أَنزَلْنَاهُ فِيهَا هُدًى وَذُرًى** (۵: ۴۴)۔ ”ہم ہی نے تورۃ کو انار، اُٹھیں ہدایت اور نور ہے۔“ سورۃ الانعام میں ہے: **بِأَن**  
**مِّنْ أَنزَلِ الْكِتَابَ الَّذِي جَاءَ بِهِ مُوسَىٰ نُورًا وَهُدًى لِّلنَّاسِ** (۶: ۹۲)۔ ”اُن سے پہچو کہ وہ کتاب کس نے اتاری تھی جسکو موسیٰ لایا تھا اور جو سکا نیا  
عالم کے لیے نور و ہدایت تھی۔“ اسی سورۃ میں تورۃ کے متعلق ہے: **ثُمَّ مَّا عَلَيَ الْإِسْرَءِيلَ لِحُسْنٍ وَتَقْصِيدٍ لِّكُلِّ شَيْءٍ وَهُدًى وَرَحْمَةً** (۱۵۰: ۱)۔  
”تمام خوبیوں پر مشتمل ہو اور تمام شیا کی تفصیل ہے اور ہدایت اور رحمت ہو۔“ اگر ان فریبوں میں ادبی بلاغت اور شاعرانہ فصاحت بھی شامل ہے تو  
مسلمان کیوں آج اسکو فصیح و بلیغ نہیں کہتے۔ سورۃ اعراف میں الولیج موسیٰ کے بارے میں ہے: **وَفِي نُحْيِيهَا هُدًى وَرَحْمَةً لِّلَّذِينَ هُمْ لِآيَاتِنَا**  
**يَبْهَتُونَ** (۷: ۱۵۴)۔ ”اور اُن الوح کے متن میں اُن لوگوں کے لیے جو اپنے رب سے ڈرتے ہیں ہدایت اور رحمت تھی لیسوہی سراسر اُن میں علی بڑا القیاس، و  
النِّسَاءَ مُوسَى الْكِتَابَ وَجَعَلْنَاهُ هُدًى لِّبَنِي إِسْرَءِيلَ“ (۷: ۱۷۱)۔ ”یعنی ہم نے کتاب نکھنی اسراہیل کے لیے ہدایت بنایا ہو۔“ سورۃ قصص میں اسی تورۃ کے بارے میں **بَنِي إِسْرَءِيلَ**  
**لِلنَّاسِ وَهُدًى وَرَحْمَةً لَّعَلَّهُمْ يَتَذَكَّرُونَ** (۲۴: ۱۲) آیا ہے۔ ”یعنی تمام عالم کے لیے بصیرت اور تذکرہ کی باتیں ہیں اور ہدایت اور رحمت ہو تاکہ  
لوگ اس سے عبرت حاصل کریں۔“ سورۃ سجدہ میں پھر **وَجَعَلْنَاهُ هُدًى لِّبَنِي إِسْرَءِيلَ** (۳۲: ۲۳) آیا ہے۔ سورۃ مؤمن میں **هُدًى وَذُرًى** کراہی  
لاؤلی الکتاب (۵۴: ۴) فرمایا ہے، یعنی ”وانا اور صاحب عقل لوگوں کے لیے ہدایت اور عبرت ہو۔“ سورۃ احقاف میں امام کاغزیر القدر لقب بھی رکھتا ہے  
کے بارے میں آیا ہے **وَمِنْ قِبَلِهِ كُتُبٌ مِّنْ مَّوْصِيٍّ اِمَامًا وَرَحْمَةً** (۱۳: ۴)۔ سورۃ انبیاء میں **صِبْءًا وَذُرًى لِّلْمُتَّقِينَ** (۲۱: ۴۸) اور **ذُرًى لِّلْاٰمِلِينَ** (۲۱: ۴۸)۔  
انجیل کا تعارف رب زمین آسمان نے ان الفاظ میں کرایا ہے۔

سورہ آل عمران میں ہے: **وَإِذْ أَنْزَلْنَا الذِّكْرَ وَأَكْبَحُجِّلَ لِمَنْ فَكَّرَ هُدًى لِّلنَّاسِ (۳: ۳)**۔ یعنی "اسی نے تورہ اور انجیل کی الہامی کتابیں بھیجیں جو قرآن سے پیشتر ساکنان زمین کے لیے ہدایت تھیں۔" سورہ مائدہ میں ہے: **وَأَمَّا نُنَزِّلُ الْإِنْجِيلَ فِيهِ هُدًى وَذِكْرٌ (۲۶: ۵)** یعنی "اس میں نور اور ہدایت ہے۔" اور اسی آیت میں **وَهُدًى وَمَوْعِظَةٌ لِّلْمُتَّقِينَ (۲۶: ۵)** کے الفاظ ہیں یعنی "خدا نے ڈرنے والوں کے لیے ہدایت اور نصیحت دی۔" قرآن کے متعلق بعض عادی اس سے پیشتر اہل کتاب میں آچکے ہیں مگر مقابل کے خیال سے تمام آیات کو یہاں پر جمع کر دیا جاتا ہے۔ سورہ آل عمران میں ہے: **هَٰذَا بَيِّنَاتٌ لِّلنَّاسِ هُدًى وَمَوْعِظَةٌ لِّلْمُتَّقِينَ (۱۳۴: ۲)**۔ یعنی "قرآن ساکنان زمین کے لیے ان کے دستور العمل کی تشریح ہے اور خدا نے ڈرنے والوں کے لیے ہدایت اور نصیحت دی۔" سورہ انعام میں ہے: **أَنْزَلْنَا إِلَيْكَ الْكِتَابَ مُفَصَّلًا (۱۱۵: ۱)** یعنی "اسی خدا نے پاک نے تمہاری طرف مفصل کتاب تمہاری جیکے بعد کئی شیخ کی گنجائش نہیں رہی۔" اسی سورہ میں کچھ آگے چل کر ہے: **وَهَٰذَا كِتَابٌ أَنْزَلْنَاهُ مَبْرُكًا فَالْتَمِصْهُ (۱۵۶: ۵)**

[illegible]

اور منطقی اجتہاد کرتے وقت انہوں نے اس امر پر غور نہیں کیا کہ اسلام ایک کامل مذہبِ عمل اور کلام الہی ایک کامل کتابِ شریعت ہے، اور اس لحاظ سے اسکے نکات کو حل کرنے یا تکمیل دینے کیلئے کسی ناقص فلسفہ، کسی جاہلی نقل و روایت، کسی مصنوعی لغت، حتیٰ کہ کسی یقینی اور غیر یقینی حدیث کی بھی

(تمتہ تحت المہتمن صفحہ ۹۰) کیا ہے جو قرآن حکیم کے حق میں آئے ہیں اور تمام عالم کو صلوات عام دیدی کہ توراۃ اور قرآن سے بہتر کتاب تو نے آئی: قُلْ فَانْقَلِبْ عَلٰی صُحُفِ الْقُرْآنِ مُنْتَبِہًا (۱۲۸، ۱۲۹) تو قرآن کی فصاحت کا وہ مخصوص اوج عاجز ہے صرف اپنی زبان کی برتری جتانے کے لئے اپنے دل سے گھڑا ہے اس وقت تک محض باطل اور بے معنی ہے جب تک کہ توراۃ کی عجمی زبان (یعنی عبرانی) کو بھی اسے قیدِ فصیح نہ مان لیا جائے۔ لیکن مغربِ عرب کو گنگ عجم کے ساتھ یہ ناقابلِ برداشت رقابت اور شکرت کب گوارا ہو سکتی ہے۔ اور جب یہ منظور نہیں تو اس ملک تخیل کی قرینہ قرن تک نشرو اشاعت کر کے باقی دنیا کے اسلام کو کیوں دیکھ دے رکھا جو کہ قرآن کی بڑی سے بڑی فضیلت اسکی شاعرانہ بلاغت ہی ہو، اسی پر ایک دنیا مریض تھی، اسی کے جوشِ اعتقاد میں عرب سرنگوں ہو گیا تھا، عمر فاروق شاعری سے بیزار انسان دم بخود ہو کر اسلام لے آیا تھا، ایک ایک آیت کی تفسیر پر سب عرب دھم سر ہٹھتے تھے، آئندہ کی چوٹیاں فرشِ جہنم ہو گئی تھیں، کسری کا تخت ہل گیا تھا اگر حال ہی تھا تو قرآن آج بھی موجود ہے۔ اس ایک حرف کے برابر تغیر و تبدل نہیں ہوا آج اسکی بلاغت کو دیکھ کر ان اہل عرب کے کانوں پر جوں تک کیوں نہیں رینگتی۔ آج وہ کیوں اپنی جتنی کے جوش میں کئے اور دینے کو، قرآن اور اسلام کو غیر کے ہاتھوں بیچ رہے ہیں اور شس سے شس تک نہیں ہوتے!

قرآن کی کل کائنات میں بے دیکھ اگر کوئی آیت ہو جس کی بنا پر اسکی شاعرانہ فصاحت کا دھولے چند لہجوں کیلئے گھڑا ہو سکتا ہے تو وہ ذیل کے الفاظ ہیں جگر تو مژدہ کر صبا ل کر لہنا نسبت آسان ہے: وَلَقَدْ نَعْلَمُ اَنَّهُمْ یَقُولُوْنَ اِنَّمَا عَلَّمَتْهُمُ بَشَرٌ مِّثْلًا ۚ وَذَٰلِکَ الَّذِیْ یُحْمَلُ ذُوْنَ الْعَرْشِ ۚ وَہٰذَا الَّذِیْ یُحْمَلُ عَلَیْہِ عَرْشُ رَبِّکُمْ ۙ فِیْہِیْنِ ۙ (۱۱۶، ۱۱۷)، اور ہم خوب جانتے ہیں کہ کت جتنی لوگ افواہیں اڑاتے پھرتے ہیں کہ محمد کو یہ قرآن عظیم ایک چٹا پرزہ انسان سکھایا، جو عیسٰی احمقیت ہو کہ جس شخص کی طرف سکھانے کی نسبت کرتے ہیں اسکی زبان تو عجمی ہو، اور یہ قرآن شمسۃ اسطیس عربی زبان ہو، یہاں یاد سے زیادہ عجیب و غریب سببِ تعلیم شخصِ کامل سکتا ہے یہ ہے کہ قرآن کی زبان اسقدر صاف و بے تخری ہو کہ کم از کم کوئی عجمی یا غیر عرب شخص اسکی نقل نہیں کر سکتا۔ اس سے زیادہ نتیجہ نکالنا جتنا ارادہ ہو۔ نہیں بلکہ اس آیت صاف اس امکان باقی رہتا ہے کہ کوئی عرب اہل زبان قرآن کی عبارت کی نقل اسی سلاست کر سکے۔ اگر عجمی کے تیز امکان سے یہ بات قطعاً خارج ہو۔ جب یہ سببِ عبارت شکیل ہو کر لہنا عجمی کی استطاعت باہر نہ ہو کہ ایک عربی لال شخص کی استطاعت بھی باہر نہ ہو، اسی بات ہی تو عجمی اور عربی میں تفریق کی بنیاد بنا ضرورت تھی، صرف کچھ یا بہت کم کہ وہ تو محض ایک انسان ہو اور یہ قرآن ایسی شست زبان ہو کہ کم از کم سببِ تعلیم باہر نہ ہو، میرے خیال میں یہ آیت بجائے خود اس امر کی روشن دلیل ہے کہ قرآن کی بے مثال فضیلت کم از کم اسکی عبارتِ آرائی اور لفظی فصاحت نہیں۔

۴۴ علم لغت پر پہلی کتاب جہاں کہ صفحہ ۴۴ کے تحت مہتمن میں ظاہر کر دیا گیا ہے تیسری صدی ہجری کے اوائل میں تیار ہوئی۔ یہ خصوصیت صرف عربی زبان تک محدود نہیں بلکہ زبان کا یہی رویہ رہا ہے کہ اسکی لغت صدیوں اور قرون بعد میں مدقن ہوئی رہی ہے جب جب کسی زبان کو روئے زمین پر استقلال حاصل ہوتا گیا، لوگوں نے اسکی الفاظ کو لیکر رائج الوقت معانی کو مرتب کر دیا۔ اور اس فاصلہ زمانے کو مد نظر رکھ کر ایک لغت تیار کر لی۔ لیکن کسی زبان کے معانی الفاظ کی تاریخ بجائے خود ایک انقلابی داستان ہے اور حیثیات قومی کے ارتقاء، بقا و فناء کے ایک نیا ہیئت گہرا تعلق ہے۔ لوگ زمانے کی چلن کے مطابق الفاظ کو لیکر اسکی حسبِ مطلب معانی وضع کر لیتے ہیں، پہر جوں جوں محسوسات و اعمال میں تغیر ہوتا جاتا ہے، معانی بدلتے جاتے ہیں۔ اس مقام نظر سے کسی زمانے کی بنائی ہوئی لغت صرف اسی زمانے کے مروجہ معانی کی سند ہو سکتی ہے، باقیل اور مابعد کے مطالب میں اسکو چندرا حکم نہیں ٹھہرایا جاسکتا۔ یہی وجہ ہے کہ ہر زبان میں الفاظ کی ایک تعداد کثیر ہر زمانے میں موجود رہتی ہے جن کے مفہوم کی اصلیت بگڑ بگڑ کر زائل ہو چکی ہے کچھ اسکل شیعہ ہے، کچھ غلط رواج سے، کچھ عادت کے انہادی اثر سے، کچھ صورت کے معنوی فساد سے الفاظ کا صحیح اور اساسی مفہوم بھرت



ضرورت نہیں: اَلْحُكْمُ الْجَاهِلِيَّةُ يَبْغُونَ ۚ وَمَنْ أَحْسَنُ مِنْ اللَّهِ حُكْمًا لِّقَوْمٍ يُتَّقُونَ ﴿۵۰﴾ کیا وہ اس قانونِ حلیل کو

لے کر کیا یہ لوگ زمانہ جاہلیت کا حکم دینی سنبھال چاہتے ہیں لیکن اس قوم کے لیے جسکو قرآن کی حقانیت پر کامل یقین ہو اللہ سے بہتر حکم (نہ) کس کا ہو۔

(ایقین تحت بہتر صفحہ ۹۱) ہو جاتا ہے، جتنی کہ بسا اوقات مورد وقت کے باعث اسکا اعتراف کرنا بھی مشکل ہو گیا ہے۔ ہر زبان میں اس قسم کے الفاظ کی صدائیں مشائیں موجود ہیں جسکے اعادے کی یہاں پر ضرورت نہیں۔ لیکن خاص قرآن کی لغت کے اندر جو معنوی انقلاب امتدادِ عہد کے باعث وقتاً فوقتاً ہوتا رہا ہے مسلمانوں کی حیات کے ہیبت کی بہترین مثال جو ایمان، شکر، عبادت، کفر، صلاح، تقویٰ، ہدایت، ظلم، فسق وغیرہ وغیرہ میسوں الفاظ قرآن میں موجود ہیں جسکے مطالب جزئی یا کلیہ مسخ ہو چکے ہیں۔ ان کا اصلی بکھل جاتا ہے جو کیا ہے ایمان آج کسی رسمی کلموں کو دہرنے کا نام نہا ہوا عبادت دو چار رسمی سجدوں تک محدود ہو گئی ہے، اصلاح کے کوئی مستقل معانی نہیں رہے، تقویٰ پُرہیز گاری کی بے معنی اصطلاح کے مراد بن گیا ہے، ہدایت کا صحیح مفہوم ذہنوں سے قطعاً نکل چکا ہے وغیرہ وغیرہ۔ کوئی انسان کی بنائی ہوئی لغت ان انہی اصطلاحات کے صحیح مفہوم کو ادا نہیں کر سکتی بلکہ حکیم نے اہل ترتیبان الفاظ کو زبان عربی سے لیا اور ہر لفظ کے متعلق ایک مستقل مفہوم منظور رکھا اپنی لغت وضع کی، پھر اس مفہوم کی تفسیر رسول خدا سے نہیں کر سکتا میں براہ راست کر کر ایک خاص ماحول پیدا کیا۔ جوں جوں اس ماحول کا اثر ناپید ہوتا گیا معانی بدلتے گئے۔ مگر ان الفاظ کا الٹی اور نیچی مفہوم بل تک قرآن کے اندر موجود ہے بشرطیکہ انسان اُس کے دریافت کرنے کی سعی گوارا کر سکے۔ انہی معانی میں کتاب حسب ترتیباً لکھی شئی (۱۱۹: ۸۹) اور تَقْصِيْلٌ مِّنْ كُلِّ شَيْءٍ (۱۱۱: ۱۱۱) اور فَصَّلْنَاهُ عَلَىٰ عِلْمٍ (۵۲: ۵۲) اور اَلْكِتَابُ مُفَصَّلٌ (۱۱۵: ۱۱۵) ہے اور اسی نقطہ نظر سے وہ سب تفسیریں اور موضوعی لغات سے بے نیاز ہے۔ اس حقیقت کے لیے کا ناقابل انکار ثبوت کتاب کی آئندہ مجلدات میں پیش کر دیا جائے گا۔ یہاں پر بدعا صرف نفس دعوے کی تعمین ہے۔ یہ معانی کے لحاظ سے سب انسانی لغات سے بے نیاز ہونا، اور اپنے دائرے کے اندر ایک محکم اور مبسوط مفصل اور مکمل، مشریح اور تفسیر پر کتاب ہونا ہی قرآن کے انسانی تصرف سے محفوظ ہونے کی دلیل ہے اور اسی لیے اس کی شان میں کہا ہے:

رَأَيْنَاكَ تَزُولُ اللَّيْلُ عَنْ النَّهَارِ ۚ وَرَأَيْنَاكَ تَحْفَظُونَ ﴿۱۱۵﴾ (۹۱)

لوگو! ہم ہی نے اس قرآن عظیم کو تم پر اتارا اور ہم ہی باوجود تمہاری سب جدت پسندی اور تغیر آرائی کے اس کے ظاہر اور باطن کی حفاظت کرنے والے ہیں، اور اسکے مطالب کو روئے زمین پر سے نابود ہونے سے محفوظ رکھیں گے۔

لوگ قرآن کے متعلق جو تشبیح چاہیں بنالیں، اس کی آیات کو نوڑ مروڑ کر جو مطلب جمیں نکال لیں، تاویل کے انبار کے انبار لگا دیں یا مکر کے طور پر بکھر دیں۔ مگر ان کے صحیح اور واحد معانی غور قرآن کے اندر موجود اور محفوظ ہیں، ایک ایک لفظ کی مکمل اور مفصل شرح انہی اوراق کے اندر ہے۔ قرآن کا ایک حصہ دوسرے حصے کی اور ایک جزو دوسرے جزو کی نمایاں تائید اور کامل تفسیر کر رہا ہے۔ نہ اس کو کسی فلسفے کی ضرورت ہے، نہ حکمت کی، نہ لغت اور نہ حدیث کی۔ وقت، حالت، موقع، زمانہ، مصلحت وغیرہ کا اسکے مطالب پر کچھ اثر نہیں پڑتا۔ اسکے کلمات صدق اور عدل پر ختم ہو چکے ہیں: وَكَذَّبَتْ ثَمُودُ بِكَلِمَاتِ رَبِّكَ صِلَاقًا وَعَدَّ لَدَاكَ مَبِيعًا ۚ لِّئَلَّا تُدْرِكَهُ الْبَازُ ۚ ﴿۱۱۶﴾ اب ان کے معانی کو، ان کے الٹی مفاد کو کوئی خارجی طاقت بدل نہیں سکتی کیونکہ خدا خود اس کا محافظ ہے۔ اسی نے اسکو اس قدر مفصل اور مکمل کر دیا ہے کہ اب اس کے الفاظ کے علاوہ مطالب بھی ابدالاً بذاتک محفوظ ہیں۔ انسان کا پارا نہیں کہ مکر و تاویل سے یا قیاس رائے سے ان میں تبدیلی پیدا کر کے خدا کو اپنا ہم آہنگ کر سکے! اللہ اللہ! کتاب خدا کے جان اور مکمل ہونے پر ایک وقت وہ کاشف غطا یقین تھا کہ روئے زمین کا مادی اعظم اور سالار نبی بار وفات سے چار دن پہلے شیخ کے عالم میں قلم دوات اور کاغذ طلب فرماتا ہے کہ ایک تحریر لکھ دے جسکے بواستہ مگر وہ جھٹے پائے، لیکن عرب کی اُس بہترین اُمت کا وہ اولو العزم امتی عہد فرماؤ اس فرماؤ کو سن کر ذرا نہیں گہرا تا اور طہستان قلب کے ساتھ کہہ دیتا ہے کہ ختم الانبیاء علیہ الصلوٰۃ والسلام کو رو کی شدت ہو جس کی وجہ سے بے ربط باتیں کر رہے ہیں ورنہ کتاب خدا تو ہمارے لیے ابدالاً بذاتک کافی ہے، اب یہیں کچھ شے بڑھانے کی نہیں رہی!



منجانب اللہ اور مکمل یقین کرتے ہوئے اس نتیجے پر نہیں پہنچ سکتے تھے کہ اسلام کے حقیقی محافظ نے قرآن کی آیاتِ بینات میں مسلمانوں کی حالتِ ضعیف کا ان کے عہدِ قوت کا، ان کے وقتِ جنگ کا، ان کے خوفِ حُرّان کا، ان کے دُورِ امن کا، ان کے انفرادی مقام اور اجتماعی حیثیات کا، الغرض ان کی دائمی بہبودی کا کامل دستورِ العمل جمع کر دیا ہے؟ کیا امن اور تہذیب، اجتماعی تقدّم اور علم، تغلب اور شکن، قضا اور قانون کا لائحہ عمل ڈھونڈتے وقت وہ اُن قطعی اور عام احکام کو پیش نظر نہیں رکھتے تھے جو مسلمانوں کو ہر ممکن حالت میں صراطِ مستقیم دکھانے کیلئے کافی تھے، اور جن میں شارعِ اسلام نے صاف صاف فرما دیا تھا کہ اللہ کا طریقہ معلوم کرنے کے لئے کلامِ الہی کی حکمت اور عظمت یکسر کافی ہے، بلکہ دینی اور دنیاوی سببِ ملامت کی بہترین حکمِ خدا کے عظیم کی یہی مفصل اور جامع مانع کتاب ہے!

اَفَغَيْرَ اللَّهِ ابْتِغَىٰ حَكْمًا وَهُوَ الَّذِي أَنْزَلَ إِلَيْكُمُ الْكِتَابَ مُفَصَّلًا وَالَّذِينَ ابْتَغَتْ  
الْكُذْبَ يَعْلَمُونَ ۚ إِنَّهُمْ مَكْذُوبٌ مِّنْ رَبِّكَ بِالْحَقِّ فَلَا تَكُونَنَّ مِنَ الْمُمْتَرِينَ ۝ وَتَمَّتْ كَلِمَتُ  
رَبِّكَ صِدْقًا وَعَدًا لَا مُبَدِّلَ لِكَلِمَاتِهِ وَهُوَ السَّمِيعُ الْعَلِيمُ ۝ وَإِنْ تُطِيعُوا أَمْرًا  
فِي الْأَرْضِ يُضِلُّوكُمْ عَنْ سَبِيلِ اللَّهِ إِنْ يَتَّبِعُونَ إِلَّا الظَّنَّ وَإِنْ هُمْ إِلَّا يَخْرُصُونَ ۝  
إِنَّ رَبَّكَ هُوَ أَعْلَمُ مِمَّنْ يُضِلُّ عَنْ سَبِيلِهِ وَهُوَ أَعْلَمُ بِالْمُهْتَدِينَ ۝ (۱۱۵: ۶-۱۱۸)

ان آیات الہی کے مطالب کی تشریح کا ایک حصہ صفحہ ۹۲ کے تحت لہن میں گزر چکا ہے۔ یہاں پر ایک دہا میں جو نہایت قابلِ غور ہیں، بیان کر دیتا ہوں۔  
اولاً: یَعْلَمُونَ (۱۱۵: ۶) اور السَّمِيعُ الْعَلِيمُ (۱۱۶: ۶) اور مَنْ يَتَّبِعُونَ إِلَّا الظَّنَّ (۱۱۷: ۶) اور أَعْلَمُ مِمَّنْ يُضِلُّ عَنْ سَبِيلِهِ (۱۱۸: ۶) کے الفاظ سے ظاہر ہے کہ یہاں پر قرآن مجید کی فضیلتِ علم بتلائی گئی ہے اور دعویٰ کیا گیا ہے کہ جو لوگ فی الحقیقت اس کتابِ عظیم کا علم رکھتے ہیں انکو یقین ہو چکا ہے کہ یہ کتاب اُس السَّمِيعُ الْعَلِيمُ یعنی بڑے سمع رکھنے والے اور بڑے علم والے کے پاس سے اُتری ہے۔ (۱۱۵: ۶) میں تِی اُن کے مفصل اور صریح علم ہو چکا دعویٰ تو (۱۱۶: ۶) میں اُس کے مکمل اور ناقابلِ بدلِ صادق اور عادل ہونے کا اقرار ہے۔ (۱۱۷: ۶) میں کہا گیا ہے کہ اس کتاب کا بتایا ہوا دستورِ العمل ہی سبیلِ خدا ہے اسلئے کہ صحیح علم پر مبنی ہے اور جو شے اس علم کے مخالف یا اسوے ظن ہے گمراہی ہی ہے کہ اس لائحہ عمل سے پرے ہٹا جائے اور اس علم کو نظر انداز کر دیا جائے۔ نہایت یہ ہے کہ اس غریبہ علم کو مستقل دستورِ عمل بنا لیا جائے۔

ان نکات کو پیش نظر رکھ کر (۱۱۶: ۶) اور (۱۱۸: ۶) کے مطالب کا تطابق صفحہ ۸۷ کے متن کی آیات (۵۳: ۲۸) اور (۵۳: ۳۰) سے ظاہر ہے۔ اور سبیل کے معانی عیاں ہو جاتے ہیں۔ گویا سبیلِ خدا وہ ہے جو علم سے حاصل ہو اور جو کلمہ سبیلِ صبر اور عفو سے حاصل ہوتا ہے اس لیے جو شے مشابہ اور جیسے سے حاصل ہو وہ سبیلِ خدا ہے۔ السَّمِيعُ الْعَلِيمُ خدا کا یہیجا ہوا کلام بھی علیٰ ہذا القیاسِ علم ہے۔ اور کس پر چلنا بھی سبیلِ خدا پر چلنا ہے۔

تو کیا یہ لوگ یہ چاہتے ہیں کہ میں (یعنی رسول) ماسوا خدا کے کوئی اور حکم تلاش کروں، اور تمہارے معاملہ کا قرآن کے ماسوا کسی اور کتاب کے مطابق فیصلہ کیا کروں، حالانکہ اس خدا نے تمہاری طرف شریعہ اور مبسوط کتاب بھی بھیجی ہے جس میں ہر طرح کی تفصیل موجود ہے۔ اور جن لوگوں کے لیے حقیقت ہم نے یہ کتاب بھیجی ہے وہ تو خوب جانتے ہیں کہ یہ خدا کی طرف سے ہے، اور حقائق عالیہ سے پر ہے۔ تو اسے پیغمبران کے لغو اعتراضات کو سن کر اس کتاب کے مفصل اور کامل معنی میں کہیں شک نہ کرنا۔ تمہارے پروردگار کے سب کلمات اس کتاب میں صدق و عدل پر ختم ہو گئے ہیں، اب کچھ بات کہنے کے لائق نہیں رہی، اور نہ اس کے کلمات کے صدق و عدل کو کوئی خارجی طاقت ہی بدل سکتی ہو، اور وہ خدا کے عظیم انسانی ضروریات کو بڑے سمجھے والا اور آئندہ احوال کا بڑا علم رکھنے والا ہے۔ اور اسے پیغمبرا اگر تو اس کتاب خدا کو چھوڑ کر اکثر ان کی چیزیں میں بستے ہیں، پیر دی کرے گا تو وہ تم کو خدا کے راہ راست سے ہٹکا دیں گے۔ یہ لوگ تو محض ظنیات کے پیچھے لگے ہوئے ہیں اور زنی انگلیں دوڑاتے ہیں، علم و یقین کا ان میں نام تک نہیں۔ تمہارا پروردگار ہی بہتر جانتا ہے کہ کون اسکے دکھائے ہوئے رستے سے ہٹکا رہا ہے اور کون صراطِ مستقیم پر ہے۔

وَقَالُوا لَوْلَا أُنْزِلَ عَلَيْهِ آيَاتٌ مِّن رَّبِّهِ قُلْ إِنَّمَا الْآيَاتُ عِندَ اللَّهِ وَلَئِنِّي أَنَا نَذِيرٌ مُّبِينٌ ۝ أَوَلَمْ يَكْفِهِمْ أَنَّا أَنْزَلْنَا عَلَيْكَ الْكِتَابَ يُتْلَىٰ عَلَيْهِمْ فِي ذَٰلِكَ لَرَحْمَةٍ وَذِكْرَىٰ لِقَوْمٍ يُفْقَهُونَ ۝ قُلْ كَفَىٰ بِاللَّهِ بَيِّنَاتٍ وَبَيِّنَاتُكُمْ شَاهِدَاتٌ يَعْلَمُ قَافِيَ السَّمَوَاتِ وَالْأَرْضِ وَالَّذِينَ آمَنُوا بِالْبَاطِلِ وَكَفَرُوا بِاللَّهِ أُولَٰئِكَ هُمُ الْخَاسِرُونَ ۝ (۵۲-۵۰:۱۲۹)

ان آیات الہی میں معترضین کی اس فرمائش کو کہ رسول خدا پر نشانیاں (یعنی معجزے) اترنے چاہیئے تھے، مسترد کر دیا گیا ہے اور کہا گیا کہ تمہارے خدا کے پاس ہیں، اور رسول تو تم کو اجتماعی ہلاکت سے ڈرانے کیلئے آئے ہیں۔ تماشہ دکھانے کیلئے نہیں آئے۔ آگے چل کر فرمایا ہے کہ یہ قرآن عظیم ہدایت خرد ایک آیت الہی (معجزہ) ہے کیونکہ لوگوں کے پاس اجتماعی تباہی اور اس کی بشارت (رحمتہ) لیکر آیا ہے اور اسکے وسیع سے مستقل عبرت (ذکر الی) حاصل ہوتی ہے۔ کیا یہ معجزہ کم ہے کہ تمہارے پاس ایک شخص (یعنی عیسیٰ علیہ السلام) رزوات کا کلام لائے جو آسمان و زمین کا کامل علم رکھتا ہو (وَلَعَلَّكُمْ مَعَانِی السَّمَوَاتِ وَالْأَرْضِ) لگتا ہو یا پھر قرآن کی فضیلت علم بتلائی گئی ہے اور اسی لحاظ سے اسکو تمام معجزوں سے برتر قرار دیا گیا ہے۔ جو نادان قرآن کو معجزہ ایسے قرار دیتے ہیں کہ اسکی شاعری اور فصاحت بیشمال ہے ان کے لیے یہ آیات از میں قابل غور ہیں۔ یہ نکتہ اور بھی واضح اسوقت ہو جاتا ہے جب ان آیات سے پیشتر کی آیت یعنی بَلْ هُوَ آيَاتٌ بَيِّنَاتٌ فِي صُدُورِ الَّذِينَ هُمْ أُولَٰئِكَ هُمُ الْخَاسِرُونَ (۵۲:۱۲۹) کو پیش نظر رکھا جائے۔ جہاں صاف طور پر فرمایا گیا ہے کہ یہ قرآن عظیم صاحب علم لوگوں کے سینوں میں روشن اور ناقابل انکار آیات (احکام) کا مجموعہ ہے۔

ان آیات کا آخری حصہ یعنی وَالَّذِينَ آمَنُوا بِالْبَاطِلِ وَكَفَرُوا بِاللَّهِ أُولَٰئِكَ هُمُ الْخَاسِرُونَ (۵۲:۱۲۹) بھی نہایت قابل غور ہے۔ یہاں پر معجزہ پر ایک نہایت خفیف اور حسنی خیر چوٹ کی گئی ہے اور کہا گیا ہے کہ معجزات کو دیکھ کر منکر کسی کو رسول خدا ماننا فی الحقیقت ایک ناپائدار اور غیر قائم قطعی اور وہی باتوں پر ایمان لانا ہے۔ اس کلام میں کہ بڑے سے بڑے معجزے کا اثر بھی مقامی اور وقتی ہی ہوتا ہے اور کچھ مدت کے بعد نکل اور باطل ہو جاتا ہے۔ یہاں

اور یہ جو عرب لوگ اعتراض کرتے ہیں کہ اس شخص پر روگہا کی طرف سے عجیب غریب نشانیاں  
کیوں نہیں اُتریں تو اسے پیغمبرِ اِرن سے کہہ دو کہ مجھے تو خدا ہی کے پاس، اور اُسی کے دستِ قدرت  
میں ہیں، اور میں تو صرف ایک عابدِ خدا سے ڈرنے والا اور احکام کو کھلے طور پر بیان کر دینے والا ہوں۔  
کیا ان لوگوں کے لیے یہ بات کافی نہیں کہ ہم نے تم پر کتاب اُتاری جو اپنے واضح کردیجاتی ہے، اور جس  
اُس قوم کے لیے جو اسکے حقائقِ عالیہ پر ایمان رکھتی ہو، رحمت اور نصیحت ہو۔ ان سے کہہ دو کہ میرے او  
تمہارے درمیان خدا گواہ ہے۔ وہ آسمانوں اور زمین کی سب باتوں کا علم رکھتا ہے، اور جو لوگ غلطی  
اور وہی، باطل اور غیر یقینی باتوں پر اعتقاد رکھتے ہیں اور خدا کے نافرمان ہیں وہی بالآخر گھٹائے میں ہیں۔  
اُدْعُ إِلَى سَبِيلِ رَبِّكَ بِالْحُكْمِ وَالْمَوْعِظَةِ الْحَسَنَةِ وَجَادِلْهُمْ بِالَّتِي هِيَ اَحْسَنُ طَرِيقَ  
رَبِّكَ هُوَ اَعْلَمُ بِمَنْ ضَلَّ عَنْ سَبِيلِهِ وَهُوَ اَعْلَمُ بِالْمُهْتَدِينَ (۱۶: ۱۲۵)

(یعنی تحت الممتحن صفحہ ۹۴) معجزات کی ماہیت سے بحث کرنے کا مقام نہیں اور نہ ان کے وجود سے انکار کرنا اس کتاب کا منہ نہایت نظر ہے۔  
یہ بحث غالباً تیسری جلد میں نہایت شرح و بسط سے کی جائے گی اور بتایا جائے گا کہ قرآن عظیم کی مقدار کم از کم اپنے عہدِ نزول میں معجزوں کو غیر ضروری نہ تھا  
ہے اور اپنی صداقت کا تمام اذعان اپنے علم اور حکمت کو قرار دیتا ہے۔ مگر سوت یہ ظاہر ہے کہ خدا کو جو رسول اور عوام کے درمیان گواہ نہیں لایا گیا ہے،  
﴿قُلْ كَفَى بِاللّٰهِ بَشِيرًا وَنَذِيرًا﴾ اس سے مقصود یہی ہے کہ یہ کتاب جو ان کے سامنے ہے محض علم ہے اور اُس ذاتِ پاک کی تائید ہوتی ہے  
جو آسمانوں اور زمین کا علم رکھتا ہے چنانچہ دوسری جلد ہے: ﴿قُلْ اَنزَلَهُ الَّذِي يَعْلَمُ السِّرَّ فِي السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ﴾ (۱۶: ۱۲۵) یعنی اسے پیغمبر اعلان کر دو  
کہ اس کتاب کو اس ذاتِ اور عالی تبار خدا نے اُتارا ہے جو آسمانوں اور زمین کے ہر شے کا علم رکھتا ہے۔ گو کیا گیا ہے کہ اس کتاب کو بطور خود جانچ  
تول کر دیکھ لو اگر اس میں وہ علم اور حکمت موجود ہے جو ہم کسی خدا کی بنائی ہوئی کتاب میں ہونے کے متوقع ہو تو اس کو مان لو، ورنہ رد کر دو۔ یہی تیسری  
صداقت کی دلیل ہے۔ میں محضوں سے اپنے آپ کو منوانا نہیں چاہتا۔ اور جو لوگ صرف محضوں کے ذریعے سے کسی کی سچائی کو آزمانا چاہتے  
ہیں اور نفسِ پیغام کو نہیں دیکھتے، یا جو سرے سے خدا کے منکر ہیں انہی کو نقصان پہنچتا ہے کیونکہ ہر کس ناکس کچھ نہ کچھ خرقِ عادت باتیں و کہلا  
سکتا ہے یا ذرا کر سکتا ہے کہ یہ جلی میری وجہ سے گری، یہ خط میری بددعا سے پڑا وغیرہ وغیرہ۔

آج چونکہ مسلمانانِ عالم نے قرآن کو اس نظر سے دیکھنا چھوڑ دیا ہے اور علم و مشاہدے کو چھوڑ کر باطل اور بے حقیقت باتوں پر ایمان لائے ہوئے ہیں  
اسی وجہ سے وہ گھٹائے میں ہیں ﴿اَوَلَيْكَ هُمُ الْمُخْسِرُونَ﴾ اور اس وقت تک میں گے جب تک حقیقت کو اپنا رہنما نہ بنائے گے۔

۴۔ کلامِ خدا کو بار بار ﴿اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ﴾ کہا گیا ہے جیسا کہ صفحہ ۵ کے تحت الممتحن کی آیات (۲۲: ۶۲)، (۱۵۱: ۲)، (۱۲۹: ۲) اور (۱۱۳: ۴) سے ظاہر ہے  
قرآن کے لیے ﴿هُوَ عَلَمٌ﴾ کا لقب بھی تین بار آیا ہے جیسا کہ صفحہ ۸۹-۹۰ کے تحت الممتحن کی آیات (۱۳۴: ۳)، (۵۷: ۱۵) اور (۱۱۸: ۱۱) سے ظاہر ہے۔ اس  
بنیادِ آیت کے مطابق صاف ہیں یعنی لوگوں کو اس تبارِ ان ہی کے دستورِ العمل کی طرف بلاؤ۔ کیونکہ خضرِ نبیہ علم و حکمت ہوئی کے باعث سبیلِ نبی  
یہی ہے۔ ماقبل کی آیات (۱۱۸: ۱۱) سے (۱۱۸: ۱۱) سے مطلب کا تقابلی بھی ظاہر ہو جن لوگوں نے اس آیتِ شریفہ کے پر معانی سمجھے ہیں کہ عوام کو حکمت (یعنی روشنی)  
سے، اور اچھی اچھی نصیحتیں کر کے اپنے پروردگار کی طرف بلا کر وہ ایک سطحی، لائینی اور غیر متعین بات کے پیچھے لگے ہوئے ہیں۔ اور اصلیت کے پونچھے  
کی سعی نہیں کرتے۔ ان کا مقصود صرف ﴿جَادِلْهُمْ بِالَّتِي هِيَ اَحْسَنُ﴾ کے الفاظ سے پورا ہو سکتا تھا۔ پھر کراہی ضرورت کیا تھی۔ مطلب یہ ہے کہ قرآنِ معصوم  
علم و یقین ہے۔ پس اسی کو نبیہ اور قرار دیکر سبیلِ خدا کی طرف لوگوں کو بلاؤ۔ یہ علم و یقین کی طرف سہمائی کرنا ہی سبیلِ خدا پر چلا تا ہے۔ دیکھو۔



طاق نسیان وریا کا وہ ناقابل فہم اور ناکاربر آرد و فربہ بن چکا ہے کہ اُس کے بارے میں ہمت حاضرہ کی غلط روی کو دیکھ کر عقل کا نپ اٹھتی ہے۔ اُسکی تعلیم و تہذیب کے اکثر تدعی آج کشور کشانی اور جہان بینی قوت اور امن، ہمکن اور تغلب کے سب اگلے اور شکر انگیز اربانوں کو پاؤں سے ٹھکر کر خوف و مسکنت، ذل و اساک اور عجز و خمبول کے عبرت انگیز ماحول میں، مجبوروں کے اندر بیٹھے، کبر و موت میں گن ہیں۔ اُسکی رواں تلاوت کو دارِ آضرت کی طلسمی کلید سمجھتے ہیں، اُسکو اکثر بھجارت اور چیتاں بنائے بیٹھے ہیں، کہیں اُسکو پڑیوں میں لپیٹ کر بیچا جا رہا ہے، کہیں اُسکے تعویذ بنکر گلے کا ہار ہو رہے ہیں، کہیں اُسکی خوب خوانی پیٹ کا ایندھن بن رہی ہے، کہیں خوش اعتقاد اسکو گہول گہول کر پی رہے ہیں، کہیں ستم ظریف پھونکیں مارا کر اڑا رہے ہیں، کہیں اُسکے اوراق میں کسی عظیم اسم کی تلاش ہے، کہیں سکورٹ رٹ کر بے اثر کیا جا رہا ہے، کہیں اُس سے مُردے کو ثواب پونج رہا ہے، کہیں خدا کو داد بخن مل رہی ہے، کہیں تحمین ہاشناس اور جاہل کی واہ واہ ہے، نہ غرض و مطلب سے بحث نہ مقصود سے سروکار ہے، نہ تعمیل پیش نظر ہے۔ اس کتاب جلیل سے لے دیکر اگر کچھ خندہ نور باہر تو یہی استعارے اور فالنامے ہیں، تمام اور ٹوٹے ہیں، فسونی اور سحری اعمال ہیں، اور اگر کوئی طبقتہ ان مہملک اثرات سے

۱۰ ایک استعارہ نامہ ہی قطع کا حال میں یہ سیری نظر سے گزرا ہے جسکو طالع اور ناشتر نے اپنی تجارت کو فروغ دینے کی غرض سے علامہ محی الدین ابراہیمی رحمہ اللہ (متوفی ۱۰۳۷ھ) اندلس کے مشہور فقیہ اور محدث، اور صاحب الفتوحات المکیہ کی طرف منسوب کیا ہے۔ اس طومار نویر میں حکم کے بارے میں، جس نے اپنی عمر میں ۲۸۹ کتابیں لکھیں، اور جو ظاہر یہ فرقے کا رکن کرکین شاکیا جاتا تھا، وفاق سے معلوم نہ ہو سکا کہ کس تکلیف مختصر رسالہ اُسکے قلم سے نکلا ہو مگر جرمِ مستشرق برکھن نے اُسکی سوچاں مروجہ تصانیف کی جو فرست دی ہے، اُسہیں اسکا کہیں مذکور نہیں۔ تاہم اُسکی بعض تصانیف کے مذاق کو پاکر جنہیں سے اکثر جفر اور دل، اور اعتقاداتِ دہیہ پر ہیں، عجب معلوم نہیں جو تاکہ یہ استعارہ نامہ بھی اسی عجب ایجاد شخص کے ہاتھ کا لکھا ہوا ہو لیکن مصنف کی ذات قطع نظر، جس مکر و فریب طالع صاحب نے اس رسالے کو عوام کی نظروں میں عجیب غریب ثابت کرنے کی سعی کی، جس مدیدہ دہنی سے اُسکی طلسمی جداول کو قرآن کا زندہ مجسمہ بنا دیا ہے، اور جو ادعا مصنف کی اسرار وافی خدا اور رسالے کی حقانیت کے بارے میں کیا ہے، اُسکا پہل کھل دینا لازمی ہے۔ مصنف نے اس رسالے میں ۲۳ جدولیں تیار کی ہیں۔ ہر ایک جدول میں ۱۶ خانے شرعاً غائب اور ۱۶ خانے ظاہراً جو باکینچہ ہیں۔ ہر قرآن کی پانچ حسبِ حال آیتوں کے نمبر لیکر یعنی وہ نمبر جن سے سائل کے مطلوب سوال کے جواب کا ہاں یا نا، سہ یا نحس، مخالف یا موافق ہونے کا اندازہ ہو سکے، ہر جدول کے ۱۶ خانے اس انداز سے پر کر دیے ہیں کہ ہر نمبر سے کا ایک ایک حرف علی الترتیب چارصل خانے چورس پانچویں خانے میں سما جائے۔ مثال کے طور پر پہلی آیت کے حرف خانہ نمبر ۱، ۱۱، ۱۶ وغیرہ میں، دوسری آیت کے حرف خانہ نمبر

نسبت محفوظ ہے تو اس میں مقاصد قرآن کے بارے میں ہولناک فتنہ راق ہے۔ ذہنی ویرانیاں اور غوغائے قیامت ہے، سطحی حقیقتیں اور لفظی تنازعے ہیں، تفریق آراء ہے، انتشارِ نظریہ، اشتتاتِ عمل ہے؛ ایسا تجلّہ شیعہ، اختلافِ قرآن، ایسا مجموعہ شعر و سخن قرآن، ایسا سحری اور طلسماتی جدول، ایسا کائناتی طباہی عمل، اُمت کے افراد میں کیا ہمتِ شمالِ مار اور کیا اتحادِ کار پیدا کر سکتا ہے انکی نظروں میں یہ اختلاف شکست ہی قرآن کی کھشیداریت ہے، بشارت اور رحمت ہے، نور و شفا ہے، عرب کی جاہلی عادتوں اور وہسی عقیدوں کا پُرانا خمیس مسلمانوں کی اعتقادی زندگی میں اس تیزی سے سرایت کر چکا ہے کہ اب اُن کے طرزِ تخیل سے اس اثر کو دور کرنا گوشت کو ناخن سے جدا کرنا ہے۔ آج دینِ تین کے باقی علم بردار اہل عجم بھی عرب کی ان روایات کے اعلا اور آیاتِ خدا کی تکذیب کے جُرم میں تیرہ سو برس کی خواب آور مملکت کے بعد رفتہ رفتہ اُسی موت و فنا کے گھاٹ اتر چکے ہیں جس پر اُن کے پیشوا اہل عرب کئی سو برس پہلے اترے تھے!

وَالَّذِينَ كَذَّبُوا بِآيَاتِنَا سَنَسْتَدْرِجُهُمْ مِنْ حَيْثُ لَا يَعْلَمُونَ ۚ وَأُولَٰئِكَ لَهُمْ عَذَابٌ كَبِيرٌ  
مَكِّيَّن ۝ (۱۸۲: ۴-۱۸۳)

لوگو! سن رکھو کہ جس قوم نے ہماری آیات کی تکذیب کی، جسے انکی حقیقت کے بلند مرتبے سے گرا کر جھوٹ بنا دکھایا ہم انکو نامعلوم طور پر آہستہ آہستہ ہر گھٹ کی طرف گھسیٹ لیا جائیگا اور کچھ مدت تک انکو ڈھیل بھی دینگے کہ خوب نیند کر لیں کیونکہ میرا ڈاؤ بیشک بڑا بچاؤا ہے۔

(بیتِ تختِ لہنت صفحہ ۹۷) ۱۷۱۲، ۱۷۱۳، ۱۷۱۴ وغیرہ میں، تیسری آیتِ خانہ نمبر ۳، ۸، ۱۳، ۱۸ میں علیٰ ہذا القیاس باقی دو آیتیں بھی باقی خانوں میں ہی تھیں۔ سے ہنری گئی ہیں۔ پراس جہل کو خوش اعتقاد و سائل کے سامنے رکھا حکم دیا گیا ہے کہ وہ انکسین سچ کر لے کسی خانے پر لگی رکھے اور اس حرف سے شروع کرے آگے اور پیچھے کے چار خانوں کو علی التواتر چکر کرے ف لکھتا جائے یہ سب حرف ظاہر ہے کہ اُن پانچ آیتوں میں سے کسی ایک آیت سچے ہونگے اس لایینی عمل کو دیکھ کر جو خوفِ شخص حیران رہ جاتا ہے کہ یہ کیا کرامت ہے جس حرف پر لگی رکھتے ہیں ایک قرآنی آیت نجاتی ہے اور ہمارے سوال کا جواب خود بخود دیدی ہے۔ استعارہ نامیں کل ۲۳ جدولیں موجود ہیں مگر طالع صاحب کے واضح ہے کہ تینیس کیا ایسی تینیس ہزار طلسمی جدولیں چشمِ بزمِ نون میں تیار ہو سکتی ہیں اور نہ صرف قرآن آیتوں سے بلکہ کوکب شامی کے ہر اشکوک سے بھی۔ یا مصنف کی اسرارِ دانی اور تقرب کا عقیدہ، سودا کی نسبت اس قدر کمزور یا کافی ہے کہ جس شخص نے اپنی عمر کے ۵۰ برس میں بالادِ وسطِ ہر برس چار کتابیں لکھی ہوں اُسکے زود نویس قلم سے بعض اوقات ایسی لایسنی تصنیف کا عمل جانا کہ کچھ عجیب نہیں۔

۵۰ برس میں ہم نے تکذیبِ آیات کے صحیح مفہوم کی ایک ادنیٰ صورت پیش کر دی ہے اور اشارہ کر دیا ہے کہ کسی حقیقت پر جھوٹ کا لباس ڈھونڈنا بھی تکذیب ہی ہے۔ اس تکذیب کا نتیجہ اکثر یہ ہوتا ہے کہ لوگوں کے دلوں میں اس حقیقت کے متعلق متذبذب عقیدیں و ایمان پیدا ہو جاتا ہے اور پھر رفتہ رفتہ اسکی تعمیل منعقد ہو جاتی ہے۔ یہ عقیدانِ عمل ہی صحیح معنوں میں تکذیب ہے جیسا کہ کچھ دیر بعد چل کر ظاہر ہوگا۔

مگر یونانی فلسفے اور عرب تخیل کے ان تمام مضمر ایمان، اور مخرب عمل اثرات کے علاوہ  
دنیا سے اسلام کو دائرہ عبودیت اور حلقہ صلاحیت سے حقیقی اور معنوی طور پر خارج کرنے، اور آج دریا  
زمین سے یکسر محروم کر دینے کا سب سے بڑا باعث وہ طریق اجتہاد تھا جو صاحب شریعت (علیہ الصلوٰۃ  
والسلام) کی وفات کے کچھ دیر بعد ہی اسلام میں شروع ہو گیا تھا۔ اس سمت تخیل نے جس سردھری نا شنائی  
اور بے دردی سے اسلام کے آباد اشیان کو بے رونق کیا، جس رعونت اور ستغنائے اسکی خانہ بزدازی  
کی، جو نقصان عظیم رفتہ رفتہ اور نامحسوس طور پر مسلمانان عالم کی علمی اور تمدنی، ذہنی اور اقتصادی زندگی  
کو پہنچایا، تاریخ عالم میں تخیل کی حیرت انگیز انقلاب اندیزی کی جسد مثال ہے؛ مگر اس اہم موضوع  
کے مطالب دلنشین کرنے کیلئے ایک مستقل اور طول و طویل بحث کی ضرورت ہے جو متن اولیٰ

۲۰ صفحہ ۸۷ کی آیات (۱۰۵: ۱۰۷) کی طرف اشارہ ہے۔

یہ بحث اس قدر طول و طویل ہے کہ غالباً آئندہ تین یا چار مجلدات سے پیشتر ختم نہ ہو سکے گی۔ اس میں بتدریج تمام اُس ممالک اور جمہورانہ تخیل کی  
تکذیب کر دی گئی ہے جسکے باعث اسلام آج محض اعتقادی اور نظری، لفظی اور رسمی شے کا نام بن گیا ہے، سعی و عمل سے اسکا خاتمہ و سلب  
نہیں رہا۔ سب اعتقادات اور معاملات عالم قول و خیال میں منتقل ہو گئے ہیں یا ان کے مقاصد و اغراض قطعاً بدل چکے ہیں اور فعل و عمل کے  
لائق کوئی شے نہیں رہی۔ یہ سکرۃ الارباح و دراصل آئینہ استخلاف (۲۲: ۵۵) صفحہ ۳۷ کے الفاظ 'اَمْثَلُكُمْ عَلَى الصِّلَاتِ' کی تفسیر ہی ہے  
اور آئینہ میں کلام الہی کے ایک معتبر حصے کے مطالب بھی عیاں ہو گئے ہیں صفحہ ۳۷ کے اُس عبارت آموز سوال کا جواب کہ آج یہ سو سو برس کے  
مسلمانان عالم کیوں وراثت زمین سے محروم کر دیئے گئے، اور مغرب کی بیدار قومیں کیوں انکی مستخلف بن چکی ہیں، نیز اس اثنا میں نظر انداز نہیں  
کیا گیا۔ جہاں جہاں موقع ملا ہے جو اب کی مختلف شقیں ظاہر ہوئی گئی ہیں حتیٰ کہ عنوان عمل کے اخیر میں (دعا تھا یا بچوں مجلد ہوگی) اس  
جواب کو ختم طے کر دیا ہے۔ اس مجلد میں باقی بحث صرف لفظ ایمان اور اسکے تکلف پر ہے۔ پھر انکی اہم شرائط کو پیش نظر رکھ کر ثابت کیا گیا ہے  
کہ اسلام کا واحد منہا سنے نظر کیا تھا۔ اسکا تمام دستور العمل کس مستقل نصب العین کے درپے تھا۔ وہ طبع نظر کیونکر حاصل ہوا تھا اور آج کیوں  
نظروں سے اوجھل ہو گیا ہے وغیرہ۔ مجلد کا آخری حصہ عبادات کی اساسی حکمت علمی پر مشتمل ہے۔ اسلام کے موجودہ ماحول میں یہی وہ اہم اور غریب  
جو دین اسلام کے ارکان خیال کیے جاتے ہیں اور انہی پر اعمال صالحہ کے الفاظ کا اکثر سلسلہ آجکل ہوتا ہے۔ اس بنا پر کتاب کے ابتدائی  
حصوں میں عبادات کے صحیح مفہوم کو وضع کر دینا انبہ معلوم ہوتا ہے۔

کتاب کا مستقل حصہ دراصل ایسی عنوان سے شروع ہوتا ہے جو آئندہ اوراق میں قائم کیا گیا ہے۔ مقدمہ کتاب میں صرف اُن دعاوی کو پیش کیا  
گیا تھا جو قرآن حکیم نے اپنے بارے میں کیے۔ قرآن کی تعلیم یا تجویز و تدبیر سے اُس حصے کو چنداں سروکار نہ تھا۔ آئندہ اوراق میں تقریباً پانچ جلدوں کے  
انداز کتاب آئی کی تعلیم پیش کر دیا جائے گی، اور ثابت ہو جائے گا کہ تاسیس جماعت کے متعلق قرآن کی تجویز و تدبیر کس در حکمت کا حصہ ہے، پس  
اور کس سمت و استقلال سے اُن دعاوی کی تائید کرتی ہے جو اس حیرت انگیز کتاب نے اپنے بارے میں علی الاعلان کیے۔ اس مجلد میں بالخصوص عبادات  
کی حکمت اور تاسیس جماعت کے چند اساسی اصول پر بحث کی جائے گی جیسا کہ گذر چکا ہے۔ باقی اصولوں اور بالخصوص معاملات اور عملیات پر



کی اعتقادی اور سیاسی زندگی، اور سران حکیم کے اجتماعی دستور العمل کے متعلق ہے۔

(مقیہ تحت اسٹن صفحہ ۹۹) بحث بعد کی چار جلدوں میں ہوگی۔ انہی جلدات میں ضمتا معتقدات کی حقیقت کا انکشاف کر دیا جائیگا۔ تین باپا جلدوں علم القرآن (معلومات)، تاریخ القرآن (ماجریات)، اور طریق عمل کے متعلق ہوگی جو اس کتاب کا آخری حصہ ہے۔

معلومات کی بحث کے ضمن میں اسلام کی موجودہ فرقہ آراہیت کا پل کھول دیا جائے گا۔ اور ثابت کر دیا جائے گا کہ ایک خدا، ایک رسول، اور ایک قرآن کے ہوتے ہوئے صراط مستقیم بھی صرف ایک ہی ہے۔ سب فرقہ بندی اور تشیع، اربہائیت اور غلط تخیل زہد، غلوئی الدین اور ملانی افراط و تفسیر طوطی وغیرہ وغیرہ کتاب الہی کے منشا کے نقیض اکثر عیاں کر دی جائے گی۔ دین اسلام کے جو پرے ماضی اور اکتسابی غلاف الٹ کر اسکو صحیح معنوں میں فقط الناس علیٰ ہکذا (۳۰: ۳۰) کا مصداق ثابت کر دیا جائیگا۔ یہ حقیقت کہنے اور سر نو منکشف کر دی جائے گی کہ اسلام وہ راہ عمل، وہ مذہب سہی و کار، اور وہ فطرۃ کاملہ ہے جس پر سطح زمین کا ہر فرد بشر بلا لحاظ ملک و ملت مجبور بلکہ مجبور ہی۔ اسی پر چکر ستراسرا من ہی، ذمی اور اجتماعی اس ہے، فردی اور شخصی اس ہے، اخروی اور دنیائی اس ہے۔ اُس سے دواہت کر ضعف و شکست ہی، قوموں اور امتوں کی شکست ہی، قبیلوں اور گروہوں کا انتشار ہے۔ الغرض دین الہی کو امت مسلمہ کے مختلف گروہوں اور پھیڑوں کے اعتقادی رنگے یکسر آزاد کر کے خدا کے واحد کی وحدت انگیز یک رنگی میں رنگ دیا جائے گا۔ اس نازک موضوع کی بحث و تجسس سے مفید نتائج برآمد کر نیکی نے اس امر کا عہد ان خیال رکھا گیا ہے کہ کتاب خدا کے طالب العلم کے اُن ذاتی جذبات کو جو وہ کسی فرقے سے متعلق ہونے کی حیثیت میں کسی عقیدے یا شخص یا طرز عمل کے متعلق اس کتاب کے کامل مطالعے سے پیشتر رکھتا ہو حتیٰ الوسع کم سے کم ٹھیس لگے، حقیقت کی طرف بتدریج اور بالذیل رہنمائی ہو، جو بات کہی جائے اسکی سند موجود ہو، محض سفلی جذبات کو بھڑکا کر راہ راست پر لانے کی بے سود سعی نہ کی جائے۔ اس دعا کو پیش نظر رکھ کر کتاب کی طوالت کا باعث ظاہر ہے۔ میرا مقصود ایک فرقے کو مرہونا، یا دوسرے کی توہین کرنا نہیں بلکہ حتیٰ الامکان اسلام کے سب رسمی ماننے والوں کو ایک مشترک اور صحیح راہ کی طرف انگشت نمائی کرنا ہے اگر جو کچھ میں نے کہا ہے حقیقت ہی تو ذہن خود بخود اس طرف مائل ہوگا، اسکے لینے کسی ناروا تر غیب یا غیر ضروری تشویق کی ضرورت نہیں۔

قارئین کتاب سے صرف اس قدر استدعا ہے کہ پندرہ جلدات کے رابطہ اور تسلسل کو ہاتھ سے نہ جانے دیں۔ کیونکہ ہر حصے کی بنا پر کچھ ثابت کیے ہوئے دعویٰ پر ہے اور کتاب کے سب پندرہ مباحث ایک سلسلے کی مختلف اور مرتب گڑیاں ہیں۔ اور ایک ہی نیچے کی طرف استقلال جاری ہیں۔ اگر تمام کتاب کے سب گذشتہ مطالب درج تدریس کے کسی مرحلے میں پیش نظر نہ رہے تو قرآن حکیم سے کوئی مدلل نتیجہ حسنہ نہ نکال سکتے ہو جائے گا۔ اس تصنیف کا سب سے اہم حصہ آخری جلدات ہیں جنہیں قرآن حکیم کی تمام تعلیم سے کمال تفتیش و تلاش کے بعد مستقل نتائج اخذ کیے گئے ہیں پہلے زہد امتوں کے تحفظ و بقا کیلئے ایک نئی طریق عمل مستند طرز کے مسلمانان عالم کو انکی حیات و موت کا آخری پیغام دیا گیا ہے!

سہ فطرت لا محالہ وہ شے ہے جس سے کسی فرد متنفذ کو کسی حال میں مغر نہیں اگر دین اسلام فقط الناس علیٰ ہکذا ہے جیسا کہ صفحہ ۳۰ پر دعویٰ کیا گیا ہے تو وہ بھی بلاشبہ وہ شے ہے جسکی تعمیل پر سطح زمین کا ہر شخص اس سطح مجبور ہے جس طرح کہ اپنی کسی اور فطرت پر اور جسکے برعکس چلنے کی فوری ضرورت نہیں یعنی طبعی طبعی ہے جس سے کسی اور فطرت سے باغی شخص کو اس دنیا میں ملتی ہے۔ ایک شخص اگر کھانا نہیں کتا یا کئی دن متعلق نہیں سوتا تو اسکا جلد مر جانا لازمی ہے۔ اس بات کہ کھانا اور سونا اس کی فطرت میں داخل ہیں اور فطرت سے باغی ہونے کی انتہائی سزا ملکوت ہے۔ پس اس مقام سے نظر سے دین اسلام بھی وہ طریق عمل ہے جس پر چل کر اس دنیا میں ہر جا امن مل رہا ہے جیسا کہ پندرہ اوراق میں چکر واضح ہوگا۔ وہ کسی رسمی کلمہ شہادت کا پڑھ لینا نہیں جیسا کہ اکثر مسلمان سمجھے بیٹھے ہیں!

مقدمہ ختم ہوا



# تکلیف ایمان منہائے سلام

وَأَنذِرْ لِّلْكَافِرِينَ لَئِنْ كُنْتُمْ تُحِبُّونَ الْدُّنْيَا لَسَوْفَ يَأْكُلُوا قُلُوبَكُمْ ۖ وَأَنذِرْ أَنَّهُمْ لَا يُؤْمِنُونَ (۱۳۸:۳)

اور تم ہی سب سے بڑھ کر ایمان والے ہو

متذکرہ صدر صحبت کے اُس حصے سے جو تبلیغ دین اور اعلان نبوت کے متعلق ہے، یہ امر واضح ہے کہ داعی اسلام کی بعثت اختلافِ ہل کے حق میں ایک منظرِ رحمت تھی۔ اعلیٰ کلمۃ الحق نے اعتقادات کے علاوہ، عرب کی مہینت اجتماعی میں ایک ناقابل یقین انقلاب پیدا کر دیا تھا۔ لغو توحید نے، اور اللہ کے برگزیدہ رسول کے خلقِ عظیم نے اہل عرب کے سینوں کو چاک کر کے، اُنکے دلوں کو چیر چیر کر، عداوتیں اور کینے نکال دیے تھے! پیغمبرِ برحق کی بے لوث ریا، اور وقفِ عمل زندگی نے بخل و حسد کے تنگ تاریک قلوب میں ایمان کا نور، اور اعمالِ صالحہ کی وسعت دیدی تھی! خلائے واحد کی ہستی پر محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کی ناقابل انکار شہادت نے ہر منقش کو اللہ کی حمایت میں آمادہ عمل کر دیا تھا! خدا کی حقیقت، اُسکی رحمتوں کے دریا، اُسکی حکمت اور علم کے سمندر، اُسکی لاناہتا بخششیں، اُسکی قدرت کاملہ، ساتھ ہی اُسکے عذاب کے طوفان، اُسکے زلزلے، اُسکی تہس نہس کر دینے

۱۴۰۰ صحبت حاضر کے مطالب خاص طور پر قابلِ غور ہیں۔ آئندہ مباحث، بلکہ ایک دور سے کتابچہ کی حکمت کو کاغذ سمجھنے کا اکثر دار و مدار اسی صحبت پر ہو گا۔ یہ سو برس کے انقلابِ تخیل کے بعد ایمان کی حقیقت کو از سرِ نو پالینا، یاد دل پائے کا صحیح کیفِ حال پیدا کر کے پیکرِ ایمان اور شاہِ خدا بن جانا آسان کام نہیں۔ مگر اس فقدانِ حال اور صورتِ اشکال کے باوجود قرآن حکیم کے اندامِ ایمان کی صحیح تصویر روئے نہائے سلام کی ناقابل انکار دلیل جو ہے۔ اسی بات کو پیشِ نظر رکھ کر جہاں جہاں اس صحبت کے اندر آیاتِ الہی میں ایمان کا لفظ آیا ہے الفاظ کو حلی حروف میں گھسیا کر کہ اس ناقابل تشبیح اصطلاح کی صحیح ماہیت سمجھنے میں آسانی ہو۔ اُسکی اہم قرآنی شرائط اور لوازم واضح ہوں اور ہر رفتہ رفتہ انسان کے ذہن میں اسکا تکلیف بیٹھتا جائے گی۔ اہم ہمارے کلام خدا کا طالبِ علم بطورِ فرد اس حقیقت کو بکسرے کا قائل ہو کہ سہمی دلائل کا جزو لاینفک کس انتہائی متکبر منہائے سلام کی حقیقت منور ہوا ہے ایمان کی

والی چٹخیں، اُنکی بجلیاں، اُنکھوں کے سامنے صاف نظر آگئی تھیں؛ اُس رب لم نزل کو جسکی عجیب شخصیت وہم کے محیط سے باہر اور امکان کے نقص سے بری ہے، احمد مرسل (علیہ الصلوٰۃ والسلام) کی حیرت انگیز شناسائی نے ہر شخص کے روبرو عیاں کر دیا تھا؛ مومنوں کے کانوں میں اسکی صدائیں بڑھ آگئی تھیں؛ اُنکی آنکھیں، اُنکے دل، اُنکے ہاتھ، اُس لامکان ذات کو اپنے گھروں کے اندر میدانوں اور حجروں میں، سجدوں اور دعاؤں میں آشکارا محسوس کر رہے تھے؛ وہی آسمان زمین، وہی چاند اور ستارے، وہی نزع و تخلیل، جو عرب کی ہموار اور غیر دلچسپ سرزمین میں ہر دم اُن کے پیش نظر رہتے تھے، اس جو یائے حق نبی کی دیدہ عبرت نگاہ کے باعث معرفت خدا کے سبکدوش بن کر رہتے تھے اور حقانیت کے بے پایاں مظاہر بن گئے تھے!

أَمَّنْ خَلَقَ السَّمَوَاتِ وَالْأَرْضَ وَأَنْزَلَ لَكُمْ مِنَ السَّمَاءِ مَاءً فَأَخْبَتْنَا بِهِ حُلُمًا أَيْنَ ذَاتُ الْهَجَرِ مَا كَانَ لَكُمْ أَنْ تُنْبِتُوا شَجَرًا هَٰذَا عَمَلُ اللَّهِ مَعَ الْعَالَمِينَ ۝ (۱۲۴: ۱۲۵)

لوگو! خدا اس پر تو غور کرو کہ آسمانوں اور زمین کو کس نے بنایا؟ اور آسمان سے تم لوگوں کے پینے پانی کس نے برسا یا؟ پھر اُسی پانی کے ذریعے سے ہم نے خوشنما باغ لگائے! لوگو! کیا تم میں طاقت ہے کہ اُنکے درختوں کو اگا سکو؟ اور کیا پھر اس حقیقت کے عیاں ہو جانے کے بعد اسو خدا کے کوئی اور قابل اطاعت اور الٰہی عبودیت رہ جاتا ہے! آہ یہ بے سہم لوگ ہیں کہ ناحق دوسری طرف جھکے ہوئے ہیں!

پتوں کی پس کھڑیوں میں، پرندوں کے پروں اور درختوں کے خوشوں میں صنّاع بے مثال تھے کا ہاتھ کام کرتا ہوا صاف نظر دلادیا تھا!

الَّذِينَ يَدْعُونَ إِلَى الطَّيْرِ مُصْحَرَاتٍ فِي جُودِ السَّمَاءِ مَا يُمْسِكُهُنَّ إِلَّا اللَّهُ إِنَّ فِي ذَٰلِكَ لَآيَاتٍ لِّقَوْمٍ يَعْقِلُونَ ۝ (۱۱۶: ۱۱۷)

کیا لوگوں نے پرندوں کے حال پر نظر نہیں کیا جو فضائے آسمانی میں سحر ہیں، اُن کو اڑنے وقت کون سنبھال رہا ہے اور کون سنبھالنے کی قیادت دے رہا ہے؟ جن لوگوں میں ایمان موجود ہے اُنکے لیے اس حقیقت میں بھی غور و فکر کی کئی علامتیں ہیں۔

فطرت کے بدیع مخلوق ظواہر اور مخیر العقول صنّاع کی طرف، کلام الٰہی کی اعتکاف ترغیب تحریر نے عرب کی طبائع پر گہرا اور ناقابل انحراف اثر پیدا کر دیا تھا!



دلوں نے اللہ سے وہ سچا لگاؤ پیدا کر لیا تھا کہ اٹھتے بیٹھتے ایک دنیاوی حاکم کی طرح اُسکے حضور میں سر پائے اور سچے اُسکی رحمتوں اور بندہ نوازیوں کے چشمہ راہ اور اُسکے قہر سے خوف زدہ رہتے۔ حضورِ قلب کی حیاتِ قراونچ اور قربِ رسول کے جرات آمیز اثر نے اُن کو اللہ کی رضا میں مصیبت سے قطعی بے خوف اور جان سے قطعی بے نیاز کر دیا تھا۔ اُن کے فلک شگاف حوصلے اور کوہِ فلک جبرائیں، اُس حاکمِ الحاکمیت کی خوشنودی اور حمایت میں ہر وقت پایہ رکاب رہتیں؛ وہ ایک اہل الغرض اور مشاہدہ دار نوکر کی طرح، اُس آہوں سے اوجھل اور جلیل القدرات کی خوشنودی کی خاطر، اُسکے ادنیٰ اشاروں اور حکموں پر چونک چونک اٹھتے، اور دوڑ دوڑ کرتے؛ وہ اللہ کے رعب و قار اور اُسکے جاہ و جلال کے آگے ہر انسانی منزلت کو بقدرِ قیمت، اور دنیاوی رعب و اب کو، سچ سمجھتے؛ وہ اپنے سچے مخدوم، اور مقتدر منعم کابول بالا کر نیسے دلوں میں جانوں کو تیلیوں پر رکھ کر قیصر و کسری کے دربار میں، اپنے خرقہ پوش اور اُمّی سفیر کا تنبیہی پر روانہ بے دہشک لیجاتے؛ وہ اپنے حقیقی آقا کا آواز بلند کرنے کی غرض سے جان، مال، اور تعلقاتِ نبوی کے انقطاع سے ایک لمحے کے لئے دریغ نہ کرتے؛ وہ ایک مزدور خوشدل کی طرح اللہ کے اس نیک نیت کی حمایت میں تلواروں سے کٹ، اور تیروں سے چھن جاتے مگر ہمت نہ ہارتے؛ وہ اُس کالی کالی والے رسول کی جانفروشانہ اطاعت میں موت کی آرزوئیں، اور قتل کی منتیں مانتے؛ وہ اللہ کی کبریائی اور جبروت کے بالمقابل ہر کیش کا غرور توڑنے کے لئے پہاڑ سے لڑ جاتے اور آسمان سے ہاتھ پائی کرتے؛ اُن کی مودبانہ خدمت اور فدا یا نہ عبودیت خدائے ذوالجلال کے وجود، اُسکی عالمِ آرا حکومت، اُسکی عالی مقامی

۴ سورہ مجادلہ میں ہے:

لَا يَجْعَلُ قَوْمًا يَقُولُونَ يَا لِلّٰهِ وَالْيَوْمِ الْآخِرِ قُلُوبًا مِّنْ حَادٍ اَللّٰهُ وَرَسُوْلُهُ وَلَوْ كَانَتْ اَبَاءَهُمْ اَبْنَاؤُهُمْ  
اَوْ خَوَلَاؤُهُمْ اَوْ عَشِيرَتُهُمْ اَوْ لِيْلِكَ كَتَبَ فِيْ قُلُوْبِهِمُ الْاِيْمَانَ وَاَلَيْكُمُ هُمْ يَرْجِعُ قُلُوْبُهُمْ (۲۲۱/۵۸)

اے مخاطب؛ جو لوگ خدا کے خدا ہونے پر ایمان لاتے ہیں، اور جو روزِ آخرت کی جس زاوئیر پر یقین رکھتے ہیں، اُن کو تو تم ہرگز نہ دیکھو گے کہ خدا اور اُسکے رسول کے مخالفین اور منافقان ہزاروں کے ساتھ میل جول کریں گے۔ وہ انکے پاس یا انکے بیٹے یا انکے ہمائی بنا، یا انہوں ہی کی عیون ہو یا ہی وہ لوگ ہیں جنکے دلوں کے اندر خدا نے ایمان کا گہرا نقش کر دیا ہے اور جو کونہی ناپید گناہ طاقت اور جہت کا ایک حصہ عطا فرما کر انکی روٹی پر رُوحِ خلد ہے۔

اسکی استقامت عہد، اسکی سطوت و جبروت، اسکے جبر و قہر کی وہ زندہ اور زبردست شہادت تھی جو ہر منکر کو قائل کر دیتی! اُن کی سزا پاسعی اور پلینِ عمل زندگی اللہ کی غلامی کو بہترین غلامی، اور اسکی چاکری کو مفید تر چاکری بنانے کی وہ بانگِ ہل اور وہ صیستِ ناقوس تھی جسے اقلِ قلیل مدت میں ایک سیہ کار اور بے حس عالم کو اللہ کی عبودیت پر متفقِ لعل کر دیا تھا!

وَكَذَلِكَ جَعَلْنَاكُمْ أُمَّةً وَسَطًا لِتَكُونُوا شُهَدَاءَ عَلَى النَّاسِ وَيَكُونَ الرَّسُولُ عَلَيْكُمْ شَهِيدًا ۚ (۱۲۳:۲)

اور اس تسلیم کی خواہش اور اسد کے رنگ میں رنگے جانے کے باعث (دیکھو آیہ ۱۳۸:۲) ہم نے تم سب کا ایک مرکز یعنی قبلہ اقرار دیکر تم عرب کو روئے زمین کی امتوں کا مرجع و مرکز بھی بنادیا ہے تاکہ تم اپنے حُسنِ عمل سے تمام دنیا کے سامنے خدا کے وجود کی گواہی دو، اور رسولِ خدا تمہیں اللہ کی گواہی دیتے رہیں

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا ارْكَعُوا وَاسْجُدُوا وَاعْبُدُوا رَبَّكُمْ وَافْعَلُوا الْخَيْرَ لَعَلَّكُمْ تُفْلِحُونَ ۚ وَجَاهِدُوا فِي اللَّهِ حَقَّ جِهَادِهِ هُوَ اجْتَبَاكُمْ وَمَا جَعَلَ عَلَيْكُمْ فِي الدِّينِ مِنْ حَرَجٍ ۚ وَاللَّهُ ابْرَاهِيمَ هُوَ سَمَّاكُمْ الْمُسْلِمِينَ ۚ مِنْ قَبْلُ وَفِي هَذَا لِيَكُونَ الرَّسُولُ شَهِيدًا عَلَيْكُمْ وَتَكُونُوا شَهِيدًا عَلَى النَّاسِ فَأَقِيمُوا الصَّلَاةَ وَآتُوا الزَّكَاةَ وَاعْتَصِمُوا بِاللَّهِ هُوَ مَوْلَاكُمْ فَنِعْمَ الْمَوْلَىٰ وَنِعْمَ النَّصِيرُ ۚ (۱۳۸:۲-۱۳۹:۱)

۱. وَكَذَلِكَ: کا ربط پہلے مضمون کے تسلسل سے ظاہر ہوتا ہے جو آیہ (۱۲۲:۲) سے شروع ہوا ہے۔ اس ربط کو ثابت کرنے کا یہ موقع نہیں مگر سورہ بقرہ کے ربط کا اظہار غالباً پانچویں جملہ سے پہلے ہو سکیگا۔

۲. شَهِيدًا عَلَى النَّاسِ: ہونے کے یہی معانی ہیں کہ لوگوں کو تمہارے اعمالِ افعال سے، تمہاری گمے و دواؤں تکلیف برداری سے، تمہاری خدمت گذاری اور ملازمت سے خدا کے خدا اور حاکمِ اعلیٰ ہونے کی سچی گواہی بجائے، وہ چشمِ خود دیکھ لیں کہ تم کسی ایسی جلیل القدر ہستی کے ملازم اور پابند ہو جو گو نظروں سے اوجھل ہے مگر اس کے ہونے اور مقتدر ہونے میں گمان نہیں یہی سچی و عمل آج کسی نیادی حاکم کی ملازمت اور اس کے موجود ہونے کی صریح بلکہ عینی شہادت ہے، خواہ وہ حاکم ہر دم لوگوں کی نظروں سے چھپا رہے اور عوام نے اسکو ایک لمحے کے لیے بھی چشمِ خود دیکھا ہو۔ جب تک ایک ملازم کسی آقا کے حکموں کی تعمیل میں مصروف ہے، اسکی خاطر انہی جان کو تکلیف میں ڈال رہا ہے، اور کسی دوسرے کے ہاں سے امید و اُمروں نہیں ہوتا، تب تک اس آقا کے ہونے کی عینی گواہی موجود ہے۔ کیونکہ کوئی شخص اپنے آپ کو بلا ضرورتِ محض و محن میں ڈالنا نہیں چاہتا۔ شہادت: یہیں کہ منہ سے اُشہدُ اَنَّ لَآ إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ، یا کوئی اور ایسا کلمہ پڑھ لیا جائے جیسا کہ آجکل کے مسلمان سچے بیٹے ہیں! جب تک ملازمت اور عبادتِ نعمانہ ہو گواہی، یعنی شہادت جسکا تعلق لامحالہ مشاہدے سے ہے، قائم نہیں ہو سکتی۔ یہی بات کمال کی نوعیت کیا ہو اسکی تشریح آگے چلکر خود کتابِ خدا کریم کی اس امر کا ثبوت کہ شہادتِ غلامی کی ہر آیہ (۱۳۵:۲) صفحہ ۲۰۲ کے الفاظ شَهِيدًا عَلَى النَّاسِ سے ملتا ہے۔

۳. عِبَادَاتِ کے قرآنی معانی آج صدیوں کے انقلابِ تحجیل کے بعد قطعاً خراب ہو چکے ہیں۔ عامۃ الناس نے بلا استثنا اس کے معانی نماز پڑھنا،

اسے وہ لوگو جو ایمان لے آئے ہو! اپنے خدا کے حضور میں عملاً جھکتے رہو، (اِذْ كُنْتُمْ) ، اُس کے سب احکام کے آگے تسلیم خرم کرو، (وَأَنِجُوا) ، اس کے سچے غلام بنے رہو، (وَأَعْبُدُوهُ) ، اور پہلے اور پسندیدہ خدا کا مومن بن گئے رہو تاکہ تم بالآخر کامیاب ہو جاؤ اور اپنی مراد کو پونہچو۔ اور اعلیٰ خدا میں کوشش کرو جیسا کہ کوشش کرنے کا حق ہے۔ اُس نے تم ہی کو اس مطلب کے لیے دنیا جہان کی امتوں سے انتخاب فرمایا ہے، اور تم ہی وہ لوگ ہو جن پر (تمہارے اپنے زعم میں) خدا نے اعمال و فرائض کے متعلق کچھ ناروا سختی نہیں کی۔ یہی دستور اہل تمہارے باپ ابراہیم کا تھا، اور اس ضد کی عملی غلامی، اور تسلیم کے نصاب عمل کو مد نظر رکھ کر ہی اُس نے اس سے پہلے بھی تم جیسے حکمران اور کارکن آدمیوں کا نام مسلم رکھا تھا، اور اب بھی تمہیں اُسی نام سے پکارتا ہے۔ اور یہ سب اس لیے کہ رسول تو خدا کے آقا سے نامدار ہوئے کی تمہیں گواہی دیتے رہیں، اور تم تمام جہان کے سامنے اپنے اعمال کے ذریعے سے خدا کے وجود کی زندہ شہادت بنو! پس ان سب باتوں کو مد نظر رکھ کر نماز پر قائم رہو، ہماری بارگاہ عالیہ میں پنچوتہ حاضر ہو کر اپنے اعمال کا حساب دو، اور ہمارے وجود کو دنیا پر ثابت کرنے کی خاطر قرآنی مال (الزکوٰۃ) بھی کیا کرو۔ اور اللہ کو مضبوط پکڑے رہو! وہی تمہارا آقا ہے، پر کیا ہی اچھا آقا، اور کیا ہی اچھا مددگار ہے!

قبولیت اثر، اور محسوسات قلب کے نتیجے و احیا کا فیہ محمد سعید اور وہ نکو کار زمانہ تھا جب کہ خدا کو خدا تسلیم کر لینا، اہل عرب کی نگاہوں میں آفتاب کی کرنوں اور متاب کی شعاعوں سے بھی عیاں تر

(بقیہ تحت المتن صفحہ ۱۰۵) لے لیے ہیں، اور ہر شخص چند بار ماتھے کو زمین پر گر کر کبے غل بخش اپنے آپ کو عابد قرار دیتا ہے۔ شامین غلطی علماء، فقہاء، جملہ سب کا غالب خیال عبادت سے نماز یا تسبیح گردانی ہی ہے، اور اگر کوئی شخص ذرا زیادہ وسیع النظری سے کام لیتا ہے تو باقی ارکان اسلام کو بھی داخل عبادت کر دیتا ہے یا حد سے حدی الحساب اور احسانا کہہ دیتا ہے کہ خدا کے لیے اٹھنا اور بیٹھنا بھی شامل عبادت ہے۔ یہی نہیں بلکہ قریب قریب ہر مذہب کی لغت میں یہ اصطلاح صرف دعایا نماز تک محدود ہو گئی ہے۔ پُرانی الہامی کتابوں کے متعلق تحقیق سے کچھ نہیں کہا جاسکتا کیونکہ ان کے الفاظ کے ہتھل کی کوئی سند موجود نہیں اور ترجموں میں الہامی الفاظ کی صورت، روح اور مطالب سب بگڑ چکے ہیں مگر قرآن حکیم کے اندر عبادت کا اصلی اور صحیح مفہوم اب تک موجود ہے بشرطیکہ اسکی آیات میں صحیح تدبر کیا جائے ان آیات الہی میں جو زیر بحث ہیں، "اِذْ كُنْتُمْ" اور "اَنِجُوا" اور "اَعْبُدُوا" کے مین الفاظ آئے ہیں اور اگر جیسا کہ کم از کم مجھے یقین ہو چکا ہو خدا سے زمین و آسمان کا کلام ہر قسم کے حضور و زاید بنے نتیجہ تکرار، یا شاعرانہ فصاحت سے قطعاً سیر ہے، اور اس کا ایک جملہ، ایک لفظ اور ایک حرف بھی اول بدل، پس و پیش، یا حذف نہیں کیا جاسکتا، تو اس نتیجے پر پہنچنا کچھ مشکل نہیں کہ "اِذْ كُنْتُمْ" اور "اَنِجُوا" اور "اَعْبُدُوا" کے الفاظ کے تین مختلف اور مستقل معانی ہیں جو شارح قرآن کے ذہن میں اس وقت تھے جب یہ آیت وحی کی گئی۔ ان کو نماز کا رکوع و سجود جیسے قریب المطالب یا مترادف معانی قرار دینا، یا زور بلاغت کا تکرار فرض کر لینا کلام خدا کی توہین ہے۔ کتاب خدا کے اس ابتدائی حصے میں اس حقیقت کی برہنہ

## وسطہ عمل بن گیا تھا! تعبت کی یہ شانِ ظہری، (وَاعْبُدُوا اللَّهَ) اور عصامِ خدا کا یہ الحافی، رنگ تھا

سلسلہ دیگر (۲۳: ۷۷) صفحہ ۱۰۵

(بقیہ تحت لمبتن صفحہ ۱۰۶) چنداں زور نہیں دیا جاسکتا کیونکہ کلامِ الہی کے الفاظ کے استقلالِ مطالب اور وحدتِ معانی کی مثالیں کثرت سے پیش نہیں ہوئیں، لیکن آگے چلکر جوں جوں اور شہادتیں ملتی جائیں گی یہ نکتہ عیاں ہوتا جائیگا۔ مسخِ حقیقت کے عنوان میں اس بات کا کافی ثبوت دے دیا جائے گا کہ فرضِ قرآن کے رُوسے سجدہ اور عبادت ایک تکلیف دل کی دو مختلف حالتیں ہیں اور اسی لیے بالاتزام علیحدہ علیحدہ بیان کی گئی ہیں۔ سبکو دے معانی بھی قرآنِ کریم میں مانتا گزرنے یا سر ہکا دینے کے نہیں، بلکہ اس سے مقصود تکلیفِ اطاعت اور صرف اطاعت ہی۔ اگرچہ مانتا گزرائیں اس کا ایک جز ہو سکتا ہے۔ مطیع شخص ممکن ہے اپنی اطاعت کے جوش میں مانتا بھی گزرتے مگر یہی مانتا گزرتے والا لازماً مطیع نہیں ہوتا۔ سورہ الرحمٰن میں ہے: وَالْجَنَّةُ وَالنَّجْمُ يَسْجُدُونَ (۵۵: ۶)، اور ستارے اور درخت سجدہ کر رہے ہیں۔ یعنی احکامِ خدا کی اطاعت میں مصروف ہیں۔ ظاہری سجدہ مراد نہیں اور نہ ہو رہا ہے۔ سورہ نحل میں ہے: وَلِلَّهِ يَسْجُدُ مَا فِي السَّمٰوٰتِ وَمَا فِي الْأَرْضِ مِنْ دَابَّةٍ (۱۶: ۴۹)، اور جو کچھ آسمان و زمین میں چلنے والی شے ہو خدا کے آگے سجدہ کر رہی ہے۔ یعنی اس کے قانون کی مطیع ہے۔ علی ہذا القیاس (۱۵: ۱۱۳) اور (۱۸: ۲۲) میں بھی مضمون ہے۔ سورہ آل عمران میں اہل کتاب کے متعلق کہا ہے: يَتْلُونَ آيَاتِ اللَّهِ أَنْتَاهِ الْيَتْلُونَ وَهُمْ لَا يُسْجِدُونَ (۳: ۱۱۳)، "یعنی راست کے اوقات میں احکامِ خدا کی تلاوت کرتے ہیں اور سجدہ کرتے ہیں۔" حالانکہ زمین پر مانتا گزرائیں کا طریق نما نہ تھا اور آج بھی نہیں۔ سورہ اعراف کے اخیر میں ہے: إِنَّ الَّذِينَ عِنْدَ رَبِّكَ لَا يَسْتَكْبِرُونَ عَنْ عِبَادَتِهِ وَيُسَبِّحُونَكَ وَلَهُ يُسْجِدُونَ (۷: ۲۰۶)۔ یہاں عبادت اور تسبیح اور سجدے کا وہی لغوی تکرار ہے، اور لفظوں میں تفریق کر دی ہے مگر ظاہر ہے کہ ان کے یہ معانی نہیں ہو سکتے جو آجکل لوگوں نے ان الفاظ سے لیے ہیں۔ کیونکہ مذکور ان کا ہے جو اس رُوسے زمین پر نہیں ہیں اور عالم ارواح میں بس رہے ہیں۔ سورہ نجم میں ہے: فَاسْجُدْ وَاقْبُدْ (۵۳: ۶۲)، یہاں بھی سجدہ اور عبادت کو لفظوں میں الگ کر دیا ہے اگرچہ تکلیف ہی اطاعت کا ہے۔ سجدے کا لفظ کلامِ الہی میں صرف وجہ ظاہری مانتا گزرنے کے معنی میں آیا ہے۔ ایک سورہ نحل میں ملکہ تسبیح کے متعلق: وَجَدْتُمْهَا قَوْمًا يَسْجُدُونَ لِلشَّمْسِ وَرَبِّهِمْ (۲۴: ۲۵)، یعنی وہ اور اسکی قوم خدا کو چھوڑ کر سورج کو سجدہ کرتے تھے۔ اور دوسری سورہ نجم سجدہ میں: لَا تَسْجُدْ لِلشَّمْسِ وَلَا لِلْقَمَرِ وَاسْجُدْ لِلَّهِ الَّذِي خَلَقَهُنَّ (۲۵: ۲۵)، مگر ان دونوں موقعوں پر صرف ایک واقعہ الامکان ظاہر ہے اس سے زیادہ کچھ نہیں یعنی لوگ سورج کے آگے مانتا گزرتے تھے یا عیشتِ فعل جو ترک کرتے ہو نہ کیا کرو۔ آیت (۱۴: ۳۵) سے تَسْجُدُوا اور تَعْبُدُوا کا الفاظ میں الگ ہونا بھی ظاہر ہے۔ اور مطلب یہ ہے کہ اگر تم فی الحقیقت خدا ہی کے غلام ہو، ان کُنْتُمْ اِنَاكُم تَعْبُدُونَ (۱۴: ۳۵) سے تَسْجُدُوا اور تَعْبُدُوا کے احکام کی تعمیل کر رہے ہو (اِنَاكُم تَعْبُدُونَ) اگر اسی کے مطیع اور اسی کے حلقہٴ بلوش بنے ہو (اِنَاكُم تَعْبُدُونَ)، تو اس ظاہری سجدے کو بھی جو شمس و قمر کے آگے کرتے ہو، چھوڑ دو، کہ یہ بھی کیفِ عبودیت کے منافی ہے۔ یہ رسم بھی خدا ہی کے آگے ادا کرو جس نے ان کو پیدا کیا ہے۔ گویا خدا نے عتدیل کے نزدیک ملازمت ایک آقا کی جنتیا کرنا اور سلام سلام دوسرے کو کرنا ایک لایقینی سی بات ہے۔ اگرچہ ایک شخص کے ظاہر سورج کو سجدہ کرنے اور درپردہ عابدِ خدا ہونے کے استثنائی امکان کو یہاں پر پیش ہی نہیں کیا گیا بلکہ اسکو اشارۃً تسلیم کیا گیا ہے۔

نکوع کا لفظ بھی جسکے معانی اصطلاحاً آج نماز میں گھٹنوں پر ہاتھ رکھ کر بجنے کے ہیں، قرآن میں ان معنوں میں نہیں آیا۔ اس کا قرآنی مقصود بھی اطاعت اور تعمیلِ احکامِ الہی ہے۔ سورہ مائدہ میں ہے: اِسْمَاعِيلُ وَالْحُكْمُ اللَّهُ وَرَسُولُهُ وَالَّذِينَ آمَنُوا الَّذِينَ يُقِيمُونَ الصَّلٰةَ وَيُؤْتُونَ الزَّكٰوةَ وَهُمْ رَاكِعُونَ (۵: ۵۵) یعنی اے ایمان والو! تمہارا دوست اور مددگار تو خدا ہی ہے (جو تمہیں قوت افزا احکام دے رہا ہے) اور اسکا رسول (جو تمہیں راہِ رست پر لے جا رہا ہے) اور باقی ایمان والے (جو عملاً ایک دوسرے کی مدد کر رہے ہیں)، اور یہ وہ لوگ ہیں جو نماز پر قائم رہتے ہیں، اور قربانی مال کرتے ہیں، اور قانونِ خدا کے آگے عملاً تسلیم خم کرتے ہیں (وَهُمْ رَاكِعُونَ)۔ یہ آخری الفاظ تفسیر کی ضرورت کے لیے (معاذ اللہ)

وَاَعْتَصِمُوا بِاللّٰهِ کہ رب العرش کی مقتدر حکومت دلوں کی ریسوں، عزائم کے رہنڈروں، اور اعمال کی شاہراہوں پر کیسے قائم ہو گئی تھی! سب عمل اُسی کے لیے وقف تھے، سب جدوجہد اُسی کی خاطر

م. وَاَعْتَصِمُوا بِاللّٰهِ کے یہی معانی ہیں کہ ہم دایم دیکھ رہے ہیں کہ اس عمل تعلق خدا سے قائم کرو۔ یعنی جس طرح کسی دنیاوی آقا سے غرضمندی اعتصام پیدا کرتی ہے اُن طرح بلکہ اس سے زیادہ اس احکام الحاکمین سے اعتصام پیدا کرو۔ اسی کیفِ عبودیت کو متن کتاب میں ”الحافی رنگ“ کے الفاظ میں ظاہر کیا گیا ہے۔

(تفسیر تحت آیت ص ۱۰۷) نہیں بڑھائے، اور نہ یہ ایک ہیودہ تصور ہے، بلکہ اللہ کے بندہ کی ہے اور جس میں رکوع لا محالہ شامل ہے بلکہ ”رکوع“ کے اصلی معنی بھی اطاعت احکامِ خدا ہی تھے یا کم از کم کلامِ الہی کی اصطلاح میں یہ تھے۔ ”رکوع“ بمعنی رکن نماز بعد میں لوگوں نے وضع کیا اور زبانِ زعمام اس قدر ہوا کہ اصلی معانی مخ ہو گئے۔ اب انسانی لغت اُس حقیقت کو منکشف کرنے سے عاجز رہی جیسا کہ ہم نے صفحہ ۹۱-۹۲ کے تحت آیت میں دعویٰ کیا ہے یہی بات: وَاقِیْمُوا الصَّلٰوۃَ وَالْاٰتِیٰتَ الْاٰمَیْمَہَ الزَّکٰوۃَ وَالْاٰتِیٰتَ الْاٰمَیْمَہَ الزَّکٰوۃَ (۱۲-۱۳) سے ظاہر ہے۔ یعنی الصَّلٰوۃ پر قائم رہو اور الزکوة کو دیا کرو، اور سب اہم یہ امر کہ قانونِ خدا کو تسلیم کرنے والوں کے ساتھ تم بھی تسلیمِ حکم کرو۔ سورہٴ مہلت میں مزید وضاحت کے ساتھ ہے: وَادْرِیْ اَقْبِلْ لِقٰوۃِ اَکْوَۃِ اَکْوَۃِ اَکْوَۃِ وَتِلْکَ اَیُّ حَیْثُ لَلْمَسْکٰتِیْنَ (۱۷۹-۱۸۰) اور یہ وہ لوگ تھے کہ جب ان کو کہا جاتا ہے کہ قانونِ خدا کے آگے ہٹ کر جاؤ تو اس کی تعمیل کرنے سے کترتے ہیں۔ تو لوگو! اُس دن ان جھٹلانے والوں کے حال پر افسوس ہے۔ گویا رکوع تسلیم نہ کرنا تکذیبِ پیغامِ رسل ہے۔

ان تمام آیات الہی سے جو قرآن سے جستہ جستہ لے لی گئی ہیں، ثابت ہو کہ قرآن کی لغت میں ”رکوع“، ”سجود“، ”عبادت“، ”تسبیح“ وغیرہ وغیرہ اطاعتِ خدا کے قلبی کیفیت کے مختلف مراحل اور مظاہر ہیں جس کا نتیجہ احکامِ الہی کی تعمیل ہی ہے، اس سے کتر کچھ نہیں، کوئی شخص صرف نماز کی رکعتوں کو سدا ادا کر کے یا تسبیح کے منکوں کو پیہر کر عبادتِ خدا نہیں بن سکتا، اگرچہ جو شخص فی الحقیقت اطاعت گزار ہے اُس کے لیے ان عبادت کو کیفیتِ دل اور وقت قلب کے ساتھ ادا کرنا اسی طرح طبعی ہے جس طرح کہ ایک غلام کا آقا کی شانہ روزِ خدمت کے ساتھ ساتھ سلام کرنا، یا احبابِ انبیاء و صلوات اللہ علیہم اجمعین کی شانہ ایک لڑکی فیصل ہے۔ پس یہ احکامِ خدا کی شانہ روزِ تعمیل کرنا ہی سچی عبادت ہی، اور اسی نقطہ نظر سے کسی کی عبادت کرنا فی الحقیقت اُس کی ملازمت اور تعبدِ خستیا کرنا ہی ہے۔ اسے ماسوا کہہ نہیں، عبادت کے یہ معانی کلامِ الہی کے قریب قریب ہر ورق پر ثبت ہیں اور اصل کتاب میں اس کی بیسیوں مثالیں آگے چلے گئی ہیں۔ سرورِ دو تین مثالیں اور پیش کر دی جاتی ہیں جسے حقیقت اور بھی عیاں ہو جاتی ہے۔ سورہٴ انبیاء میں ہے:

وَجَعَلْنٰہُمْ اٰیٰتٍ لِّیُّہٗذِیْنَ یَاۡمُرُوۡنَ اٰوۡدَیۡنَہُمَا فَعَلَ الْخَیۡرَۃَ وَالْاٰمَیْمَہَ الصَّلٰوۃَ وَالْاٰتِیٰتَ الْاٰمَیْمَہَ الزَّکٰوۃَ وَکَانَ لَنَا عَلَیْہِمْ اٰیٰتٍ (۳۱-۳۲)

اور لوگو! ہم نے ان کے لیے آیتیں بنائیں کہ وہ ان کی رہنمائی ہمارے قانون (یا حکم) کے کرتے رہے، اور ہم نے ان کی طرف ایک اور مفید جماعت کا مومن (الْخَیۡرَۃ) کے کرنے کی وحی بھی، اُن کو حکم دیا کہ الصَّلٰوۃ پر قائم رہیں، الزکوة کو دیتے رہیں۔ اور وہ

لوگ تو نماز گزار یا پند زکوٰۃ ہی نہ تھے بلکہ جنگ سے ہمارے اطاعت گزار بندے اور غلام بنے رہے (وَکَانَ لَنَا عَلَیْہِمْ اٰیٰتٍ)۔ (باقی)

ع. اکثر شاہین کلامِ الہی نے ”وَکَانَ لَنَا عَلَیْہِمْ اٰیٰتٍ“ کے الفاظ سے باجماعت نماز کا حکم مستنبط کیا ہے اور اس لحاظ سے رکوع کے معنی اسلامی نماز کے متعارف رکن کے لیے ہیں، نماز کے باجماعت ادا کرنے کے وجہ ازوم کے شخص کو احکام نہیں ہو سکتا جیسا کہ آگے چلے صفحہ ۱۲۸، ۱۲۹، ۱۳۰، ۱۳۱، ۱۳۲ پر واضح گویا جائیگا لیکن ان الفاظ کو باجماعت نماز ادا کرنے کی سند گروانا حتماً ناروا ہو کیونکہ رکوع کا لفظ رکن نماز کے معنوں میں قرآن میں کہیں نہیں آیا چنانچہ حضرت مریم کے بارے میں یہ آیت اس امر کا قطعی فیصلہ کرتی ہے: یٰمَرْیَمُ اقْنُیْ فِیْ ذٰلِکَ وَاجْعِلْیَ ذِکْرَکَیْ حَمَیْمَہُ الزَّکٰوۃَ (۲۳-۲۴) یعنی تے مریم، تم اپنے پروردگار کی کامل عبادت ہی کرتی رہو، اس کا حکم کے تسلیمِ حکم کرو (وَاجْعِلْیَ ذِکْرَکَیْ) اور قانونِ خدا کے تسلیمِ حکم کے ساتھ تم بھی کامل طور پر عبادتِ خدا کرو۔ حضرت مریم کو یہاں نماز باجماعت ادا کرنا حکم نہیں دیا گیا، اور نہ اسلامی رکوع ہیودوں یا عیسائیوں کا جزو نماز کہی ہو یا۔ اس پر طرہ کی عورت کے لیے نماز باجماعت ادا کرنا اسلام میں بھی فرض نہیں اگرچہ رسولِ خدا کی امت میں سورت کا مردوں کے پیچھے باندھ کر نماز ادا کرنا مذکور ہے۔ اس لیے غرض سے ہر نوع ظاہر کی کثرت اور تنوع اور ذکر کے مراء احکامِ خدا کی تعمیل اور کیفِ اطاعت کا پیکار کرنا ہی ہے اسے ماسوا کہہ نہیں۔



اور اسی کی راہ میں تھی، (وَجَاهِدْ فِي سَبِيلِ اللَّهِ حَتَّى تَمُوتَ) سب طاعت و تسلیم اُسی کی گواہی کے لیے تھی، (لِتَكُونَ أُمَّةٌ عَلَى النَّاسِ) داعی اسلام کی جاذب اقلوب صحبت اور حقیقت کشا شہادت (لِتَكُونَ)

۱۵ دیکبر ۱۲۲۲ھ: ۱۵ صفر ۱۰۵۰ھ ویکور ۱۲ دیکبر ۱۲۲۲ھ ۱۱ صفر ۱۰۵۰ھ

بقیہ تحت لہجہ صفحہ ۱۰۸) یہاں پر پہر عبادت اور الصلوٰۃ اور الزکوٰۃ کا لفظی تفرق ظاہر ہے۔ گویا عبادت وہ شے ہے جو نماز اور زکوٰۃ سے علاحدہ بلکہ بڑھکر ہے۔ اور یہ وہ عملی ملازمت، وہ اشتغال امر اور وہ مشابہت و نغز چاکری ہے جس کے لیے کسی وقت یا عبادت کی تسبیح نہیں ایک اور جگہ نبی علیہ اسلام کے مکالمے میں عبادت اور الصلوٰۃ کے فرق کو اور بھی نمایاں کر دیا ہے: (يَا أَيُّهَا النَّبِيُّ إِنَّ اللَّهَ لَدَلَّكَ أَنَا كَأَعْبُدُ فِي وَأَقِيمُ الصَّلَاةَ لِيَا كَرِيْمًا) یعنی اے موسیٰ! اس میں شک نہیں کہ میں ہی مالک زمین و آسمان ہوں، میرے سوا کوئی حاکم اعلیٰ نہیں، تو تم میری ہی عبادت اور ملازمت اختیار کرو، اور میری یاد اور غائبانہ خوف دل میں رکھنے کے لیے (لِيَا كَرِيْمًا) الصلوٰۃ پُر قائم رہو یعنی احیائے مسیحہ حضور میں حاضر رہی ہو اگر وہ گویا عبادت ایک غائبانہ تعمیل احکام ہے اور الصلوٰۃ اس غائبانہ خدمت کے جذبے کو محسوس رکھنے کے لیے بالمشافہ اسلام سلام اور حاضری ہے۔ لیکن سورہ مومن میں عبادت کا قرآنی مفہوم ان سے بھی عیاں تر ہے:

لَقَدْ أَرْسَلْنَا مُوسَىٰ بِآيَاتِنَا وَسُلْطٰنٍ مُّبِيْنٍ إِلَىٰ فِرْعَوْنَ وَمَلَئِهِ فَاسْتَكْبَرُوا وَكَانُوا قَوْمًا عٰلِيْنَ ﴿٢٤٠﴾  
فَقَالُوا أَآتٰنَا مِنْ لَدُنْكَ بَشَرًا مِثْلَآءِ فِرْعٰوْنَ وَمُلْكُهُمَا لَنَا غِيْبٌ وَّآءِ ﴿٢٤١﴾ (۲۴۰-۲۴۱)

پہر ہم نے موسیٰ اور ہارون لکھے بھائی کو اپنے احکام (یا آیتیں) اور ایک سُلْطٰنِ مُّبِيْن کی روشن شہادت (سُلْطٰنِ مُّبِيْن) اپنی طرف سے دیکر فرعون اور اُن کے حاشیہ نشینوں کی طرف بھیجا۔ وہ لوگ انکو دیکھ کر گئے، اور وحییت وہ تھے بھی سرکش اور غرور و لوگ جو شیخی میں انکر کہنے لگے کہ کیا ہم ان اپنے جیسے دو آدمیوں کو بنا رہے ہیں ان میں حالانکہ انکی حیثیت یہ ہے کہ انکی قوم ساری کی ساری ہماری غلام ہے (لَنَا غِيْبٌ وَّآءِ) ہماری چاکری اور خدمت گداری میں دن رات لگی ہے (لَنَا غِيْبٌ وَّآءِ) ہمیں ہمارے زیر اثر ہے (لَنَا غِيْبٌ وَّآءِ) ہماری محتاج اور دست نگر و لگتا غیْب وَّآءِ) ہماری نظروں میں خوار و ذلیل ہے (لَنَا غِيْبٌ وَّآءِ) ہمارے آگے اٹھ جڑتی اور پاؤں پڑتی ہے (لَنَا غِيْبٌ وَّآءِ) ہمارے دست شفقت کی آرزو مند ہے (لَنَا غِيْبٌ وَّآءِ) ہماری دی ہوئی روٹوں پر گناہ کرتی ہے (لَنَا غِيْبٌ وَّآءِ) وغیرہ وغیرہ۔

گویا انرو سے قرآن عابد وہ شخص ہے جسکی ہیئت کذاتی بعینہ وہ ہو جو فرعون ہے پیشتر نبی اسرائیل کی فرعون کے ماتحت رہ کر قرضی یا جو کشتہ مشرقی اقوام کی یورپ کے دست ظلم سے آجکل ہے۔ نبی اسرائیل کے مظلوم فرعون کے محلات کی تعمیر کے ضمن میں ہزاروں من پیچہ لہے ہوتے پھلکروں میں لائے جاتے تھے، اُنکی انفس بھی گاڑیاں میلوں تک ٹانپ ٹانپ کر کھینچتے تھے، اُن کی ہیکٹات کو پالکیوں میں اٹھا پھرتے تھے، اُن کے سروں پر پتہ بیاں لگائے دم بخود چلے جاتے تھے، اُن کی سیاریوں کے ساتھ ساتھ دوڑتے تھے، ہزاروں میں شیانہ روز خشت سازی اور جنگلوں میں ہتھیاروں سے کھنڈ کرنا ان کا آبائی پیشہ تھا، چمڑے کے گندھے ہوئے کپڑے اُن کے بدنوں کو لہو دمان کر دیتے تھے۔ وہ ان کی ضرب سے سرکوں اور چہرا ہوں پر بے ہوش و حواس گر پڑتے۔ لیکن باو شہادت کے رب جلّال کے آئے اُن تک نہ کر سکتے تھے۔ اُن کے چہرہوں سے پیوند کیے ہوئے تھہر اور سکنت کے سیاہ کیے ہوئے بدن فرعون کی عبادت اور طاعت کی غلامی، حکم شاہ اور عبادت گداز تعلق بشر اور قہر خدا کی وہ عبرت انگیز شہادتیں تھیں جو ہر صاحب نظر کو کپکپا دیتی تھیں۔ اس تہذیب میں سدیوں کی عادت اور رواج کے باعث استدراج و بھٹکات تھے کہ اس تہذیب و قوم کی خدمت میں دن رات لگے رہنا انکی نظروں میں عین سعادت تھا۔ فرعون مصر اُن کو بلالہ کر کے اپنے آگے اتھانہ میں رگڑا اتھانہ اور نہ منہ سے رسوا اپنے آپ کو خدا کا کرتا تھا بلکہ ہی تعلق اور تعجب مدوہ جبری عبادت تھی جو نہاد رسی جہد میں او زبانی دعویٰ سے بڑھ کر تھی، اسی کے ضمن میں حسب موقع اتھے بھی رگڑے جایا کرتے تھے۔ بتیں اور فریادیں بھی ہوا کرتی تھیں، جسیند فریش نین بن جاتی تھیں، آرام کی پردا نہ رہتی تھی، جان کو جو کمپ میں ڈال کر قافوس کو خوش کیا جاتا تھا۔ یہی طریقہ عمل بعینہ آج ہر شرفی قوم کا لہ لہا غیْب وَّآءِ کی جھلک کی ضمیر سے بھی ظاہر ہے کہ نبی اسرائیل صلی اللہ علیہ وسلم کے عابد تھے بلکہ تمام ہی قوم کی خدمت میں گئے۔ تھے سجدہ کا رواج و عبادتیں۔

الْمُسَوَّلُ شَهِيدًا عَلَيْكَ) نے عالم ارواح کے شاہد مہر نزل پر سے نقاب الٹ کر خدا اور بندوں کے درمیان آقائی اور غلامی، حاکمی اور محکومی، حسن و عشق کے انداز پیدا کر دیے تھے! (هُوَ مَوْلَاكَ)

۱۵ دیکھو (۷۸:۲۲) صفحہ ۱۰۵۔ ۱۶ ایضاً صفحہ ۱۰۵۔

(تفسیر تحت اہل صفحہ ۱۰۹) شیوہ عبادت ہے، اور جس فرد یا قوم کے طریق عمل میں خدا سے زمین و آسمان کے بارے میں یہی شیوہ عبادت اور یہی انداز عشق ظاہر ہو وہ "اعْبُدُوا اللَّهَ" (۷۷:۲۲) کے الفاظ کا صحیح مصداق ہو سکتی ہے۔ عبادت کے اسی انداز عمل کو پیش نظر رکھ کر اصل کتاب کی زیر بحث آیت (یعنی ۷۷:۲۲) کے بعد "وَجَاهِدُوا فِي اللَّهِ حَقَّ جِهَادِهِ" کے الفاظ آئے ہیں یعنی "اس رب زمین و آسمان کی خدمت اور اعلا میں وہ وہ کوششیں، وہ وہ حکم واریاں، وہ وہ ایثار اور تکلیفیں اٹھاؤ جو اتنے بڑے آقا کے شاہان شان ہوں!" عبادت کا یہی مفہوم آیہ "وَمَا تَعْبُدُونَ إِلَّا اللَّهَ" (۷۷:۲۲) کے الفاظ کا صحیح مفہوم کیا ہے۔ اب سوال صرف یہ رہتا ہے کہ اگر عبادت یہ ہے تو رکوع و سجود یعنی "الْكَفُّ وَالْإِجْتِدَادُ" (۷۷:۲۲) کے الفاظ کا صحیح مفہوم کیا ہے۔ اسکی تشریح بھی نبی اسرائیل کی عبادت کی تحویل بالا تفصیل میں ضمنا ہو گئی ہے مگر فرما زیادہ وضاحت پیش نظر ہے۔ بغرض مندی اور احتیاج شوق انعام اور خوف سزا ہی وہ چیز ہیں جو ہر عبادت کی محرک اول ہیں۔ انہی کے ہوتے اطاعت خود بخود پیدا ہو جاتی ہے، اطاعت کے ساتھ ساتھ رکوع و سجود کا پیدائش بھی لازمی امر ہے۔ جب تک کسی نعم کے انعام کی امید لگی ہے یا اسکی سزا کا خوف باقی ہو، اس کے آگے بڑھتے رہنا، اس کے پاؤں پڑنا، اسکی خوشامد اور اطاعت کرنا قطعی ہے۔ یہی رکوع و سجود کا سچا کیفیت حال ہے۔ اور اسی نقطہ نظر سے رکوع و سجود اسلامی نماز کا جزو لاینفک بھی ہے۔ ہم و امید کا وجود عبادت، یعنی تعلق اور ملازمت از خود پیدا کر دیتا ہے۔ اور اسی عبادت کا ایک ادنیٰ جز رکوع و سجود ہے۔ لیکن نماز میں رسماً ہاتھ باندھ لینا یا گھٹنوں کے بل گر پڑنا نہ عبادت جو نہ رکوع۔ جب تک خوف رہا کا بھی تعلق اصل اتنا موجود نہ ہو اور اگر ذہن رسماً نہیں بلکہ عملاً بلکہ جبراً خدا کے آگے ٹھکیں۔ اسی کیفیت کو پیش نظر رکھ کر سورہ انبیاء میں ہے: "وَيَذَرُونَا ذُكُلًا وَرَهَبًا" (۹۰:۲۱) یعنی وہ لوگ ہمیں ہم درجہ سے بلا کر تھکے تھے اور اسی لیے ہماری مدد گاہ میں عاجز بن کر آتے تھے۔ "قَوْلُ الْفُلِيِّ" کے عرب کی یہی کیفیت دل ہم نے اہل کتاب میں ظاہر کی ہے (دیکھو صفحہ ۱۰۴) اور یہی ایمان کا جزو لاینفک ہے۔ یَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا اذْكُرُوا اللَّهَ عِبَادَتِهِ سَاعَاتٍ مِّنْ حِينٍ مِّنْ حِينٍ (۱۰۴) دیکھو صفحہ ۱۰۴۔

عبادت خدا کے صحیح معانی آج یہاں تک سب سے پہلے یہ کہ دنیا کا کوئی ایک مذہب بھی اس کے اصلی یا خدائی مفہوم پر عمل کرتا ہوا نظر نہیں آتا۔ نہیں بلکہ جعفر کوئی مذہب قدیم تر ہے اسقدر اسکی عبادت ایک لفظی اور رسمی، بے نتیجہ اور بے معنی شے بن گئی ہے حتیٰ کہ کسی نماز کے بقیہ آثار بھی مروت کے باعث قطعاً بے حقیقت اور مفہم خیر بن گئے ہیں۔ وحشی اقوام میں جگہ مذہبی محسوسات متہون اقوام کے معتقدات باقیہ سے نسبت قدیم تر ہیں، نماز یا عبادت کا کوئی مستقل تخیل حتماً باقی نہیں رہا۔ افریقہ اور آسٹریلیا کی بعض وحشی قومیں بظاہر اس گتے سے متشبی نظر آتی ہیں مگر ان میں بھی نماز کا تخیل کسی مٹی کے بت کے گردا گرد ناپسند یا با آواز بلند نام پکارنے تک محدود ہو اگرچہ خدمت جن عبادت کے خیال سے قبروں کے اندر لگ جلا نا اور پانی، میوے، اور مٹیوں کے چڑھاوے چڑھانا بھی کہیں کہیں مروج ہو۔ ہندوؤں میں عبادت خدا کسی دیوی کی سورتی پر پہول چڑھانے یا خوراک اور مال کی قربانیاں کر کے ستر اور فہر نماز کا تخیل اس کے ہاں چھوٹا بگڑتے صرف ایشنان کرنے، تشقہ لگانے، اٹھا ٹھیکنے، ہاتھ جوڑنے اور مندروں کے اندر گھسنے بجائے تکہ گیا ہے۔ ہندو مذہب جسکی عبادت اور صلہ کے تخیل میں آج کوئی مابہ الامتیاز قائم نہیں رہا اور جو کسی زمانے میں آریہ مت کی اصلاح کے لیے آیا تھا، اسی انقلاب کا شکار ہو چکا ہے۔ اسکی نماز آج صرف ایک چرخ کے گھمانے پر ختم ہے! جعفر چکر چرخ کو دینے جاتے ہیں اسقدر زیادہ موثر یا بہتر نماز ہو جاتی ہے جتنی کہ بڑے بڑے ہیکلوں میں اس چرخ عظیم کو گھمانے کے لیے آبی کلیں اور پرن چکیاں استعمال ہوتی ہیں! خود عرب اور انالی تکہ کا قدیم

دلوں میں ارادت کے اُسی کارکن جوش کی خوش آئند غلش، اور سینوں میں تعلق کے اُسی غرضمند شوق کی دل آویز لگن راکرتی تھی۔ مومنوں کے توجہ طلب اور رشک آشنا قلوب میں، شاہدِ نشانی

(بقیہ تحت المثنیٰ صفحہ ۱۱۰) ابراہیمی مذہب خدائے ذوالجلال کی علی عہودیت اور اس کے احکام کی مفسر و شانہ اطاعت سے ہٹتے ہٹتے اس قدر لغو اور بے معنی شے بن گیا تھا کہ خانہ کعبہ کی نماز صرف سیٹیاں اور تالیاں بجانا ہو گئی تھی۔ سورۃ انفال میں وَمَا كَانَ صَلَاتُهُمْ عِنْدَ الْكِبْتِ وَالْمُكَاذِبِ وَلَا تُصَلِّي لَهُ فَنُفُّوا الْعَنْ اَبِیْہَا كُنْتُمْ تَكْفُرُونَ (۳۵: ۸) کا اشارہ اسی لابیٰ نماز کی طرف ہے اور بصراحت تمام کہ وہ یہاں کہ نماز کی ابراہیمی کیفیت کو نسخ کر دینا کفر اور ہلاکت کے مترادف تھا۔ یہود و نصاریٰ کے مذہبی حلقوں میں عبادت اور نماز اصلاً اور عملاً ایک ہی شے سمجھی جاتی ہیں، اور زیادہ تر گیت گانے، ارغنون بجانے، یا حد سے حدو عظم سننے اور تسبیح پیرنے، یا نوازۃ و تاجیل کے سربوب کی رواں تلاوت کرنے پر مشتمل ہیں۔ اگرچہ عبادت یعنی خدمتِ خدا کا اظہار سبکیوں اور کلیساؤں میں خوشبودار چیزیں جلاکار، شمعوں کو قربانگاہ کے گرد اگر روشن کر کے، یا اسقفوں کی مقرر کردہ رسوم کو بصحت تمام ادا کر کے کر دیا جاتا ہے۔ اسلام کے اندر اگرچہ نماز کی ظاہری شکل و صورت میں اس کے جدید ترین مذہب ہونے کے باعث (فرقہ بند لوگوں کے جزوی اختلاف سے قطع نظر) قابل ذکر تبدیلی پذیر نہیں ہوئی مگر اس کے مقاصد و اغراض اس قدر نسبتاً مندرجہ ہو چکے ہیں کہ الصلوٰۃ اب صرف ایک رسمی اٹھک بیٹھک کا نام رہ گیا ہے جو ہر نماز گزار کو تبتاً صحت اور التزام سے ادا کر دینا ہے اور سب کو خدمتِ خدا کا جزو عظیم شمار کرتا ہے۔ گویا جہاں خدمتِ نفس اور عبادتِ حکام، تعلق اولاد اور تعبد مالِ جاہ میں دن رات ایک کر دیئے جاتے ہیں وہاں خدمتِ خدا کے لیے ہی دو ایک سجرے کر دینا کا عظیم 'ادب' اگر گراں، بن چکا ہے جو عجم و رجا کا تکلف دلوں سے محو ہو کر خدا پر احسانِ امتنان کی صورت پیدا کر گیا ہے۔ ارضی حاکموں اور نفسانی تہوں کی عملی عبادت و رگاہ خدا میں شیعہ کو حتمتِ نابینا بن کر چکی ہے، اور اسی لیے یہ پچھو قہ بیگار طبقہ بڑی محسوس ہو رہی ہے۔ لیکن جب خوف کے سختی، اور رجا کے سزاوار ارضی خدا بن چکے ہوں تو رب زمین و آسمان سے استعانت کی ضرورت کیوں باقی رہے اور تپا خشوع و خضوع کیونکر پیدا ہوا سو فہم و فہم؟

وَأَسْتَغِيثُ إِلَىٰ الصَّبْرِ وَالصَّلَاةِ وَآلِهَا لِكَيْبَرَةٍ ۖ أَلَا عَلَىٰ الْخَلْقِ عَيْنٌ (۲۵: ۱۲)

اور لوگو! اپنی مشکلات اور مصائب کا مقابلہ کرنے کے لیے استقلال سے طلبِ عانت کیا کرو اور ساتھ ساتھ نماز میں کھڑے ہو کر خدا کے حضور میں بھی گڑگڑو کہ اصلی حلال مشکلات اور سببِ الاسباب ہی ہے ادبِ نماز تو ان لوگوں کے سوا جن کا تمام تعلق ہم سے وابستہ ہو چکا ہے (الخلعین) جن کا سبب ہم درجہ ہم ہی ہے (الخلعین) دیکھو آیت (۹۰: ۱۲) جو اوپر گزر چکی ہے جو ہم ہی کو منعم اور ہم ہی کو سوزن قرار دیتے ہیں اور اسی لیے ہمارے ہی آگے عاجزیاں کرتے ہیں (الخلعین)، باقی سب کے نزدیک ایک بیگاری بیگار ہے!

اسلامی مذہبی حلقوں میں نماز اب صرف الفاظ کو صحت اور خوش الحانی سے دہرانے کا نام رہ گیا ہے، مطالب سے کوئی غرض یا بحث باقی نہیں رہی، پیش امام کی ساری توجہ اسی میں ہے کہ قرأت درست ہو، صفیں سیدھی ہوں، ارکان صحیح طور پر ادا ہوں، قرآن کا کوئی بحرِ احب حال یا نا حسب حال ہر قسم میں چلا دیا جائے وغیرہ وغیرہ۔ مقتدی کا کٹھن تمام بھی انہی سطحی باتوں میں صرف ہوتا ہے۔ اسی لیے نماز کے ادا کرنے میں ایک تکلف اور آدرد پیدا ہو گئی ہے جو اسکی اصلی غایت بلکہ صورت کو بھی آہستہ آہستہ نسخ کر رہی ہے۔ اور کچھ عجب نہیں کہ آئندہ ہزاروں ہزار برس بلکہ اس سے بھی کم مدت میں اسلامی نماز اہل چین کے چرخ کی مانند ضحکہ نگینہ بن جائے۔ اور جس طرح آج کسی سے قرآن اور روئے پر ہجو کر یا بالوساطتِ روضہ رکھو اگر ثواب حاصل کرنا مرسوم ہو گیا ہے اسی طرح رفتہ رفتہ نماز کو ادا کرنے والے پیشہ ور صاحب بھی مقرر ہو جائیں جو آج کے خیال سے، اسکو کٹھنی بنیستی تر کر دینے کا ارادہ کرنے کی کوئی آسان سہیل نکال لیں۔ اب بھی موسیقی عنصر اور نظریاتی اسلوب نماز میں قدر نمایاں ہو چکا ہے کہ جہاں کسی ادنیٰ سے ادنیٰ دنیاوی حاکم کے دربارہ کا روم خشک ہو جاتا ہے، ملاقات سے پہلے ہونٹوں پر پھٹپھٹاں جم جاتی ہیں، بدن میں کپکپیاں اور چہروں پر زردی چھا جاتی ہے، اور فطر عجب کے مارے منہ سے الفاظ تک نہیں نکلتے، وہاں مالکیت میں آسمان

نگاہوں کی غلط اندازیاں، اور لب جان بخش کے بسم کی غیر نوازیاں غلبان عظیم پیدا کر دیتی تھیں! وہ خدا کی دامن درازی کے بالمقابل اپنے دست نارسا کو دیکھ کر اور بھی سعی و عمل کرتے اور انتخاب خدا کا

(بقیہ تحت اہم صفحہ ۱۱۱) اور خالق شمس و قمر کے حضور میں جا کر ترمیم پیدا ہو جاتا ہے! پروانک نہیں رہتی کہ کس کی جانب میں کھڑے ہیں، کیا مانگ رہے ہیں، کیوں مانگ رہے ہیں، کیوں گھٹنوں کے بل گر رہے ہیں، کیوں سجدے کر رہے ہیں، کیوں ٹھوڑیاں گر رہے ہیں۔ پیش امام کا سارا روبرو ہمیں صرف ہوتا ہے کہ نماز بلند سے بلند آواز میں ادا ہو، مقتدی سب کے سب اس کے ترمیم کو سن سکیں اور سجدے سے بے اختیار واہ واہ کرتے نکل جائیں۔ سورۃ نبی اسرئیل میں ایک الہی ارشاد ہو جو بجائے خود اس امر کی دلیل ہے کہ آجکل کی ترمیم دلی نازقون اولیٰ کی نماز نہیں ہے۔

قُلْ ادْعُوا اللّٰهَ اَوْ ادْعُوا الرَّحْمٰنَ اَيُّمَا مَّا دَعَا فَاِنَّهُ سَمِيعٌ عَلِيمٌ ۝۱۱۰ وَلَا تَقْفُ مَا يَخْفَىٰ مِنْ شَيْءٍ ۝۱۱۱

اے محمد! ان مجاز میں نہ کہہ دو کہ خدا کو اللہ کہہ کر گزراؤ یا الرحمن کہہ کر بلبلانا ہو جن نام سے بھی پکارو گے تو اسے سننا چھوٹا ہے۔ اس کا مقصد صرف کیف دل ہے، باطنی عرف ہے، اس کی جانب میں بھی عاجزی ہے، دل کو بلا دینے والا خشوع و خضوع ہے، اور پراس خضوع و خضوع کے بعد باقی اوقات میں کیف طاعت ہے۔ اس کے لئے نام کی کوئی تخصیص نہیں اور نہ نام لے کر پکارنے سے تمہارے حال دل کی تصدیق ہو سکتی ہے۔ ہاں البتہ اپنی ناز میں ان ظاہری ادب ضرور ملحوظ رکھو کہ اسکو چلا کر مت پڑھو اور اسکل چپکے ہو کر پڑھنے کی بھی ضرورت نہیں بلکہ ان دونوں کے بیچ بیچ ایک متوسط طریقہ اختیار کر لو۔ جانے رہو کہ تم کس کے حضور میں کھڑے ہو، اور وہ کتنا بڑا بادشاہ ہے۔ یہ ظاہری ادب بھی کیف ل پیدا کرنے کے لئے ضروری ہے۔ اگرچہ خدا سب باتوں سے بے نیاز ہے۔

نماز کے موجودہ رنگ سے صرف نظر کر کے ہر اگر دوسری مرسوم عبادت کی کتنی و اہمیت کی طرف نظر دوڑائی جائے تو لامحالہ کہنا پڑتا ہے کہ انکی غرض غایت میں بھی مودت کے باعث بے انتہا تعریف ہو چکا ہے۔ صوم، زکوٰۃ، حج وغیرہ وغیرہ سب سب معنادار ہیں۔ تسبیح کا تخیل مسلمانوں نے قطعاً نصرا نہیں اور یہودی راہبوں سے لیا ہے۔ اگرچہ تسبیح ہندوؤں اور بدھ کے معتقدوں میں بھی مدت مدید سے جاری ہے۔ صاحب شریعت علیہ الصلوٰۃ والسلام نے اپنی تمام عمر میں تسبیح کا استعمال کبھی نہیں کیا، اور اگرچہ عبادت خدا کا یہ مضحکہ انگیز ہتھیار اپنے ضرور کہیں کہیں دیکھا ہوگا مگر اس کے ہتھمال کے متعلق آپ کے ارشاد کا ایک حرف کہیں موجود نہیں۔ اسوۂ حسنہ پر چلنے والے مسلمانوں نے آج زہد و اتقا کا تمام ساز و سامان اپنی چار گروہ دھاگے کے اندر دیکھ لیا ہے، اور اس خدا کے عظیم کے کپکپا دینے والے اسما کو دہرا دہرا کر بے نتیجہ اور بے اثر کر دینا اس قدر آسان سمجھ لیا ہے کہ ہر کس ناکس اسکو ہاتھ میں رکھ کر مسلمان ہونے کی سند حاصل کر لیتا ہے اگرچہ درپردہ وہ قوم کی بیخ کنی کے منصوبے سے سچ سچ کراہت کو تباہی کے کنارے پر لگا رہا ہو۔ مگر یہ نازک موضوع اس قابل نہیں کہ کتاب کے ابتدائی حصے میں اس کے الزوا علیہ پر مدلل بحث کی جائے۔

محمّد بالا بحث و تجویز سے کم از کم یہ ظاہر ہے کہ اسلام میں عبادت کے معانی احکام خدا کی پیروی میں کرنا ہی ہے کوئی انسان کی بنائی ہوئی انت اسکے صحیح مفہوم کو چٹا ادا نہیں کر سکتی۔ اور بطور کسی آفاقی ملازمت میں وقت کی تخصیص نہیں ہوتی اس طرح عبادت بھی وقت سے متناہیہ نیاز ہے۔ البتہ صرف ایک پنجوقتہ حاضری اور سلام سلام ہے جو ہر وفادار اور حکمران مسلم اور مطیع غلام کے لئے روزانہ خدمت کے بعد ضروری ہے لیکن سچا خود عبادت نہیں۔ اسی لئے قرآن میں بار بار صلّیٰ کے لفظ کو عبادت علمیہ کر دیا ہے۔ اور اسی تعبد کا اقرار نماز میں تھ باندھ کر ہوتا ہے: اِنَّكَ تَعْبُدُ رَبَّكَ تَعْبُدُ ۝۱۱۲ یعنی اے خدا! ہم تیرے ہی غلام نہیں گے اور تجھ ہی سے مشکلات میں مدد مانگیں گے۔ اور تَعْبُدُ کے معانی تمہاری ہی نماز پڑھتے ہیں۔ اے نبی! بے معنی ہے کیونکہ نماز تو کسی کی پڑھی جا رہی ہے ہر اسکا اقرار انہو ہے۔ خدا کی خدمت صرف یہی ہے کہ اس کے بتائے ہوئے احکام ماننے جائیں۔ اس سے زیادہ یا کم کچھ نہیں۔ آگے چل کر اصل کتاب میں بتایا جائیگا کہ یہ فرماں برداری بھی انسان کے اپنے ہی فسخ کے لئے ہے، خدا اس مدت سے قطعاً بے نیاز ہے۔ گویا یہ خدمت بھی عجب خدمت ہے جو غلام کی اپنی ہی بہتری کے لئے ہے۔

(باقی)

حق ادا کرنے میں کچھ کسر اٹھانہ رکھتے، (هُوَ لِحَبْلِكَ) تسلیم اُن کا واحد شیوہ عمل، اور اطاعت اُن کا اہم طریق کار تھا، (هُوَ يَتَكَلَّمُ الْمُسْلِمِينَ) بڑی سے بڑی مصیبت اور مشکل سے مشکل خدمت اُن کے چہرے پر ملال اور ماتھوں پر بل نہ آنے دیتی (وَمَا جَعَلَ عَلَيْكَ فِي الدِّينِ مِنْ حَرَجٍ)۔ منعم بے مثال کے یہ خوشدل مزدور، اور ملت ابراہیم کے یہ سچے پیرو، اپنی بہتری اور فلاح کی خاطر پسندیدہ خدا کاموں کی طرف لپک لپک کر پونچتے اور ایک عالم کو خوش رہنا کر دیتے، (وَأَفْعَلُوا الْخَيْرَ لَعَلَّكُمْ تُفْلِحُونَ) خدا سے بے نیازی جناب میں اُنکے رکوع و سجود کسی غمزدہ اور بے لواء انسان کی نگاہ عاطفت کی پیہم دعا، اور بے محابا کرم کے سوا بن بن کر ظاہر ہوتے تھے نمازوں اور عاؤں میں اُنکے قمے اور قعدے ہول جاہ اور عجب جلال کی مضبوط حرکات، اور عجب بے بسی کے ترخم انگیز اور اضطرابی اعمال بن گئے تھے! بارگاہ خدا میں اُنکا دست

۱۰۵ دیکھو (۷۸: ۲۲) صفحہ ۱۰۵۔ ۱۰۵ ایضاً صفحہ ۱۰۵۔ ۱۰۵ ایضاً صفحہ ۱۰۵۔ ۱۰۵ دیکھو (۷۸: ۲۲) صفحہ ۱۰۵۔

(تجوید تحت اُن صفحہ ۱۱۲) عبادت کا یہ اصل اور بنیادی مفہوم سر کے مشہور لفظ سیوا (خدمت) اور انگریزی کی کلیسیائی اصطلاح سرورس (ملازمت) سے ظاہر ہو گیا۔ آج کوئی شخص انکو ان معانی میں نہیں لیتا۔

متذکرہ صدر بحث و تحقیق سے بہرہ ور یہ ظاہر ہے کہ اذکذا، اور انجھن ذوا، اور انجھن ذوا، کے الفاظ قرآن حکیم میں اپنے اصلی معانی استعمال ہوئے ہیں، ان سے مقصود خدا کی ملازمت، عیب نہ انہی معنوں میں خستیا کرنا ہے جن معنوں میں کسی نبیادی حاکم کا تعبد خستیا کرنا جاتا ہے، اسی سلام سلام اور بچو تہ نماز اس ملازمت کا صرف ایک جزو خفیف ہے۔ اس طاہری کا حصہ عظمیٰ عمل ہے، اطاعت احکام خدا ہے، تسلیم و انقیاد ہے، جاکھن ذوا فی اللہ حق چھا کر ہے۔ اس کے سوا ختم کچھ نہیں۔ جو سطحی غلاف عبادت کے صحیح مفہوم پر انسان کی سہل پسندی اور کاجوری کے باعث لپک گیا ہے خود لوگوں نے ذالہ ہے، قرآن کے محفوظ اور ناقابل بدل کلام کو اس سے کچھ سلاہیں عبادت کے معانی خود کلام کے اندر موجود معنوں میں کوئی لغت انکو ابلا بادتک بدل نہیں سکتی قرآن میں جہاں عبادت کا لفظ دلف ہوا ہو اسکی آئی غرض نیت یہی ہے جیسا کہ تیرہ اولیٰ میں ظاہر ہو گا۔ اگرچہ شارحین قرآن نے عام طور پر اس غرض ففر سے کا یہ ترجمہ کیا ہے کہ خدا سے مسلمانوں پر دین کے بارے میں کوئی نئی رو نہیں نکلی اور اپنے حسب مطلب معانی پیدا کر کے مسلمانوں کیلئے (اور سب سے پہلے اپنے نفس کیلئے) اسی عمل سے گریز کر لیکی ایک عمدہ میل بحال ہی لیکن اگر ذرا تامل سے کام لیا جائے تو ان الفاظ کے یہ معانی ہرگز نہیں ہو سکتے۔ خود انہی آیات (یعنی ۷۸: ۱۲۲-۷۸) اور آیتوں جو آگے چلکر پیش کر دی جائیں گی ظاہر ہے کہ ایمان کی شرط خدا کی راہ میں سخت سے سخت مصائب کا سامنا کرنا ہی ہے بات و جاکھن ذوا فی اللہ حق چھا کر ہے (۷۸: ۱۲۲) سے ظاہر ہے۔ یہ خدا کی ایک بکرہ سکتا ہو کہ تمہارے لئے دین اسلام میں ہم نے کوئی ذرا سی بھی ننگی نہیں رکھی حالانکہ ایمان کی شرط و جد یہ کہ انکی راہ میں جان تک نہ دینے ذکر و میل تمام خطایاں اہل عرب کی طرف سے جو پیش کے رہنے پر اپنی انتہائی سعی و عمل سے شہمہا علی الناس بن چکے تھے، اور انہی کارکن کو کوئی بابت خدا نے فرمایا کہ تم ہی صحیح معنوں میں مسلم ہو، تم ہی خدا کو درحقیقت خدا تسلیم کرتے ہو، تم ہی ابراہیم کے سچے پیرو ہو، تم ہی میری منتخب امت ہو، اور تم ہی خدا کے وہ سچے غلام ہو کہ خدا کا شکل سے شکل اور صبر و دامت صبر اور حکم کو ننگ نہیں کرتا، تم ہی وہ مستقل مزاج اور تکلیف جزار، وہ اولوالعزم اور صابر لوگ ہو کہ خدا کی کوئی خدمت بھی تمہارے ماتھوں پر نہیں پڑے دیتی اعلیٰ کا کلمہ اور ان آیات میں جہاں جہاں لفظ کلمہ ہے ان سب پر مذہب و دوسے خطاب صرف قروں لوئی کے مسلمانوں کی طرف ہو یا ان کی طرف جو ان جیسے کارکن ہیں۔ انہی کے لئے خدا نے انکو اور ختم اللہ بھی ہے نہ آجکل کے برائے نام مسلمانوں کا جن کو دردناک نثر میں دے رہا ہے!

قیام کسی نیازمند دل کے طبعی اضطراب کی سکوت افرا دھڑک، اور غرضمند انسان کی بے تابی دل کی ادب آموزد یک بن بن کر ظاہر ہوتا تھا رِکَايَهُمُ الَّذِينَ آمَنُوا لَكُمْ تَوَاتُرًا وَاسْتِجَابَةً۔ اُن کا ایمان ان کے اعمال کا صحیح عکس، اور اُن کے سجدے ان کی اطاعت کی صحیح تصویر تھے! خداوندِ عالم کی یہی وہ سچی عبادت اور وہ ناقابل انکار شہادت تھی جسے ایک اقل قلیل مدت میں اہل عسرب کو روئے زمین کی اُمتوں کا مرکز بنا دیا تھا! (۲: ۱۴۳)۔ عشق و عمل کے اسی نقطہ و جید سے خدائے واحد کی محبت کے آتش افشاں فوارے، اور نورِ ایمان کے آسمان سیرِ شعلے پھوٹ پھوٹ کر ان فِ عالم میں پھیل گئے تھے! یہی وہ برگزیدہ اور منتخب اُمت تھی جس کے دعوئے محبت کو آزمائیکے لیے شاہدِ امتحان طلبے قوم کے ہر فرد پر جہادِ باطنی فرض کر کے مدعی ایمان کی جان کو عشقِ خدا کے سبب کا نہ جرم کا خون بہا تجویز کیا تھا، اور پہرہ اس علم کو اور نعمِ لم یزل کی حیرت انگیز حیلہ جوئی اور حکمت آمیز بہانہ طلبی تھی جو اس فسر و شانہ تنہور کے انعام میں مومنوں کو ہر موقع پر عطا فرما کر چند برسوں کے اندر ہی اندر روئے زمین کے بڑے سے بڑے ہتھے کی بادشاہت بخش دی تھی! (فَتَبِعَ الْمُؤْمِنُ وَبَعَثَ النَّبِيِّنَ)

بہ تمنائے تو ترک و وہاں کر دولی

مہربانی تو ہم درخور آں می بایست

وَالَّذِينَ آمَنُوا وَاجْتَرُوا وَآمَنُوا بِسَبِيلِ اللَّهِ وَالَّذِينَ آمَنُوا وَآمَنُوا بِاللَّهِ  
الْمُؤْمِنُونَ حَقًّا لَهُمْ مَغْفِرَةٌ وَرِزْقٌ كَرِيمٌ (۴۱: ۱۸)

۱۵ دیکھو (۷۷: ۱۲) ۱۵ دیکھو صفحہ ۱۰۵۔ ۱۵ دیکھو (۷۸: ۲۲) صفحہ ۱۰۵۔

۱۰ "الْمُؤْمِنُونَ حَقًّا" کی شرائط جو اس آیت شریفہ میں بیان کی گئی ہیں نہایت غور طلب ہیں۔ "وَالَّذِينَ آمَنُوا" کے متابعہ ہجرت اور جہاد اور نصرت باہمی کی شرائط پیش کر دینے کا مطلب یہی ہے کہ ایمان کا منہ سے اقرار کر لینا محض کچھ شے نہیں جیتک کہ اس بانی اقرار کی تصدیقِ عمل سے نہ ہو۔ چنانچہ سورہ عنکبوت کے شروع میں ہی تاکید ہے (یکسر ہی بات آید ۱۵: ۳۹) سے ظاہر ہے جو صفحہ ۱۱۵ کے متن میں ہے:

أَحِبُّوا النَّاسَ أَنْ يَتَرَكُوا أَنْ يَقُولُوا آمَنُوا بِهِمْ لَا يَقْتُلُونَ وَلَقَدْ فَتَنَّا الَّذِينَ مِنْ قَبْلِهِمْ فَلَيَعْلَمَنَّ اللَّهُ الَّذِينَ صَدَقُوا وَلَيَعْلَمَنَّ الْكَاذِبِينَ

کیا لوگوں نے اپنے دل میں یہ سمجھ رکھا ہے کہ زبان سے صرف اتنا کہنے پر جہت جائیگے کہ ایمان لے آئے اور اُن کا اسمان نہ لیا جائیگا۔ حالانکہ انکو اس بات کا خوب

علم جو کہ ہم نے اُن لوگوں کی آزمائش ہی ازیں سے عمل کی تھی جو بن سے پہلے ہو گئے ہیں۔ تو یاد رکھو کہ خدا ان لوگوں کو ضرور معلوم کرے کہ یہ کیا جو اپنے یقین کی ہرگز عمل تصدیق کرنے والے ہیں (وَالَّذِينَ صَدَقُوا) اور ان کا بھی پول کھول دیا جو نہ سے بکواس کرتے ہیں اور دل سے چمٹاتے ہیں (الَّذِينَ كَذَبُوا)۔ صدق اُن کیلئے دیکھو ۱۱

اور جن لوگوں نے خدا کو مولا مان کر اسکا آواز بلند کرنے کی خاطر ہجرت وطن خست یاسکی، اور اس کی راہ میں دشمنوں سے لڑے، اور جنہوں نے ہجرت کرنے والوں کو پناہ دی، اور حصول مقصد میں ان کی حتی الامکان مدد کی، تو یہی لوگ سچے ایمان والے ہیں! ان کے لیے میرے ہاں سے انکی تقصیروں اور گزشتہ زمانہ کیوں پر پردہ پوشی ہے، اور علاوہ انہیں بالآخر عزت و آبرو کی روزی۔

إِنَّمَا الْمُؤْمِنُونَ الَّذِينَ آمَنُوا بِاللَّهِ وَرَسُولِهِ كَمَلَتْ لَهُمْ قُلُوبُهُمْ وَجَاهَدُوا وَأَبَوا هَؤُلَاءِ  
وَأَنفُسَهُمْ فِي سَبِيلِ اللَّهِ أُولَٰئِكَ هُمُ الصُّدُوقُونَ ۝ (۱۵:۴۹)

سچے ایمان والے تو وہی لوگ ہیں جنہوں نے خدا کو فی الحقیقت اپنا آقا سمجھا (آمَنُوا بِاللَّهِ) اور رسول کو صدق دل سے اسکا بیجا ہوا پیغام بر جانا، اور ہر نیکے بعد خدا کی آقا کی اور رسول کی صداقت میں کسی طرح کا شک شبہ نہ کیا۔ اور اس قلبی ایمان کی تائید میں اپنے جان مال سے خدا کا بول بالا کرنے کی خاطر دشمنوں سے لڑے۔ یہی وہ لوگ ہیں جو اپنے یقین کی بذریعہ عمل تصدیق کرنے والے، اور اپنے ایمان کو سچ کر دکھانے والے ہیں۔

الَّذِينَ آمَنُوا وَهَلَبُوا وَجَاهَدُوا فِي سَبِيلِ اللَّهِ بِأَمْوَالِهِمْ وَأَنفُسِهِمْ أَكْثَرُ  
دَرَجَةٍ عِنْدَ اللَّهِ وَأُولَٰئِكَ هُمُ الْفَائِزُونَ ۝ يُبَشِّرُهُمْ رَبُّهُمْ بِرَحْمَةٍ مِنَّا وَبِزُكُوفٍ  
لَّهُمْ فِيهَا نَجَعِيَهُمْ مَّقِيمٌ ۝ خَالِدِينَ فِيهَا أَبَدًا ۚ إِنَّ اللَّهَ عِنْدَهُ أَجْرٌ عَظِيمٌ ۝ (۲۲:۱۹-۲۰)

۱۔ جنت کا ترجمہ ہم نے باغات اور سرسبز زمینیں کر دیا ہے۔ یہاں اس بحث کو طوں یا مناسب نہیں۔ قرآن حکیم میں جنت اور الجنة مختلف اصطلاحیں ہیں جنکا مفہوم بھی للہ کے مختلف ہونا چاہیے۔ جنت اور الجنة میں فرق، اور اول الذکر کا قرآنی مفہوم میسرے جلد میں عیاں کر دیا جائیگا۔ اگرچہ الجنة کی حقیقت پر بحث چٹھی جلد سے پہلے متقل نہ ہو سکے گی۔ یہاں صرف اس قدر لکھ دینا کافی ہے کہ قرآن کریم میں جنت، کالفظ کسی قوم پر بصراحت تمام زمینی باغات کے لیے استعمال ہوا ہے۔ مثلاً سورہ مدینہ ہے: وَفِي الْأَرْضِ قُطُوفٌ مُّتَجَوِّزَاتٌ وَجَنَّاتٌ مِّنْ أَعْنَابٍ وَزَيْتُونٍ وَنَخِيلٍ ۚ (۲۴:۱۳)۔ اور زمین میں پاس پاس کسی قطعے ہوتے ہیں اور انگور کے باغات اور کھیتی اور کجور کے درخت۔ سورہ یس میں ہے: وَنَزَّلْنَا مِنَ السَّمَاءِ مَاءً مُّبَارَكًا فَأَنبَتْنَا بِهِ جَنَّاتٍ وَحَبَّ الْحَصِيدِ (۹۰:۵)۔ اور ہم نے ہی آسمان سے برکت دینے والا مینہ اتارا پھر اس کے ذریعے سے باغ اگائے اور کھیتی کا اناج۔ سورہ مومنوں میں پھر اسی بار مبارک کے بارے میں ہے: فَأَنشَأْنَا لَكُم بِهِ جَنَّاتٍ مِّنْ نَّخِيلٍ وَأَعْنَابٍ (۲۴:۱۹) یعنی ہم نے اس پانی کے ذریعے سے تمہارے لیے کجور اور انگور کے باغ اگائے۔ سورہ یس میں علیٰ ہذا القیاس یہی مضمون ہے: وَجَعَلْنَا فِيهَا جَنَّاتٍ مِّنْ نَّخِيلٍ وَأَعْنَابٍ وَفَجَّرْنَا فِيهَا مِنَ الْعُيُونِ (۲۴:۳۶)۔ اور ہم نے اس زمین میں کجور اور انگور کے باغات پیدا کیے اور اس میں پانی کے چشمے بہائے۔ سورہ انعام میں ہے: وَهُوَ الَّذِي أَنشَأَ جَنَّاتٍ مَّعْرُوضَاتٍ وَقَعَائِرَ مَعْرُوضَاتٍ وَالْأَنْجُلِ وَالزَّيْتُونِ (۱۶:۶)۔ اور وہی ہے مطلق تو ہے جس نے باغ پیدا کیے۔ جن میں سے بعض کی پہلیں منڈھے چڑھتی ہیں اور بعض سطح زمین پر لگتی رہتی ہیں اور کجور کے درخت اور کھیتی۔ اسی سورہ میں ہے: وَجَنَّاتٌ مِّنْ أَعْنَابٍ وَالزَّيْتُونِ وَالْوَعَائِنِ (۱۶:۶)۔ اور انگور اور زیتون اور ان کے باغات۔

ان مثالوں کے علاوہ جن سے جنت کا زمینی باغات ہونا ظہر من الشمس ہے قرآن میں ایک اور قطع کی مثالیں موجود ہیں جنہیں جنت کا



جو لوگ خدا کے خدا ہونے پر ایمان لے آئے، اور جنہوں نے اس کی حمایت میں اپنے دیس چھوڑے اور اپنے مال و جان سے اس کی لڑائیاں لڑیں، اُن کا اللہ کے ہاں سب سے بڑا درجہ ہے! اور یہی وہ لوگ ہیں جو اس دنیا میں بھی فائز المرام ہوں گے۔ انکا پروردگار انہیں اپنی رحمت اور خوشنودی کی بشارت دیتا ہے اور نیز ان باغوں (جنت) اور سرسبز زمیںوں کی حکومت کی جن میں اُنکو دائمی نعمتیں اور آسائشیں حاصل ہوں گی۔ وہ ہمیں سدا سدا رہیں گے۔ اے لوگو! بیشک ایسے لوگوں کیلئے خدا کے پاس اجر عظیم ہے۔

الغرض آلہ العالمین کی نگاہ میں ایمان اور محبت خدا کا صحیح معیار انسان کا اُسکی راہ میں مصائب کا پیہم مقابلہ کرنا، اور دشمن کے بالمقابل جان و مال پر کھیل جانا ہی تھا۔ ترک اقربا، ترک اولاد، ترک خان و مان، ترک وطن، ایشار مال، ایشار نفس، ایشار جان ہی وہ انتہائی پیشکش تھے جو رب بے نیاز نے ایمان کی مستاع بے بہا کے بدلے بطور قیمت مقرر کر دیے تھے، (اُولَٰئِكَ هُمُ الْمُتَّقُونَ حَقًّا)۔ انہی کی موجودگی میں محبت خدا

لہ دیکھو (۸: ۴۴) صفحہ ۱۱۴۔

(بقیہ تحت اہل صفحہ ۱۱۵) مطلب بادشاہت زمین ثابت ہوتا ہے۔ مثلاً سورۃ الشعراء میں فرعون کو بادشاہت مصر سے محروم کرنے کیلئے متعلق ہو، (وَلَقَدْ جَاءَنَا ذُو الْقُرْآنِ فَسَمِعْنَاهُ يُقْرِئُكُمْ بِآيَاتِنَا وَقَدْ جَاءَنَا بِالْبَيِّنَاتِ وَاسْمِ رَبِّهِ الَّذِي كُنَّا نَعْتَدُ لَكُمْ أَجْرًا) (۲۶: ۱۹-۲۰) یعنی پہلے فرعون نے قوم کو باغوں اور چشموں اور خزانوں اور عزت کی جگہ سے نکال باہر کیا، اُن کی عظمت یوں خاک میں ملا دی اور بالآخر نبی اسرائیل کو ان کے لئے اسی کو وارث بنایا۔ سورۃ دھان میں پہلے فرعون کی بابت ہے: (وَلَقَدْ جَاءَنَا ذُو الْقُرْآنِ فَسَمِعْنَاهُ يُقْرِئُكُمْ بِآيَاتِنَا وَقَدْ جَاءَنَا بِالْبَيِّنَاتِ وَاسْمِ رَبِّهِ الَّذِي كُنَّا نَعْتَدُ لَكُمْ أَجْرًا) (۲۶: ۱۹-۲۰) یعنی ان لوگوں کو کہتے ہی عالیشان باغات اور نہریں اور کمیتسیاں اور عمدہ مقامات چھوڑنے پڑے، اور کیسی کیسی آرام دہ نعمتوں کو خیر باد کہنا پڑا جن میں مرنے اڑا یا کرتے تھے۔ ہاں ان اہلوں کی سزا یہی ہوتی تھی۔ اور ہم نے یہ بدلہ لیا کہ اس تمام سارو سامان کا دوسروں کو وارث بنا دیا۔ سورۃ شعراء میں موت و شکست کو دعوت دینے والی قوم ثمود کے بارے میں ہے: (اُولَٰئِكَ كَانُوا فِي مَآهَبَةٍ فَذُوقُوا الْعَذَابَ بِمَا كَانُوا يُعْصُونَ) (۲۶: ۱۳۸-۱۳۹)۔ تو کیا تم لوگ اس عمل باطل میں ہو کہ ان باغات اور نہروں میں بے روک ٹوک امن و امان سے چھوڑ دیئے جاؤ گے۔ اسی سورۃ میں قوم عاد کی طرف خطاب ہے: (وَالْتَقُوا آلَ دَاوُدَ الَّذِي كُنَّا نَعْتَدُ لَكُمْ أَجْرًا) (۲۶: ۱۳۸-۱۳۹) اور لوگو! اس حکم الحاکمین کی سزا سے بچو اور اس سے خوف کھاؤ جس نے تماری مدد کی اور تم سے کی جو تم کو خوب معلوم ہیں۔ تم کو مال موبیشی اور اولاد کی کثرت سے مدد دی، باغوں اور نہروں کا تم کو حکمران کیا وغیرہ وغیرہ۔

تجسس کہ ان حیرت انگیز شہادتوں کے باوجود شاہین قرآن اور عام مسلمانوں نے جنت کے معانی آخرت کے جنت کے لینے ہیں اور بادشاہت زمین کے نصب و نزع جو اسلام میں نیا پر لایا تھا۔ انہوں نے کبھی ایک دیا ہو مگر مسلمانوں کی نیت بدل جانے کے کلام اُنہی کے معانی میں بدل سکے، وہ یہی ہیں جو قادیان کے علم میں آتے تھے جس نیت قرآن حکیم وحی کیا گیا تھا، اس کے اتفاق اور مستحق اجماع کا نہ ہو مگر کچھ فراموشی اور غفلت کے ساتھ کہ جس نیت کے آیات زیر بحث یعنی (۲۶: ۱۹-۲۰) میں ظہور فرماتا ہے اُن کے الفاظ ظاہر جنت کے ان معانی کے مخالف نظر آتے ہیں مگر جب مومن کی دنیا اور دین دونوں رست میں جیسا کہ اُن کے چکر واضح ہوگا اور آخری انعام دنیاوی نعمتوں کے تسلسل ہی میں جو تو ظہور فرماتا ہے اور اُن کے الفاظ صرف موافق بلکہ نہایت ضروری ہیں وہ مطالبہ کہ ہم جو جانیگا اسکا ان کی۔



کی وہ عملی تثبیت، یقین رب کا وہ عملی ثبوت، اور عبودیت کی وہ ناقابل انکار تصدیق ہوتی تھی جس سے بڑھ کر کم نوا اور سرور مایہ انسان کے پاس کوئی تصدیق نہیں، کوئی ثبوت ممکن نہیں: (اُولَٰئِكَ هُمُ الصّٰدِقُوْنَ)۔ یہی وہ قربانیاں تھیں جو اس حاکم اعلیٰ کی ملازمت میں کر دینا سچی ارادت، سچے تعبد اور سچے ایمان کی قطعی دلیل تھیں، وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا اَشَدُّ حُبًّا لِلّٰهِ (۱۶۵:۱۲)۔ یہی عبادت کا صحیح مفہوم، بلکہ رکوع و سجود کی صحیح منطق تھی۔ خدا کی بندگی یہی تھی کہ کسی کمترا اور کمتر خواجہ کی غلامی نہ ہو، اسکی محبت کے بالمقابل کسی شے کو ترجیح نہ ہو، وطن کا غم نہ ہو، اولاد کی عبادت نہ ہو، مال کی غلامی نہ ہو، نفس کا تعبد اور جان کی پروا نہ ہو، نمازیں سچی شان اطاعت، اور اعمال میں رنگ سجود کا ظہور ہو۔ یہی شدت محبت اور غلبہ عشق قرن اول کا اسل ایمان تھا، اور یہی ہر دنیاوی حاکم کی عبادت کا صحیح پیش نہاد آج بھی ہے۔ اسی سبیل خدا، اور ایمان کے صلے میں مغفرت تھی، رزق کریم تھا (۴۴: ۲۷) رحمت کی نوید اسن اور رضائے رب العرش کی بشارت تھی، جنت تھی قائم اور دائم نعمتیں تھیں، اجر عظیم تھا، فوز جلیل تھا، (اُولَٰئِكَ هُمُ الْفَائِزُوْنَ)۔ خدائے بے نیاز کی خدائی پر سچا ایمان، اور رضائے احکم الحاکمین کا سچا عشق آجکل کے لفظی اور نظری، سطحی اور ناکارہ ایمان کی غیر مانند کسی بے روح وبے حقیقت اقرار باللسان یا کسی بے نتیجہ اور غیر مری تصدیق بالقلب سے ہی کس طرح رو برہا ہو سکتا تھا، اس سے عمدہ برا ہو نیکیے لیے سعی و عمل کی مستقل خلش، رنج و محن کی صبر گسل ابتلا، تکلیف مصائب کی پیہم برداشت، اور ظلال سیوف کی عمل پرور آزمائش لازم تھی! وَلَنَبْلُوَنَّكُمْ حَتّٰی تَعْلَمُوْا اَلَمْ يَجْعَلْ لِّمَنْ يَّرْتَدِّ اٰیٰتِہٖ

۱۱۵ دیکھو (۱۵۱: ۲۷) صفحہ ۱۱۵ اور جن لوگوں نے خدا کو حاکم اعلیٰ مان لیا اُن کی محبت اور ارادت خدا سے بہت شدید ہے۔ اور سب اسوائے پاؤں سے (گو یا ایمان کی شرط یہ ہے کہ سب گہرا تعلق خدا سے ہو۔ سب زیادہ ملازمت اسی کی ہو، اسی کے حکموں کی اطاعت ہو وغیرہ) ۱۱۵ دیکھو ۲۰: ۱۹ صفحہ ۱۱۵  
 ۱۱۵ صاف کہ لفظ بالآخر قرآن کریم میں اس شخص کے لیے استعمال ہوا ہے جو اپنے قول و ایمان کو فعل و عمل سے سچ کر دکھائے۔ آجکل صادق کے معانی میں کچھ تحریف واقع ہو چکی ہے، اور معمولی سچ بولنے والے کو بھی صادق ہی کہتے ہیں۔ صدیق مبالغے کا صیغہ ہے اور یہ لقب حضرت ابو بکرؓ کو لایا اسی بنا پر ملا تھا کہ وہ اپنے قول و عمل سے سچ کر دکھاتے تھے۔ صفاقہ کی اصطلاح کا قربانی ماں کے معنوں میں ہونیک ہی یہی وجہ ہے کہ مال کا ایثار و معطی کے معاون اور مؤید ہونے کی تصدیق ہے۔ مصدق، یعنی صادق، ہی قرآن کریم میں کئی جگہ آیا ہے۔ صادق یا مصدق کی ضد کاذب یا مکذب ہے۔ جس کا ذکر صفحہ ۱۱۴ کے تحت اہلن میں آیا (۳: ۲۹) کے اندر آچکا ہے اور وقتاً فوقتاً آگے چل کر آئے گا۔ اُولَٰئِكَ هُمُ الصّٰدِقُوْنَ کے معانی صفحہ ۱۱۵ پر ہم نے اسی بنا پر کیے ہیں۔

۴۔ یہاں عیاں ہے کہ صبر کے معنی ہاتھ پر ہاتھ رکھ کر بیٹھنے کے نہیں جیسا کہ عافیت پسند آئنت نے لے لیے ہیں، بلکہ مصائب اور حوادث کا استقلال اور عزم سے مقابلہ کر کے اپنے نسخہ کو پانا ہے۔

۴۰ یہاں ظاہر ہے کہ عبادت کے معانی وہ نہیں ہوسکتے جو لوگوں نے بنائے ہیں۔ خدا نے زمین و آسمان معاذ اللہ اس بات کا محتاج نہیں کہ لوگ انکی نمازیں پڑھتے اور خوشامد کرتے ہیں۔ بلکہ مقصود تعمیل احکام ہی ہے۔ یہی دنیا کا ہر حاکم اپنی رعیت سے چاہتا ہے، اگرچہ زمین و آسمان کا مالک اس صورت اختیار سے بھی بے نیاز ہے۔ اور یہی آگے چلکر ثابت ہوگا، انسان سے تعمیل احکام کی آئندہ رکنا کچھ خواہش خستہ سار کے باعث نہیں بلکہ انسان کی اپنی ہی بہتری کیلئے ہے۔ اس نقطہ نظر پر آیہ و ما خلقت سے مقصود یہی ہے کہ ہم نے دنیا کے جن و انس کو پیدا ہی نہیں کیا مگر اس جبلت پر کہ وہ ہمارے احکام کی تعمیل میں لگے ہوں۔ یعنی انکی فطرت اور طبیعت میں یہ بات پہلے سے رکھ دی ہے کہ تمہارے احکام (یعنی قانون فطرت) کی تعمیل کے بغیر انکی اس دنیا میں ان نہیں چل سکتے۔ گویا جب وہ اطاعت سے منحرف ہونگے تو انرا کوئی حوالہ ملکر رہے گی۔ اور انکو یہ عالم کا اصل اصول ہی ملازمت قانون خدا (یعنی عبادت) ہے۔ یہی اصول ہر صاحب نظر کیلئے بعد نظر میں آئے گا کہ انکی فطرت میں یہ جگہ اسی پر عمل درآمد ہونا ہے۔ چوتھے یا بیٹھے کسی امر میں جو وقت انسان کا قانون خدا کی متابعت یا مخالفت کی اسی وقت یا بدیر و زود انکو اس نفع یا نقصان پہنچتا ہے، حتیٰ کہ ایک امت ضرورت کم کم نیکو نہ کیا مگر انکو اگلے ہی دن دوسرا اور مرض کی صورت میں مل رہا ہے۔ اس حقیقت کشائیت (۵۱: ۵۶) کی کمال تشریح و تصدیق آئندہ جلدات میں ہوگی جبکہ قانون خدا اور زمین فطرت کو عیاں کر دیا جائیگا، اور جب ہر اک ان میں کو اس قانون سے منفر اور اس عبادت سے گریز کرنے کی کوئی سہیل نظر نہ آئے گی۔ یہاں یہ مقصود صرف عبادت کے معانی کی توضیح ہے۔

سب جن وانس اس شارع کائنات ہی کے تابع فرمان ہو کر رہے، اُسی کے حلقہ عبودیت میں حائل ہو، اُسی کے سکھائے یا بتائے ہوئے قانون پر چلے، گویا اُسی کی عبادت میں لگی رہے۔ وہ خدا کے عظیم و جلیل انسان کے چھوٹے سے چھوٹے اور بڑے سے بڑے فعل کو ہر آن اپنی ہی مرضی، اور اپنے ہی قانون کے مطابق دیکھنا چاہتا تھا۔ اُسکی غیور ذات رحم و مغفرت کی ناپید اکنا وسعت کے باوجود، انسان کی صغیر و کثیر کو معاف کر سکتی تھی مگر اپنی اطاعت، اپنی محبت، اور اپنی عبادت میں شرکت غیر کو قطعاً ناقابل غفور و رحیم قرار دیتی تھی: **إِنَّ اللَّهَ لَا يَغْفِرُ أَنْ يُشْرَكَ بِهِ وَيَغْفِرُ مَا دُونَ ذَلِكَ لِمَنْ يَشَاءُ وَمَنْ يُشْرِكْ بِاللَّهِ فَقَدْ ضَلَّ ضَلَالًا بَعِيدًا** (۱۶: ۴) صاحب ایمان بشر کے ہاں سے یہ دلبر استخوان پسند فرما دی کہ سی تمکین قلب خواہشمند، اور

۱۔ بیشک اللہ اس بات سے چشم پوشی ہرگز نہیں کر سکتا کہ اُسکے مقام و منصب میں کسی دوسرے کو شریک طاعت اور شریک محبت کیا جائے۔ اُسکے ماسوا جو تقصیر میں انسان کرے، انکو اگر مناسب سمجھے تو نظر انداز کر سکتا ہو، اور جس شخص نے اپنی محبت میں غیر اللہ کو شریک کیا وہ فی الحقیقت اپنی بہتری کے راہ بہت سے بہت دور ہٹ گیا۔ (بیشک اللہ اُسکے معنی ہم نے مناسب سمجھا کیئے ہیں۔ اسکا ثبوت تیسری جلد میں فلسفہ عمل کے عنوان میں آئے گا)

(فقہ تحت لہزن صفحہ ۱۱۸) اس آیت شریفہ میں چون کا لفظ بھی استعمال ہوا ہے۔ چون کی حقیقت سے یہاں پر بحث نہیں ہو سکتی، اسکے لیے بھی بہت دیر ہے مگر خلقت کے لفظ سے ہدف ضرور ثابت ہو کہ چون خدا کی پیدا کی ہوئی ایک مخلوق ہے، اور ان سے قانون فطرت کی تعمیل کا موقع خدا استیلا ہے جس قدر انسانوں سے ہی مزید غور کریں گے شاید اس نتیجے پر بھی پہنچ سکیں کہ چون بھی انس کی طرح ایک سرکش خدا مخلوق ہے جس کی بناد کو دے کر نے کیلئے خدا نے عبادت کا تریاق تجویز کیا ہے۔

۲۔ عتق کے معانی دراصل ہر وہ پوشی کرنے کے ہیں۔ اسی سے مغفرت یعنی زور کے ہو لوگوں نے مجاز بخشش کے لیے ہیں اور فرض کر لیا ہو کہ یہ تمام بخشش فیامت کن ہوگی۔ اس سے پہلے نہیں ہو سکتی۔ اور علیٰ ہذا القیاس منہجی شرک کرنے والوں کو مسیہن ہوگی مگر اس فرضی داستان کی کوئی سند یا بقیہ، کا صبیحہ حال استقبل دونوں کے لیے ہمتا ہے۔ ایسے کوئی وجہ نہیں کہ بخشش اور سزا، یا انعام اور عذاب کسی شخص یا قوم کو یوم آخرت سے پہلے نہ مل سکیں۔ بلکہ تعجب ہوتا ہو کہ جب گناہ استعدنا قابل معافی ہے تو سزا میں کیوں اتنی دہیل دے دیجائے کہ لکھو کہ برس کا فرق پڑ جائے اور شخص کو خواہ مخواہ شرک کرنے پر مجبور ہو، دراصل یہ تمام ناروا اور بے سند تاویل شرک کے صحیح معانی نہ سمجھنے کی وجہ سے ہو۔ اور جب آج مسلمانوں کے بنائے ہوئے اصطلاحی مشرکوں کو اس دنیا میں سزا کی بجائے پے درپے انعام مل رہے ہیں تو انکے لیے معذرتیامت کے متعلق یہ دل خوش کن داستان گھڑ لینا بھی از بس ضروری ہو چکا ہو، گویا انکے نزدیک خدا کی حکومت (العیاذ باللہ) اس دنیا پر قائم نہیں ہو اور وہ اگرچہ شرکین سے بیحد ناراض ہو مگر انکو معاف کر دینا انکے بس کی بات ہیں۔ اگلی مجلدات میں زکوٰۃ، فہم اس تمہیل کو غلط ثابت کر دیئے، اور بتائیں گے کہ شرک کو کیوں سزا میں لایا گیا ہے۔ وہ خدا کے عظیم قدر و صریح احباب اور شدید العقاب ہے۔ اور شرک کا بدلہ کس سیدر دی، کس بے نیازی، کس شدت اور سرعت سے لیتا ہے۔ اور آخرت کا عذاب تو دنیاوی عذاب سے کہیں بڑھ کر ہو: **وَلَعَنَ اللَّهُ الْفَاحِشِينَ الَّذِينَ آمَنُوا بِالْحَقِّ** (۱۳: ۱۳)۔

شرک کی تعریف از دوسے قرآن بے حد جامع و مانع ہے جیسا کہ پیش کر لیا گیا ہے۔ یہاں پر اسکی صرف ایک شق کی سرسری تصریح کر دی گئی ہے یعنی یہ کہ کسی نے کو محبت اور اطاعت میں خدا کے ہم نوا اور برابر نہ کر دیا جائے۔ مسلمانان عالم کو غور کرنا چاہیے کہ آیت **وَالَّذِينَ آمَنُوا أَكْثَرُ حَبْلًا** (۱۵: ۲) سے

۱۔ اور آخرت کی سزا تو دنیاوی سزا سے سخت تر ہے، سزا تر ہے کے لیے دیکھو صفحہ ۱۱۷۔

بیستون کی جوئے شیر کے سے تاب گسل اور صبر پاش اعمال کا امتیاد وار تھا! اسکی نظروں میں ایمان و کفایت  
قلب حق جیسا اٹل نتیجہ سعی و عمل تھا! وہ ہجرت اور جہاد کی آڑ میں ایمان کے دعویداروں سے نقد جان کا طالب  
تھا! اور انہی سرفروشان حکم الہ کو عشق خدا کے سچے شہید، رب العزۃ کی حکومت کے سچے گواہ، اور رزق  
کریم کے قطعی اہل قرار دیتا تھا۔

اِنْ يَسْأَلُكُمْ فَرَجٌ فَقَدْ مَسَّ الْقَوْمَ فَرَجٌ مِّثْلُهُ، وَتِلْكَ الْاَيَّامُ نَذْرٌ لِّهَآئِیْنَ النَّاسِ  
وَلَيَعْلَمَنَّ اللّٰهُ الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا وَرَجَعْنَ مِنْكُمْ شُهَدَآءُ ۗ وَاللّٰهُ لَا یُحِبُّ الظَّالِمِیْنَ ۝ وَ  
لَيَمْحِصَنَّ اللّٰهُ الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا وَيَمْحَقَ الْكٰفِرِیْنَ ۝ اَمْ حَسِبْتُمْ اَنْ تَدْخُلُوْا الْجَنَّةَ  
وَلَمْآ یَعْلَمِ اللّٰهُ الَّذِیْنَ جَاهَدُوْا مِنْكُمْ وَلَیَعْلَمَ الصّٰدِقِیْنَ ۝ وَلَقَدْ كُنْتُمْ مِّنْ قَبْلِ  
الْمُنَّةِ مِنْ قَبْلِ اَنْ تُلْقَوْهُ ۚ فَقَدْ رَآیْنٰكُمْ وَاَنْتُمْ تَنْظُرُوْنَ ۝ (۱۳۹-۱۴۲)

اگر تمہیں اس لڑائی میں شکست کا زخم لگا ہو تو اس سے پہلے فریق مخالف کو بھی ایسا ہی زخم لگ چکا ہے اور  
یہ فتح و شکست کے ن تو ہم بقدر مناسب کبھی ادھر اور کبھی ادھر پھرتے ہی رہتے ہیں، اور یہ اس واسطے بھی کہ ہم  
جان لیں کہ خدا پر سچا ایمان رکھنے والا کون ہے، اور نیز اسلئے کہ اللہ تم میں سے اپنے سچے گواہوں کو منتخب کرے  
ورنہ وہ کچے ایمان والوں کو محبت ہی نہیں کرتا۔ اللہ اس طریق عمل سے ایمان والوں کو اپنے متعلق شک شبہ کی  
میل کھیل سے نکھار دینا چاہتا ہے، اور پھر اپنے اہلی محبت پیدا کر کے منکرین کے زور کو ٹوڑ دینا، اور تمہاری  
جماعت میں سے شائبہ شک کفر کو دور کر دینا چاہتا ہے۔ کیا تم نے یہ سمجھ لیا ہے کہ (خدا کو منہ سے خدا کے کلمات  
میں جادوئل ہو گئے حالانکہ ابھی تک تو اللہ نے اُن لوگوں کو جانچا ہی نہیں جو تم میں سے اسکی حمایت میں ثابت  
قدم ہو کر لڑنے والے، اور مصیبتوں کو برداشت کر رہے ہیں۔ اور تم تو موت کے آئینے پہلے ہی ہمیری محبت کے  
جوش میں) مرنے کی آرزو میں کیا کرنے تھے تو آج تم نے ہکو اپنی آنکھوں نے دیکھ لیا، اور پھر ہاتھ پر ہاتھ دھر کر بیٹھے  
انتظار کر رہے ہو!

(تفسیر تحت المشرق صفحہ ۱۱۹) کی تعریف ایمان کو پیش نظر رکھ کر وہ ہر روز کھڑے رہیں شکر کے مرکب ہوئیں جس کی بخشش کی قطعاً کوئی امید نہیں!  
سورۃ نساء میں بھی اسی قطع کی ایک آیت ہے:

اِنَّ اللّٰهَ لَا یَغْفِرُ اَنْ یُّشْرَکَ بِہٖ وَیَغْفِرُ مَا دُوْنَ ذٰلِکَ لِمَنْ یَّشَآءُ ۚ وَمَنْ یُّشْرَکْ بِاللّٰهِ فَقَدْ فَعَلَ اَکْبَرُ الْاِثْمِ الْعَظِیْمِ (۴: ۴۸)

لوگو! جوش ہوش میں نہ کرو کہ وہ خدا کے عظیم اس بات سے چشم پوشی کرنا کہ اُس کے برابر کسی دوسری شے کی اطاعت کی جائے یا اس سے محبت  
رکھی جائے۔ ان ایسے سوا اگر کوئی اور گناہ ہو تو جس کو خدا سبھی معاف کر سکتا ہے اور لوگو! جس شخص نے خدا کیساتھ سوا کو برابر کر دیا تو اُس نے اپنے آپ کو گناہ عظیم کا مذہب لیا!  
۞ "تِلْكَ الْاَيَّامُ نَذْرٌ لِّهَآئِیْنَ النَّاسِ" کے خدائی الفاظ آج قوم کی مرثیہ خوانی کی مجال اور مسلمانوں کی عام گفتگو کے ضمن میں اس سید روی، سطحیت اور

فَاسْتَجَابَ لَهُمْ رَبُّهُمْ اِنَّیْ لَا اُضِیْعُ عَمَلٌ عَلَیْلٍ مِنْكُمْ مِّنْ ذِکْرِ اَوْ اُنْثٰی ۚ بَعْضُکُمْ مِّنْ  
بَعْضٍ ۚ فَاَلَّذِیْنَ هَاجَرُوْا وَآخَرُوْا مِنْ دِیَارِهِمْ وَاُوْدُوْا فِیْ سَبِیْلِیْ وَقَتْلُوْا وُقُتِلُوْا اَلَا یَعْلَمُوْنَ

(تبیقہ حق امتحان صفحہ ۱۳۰) مکر سے استعمال ہوتے ہیں کہ غالباً کوئی دوسرے الفاظ نہ ہوتے ہونگے۔ ہر مسلمان اپنی بے ہمتی، اپنی کاجوری، اپنے  
ناکارہ پن کو معلوم الملکوت کی آستین میں چپا کرتا ہے لیکن اس سیاق و سباق سے علحدہ کیے ہوئے ٹکڑے کو جاوے جا استعمال کرتا ہے اور اپنی ناراضی  
اپنی شکست ریخت، اپنی موت پسندی کا سارا الزام بے دخل خدا پر توپ دیتا ہے اور اس طرح افسوس کے بددلت زمین و آسمان کے فیض و غضب  
قطعاً نہیں ڈرتا۔ حالانکہ ان آیات الہی (یعنی ۱۳۹-۱۴۰) کے استدلال سے ظاہر ہے کہ مدولت ایام کا قطعی باعث سعی و عمل کی  
کمی ہی ہے اور لوگوں کے اپنے ہی کر توت سے ہی۔ خدا نے بے نیاز صرف اقوام کی سعی و عمل کا امتحان لیتا ہے اور بے توجہ رعایت جس کی سعی  
زیادہ ہو اسی کو کامیاب دیتا ہے۔ قرآن میں جا بجا اِنَّ اللّٰهَ لَا یُظْلِمُ النَّاسَ شَیْئًا وَلٰكِنَّ النَّاسَ اَنْفُسُهُمْ یَظْلِمُوْنَ (۱۴۱: ۴۷) کا مضمون اس  
امر کی تائید میں ہے۔ یعنی خدا ساکان زمین پر کسی حالت میں قطعاً ظالم نہیں کرتا لیکن یہ لوگ ہی ہیں جو اپنی جانوں پر آپ ظلم روا کرتے ہیں۔  
ان آیات الہی سے پہلے کی آیت ہو: فَکَا تَعْمَلُوْا وَاَکْفُرُوْا اَلَا تَعْلَمُوْنَ اِنْ کُنْتُمْ مُّؤْمِنِیْنَ (۱۳۸: ۳۰) جس سے ظاہر ہے کہ ایمانی  
وہی قوم ہے جو اَعْلَمُوْنَ، بنکر ہے۔ جنگ اُحد میں جس کا ذکر ان آیات میں ہوا ہے مسلمان بھلے چلے خاصی تعداد میں تھے، دشمن کی تعداد کچھ ایسی زیادہ  
تھی جیسی کہ نسبتاً غزوہ بدر میں تھی۔ اُس غزوے میں باوجودیکہ ایک مسلمان کے بالمقابل تین اہل مکہ لڑے تھے مگر فتح مسلمانوں ہی کو نصیب ہوئی تھی،  
لیکن اُحد کے موقع پر بعض مسلمانوں نے بہت ہار دی۔ ایک جماعت نے جسکو خود رسول خدا نے ایک مقام پر معین کیا تھا کہ اپنی جگہ سے نہ ہٹیں، اُٹھ گئے  
کے لالچ میں آکر اپنا مورچہ چھوڑ دیا۔ اہل مکہ اُسی مورچے پر چل پڑے، اور فضائل شکر میں بھاگ کر گئے۔ پیغمبر خدا چند رستہ جتوں کے ساتھ تنہا رہ گئے  
اور زخمی ہوئے۔ فرق مبارک پر چوٹ آئی، دانت ٹوٹ گیا، سب طرف مشہور ہو گیا کہ شہید ہو گئے، وغیرہ وغیرہ۔ خدا نے عظیم فرمائش ہے کہ وہ تم ہی  
شہیدی ہر مسلمان تھے جنہوں نے بد میں ایک جرأت شکر کو شکست فاش دی تھی اور اب یہ بے ہمتی دکھلائی کہ اپنے سپہ سالار کو چھوڑ کر چلے گئے تم  
بدول نہ ہو اور غم نہ کھاؤ اگر تم میں ایمان فی الواقع موجود ہے تو فتح خود بخود تمہارے قدم آں کر چوم لے گی۔ اہد ہاری ذرہ پروری اور بے نیازی تو ہمیشہ سے  
یہی رہی ہے کہ جو قوم جہد رسی و عمل کرتی ہے اُنہا ہی جہد رسی سے لا محالہ لیتی ہے۔ کسی کی بے جا رعایت کرنا ہمارا مشیور نہیں۔ اور اسی لیے اگر  
آج فتح اس قوم کے شامل حال ہے تو کل دوسرے کی قدوسی کر رہی ہے: (وَتِلْکَ الْاَیَّامُ مَرُکَّۃٌ اِذْ اُولَیْہَا بَیِّنُ النَّاسِ) ہمارا مقصد اس جنگ اُحد سے  
صرف اس بات کا دریافت کرنا اور دریافت کرنا بھی کیا، صرف تمہیں ہی بتا دینا تھا کہ تم میں سے حسیبی ایمان والے کون ہیں؟ کن کا ایمان ناقص ہے؟  
کون ہمارے وجود کے سچے گواہ ہیں، کون ہمارے حاکم اعلیٰ ہونے کی احسبی دہم تک شہادت دیتے رہے، ہم کو احسبی وقت تک آقا ان کر  
ہماری خدمت میں گئے رہے: (وَلِیَعْلَمَ اللّٰهُ الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا وَیَجْعَلَ لِمَنْکُمْ شَہَادًا) ہمارے بگڑے اور کچے ایمان والوں کو تو خدا پسندی نہیں کرنا کیونکہ  
وہ تھوڑی سی تن آسانی کی خاطر اپنی قوم پر ظلم کر رہے ہیں، اپنی جانوں پر ظلم کر رہے ہیں: (وَاللّٰهُ لَا یُحِبُّ الظَّالِمِیْنَ ۱۰)۔ خدا صرف اتنا چاہتا تھا کہ سچے  
ایمان والوں کو چھانٹ کر الگ کر دے (وَلِیَخْصَّ اللّٰهُ الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا) اور منکروں اور دل میں خدا کو نہ ماننے والے منافقوں یعنی کافروں  
کو الگ کر دے، انکو بالآخر نیست و نابود کر دے (وَلِیَخْصَّ الْکَافِرِیْنَ) انا بھی عبارت بالکل صاف ہے: الْجَنَّةُ اُنْثٰی آسانی سے نہیں ملتا جتنا تم  
سمجھے بیٹھے ہو وہ تو صرف سعی و عمل کرنے والوں (یَاجِہْدُوْا وَاُیْسِرُکُمْ) اور استقلال والوں (الضَّیْرٰی) کو ہی ملتا ہے۔ تم تو اس جنگ اُحد سے پہلے موت  
کی منتیں مانا کرتے تھے، شہید نہیں ہو کر کہا کرتے تھے کہ ہم خدا کی عبادت میں جان تک دینے کیلئے تیار ہیں تو اُحد کے دن کیا موت آگئی تھی کہ موت تمہارا  
سامنے تھی اور اُس سے جی چسہ کر بھاگے بھاگے پھرتے تھے!

ان آیات الہی میں ضمناً ایمان کی تشریح ہو گئی کہ اسکا اہل فی فتح قوم ہے۔ شہداء کے معنی معلوم ہو گئے۔ ظالمین کا پتہ لگ گیا  
کہ کچھ ایمان والے لوگ ظالم ہیں۔ اور اسی لیے طاقت اور شکست اہل صفہ (۸-۱۱ آیات) نکھر، کی ایک حد تک صاحت ہو گئی کہ میدان جنگ میں

عَنْهُمْ سَبَّاهُمْ وَلَا دَخَلَتْهُمْ جَنَّتْ بِحَرِيٍّ مِنْ حَرِّهَا أَلَا نَهْمُ قَوَابِلٍ مِنْ عِنْدِ اللَّهِ  
وَاللَّهُ عِنْدَهُ حَسَنُ الثَّوَابِ (۱۹۸: ۳)

پہر پروردگار عالم نے انکی دعا قبول کر لی اور فرمایا کہ ہم تم میں سے کسی کام کرنے والے کے کام کو ضائع نہیں ہونے دیتے۔ مرد ہو یا عورت ہماری نظروں میں سب برابر ہیں۔ تم سب ایک دوسرے کی جنس ہو تو جن لوگوں نے ہماری خاطر ہجرت وطن کی، اور ہماری ہی وجہ سے اپنے گھروں سے نکالے گئے، اور ستائے گئے، اور دشمنوں سے لرزے، اور مارے گئے، ہم انکی سب اجتماعی بد حالیوں، فائدہ بر باد یوں، اور دامانگیوں (سینائیہم) کو انسے دور کر دینگے، اور انکو ایسے عمدہ باغوں میں لیجا دھل کرینگے جن کے نیچے نہیں بہہ رہی ہوگی۔ یہ اللہ کے ہاں سے انکے اعمال کا بدلہ ہوگا اور اچھا بدلہ تو اللہ ہی کے ہاں ہے۔

آہ! لیکن اس مالک الملک اور پروردگار عالم خدا کو، جسکی طاقت اور حکومت جسکی عزت اور عظمت صحیفہ فطرت کے ہر ذرے میں نمایاں ہے، جس کی بے نیازی کی شان صفحہ عالم پر فرد روشن کی طرح ثبت ہو، ایک دلیل بے حیثیت، اور پیمبر انسان کی سپہم عبادت، پستی محبت اور لاشریک طاعت کی کیا حاجت تھی؟ ھُوَ اللَّهُ الَّذِي لَا إِلَهَ إِلَّا هُوَ أَلَمْ يَكُنْ الْقُدُّوسُ أَلَمْ يَكُنْ الْمُؤْمِنُ الْمُتَعَبِّدُ الْعَزِيزُ الْمُجْتَبَرُ الْمُسْتَبْعَنُ اللَّهُ عَمَّا يُغْضَرُ كَوْنٌ هُوَ اللَّهُ الْخَالِقُ الْبَارِئُ الْمُصَوِّرُ لَهُ الْأَسْمَاءُ الْحُسْنَى يُسَبِّحُ لَهُ مَا فِي السَّمَوَاتِ وَالْأَرْضِ وَهُوَ الْعَزِيزُ الْحَكِيمُ (۵۹: ۲۳-۲۴) وہ جانوں کا خالق، دنیا کے امن و آسائش کا فیصل (الْمُؤْمِنُ الْمُتَعَبِّدُ) موجب اور مصور خدا، جسکی تسبیح و تقدیس میں اُس کے

سلاہ وہ اللہ ایسا پاک ذات ہو کہ اُسکے سوا کوئی آقا ہونے کے لائق نہیں۔ بادشاہ جہاں ہے، پاک ہو، تمام عیوب سے مبرا ہے، امن دینے والا گھپا ہے، زبردست اور بڑا دباؤ والا ہے، صاحب عظمت ہو۔ جس کو یہ لوگ اُس کی عظمت میں شریک کرتے ہیں وہ ان سے بالاتر ہے۔ وہی ہر شے کا خالق، بلکہ موجد اور صورت دہ، اُسکے بڑے بڑے اوصاف ہیں (الْأَسْمَاءُ الْحُسْنَى) جو کچھ زمین و آسمان میں ہے اُسکے احکام کی تعمیل میں سرچڑھ رہے (يُسَبِّحُ) اور وہ بڑا غالب اور حکمت والا ہے۔

رقبہ تخت اہلین صفحہ ۱۲۱) خدا کی لڑائیاں آخری دم تک استقلال سے نہ لڑنا کفر اور انکار خدا ہے۔ صبر اور مطالبہ ہونے کہ وہ صرف استقلال ہی ہے، جہاد کی حقیقت کھل گئی کہ وہ صرف قتال بالیہف ہی ہے۔ جو لوگ جہاد کے معنی تسبیح پر نہ دینے کے لیے ہیں اُن کے لیے یہ آیات از بس عبرت انگیز ہیں۔ اور بالآخر یہ کہ تمنائے موت کے معنی سجدہ میں آگے نہ کہ اس سے مراد لڑائی میں کٹ مرنے کے ہیں کہ یہی سب بڑی عبادت کسی آقا نے نادر کی ہو سکتی ہے۔ یہی ہر بادشاہ اپنے سپاہی سے چاہتا ہے اور اس کے عوض میں تحفے اور انعام، جاگیریں اور زمینیں تقسیم کر دیتا ہے۔ تمنائے موت کا ذکر تیسری جگہ میں عنقریب آئیگا۔

۱۰ اس آیت کریمہ میں لَا كُفْرَانَ عَنْهُمْ سَبَّاهُمْ وَلَا دَخَلَتْهُمْ جَنَّتْ بِحَرِيٍّ مِنْ حَرِّهَا أَلَا نَهْمُ کے الفاظ تشریح طلب ہیں۔ لیکن ان کی تشریح صفحہ ۱۳۱ کے تحت اہلین میں مصیبت کے عنوان میں آئے گی۔





وہ کیوں حبسِ وطن اور قتال بالسیف کو ہی ایمان کا صحیح معیار قرار دے کر مباحسین انصار کو  
سچے مومنوں کی فہرست میں شمار کرتا تھا: وَالَّذِينَ آمَنُوا وَهَاجَرُوا وَجَاهَدُوا فِي سَبِيلِ اللَّهِ وَالَّذِينَ آذَوْا

(یعنی تحت آیت صفحہ ۱۲۳) انتہیں قحط اور وبا، فاقوں اور بیماریوں کا شکار ہو جاتی ہیں، جس کے باعث دنیاوی انعام سب اچک لیے جاتے ہیں  
(وَالَّذِينَ آمَنُوا) دشمن ہر وقت تاک میں لگا رہتا ہے، اندکزد کی کردی کو دیکھ دیکھ کر خوش ہوتا ہے۔ گویا یہاں پر عینہ اس قطع کی مصیبت کے سچا  
واہلا کا ذکر ہے جو اعلیٰ کے ذریعے کے باعث قوموں پر طاری ہو جاتی ہے اور جس کا مصداق آج تمام عالم اسلام ہے۔ قرآن حکیم نے اس قدر  
اور ضعف قوت، اس خوفِ عدد اور ہم موت کی تصریح ایک دوسرے موقع پر بھی کی ہے جس میں بوضاحت تمام جملہ دیا ہے کہ کسی قوم کا آزاد  
ہونا اور دنیوی نعمتوں اور طبیعتات رزق سے متمتع ہونا ہی نصرت الہی ہے:

وَاذْكُرْ اَنَّا اَرْسَلْنَاكَ بِالْحَقِّ بَشِيرًا وَنَذِيرًا ۚ فَسَبِّحْ لِلَّهِ مَا يَكُونُ لَكَ اَنْ يَّخْطُبَكَ النَّاسُ فَاَوْكُرْ ۚ وَاِنَّكَ لَمِنْ الْمُنْذَرِينَ  
مَرَّةً فَلَمَّا قَضَى الْقُرْآنَ اَلَّذِي اُنْزِلَ فِيهِ مِنْ اَمْرِ رَبِّكَ فَسَبِّحْ ۚ وَلِلَّهِ الْغَلْبَةُ وَلِلَّهِ الْعَاقِبَةُ وَلِلَّهِ الْعُزْرُ ۚ (۲۶:۸)

اور سب! وہ وقت یاد کرو جب تم دنیا میں تھوڑے سے تھے، کمزور اور بے بس گئے جاتے تھے، اور ہر آن اس خوف کے باعث تھے  
رہتے تھے کہ دشمن تمہیں اچک نہ لے جائیں۔ پھر خدا نے وہ اجمال نے تمہارے اعمال کو پسند فرما کر تم کو اپنی پناہ میں لے لیا، اپنی مدد تم کو دی  
بنایا، اور دشمن خستہ دیکر عدد قسم کی دنیاوی نعمتیں سنیں، اور یہ سب اس لیے کہ تم قوت اور اس، نعمائے الہی اور نائید خدائی دل سے قدر کرو، اذ  
اُنکے قوت انگیز احکام پر مستور عمل کرتے رہو (لَعَلَّكُمْ تَشْكُرُونَ)۔ اُنکے انسانی کی تصریح کے لیے دیگر صفحہ ۱۳۸

یہ آیت مسلمانوں کی بحث کے ضمن میں صفحہ ۱۲ کے تحت آیت میں گذر چکی ہے۔ لیکن ظاہر ہے کہ آیات اَنَّا اَرْسَلْنَاكَ بِالْحَقِّ بَشِيرًا وَنَذِيرًا  
بِخَطِّكَ لَكُمْ النَّاسُ کا خوف ہی، اور تَقْصِيصُ مِّنَ الْاَمْوَالِ وَالْاَنْفُسِ، یعنی قَتْلُ، اور تَضَعُفُ فِي الْاَرْضِ ہونا ہے، اور یہی وہ مصائب گہرے ہیں جن کا  
ابتلا مقصود ہے کسی عزیز کامر جائے تَقْصِيصُ مِّنَ الْاَمْوَالِ وَالْاَنْفُسِ، نہیں ہو سکتا۔ مزید برآں تعجب ہو کہ جہاں کسی شخص کی طبیعی یا ناگہانی موت پر اَنَّا اَرْسَلْنَاكَ بِالْحَقِّ بَشِيرًا وَنَذِيرًا  
فقہ نہایت التزام کے ساتھ استعمال ہوتا ہے وہاں خوف اور ہول کو نقصان مال کے موقع پر ردہا نہیں بولا جاتا، یہ دلیل بجائے خود اس امر کی  
شہادت ہو کہ اخلاف مسلمین نے کلمہ استرجاع کو قطعاً غلط سمجھا ہے اور اس کے خدائی مفہوم سے یکسر الگ ہو گئے ہیں۔

لیکن اس استدلال سے قطع نظر ایک اور صورت نظر بھی ہے جو اس دعوے کی یکسر تغلیط کر دیتی ہے کہ کسی مسلمان کی طبیعی یا ناگہانی موت وہ  
مُصِيبَةٌ، جو جہر اَنَّا اَرْسَلْنَاكَ بِالْحَقِّ بَشِيرًا وَنَذِيرًا کی ضرورت یا اجازت از قرآن ثابت ہو، مُصِيبَةٌ کا لفظ کلام الہی کے اندر بالالتزام اس خدائی انتقام یا اجتماعی سزا  
کے معنوں میں آیا ہے جو قومیں یا افراد اپنی غفلت یا نافرمانی کے باعث اپنے ہاتھوں مول لے لیتے ہیں۔ انفرادی اموات اس جدول میں داخل  
نہیں کیونکہ نیک و بد سب ایک نہایت ان مرنا ہے اور ہر شخص کم از کم سزا یا انتقام وقوع نہیں ہوتا۔ اگرچہ ایک ملک میں عام وبا کا پھیل جانا  
یا طوفان سے سستیوں کا ہلاک ہو جانا مُصِيبَةٌ میں داخل ہو سکتا ہے۔ یہ نکتہ اس حیرت انگیز صحت اور تطابق کے ساتھ قرآن حکیم میں جا بجا بیان  
ہوا ہے کہ مُصِيبَةٌ کے الحال سبب شدہ معافی کی صحیح تصویر کشی کرنے کی غرض سے اس شہادت کا تمام کمال یہاں پر لکھ دینا ضروری ہے۔

سورۃ آل عمران میں غزوہ اُحد کے متعلق ہے:

اَوَلَمْ نَكْنِ اَصْحَابُ مَكَّةَ مُصِيبَةً قَدْ اَصْبَحْنَا مَكَّةَ مُصِيبَةً ۚ فَلَوْلَا اَنْقُذَ لَهٗ هَؤُلَاءِ قُلُوبُ هٰؤُلَاءِ مِنْ عَذَابِ اَنفُسِكُمْ ۚ اِنَّ اللّٰهَ عَلٰی كُلِّ شَيْءٍ قَدِيرٌ ۚ وَمَا  
اَصْحَابُكُمْ يَوْمَ الْفَتْحِ اِلَّا جَمْعٌ ۚ فَاِذْ يَنْزِلُ اللّٰهُ وَلِيَعْلَمَ الْمُؤْمِنِيْنَ ۚ وَلِيَعْلَمَ الَّذِيْنَ اَنَافَقُوْا ۚ (۱۶۴-۱۶۶)

مسلمان! تم بھی عجیب لوگ ہو کہ جب تم پر جنگیں شکست کی مصیبت آپڑی، حالانکہ تم ہی جنگ بد میں دشمنوں پر اس سے دینی مصیبت ڈال چکے تھے،  
تو تمہارے چلے جوت گئے اور بے دل ہو کر گئے کہنے کہیں! یا اذت کمال سے گئی۔ اسے محمد! ان سے کہہ دو کہ یہ مصیبت آئی تو تمہارے اپنے کیے سے  
آئی، اپنی نامزدی اور بزدلی سے آئی، اور خدا تو اس قدر با عدل اور بے نیاز ہے کہ اپنے بزدلوں کے کسی گروہ پر بے جا عاقبت نہیں کرتا اِنَّ اللّٰهَ عَلٰی كُلِّ





بَلْ أَحْيَاكُمْ وَلَٰكِنَّ كَثِيرًا مِّنْ أَهْلِ الْإِيمَانِ أَفْتَدُوا فِي سَبِيلِ اللَّهِ أَمْوَالَهُمْ الَّتِي هِيَ بَرَكَةٌ لَّهُمْ وَلَٰكِن مَّا كَثُرُوا ۖ وَلَا تَجِدُوا لَهَا فَخْرًا ۚ (۱۵۳: ۲) وَلَا تَجِدُوا لَهَا فَخْرًا ۚ

وہ کس حکمت عملی کی بنا پر انکو مغفرت عامہ کے بے تحاشا انعام، اور جنت کی دلفریب نہروں کے

۱۵ اور لوگو! جو شخص خدا کی راہ میں اور اسکا اعلا کرنے کرتے قتل ہو گیا، اسکو مرنا نہ کہو، وہ فی حقیقت زندہ ہے، وہ ابداً لا ہا دیکھنا پنا نام چھوڑ گیا، اپنے کارنامے پہنچ گیا، وہ ہر وقت دوسروں کو شجاعت کی ترغیب دے رہا ہے، جو صلے بڑھا رہا ہے۔ لیکن تم نہیں سمجھتے کہ وہ کیونکر زندہ ہو۔ ۱۵ اور لوگو! جو شخص راہ خدا میں قتل کیے گئے ان کو مردہ شمار نہ کرو، وہ تو فی حقیقت زندہ ہیں اور خدا کے پاس بیٹھے ہوئے اسکی نعمتوں اور رحمتوں سے مالا مال ہو رہے ہیں!

(تفسیر تحت آیت صفحہ ۱۲۵) ان آیات سے ظاہر ہے کہ مصیبت یہاں پہنچی وہ اجتماعی سزا ہے جو خدا قوموں کو ان کی مجموعی بد اعمالیوں کے باعث نہایت غور و خوض کے بعد دیتا ہے۔ انفرادی اور فاعلی مصائب اس میں شامل نہیں اور نہ کسی عزیز کی موت اس قانون کے تحت ہو سکتی ہے۔ قوموں کی پستی غفلتیں اور کامیابیوں ایک اقل قلیل مدت کے اندر خدا کے وبال کو دعوت دیتی ہیں، پھر جب انکی بد کاریوں کا پیمانہ لبریز ہو جاتا ہے تو پورے قافلہ کے بعد خدا کا اہل حکم نافذ ہو جاتا ہے جیسا کہ سورہ تغابن میں ہے: مَا أَصَابَ مِنْ مُّصِيبَةٍ إِلَّا بِإِذْنِ اللَّهِ (۲۴: ۱۱) اور ہمیں کافروں کے اجتماعی عذاب ہی کا ذکر ہوا ہے۔ تمام قرآن کے طول و عرض میں صرف ایک جگہ (یعنی سورہ مائدہ میں) مصیبت کا لفظ انفرادی معنوں میں استعمال ہوا ہے مگر وہاں پر موت کے لفظ سے انکی تصریح کر کے متذکرہ صدر لکھے کو ہر تفسیر رکھا ہے: أَوَلَمْ يَكُنْ لَّيْلٌ مِّنَ اللَّيْلِ إِذْ يُخَيَّلُ إِلَيْهِ فِيهَا سَكِينٌ مِّنَ الْمُؤْمِنِينَ (۱۰۶: ۱۰۶) یعنی اگر تفسیر میں ہو اور تفسیر موت کی مصیبت آپڑے تو وصیت کرتے وقت کوئی دوسرا کلمہ بھی پیکار کو تو کچھ مضائقہ نہیں الغرض مُصِيبَةٌ کی قرآنی اصطلاح کے متعلق اس تمام استدلال سے ظاہر ہے کہ اصل کتاب کی آیات زیر بحث میں خدا نے عظیم نے اس امر کی تلقین نہیں کی کہ جب تفسیر کسی جہاں کا خوف طاری ہو، یا غریب اور نادار ہو جاوے، یا کوئی عزیز مسلمان مرجائے، یا تمہاری تجارت کا بھاری ڈوب جائے تو فوراً اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّا اِلَيْہِ رَاجِعُونَ کا طلسمی سنہرے دھڑاؤں بلکہ یہ کہہ سکتے ہیں کہ اسے مسلمانوں میں شک نہیں کہ ہم تو فنا و توفیق کا تم کو تمہاری مجموعی بد اعمالیوں اور غفلتوں کے باعث محکومیت، فقر و افلاس، بچا رگی، اور شکست و ریخت کی مصیبتوں میں ڈالتے رہیں گے، لیکن اگر تم سچے معنوں میں مسلمان ہوئے تو تم اپنی آبائی غفلتوں، اور ذاتی و ایمان دگیوں کو خیر باد کہہ کر صبر و استقلال سے ان مصائب کا مقابلہ کرو گے، اور اپنے سر پہ یہ آسمانی بلائیں ٹال کر رہو گے۔ اور صحیح معنوں میں مستقل مزاج اور صابر لوگ تو وہی ہوتے ہیں جو مصیبت کو سر پر سوار ہو کر کھڑے قانون خدا کی طرف اُسر و فرج ہوجا کر اپنے سر پہ لیتے ہیں (قَالَ تَوَكَّلْ عَلَى اللَّهِ وَ إِنَّا إِلَٰهٌ دَاجِلُونَ) اور جان لیتے ہیں کہ یہ مصیبت ہمارے اپنے ہی کرتوت کی وجہ سے ہو اور خدا سے منحرف ہونے کا نتیجہ ہے۔ ہر سنہرے یا فتنہ مجرم یا عتاب زدہ ملازم اپنے آقا کو خوش کر نیچے لے آئے دن بعینہ اسی قطع کا رجوع اختیار کرتا ہے، وہ سزا کے بعد پھر اپنے نافرمانی کے حکموں کی تعمیل شروع کر دیتا ہے، اسے قانون کی طرف لوٹ آتا ہے، اپنی بد اعمالیوں اور غفلتوں سے تائب ہو کر انکی صحیح معنوں میں ملازمت اختیار کر لیتا ہے۔ نہ یہ کہ زبان سے کوئی ضنون دہراتا پھرے، اور آقا اس کی خوشحالانی پر فریفتہ ہو کر اس کو معاف کرے بلکہ شاہد بھی دے! قَالَ كَالْفُطْرَانِ هَٰذَا يَوْمَ يَأْتِي الْبَاقِيَ مِمَّنْ كَفَرُوا فَتَأْتِي السَّيْفُ الْأَوَّلُ (۳۱: ۳۱) یعنی ثابت کرنا مراد ہوتا ہے۔ سورہ حم اسجہ میں ہے: إِنَّ الْإِنْسَانَ لِرَبِّهِٖ لَكَافٍ ۖ فَسَخَّرْنَا لَهُ الْفُلَ لِيَأْتِيَهُمْ الْغَمَامُ ۖ وَأَنَّا لَمَبِيحُونَ (۳۱: ۳۱) یعنی جن لوگوں نے خدا کو اپنا رب کہہ دیا، پھر استقامت سے اس قول پر سچے رہے اُن پر فرشتے اُترتے ہیں۔ یہاں غرض مُنْہ سے کہنا ہرگز مراد نہیں بلکہ جن لوگوں نے از روئے عمل خدا کو اپنا حاکم اور رازق مان لیا، اُن کا ذکر ہے۔

### تشریح سیمۂ حیات

مُصِيبَةٌ کی قرآنی اصطلاح کے معانی آج قریب ترمیم ہو چکے ہیں اور ظاہر ہے کہ کوئی انسانی لغت اب اسے خدا کی مفہوم کو ادا نہیں کر سکتی قرآن ذات خود اپنے معانی کا محاذ بننے اور اسی نقطہ نظر سے سب انسانی لغات سے بے نیاز ہے۔ ایک اور قرآنی اصطلاح جو قریب قریب

داعی وعدے دے دیا کرتا تھا؟ وہ کیوں اپنی سرسری آنکھ کی الفت سے بھری ہوئی نظر میں  
اُن غازیانِ ملت، اور فدائیانِ دین پر ہی ڈالتا تھا جو اسکی راہِ مجنت میں دیوارِ آہن کی طرح ثابت قدم

(بقیہ تحت المشرق صفحہ ۱۲۶) یعنی اجتماعی بد حالی کے معنوں میں استعمال ہوئی ہے سَبَّحْتَہُ اُسے اور جس کی ضدِ حَسَنَہ ہے۔ یہاں اس  
تقریب پر ان اہم اصطلاحات کی توضیح بھی کر دی جاتی ہے اگرچہ اسکی ضرورت اس کے چل کر واضح ہوگی **الف** سورہ نہل میں ہے: مَا أَصَابَكَ  
مِنْ حَسَنَةٍ فَمِنْ اللَّهِ وَمَا أَصَابَكَ مِنْ سَيِّئَةٍ فَمِنْ نَفْسِكَ (۴۹: ۴) یعنی اسے لوگو! جو بھلائی تم کو اس دنیا میں پہنچی ہے وہ تمہارے خدا  
بتائے ہوئے راہ پر چلنے کی وجہ سے ہے اور جو سزا تم کو اس دنیا میں ملتی ہے وہ تمہارے اپنے کثرت سے ہے۔ علیٰ ہذا القیاس سورہ شوریٰ میں ہے: وَلَئِنْ  
نُصِبْتُمْ سَبْطًا مِّن مَّا آتَيْنَاكُمْ لَتَأْكُلَنَّ مِنَهَا جِذَارًا (۳۶: ۳۶) یعنی اگر ان کو انکے اپنے کثرت سے کوئی بڑائی پہنچے۔ جس سے مقصود افرادِ امت کی غفلت کی  
وجہ سے اجتماعی سزا کا ملنا ہے۔ سورہ اعراف میں اقوام کو سزا ملنے کے ابتدائی مراحل کے ذکر میں ہے: ثُمَّ بَدَّلْنَا مَكَانَ السَّيِّئَةِ الْحَسَنَةَ حَتَّى عَفَا  
(۹۵: ۴) پھر ہم اس قوم کی ظاہری بد حالی کو خوشحالی اور فلاحِ الہی سے بدل دیتے ہیں یہاں تک کہ وہ لوگ اس کے زعم میں حصے تیار ہو جاتے ہیں۔ اسی  
سورہ میں آگے چل کر ہے: وَلَقَدْ أَخَذْنَا آلَ فِرْعَوْنَ بِالنَّيْلِ وَالْعُنُقِ وَنَقَبْنَا آلَ فِرْعَوْنَ بِأَكْوَافِهِمْ لَعَلَّہُمْ يَرْجِعُونَ كَذَّابًا جَاءَتْهُمْ الْحَسَنَةُ قَالُوا لَئِنَّا هَلَكُنَا  
وَلَئِنْ لَّيُصِيبُہُمْ سَيِّئَةٌ يَّظْلِمُونَ تَوَمَّلُوا هَؤُلَاءِ مِمَّن مَّقَعَةً (۱۳۰: ۴) اور ہم نے فرعون کی قوم کو رسول کی خشک سالیوں اور کئی پیداوار کی سزا سے اپنے دی  
تھی کہ وہ لوگ عبرت پزیر اور اپنی بد اعمالیوں سے باز آئیں۔ پھر جب انہر کوئی اجتماعی راحت نازل ہوتی تھی تو کہتے کہ خدا کی طرف سے خوشنودی مزاج کا  
یہ پروانہ ہمارے ہی نیک اعمال کی وجہ سے ہے اور اگر انہر کوئی جمعی آنت آتی تو مومنوں اور انکے ساتھیوں کے بد افعال کا نتیجہ گردان کے سر پہنچتا ہے  
یہاں نَقَبْنَا تِلْكَ النَّيْلَ کے مترادف صدمہ معانی (صفحہ ۱۳۳) تحت امتن کی تائید بھی ہوگئی اور سَبَّحْتَہُ کے مطالب بھی صاف ہو گئے۔ سورہ مدثر میں ہے:  
وَلَيَسْجُودَنَّ لَكَ بِالْحَسَنَةِ قَبْلَ الْحَسَنَةِ وَقَدْ خَلَتْ مِنْ قَبْلِهِمُ الْمَثَلَتُ (۱۱۳: ۶) اور اسے پنیہر یا یہ لوگ تم سے خوشحالی اور اجتماعی عافیت مانگنے  
کی بجائے عذاب کی جلدی پھا رہے ہیں حالانکہ انکو خوب معلوم ہے کہ ان سے پہلے ہمارے ہاں سے وہ وہ دردناک عذاب آئے ہیں کہ ان کی کماؤں میں  
آتی ہیں۔ علیٰ ہذا القیاس سورہ نمل میں حضرت صالح کا قول ہے: قَالَ يَقُولُونَ لَا تُبْدِلْ لَنَا آيَاتِنَا بِالْحَسَنَةِ وَلَا تَكُنْ مِنَ الْكَافِرِينَ (۲۶: ۱۲) یعنی حضرت نے کہا کہ اے قوم! تم کیوں خوشحالی اور امن (الحسنۃ) کو چھوڑ کر فساد و مسکن کے عذاب (السَّيِّئَةِ) کے لئے  
جلدی پھا رہے ہو، تم کیوں خدا سے دُعا بھلا سے اپنی گزشتہ دامنہ گویوں پر پردہ پوشی کی درخواست (تَسْتَغْفِرُونَ) نہیں کرتے تاکہ تم سقِی انعام و  
اکرام ہو جاؤ؟ یہاں بھی سَبَّحْتَہُ سے مراد صاف طور پر وہ اجتماعی بد حالی ہے جو احکامِ خدا کی عدم تعمیل کے باعث ہر قوم پر وقتہ بوقتہ یارفتہ نازل  
ہو جاتی ہے۔ سورہ آل عمران میں ہے: اِنْ تَتُوبَا إِلَى اللَّهِ فَقَدْ تَابَ اللَّهُ وَلَئِنْ تَتُوبَا إِلَى اللَّهِ فَقَدْ تَابَ اللَّهُ وَلَئِنْ تَتُوبَا إِلَى اللَّهِ فَقَدْ تَابَ اللَّهُ وَلَئِنْ تَتُوبَا إِلَى اللَّهِ فَقَدْ تَابَ اللَّهُ  
خاندہ پر ہونے ہے تو انکو برا لگتا ہے اور اگر تم پر کوئی قومی آفت نازل ہوتی ہے تو یہ منافق خوش ہو جاتے ہیں۔ یہاں سَبَّحْتَہُ کی کوئی دوسری تاویل  
غیر ممکن ہے اور مطالب بالاتر از وہی ہیں جو پہلے بیان ہوئے۔ سورہ اعراف میں بنی اسرائیل کے بارے میں ہے: وَقَطَعْنَاهُمْ فِي الْاَرْضِ اُمَمًا  
وَمِنْهُمْ الطَّيِّفُونَ وَمِنْهُمْ ذُو الْقُرْآنِ وَالْخَسَفُ وَالْجَنَابُ وَالْجَنَابُ وَالْجَنَابُ وَالْجَنَابُ (۱۶۸: ۴) اور ہم نے بنی اسرائیل کو بالآخر گروہوں میں  
تقسیم کر کے سطحِ زمین پر پسلا دیا، ان میں سے بعض اُنہیں صلح بنی ہیں (اور مدتِ مدید تک ہمارے انعاموں سے بہرہ ور ہوتی رہیں) اور بعض بہت  
جلد غیر صلح ہو گئیں (اور جلد صفحہ زمین سے محو کر دی گئیں) اور ہم نے ان غیر صلح اُنہوں کی نزائشِ طرح طرح کی اجتماعی خوشحالیوں (الحسنات) اور ہم  
قسم کی جماعتی بدعالیوں (السَّيِّئَات) سے کی کہ شاید یہ انعاموں کے ملنے کی لم کو سمجھ کر اور سزاؤں کے آنے کی حقیقت کو پا کر ہمارے قانون کی طرف لوٹ  
آئیں (لَعَلَّہُمْ يَرْجِعُونَ)۔ گویا یہاں مراد یہ ہے کہ جہاں کچھ مدت کے لئے راہِ راست پر آ جاتے تھے تو ہم اپنی نعمتوں کا دروازہ یکسر کھول دیتے تھے تاکہ  
انکو معلوم ہو جائے کہ انعام یکسر جاری متابعت کی وجہ سے ملتا ہے اور جہاں ہمارے قانون سے سرکش ہو بیٹھتے تھے تو ان کو بد حال کر دیتے تھے کہ  
سمجھ لیں کہ یہ بد حالی انکے اپنے کثرت سے ہے۔ سورہ زمر میں سَيِّئَاتِ کا یہی مفہوم ذرا اور بھی واضح طور پر ہے: فَاصْبِرْ سَيِّئَاتِ مَا كَسَبُوا وَالَّذِينَ

رہ کر لڑا کرتے تھے: إِنَّ اللَّهَ يُحِبُّ الَّذِينَ يُقَاتِلُونَ فِي سَبِيلِهِ صَفًا كَانَتْهُمْ بَنِيَانٌ مَرُوضُونَ (۱۲: ۱۱)۔ نہیں! وہ زمین و آسمان کے خزانوں اور ملار اعلیٰ کے گنجینوں کا مالک خدا جس کے قبضے میں کائنات عالم کی مقادیر

سے بیک خدا انہی لوگوں کو تیار کرتا ہے جو اسکی حمایت اور محبت میں صف باندھ کر لڑتے ہیں اور ایسے جے رہتے ہیں کہ گویا ایک دیوا ہیں جس میں سیہ بلا دیا گیا ہے۔

(بیتہ تحت المیزان صفحہ ۱۲) ظَلُمُوا مَنْ هَؤُلَاءِ سَبَّحُوا بِحَمْدِ رَبِّهِمْ سَبَّحَاتٌ مَّا كَسَبُوا هُمْ وَمَا هُمْ بِمُحْجِبِينَ (۱۲: ۳۹) یعنی تو ان لوگوں کو ان کی بد اعمالی کے برے نتائج اجتماعی بد اعمالوں (السَّيِّئَاتِ) کی صورت میں پونچھے، اور ان اہل مکہ میں سے بھی جو لوگ حدود سے تجاوز کر رہے ہیں (ظَلُمُوا) ان کو بھی ان کے اعمال کے برے نتائج قوی زہون عالی کی صورت میں عنقریب پونچھنے والے ہیں، اور یہ لوگ ایسے طاقتور تو ہیں نہیں کہ ہم کو عاجز کر دیں۔ اس موقع سے فرمایا سَبَّحَاتٌ کو پھر اسی مفہوم میں استعمال کیا ہے: وَبَيْنَ الْهَمِّ سَبَّحَاتٌ مَّا كَسَبُوا وَحَاقَ بِهِمْ تَاكَلُوا لَهُ يَسْتَفْهِرُونَ (۱۲: ۳۹) یعنی پھر ان لوگوں کو اپنے کفرت کے برے نتیجے اجتماعی شکست و ریخت (سَبَّحَاتٌ) کی صورت میں ظاہر ہو گئے، اور بس سزا کو یہ لوگ ہنسی بخول سمجھ رہے تھے ان پر آنازل ہوئی۔ یہاں بھی سَبَّحَاتٌ سے مراد بصراحت تمام وہ فقر و فہاس، خوف کا ماحول، اور ذل و شکست ہی جو اقوام عالم کو ان کی غفلتوں اور بد اعمالیوں کی پاداش میں ملتا ہے۔ اس سے مقصود گناہ، نہیں جس کا عملی مفہوم آج مشرعی مصطلح بن کر کچھ بے معنی سا ہو گیا ہے۔ چنانچہ سورہ ہود میں سَبَّحَاتٌ کا یہ عالی مفہوم اور بھی واضح ہے: وَلَئِنْ أَذَقْنَاهُ نَعْمَانَا بَعْدَ حَزَنٍ آتٍ مِّنْهُ لَيَفْقُرَنَّ وَهَبَ السَّيِّئَاتِ عُقُوبًا (۱۱: ۱۰) یعنی اگر انسان کو کسی تکلیف کے پونچھنے کے بعد ہم نعمائے الہی کا تھوڑا سا مزاج کھا دیں تو تمنا اپنے دلیں یقین کر لیتا ہے (لَيَفْقُرَنَّ) کہ اب (ہمیشہ کے لیے) میری سب خستہ حالیوں مجھ سے دور ہو گئیں۔

(ب) ان مثالوں سے قطع نظر قرآن حکیم میں کَسَبُوا السَّيِّئَاتِ اور ظَلُمُوا السَّيِّئَاتِ کے معنی فیر چلے بھی استعمال ہوئے ہیں بن کا صحیح مفہوم قوم کے افراد کا ان مجموعی گناہوں اور بد اعمالیوں میں مبتلا ہونا ہے جس کا نتیجہ اجتماعی شکست و ریخت ہو۔ یہاں نہ صرف دو مثالیں پیش کر دی جاتی ہیں۔ سورہ یونس میں ہے: وَالَّذِينَ كَسَبُوا السَّيِّئَاتِ جَزَاءُ سَيِّئَةٍ يَمْشِيهَا وَهُمْ يُعْتَقُونَ لَوْ أَنَّهُمْ فُتِنُوا فَرَأَوْهُم كَافِرِينَ (۱۰: ۲۷) یعنی جس قوم نے بد اعمالیاں کیں تو یاد رکھو کہ بڑے عمل کا ویسا ہی برا نتیجہ ہے، اور وہ نتیجہ یہ ہے کہ اس قوم پر ذلت چھا رہی ہوگی۔ گویا اندوئے قرآن سَبَّحَاتٌ اور اجتماعی بد اعمالیوں (مثلاً فقر و اندازی، بد نظمی، بدویانہی وغیرہ وغیرہ) ہیں جن کا نتیجہ قوم کی بد حالی ہے۔ رہی یہ بات کہ اس آیت میں اس دنیا کی جزا و ذلت کا ذکر ہے، آخرت کی سزا کا ذکر نہیں، اس کا ثبوت تیسری جلد میں آئے گا جہاں تمام رکوع کا مربوط ترجمہ کر دیا ہے۔ سورہ قصص کے آخری رکوع میں آخرت کی جزا و سزا کے بارے میں ہے: مَنْ جَاءَ بِأَحْسَنَةٍ فَلَهُ خَيْرٌ مِّنْهَا وَمَنْ جَاءَ بِالسَّيِّئَةِ فَلَا يُخْفِي عَلَيْنَا الَّذِينَ يَحْكُمُوا السَّيِّئَاتِ لَكُمَا مَا كَانُوا يَفْعَلُونَ (۲۸: ۸۲) یعنی جس شخص نے اپنی جماعت کے حق میں ایک بھلائی کی تو اسکو اس بھلائی سے بہتر اجر دیا جائے گا، اور جس نے اپنی قوم کو کوئی گزند پہنچایا تو بد اعمالیاں کرنے والے لوگوں کو تو ان کے اعمال کے مطابق ہی سزا ملے گی۔ گویا کَسَبُوا السَّيِّئَاتِ کے قرآنی معانی قومی بد حالی کو اپنے ہاتھوں خسریدنا، اور ظَلُمُوا السَّيِّئَاتِ کا صحیح مفہوم اس بد حالی اور ذلت کے لیے عمل کرنا ہے جیسا کہ آج قریب قریب ہر مسلمان اپنی قوم کے لیے اساتفا اور مشاکرہ ہے۔ ایک اسی قطع کی تفسیر آئی اصطلاح حکمران السَّيِّئَاتِ ہی جو سورہ نحل میں واقع ہوئی ہے: أَلَا يَتَذَكَّرُ الَّذِينَ يَحْكُمُوا السَّيِّئَاتِ لَنُخْصِبَنَّ اللَّهُ يَوْمَ الَّذِينَ كَفَرُوا أَزْوَاجًا لِّزَوَّاجِهِمْ لَا يَنصُرُهُمُ اللَّهُ فِي شَيْءٍ وَالَّذِينَ هُمْ يَحْكُمُونَ لَنُكَفِّرَنَّ عَنْهُمْ سَيِّئَاتِهِمْ وَلَنُعَذِّبُهُمْ عَذَابًا أَلِيمًا (۲۵: ۲۵) یعنی تو کیا وہ لوگ جنہوں نے اس کارگاہ سنی و عمل میں بد اعمالیوں اور غفلتوں کا حال بچھا رکھا ہے (مَكْرُوا السَّيِّئَاتِ) فی الحقیقت اس امر سے بیخوف و خطر ہو گئے ہیں کہ خدا کسی دن ان کو زمین و ہوا مارے یا پھر کوئی اور عذاب اُدھر سے آنازل ہو جس سے ان کو سان گمان نہ ہو۔ گویا مَكْرُوا السَّيِّئَاتِ سے مراد اجتماعی غفلتوں کا بے درپے بھرم بننا، لیکن مکرور یا سے یہ سمجھنا کہ دراصل کسی جسم کا ارتکاب نہیں ہو رہا جیسا کہ آج کل عالم اسلام میں ہر جگہ ہو رہا ہے۔ اس میں شک نہیں کہ قرآن حکیم میں بعض اوقات حُسْنٌ اور سَيِّئَةٌ کے الفاظ باہمی النظیر انفرادی نیکیوں اور ذاتی برائیوں کے لیے متعل نظر آتے ہیں۔ معاشری خصوصیات

اور جمیع مخلوق کا رزق ہے: لَهُمْ مَعَالِيقُ السَّمَوَاتِ وَالْأَرْضِ وَالَّذِينَ كَفَرُوا بِاللَّهِ وَالْيَوْمِ الْآخِرِ

هُمْ الْخَالِدُونَ (۳۹: ۶۳)، وَإِنْ مِنْ شَيْءٍ إِلَّا عِنْدَنَا خِزْيَانُهُ وَمَا نُنَزِّلُ إِلَّا بِقَدَرٍ مَعْلُومٍ (۱۵: ۲۱)،

۱۔ زمین و آسمان کے خزانوں کی کھیاں اُسی کے پاس ہیں۔ جسکو غرض ہو کر جو چاہے اُن میں سے بخش دے تو جو لوگ احکامِ خدا سے منکر ہیں اور اُسکے مطابق نہیں چلتے وہی گمراہ ہیں۔

۲۔ اور اِس زمین و آسمان کے اندر کوئی ایسی شے نہیں جسکے ہمارے ہاں خزانے کے خزانے نہ بھرے پڑے ہوں، اور ہم اُنکو اس دنیا میں بھیجے بھی ہیں تو ایک مناسب اندازے کے ساتھ جو ہمارے علم میں ہے۔

(بقیہ تحت اربعین صفحہ ۱۲۸) سے بظاہر ان کا کچھ تعلق نظر نہیں آتا لیکن اگر ہم اسعارِ نظر دیکھا جائے تو سیاق و سباقِ کلام سے عیاں ہو جائے گا کہ ان کا اتنی مفہوم بھی اجماعی ہی ہے۔ قرآن حکیم اپنے کسی امر و نہی میں اجتماعیت کے گراں قدر اصل اصول کو نظر انداز نہیں کرتا، اور انہی اعمال کو حسانات یا سببات قرار دیتا ہے جن کی تہ میں اجتماعی ترقی یا منزل کے جراثیم مخفی ہوں۔ نہیں بلکہ از روئے قرآن حَسَنَةٌ انسان کا وہ انفرادی عمل ہے جو فائدہ اس ارادے کو پیش نظر رکھ کر کیا جائے کہ اُسکے کرنے میں اجتماعی فائدہ ہے، اور علیٰ ذلکا قیاس سَبَّحْنَاهُ، وہ فعل ہے جسکا تعقل اور استمرار میں حیث اجماع نہ نقصان دہ ہے، اور اسی لینے اسکے عامل کی نیت اپنی جماعت کے بارے میں درست نہیں۔ اعمال کا نیت کے ساتھ لازم ملزوم ہونا اسلامی فلسفہ عمل کا وہ جزو لا ینفک ہے جو ہر صاحبِ نظر پر ظاہر ہے۔ دنیا کی بیدار اقوام کے سب افراد ہمیشہ سے تمام حسانات ہی مستقل پیش نہاد کو سامنے رکھ کر کرتے آئے ہیں، اور یہی طبعِ نظر جب رفتہ رفتہ آنکھوں سے اوجھل ہو جاتا ہے تو قوم میں بلائیں نتائج سببات شروع ہو جاتی ہیں۔ حتیٰ کہ اکثر حَسَنَات، بھی سَبَّحَات بن جاتی ہیں جیسا کہ آجکل زکوٰۃ ہے کہ یہودہ اور منتشر طور پر خرچ کر نیے مسلمانوں کو قوت دینے کی بجائے ان میں گد اگروں کی جماعت پیدا کر کے ضعف پونچا رہی ہے۔ اس اہم موضوع کے تعلق اسلامی فلسفہ عمل کے تحت میں مستقل بحث کی گئی ہے جو تیسری مجلس کے شروع میں آئے گی۔ سرِ دست صرف اس قدر دکھانا مقصود ہے کہ حَسَنَةٌ کی صحیح تعریف از روئے قرآن یہ ہے کہ اس سے کسی مستقل اجتماعی ربونِ عالی (یعنی السَّيِّئَات) کا واقعہ نہ ہو۔ مثال کے طور پر اگر ایک قوم کے افراد دیانت داری کے اصول پر ایسے عمل پیرا ہیں کہ بددیانتی سے اُن کی تجارت کو فروغ نہیں ہو سکتا، انکی دنیا میں ساکھ نہیں بڑھ سکتی، اُن کا کاروبار عالمگیر نہیں ہو سکتا، وغیرہ وغیرہ، تو وہ قوم بلا سبب ایک سَبَّحَةٌ کا دُفعہ ایک حَسَنَةٌ سے کر رہی ہے، اور اسی لینے فطرت کے خزانہ عامرہ سے انعام پا رہی ہے۔ برخلاف ایسے جس قوم کا کوئی مستقل پیش نہاد نہیں رہا، اور اُس کے افراد فوفا و فوفا ایک عملِ بلا نیت کر رہے ہیں یا سرے سے قوم کے بد انجام سے غافل ہو کر بیدیاں کر رہے ہیں تو قرآن کے رو سے یہ حالت کچھ داخلِ حسانات نہیں۔ سورہ مدین ہے:

وَالَّذِينَ صَبَرُوا ابْتِغَاءَ وَجْهِ رَبِّهِمْ وَأَقَامُوا الصَّلَاةَ وَالْأَنْفُسَ مَذْذِرَةً لِّأَنفُسِهِمْ سَبَّحْنَاهُ وَلَئِنْ رَأَوْهُمُ لَيَكْفُرْنَ بِهِ (۱۱۳: ۲۲)

لوگو! صاحبِ علم و نظر تو وہ لوگ ہیں (رَأَوْهُمُ لَيَكْفُرْنَ بِهِ) کا ترجمہ جو آیت (۱۱۳: ۲۲) میں ہے، جو اپنے پروردگار کی خوشنودی کی خاطر مستقل کو اپنا دستور العمل بنا لیتے ہیں (صَبَرُوا) جو الصَّلَاة کو قائم کرتے ہیں (وَأَقَامُوا الصَّلَاةَ) اور جو کچھ ہم نے انکو دے رکھا ہے، انہیں سے ایشا مال مددہ اور علی الاعلان کرتے ہیں اور اپنی اجتماعی بدعالی کا دُفعہ مناسب اعمال کے ذریعے سے کرتے ہیں۔ یہی وہ لوگ ہیں جن کی دنیا یعنی دنیاوی معاشرت (لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ) کا انجام (عُقُوبَى) اچائی اچھا ہے۔

الصَّلَاة کی اجتماعی خوبیوں، اور ایشا مال کے اجتماعی فوائد کے متعلق اصل کتاب میں بحث ہو رہی ہے، اور آئندہ کئی دفع انہی اہم موضوعوں کے لیے وقف ہیں، تاہم اس آیت کریمہ سے ظاہر ہے کہ صبر، اقامت الصَّلَاة، انفاق مال، اذفع سببات، سبکے سب اجتماعی اعمال ہیں جسکا اجتماعی حالت کو درست کرنے کی نیت سے کیے جانا مقصود ہے۔ یہی مضمون قریب قریب سورہ قصص (۲۸: ۵۴) میں ہے، اور وہاں بھی یہی فرجی

لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ يَتَوَكَّلُونَ عَلَى اللَّهِ لَا يَحْمِلُونَ حِمْلًا وَلَئِنْ رَأَوْهُمُ لَيَكْفُرْنَ بِهِ (۱۱۳: ۲۲)

## ان فاقست اور گدیہ گر عرب کے مال و متاع کا محتاج اور قرض حسنہ کا امیدوار کیوں

(بقیہ تحت اہم صفحہ ۱۲۹) جدوجہد مراد ہے۔ سورہ بنی اسرائیل میں یہود کے سیاسی بدو جزا اور اجتماعی عروج و زوال کی توجیہ کے بارے میں فرمائی ارشاد ہے:

لَقَدْ سَرَدْنَا لَكُمْ الْكُفْرَ عَنْكُمْ وَأَمَلَدْنَا لَكُمْ بِأَمْوَالٍ وَبَنِينَ وَجَعَلْنَا لَكُمْ أَكْثَرَ نَفِيرًا إِنْ أَحْسَنْتُمْ أَحْسَنْتُمْ لَا تَغْنِيْكُمْ وَلَئِنْ أَسَأَلْتُمْ لَفَكَّاهُمْ (۶۱: ۷-۹)

پہلے بنی اسرائیل کے نافرمان ہمارے لوگو! ہم نے ہر دست و پاؤں کو تم پر حاکم بنادینے کی سزا کے بعد (دیکھو آیہ ۵۱: ۷) تم کو افسوس غلبہ دیکر تمہیں باری دی، مال و بیسیوں سے تمہاری مدد کی، اور تم کو بڑے جتنے دلے بنادیا۔ اور ہم نے بارگرم تم پر عیاں کر دیا کہ اگر تم نے شمن عمل سے اپنی اجتماعی حالت درست کر لی (اِنْ أَحْسَنْتُمْ)، تو اس کا فائدہ تمہی کو پہنچا (أَحْسَنْتُمْ لَكُمْ تَغْنِيْكُمْ)، اور اگر اس سے پیشتر تم نے بڑے عمل کر کے اپنے آپ کو غیر کارحکم بنالیا تھا (لَئِنْ أَسَأَلْتُمْ)، تو اس کا نقصان بھی تمہی کو ملاتا تھا (فَكَّاهُمْ)۔

یہاں صاف طور پر رب زمین و آسمان کی نعمت میں حسن عمل (الْحَسَنَاتِ) سے مراد اجتماعی بیداری اور قومی احیاء کے وہ متعارف اعمال ہیں جنکا اہل نتیجہ غلبہ قوم ہے، اور سُورِ عَمَل (الْعَمَلِ) قومی اخلاق کا وہ انحطاط عظیم ہے جس کا نتیجہ محکومیت اور غلامی ہے جن لوگوں نے محسن عمل سے مراد ہتھیانوں میں ہیکل تسمیں چلانا سمجھ رکھا ہو اُن کے لیے یہ آیات از بس سبق آموز ہیں! بنی اسرائیل کی قوم نے اپنے ظالم حاکموں (نہیں بلکہ خدا کے سخت گیر اور با رعب بندوں) عِبَادًا لِّآلِہِ الْاُولٰٓئِیْنَ بآئیں سُنِّیْدًا (دیکھو آیہ ۵۱: ۷) سے نجات اُٹھانے کا حق مانا اور ان کے اندر تسمیں پھونک کر حاصل نہیں کی تھی، وہ لا محالہ تیغ و تنگ یکدم باہر نکلے ہونگے ایمان کی اہل قومیں اُنکے دلوں میں موجزن ہوئی ہونگی۔ اتحاد، صبر، ایثار مال و غیرہ ان کا مذہب عمل بن گیا ہوگا، پھر رب غفور رحیم نے اُنکے اس حسن عمل کو دیکھ کر اُن کے گزشتہ گناہ، معاف کر دیئے ہوں گے، اور یہ بادشاہت کا حاصل ہونا ہی خوشنودی خدا کی علامت تھی! مال و اولاد کی کثرت (وَأَمَلَدْنَا لَكُمْ بِأَمْوَالٍ وَبَنِينَ)، اور اُن کا جم غفیر ہو جانا (وَجَعَلْنَا لَكُمْ أَكْثَرَ نَفِيرًا)، بھی کچھ تسمیوں کے ذریعے نہ تھا، یہ سب افضال الہی عروس سلطنت کی وہ اونٹنیں تھیں جن کو ہاتھ باندھے ہوئے اس کے جلوں میں ہر وقت حاضر تھیں ہیں اور ہر اس قوم کے گمراہ جالابن جاتی ہیں جبکی میمانی عروس بادشاہت قبول کرے جو قوم اس کا رگہ عمل میں اپنی بہتری کے لیے حتی الامکان ہاتھ پیر مار رہی ہے، جو سعی و عمل کی دوست ہے، آزاد اور زور آور ہے، جو اُپنی بآئیں سُنِّیْدًا ہے، وہی اَحْسَنْتُمْ کی مصداق ہے، وہی قانون خدا کی پابند ہے، وہی خدا کی علامت ہے، وہی عبادت کا حق والا ہے، وہی عِبَادًا لِّلْعَالَمِیْنَ کے متکمل کو ہاتھ میں پیر پیر کر رواں کرے خدا کی بندگی ہرگز نہیں ہو سکتی! اسکے لیے لازم ہونا شرط ہے، کام کرنا شرط ہے، متفق اور متحد ہو کر ہاتھ پیر مارنا شرط ہے، لیکن اس موضوع کو یہاں بطول دینا بہت کچھ پیش از وقت ہے۔

(ج) سُنِّیْدًا اور حَسَنَةً کے متعلق متذکرہ صدر بحث سے جو (الف) اور (ب) کے ماتحت ہوئی اس قدر ظاہر ہے کہ جہاں آیات مشورہ (الف) میں اِنْ مَّسَلَّاحٍ سے مقصود اجتماعی بد حالی اور قومی خوشحالی ہے، وہاں آیات مذکورہ (ب) میں اِنْ مَّسَلَّاحٍ سے مراد وہ اعمال ہیں جو اجتماعی بد حالی اور خوشحالی کا پیش خیمہ ہوتے ہیں اور جن کا انجام بادشاہت اور تسلط فی الارض یا محکومیت اور غلامی ہے۔ اس نقطہ نظر سے کلام الہی میں جہاں جہاں یہ الفاظ آئے ہیں وہاں مراد یہی طاقت انور یا شکست انگیز اعمال ہیں اس سے کتر قطعاً کچھ نہیں۔ سورہ انعام کے آخری رکوع میں ہے: مَّنْ جَاءَ بِالْحَسَنَةِ فَكَانَ عَظْمًا مِّنْ اَمْرِ الْاٰمَنَاتِ وَلَا يَخْشَىٰ اِلَّا وُجْهًا وَهُمْ لَا يُظْلَمُوْنَ (۱۶۱: ۷)، یعنی جو شخص اس کا رگہ سعی و عمل سے ایک حَسَنَةً کمالا یا تو اس کو اُس جیسی دس حَسَنَاتِ انعام میں ملیں گی اور جس نے اپنی جماعت کے حق میں کوئی شکست انگیز عمل کیا تو اس کو صرف اس قدر سزا ملے گی جس قدر اُس نے شکست و ریخت کی تھی، اور اپنی زیادتی کو کسی صورت میں نہ ہوگی! یہاں بادی النظر میں محاکمہ عام معلوم ہوتا ہے اور خیال میں آتا ہے کہ کسی خاص نیک کی تخصیص نہیں کی، لیکن اس سے پہلے کی آیت: اِنَّ الْاٰمِنِیْنَ قَرَّتْ قُلُوْبُهُمْ وَكَانَتْ اَمْنًا لِّسُلُطٰتِہُمْ وَفِيْ شَمٰخِہِ الْاٰمَنَاتِ

را کرتا تھا، اور اس بروقت مالی امداد کے صلے میں چند سکوں کے بدلے، جنت کے نظریہ

(بقیہ تحت اہل صفحہ ۱۳۰) اَلْاٰمِرُہُمْ اِلٰی اللّٰہِ فَتَعْلَمُہُمْ بِمَا کَانُوْا یَفْعَلُوْنَ (۱۶۰:۶) یعنی اسے پیغمبر اچن لوگوں نے اپنے دین میں تفرقہ ڈالا اور کئی فرستے بن گئے، تمہارا اُن سے کچھ تعلق نہیں ہے، اُن کا معاملہ خدا کے حوالے ہو کر وہ خود ہی انکو دردناک سزائیں دے گا اور اس وقت اُن کے ہر اعمال کا نتیجہ موبہ بتلا دے گا جبکہ شکست و ریخت اُن کے سروں پر چھا رہی ہوگی۔ معافیہ صلہ کر دیتی ہے کہ حسنة اور سيئة کے الفاظ باہر سے اسی اتحاد اور منہ بند کی متعلق استعمال ہوئے ہیں جو ایک اجتماعی عمل ہے، اور ایسے ہی دوسرے اور نتیجہ خیز اجتماعی نیکیوں کے متعلق خدا نے زمین و آسمان نے دس گنا ثواب مقرر کیا ہے۔ نہ یہ کہ اگر کسی راہ چلے گا کہ اگر کو دوسرے دیدیے جائیں تو خدا سے بہت پیسوں کا امیدوار انسان ہوتا ہے۔ علی ہذا القیاس سورہ نمل کے اخیر میں الحسنة کو اس قدر جلیل القدر اور لائق الطاف و کرامت عمل قرار دیا گیا ہے کہ قیامت کی نفسی اور کس مہر کی دن اُس ایک احسنہ کا عامل سب پنج و فرع سے ان میں ہوگا، اور ایک استیسنہ کا کرنے والا دوسرے منہ جہنم میں دھکیل دیا جائے گا، مَنْ جَاءَ بِالْحَسَنَةِ فَلَهُ خَيْرٌ مِّمَّا نَا، وَهُمْ قَوْمٌ فَتْرَعٌ قَوْمٌ مِّمَّنْ اَمِنُوْنَ، وَمَنْ جَاءَ بِالسَّيِّئَةِ فَلَهُ شَرٌّ مِّمَّنْ اَمِنُوْنَ، وَمَنْ جَاءَ بِالسَّيِّئَةِ فَلَهُ شَرٌّ مِّمَّنْ اَمِنُوْنَ (۹۰-۸۹:۲۴) یعنی جس شخص نے قیامت کے دن الحسنة کو اپنی شفاعت میں پیش کیا تو اسکو اس کے عمل سے بہتر اجر دیا جائے گا اور ایسے لوگ اُس دن قیامت کی تمام پنج و فرع سے امن میں ہونگے، اور جو السيئة کو اپنے ساتھ لایا تو ایسے لوگ دوسرے منہ دوزخ میں دھکیل دیے جائینگے اور اُن سے پوچھا جائے گا کہ کیا یہ دردناک سزائیں تم لوگوں کو ماسوا تمہارے اعمال کے کسی اور جرم کی پاداش میں مل رہی ہے؟ اِن آیات الہی سے ظاہر ہے کہ الحسنة کا معیار ازل و نزل کے قرآن کس قدر بلند ہے۔ آج لوگوں نے نیکی کا معیار بہت حدت متعصب کر لیا ہے کہ ادنیٰ سی اور بے نتیجہ نیکیاں کر کے دس گنا ثواب کے منتظر رہتے ہیں اور اس ناروا رسم میں ہاتھ پر ہاتھ دھکر بیٹھے رہتے ہیں۔ قریب قریب یہی بات سورہ المؤمن (۴۰:۲۴) میں ہو کر اس کے اعادے کی یہاں پر ضرورت نہیں۔ قرآن حکیم کی کل کائنات میں صرف دو باتیں تھیں (۴۰:۲۴) اور (۳۴:۲۳) (۳۴:۲۳) ہیں جہاں باہمی النظر میں سیئة یا حسنة کے الفاظ انفرادی معانی میں استعمال ہوئے ہیں مگر جس وقت اُن آیات الہی کا ربط اصل کتاب میں ظاہر کر دیا جائے گا تو عیاں ہو جائے گا کہ اُن موقعوں پر بھی ان قرآنی مصطلحات کا بلند معیار بہت ستر قائم ہے۔

اس تمام طول و طویل بحث و تمحیص سے جو ان اوراق میں سیئة اور حسنة کے الہی مفہوم کے متعلق ہوئی ہر نوع یہ ظاہر ہے کہ سیئة کے معانی بھی مضمینہ کی قرآنی اصطلاح کی مانند دنیاوی اور اجتماعی بدحالی کے ہیں۔ جو سزائیں اقوام عالم کو اس دنیا میں قانون خدا سے منحرف ہونے، اور ذاتی غفلتوں کے تسلسل میں ملتی ہیں، اُن کے لیے قرآن نے لفظ سیئات، تجویز کیا ہے۔ اسی لحاظ سے جہاں جہاں قرآن میں "لَا تُكْفِرْ عَنْهُمْ سَيِّئَاتِهِمْ" یا "لَا تُكْفِرْ عَنْهُمْ سَيِّئَاتِهِمْ" وغیرہ کے الفاظ ہیں، انکا صحیح فہم یہ ہو کہ ہم اُن کی تمام جماعتی بدحالیوں اور خانہ بر باد یوں کو دور کر دینگے۔ نہ یہ کہ ہم اُن کے گناہوں کو معاف کر دینگے۔ جس کے معنی عملاً غیر محمدم ہیں کیونکہ شخص یا قوم کو پتہ نہیں لگ سکتا کہ اس کے گناہ و حقیقت معاف ہوئے ہیں یا نہیں۔ اکثر شارحین قرآن نے اِن الفاظ کا یہ معنی اور بے نتیجہ سبابت کر دیا ہے اور حقیقت سے دور جا پڑے ہیں۔

سیئة کے لفظ پر طول و طویل بحث آیہ اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّا اِلَيْہِ رٰجِعُوْنَ (۱۵۶:۲) کے تحت میں اس لیے کی گئی ہے کہ صفحہ ۱۳۲ کے متن کی آیہ (۱۹۴:۳) میں "لَا تُكْفِرْ عَنْهُمْ سَيِّئَاتِهِمْ" و "لَا تُكْفِرْ عَنْهُمْ سَيِّئَاتِهِمْ" کے الفاظ آچکے ہیں اور سیئة کی تشریح نہیں ہو سکتی تھی جب تک کہ مضمینہ کی تشریح نہ کر دی جاتی۔ بہر حال ظاہر ہے کہ اس آیت میں مراد یہ ہے کہ جن لوگوں اور قوموں نے میری راہ میں قتال کیا اور قتال کرتے ترک وطن پر مجبور ہوئے، میں اُن کی اجتماعی بدحالیوں کو دور کر دوں گا، اور انکو ایسے باغوں اور سرسبز زمینوں (جنت) کا بادشاہ بنا دوں گا جن کے تے نہریں بہتی ہوگی۔ ضمناً یہاں جنت کے معانی کی بھی تشریح ہو گئی۔ اگرچہ جنت کے متعلق مکمل بحث تیسری جلد پر چوری ہو گئی ہے۔ جو شخص اس قتال میں بچے رہے اُن کے لیے زمین کے جنت کی بادشاہت اور جو مارے گئے اُن کے لیے آخرت کے



باغات اور نہریں کیوں فروخت کر دیا کرتا تھا، اور پھر ان نعمائے الہی کے باوجود اس

(بقیہ تحت اہل بیت صفحہ ۱۳۱) باغ بہشت - یہی ”ثَلَاثًا مِّنْ عِندِ اللَّهِ“ کے الفاظ سے ظاہر ہے۔ ”مِن“ کا لفظ ظاہر کرتا ہے کہ ثواب دنیاوی ہے اور سودا نقد۔ آخرت کا اُدھار مقصود نہیں جیسا کہ شارحین نے بالعموم فرض کر لیا ہے اور اس نادر فرض کے باعث مسلمانوں کے آگے سے بادشاہت زمین کا وہ اہم منصب العین اور بہترین انعام دور گرد یا ہے جس پر سعی و عمل کا تمام حصہ تھا۔

### صلوات کے مفہوم کی تشریح

آیہ اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُونَ (۱۵۶: ۲) کے مطالب کی صحیح تعین کے بعد جو غور طلب بات لائق شرح و بیان رہ جاتی ہے یہ ہے کہ آیہ (۱۵۶: ۲) کے الفاظ اَوَّلَیْکَ عَلَیْہِمْ صَلَٰتُکَ تَزِیْرُہُمْ مِّنْ حَکْمَتِکَ کا مفہوم بعینہ کیا ہے، نہیں بلکہ مرقبہ طریق درود خوانی میں اللہ تعالیٰ کی محبت کے کیا معانی ہیں۔ اہل اسلام کی شرعی مجالس میں اور دوسرے موقعوں پر نبی کریم کے نام پر درود بھیجنے کا طریقہ ابتدا سے رائج ہے اس پر مسلمان روزِ اول سے نہایت شد و تہ سے حصہ لیتا چلا آیا ہے، اور اس درود کا بار بار پڑھنا داخل ثواب سمجھا ہے۔ صدر اسلام میں ایسے کچھ دیر لپٹے تک جب کہ نبی آخر الزمان علیہ الصلوٰۃ والسلام کا پڑھایا ہو سبقت ابھی تازہ ہی تھا، اور اسلامی اوام و نواہی کی حکمت بالغہ پر مسلمان کے ذہن نشین اس قدر ہو گئی تھی کہ اس کی تعمیل کیلئے عند الضرورت ہزاروں میل چلنا بھی اُسکے لئے ناگوار نہ تھا، ممکن ہے کہ کم و بیش ہر مسلمان درود پڑھتے وقت اُسکے صحیح مفہوم سے واقف ہو بلکہ اس کو صحیح لے اور کثیف دل کے ساتھ ادا کرتا ہو لیکن آج جبکہ مسلمانان عالم اسلام کا اکثر دس بھول گئے ہیں، درود کا صحیح مفہوم اور اس کا سچا کیفیت حال ذہنوں سے قاطبہ نکل چکا ہے، اور باقی لطیفات شرعی کی طرح یہ بھی محض سی اور بے نتیجہ رہ گیا ہے۔ آج جب کسی اوسط مسلمان کو درود کے متعلق سوال کیا جاتا ہے کہ وہ کیا ہے، کیوں اور کس لئے پڑھا جاتا ہے، اس کی اتنی حکمت کیا تھی، تو وہ آئیں یا میں شائیں کہ نظر آتا ہے، اور بالآخر جب تک نہیں پونج سکتا تو سب ہتھیار ڈال کر کہہ دیتا ہے کہ خدا کے احکام میں عقل کو کچھ دخل نہیں، ہمیں کلام نہیں کہ یہ طریق تفصیل کسی حق طلب قوم کے لئے انہیں ملک ہو، اور فقدان عمل کا راز بھی اسی دم مزین اور بکشتا حالت کے قیام میں ہے۔ آیہ اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُونَ کی متذکرہ صدر توضیح کے بعد کم از کم یہ ظاہر ہے کہ خدا نے اپنی جناب سے اُن لوگوں کو تحسین و آفرین کئے کا وعدہ کیا ہے جو کسی اجتماعی مصیبت کے دفع کرنے کی غرض سے قانون خدا کی طرف لوٹ آتے ہیں، اور ایسے ہی کارکن لوگوں کے بارے میں اَوَّلَیْکَ عَلَیْہِمْ صَلَٰتُکَ تَزِیْرُہُمْ کے الفاظ استعمال کیے ہیں۔ گویا صلوٰۃ سے مراد وہ شاباش اور تحسین و آفرین ہے جو کسی شخص کو کسی پسندیدہ کام کے سر انجام کو نیکے بعد دی جاتی ہے۔ قرآن حکیم میں سرور کائنات پر صلوٰۃ اور سلام بھیجنے کا حکم سورہ احزاب کے ان الفاظ سے ظاہر ہے:

اِنَّ اللّٰہَ وَمَلَٰئِکَتُہٗ یُصَلُّوْنَ عَلَی النَّبِیِّؐ ۙ یَاٰیُہَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوا صَلُّوْا عَلَیْہٖ وَسَلِّمُوْا سَلَامًا کَثِیْرًا (۵۶: ۱۳۳)

لوگو! تم کس نادر و ارفع میں ہو اور کیوں آئے دن نئے نئے ہمتان باندھ کر اور خابیدہ نختے جگا جگا کر رسول خدا کو تنگ کرتے ہو حالانکہ اس جلیل القدر نبی کی شان و منزلت ہے کہ وہ زمین و آسمان کا مالک خدا، اس کی عالم آفاق قوتوں کے علم پر وارزشتہ سب کے سب اس کی حیرت انگیز طاقت عمل، اس کی محبوبیت ویر پائش، اس کے انقلاب انگیز زور بہشت، اس کی مقلب القلوب روحانیت پر تحسین و آفرین کے نعرے لگاتے رہتے ہیں (صَلُّوْا عَلَیْہٖ وَسَلِّمُوْا) اور ہر دم اُسکے نیکو اور ستہ کائنات ہونے کی شہادت دیتے ہیں۔ اسے ایمان والو! تم بھی اپنے اس منہ مانے جلیل پر آفرین کے نعرے لگاؤ (صَلُّوْا عَلَیْہٖ وَسَلِّمُوْا) اور اُس پر اپنی تمام اہمیت کا سلام بھیجا کرو (صَلُّوْا سَلَامًا) اُسکے احکام کے آگے تسلیم و غور کر دیا کرو (سَلِّمُوْا سَلَامًا)۔

مَلَٰئِکَہ کی حقیقت سے یہاں پر بحث نہیں، نہ اس پر کہ رسول خدا کا وہ کیا زور عمل تھا جس نے ایک عالم کو انجشت بد مذاں کر دیا تھا، اس کی حقیقت اصل کتاب میں بتدریج عیاں کر دی جائے گی۔ لیکن یہاں ظاہر ہے کہ نبی پر درود بھیجنے سے مراد کثیف دل کے ساتھ اُسکے جلیل القدر کا ناموں پر تیسرہ ہونا، اس کا نام پر لب آنے پر تحسین و آفرین کے نعرے لگانا، اس کو زندہ باد و سلام کہنا وغیرہ وغیرہ جیسا کہ آج ہر قوم اپنے رہنماؤں کے دیدار سے مشرف ہو کر کیا کرتی ہے۔ اس عقیدت کیشی کا نتیجہ اکثر یہی ہوا کرتا ہے کہ دل میں اُن کا مولیٰ کی عظمت بڑھتا رہتی ہے، اور ہر شخص کے دل میں کچھ نہ کچھ اس ہمتا



قرض حسنہ کی چند در چند واپسی کا کیوں اصرار کرتا تھا؟

(بقیہ تحت المثنیٰ صفحہ ۱۳۲) قدم بقدم چلنے کی آنگ پیدا ہوتی ہے۔ یہی مقصود نبی کریمؐ پر درود بھیجنے سے تھا اور یہی اسکا ثواب (فائدہ) ہے مگر واسعتر تاکہ یہ رسم بھی اب بے اثر ہو چکی ہے!

رہی یہ بات کہ صلوات سے مقصود بعینہ سچ تھا جو اد پر بیان ہوا، اور صلوات کا اعلیٰ صرف پیغمبر خدا ہی سے مخصوص نہیں بلکہ ہر درجہ پرست شخص ارس کا مستحق ہے، اور اس زمانے میں تہاجب کہ قرآن وحی کیا جا رہا تھا، اس کا ثبوت سورۃ توبہ کی ایک آیت سے ہوتا ہے جس میں منافقین عرب پر درود بھیجنے کا حکم رسول خدا کو دیا گیا ہے!

خُنْزِرٍ اَوْ اَمْوَالِهِمْ صَدَقَةً تُطَهِّرُهُمْ وَتُزَكِّيهِمْ بِهَا وَصَلَّ عَلَيْهِمْ اِنَّ صَلَاتَكَ سَكَنٌ لَّهُمْ وَاللّٰهُ سَمِيعٌ عَلِيمٌ (۱۱۰)

اے پیغمبر! ان شکمگین اور منافقین عرب کے انکے مال میں سے کچھ شے بطور صدقہ دے لیا کر (کہ یہ صدقہ) بادی النظر میں انکی ضرورتوں کی کیفیت کی تصدیق کرتا ہے (کہ یہ صدقہ) کی تعریف تحت المتن (صفحہ ۱۱۰)، قرطبی نے اختیار کر کے فی الحقیقت ان کے دلوں کو محبتِ انسانی سے پاک صاف کر دے (تَطَهِّرُهُمْ) اور ان کے نفسوں کو آلائشِ حُبِ زہ سے مبرا کر دے (تُزَكِّيهِمْ) مادی سہولتیں نہیں بلکہ اُن کا شکر ادا کر دے (وَصَلَّ عَلَيْهِمْ) انکو اس دنیا و مال کے عوض میں تحمین و آفرین کہو (وَصَلَّ عَلَيْهِمْ) انکو دعا سے خیر و دو (وَصَلَّ عَلَيْهِمْ) انکو دعا کہ تمہاری شاہد (وَصَلَّوْا عَلَیْہِمْ) انکے لئے موجبِ مہربانی ہوتی ہے

اور انکو ان سے بھی اچھے کاموں کے کرنے پر آمادہ کرتی ہے اور یوں تو خدا ہر شخص کے ظاہر و باطن کو سمجھنے والا اور دل کی کیفیت کو خوب جاننے والا۔

وَمِنَ الْاَعْرَابِ مَنْ يَقُولُ بِاللّٰهِ وَالْيَوْمِ الْآخِرِ سِحْخًا لَا يُؤْمِنُ بِاللّٰهِ وَصَلَاتِ الرَّسُولِ اَلَا اِنَّهُمْ قَوْمٌ لَّعَنُوا (۱۱۱)

وَمِنَ الْاَعْرَابِ مَنْ يَقُولُ بِاللّٰهِ وَالْيَوْمِ الْآخِرِ سِحْخًا لَا يُؤْمِنُ بِاللّٰهِ وَصَلَاتِ الرَّسُولِ اَلَا اِنَّهُمْ قَوْمٌ لَّعَنُوا (۱۱۱)

سَيَلِّقُ لُحْمُہُمْ اللّٰہُ فِی رَحْمَتِہٖ اِنَّ اللّٰہَ عَفُوٌّ رَّحِیْمٌ (۹۹:۱)

سید محمد رضا علیؒ کے لیے ایک ایسا مقام ہے جو خدا کا حکم اعلیٰ مانتے ہیں اور ان کے حضور میں رزقِ قیامت کو جواب دہی کرنے پر یقین اور لوگوں کو ایمان دینا اور اعراب میں سے ایک طبقہ ان لوگوں کا ہے جو خدا کو عالم اعلیٰ مانتے ہیں اور ان کے حضور میں رزقِ قیامت کو جواب دہی کرنے پر یقین کرتے ہیں، اور جو ایثار مال دہہ کرتے ہیں ان کو خدا کے تقرب اور رسول کی شایاں (صلوات) کا ذریعہ سمجھتے ہیں۔ اسے پیغمبرِ ایمان کے ذہنِ شین کہہ دو کہ یہ مالِ فخر کرنا بیشک ان کے لینے باعثِ تقرب ہے؛ اور اگر وہ اسے اپنی اجتماعی بہتری کے لیے مالِ فخر کرتے رہے تو عنقریب خدا ان کو اپنی رحمت میں لے لیگا۔ ہمیں شک نہیں کہ وہ کارکنِ لوگوں کے حق میں گزشتہ و آئندہ گیں پر بڑا پردہ ڈالنے والا، اور بڑا رحم کرنے والا ہے۔

[illegible]

هُوَ الَّذِي يُصِرُّ عَلَيْكَ وُملِكُكَ الْخَيْرَ جَكَتْ مِنَ الظُّلُمِ إِلَى النُّورِ وَكَانَ بِالْمُؤْمِنِينَ حَرِيمًا (٣٣: ٣٣)

[illegible]

(تمہ تحت بہترین صفحہ ۱۳۲) یعنی اے ایمان والو! خدا کا اپنے ہمیں احساس کثرت سے کیا کرو، اور صبح و شام اسکی تسبیح و تہلیل کرتے رہو گویا ایسا محسن، ایسا رحیم، ایسا صاحبِ لطف و کرم خدا جو تم کو شاباش دے دے کہ خلقت سے نور کی طرف نکلا ہے اور تمہارے حوصلے بڑھا کر تم کو حقیقت اور امن، تمکن فی الارض اور بقا کی طرف لاتا ہے اسی کے شایان ہے کہ ہر دم اس کا کھنکھانا اور اسکی یاد دل میں لگی رہے۔)

ان تمام مثالوں سے ظاہر ہے کہ وہ شرعی ماحول کو حفظ و تحریک علی کے گرد اگر پیدا ہو گیا ہے خود لوگوں کا پیدا کیا ہوا ہے۔ قرآن کو اس سے کچھ بڑا نہیں۔ قرآن حسب موقع عام مومنوں بلکہ منافقوں پر رد و ہیجے سے بھی نہیں جھکتا، انصافاً بیانیات ہو گیا کہ اہل بیت و تحمید و تحسین علیہ السلام ہے۔ اس نام تصبیح کے بعد مثلاً اُس عظیم الشان حکایت کے صحیح مطالب بھی صاف ہو جاتے ہیں جو ہر مسلمان پانچ وقت خدا سے جل شانہ کے حضوریں سلام پیرنے سے پہلے میٹھ کر کرتا ہے۔ یعنی 'اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِي عَلَّمَ عَلٰی نَحْوِہٖ' اور 'اَللّٰهُمَّ اِنَّا بِكَ عَلٰی نَحْوِہٖ' کے مطالب۔ آج فیصدی ایک متنفس بھی ان تینوں قرأتوں کے مقاصد کی تک نہیں پہنچتا، اور علی احباب بڑ بڑ کر سلام ہیہ دیتا ہے۔ اہل بیت کے صحیح مقاصد کے متعلق مفصل بحث اصل کتاب میں آگے آ رہی ہے لیکن ظاہر ہے کہ نمازیں حضورِ دل نہ ہو گیا بڑا باعث اُس کے صحیح مطالب کو نہ پہنچتا ہے۔ جب ایک شخص نہیں سمجھتا کہ وہ مخاطب کو کیا کہہ رہا ہے اور کس غرض و مطلب کے لیے کہہ رہا ہے تو اس کا لازمی نتیجہ یہی ہے کہ وہ اسکو طوطے کی طرح پکر پکڑا سا اتار دے اور بن اُٹھتا ہے، خدا کے حضور میں ہر مسلمان عالم اور عامل کا وہ حراج تحسینِ آفرین ہے جو وہ نبی کریم کے حیرت انگیز اور حلیل القدر کارناموں کو ذہن میں لاکر دین میں پانچ وقت ادا کرتا ہے، وہ رب ذوالجلال کی بناب میں طہینان سے پہلے اس آقا سے ذوالنہن کی نعمتوں کا مقرر ہوتا ہے 'اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِي عَلَّمَ عَلٰی نَحْوِہٖ'، پھر اس رسولِ عظم کے اعمال کو جسے تیس برس کی اقل قلیل مدت میں ایک جاہل اور اُجڑ قوم کا با و آدم دکر انکو روپیے زمین کے اکثر حصے کا بادشاہ بنا دیا تھا، سراہتا ہے، اُسپر رحمت اور بکثرت بھیجے کی سفارش کرتا ہے، اُسکو عظم الناس سمجھتا ہے 'اَللّٰهُمَّ اِنَّا بِكَ عَلٰی نَحْوِہٖ'، پھر اپنے آپ کو اُسی حلیل القدر رہنما کا ایک پیرو، اور اُمت و سنی کا ایک کارکن شمار کر کے اُس شہدار علی الناس اُمت اور اُس کے صلح اہل اہل کلان پر سلام بھیجتا ہے 'اَللّٰهُمَّ عَلٰی نَحْوِہٖ'، بعد ازاں خود اپنے دن بھر کے کارناموں اور اعمال کو نہایت عاجزی سے خدا سے زمین و آسمان کے حضور میں پیش کر کے اپنے آپ کے شاہد ہونے اور اُس رسول کے اُمتی ہونے کا مقرر ہوتا ہے 'اَللّٰهُمَّ اِنَّا بِكَ عَلٰی نَحْوِہٖ'، پھر خدا کے ساتھ کئی ٹھوں کی حضورِ دل، اور خلق خدا سے قطع تعلق کے بعد باشندگان زمین کو 'اَللّٰهُمَّ عَلٰی نَحْوِہٖ' کا نعرہ دہنیں بائیں، اور نہایت ادب سے اُس کے حضور سے اُٹھ جانا ہے۔ یہ ناکارہ اگر اسی کی نل کیسا ادا ہو تو کچھ سخی رگتی ہے، نتیجہ خیز ہے، ورنہ ایک بے اثر اور بے ثواب رسم ہے جسکو لاکھ بار کرنے سے کچھ نتیجہ سترتب نہیں ہو سکتا۔ انسان جو چاہے فرض کر لے گراں گرا زمانہ قدرت کے اندر ہی شے نتیجہ خیز ہے جو واقع الامر ہے فرض اور ظن کو اس کے اندر کچھ دخل نہیں!

۴۰ الحسنات کی تشریح صفحہ ۱۲۶ کے تحت اہل میں سنیۃؒ اور سنیۃ ثقات کی شرح و بسط کے ضمن میں ہو چکی ہے اور وہاں پر ثابت کر دیا ہے کہ 'حَسَنَات' کا اسی مفہوم وہ اجتماعی برکتیں اور خوشالیاں ہیں جو امتوں کو ان کے خُصِ عِل کے انعام میں ملا کرتی ہیں، نیز یہ کہ بعض موقعوں پر حَسَنَات سے

وَلَوْ شَاءَ اللَّهُ لَجَعَلَكُمْ أُمَّةً وَاحِدَةً وَلَكِنْ لِيَبْلُوَكُمْ فِي مَا آتَاكُمْ فَأَسْبِغُوا الْخَيْرَاتِ إِلَى اللَّهِ هَرَجَكُمْ جَمِيعًا فَيُتَبِّعُكُمْ  
بِمَا كُنْتُمْ فِيهِ تَخْتَلِفُونَ ۝ (٣٨:١٥)

اس آیہ شریفہ کے مطالبہ کے متعلق مکمل بحث صفحہ ۱۹۰ کے تحت اہتمن میں آئے گی۔ وہاں پر لَوْ كُنَّا نَعْلَمُ اللّٰهُ كَمَا تَعْلَمُوْهُ صمد مفہوم ثابت کر دیا جائے گا لیکن ادنیٰ تاہل کے بعد صاف ظاہر ہے کہ الخیرات سے مراد یہاں پر وہ اجتماعی انعامات ہی ہیں جو اقوام عالم کو ان کے سعی و عمل کے بدلے میں عطا کی جاتی ہیں اور انہی انعامات پر قبضہ کر لینے کے لئے اُنہیں حقاً کا لفظ استعمال کیا گیا ہے۔ نیکیوں کی طرف ہلکنا، چلنا کہ اکثر شاعریں نے سمجھ لیا جو محض بے نتیجہ محنت ہے کیونکہ سعی و عمل کے متعلق تمام تر غریب و تحریریں کسی مستقل انعام کو پیش نظر رکھ کر ہو سکتی ہے، سعی بے حاصل کو فی نفسہ مآل سعی سمجھنا محض ایک شاعرانہ تخیل ہے، جس کی حقیقت از روئے عمل کچھ نہیں۔ یہی مضمون الخیرات کا سورہ فاطر کی اس معنی خیز آیت میں ہے: فَتَرَوْنَا اَلْاٰلِکَتٰبِ

إِلَيْهِ تُرْجَعُونَ ○ (۲: ۱۴۳-۱۴۵)

اور خدا کا بول بالا کر نیکے ضمن میں اگر دشمن سے لڑائی کی نوبت بھی آپہنچے تو قتال کرو، اور خوب جان لو کہ خدا تمہارے ارادوں کو بڑا سمجھنے والا، اور تمہارے اعمال کو بڑا جاننے والا ہے۔ کون ہے جو اللہ کو خوش دلی کے ساتھ قرض دے، اور پھر خدائے قرض کو اسی کے لئے کئی گنا بڑھا دے۔ تنگ دست کرنا یا کشائش دینا بالآخر خدایہی کے اختیار میں ہی، اور اسی کی طرف تم بالآخر رجوع کرتے ہو۔

(البقرہ تحت آیت صفحہ ۱۳۵) الَّذِينَ اصْطَفَيْنَا مِنْ عِبَادِنَا... فَمِنْهُمْ ظَالِمٌ لِّنَفْسِهِ وَمِنْهُمْ مُقْتَصِدٌ وَمِنْهُمْ سَابِقٌ بِالْخَيْرَاتِ يَا ذَنِ الْقُلُوبِ هَٰذَا هُوَ الْفَضْلُ الْكَبِيرُ (۳۵: ۳۶)، یعنی اُسے لوگو! پہرہ پہنے اپنے بندوں میں سے جس قوم کو اہل سبھا (یعنی مسلمانانِ قون اولیٰ) اسکو قانونِ خدا (الکتاب) کا وارث ٹھہرایا، تو ان (کی آئندہ نسلوں) میں سے کوئی امت ایسی ناعلم ہوگی کہ بد اعمالیوں سے اپنے آپ کو ہلاک کرے گی (ظالم لِنَفْسِهِ) اور کوئی ایسی ہی ہوگی کہ اپنے اوسط درجے کے سعی و عمل سے ہلاکت اور عروج کے مین میں رہے گی (مُقْتَصِدٌ) اور کوئی ایسی بھی ہوگی جو اپنے انتہائی جہد و عمل سے خدائے عظیم کے عطا کردہ انعاموں کی طرف لپک لپکے پونچھے گی (سَابِقٌ بِالْخَيْرَاتِ)، اور یہ آخری حالت کا قائم ہو جانا انتہائی فضل و کرم ہے۔ یہاں سَابِقٌ بِالْخَيْرَاتِ کے ساتھ يَا ذَنِ الْقُلُوبِ کے الفاظ دلالت کرتے ہیں کہ وہ اجتماعی انعام خدا کے حکم سے ملیں گے خدا کے حکم سے نیکیوں کی طرف لپکنا کچھ بے معنی سا ہے، اور یہاں استعارہ بظاہر اس حالت کو پیش نظر رکھ کر لیا گیا ہے جب منہم کسی انعام کی بخشش کے لئے اذن دیتا ہے اور منہم علیہ اس کے لئے آگے کو لپکتا ہے۔ بہت ممکن ہے کہ صاحب القرآن تعالیٰ کے بہشت کی حوروں کو لفظ خَيْرَات سے یاد فرمانے کی وجہ بھی انکی یہی انعامی حیثیت ہو جو اوپر بیان ہوئی۔ سورہ الرحمن میں ہے: فِي هُنَّ خَيْرَاتٌ حِسَانٌ (۵۵: ۷۰) یعنی ان باغات کے اندر یہ عزیز القدر انعامات الہی یعنی خوبصورت، بیبیاں ہونگی۔

خَيْرَات کے اس مفہوم سے قطع نظر قرآن حکیم میں چند مواقع ایسے ہیں جہاں پر اس اصطلاح سے مراد رَحْمَات کے مفہوم کی طرح وہ اعمال ہیں جنکا نتیجہ افضال و کرم ہے۔ ایک آیت (۲۱: ۷۳) صفحہ ۱۰۸ کے تحت آیت میں گزیر چکی ہے مگر یہاں پر اسکا اعادہ کیا جاتا ہے: وَجَعَلْنَاهُمْ اٰيَةً لِّهَٰذَا الدِّينِ يَذْكُرَ الْاَوَّلِينَ وَوَحَّيْنَا اِلَيْهِمْ فَعَلِ الْخَيْرَاتِ وَاقَامُوا الصَّلٰوةَ وَآتَوْا الزَّكٰوةَ وَكَانُوا لَنَا عٰبِدِينَ (۲۱: ۷۳) اور لوگو! ہم نے انکی اور یعقوب علیہما السلام کو بھی ان کے باپ ابراہیم علیہ السلام کی طرح ان کی قوم کا پیشوا بنایا، وہ اپنی قوم کی رہنمائی پر انعاماتِ حق کے ذریعے سے کرتے رہے، اور ہم نے ان کی طرف مفید جماعت اور مصلح قوم کاموں (الْخَيْرَاتِ) کے کرنے کی وحی بھیجی، انکو حکم دیا کہ الصلوة کو قائم کریں، الزکوٰۃ کو دیتے رہیں، اور وہ لوگ تو ناز و نگار اور پابند زکوٰۃ ہی نہ تھے بلکہ فی الحقیقت ہمارے بندے اور غلام بن کر رہتے تھے۔

الصلوة اور الزکوٰۃ کی اجتماعی حیثیت کے متعلق مکمل بحث اصل کتاب میں آنے والی ہے تاہم سیاق کلام سے ظاہر ہے کہ یہاں پر ان قومی اور اجتماعی اعمال کا ذکر ہو رہا ہے جن کا نتیجہ مصلح قوم ہے اور جو ائمہ اقوام کا پیش نما و ہمیشہ سے رہا ہے۔ گوشت نشین بن کر رام رام چپنے کا یہاں تذکرہ نہیں۔ عامۃ الناس نے نیک بننے (یعنی فعل الخیرات) کو اکثر ہی سمجھ لیا ہے۔ بعینہ اسی قطع کے اعمال کا ذکر اسی سورہ میں زرکبیا اور یحییٰ علیہما السلام کے بارے میں ہے: وَارْتَقِبْ يَوْمَ تَأْتِي السَّمَاءُ دُخَانًا وَيَأْتِي الْكَوْكَبُ نٰجِيًا وَكَافُورًا هَٰذَا يَوْمُ الْاٰخِرَةِ وَكَانُوا لَنَا عٰبِدِينَ (۹۰: ۲۱) یعنی ہم نے ان پر ایسا جان بربز وجہ کیے کہ اسیں شک نہیں یہ لوگ مفید قوم اور مصلح امت اعمال طرف لپک لپک کر پونچھتے تھے، اور ہم کو اجتماعی انعام کی رغبت، اور اجتماعی منہ کے خوف سے پکارا کرتے تھے، اور اسی ہم ورجا کے باعث ہماری جناب میں سچا خضوع و خضوع کیا کرتے تھے۔ "رغب و رغب اور خوف اُمید کا تکلیف دل میں تبھی پیدا ہو سکتا ہے جب انعام دنیاوی ہو، اور یہی خضوع کا سچا باعث اکثر ہوتا ہے۔ اس نقطہ نظر سے ادنیٰ تا اعلیٰ اس نتیجے پر پہنچا دیتا ہے کہ یہاں بھی الخیرات سے مراد خدمتِ عباد ہے، تسبیح گروانی قطعاً نہیں۔ سورہ آل عمران میں جو خدائی حکام بعض صالح اہل اہل کتاب کے بارے میں ہے اس مفہوم کا صریح طور پر یہ ہے: يٰۤاَهْرٰوْنَ بِالْمَعْرُوفِ وَيَنْهَوْنَ عَنِ الْمُنْكَرِ لَيْسَ اَرْغَوْا فِي الْخَيْرَاتِ وَاولٰئِكَ

مَنْ ذَا الَّذِي يُقْرِضُ اللَّهَ قَرْضًا حَسَنًا فَيُضَاعِفَهُ لَهُ وَلَهُ أَجْرٌ كَرِيمٌ (۱۱۵۷)

کون ہی جو اپنے مال کا بہترین حصہ خدا کا نام بلند کرنے کی خاطر صرف کرے، اور پھر خدا ہی اس کے واسطے اسکو چند و چند کر دے، اور ساتھ ہی اسکو اسکی خدمت کا باعث اجر دے۔

إِنْ تَقْرِضْهُمُ اللَّهُ قَرْضًا حَسَنًا فَيُضَاعِفَهُ لَكُمْ وَيَغْفِرْ لَكُمْ وَاللَّهُ شَكُورٌ ذَلِيلٌ (۱۱۵۸)

(بیشتر تحت اہل صفحہ ۱۳۶) مِنَ الصَّالِحِينَ وَمَا يُفَعِّلُوا مِنْ خَيْرٍ فَلَنْ يَنْفَعَهُمْ وَكَذَلِكَ نُفَصِّلُ الْآيَاتِ لِقَوْمٍ يَعْلَمُونَ (۱۱۵۷-۱۱۵۸) یعنی یہ یہود و نصاریٰ اس قدر ایمان لوگ ہیں کہ امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کی دعوت میں مصروف رہتے ہیں، اور مفید جماعت اعمال کی طرف پک پک کر پونہچتے ہیں، اور یہی وہ لوگ ہیں جو دراصل صلح، کلمائے جانیکے مستحق ہیں۔ اور یہ لوگ کوئی بھی صلح قوم عمل (یعنی خلیفہ کریں ایسا ہرگز نہ ہوگا کہ ان کے اس عمل کی قدر نہ کی جائے گی، اور خدا تو اپنے قانون سے ڈرنے والوں کو غور جانتا ہے۔ یہاں امر بالمعروف اور نہی عن المنکر، خدا نے متعین، وغیرہ اصطلاحات قرآنی کے صحیح مفہوم سے بحث نہیں لیکن ظاہر ہے کہ "الْخَيْرَاتِ" سے مراد اجتماعی جدوجہد ہی ہے، اسکا فنی عمل نہیں کیونکہ امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کی دعوت فائدہ نشین رہ کر نہیں ہو سکتی، اور یہ بتا دیتی ہے فی الْخَيْرَاتِ کا عمل بھی اسی ضمن میں جو سورہ بقور میں مل شدہ قبلہ مرکز امت گردانے کی بحث کے بعد الہی ارشاد ہے: وَلِكُلٍّ وِجْهَةٌ هُوَ مُوَلِّئُهَا فَاسْتَطِيعُوا الْخَيْرَاتِ آيُنَ مَا تَكُونُوا آيَاتٍ يَكْرِهُمُ اللَّهُ مُجْتَمِعًا إِنَّ اللَّهَ عَلَى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيرٌ (۱۱۵۸: ۲) اور مسلمانو! تمہیں یاد رہے کہ اس کا رگاہ اتحاد و اتفاق میں ہر قوم اور امت اپنے اپنے کوئی نہ کوئی سمت، اتحاد و تلاش کرتی ہے (ولیکل وِجْهَةٌ) اور ہر عرب وہ لوگ کسی ایک مرکز کو مقرر کر لیتے ہیں تو سب کے سب طبعاً اسکی طرف بوجہ ہوتے ہیں (هُوَ مُوَلِّئُهَا)، تو اسے مسلمانو! تمہاری اس ٹیکہ پیش نظر رکھ کر قوت افزا اور طاقت اندوز اعمال کی طرف پک پک کر پونہچو (فَاسْتَطِيعُوا الْخَيْرَاتِ) اور تقریباً ہر بات سب سے اہم اور نتیجہ خیز ہے یہ ہے کہ تم روئے زمین کے کسی گوشے میں ہو، اور کسی طرح پر یکبر ہوئے ہو خدا تم کو اس کیستہ مجتمع کر دیا کرے گا، اور دوسری قوموں کے بالمقابل تمہارے مجموعی رعب و فکار کو برقرار رکھنا، جانے دھوکہ ظاہر شے پر قادر ہو، "الْخَيْرَاتِ" کا مفہوم یہاں پر اس قدر ظہر میں آئیں ہے کہ اسکے لئے کسی مزید بحث کی ضرورت نہیں۔

الغرض ان تمام آیات الہی کے غائر مطالعے کے بعد یہ مستنبط ہو جاتا ہے کہ "الْخَيْرَاتِ" کی جامع و مانع اصطلاح کا الہی مفہوم بھی حسنات کی طرح وہ اجتماعی انعامات ہیں جو منقسم حقیقی اقوام عالم کو انکے حسن عمل کے صلے میں عطا فرماتا ہے جو اعمال ان انعامات ملنے کا پیش خیمہ ہیں وہ بھی از روئے قرآن الْخَيْرَاتِ میں داخل ہیں خواہ انکی جزا اجتماعی انعام کی صورت میں عامل کی حین حیات میں ملے یا نہ ملے۔ اسلام کے روئے سب سے اہم و اعلیٰ جماعت کی بہتری اور تقویت کے لئے ہی ہے۔ جو عمل اس دنیا میں اس طرح نتیجہ خیز نہیں وہ داخل خیرات و حسنات نہیں، جو یہودی قوم کی تبت سے کیا نہیں گیا وہ داخل سنی عمل ہرگز نہیں۔ انفرادی جدوجہد و اجتماعی حسن عمل کا یہ وہ عالم انگیز فلسفہ تھا جسکی صحیح تعلیم نے قرون اولیٰ کی اسلامی جماعت کے ہر فرد میں مضبوطی اس حد تک پیدا کر دیا تھا کہ لوگ برسوں اور عروں تک ایک امیر اور ایک نظام، ایک جماعت اور ایک مرکز کے ماتحت سرکھن اور تیغ بہر پھر کر ہی اپنے آپ کو "الْخَيْرَاتِ" کا مصداق نہیں سمجھتے تھے، اور آج جبکہ وہ نبوی اور الہی درس و سنوں سے قطعاً گل چکا ہے، اسخطاط عمل کی یہ حالت ہے کہ کسی جگہ منکے کو کوئی دیگر، یا تسبیح پر چند بار نام خدا رٹ رٹ کر "الْخَيْرَاتِ" کے مصداق اور جنت کے حقدار بنے بیٹھے ہیں مگر ہوشمند نظروں میں آئے انکی کے اس بہت تیز کا نتیجہ عالم اسلام کے حق میں یہیست کن ثابت ہوا ہے کہ جہاں قرون اولیٰ کے نمونہ کار مسلمانوں کو روئے زمین کی بادشاہت انعام میں ملی تھی وہاں زمانہ حال کے نسیہ پسند تسبیح برداروں اور صلح اعلیٰ "پاکستان" سے ملطنتیں چینی جا رہی ہیں اور ذل و مکنت سب طرف سے یوں لپیک کہہ رہی ہے کہ یہی ہرگز کھانے کو نہیں ملتا، فَاعْتَبِرُوا يَا أُولِيَ الْبَصَارِ۔

۱۱۵۷ اس آیت کریمہ، اور پیشتر کی آیات (۱۱۵۷: ۱) اور (۱۱۵۷: ۲) میں "قَرْضًا حَسَنًا" کے الفاظ آئے ہیں۔ عوام نے اس سے مراد خدا کے نام پر کوئی بطور قرض حسنہ دینے کے لئے لئے ہیں۔ ہم نے ترجمے میں ایک حد تک یہی صورت برقرار رکھی ہے لیکن اگر تامل سے دیکھا جائے تو یہاں پر لفظ "قَرْضًا" کی

اگر تم خدا کے لئے اپنے مال کا بہترین حصہ کاٹ کر الگ کر دو گے تو تمہارے ہی لئے وہ اسکو چند روز  
کر دے گا، تمہارے عیوب کی پردہ پوشی کرے گا، اور اللہ تو بڑا قدر شناس اور فراخ حوصلہ خدا ہے  
جو کسی کی اجرت روک کر نہیں رکھتا۔

وَالَّذِينَ يَكْنُزُونَ الذَّهَبَ وَالْفِضَّةَ وَلَا يَنْفِقُونَ بِهَا سَبِيلًا لِّلَّهِ قُلُوبٌ عَالِمَةٌ يَوْمَ يَكُونُ لِلْمُتَّقِينَ  
عَلَمٌ مِّنْ نَّارِهِمْ فَيَقْرَءُوا بِهَا كِتَابَهُمْ وَهُمْ فِيهَا مُنْقَلَبُونَ

(بقیہ تحت المثنیٰ صفحہ ۱۳۷) کچھ خصوصیت نہیں اگرچہ قرآن کا لفظ بکثرت بکثرت ہی معانی اختیار کر چکا ہے۔ قرآن کے اصل معنی کاٹنے کے  
ہیں، اور اس لحاظ سے اِنْ تَقْرَءُوا اللّٰهَ قَرْصًا حَسَنًا کا صحیح مفہوم یہ ہے کہ اگر تم لوگ خدا کے لئے اور اُسکی آقائی کو مد نظر رکھ کر بہترین فکر کا ٹکڑا  
الگ کر دو گے تو خدا بھی اس حصے کو چند روز چند کر دے گا گویا اس حکم الحاکمین کی خاطر اگر انسان اپنے آرام کا، اپنی جان کا، اپنے مال و جائداد کا، اپنی  
محبوب اشیاء کا بہتر سے بہتر فکر وقف کر دے، اور اپنے پر تکلیف گوارا کر کے اسکی لڑائیاں لڑے تو یہ اسکی نوکری کی بہترین شہادت ہو یہی بات سورہ  
مزل کے مفصلہ ذیل الفاظ سے ظاہر ہے جہاں زکوٰۃ اور فرض حسنہ کو الگ الگ بیان کر کے اُنکے مطالب میں تفویض نمایاں کر دی ہے:

فَاَقْرَضُوْهُ مَا تَكْتَسِبُ مِنْهُ ۚ وَ اَقْرِضُوْهُمُ الصَّلٰوةَ ۚ وَاَقْرِضُوْهُمُ الزَّكٰوةَ ۚ وَاَقْرِضُوْهُمُ اللّٰهَ قَرْصًا حَسَنًا (۲: ۱۷۷)

قرآن و جو کی بنا پر (دجہ کی تفصیل پر کسی موقع پر آئے گی)، جو صدقہ اس تسبیح عظیم کا تم آسانی سے مطالعہ کر سکو، پڑھ لیا کرو۔ اور الصلوة کا پھر

قائم رہو، اور ایسا مال کیا کرو، بلکہ خدا کے لئے اپنی ہر ملوکہ شے کا بہترین حصہ کاٹ کر الگ کر دیا کرو۔

آیہ زیر بحث میں وَاللّٰهُ شَكُوْدٌ حَلِيْلٌ کے الفاظ بھی غور طلب ہیں۔ شکر کے معانی آج قطعاً سمجھ چکے ہیں۔ ہر شخص دونوں ہاتھ اٹھا کر اس رسم کو  
ادا کر دیتا ہے اور چند الفاظ اللہ سے بڑے بڑے شکر سمجھ لیتا ہے کہ ایک اہم فرض ادا ہو گیا۔ حالانکہ عام انسانی تعامل میں کیفیت قلب کا وجود ہی سچا شکر ہے جو  
شخص دل سے اپنے نعم کی عطا کی ہوئی نعمت کی قدر کرے وہی شکر ہے، اور نعم کا شکر ہونا یہی ہے کہ وہ اپنے خادم کی خدمت کی دل سے قدر  
کرے۔ اس کیفیت قلب کے لئے ظاہر ہے کہ کسی وقت کی تعیین، یا رسم کی پابندی ضروری نہیں بلکہ ہم قدر دانی کرنا ہی سچا شکر ہے۔ ایک شخص  
اگر خدا کی دی ہوئی نعمت کا صحیح استعمال کر رہا ہے، اُسکو برقرار رکھنے کے لئے مسلسل سعی و عمل کرتا ہے، اس سے متیق ہوئے میں کفایت کو ہر وقت  
تدبیر کر رہا ہے، اور دل سے خدا کی منفیت کا مقرب ہو تو وہ صحیح معنوں میں شکر ہے۔ خواہ وہ تمام عمر میں ایک بار بھی رستہ اٹھ نہ اٹھائے  
بر خلاف اس کے جو شخص خدا کی نعمتوں کا غلط استعمال کرتا ہے، اُن کو برت کر رکھنے کے لئے حتی الامکان سعی نہیں کرتا، اُن کو جیسے  
سمجھ کر پاؤں سے ٹھکرا دیتا ہے، کفایت کو پیش نظر نہیں رکھتا، یا ایک یہودہ سا استغناء اختیار کر کے اُن کی بے تدری کر رہا ہے، وہ  
اگر تمام عمر بھی ہاتھ اٹھا رہے رکھے اور اللہ سے نعمت اللہ الفاظ بڑے بڑے شکر کے مقام تک نہیں پہنچ سکتا۔ مسلمانان عالم نے آج شکر کا  
مفہوم بہت در غلط سمجھ لیا ہے کہ صرف الفاظ باقی رہ گئے ہیں اور خدا کی مقصود باطل کر دیا ہے۔ وَاللّٰهُ شَكُوْدٌ حَلِيْلٌ کے الفاظ سے  
ظاہر ہے کہ خدا بھی اپنے بندوں کا شکر ادا کر سکتا ہے مگر ہاتھ اٹھا کر نہیں بلکہ اُن کی خدمات کی سچی قدر دانی کرے اور وقتاً فوقتاً ان کا صلہ دینے  
سے شکر کرے ان معانی کا قرآنی ثبوت جا بجا آگے چل کر اور بالخصوص تیسری جلد میں آئے گا۔

۱۴۱۱ آیات شریفہ اگرچہ رسول خدا کے زمانے میں اجارا اور رہبان کے خلق خدا کو لوٹ لوٹ کر بے اندازہ مال جمع کر کے متعلق آتی ہیں، مگر میں نے ان کا اطلاق اپنے  
عالم کر دیا ہے کہ آج مسلمانان عالم کے دلوں میں، اند قوموں کے بالمقابل، مال کی جنت اس قدر بڑھ گئی ہے کہ ہر شخص کم بیش اس کا مصداق ہو رہا ہے۔ خود  
اسلام کے اندر اہل کتاب کے اجارا اور رہبان کے بالمقابل لاتعداد ایسے سرگرم پیدا ہو گئے ہیں جو اپنی نفسانی خواہشوں کو مد نظر رکھ کر لوگوں سے بے پروا ہوئے  
ہیں اور ہر اسکو خدا کی لڑائیاں لڑتے ہیں صرف نہیں کرتے۔ انہی لوگوں کی شان میں یہ آیات نازل ہوئی ہیں جیسا کہ غالباً تیسری جلد میں عیاں کر دیا جائیگا۔

اور جو لوگ سونے اور چاندی کے ڈھیر لگائے رکھتے ہیں اور خدا کا نام بلند کر نیکی خاطر کچھ صرف نہیں کرتے، انہیں میری طرف سے دردناک عذاب کی خوش خبری سناؤ۔ روز قیامت کو وہی دولت جہنم کی لگ میں رکھ کر تپائی جائے گی، اور پھر اس سے ان کے ماتھے، انکی کرٹیں، اور انکی پیٹھیں داغی جائیں گی، اور اُنسے کہا جائے گا کہ یہ ہے جو تم نے اپنے لیے جمع کر رکھا تھا تو آج اپنے ڈھیروں کے ڈھیر جمع کر رکھنے کا مزہ چکھو۔

کیا مخالفین اسلام کی منظروں میں خلد ہریں گی یہ ارزاں فسروشی، اور اداسے قرض کے یہ دل خوش کن وعید، اُس خدا نے غنی کے کامل غنا اور کمال تنعم کے نقیض نہیں ہو سکتے تھے؟ لَقَدْ سَبَّحَ اللَّهُ قَوْلَ الَّذِينَ قَالُوا إِنَّ اللَّهَ فَقِيرٌ وَنَحْنُ أَغْنِيَاءُ سَبَّحْتُمَا مَا قَالُوا وَفَعَلْنَا لَهُمْ آيَاتٍ بَاطِلَاتٍ ۖ وَنَقُولُ دُفُوعًا عَذَابَ الْحَرِيقِ (۱۸۰: ۱۸۱)

کیا خود سید البشر اور سرور کائنات کے بارے میں زکوٰۃ و صدقات کے بن نادک اور شکوک انگیز تقاضاؤں کے باعث، معاذین اُمت کی طرف سے طمع و حرص ہونے کا گمان نہیں ہو سکتا تھا کیا راہ خدا کی بظاہر بے معنی اصطلاح کی آڑ میں انفاق مال، جرم عشق کا کوئی خدا فی تاوان، یا مذہبی کاروبار کا کوئی الٰہی محصول تھا جو (العیاذ باللہ) کسی بُت پرست مجاہد کی طرح، خدا کا گودھسی میں یہ مست رسول ہر مسلمان سے حصول کر لیا کرتا تھا؟ اَلَمْ يَعْلَمُوا أَنَّ اللَّهَ هُوَ يَقْبَلُ التَّوْبَةَ عَنْ عِبَادِهِ وَيَعْدِلُ فِي الْحُكْمِ ذَلِكَ اللَّهُ هُوَ التَّوَّابُ الرَّحِيمُ (۱۰۷: ۱۰۸)

کیا خدا کی عبودیت کے اعتراف میں قربانی مال کا یہ وجوب و لزوم بنارس کے کسی مندر کے چڑھائے یا نذر و نیاز تسبور کی کوئی رسم تھی جو خدائے پاک نے اسلام میں گداگروں اور مفت خوروں کی اُمت کو ترقی دینے کی نیت سے وضع کی تھی؟ کیا دین محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کا طالب جان و مال خدایا العیاذ باللہ، کسی برہمن کی جبین نیاز کیش کی غضب آلود دیوی، یا متھرا کے نقشہ نما اور زنا رپوش مشرک کا کوئی

سلہ اسلحہ ان لوگوں کی بکواس سن لی جو جہنم میں طرز رکھتے ہیں کہ تمہارا اللہ تو محتاج ہے جو قرض مانگتا رہتا ہے اور ہم بالذریعہ ہم انکی گستاخوں کو لکھ رکھیں گے، اور انکے پیغمبروں کے ناحق قتل کو بھی ہمارے غضب کا دریا جوش لا رہا ہم کہیں گے کہ اس ہسم کردینے والے عذاب کا مزہ چکھو۔

سلہ کیا ان لوگوں کو اس بات کی خبر نہیں کہ اللہ اپنے غلاموں کی توبہ بھی ہر وقت قبول کر لیتے ہیں تیار ہے اور اس توبہ کی تائید و تصدیق میں خیرات کا مال بھی لے لیتا ہے، اور وہ بڑا ہی توبہ قبول کرنے والا اور رحم دل ہے۔



مہیب دیوتا تھا جو انسانی جان کی خوں چکان تر بانی، اور مال و زر کے ہلاکت آفرین جسٹریوں کے بغیر مطمئن اور سکون نہیں ہو سکتا تھا، اور جسکے ناز و حرص و غضب کے تنور میں قیامت کے روز مسلمان عاصیوں کی پیشانیاں اور بدن داغے جلنے کا وعدہ تھا! اور کیا یہ اسلام کے جابر اور قابض خدا کا ٹھکانہ ظلم و ستم یا محض ایک سبب اور نئے تیجہ و راز دوستی تھی جسکے روسے وہ جنت کے پیش پا افتادہ وعدے کرے، مومنوں کے جان و مال پر قابض ہو گیا تھا؟

إِنَّ اللَّهَ اشْتَرَىٰ مِنَ الْمُؤْمِنِينَ أَنْفُسَهُمْ وَأَمْوَالَهُمْ بِآثَرِ الْجَنَّةِ يَفْقَهُ الَّذِينَ  
فِي سَبِيلِ اللَّهِ يَقْتُلُونَ وَيُقْتَلُونَ وَعَلَىٰ عَلَيْهِمْ حَقًّا فِي التَّوْبَةِ وَالْإِجْتِهَادِ وَالْقُرْآنِ  
وَمَنْ أُوذِيَ بَعْدَ ذَلِكَ مِنَ اللَّهِ فَاسْتَبِشِرُوا بِلِقَائِ اللَّهِ الَّذِي بَايَعْتُمْ بِهِ وَذَلِكَ هُوَ  
الْفَوْزُ الْعَظِيمُ (۹: ۱۱۱)

بیشک اللہ نے ایمان والوں سے انکی جانیں اور انکی مال اس عرصے پر خرید لیے ہیں کہ انکے بے نہیں انجری جنت و جگہ۔ یہ لوگ اب خدا کے نام کا دھماکا بجانے کی خاطر دشمنوں کو لڑتے ہیں، ان کو قتل کرتے ہیں اور آپ بھی قتل ہوتے ہیں۔ یہ خدا کا پکا وعدہ ہے جو تورات اور انجیل اور قرآن میں ہر مومن کے ساتھ برابر چلا آیا ہے، اور خدا سے بڑھ کر اپنے قول کا پورا اور کون ہو سکتا ہے۔ تو اسے ایمان والو! اپنے اس سودے کی جو تم نے خدا کے ساتھ کیا ہے خوشیاں مناؤ، آپہں تمہاری بڑی کامیابی ہے۔ اس میں تم کو فلاح دارین ہے۔

آہ معاذ اللہ نہیں! اس تمام عجیب و غریب لین دین، اور محیر العقول ترغیب و تحریر سے خدائے بے نیاز کا مقصد جو یہ ساکنان عالم کو اپنی ناپیدا مثال ذات کا شہید و مفتون بنا کر، انکے دلوں میں

مؤمن کی صحیح تعریف، اور الجنۃ کے حقدار بننے کی کامل شرائط اس آیت کریمہ سے واضح ہیں۔ یہی شرائط بطریقہ صفحہ ۱۱۱ کی آیات (۱۱۱: ۱۱۱) اور (۱۱۱: ۱۱۱) کی آیت (۱۱۱: ۱۱۱) میں موج ہیں۔ اگر آج مسلمانان عالم نے اپنے نفس کو وہو کہوے کہ کوئی اور شرطیں وضع کر لی ہیں تو اس سے قانون خدا میں کوئی تبدیلی پیدا نہیں ہو سکتی۔ اس لئے اس خوش اعتقاد کی بد سے میں الجنۃ دل سکتا ہے، خواہ لوگ ہزاروں برس تک یہ سب برباع اور خوش کن خواب پڑے دیکھا کریں۔ بشرط پوری جان اور سارے مال کے ایثار کی ہے نہ یہ کہ تھوڑی سی تکلیف برداشت کر کے یا چند پیسے ناروا طور پر خیرات کر کے ایک مکر سا بنا لیا جائے۔ جیسا کہ بالعموم ہر مسلمان نہایت التزام سے کرتا ہے۔ غرض ان فی التَّوْبَةِ وَالْإِجْتِهَادِ کے الفاظ سے ظاہر ہے کہ ان دونوں کتابوں پر عمل کرنے والی مجاہدات و ام بھی صحیح معنوں میں مومن اور جنت کی حقدار ہو سکتی ہیں۔



ورو پیدا کرنا تھا! اپنی محبت اور اپنے تعلق سے وہ دارائے عالمیان، انسان کے غرض مند اور انعام طلب  
 قلوب میں ایک اولوالامر کا خوف، اور ایک منعم اعلیٰ کا ڈر بھلانا چاہتا تھا: **الْاَلٰهَ الْخَلْقِ وَالْاَمْرِ تَبَارَكَ اللهُ**  
**رَبُّ الْعَالَمِينَ** (۵۴:۴) وہ باشندگانِ روئے زمین کا ایک حاکم کل اور ایک بادشاہِ حسیمتی سے لگاؤ  
 پیدا کر کے، اُن کے اعتقادات اور معاملات میں، اُن کے اعمال و افعال میں مشترک عبودیت کا تذلل  
 اور عام نیاز مندی کا عجز نہ دیکھنا چاہتا تھا، اور ہر اس عجز و نیاز کی حوصلہ افزائیں، اور حیاتِ انگیرِ شرب  
 سے چار دانگ عالم میں، اس گنبدِ فلاک کے نیچے، توحید کا نعمتِ مستطیر اور حقانیت کا ہنگامہِ عظیم  
 پیدا کرنا چاہتا تھا!

درو دل کے واسطے پیدا کیا انسان کو  
 ورنہ طاعت کیلئے کچھ کم نہ تھے کروہیاں

مَنْ الَّذِينَ يَقُولُونَ لَا تُنْفِقُوا عَالِيَّ مَن عِنْدَ رَسُولٍ اللَّهِ حَتَّىٰ يَنْفَضُوا ۚ وَاللَّهُ يُخَذِّبُ الْاٰمْرَ حَيْثُ يَظُنُّ ۚ اِنَّكَ لَمِنَ الْمُنْفِقِينَ لَا يَفْقَهُوْنَ (۱۶۳:۴)

یہ منافق تھے لوگ ہیں جو لوگوں کو ہٹا کر تھے کہ ان لوگوں کی تائید و تقویت میں جو رسولِ خدا کے گرد جمع ہو گئے ہیں اپنا مال نہ  
 خرچ کیا کرو۔ جب روپیہ پسپا ان لوگوں کے پاس نہ ہوگا تو عاجز اگر آپ ہی تشریف لے جائیں گے۔ یہی انکی قوت کا راز ہے۔ آہ ایسے  
 منافقین نہیں سمجھتے کہ مال انکی قوت اور اجتماع کا راز نہیں، اللہ خدا کو اسکی ضرورت ہی ہے، کیونکہ زمین آسمان کے خزانے ہی کٹا

آہ یہ بھی نہیں! اس صاحبِ جلال خدا کو جسکی سطوت اور جبروت میں، جسکے حاکمانہ رعب و وقار میں، جسکی  
 طاقت اور حکومت میں، روئے زمین کے تمام انسانوں کی سرکشی اور شفقہ انکار بھی یک سرِ مو فرق نہیں  
 لاسکتی، **وَقَالَ مُوسٰى اِنْ تَكْفُرُوْا اَنْتُمْ وَمَنْ فِى الْاَرْضِ جَمِیْعًا فَلَنْ اَلْقِیَ جَسَدًا** (۲۸:۱۱۳) فی الحقیقت میں منظور تھا  
 کہ درو دل کے اس نازہ عمل میں، اور مشکلات و محن کی صبر آزما مجسم میں، وہ ہر مومن کے قلب کو دنیاوی

سلا لوگو! سن کہو کہ تمام کائنات جہاں اسی کی پیدا کی ہوئی اور انکے جسے ذلیعے سے سب کچھ ہوتا ہی نیز اسکی ہی پیدا کردگارِ عالمین و حقیقت بڑا صاحبِ برکت  
 ہے اور موسیٰ نے اپنی قوم کے لوگوں سے کہا کہ اگر تم اور جتنے لوگ روئے زمین پر ہیں سب کے سب ملکر بھی خدا کی نافرمانی کریں تو خدا کو ذرا بھی پروا نہیں وہ  
 بے نیاز ہے اور دنیا ہی سزاوار حمد و بھگتا۔

خطرات اور بدنی مصائب کے خوف سے پاک کر کے ان میں صبر و انگیز کا شور کشا نور اور قوت کی جلا پیدا کر دے:

وَلِيْمَحْصَلَهُ اللَّهُ الَّذِينَ آمَنُوا وَيَحْتَمِلُوا كِفْلَهُمْ إِنَّهُ يَهْدِي لِكُلِّ شَيْءٍ سُبُلًا ۝ (۱۳۰: ۳)، وَلِيَبْلُغَ اللَّهُ مَا فِي صُدُورِهِمْ وَلِيُخَصَّ مَا فِي قُلُوبِهِمْ وَاللَّهُ عَلِيمٌ بِذَاتِ الصُّدُورِ ۝ (۱۵۳: ۳) وہ ہر مسلمان کے دل کو توحید کے مشترک مرکز پر لا کر ان کی جماعت میں وحدت و استحکام کا دستور عمل پیدا کرنا چاہتا تھا: وَيَذْهَبَ عَنْكُمُ رُوحُ الشَّيْطَانِ وَلِيَرْبِطَ عَلَى قُلُوبِكُمْ وَيُثَبِّتَ بِهِ الْأَقْدَامَ ۝ (۱۱: ۱۱) وہ اپنی ذات پر کامل ایمان، اور اپنے جاہ و منصب کے سچے خوف سے اُمت کے ہر فرد میں استقلال کا نظم و نسق، اور اتحاد و عمل کا طریق کار دیکھنا چاہتا تھا: يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا اصْبِرُوا وَصَابِرُوا وَرَابِطُوا وَاتَّقُوا اللَّهَ لَعَلَّكُمْ تُفْلِحُونَ ۝ (۱۹۹: ۳) وہ ایمان کے جرأت انگیز و لولوں، اور مقام خدا کے ہمت آفرین تذکروں سے اسلام کے متنفس میں مقابلے کی ناقابل تسخیر روح اور ثبات کا ناقابل شکست

۱۔ اور تاکہ اللہ ایمان والوں کو خالص بنا دے اور خدا کے وجود میں شک شبہ کرنے والوں کو بے ایمان کر دے۔

۲۔ اور اس غزوہ اُحد میں تم کو ہرا دینے میں یہ مصلحت تھی کہ خدا اس ایمان کو جو تمہارے سینوں کے اندر چھپا بیٹھا ہے آزمائے، اور دیکھے کہ باوجود ہزیمت کے خدا پر یقین رکھنے والا کون ہے، اور تمہارے دلوں کو ڈرا اور دوسووں، خوف مصائب اور خطرات سے پاک صاف کر دے، اور جانے رہے کہ خدا سینوں کے حالات سے موبود واقف ہو، جیتا کہ تمہارے دلوں میں یہ دسوس اور خدا کے متعلق شکوک ہیں فتح تمہارے قدموں کو نہیں چوم سکتی اور خدا یہ چاہتا ہے کہ تائید غیبی کے وصلہ افزا، اور جامع القلوب اثر سے شیطان کی آلائش (یعنی نفاق) کو تم سے دور کر دے، اور تاکہ تمہارے دلوں کو آپس میں جوڑ کر مضبوط کر دے، اور پھر اس اتحاد کے ذریعے سے تمہارے پاؤں میدان جنگ میں جٹ جائے رکھے۔

۳۔ اسے ایمان والو! اُن اجتماعی کالیف کا جو تمہیں پیش آئیں سختی سے مقابلہ کرو، اور ایک دوسرے کو مقابلہ کرنے کی تلقین کرتے رہو، اور ایک دوسرے میں گھٹکار ایک بچاؤ، اور خدا سے ڈرتے رہا کرو تاکہ دشمن کے بالمقابل تم کامیاب ہو جاؤ۔

۴۔ اس آیت کریمہ میں ایمان، کی بعض اہم شقیں بتلا دی گئی ہیں۔ گویا مصائب کا مروانہ وار مقابلہ کرنا، ایمان ہے، (اصْبِرُوا) جماعت کے اعضا کے باہر استقلال کا ماحول پیدا کرنا ایمان ہے، (وَصَابِرُوا) اور سب اہم یہ کہ کامل اور باہمی اتحاد پیدا کرنا بھی ایمان، کا جزو اعظم ہے، (وَرَابِطُوا) جس قوم کے اندر یہ عظیم الشان خاصیتیں موجود ہیں، وہ خدا کے عظیم کے ایک اہم حکم کو مان رہی ہے، اور وہی ہے جو اس کے اہل قانون کے بموجب کامیاب ہو رہی ہے، (لَعَلَّكُمْ تُفْلِحُونَ) گویا یہاں پر بھی 'تُفْلِحُونَ' سے مراد دنیاوی غلبہ ہی ہے، 'خسرویی فلاح' کا یہاں ذکر نہیں۔ دوسری غور طلب بات یہ ہے کہ اس استقلال، یقین صبر، اور اتحاد کو اتقانے خدا پر محمول کیا گیا ہے (وَاتَّقُوا اللَّهَ) گویا وہی قوم حقیقی ہے جو فی الحقیقت خدا سے، اُس کے قانون سے، اُس کی اہل سنزادوں سے ڈرتی ہے جس میں استقلال ہر ایک دوسرے کو مستقل بنانے کی اہلیت ہو، اور متحد رہنے کی صلاحیت موجود ہو۔ فرقہ بند اور ڈرپوک قوم خدا سے قطعاً نہیں ڈرتی کیونکہ وہ اس کی سنزادے بے خوف ہو چکی ہے اور اسی لیے منقہ کھلانے کی اہل نہیں۔

'اتقانے کے یہ معانی بالصرحت دو اور آیتوں سے جو ہم در کتاب میں صفحہ ۹۷ و ۹۸ پر گزر چکی ہیں ثابت ہیں۔ آج کل کے مسلمانوں کو اس خدائی محاکمے سے عبرت پکڑنی چاہیے۔

جذبہ قائم کرنا چاہتا تھا، یَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا إِذَا الْقِيَمَةُ فُتِحَتْ كَاتِبُوا أَوْ أَذْكُرُوا وَاللَّهُ كَثِيرٌ عَلِيمٌ تَفْلِحُونَ

(۲۵: ۸) وہ اپنی لاشریک اطاعت اور بے ریا عبادت کے آلہ عمل سے مسلمانوں کے ارادوں میں

قوت، حوصلوں میں افزائش، نیتوں میں صداقت، اور پائے عمل میں ثبات دیکھنے کا متمنی

تھا۔ وہ اسلام کی دنیاوی شوکت و احتشام اور مادی ارتقا و عروج کو روحانیت کے بے امان ہتھیاروں، او

اخلاق کی اٹل قوتوں سے حاصل کرنا چاہتا تھا، اور اُمت کے اس اجتماعی اور امتلائی غلبے کو ہر ندی

ایمان کا واحد منہ تھائے نظر، اسکی فلاح و نجات کا اٹل ضابطہ عمل، اُسکے تقویٰ اور عبادت کا صحیح

معیار، اُسکے کفر و شرک کی سچی محک، اسکی جزا و سزا کا قطعی مدار قرار دیتا تھا!

يُشْهِدُ اللَّهُ الَّذِينَ آمَنُوا بِالْقَوْلِ الثَّالِثِ فِي الْحَيَاةِ الدُّنْيَا وَفِي الْآخِرَةِ وَيُحْضِرُ

اللَّهُ الظَّالِمِينَ وَيَفْعَلُ اللَّهُ مَا يَشَاءُ (۱۱۳: ۲۷)

اللہ ایمان والوں کو اپنے پتے قول کے ساتھ اس دنیا کی زندگی میں خوب جاکر رکھتا ہے او

آخرت میں بھی اُنکو خوب جاکر رہیگا۔ لیکن کتے ایمانداروں اور بُزدلوں کو جو اُسکے احکام کی

متابعت نہیں کرتے وہ حفظ و امن کی راہ سے ڈنگا دیتا ہے، اور خدا تو وہی کچھ کرتا ہے جو مناسب سمجھتا

۱۵۔ اے ایمان والو! جب دشمن کی کسی فوج کے بالمقابل تم صف آرا ہو جاؤ تو ثابت قدم رہا کرو، اور اسوقت خدا کا دہیان اور بھی زیادہ دل میں  
رسو تاکہ تمہارے حوصلے بڑھیں، امد بالآخر تم دشمن کے بالمقابل کامیاب ہو جاؤ۔

۱۶۔ یہاں ایمان، کو ہر دشمن کے بالمقابل ثابت قدم رہنے پر محمول کیا گیا ہے۔ ”وَإِذْ كَرَّ اللَّهُ كَثِيرًا“ کا مقصود یہ ہے کہ جب تم دشمن کے  
بالمقابل ڈٹ کر کھڑے ہو جاؤ تو اُس حاکم اعلیٰ کا خیال دلیں لاؤ جس کی ماتحتی میں تم ٹہرے ہو۔ ہر جس طرح ہر سپاہی کو اپنے سپہ سالار کی یاد،  
اُسکے انعاموں کی یاد، اُسکی سنراؤں کی یاد میدان جنگ میں اور بھی مستحضر رہتی ہے اسی طرح تم بھی مالک زمین و آسمان کی یاد کے اپنی ہتھوں  
بڑھاؤ تاکہ تم دشمن پہنچ پاؤ (لَعَلَّكُمْ تَفْلَحُونَ)۔ گو یا یہاں بھی تَفْلِحُونَ سے مراد دنیاوی نفع ہے، آخری فلاح مراد نہیں۔ اور نہ ”وَإِذْ كَرَّ اللَّهُ“  
کَثِيرًا سے مقصود یہ ہے کہ گھر بیٹھے تسبیحوں پر خدا کا نام پڑھتے رہو تاکہ قیامت کے دن فلاح پاؤ جیسا کہ بعض نادانوں نے سمجھ کر آیات الہی کو  
بے ربط اور ٹکڑے ٹکڑے کر دیا ہے اور جَعَلُوا الْقُرْآنَ عِشِينَ (۹۱: ۱۵) صفحہ ۷۷ کے مصداق بن گئے ہیں۔

۱۷۔ جو عجیب و غریب تاویلیں شاذین قرآن نے اس آیت شریفہ کے مطالب میں اپنے پاس سے بنالی ہیں بجائے خود ایک فتنہ ہے۔ بعضوں نے قیوں  
ثابت کو کوئی اہم غنیمت فرض کر لیا ہے جیسے ایک زبان سادہ ایمان، لانا فرض قرار دیا ہے، بعضوں نے عالم اسلام کی موجودہ زبوں حالی، اور خدا  
اس اٹل وعدے میں اختلاف دیکھ کر یکتا کے معنی ”روحانی ثابت قدمی“ بنا لیے ہیں، وغیرہ وغیرہ، لیکن ایمان، اُن کی کڑی شرطوں سے جو  
بیان ہوئیں ظاہر ہے کہ جس قوم میں وہ خصائص موجود ہوں اُنکا اس دنیا میں حکم کر رہنا، مضبوطی اور قوت سے بسر کرنا، علی الرغم عروج غالب کر رہنا  
اٹل ہے یہی حقیقت بعینہ اس آیت کریمہ میں عیاں کر دی گئی ہے، اور جملہ دیا ہے کہ صاحب ایمان قوم کا اس دنیا میں ممکن اور متخالف فی الارض قطعاً ہی

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا اتَّقُوا اللَّهَ حَقَّ تَقَاتِهِ وَلَا تَمُوتُنَّ إِلَّا وَأَنْتُمْ مُسْلِمُونَ  
وَاعْتَصِمُوا بِحَبْلِ اللَّهِ جَمِيعًا وَلَا تَفَرَّقُوا ۚ وَاذْكُرُوا نِعْمَتَ اللَّهِ عَلَيْكُمْ إِذْ كُنْتُمْ  
أَعْدَاءً فَأَلَّفَ بَيْنَ قُلُوبِكُمْ فَأَصْبَحْتُمْ بِنِعْمَتِهِ إِخْوَانًا ۚ وَكُنْتُمْ عَلَى شَفَا حُفْرَةٍ  
مِنَ النَّارِ فَأَنْقَذَكُمْ مِنْهَا ۚ كَذَلِكَ يُبَيِّنُ اللَّهُ لَكُمْ آيَاتِهِ لَعَلَّكُمْ تَهْتَدُونَ ۝

(بقیہ تحت المتن صفحہ ۱۳۴) اور آخرت میں بھی اُسی کا بول بالا ہے۔ گویا اس آیت ”اِنَّكُمْ اِلٰهَکُمْ اِلٰهٌ وَّاحِدٌ ۚ لَمْ يَلِدْ وَلَمْ يُولَدْ ۚ اِنَّ کُنْتُمْ مَعًا مِیزِیْنَ“ کا منقول ایک ہی ہے جو صفحہ ۷ پر گند چکی ہے۔

”روحانی ثابِتِ قدسی“ جس کا ذکر انجیل کے مسلمان اس شہود سے کرتے ہیں ایک پادریؒ اور بے معنی سی بات ہو۔ یُثْبِتُ، کا لفظ قرآنِ کریم میں جہاں کہیں آیا ہے اسی مادّی ممکن اور ذہنی استحکال کے لیے آیا ہے۔ دو مثالیں اصل کتاب میں ابھی ابھی گزری ہیں، یعنی یُثْبِتُ بِهٖ الْاَقْلَامُ اور اَلْقَلَمُ ثَرَفَتْ فَكَاتَّبَعُوْا (۴۵: ۴۵)۔ دو اور پیش کر دیتا ہوں۔ سورہ انفال میں ہے:

وَيُوحِي رَبُّكَ إِلَى الْمَلِكَةِ إِنِّي مَعَكُمْ فَنَشَبُوا الدِّينَ وَأَنذَرُوا سَالِقِي فِي قُلُوبِ الَّذِينَ كَفَرُوا الرَّعْبَ فَأَصْرَبُوا فَوْقَ الْأَعْنَاقِ وَاصْرَبُوا مِنْهُمْ كُلَّ بَنَانٍ (١١٣: ٥)

اسے مختار، یہ وہ وقت تھا کہ تمہارا پروردگار تمہارا سپہ سالار اعظم خدا ملائکہ کی فرج کو حکم دے رہا تھا کہ ہم تمہارے ساتھ ہیں تو تم ایمان والوں کے پاؤں میدان جنگ میں جمائے رکھو، اُن کے حوصلوں کو وہ چند کر دو، اُن کے ہستقلال کو اور بھی مضبوط کر دو، ہم غرقِ قربانیاں شہرین کے دلوں میں اُٹھیں، ہر مسلمان کو وہ بہشت ڈال دیجیے، تو ماروان کی گردنوں پر کچر چڑھو جو جائیں، اور لگاؤ اُن کی پورپور پرکھ لیں سب کے ماتھے ٹوٹ جائیں۔

حکایت کی ماہیت سے یہاں پر بحث نہیں لیکن ظاہر ہے کہ **فَشَيْئُوا الَّذِينَ آمَنُوا** سے مقصود ارضی قلوب اور ممکن ہی ہے۔ روحانی استقلال کا کچھ ذکر نہیں یہی الفاظ قریب قریب زیر بحث آیت میں استعمال ہوئے ہیں۔ دوسرے موقع سورہ نحل میں ہے:

قُلْ نَزَّلَهُ رُوحُ الْقُدُّسِ مِنْ رَبِّكَ بِالْحَقِّ لِيُثَبِّتَ الَّذِينَ آمَنُوا وَهُدًى وَبُشْرَى لِلْمُسْلِمِينَ ۝ (۱۶: ۲۱۰)

اے محمد! تم علی الاعلان کہہ دو کہ اس قرآن عظیم کو روح القدس میرے پروردگار کے ہاں سے لیکر اپنے آترے کے جو لوگ آپ کے احکام پر ایمان لائے ہیں ان کو اس دنیا میں مضبوطی سے، اور جہاں کر سکے اور تاکہ یہ قانون جلیل تسلیم کرنے والوں کو صحیح راہ عمل دکھائے (رہدای)، اور ان کو جماعی سلامتی اور حفظ و ان کی بشارت دے (دبیر)۔

روح القدس کی حقیقت سے یہاں پر بحث نہیں صفحہ نمکے تحت اہلن میں سفیرانِ خدا کی بشارت کی نوعیت واضح کر دی گئی ہے۔ اس نیکو کیسے ظاہر ہے کہ یہاں بھی "لَا تُبَيِّتُ الَّذِينَ آمَنُوا" کے الفاظ سے دنیاوی ثبوت اور استقلال ہی مراد ہے۔ "رُوحانی ثابت قدمی" کی ترغیب پیش کرنا مسکرتوں کے لیے کچھ سنی نہیں رکھتا۔ دنیاوی خوشحالی کا لالچ ہی وہ شے ہے جو ہر مخالف کو مانسے پر مجبور کر سکتا ہے۔

قول ثابت کے الفاظ جو زیر بحث آیت میں آئے ہیں، ان سے مراد وعدہ خدا کی توفیق ہی ہے اور کچھ نہیں۔ صنفنا اس آیت سے فیض کے معانی بھی صاف ہو گئے کہ یہ یقینیت کی ضد کے طور پر پڑے ہیں۔ گویا اس دنیا کی زندگی میں مضبوطی اور ممکن سے نہ رہنا ہی ضلال ہے۔ ظالمین کا لفظ پہر یہاں استعمال ہو رہا ہے۔ اس سے پیشتر صفحہ ۱۲۰ کے متن کی آیت (۱۳۹: ۱۳) میں ہوا تھا۔ یہاں بھی ظالمین سے مراد کچھ ایمان والے ہی ہیں کیونکہ جو لوگ اپنے ایمان کی کسی کمی وجہ سے دشمن سے شکست کھا جائیں وہ فی الحقیقت اپنی جانوں پر آپ ظلم کر رہے ہیں۔ آج ظلم کی قرآنی اصطلاح کے معانی بالکل بدل چکے ہیں۔ لیکن آئندہ جملہ بات میں وقتاً فوقتاً اسے مختلف مفہوم بیان کر دینے چاہینگے۔ مقدمہ کتاب میں ظلم، قوم کے مغلوب قرآنی خاک کشیش کیا گیا تھا اور وہ یہ تھا کہ ظالم قوم جماعی ہا کہ انتہائی ہے (دیکھو صفحہ ۸۱، آیات (۵۹: ۲۸)، (۷۴: ۶) گویا فیض اور حیات کا حلق ظاہر ہے۔

پیشہ کے معنی ہم نے مناسب سمجھا رکھے ہیں لیکن اسکا فہم فلسفہ عمل (غالباً تیسری جلد) میں آئے گا۔

وَلَنَكُنِّي مِنْكُمْ أُمَّةً يَدْعُونَ إِلَى الْخَيْرِ وَيَأْمُرُونَ بِالْمَعْرُوفِ وَيَنْهَوْنَ عَنِ الْمُنْكَرِ وَأُولَٰئِكَ هُمُ الْمُفْلِحُونَ ۝ وَلَا تَكُونُوا كَالَّذِينَ تَفَرَّقُوا وَاخْتَلَفُوا مِنْ بَعْدِ مَا جَاءَهُمُ الْبَيِّنَاتُ وَأُولَٰئِكَ لَهُمْ عَذَابٌ عَظِيمٌ (۱۰۳-۱۰۴)

اے ایمان والو! مقامِ خدا سے ڈرتے رہا کرو جیسا کہ اس سے ڈرنے کا حق ہے، اُنکے احکام کے آگے ہر دم تسلیم خم رکھو، اور مرتے دم تک سربا پائ تسلیم بنے رہو۔ اور سب ایک دوسرے سے مکمل کر کے اللہ کی رسی کو مضبوط پکڑے رہو اور تیر تیر گزند نہ ہو جانا۔ اور اللہ کا وہ احسان یاد کرو جب تمہارے دونوں میں ایک دوسرے کے برخلاف عداوتیں اور کینے بھرنے پڑے تھے، پھر خدا کو اپنا سچا آقا ماننے کے باعث اُس نے تمہارے دل آپس میں جوڑ دیے، پھر تم اسکی اس نعمت کے باعث بھائی بھائی بنا گئے۔ تم اس سے پہلے اس قدر کبھر چکے تھے کہ گویا آگ کے گڑھے کے کنارے جا گئے تھے، پھر اُس نے تم کو اس سے بچایا۔ اس طرح خدا اپنے احکام تم سے کہول کھول لکھ کر بیان کرتا ہے تاکہ تم راہِ راست پر آ جاؤ۔ اور تم میں ایک ایسا گروہ بھی ہونا چاہیئے جو صرف ہی اتحاد (الْحَبْر) کی دعوت دے، اسی عظیم القدر نیکی (المعروف) کی تلقین یا تخصیص کرتا رہے، اور تفرقے کی مکررات (المنکر) سے باز رکھتا رہے۔ یہی وہ لوگ ہیں جنکو ہم اس دنیا میں کامیاب کریں گے۔ اور دیکھو ہم بھیکے دیتے ہیں کہ اُن جیسے نہ بن جانا جو ایک دوسرے سے بچھڑ گئے، اور جنہوں نے خدا کے کھلے کھلے احکامات سے پیچھے بھی آپس میں فرقہ آرائیاں اور اختلاف قائم کیا۔ یہی وہ لوگ ہیں جنکو ہم دردناک عذاب دینگے۔

## کیفیت اتقا

صَبْرٌ وَارْطَابٌ وَابْتِغَاءُ اللَّهِ لِعَلَّكُمْ تَعْلَمُونَ (۱۰۹-۱۱۰)

(ایک دوسرے کو متفائل کی تائید کرو، اور ایک دوسرے کو تھکا دینا اور خدا سے توجہ کرنا کہ کامیاب بن جاؤ)

جامعِ اقلوب خدا کی نظروں میں ایک معنی ایمان کا صحیح تقویٰ اسی کامل مصاحت اور

۱۰۹-۱۱۰ آیات قرآنی کے مطالب نہایت قابل غور ہیں۔ اصل کتاب میں سیاق کلام کو پیش نظر رکھ کر ایک مربوط ترجمہ کر دیا گیا ہے مگر دو ایک باتیں خاص طور پر لائقِ ذکر ہیں جو یہاں بیان کر دی جاتی ہیں:-

اولاً- اعتصام بچل اللہ، اور جماعت کے کامل اتحاد کو ہر تیسری جگہ چوتھی بار اتقا نے خدا پر محمول کیا گیا ہے۔ پہلی مثالیں صفحہ ۴۴، ۴۹،

**اتحاد** (لَا تَقْفَرُ قُوَّةً) (۱۰۲: ۱۰۳) کا مسلک عمل تھا۔ یہی وہ سچی ہدایت (لَعَلَّكُمْ تَهْتَكُونَ) (۱۰۲: ۱۰۳) اور یقینی فلاح (وَأُولَٰئِكَ هُمُ الْمُفْلِحُونَ) (۱۰۲: ۱۰۳) تھی جس کا حاصل کرنا ہر مسلمان کا منہاں سہی اور مقصد حیات ہو سکتا تھا۔ خدا نے بزرگی صحیح معنوں میں عبادت (غلامی)، اور اُسکے جاہ و منصب کے سچے خوف (تقویٰ) کا صحیح پیش نہا یہی ہو سکتا تھا (اتَّقُوا اللَّهَ حَقَّ تَقَاتِهِ) (۱۰۱: ۳) کہ ایک مقتدر حاکم کے کئی ملازموں کی مانند، اُسکے بندوں میں تالیف قلوب کے جذبات، اور اخوت و مساوات کے اصول قائم ہو جائیں (وَالْكَافِرِينَ بَيْنَ قُلُوبِهِمْ فَأَوْجَعْتَ قُلُوبَهُمْ بَيْنَهُمْ) (۱۰۱: ۳)۔

(بقیہ تحت اہم صفحہ ۱۴۵) اور ۱۴۲ پر گذر چکی ہیں۔ گویا کسی قوم کا بالاجماع قانون خدا (جَبَلِ اللَّهِ) کو مضبوط پکڑے رکھنا اور اُس میں فرقہ بندی نہ بننا ہی اتقا کے خدا ہے۔ وہی قوم فی الحقیقت شدید العقاب خدا کی اٹل سبزو سے ڈرتی ہے، وہی اُسکی عالی مقامی اور طاقت انتقام سے خوفزدہ ہے جو اس میں اختلاف پیدا کر کے اپنے آپ کو کمزور نہیں کرتی۔ کیونکہ فرقہ بندی کا اٹل نتیجہ شکست و ریخت ہوا اور یہ قانون ارتداد عالم ہے کہ اس کا اطلاق ہر جا اور ہر وقت ہو رہا ہے، کوئی امت یا گروہ اس ٹکٹے سے مستثنیٰ نہیں ہو سکتا۔ جتنا ایک حکم اعلیٰ کا رد میں بس رہا ہے، رعیت کے افراد آپس میں لڑ بھڑ نہیں کئے۔ جب تک کئی غلام ایک مقتدر آقا کی غلامی و عبادت کرتے ہیں اُن کا ایک دوسرے کے بالمقابل صف آرہونا محال ہے!

ثانیاً: امتلاف قلوب کو نعمت خدا کہا گیا ہے اور (وَالْكَافِرِينَ بَيْنَ قُلُوبِهِمْ) کے الفاظ نہایت قابل غور ہیں۔ اگرچہ بادی النظر میں اس جملے کے معنی یہی ہیں کہ خدا نے تمہارے دلوں کے درمیان الفت کی راہ و رسم پیدا کر دی، لیکن اگر گہری نظر سے دیکھا جائے تو اس امتلاف کا واقعہ ہونا خدا کا کوئی غیبی، استبدادی یا تقدیری فعل نہ تھا جس پر کل کے مسلمان نہایت تنہا ہی سے اعتقاد رکھتے ہیں اور بلا سعی و عمل اس کے ہر واقعہ ہو نیکی منتظر رہتے ہیں بلکہ مقصود یہ ہے کہ اُس ایک خدا کی عبودیت ہی تمہارے اتحاد کا باعث ہوئی۔ تم سب نے اسکو صحیح معنوں میں اتقا اور حاکم علیٰ ان ایما اور پھر اُسکے سچے خوف و اتقا کے باعث تمہارے دل آپس میں جڑ گئے۔ گویا اتحاد کا واقعہ ہونا ایک مسبب بالاسباب فعل تھا جس کا بالواسطہ محرک خدا عظیم کا صحیح معنوں میں ڈر تھا۔

مثلاً: باہمی تفریق اور اختلاف کو ”عَلَىٰ شَفَا حُجْرَةٍ مِّنَ النَّارِ“ کہا گیا ہے۔ یعنی جس قوم میں باہمی عداوتیں اور کینے رونائیں وہ جہنم کے کنارے پر کھڑی ہے۔ یہاں پر فرقہ آرائی کو ”النَّارِ“ سے تعبیر کرنا از میں سنی غیروں نے۔ گویا اجتماعی ضعف اور عدم اتحاد ہی دنیا کا سب سے بڑا جہنم ہے جن فروش اعتقاد مسلمانوں نے قرآن کے لفظ ”النَّارِ“ کو فاصلہ آخری جہنم سمجھا ہے اُن کے لئے یہ الفاظ نہایت غور طلب ہیں لیکن ان آیات الہی میں سب سے زیادہ غور طلب آیت ”وَلَنُكَلِّمَنَّكَ أَهْلُكَ“ (۱۰۳: ۱۰۳) ہے۔ جو بات لائق دریافت یہ ہے کہ ”دَعْوَا إِلَى الْخَيْرِ“، امر بالمعروف، اور ”نُحْيِ عَنِ الذَّنْكِ“ کا صحیح مفہوم کیا ہے، اور وہ کیا شے ہے جسکی تبلیغ و تمقین کے لئے ایک جماعت قائم کرنے کی ہدایت کی گئی ہے۔ اولیٰ سائل بھی صراحتاً اس نتیجے پر پہنچا دیتا ہے کہ ”الْخَيْرُ“ اور ”المعروف“ کا صحیح مفہوم اس آیت میں اصلاح و اتحاد اور صرف اتحاد ہی ہے، اور اسی نقطہ نظر سے ان الفاظ پر آل شخصہ ہی واقع ہوا ہے، اور چونکہ ہمیشہ تراویح کی آیات میں اتحاد کی خوبیاں اور اختلاف کی برائیاں ظاہر کی گئی ہیں اور یہ آیت اُن کے درمیان گہری ہوئی ہے اس لئے خدا عظیم نے عالم اسلام کے لئے ایک ایسی جماعت بنانے کا حکم دیا ہے جو سب امت کو اتحاد کی دعوت یا تخصیص دیتی ہے اور انکو تفریق کی کمزوریاں (الذَّنْكِ) سے وہم باز رکھے۔ اس مطلع نظر کے مساوی اس سے کم و بیش جتنی اس آیت کا اور کچھ مطلب نہیں۔ کلام الہی کو مربوط اور مدلل یقین کرنا والوں کیلئے اسکو سوا کسی اور نتیجے پر پہنچنا ممکن نہیں۔

مسلمانان عالم اور شارحین قرآن نے اس آیت کا مفہوم قطعاً غلط سمجھا ہے، اور ”الْخَيْرُ“ و ”المعروف“ کے معنی عام کر کے عالم اسلام کو ایک غلط

اخواناً (۱۰۲:۱۳) وہ سب کے سب یکجان و یک زبان ہو کر اسکی حکومت کے ہر آن شاہد، اور اسکی بارگاہ عالیہ بہر حال مرعوب رہیں؛ وَلَئِنَّ يَوْمًا يَكُونُ مَا اتَّوَاوُا قُلُوبُهُمْ وَجِلَةً اُنْهَضُوا اِلَى رَبِّهِمْ رَا جُعُونَ (۱۰۲:۱۴) وہ اللہ کو ہر وقت اپنے ذاتی مناقشات میں حاضر و ناظر، اور ہر حالت میں نگران اعمال یقین کر کے اسکے رعب و قار کا احترام اور احکام کا پاس کرتے رہیں؛ اَلَمْ تَرَ اَنَّ اللّٰهَ يَعْزِمُ مَا فِي السَّمٰوٰتِ وَمَا فِي الْاَرْضِ مَا يَكُوْنُ مِنْ جُنُودٍ اِلَّا هُوَ

سے خدا سے ڈرنے والے تو وہ لوگ ہیں جو باوجود اسکے کہ جو کچھ اُن کے پاس ہے اعلانِ الحق میں صرف کر دیتے ہیں، مگر انکے دل اندر سے ہلتے رہتے ہیں کہ انہوں نے ایک ن خدا کے حضور میں جواب دہی کے لئے کھڑا ہونا ہے (اور ممکن ہے کہ خدمتِ خدا کا حق ادا نہ ہوا ہو)!

(بقیہ تحت مبحث صفحہ ۱۳۶) اور عمل، نامعلوم اور نامحدود درجے پر لگنے میں۔ مطالب کی اس عام افرا تفری میں چنانچہ توجہ یہ حالت ہو گئی جو کہ ہادیِ جماعت کے ہزار ہزار گروہ، امر بالمعروف، اور نہی عن المنکر کے ظاہری اذاعی آڑ میں، ہر طرف پھیلے ہوئے خلقِ خدا کو دھوکہ دے رہے ہیں اور کسی مستقل پیش نہاد نہ ہونے کے باعث ایک دوسرے کے بالمقابل صف آرا ہو کر اسلام کی رہی سہی قوت کو اور بھی منتشر کر رہے ہیں۔ ہر گروہ اپنے آپ کو داعی الی الخیر، کا خطاب دیکر جماعت میں تفریق و اشتات پیدا کر رہا ہے۔ سب کے سب اپنی اپنی ہٹ دھرمی اور ضد کے باعث مختلف سمتوں پر نہایت کبر و تکبر سے جا رہے ہیں اور اپنے زعم میں خدا کے ایک اہم حکم کی تعمیل کر رہے ہیں! جو حیرت انگیز فسق و بندیاں ان گروہوں کی متخالف اور متقابل تسلیم و مقبول سے پیدا ہو رہی ہیں۔ سچائے خود خدا کے عظیم کے مقصد و مصلح و اتحاد اور اس آیت کے منہائے نظر کو باطل کر رہی ہیں وہ اعتصام بحبل اللہ، اور اختلافِ قلوب، اور اخوانیت، جو امر بالمعروف، اور نہی عن المنکر کے مطلوب تھی یک قلم مٹ رہی ہے۔ ہر گروہ اپنی اپنی دوکان سچائے سر بازار بیٹھا ہے اور حتی الوسع چرب زبانی اور لفاظی سے کام لیکر بے وقوف امت کے گاہکوں کو اپنی طرف کھینچ رہا ہے! اگر نظر تعمق اس آیت شریفہ کے مضمون کی طرف دیکھا جائے تو عیاں ہو جاتا ہے کہ رب کون و مکان تعالیٰ نے تمام عالم اسلام کیلئے ضرر ایک گروہ اور ایک جماعت ہی کو دعوت الی الخیر، اور امر بالمعروف، کے لئے تجویز کیا ہے نہ دس بیس مختلف گروہوں کو جو وَلَئِنْ كُنْتُمْ اٰهْلًا لَّكُمْ کے الفاظ سے ظاہر ہے۔ پس لامحالہ پیشینہ نکلنا ہے کہ ایسے عالم آرا، ایسے یکتا، اور منتخب گروہ کا مقصد بھی یہی ہو سکتا ہے کہ دنیا کے مختلف ممالک کے مسلمانوں کے مابین اتحاد قائم رکھے، اُن کو اعتصامِ خدا کی دعوت دے، اُن کے اختلافات کو وقتاً فوقتاً دور کرتا رہے، اُن میں تفریق نہ پیدا نہ پیدا ہونے دے، سب نیاے اسلام کو جبراً ایک مقصد و جہد، ایک مطمح نظر اور ایک راہ عمل کی طرف ایجاۃً گروہ کوئی متعذر نظام کے تحت کام کر رہا ہو، اور تمام مسلمانوں کا صحیح معنوں میں قائم مقام ہو۔ ایسا گروہ تاریخِ شاہد ہے کہ قرنِ اول سے قطع نظر مسلمانوں نے آج تک نہیں بنایا اور اسی لئے میراثین ہے کہ امتِ مروجہ اس آیت کبرے کے خدائی مطالب کی تعمیل کرنے سے حتماً قاصر رہی ہے!

اس گروہ کے متعلق، وَ اُولٰٓئِكَ هُمُ الْمُفْلِحُونَ، کا ارشاد ہے۔ فلاح، کے معانی قرآن کریم میں دنیاوی کامرانی کے بھی ہیں جیسا کہ کسی ایک مثالوں سے جو پیش روئی نہیں ظاہر ہے۔ گویا خدا فرماتا ہے کہ یہی وہ گروہ ہے جو فلاح دارین حاصل کرے گا اور اُمت کو صحیح معنوں میں قوت دے گا۔ آگے چلکر فرقہ بند امت کے لئے، وَ اُولٰٓئِكَ لَھُمْ عَذَابٌ عَظِیْمٌ، کہا گیا ہے۔ گویا یہ عذاب بھی دنیاوی ہی ہے جو خشتِ لاف زدہ امت کو دنیا میں متاثر و اُولٰٓئِكَ، کا تکرار بھی لامحالہ ظاہر کرتا ہے کہ دعوت الی الخیر، اور امر بالمعروف، کا مفہوم دنیا سے اسلام کو ایک مقصد و منہا پر قائم و متحرک کننا ہی ہے اور وہ پیش نہاد دنیوی قوت اور ممکن ہے اسکے ماسوا احتما کچھ نہیں۔

لیکن اس تمام خارجی استدلال سے صرف نظر کر کے قرآن حکیم کے الفاظ میں داخلی غور و فکر بھی اس نتیجے کی طرف راغب کرتا ہے کہ اَلْخٰیْزِیْرُ الْمَعْرُوفُ، اور الْمُنْكَرُ کے الہی مطالب یہی ہیں جو اوپر بیان ہوئے۔ اَلْخٰیْزِیْرُ، کے صحیح مفہوم کے متعلق ایک مختصر بحث ابھی صفحہ ۱۳۶ کے



سَابِقَهُمْ وَلَا خَسْرَةَ إِلَّا هُوَ سَادِسُهُمْ وَلَا أَذَى مِنْ ذَلِكَ وَلَا أَكْثَرَ إِلَّا هُوَ مَعَهُمْ إِنْ كَانُوا يُشْعِرُونَهُمْ بِمَا عَمِلُوا يَوْمَ  
الْقِيَامَةِ إِنَّ اللَّهَ بِكُلِّ شَيْءٍ عَلِيمٌ (۵۸: ۷)۔ وہ اسکی محتبانہ رقابت میں سب جزوی معاملات اور فرعی مختلفات کو  
بالائے طاق کھسک کر اُسی کی خدمت و اعلا میں ہمہ تن مصروف ہو جائیں۔ وہ اس احکم الحاکمین کے

۱۵۔ اے انسان! کیا تو نے اس حقیقت پر کبھی غور نہیں کیا کہ اللہ تو جو کچھ بھی آسمانوں اور زمین میں کرنا ہے اسکا علم رکھتا ہے جو جب تین شخص آپس میں صلح و مشورہ  
کرتے ہیں تو ہر حال چوتھا وہ ہوتا ہے، اور پانچ ہوں تو چھوا وہ ہوتا ہے، اور اس سے کم ہوں یا زیادہ اور کہیں بھی ہوں وہ اُن کے ساتھ ضرور ہوتا ہے۔  
پھر جو کام یہ آج کر رہے ہیں اُن کو روز قیامت کو موبہ ہوتا دے گا، لوگو! درحقیقت خدا ہر چیز سے واقف ہے!

(تبیہ تحت لہٰذا صفحہ ۱۳۷) تحت لہٰذا میں ہو چکی ہے جس سے ظاہر ہے کہ صاحب القرآن تعالیٰ نے اتحاد کے اجتماع میں عمل کو یہاں پر لفظ (الْحَبْرُ)  
سے یاد فرمایا ہے (يَنْعُونَ لِي الْحَيُّ)۔ (المَعْرُوفُ) اور (مَعْرُوفُ) کے الفاظ بھی کلام الہی کے اندر بالالتزام دو شخصوں یا فریقوں کے درمیان حصّہ  
یا صورت اصلاح و اتحاد پیدا کرنے کے معنوں میں استعمال ہوئے ہیں۔ سورہ بقرہ میں خاندان اور عورت کے باہمی تعلقات کی کشیدگی کے  
بارے میں ہے: وَلَوْ أَطْلَقْتُمُ الْمَسَاءَ فَمَا كُنْتُمْ أَجْلُهُنَّ فَامْسِكُوهُنَّ بِمَعْرُوفٍ أَوْسَرُ حَوْضُ هُنَّ بِمَعْرُوفٍ وَلَا تَنْسِكُوا لَهُنَّ خِيَارًا وَلَتَعْتَدُنَّ  
(۲۳۱: ۲) اور جب تم عورتوں کو طلاق دینے لگو اور انکی عدت پوری ہوئے تو یا طلاق کا ارادہ فسخ کر کے انکو پوری صلح صفائی سے (بِمَعْرُوفٍ)  
پھر زوجیت میں رکھ لو، یا ان کو مصاحبت سے رخصت کر دو، اور نہ کہ نہینے کی نیت سے انکو نہ رکھو کہ بعد میں زیادتی کرو۔ یہی مضمون اس آیت میں ہے  
بھی ہے: فَامْسِكُوهُنَّ بِمَعْرُوفٍ أَوْسَرُ حَوْضُ هُنَّ بِمَعْرُوفٍ (۲۲۹: ۲) یعنی یا صلح صفائی کے ساتھ پھر زوجیت میں لے لینا، یا خوش اسلوبی سے  
رخصت کر دینا۔ ایک آیت پہلے ہم اسی مضمون کی تصریح ہے: وَلَوْ لَمْ يَنْحَرْ أَحَدٌ بِرَدِّ هُنَّ فِي ذَلِكَ لَإِنْ أَزَادُوا الرِّضْلَ حَالًا وَلَهُنَّ مِثْلُ الَّذِي  
عَلَيْهِنَّ بِالمَعْرُوفِ (۲۲۸: ۲) یعنی اور اگر انکے خاندان مصاحبت کرنا چاہیں تو ان کو پورا حق ہے کہ اس اٹھائیں اپنی عورتوں کو پھر اپنی زوجیت  
میں واپس لے لیں، اور اُس صورت میں جس طرح پر مصاحبت اور صلح صفائی سے رہنا عورتوں پر لازم ہے (عَلَيْهِنَّ بِالمَعْرُوفِ) اسی طرح پر  
مردوں کی طرف سے عورتوں کے ساتھ (لَهُنَّ مِثْلُ الَّذِي) مصاحبت کا سلوک کیا جانا بھی لازم ہے۔ اسی کوع میں مسئلہ عورتوں کے بارے  
میں ہے: فَالْوَضْعُ لَهُنَّ أَنْ يَتَّخِذْنَ أَزْوَاجَهُنَّ إِذَا أَتَتْهُنَّ أَبْوَابُهُنَّ بِالمَعْرُوفِ (۲۳۲: ۲) یعنی طلاق ہوئے پیچھے تم ان عورتوں کو  
منع نہ کرو کہ نئے خاندانوں سے نکاح کر لیں اگر وہ فریق آپس میں مصاحبت اور اتحاد پر (بِمَعْرُوفٍ) راضی ہو گئے ہوں۔ آگے چل کر دودھ پلانے کی  
اجرت کے بارے میں ہے: وَعَلَى الْمَوْلُودِ لَهُ دَرْتُهُنَّ وَكِسْفُهُنَّ بِالمَعْرُوفِ (۲۳۳: ۲) اور باپ پر لازم ہے کہ ایسی زیر تجرّزہ مطلقہ ماؤں کو  
صلح صفائی کے ساتھ کھانا اور کپڑا دے۔ اور اگر وہ بچہ سے دودھ پلانے کا باہمی سمجوتہ ہو جائے تو فرمایا ہے: فَلَا جُنَاحَ عَلَيْكُمْ إِذَا اسْتَأْذَنْتُمْ فَانْتَبِهْتُمْ  
بِمَعْرُوفٍ (۲۳۳: ۲) یعنی اس صورت میں دایہ سے دودھ پلے لینے میں کچھ مضائقہ نہیں بشرطیکہ جو کچھ ماؤں کو دینا کیا تھا صلح صفائی کے تھا  
دے دو۔ راند عورتوں کے دوسرے بیاہ کے بارے میں ہے: فَإِذَا ابْتَغَيْنَ أَجْلَهُنَّ فَلَا جُنَاحَ عَلَيْكُمْ فِيمَا فَعَلْنَ فِي أَنْفُسِهِنَّ بِالمَعْرُوفِ  
(۲۳۴: ۲) پھر جب وہ اپنی عدت پوری کر چکیں تو نیک نیتی اور صلاح روی سے (بِمَعْرُوفٍ) جو کچھ دوسرے بیاہ کے بارے میں اپنے دل میں چٹان  
لیں اسکی پیمش تم دائر ان نیت سے کچھ نہیں، اور اسی لینے تمہیں پس فعل سے واسطہ نہیں جو چاہیں اُن کو کرنے دیں۔ اس موقع پر (بِمَعْرُوفٍ) سے  
مراد راند عورت کا صلح دی کے ساتھ دوسرا بیاہ کرنا ہے نہ یہ کہ اٹھے اور وہ وطیرہ اختیار کرے جس سے خاندان کی ناموس بہاؤ ہو اور فائزانی  
کی صورت پیدا ہو۔ گویا یہاں بھی مقصود اصلاح و اتحاد اور فساد کو مٹانا ہی ہے۔ شادی شدہ یا کہ عورتوں کو شرب زفاف سے پیشہ طلاق دینے کے  
بارے میں ارشاد ہے کہ کچھ گناہ نہیں مگر اُن کو بطور احسان کے کچھ دے دینا چاہیے: عَلَى الْمُسْبِغِ فَنَدٌ وَعَلَى الْمُطْرَقِ فَنَدٌ وَمَتَاعًا  
بِمَعْرُوفٍ حَقًّا عَلَى الْمُحْشِينَ (۲۳۶: ۲) مفہور والا اپنی حیثیت کے مطابق اور بے مقدمہ اپنی حیثیت کے موافق تم اسکو اپنے راند

پاس ادب اور لحاظ سے دلوں کے بغض اور سینوں کے حسد کا لکڑیا ہوا گڑبگڑ اور مستحق ہو جائیں۔ وہ دانائے نہان و آشکارا کی مجتہد سائنہ دانش اور متفکشانہ بینش کا کامل یقین کر کے، دلوں کی تہ کے سرائے و خفایا کو آلالش گناہ سے قطعاً پاک صاف کر دیں مخلص اور عقیدتمند خواجہ تاشوں کا اپنے آقائے حقیقی سے یہ وہ معترفانہ خوف، اور وہ غیر متزلزل اتقا تھا جس نے ہر ناگماں مصیبت کے وقت

(بقیہ تحت البتین صفحہ ۱۴۸) سمجھو جبکی غرض غایت یہ ہے کہ طلاق صلح صفائی کے ساتھ اور بغیر دنگے فساد کے طے پائے (مُتَاَعًا بِالْمَعْرُوفِ) اور سچ تو یہ ہے کہ مصالحت سے چلنے والے اشخاص ہمہ نداد نہ تو ایک طرح کا حق ہے، کچھ آگے چلکر مطلقہ عورتوں کے بارے میں بھی اسی قطع کا حکم ہے، وَلَیْمُ الْمَطْلُوقَاتِ مُتَاَعًا بِالْمَعْرُوفِ حَقًّا عَلَى الْمُتَّقِينَ (۲۴۱: ۲) یعنی مطلقہ عورتوں کے لئے بھی کچھ نہ کچھ نذرانہ بطور احسان یا یادگار دینا چاہیے تاکہ فریقین صلح صفائی کے ساتھ ایک دوسرے سے جدا ہوں، اور خدا سے صحیح معنوں میں ڈرنے والوں کے لئے تو یہ معمولی سی رواداری بطور ایک فرض کے ہے۔ مطلب یہ ہے کہ جو شخص صحیح معنوں میں متقی ہے اسکا منتہائے نظر دنیا میں ہمیشہ یہی رہتا ہے کہ انتہائی معاملات میں بھی کم سے کم فساد پیدا ہو۔ طلاق وہ مکروہ شے ہے جو دو فریقوں کے درمیان ایک ناقابل برداشت شقاق کا باعث ہوتی ہے۔ اگر اسکا واقع ہونا بہر نوع ضروری ہو گیا ہے تو ایک صلح پسند آدمی ہر فرض ہے کہ اس عورت کو جسکے ساتھ اس نے اتنی مدت صحبت کی ہے ایک معتد بہ رقم بطور نذرانے کے پیش کرے تاکہ مخالفت کے جذبات انتہا تک نہ پہنچنے پائیں۔ از رو اجبی تعلقات کے منقطع ہونے پر نہ فریقین ایک دوسرے کو کم از کم دشمن نہ سمجھیں اور اسلامی عیت کے اندر شکست انگیز تفریق پیدا نہ ہو۔

ناسمجھ اور کم عقل قبیلوں کے سرپرستوں کو سورہ نسا میں ہدایت ہے: وَقُولُوا لِلّٰهِ قَوْلًا مَّعْرُوفًا (۴: ۵) یعنی "اُن کے ساتھ صلح صفائی سے بڑا نہ کرو۔" محتاج سرپرست کے بارے میں ہے: وَمَنْ كَانَ فَقِيرًا فَلْيَأْكُلْ بِالْمَعْرُوفِ (۲: ۲۱) یعنی اگر سرپرست کم مقدور ہو تو اس قبیلم کے مال میں سے بقدر مناسب (بِالْمَعْرُوفِ) اپنے گذارے کے لئے لے لے۔ یہاں بقدر مناسب مراد یہ ہے کہ دلیں اس قبیلم کی طرف نیکی، صلاح دینی اور مصالحت کا خیال ہو، اسکو تباہ کرنے اور ٹوٹنے کی نیت نہ ہو، اسکے بارے میں عدوت اور مخالفت کے جذبات موجب نرن نہ ہوں۔ بیبیوں کے ساتھ سلوک کے بارے میں ہے: وَمَا تَقَرَّبُوا لَهُنَّ بِالْمَعْرُوفِ (۱۹: ۴) یعنی انکے ساتھ حسن سلوک سے رہو۔ لونڈیوں سے بھل کر نیکیے متعلق ہو: وَالْوَهْنُ أَجْوَدُ لَهُنَّ بِالْمَعْرُوفِ مَخْصَصًا عَلَى مَسْجُوحٍ وَلَا مُتَّحِدًا لِّأَحَدٍ (۲۵: ۴) یعنی اُن کو انکی اس مستقل مصالحت کے عوض میں انکے ہر منصفانہ طور پر (بِالْمَعْرُوفِ) ادا کرو لیکن شرط یہ ہے کہ وہ گہرے عورتیں نہ ہوں، بدکاری اُن کی غرض نہ ہو، اور نہ پوشیدہ طور پر بار کریں۔ یہاں الْمَعْرُوف سے مقصود حق ہر کا اس مقدار میں ادا کرنا ہے کہ فریقین میں رضا مندی پیدا ہو جائے، گویا منتہائے نظروں کی اتحاد ہو۔

سورہ نسا میں منافقین اسلام کے بارے میں ہے: لَا خَيْرَ فِي كَثِيرٍ مِّنْ نَّجْوَاهُمْ إِلَّا مَنَ أَمْرًا بَصَدًا قَالُوا مَعْرُوفٌ أَوْ أَصْدَاجٌ يَّبِئُ الْقَائِلِينَ (۱۱۴: ۴) اُن لوگوں کی اکثر سرگوشیوں اور خفیہ ریشہ و دانیوں میں تمہارے (خُفَا) یا صلح و صلاح کی صورت (خُفَا) بنانے کا تو نام نہیں، اِن کا دار و مدار ہی نفاق پر ہے، البتہ وہ شخص اس سے مستثنیٰ ہے جس نے اوروں کو ایثار مال کرنے کی ترغیب دی (أَمْرًا بَصَدًا قَالُوا) مصالحت کا کوئی عنوان قائم کیا (أَوْ مَعْرُوفٌ) یا لوگوں کے درمیان میل ملاپ کا بیج بویا۔ یہاں صاف مَعْرُوف سے مقصود اتحاد و برخلاف تفرقہ اور نفاق کے ہے جو منافقوں کی اصلی غایت ہوا کرتی ہے۔ سورہ توبہ میں انہی منافقوں کی تعریف میں ہے: الْمُنَافِقُونَ وَالْمُنَافِقَاتُ بَعْضُهُمْ فِتْنٌ لِّبَعْضٍ يَّاهْرُونَ بِالْمُتَّكِرِ وَيَهْوُونَ عَيْنَ الْمَعْرُوفِ وَيَقْبِضُونَ أَيْدِيَهُمْ (۹: ۶) یعنی نفاق ڈالنے والے مرد اور نفاق ڈالنے والی عورتیں سب ایک ہی تہیل کے جتن ہیں، لوگوں کو نفاق (الْمُتَّكِرِ) کی ترغیب دیتے ہیں، اور مصالحت اور اتحاد (الْمَعْرُوفِ) سے باز رکھتے ہیں، اور یہی نہیں بلکہ ایثار مال کے

مومنوں کے صبر میں استقامت، اور اتحاد میں استواری پیدا کر دی تھی: **يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا اصْبِرُوا وَ**  
**صَابِرُوا وَرَابِطُوا ۚ وَاتَّقُوا اللَّهَ لَعَلَّكُمْ تُفْلِحُونَ** (۱۴۹: ۳)۔ یہی وہ مہیت انگیز ذکر، اور ارتعاشِ انفسی یا دُخا  
 تھی جو تیروں اور تلواروں کی بارش میں بھی پائے ثبات میں لغزش نہ آنے دیتی تھی: **يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا**  
**إِذَا الْقِيَمَةُ فَتَنَةٌ فَأَنْتَبِهُوا وَادْكُرُوا اللَّهَ كَثِيرًا لَعَلَّكُمْ تُفْلِحُونَ** (۴۵: ۸)۔ (اسی باہمی ولایت اور اتقا کا لازمی نتیجہ  
 فلاحِ دین اور غلبہِ اسلام تھا: **وَمَنْ يَتَوَلَّ اللَّهَ وَرَسُولَهُ وَالَّذِينَ آمَنُوا فَإِنَّ حِزْبَ اللَّهِ هُمُ الْغَالِبُونَ** (۵۶: ۵)۔

۱۵ دیکھو صفحہ ۱۴۲ ۱۴۳ دیکھو صفحہ ۱۴۳ اور جو اللہ کا دوست اور رسول کا معاون بنارہا، اور جس نے ایمان والوں کے ساتھ اتحاد قائم کیا، وہ اللہ  
 کے گروہ میں سے ہی۔ اور اللہ کا گروہ ہی تو غالب گروہ ہے۔

(بقیہ تحت لفظ صفحہ ۱۴۹) موقع پر اپنی تسخیریں پہنچ لیتے ہیں۔ یہاں پہلی دفعہ **الْمُنْكَرُ** کا لفظ آیا ہے اور ہر صاحبِ نظر بطور خود دیکھ سکتا ہے  
 کہ **الْمَعْرُوفُ** اور **الْمُنْكَرُ** کا منہائے نظر اس آیت کریمہ میں جیسے وہی ہے جو آیات زیر بحث یعنی (۱۳۲-۱۳۱-۱۳۰) صفحہ ۱۴۵ میں ہم نے  
 ظاہر کیا ہے۔ اس نقطہ نظر کی تصدیق حیرت انگیز طور پر آئندہ آیتوں سے ہوتی ہے جو مومنوں کی تعریف میں آئی ہیں: **وَالْمُؤْمِنُونَ وَ**  
**الْمُؤْمِنَاتُ بَعْضُهُمْ أَوْلِيَاءُ بَعْضُهُمْ يَأْمُرُونَ بِالْمَعْرُوفِ وَيَنْهَوْنَ عَنِ الْمُنْكَرِ وَيُعِظُونَ عَلَى الصَّالِحَاتِ وَيُؤْتُونَ الزَّكَاةَ وَيُطِيعُونَ اللَّهَ**  
**وَرَسُولَهُ** (۷۱: ۹)، اور ایمان لانے والے مرد اور ایمان لانے والی عورتیں ایک دوسرے کے صحیح معنوں میں وصیت ہیں، وہ لوگوں کو باہر گمراہیوں  
**(الْمَعْرُوفِ)** کی دعوت دیتے رہتے ہیں، اور نفاق **(الْمُنْكَرِ)** کے مکروہ نتائج سے باز رکھنے کی سعی کرتے ہیں اور الصَّالِحَاتِ کو قائم کرتے ہیں، اور جب  
 موقع ایثار مال کرتے، اور خدا اور اسے رسول کی اطاعت کرتے ہیں۔ الصَّالِحَاتِ کی اجتماعی حیثیت، الزَّكَاةَ کے اجماعی فوائد اور اطاعتِ خلو  
 رسول کی ماہیت اور سیاسی حکمت عملی پر بحث آئندہ اوراق میں آئے گی، لیکن مساقِ مضمون سے عیاں کہ **الْمَعْرُوفِ** کی دعوت فی الحقیقت اتحاد  
 کی دعوت ہے، اسکے سوا اتحاد اور مسلماً کچھ نہیں۔ **الْمُنْكَرِ** کی الہی اصطلاح تفریق اور مخالفت کے معنوں میں ایک دواور موقعوں پر استعمال ہوتی  
 ہے جو یہاں لکھ دیئے جاتے ہیں، باقی موقعے اصل کتاب میں عنقریب آئیں گے۔ سورہ حج میں ہے: **وَلَا تَتَّبِعُوا فِي مَتَاعِكُمْ سَوَافٍ ۚ وَمِنْ رَءْسِ**  
**وَجْهِ الدِّينِ كُفْرًا وَالْمُنْكَرَ بَيْعًا دُونَ يَنْتَفُونَ عَلَيْهِمْ أَلَيْسَ بَيْنَنَا بَيِّنَاتٌ نَضَرَفْ فِي**  
 روشن نصیحت پر حکام پر کھڑے کرتے جاتے ہیں تو تم ان لوگوں کے چروں پر مخالفت اور نفاق کے آثار اس شدت سے دیکھتے ہو کہ گویا کوئی دم بیا  
 یہ لوگ ہمارے احکام مسلمانوں پر چڑھ کر بیٹھیں گے۔ گویا **الْمُنْكَرُ** یہاں پردہ قلبی انکار ہے جس کا نتیجہ تفریق اور اختلاف ہے۔ سورہ عنکبوت میں  
 حضرت لوط علیہ السلام کا قول اپنی قوم کے بارے میں ہے: **أَيُّكُمْ لَنَا نَارٌ مِنَ الرَّجَالِ وَنَقَطَعُونَ السَّبِيلَ ۚ وَكَانُوا فِي كَادٍ مِنَ الْمُنْكَرِ**  
 (۲۹: ۲۹)، یعنی ہم کیا تم لوگ عورتوں کو چھوڑ کر رُکوں کے ساتھ بذریعہ کرتے ہو، شاہراہوں پر ڈکے مارتے ہو، اور اپنی ٹولیوں میں دنگے بچاتے اور  
 ناچائیاں پیدا کرتے ہو **(الْمُنْكَرِ)**۔ مفسرین نے جو **الْمُنْكَرِ** کے مراد بے حیائی کے کام لیا ہے محض بے سبب اور بے سند ہے۔ جب **تَأْتُونَ**  
**الرِّجَالَ** اور **نَقَطَعُونَ السَّبِيلَ** کے الفاظ میں نوعیتِ جرم کی پوری تخصیص ہے تو **تَأْتُونَ الْمُنْكَرِ** میں بھی وہ تخصیص جاری رہنی چاہیئے اور وہ سوال  
 نہیں جو ہم نے بیان کر دی۔ رہنروں اور لواطت پرست غنڈوں کا شیوہ ہمیشہ سے یہی چلا آیا ہے کہ بات بات پر دنگا کٹر کر دیتے ہیں اور آپس  
 ایک دوسرے کے خلاف گروہ بن جاتے ہیں۔ یہی وہ جرمِ عظیم تھے جن کی پاداش میں قوم لوط کی تباہی ہوئی تھی۔ لواطت سے بڑھ کر کیا بے حیائی  
 ہوگی جس کا ذکر **تَأْتُونَ الرِّجَالَ** بلکہ اس سے پیشتر کی آیت (۲۸: ۲۸) میں **لَا تَأْتُوا الرِّجَالَ** کے الفاظ میں ہو چکا ہے۔ پہرہ تینوں آدمیوں  
 شے کو بے سبب دہرا کلام الہی کے شایانِ شان نہیں۔

اسی اتقا کے قیام اور باہمی نفاق کو دور کرنے کے لیے قرآن آیا تھا: فَاسْتَأْذِنُوا لِيَلْزَمَنَّكُمُ الْمَنَافِقُ مِنكُمْ فَيَكْتُمُوا بِكُمُ السَّيْرَۃَ ۚ اُولَٰئِكَ هُمُ الْمُفْلِحُونَ ﴿۱۹﴾ (۱۹: ۱۹) اسی الخیر اور المعروف کی مسلسل تبلیغ اور پیہم تلقین کیلئے اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں میں ایک مستقل جماعت کی تاسیس ضروری سمجھی تھی۔ یہ تفریق بین الانس و الجنس ہی وہ المنکر اور حقیفہ کائنات کا وہ سب سے بڑا گناہ تھا جس کے انہاد استیصال کے لیے مسلمانانِ جہان پر ایک غیر منقطع جہاد لازمی کر دیا تھا: وَلَتَكُنْ مِنكُمْ اُمَّةٌ يَدْعُونَ إِلَى الْخَيْرِ وَيَأْمُرُونَ بِالْمَعْرُوفِ وَيَنْهَوْنَ عَنِ الْمُنكَرِ ۚ اُولَٰئِكَ هُمُ الْمُفْلِحُونَ ﴿۳۰﴾ (۱۰۳: ۳۰) اسی صحیح تقویٰ کے وسیلہ عمل سے مسلمانانِ عالم کو ساکنانِ زمین پر ایک امتیازی خصوصیت اور مقام بلند ملنے کا وعدہ تھا اور اسی تقویٰ کے انعام میں منع منہج حقیقی نے دنیا کے

اسے پیغمبر اہم نے قرآن کو تمہاری زبان کا لباس پہنا کر سہل الفہم صرف اسلئے کر دیا تھا کہ تم اسے دیکھ کر (اجتماعی بظاہر) بشارت داد و نفاق آرا اور جگر ٹوٹو تو کم کو اجتماعی ہلاکت اور عذاب سے ڈراؤ۔ اس کے لفظ **الْمُتَّقِينَ** کے متعلق ایک بحث صفحہ ۷۷ کے تحت اہسن میں گذر چکی ہے۔ ترجمہ کیلئے دیکھو صفحہ ۴۵۔

(زمرہ تحت اہسن صفحہ ۱۵۰) النہض جس نقطہ نظر اور درجہ تقی سے امر بالمعروف اور نہی عن المنکر والی آیات کو دیکھا جائے، ہر صاحب نظر کو ان کا مطالعہ لازم اس نتیجے پر پہنچانا ہے کہ کلام آسمی کی قانونی زبان میں المعروف، کی اصطلاح سے مراد اتحاد اور المنکر سے مقصود نفاق اور اختلاف ہی ہو۔ نیکی اور برائی کے لغوی معانی جو شارحین قرآن نے ان دو اصطلاحوں کے لئے نہیں اس قدر غیر محدود اور بنے بنے ہیں کہ ان کے مان لینے کے بعد کسی ایک حکم خدا کے بارے میں مستقل نتائج پر پہنچنا از بس و شور ہو جاتا ہے۔ قرآن حکیم ساکنان زمین کے لئے ایک قانونِ عمل ہے۔ اور قانونی کتاب کے مترادف یہی ہے کہ اس کی کوئی قانون قیاس یا رائے یا تاویل کے تابع نہ ہو سکے، بلکہ ایک حکم کا صرف ایک ہی مطلب اور ایک ہی طریق عمل ہو اور بس، نہیں بلکہ سب کے ضروری اہم کہ ہر متصفح المعانی اصطلاح کی آئینی تعریف خود اس کے اندر موجود ہو، اپنی وضع کی ہوئی مصطلحات کی شرح و بسط کے لئے اس کو کسی دوسری کتاب کے محتاج نہ ہونا پڑے۔ بعینہ انہی معانی میں تمام انسانی لغات سے بے نیاز ہے۔ (دیکھو صفحہ ۹۲) وہ اپنی سب مصطلحات کی آپ ہی تعریف کرتا ہے، آپ ہی اپنی لغت، اور آپ ہی اپنی تشریح ہے، اس کے کسی ایک امر و نہی یا آیت کا صرف ایک ہی پیش نہاد، ایک ہی مقصود، اور ایک ہی طرز عمل ہے۔ دستور خدا کے شارحین کا فرض ہے کہ وہ اس مشقِ غلط قسم کے واحد عندیہ کو صاف اور روشن الفاظ میں واضح کر دیں کہ انتشارِ عمل کی گنجائش باقی نہ رہے، کوئی شخص یا گروہ تاویل کو دھوکے کی شئی بنا کر گریز کی سبیل نہ نکال سکے، مگر دیکھو آئیں نہ چھپے، ہر حکم عند نہا سکے۔ جو تفسیر کس اہم مقصود کو پیش نظر نہیں رکھتی وہ نہ تحقیقت کلامِ خدا کی شرح نہیں۔ اس کا پیش نہاد اشتنااتِ عمل ہے، انفریقِ قول و تفسیفِ ہمت ہی۔ جب تک مطالبِ بین اور غیر مشکوک، واحد اور محدود نہ ہو جائیں کسی حکم کی تعمیل کرنا محال ہے، جب تک آفاک کا صحیح عندیہ معلوم نہ ہو غلام کی تعمیل بے معنی ہے، **وَأَنذَرْنَاكَ أَيْدِيكَ الذِّكْرَ لَتُتَّبِعُنَّ لِلنَّارِ مَنَازِلَ الْجَهَنَّمَ** (۱۶: ۲۴)۔ "المعروف اور المنکر کے" صحیح مفہوم کے متعلق اسی تبیین کی سہی میں نے اس تحت اہسن میں کی ہے اور میرے یقین ہو چکا ہے کہ جہاں جہاں ان الفاظ کا استعمال قرآن کریم میں ہوا ہے وہاں الہی مقصود یہی ہے جو اوپر بیان ہوا۔ ہر نوع یہ تمام بحث تھیں اس عرصے کا مزید اور جتنی ثبوت ہے کہ قرآن حکیم اپنی اصطلاحات کی تبیین میں تمام انسانی لغات سے بے نیاز ہی نہیں بلکہ لغت اسکے مطالب کی تشریح کیلئے اکثر اوقات گمراہ کن ہی کیونکہ تغیر پذیر ہے اور کا عبیدل (تکلیف متعذر) (۱۶: ۱۱۶) صفحہ ۹۲-۹۳ کے تحت میں نہیں آسکتی۔

بشاواب اور سرسبز ملکوں کی بادشاہت مومنوں کے لیے اپنے پاس بطور امانت رکھ لی تھی!

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا إِنَّ يَتَقَبَّلَ اللَّهُ يَكْفُرُ قَاتَا وَ يَكْفُرُ عَنْكُمْ سَيِّئَاتِكُمْ وَيَغْفِرُ لَكُمْ  
وَاللَّهُ ذُو الْفَضْلِ الْعَظِيمِ (۲۹:۸)

اے ایمان والو! اگر تم خدا کا سچا خوف کر کے (متحد بنے) رہو گے تو وہ تمہارے لیے ایک مستیاز پیدا کر دے گا، تمہاری سب اجتماعی و اماندگیوں اور دنیاوی جستہ جالیوں کو تم سے دور کر دے گا، تمہاری نشینی غفلتوں سے چشم پوشی کرے گا، اور خدا تو فی الحقیقت برفضل کریمو الہی بشرطیکہ بند اس کے حکموں پر چلیں۔

وَاضْرِبْ وَمَا صَدْرُكَ إِلَّا بِاللَّهِ وَلَا تَحْزَنْ عَلَيْهِمْ وَلَا تَكُ فِي ضَيْقٍ مِمَّا يَمْكُرُونَ ۝ إِنَّ اللَّهَ  
مَعَ الَّذِينَ اتَّقَوْا وَالَّذِينَ هُمْ مُحْسِنُونَ ۝ (۱۲۸-۱۲۷)

اور اسے پیغمبر! مخالفوں کی ایذاؤں کو صبر اور استقلال سے برداشت کرو۔ جہاں تمہیں تکالیف خدا کی وجہ پہنچ رہی ہیں، وہاں تمہارا تحمل بھی خدا ہی کی وجہ سے ہوگا (ورنہ یہ لوگ فی بحقیقت صبر کے اہل نہیں)۔ لیکن انکے سلوک کو دیکھ کر غم بھی نہ کھاؤ اور جو چاہا زبیاں یہ تمہارے برخلاف کر رہے ہیں اس سے دل تنگ بھی نہ ہو جاؤ، بلکہ استقلال سے اپنے اصولوں پر جمے رہو، کیونکہ تقویٰ کا صحیح مفہوم یہی ہے۔ اللہ بیشک انہیں کا ساتھ دیتا ہے جو مقام خدا کا سچا خوف دل میں رکھ کر اسکی لڑائیاں استقلال سے لڑتے ہیں، اور جو اجتماعی ہبودی کو پیش نظر رکھ کر عمل کرتے ہیں (ہُمْ مُحْسِنُونَ) دیکھو حسنات کا مفہوم تحت بہن صفحہ ۱۳۰۔ الی آخرہ۔

لَا يَغْفِرُ تِلْكَ تَقْلُبُ الَّذِينَ كَفَرُوا فِي الْبِلَادِ ۝ مَتَاعٌ قَلِيلٌ ثُمَّ مَا لَهُمْ جَهَنَّمُ  
بِئْسَ الْمَادُ ۝ لَكِنَّ الَّذِينَ اتَّقَوْا لَهُمْ جَهَنَّمُ شَجَرًا مِنْ حَرِّهَا لَا تَنْفَسُ خِلْدِينَ

یٰۤاَیُّهَا الَّذِیْنَ آمَنُوا اِنَّ یَتَقَبَّلُ اللّٰهُ یَکْفُرُ عَنْکُمْ سَیِّئَاتِکُمْ وَ یَغْفِرُ لَکُمْ ۝ وَ اللّٰهُ ذُو الْفَضْلِ الْعَظِیْمِ ۝ (۲۹:۸) کے الفاظ کی تشریح کافی طور پر صفحہ ۱۳۱ کے تحت المتن میں ہو چکی ہے جہاں پر عیاں کر دیا ہے کہ اس جملے سے صاحب القرآن تعالیٰ کی مراد اجتماعی اور دنیاوی بدحالیوں، اور قومی و اماندگیوں کا دور کرنا ہے۔ یٰۤاَیُّهَا الَّذِیْنَ آمَنُوا کے الفاظ سے ان مطالب کی اور بھی تائید و تصدیق ہوتی ہے کیونکہ ہُتْرَقَان، یعنی مستیاز باقی اقوام عالم کے بالمقابل، اور دنیاوی حیثیت ہی سے ہوتا ہے ورنہ بے معنی ہے، اور اگر یہ مستیاز زور قیامت ہی کو عیاں ہونا جیسا کہ آجکل کے ابکار مسلمانوں نے فرض کر لیا ہے تو یٰۤاَیُّهَا الَّذِیْنَ آمَنُوا کے الفاظ اس مطلب کو ادا کرنے کے لیے بالکل کافی تھے۔ یہ بات 'وَاللّٰهُ ذُو الْفَضْلِ الْعَظِیْمِ' سے بھی ظاہر ہے کیونکہ جیسا آگے چلکر ثابت کیا جائے گا: فضیل کے معنی از روئے قرآن دنیاوی افضال ہی کے ہیں۔

یٰۤاَیُّهَا الَّذِیْنَ آمَنُوا اِنَّ یَتَقَبَّلُ اللّٰهُ یَکْفُرُ عَنْکُمْ سَیِّئَاتِکُمْ وَ یَغْفِرُ لَکُمْ ۝ (۲۹:۸) کے الفاظ سے ظاہر ہے کہ صَدْرُ، یعنی مصائب و نوائب کا استقلال سے مقابلہ کرنا۔ اتقائے الہی کی ایک اہم شریعت ہے یہی بات آیہ (۱۲۸:۷) سے ظاہر ہے جو مقدمہ کتاب میں صفحہ ۳۹ پر آچکی ہے۔

فِيهَا نُزُلًا مِّنْ عِندِ اللَّهِ وَمَا عِندَ اللَّهِ خَيْرٌ لِّلَّذِينَ يُؤْمِنُونَ (۱۹۵: ۳-۱۹۷)

اے پیغمبر! دشمنانِ خدا کا ان تمہارے شہروں میں چلنا پھرنا، اور ایمان والوں کے بالمقابل نیامیں آرام و آسائش سے رہنا تمہیں کہیں مغالطے میں نہ ڈال دے۔ یہ سب ایک قلیل فائدہ، اور چند روزہ مہلت ہے جو انکو دیکھا جا رہی ہے۔ پروکھ لینا ان کا نہ کا نا جہنم ہے اور وہ بہت سی بُری جگہ ہے۔ لیکن جن لوگوں نے اپنے پروردگار کا سچا خوف کیا ہم انکے استقلال اور استقامت، انکے صبرِ اتحاد کے بے میں انکو ایسے خوشنما باغوں میں داخل کرینگے جنکے نیچے نہروں بہ رہی ہیں وہ اس میں ایک تہ مدت تک رہینگے۔ یہ تو انکی مہمانی اللہ کی طرف سے اس نیامیں ہوگی، اور جو کچھ حسنِ عمل کرنے والوں کے لیے اللہ کے پاس رکھا ہے وہ اس سے کہیں بہتر ہے۔

۴۔ ان آیات میں بعض باتیں نہایت غور طلب ہیں:-

اولاً۔ یہاں کفر، اور انفاق کا باہم مقابلہ کیا گیا ہے کافر قوم کی دنیوی آسائش اور بہت کچھ 'مَتَّامٌ قَلِيلٌ'، کہا گیا ہے، اور مراد یہ ہے کہ ایک اقل قلیل مدت کے اندر کافر قوم سے دنیاوی نعمتوں کا چھینا جانا اٹل ہے، اور بعد ازاں اس دنیا کے اندر شکستِ رحمت ابدی باؤنگ کا حصہ ہے (دیکھو مآ و لہٰذہ جہنم کویش الہمادہ)۔ کافر قوم کے دنیاوی عذاب اور اجتماعی ہلاکت کے متعلق مقدمہ کرتا ہے آخری حصے (صفحہ ۹۶) میں قرآن حکیم کا حکم پیش کر دیا تھا، اور وہ یہ تھا کہ ہر کافر قوم کی اجتماعی ہلاکت قطعی ہے اس نقطہ نظر سے 'مَتَّامٌ قَلِيلٌ' کا متذکرہ بالا مفہوم عیاں ہے۔ اکثر لوگوں نے 'مَتَّامٌ قَلِيلٌ' کا مفہوم یہ سمجھ لیا ہے کہ کافر قوم کو جو دنیاوی نعمتیں مل رہی ہیں وہ انکو دنیا کی اس چند روزہ زندگی کیلئے ملتی ہیں اور سلا بعد اقل بہ طور قطعی ہیں گی، ہر مرتبہ بعد قیامت کے دن انکو جہنم میں ڈالا جائیگا۔ وغیرہ وغیرہ، یہ سب فلسفہ نہایت پھر اور ناپاک ہے۔ سوال یہ ہے کہ جب خدا اُن سے ناراض ہے تو دنیا کی چند روزہ نعمتیں بھی کیوں انکو ملیں، یہیں سے عذاب کیوں نہ شروع ہو جائے اور آخر دم تک لٹا رہے۔ کیا یہ بات دعوادِ اللہ کے بس کی نہیں رہی کہ وہ اس دنیا کے اندر اُن سے نعمتیں چھین سکے۔ اور آخرت کے واقع ہونے پہلے نہ دے سکے قرآن حکیم کی تمام حکمتیں ناروا قرار دینے کے سلسلہ برخلاف ہے۔ اور کس تخیل کا اُمت حاضرہ میں رواج پا جانا بھی حقیقت کافر اور کفر کے صحیح مفہوم نہ سمجھنے کی وجہ ہے۔ خود انہم 'اَلَا تَعْلَمُونَ اِنْ كُنْتُمْ تُحِبُّونَ مَنَاسِكُ حَبْلُ' (۱۹۵: ۳۸) صفحہ کا مضمون کافر قوم کی دنیاوی خوشحالی کے ختم فیض ہے اور صاف اس امر کا دعویدار ہے کہ سرین قوم کی دنیوی فلاح قطعی ہے۔ یہی بات 'فَاِنَّ حَرْبَ اللّٰهِ هُمُ الْغَالِبُونَ' (۱۹۵: ۵۶) صفحہ ۵۷ سے ظاہر ہے، اور اگر قرآن حکیم اختلاف کے انسانی عیب سے قطعاً متبرک ہے تو دنیاوی خوشحالی کسی کافر قوم کے شامل حال حتماً نہیں ہو سکتی۔ جو بات آیات زیر بحث (یعنی ۱۹۵: ۳-۱۹۶) میں بھی گئی ہے یہ کہ منکرینِ خدا کی ظاہری خوش حالی، اُن کا تغلب اور ممکن فی الارض ایمان والوں کو دھوکہ نہ دے، اُن کو متعجب نہ کر دے کہ خدا کی طرف سے ان کو انعام کیوں کر آتا ہے، اور اسل انکو انعام مل نہیں رہے بلکہ رفتہ رفتہ ان سے چھینے جا رہے ہیں۔ جو تغلب یا ممکن اُن کو اپنے آباد جبہ و اد کی طرف سے وراثت ملتا ہے وہ ایک متاعِ قلیل ہے۔ ایک اقل قلیل مدت میں انکے نابل اور بے ایمان ہوجانے کے باعث چھین لیا جائے گا گویا تمہارے اتنی کے چھینے جانے کی تیاری ہو رہی ہے اور ہلاکت اُن کے سروں پر منڈلا رہی ہے۔ پھر جب عذاب الہی آپونچے گا تو اُن کا نہ کا نا جہنم ہے! رَحْمَةً مَّا وَهَمُوا بِجَهَنَّمَ وَنُزُلًا مِّنْ عِندِ اللَّهِ

تثانیاً آیات زیر بحث (۱۹۵: ۳) میں کافر قوم کی متاعِ قلیل کے بالمقابل متقی قوم کی دائمی آسائش کا ذکر کیا گیا ہے۔ اور یہ بتلایا ہے کہ جہاں کافر قوم کی دنیوی طاقت روز بروز زوال پڑے اور کوئی دن نہ آئے کہ وہ مسخر زمین سے نیست و نابود ہو جائے وہاں متقی قوم کا یہ حال ہے کہ سرسبز زمینوں کی بادشاہت اُن کا حصہ ہے (لَهُمْ جَنَّاتُ جَعْنُ حَیْثُ یُؤْتُونَ اَلَا تَعْلَمُونَ) وہ ان زمینوں کے مالک سدا سدا رہیں گے





جس کی آسماں و فز و اوز میں پاش ٹکڑے قبروں کی مستحکم اور مقیم سلطنتوں کی بنیادیں ہل جاتی تھیں؛ جس کی آہنیں ضربے رومۃ الکبرے اور فارس کے بلند نشینان عیش و عشرت کے تخت ہلنے، اور تلج و گمگانے لگتے تھے؛ جسکے قلعہ شکن اور حوصلہ کش گھسان کے باعث قوی سے قوی دشمن کے حواس باختہ، اور روئیں فنا ہو جاتی تھیں؛ جس کی خانہ برباد طاقت اور تباہ کن قوت کاراز، دشمن سے قطع نظر، آج خود ہمارے لیے تازیانہ عبرت ہے:

هُوَ الَّذِي أَخْرَجَ الَّذِينَ كَفَرُوا مِنْ أَهْلِ الْكِتَابِ مِنْ دِيَارِهِمْ لِأَوَّلِ الْحَتَمِ مَا ظَلَمْتُمْ أَنْ تَنْجُوا وَظَنُّوا أَنْهُمْ طَائِفَةٌ مِمَّنْ  
حُصِرُوا مِنَ اللَّهِ فَإِنَّهُمْ لِلَّهِ مِنْ حَيْثُ لَمْ يُحْسَبُوا وَقَفَّ فِي قُلُوبِهِمُ الرُّعْبُ يُجْرِبُونَ بَيُوتَهُمْ بِأَيْدِيهِمْ  
ذَائِدِي الْأَوْحِينَ كَمَا عَتَبُوا يَا أُولِي الْأَبْصَارِ (۵۹: ۲)

وہ خدا ہی تو تھا جسے اپنے ہمارا اور ثابت قدم مومنوں کے ذریعے سے منکر خدا اہل کتاب کو ان کے گروں سے پہلی ہمارے بنا کر نکال دیا؛ اے ایمان والو! تمہیں اپنی قوت کا صحیح اندازہ نہ ہونے کے باعث گمان بھی نہ تھا کہ یہ لوگ اپنے گروں سے نکل جائیں گے، وہ اس خیال میں مست تھے کہ انکے قلعے ان کو خدا کی پکڑ سے بچالیں گے، مگر اللہ کے لشکر نے انکو ادھر سے ادھر پکڑا ہر صر سے ان کو دھم و گمان بھی نہ تھا، اور ان کے دلوں میں ایمان والوں کی ہیبت بٹھا دی؛ اب وہ ان گروں کو اپنے ہاتھوں اور ایمان والوں کے ہاتھوں سے اُچار ہے ہیں، تو اے بصیرت والو! اس واقعہ سے عبرت پکڑو کہ ایمان کیا کچھ کر سکتا؟

کیا یہ اللہ کا محبت آمیز نذر کیا یہ اُس سے بڑے سپہ سالار کا ہول مرتبت، کیا یہ اُس کا عظیم قہر کا عشق انگیز خوف، کیا یہ اُس دلق پوش پیغمبر کا رعب رسالت، یورپ کی حصن پاش توپوں اور رومۃ کجبری کی قلعہ نشین فوج کی منجنیقوں سے بدرجائہ پیش اور ہٹا کر ہتھیار نہ تھا جس نے صدر اسلام کے متقی مومنوں کو انہی شکستہ نیروں اور گندملو اوروں کے ذریعے سے روئے زمین کے شاداب تر ملکوں کا وارث بنا دیا تھا؛

وَكَتَبْنَا فِي هَذِهِ الْكِتَابِ مَا كَانَ لَكَ قُلُوبُكَ إِذَا هَدَاكَ نَا الْيَتَامَىٰ قَالَ عَلَا بِي أَصِيبُ  
بِهِ مِنَ الْفِتْنَةِ وَرَحِمَتِي وَسِعَتْ كُلَّ شَيْءٍ فَسَا كُفُّوا بِاللَّيْنِ يَفْقَهُونَ وَيُؤْتُونَ الزَّكَاةَ

۴۔ یہاں صاف ظاہر ہے کہ متقی قوم کی دنیا بھی درست ہو اور آخرت بھی بخیر گنتی کی پیش نیاوسی خوشحالی کا ہونا اور ان کے آئی سے فیضیاب ہونے کی اہمیت رکھنا ہی انسانی خدا کی علامت ہے، لیکن یہ بحث پانچویں جلد سے پہلے نمونہ کی کتاب کے متذکرہ صدر معانی کا ثبوت فلسفہ عمل میں آئے گا۔

وَالَّذِينَ هُمْ بِآيَاتِنَا يُؤْمِنُونَ ۝ (۱۵۶:۴)

اور انہوں نے کہا کہ اسے پروردگار عالم! تو اس دنیا کی بہتری اور آخرت کی فلاح ہمارے نام لکھ دے  
کیونکہ ہم سب الگ ہو کر تیری ہی طرف آگئے ہیں، تو اللہ نے فرمایا کہ ہم اپنا عذاب تو اسی پر نازل کرتے  
ہیں جسکو ہم ہمہ وجہ مستوجب سزا قرار دیتے ہیں (مَنْ اَشَاءُ)، لیکن ہماری رحمت تمام عالم چاہی  
ہے تو ہم یہودی دنیا اور فلاح آخرت عنقریب اُن لوگوں کے نام پر لکھ دینگے جو ہم سے سچے طور پر رُحمت  
ہیں، جو ہمارا بول بالا کرنے کی غرض سے قربانی مال کرتے ہیں، اور جو ہمارے احکام کے نفع مند نہ ہوں  
پر ایمان رکھ کر اُن پر عمل کرتے ہیں (بِقِيَمَتِنَا)۔

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا اتَّقُوا اللَّهَ وَابْتَغُوا إِلَيْهِ الْوَسِيلَةَ وَجَاهِدُوا فِي سَبِيلِهِ لَعَلَّكُمْ  
تُفْلِحُونَ ۝ (۳۵:۵)

اے ایمان والو! مقام خدا سے ڈرتے رہا کرو، اور پسندیدہ خدا کا مول کے وسیلے سے اُس سے قرب  
حاصل کرنے کی سعی کرو۔ اور اسکی حمایت میں جانیں لٹا دو تاکہ تم آخر کار اس دنیا میں کامیابی اور اگے چل کر  
فلاح حاصل کرو (لَعَلَّكُمْ تُفْلِحُونَ)۔

۱۔ جس حیرت انگیز نادانی بلکہ جاہل عارفانہ سے بعض ناما قیمت اندیش اور فخر بند مسلمانوں نے اس آیت الہی کے مطالب میں قصداً تحریف کر کے ابغوا  
إِلَيْهِ الْوَسِيلَةَ کے الفاظ کو اپنے اپنے انسانی کارنسوں اور پیروں کی تلاش، اور ان کے قوسل سے قرب خدا حاصل کرنے پھول کیا ہے، اور جس  
ظاہری سکوت اور باطنی طمیسناں سے یہ حضرات نے بھی اس آیت کو اپنی طرف منسوب دیکھ کر دنیا سے اسلام کی صد نشیمنی خود بخود قبول کر لی جو  
اُس سے کم از کم یہ پتہ چلتا ہے کہ جہاں مسلمانان عالم نے قرآن حکیم کے الفاظ کی حفاظت میں اس شدت سے حصہ لیا کہ باقی دنیا ان کے اس کارنامے پر  
ہمیشہ رشک کرتی رہے گی، وہاں کتاب الہی کے مطالب کی حفاظت کی طرف سے کامل بے اعتنائی اور بے حسنی خستیا کر کے دین اسلام کی بروج  
کو نہایت سرعت سے فنا کر رہے ہیں۔ اب ہر شخص جس آیت کا جو مطلب چاہتا ہے بنا لیتا ہے، اور الفاظ کے مطالب کو کہیں جان کر اس کے پیسایہ  
ایک نہایت آباد اور پر رونق دکان بچا لیتا ہے۔ آج تاویل کے محشرستان مکر و فساد میں کسی ایک آیت الہی کے معانی کی تعبیریں شکل ہو گئی ہے،  
ہر شخص اپنے اپنے بکھرے اور من مانی تاویل کو ہاتھ میں لیے ہوئے تفریق و انتشار کے عدم آباد کی طرف نہایت شوق سے جارہا ہے، اور خدا سے  
قطعا نہیں ڈرتا کہ جن مطالب کی نشر و تبلیغ وہ نہایت تن دہی سے کر رہا ہے، اور جس خدمت اسلام کے بہتے پر وہ نجات آخرت کا امیدوار  
ہے اس خدمت اور مطلب کی کوئی خدائی سنبھلی ہے۔ آج یہی آیہ ”وَسِيلَةَ“ (۳۵:۵) پیر پرستی کی سندیں ہر موقع پرست یقین اور التزام کے  
ساتھ پیش کر دی جاتی ہے، قرآن سے دن رات سروکار رکھنے والے مسلمان اور پیروں کے پڑھانے ہوئے مریخ خدا تک پونہنے کے لیے پیروں  
کے قوسل کو اس قدر نگہریہ سمجھتے ہیں کہ ان کے طرز استدلال اور تفعل، ان کی قرآن فہمی اور تکیہ کو دیکھ کر عقل کا نپٹھکتی ہے۔ لیکن یہ خدا کے  
اس آخری کلام کا زندہ معجزہ ہے کہ جس جس آیت کے مطالب مسلمانوں نے اپنا مطلب نبائے کیلئے مخوف کر لیے ہیں اسکی تغلیط کا پورا سامان  
خود قرآن کے اندر حیرت انگیز استقلال کے ساتھ موجود ہے۔ قرآن حکیم کا ہر حصہ اپنے مطالب کا آپ محافظ ہے، اسکو کسی مفسر یا شراح  
کسی من مانی لغت یا دل سے بنائی ہوئی حدیث کی حاجت نہیں آیہ ”وَسِيلَةَ“ کے ان ناردو معانی کا پورا رد و سوزہ بنی اسرائیل کے اندر موجود ہے  
اور یہ رد اس وجہ سے کہ کسی بٹے سے بٹے پیر پرست کو اسکے آگے دم مارنے کی مجال نہیں بشرطیکہ وہ من کو کام میں لانے کی توفیق اسکو از لافی

اَلَا تَتْلُوْنَ فَاَ مَا كَلَّمَاۤ اِيْمَانَهُمْ وَهُمْ يَخْرُجُوْنَ الرَّسُوْلَ وَهُمْ بِآيَاتِهِۦ  
 اَوَّلَ مَرَّةٍۭ اَفْخَشُوْهُهُمْۭ فَاَللهُ اَعْلَمُۭ اَنْ يَّخْشَوْا۟ اِنْ كُنْتُمْ مُّوْمِنِيْنَ (۱۳:۹)  
 اے ایمان والو! تم ان لوگوں سے دل کہو لکھ کر کیوں نہ لڑو جنہوں نے اپنی قسموں کو توڑ ڈالا، اور  
 رسول خدا کو وطن بدر کر دینے کا ارادہ کیا، اور ایذا دینے میں پہل بھی انہوں نے کی۔ کیا تم ان  
 لوگوں کی طاقت اور تعداد سے ڈرتے ہو؟ پس اگر تم میں ایمان موجود ہے تو خدا ان کہیں  
 بڑھ کر حق رکھتا ہے کہ تم اس سے ڈرو۔

(بقیہ تحت المثنیٰ صفحہ ۱۵۶) ہو جائے! انسان انسان کی عبادت کر نیکی متعلق کتاب خدا کا حاکم ہے:

قُلِ ادْعُوا۟ اِلَیْہِۦمُ الدِّیْنَ دَعْوَتِہٖۤ اَفْوَہۭٗ فَاَلَا یَمْلِكُوْنَ کُفْہَ الضَّالِّیْنَ عَنْ کَوْنِہُمْ یَاۤرَہۭٗ اُولَٰئِکَ الَّذِیْنَ یَلْعَنُوْنَ  
 یَبْتَغُوْنَ اِلَیْہِۦمُ السَّبِیْلَۭ اَللّٰہُمَّ اَقْرَبْ وَاَبْرَہۭٗ رَحْمَتَہۭٗ وَیَخَافُوْنَ عَنِ اَبَہۭٗ اِنْ عَاۡبَ اَبَہۭٗ کَانَ  
 حٰنًا وَّ دَاۡہَ (۵۶:۱۷-۵۷)

اے محمد! ان لوگوں سے کہہ دو کہ خدا کو چوڑ کر تم نے جن انسانوں (الذین) کو اپنے زعم میں اپنا کار ساز سمجھ رکھا ہے۔ (جن کو تم خدا  
 کے ساتھ ساتھ حالت تور اور مشکلاشا سمجھ بیٹھے ہو) ان کو پکار دیجو تو تمہیں معلوم ہو جائے گا کہ یہ لوگ نہ تم سے تکلیف کو دور کر سکیں گے  
 اور نہ اسکو بدل ہی سکیں گے۔ یہ شخص جکونادان لوگ حاجت روا سمجھ کر پکارتے ہیں، (اور اپنے اپنے مشکلاشا اور سفارشی بننے کی آس لگاتے  
 بیٹھے ہیں)، خود اس قدر محتاج ہیں کہ ان میں سے خدا کے بڑے مقرب ہی (اَیُّہم اَقْرَبُ) اپنے پروردگار کی خوشنودی حاصل کر نیکی  
 ویسے ڈھونڈتے رہتے ہیں (یَبْتَغُوْنَ اِلَیْہِۦمُ السَّبِیْلَۭ)، اُس کی رحمت کے ہر دم چشم براہ، اور اسکی منزلت سے برآں خوفزدہ رہتے  
 ہیں (تو وہ ہر مشکلاشا اور سفارشی آپ کیسے بن سکتے ہیں)، اور لوگو! خدا کا عذاب وہ شے ہے جس سے ڈرنے کے سوا کسی کو چارہ نہیں۔

یہاں پر انسان کو انسان کی عبادت اور ملازمت اختیار کرنے سے منع کیا ہے، اور بصراحت تمام اس بات پر زور دیا ہے کہ خدا اور انسان کے درمیان شے  
 سے بڑا انسان اور معزز سے معزز بشر بھی حاجت روائی کا وسیلہ یا نجات کا ذریعہ نہیں ہو سکتا، کیونکہ ان میں سے جو سب سے زیادہ مقرب، بارگاہِ حق  
 وہ بھی اصل صاحب کبریا و جودت کے سامنے اس قدر عاجز اور بے بس ہے کہ اسکو اپنا ہی قرب اور تعزیرت زار کرنے کے لئے وسائل ڈھونڈنے سے  
 فرصت نہیں ملتی، پہرہ کسی غیر کی سفارش یا مشکلاشا کی کیا کر سکیگا، گویا جب شے سے بڑا شے بھی اپنی ہی نجات کے فکر میں ہے، اور اس کے لئے  
 شبہ روز سعی کر رہا ہے تو ہر کسی خود ساختہ پیڑ پر تکیہ یا "اولیٰ" کی کیا مجال ہے کہ کار سازی کر سکے، جب اس آیت سے عارف ظاہر ہے کہ کوئی  
 انسان کسی انسان کا وسیلہ نہیں بن سکتا، اور بڑے سے بڑا انسان حتیٰ کہ نبی بھی اپنی نجات کا وسیلہ ڈھونڈتا ہی تو یَبْتَغُوْنَ اِلَیْہِۦمُ  
 السَّبِیْلَۭ، کے الوسیلۃ، کا مفہوم لامحالہ پرستی کے علاوہ کوئی اور شے ہے جو ہمیشہ جیسے مقرب بارگاہِ حق انسان بھی تلاش کرتے ہیں، اور وہ شے  
 سعی و عمل کے سوا اور کچھ نہیں ہو سکتی۔ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کے اَقْرَبُ بارگاہِ حق میں کسی ایک مسلمان کو اعتراض نہیں ہو سکتا، اور یہ بھی مسلم  
 ہے کہ اپنے اپنی زندگی میں کوئی پرہیز نہیں پکڑتا بلکہ تمام عمر سعی و عمل کرتے انتقال کر گئے یہی بات آیت زیر بحث کے سیاق سے ظاہر ہے جہاں اَللّٰہُمَّ  
 اَلِیْہِۦمُ السَّبِیْلَۭ، کے مقابلہ میں دُعا یا فی سبیلہم، کہا گیا ہے جس کے واحد معنی ہی ہیں کہ خدا کی راہ میں اپنا جان، مال، آرام، گھر بار سب کچھ قربان کر دے، ایک سپاہی کا  
 کی خوشنودی اور قرب حاصل کر نیکی، یعنی یہی سعی و عمل ضروری ہے کہ بادشاہ کی لڑائیاں لڑنے سے انکار کرے اور غنے حاصل کرنے یا کسی نشین بننے کے لئے  
 دوسروں کی سفارش کا طلبگار بنے۔ خدا نے زمین و آسمان کی حکومت اہل ذریعہ کی حکومت کی طرح (معاد اللہ) سونپ دی ہے کہ جسے کسی کی سفارش پر بلاسی و عمل لگایا  
 کریں۔ ان آیات کا مضمون یہ ہے کہ مومنوں کے لئے یہی حکم ہے: ہر طریقہ مسلمان خود کریں۔

۱۵۷ یہاں ایمان کی مشعل طلائع نفاذ قرار دی گئی ہے کہ انسان خدا کے سوا کسی کٹر ہستی سے خوفزدہ نہ ہو اور دشمن سے بخوف و خطر قتال کرے۔

لَا يَسْتَاذِنُكَ الَّذِينَ يُؤْمِنُونَ بِاللَّهِ وَالْيَوْمِ الْآخِرِ أَنْ يُجَاهِدُوا بِأَمْوَالِهِمْ وَأَنْفُسِهِمْ  
وَاللَّهُ عَلِيمٌ بِالْمُتَّقِينَ ○ إِنَّمَا يَسْتَاذِنُكَ الَّذِينَ لَا يُؤْمِنُونَ بِاللَّهِ وَالْيَوْمِ الْآخِرِ وَانَابُوا  
قُلُوبَهُمْ فَهُمْ فِي رَيْبِهِمْ يَكْرَدُونَ ○ (۴۵-۴۴:۱۹)

اے پیغمبر! جو لوگ خدا پر ایمان لاتے ہیں اور روز آخرت کے محاسب کا بھی انکو یقین ہے، وہ تو تم سے  
اس بات کی رخصت مانگتے نہیں کہ اپنے مال و جان سے شریک جہاد ہوں اور اللہ تو سچے تقویٰ والوں کو  
خوب جانتا ہے۔ نہ شامل ہونیکے لیے لگ بھگ کر کے تم سے خواہاں اجازت وہی لوگ ہوتے ہیں  
جو اللہ اور روز حساب کا یقین نہیں رکھتے۔ انکے دل شک میں پڑے ہیں، اور اسی شک میں پڑتے  
کر رہے ہیں کہ کیا کریں اور کیا نہ کریں۔

الَّذِينَ آمَنُوا وَالَّذِينَ هُمْ يَكْفُرُونَ ○ الَّذِينَ آمَنُوا وَالَّذِينَ هُمْ يَكْفُرُونَ  
لَهُمُ الْبَشَرَىٰ فِي الْحَيَاةِ الدُّنْيَا وَفِي الْآخِرَةِ لَا تَبْدِيلَ لِكَلِمَاتِ اللَّهِ ذَلِكَ هُوَ الْفَعْلُ  
الْعَظِيمُ ○ (۶۳-۶۲:۱۰)

یہاں ایمان، کسی شرط جہاد یا مال والا نفس ہے، اور یہی شرط تقویٰ کی ہے، (وَاللَّهُ عَلِيمٌ بِالْمُتَّقِينَ) گویا خدا جیسے حاکم علیٰ سے ڈرنے  
کے یہی معنی ہیں کہ اُسکی راہ میں جان و مال سے دریغ نہ کیا جائے۔ آج ہی شیوہ ہر ملازم کا اپنے مشاہرہ و آقا سے ہے۔ وہ اگر جہاد سپاہی اور  
سچا غلام ہے تو اپنے مالک سے ڈر کر اور اُسکی حفاظت میں جان تک لڑوے گا۔

یہاں صاف ظاہر ہے کہ متقی قوم کو جہاں آخرت میں کچھ باک نہیں وہاں اُسکی دنیا بھی درست ہے۔ کوئی قوم جسکی دنیا درست  
نہیں، متقی، ہونے کی مصداق نہیں ہو سکتی، اور چونکہ اتفاق کے معافی صاف ہو چکے اسلئے جو قوم متحد ہو کر رہے گی، مصائب کا  
مردانہ وار مقابلہ کرے گی، مصائب بڑے اور ڈراپٹوں پر عمل کرے گی، خوشنودی خدا حاصل کرنے کیلئے ابتلائے وسائل کرے گی، قَوْمًا  
لَدُنَّا نہ بنے گی، اُسکی دنیا ہر نوع اور لامحالہ اچھی ہے، اور وہی لاخوف علیکم وکرامتکم کی بشارت کی سچا اہل ہے، اُسکو یہاں پر بھی دشمن کا ڈر نہیں اور  
اُسکے چکر تو ابداً باقلم اس ہے۔ ایسی قوم ہی دلیا را اللہ ہو سکتی صحیح مصداق ہے۔ وہ بیگمناں خدا کی دوست ہے اور خدا اسکا دوست ہے کیونکہ یہاں  
بھی سب نہیں دے رہا ہے اور اُسکے چکر بھی بے حساب دیگا۔

مسلمانوں نے نہ معلوم کس بنا پر اولیاء اللہ کا خطاب اُن دنیا سے الگ تھلگ رہنے والے فقراء اور پریشان موہاب کو دیا ہے جو تمام عمر اپنے  
اعتکاف خانوں میں بندہ کر خلیفہ خدا سے بیزار رہے، جنہوں نے امت کو متحد کرنے میں کچھ سہی نہ کی جنہوں نے خدا کی لڑائیاں لڑنے میں اپنی جان کو  
پیش نہ کیا، جنکو خدا نے دنیا میں کوئی بشارت نہ دی، جو خلیفہ خدا کو متحد کرنے کی بجائے اُنٹا اپنے اپنے پیچھے لگا کر متخالف لار اور منتشر  
اعمال کر گئے، جسکی تاثر زندگیاں نہایت رنج و غم اور ذل و سکنت میں کیں۔ خدا کا دوست وہی ہے جو اُسکی خاطر تکلیف اُٹائے لیکن ہر دوستی کا تقاضا  
یہ ہے کہ وہ مالک الملک خدا اُسکو اس تکلیف اُٹانے کے صلے میں سب سے بخوف خطر کرے۔ اگر یہ نہیں تو کچھ اولیائی نہیں، اگرچہ ساری دنیا اُسکو ولی کہہ کر پارتی  
رہے! آج اگر سطح زمین کے طول و عرض میں خدا کا صحیح معنوں میں دوست کوئی ہے تو وہ بندہ خدا جو اپنی جماعت کی بہتری کی خاطر نرن بدن کو  
تخلیف میں ڈال رہا ہے، دشمن کی قوت سے خوفزدہ نہیں ہوتا، جو اسواسے قطع نظر کر کے خدا ہی سے ڈر رہا ہے، جو قَالَهُ أَتَقْتُلُونَا (۱۳:۹) پر  
عمل کر کے سب سے بخوف و خطر ہو گیا ہے۔ اگر کسی خدا کے بندے میں یہ ڈر اور یہ نڈری، یہ تقویٰ اور یہ بخوفی، یہ خوف خدا اور لاخوف و لاخرن ماسوا آچکا ہے تو  
وہ بلاشبہ ولی ہے، وہ لاریب خدا کا دوست ہے، خواہ وہ عین کارہنے والا ہو یا ہندکار۔ خدا کو اپنی دوستی میں کسی ملک یا مذہب کی تخصیص نہیں!

لوگو! یاد رکھو کہ خدا کے سچے دوستوں کو نہ تو کسی قسم کا خوف ہے اور نہ وہ آزدہ خاطر رہتے ہیں یہی وہ لوگ ہیں جو ایمان لائے اور مقامِ خدا سے ڈرتے رہے۔ انہیں اس دنیا میں بھی عافیت اور ان کی بشارت ہے، اور آخرت میں بھی فلاح ہے۔ خدا کے وعدوں میں رقومِ بدل کا امکان ہرگز نہیں اور یہ فلاح دارین تو بڑی بھاری کامیابی ہے۔

وَلَسْكَرْتُمْ لَكُمْ الْاَرْضُ مِنْ بَعْدِ هَذَا ذَلِكُمْ لِمَنْ يَخَافُ يَوْمَ يُخَالَفُ وَخَافَ وَعَبَدَ (۱۳۱:۱۳۲)  
اور دشمن کے غارت ہوئے پیچھے ہم ضرور تم کو اسی سرزمین میں بسائیں گے۔ یہ صلہ اس شخص کے ہے جو میرے مقام و منصب ڈرتا رہا اور جس نے میرے عذاب سے بچنے کی سعی کی۔

وَقِيلَ لِلَّذِينَ اتَّقَوْا مَاذَا أَنْزَلَ رَبُّكُمْ قَالُوا خَيْرٌ الَّذِينَ اتَّقَوْا فِي هَذِهِ الدُّنْيَا حَسَنَةً  
وَلَا أَرَا الْآخِرَةَ خَيْرًا وَلَكِنْ ذَا الدُّنْيَا خَيْرٌ (۱۳۶:۱۳۷)

اور ان لوگوں سے جنہوں نے مقامِ خدا کا سچا احساس کیا پوچھا جاتا ہے کہ تمہارے پروردگار نے اپنے ہاں سے تمہاری اس خدمت کے عوض میں کیا دیا تو وہ جواب دیتے ہیں کہ اچھے سے اچھا۔ جن لوگوں نے بھی خدمت کی اور اپنے حسنِ عمل سے خدا کو خوش کر دیا ان کے لئے اس دنیا میں بھی بہتر سے بہتر نعمتیں ہیں اور آخرت کا گھر تو اس سے کہیں اچھا ہے۔ اور تقویٰ کرنے والوں کو ٹھکانا تو بہر حال نہایت ہی اچھا ہے۔

قُلْ يُعْبَادُ الَّذِينَ آمَنُوا رَبُّكُمْ رَبُّ الَّذِينَ اتَّقَوْا فِي هَذِهِ الدُّنْيَا حَسَنَةً وَالْآخِرَةُ  
اللَّهُ وَاسِعَةٌ (۱۳۹:۱۴۰)

اے پیغمبر! ہماری طرف سے کہہ دو کہ اے ہمارے بندو! جو ہم پر ایمان لا چکے ہو، مقامِ خدا کا تقویٰ کرتے رہا کرو۔ جنہوں نے ہم سے ذکرِ ہماری حمایت میں جان و مال کی قربانی کی ان کے لئے اس دنیا میں زمین کی بادشاہت کا بہترین اجر ہے۔ اور خدا کی زمین تو بڑی وسیع ہے۔ بیشک مصیبتِ برداشت کرنے والوں کو ان کا عوض بے حساب دیا جائے گا۔

۱۔ یہاں متقی قوم کے لئے بادشاہتِ زمین کا انعام صاف ہے۔

۲۔ یہاں پر صاف طہرِ متقی قوم کے لئے دنیا کے بہترین انعام وقف کر دینے کا وعدہ ہے۔

۳۔ یہاں پر روئے زمین کی وسیع بادشاہتِ متقی قوم کے لئے وقف ہے۔ اور صاف فرمادیا ہے کہ دنیاوی انعامات اس قدر بے حسا ہیں کہ تمام کرۂ زمین اس میں شامل ہے (وَالْاَرْضُ لِلَّهِ وَاسِعَةٌ) یہی سچا حسنِ عمل ہے (وَالَّذِينَ اتَّقَوْا فِي هَذِهِ الدُّنْيَا حَسَنَةً) اور اللہ

صلحِ عمل کی بھی یہی تعریف ہے جس کی تلاش ہم کر رہے ہیں۔ حسنات کے تحت اہل صفہ ۱۳۰ میں بھی احسنکم سے یہی مراد ہے! (وَيُؤْتِيهِمْ أَجْرَهُم بِحَسَنَاتِهِمْ)

۴۔ نعمتِ امت میں ہر شے دیا ہے کہ صبرا یعنی مصائب کا مروانہ وار مقابلہ کرنا، انقاسے خدا کی ایک اہم شے ہے (وَالَّذِينَ اتَّقَوْا فِي هَذِهِ الدُّنْيَا حَسَنَةً) اور اللہ

اس اتحادِ عمل اور تزکیہ اخلاق کا اصلی راز خدا نے واحد کی خالص عبادت اور براہِ راست  
عبودیت تھی۔ قرآن کی حیرت انگیز تعلیم، اور داعی اسلام کی حیرت انگیز یقین آفریں صحبت نے خداوندِ عالم  
کا اپنے عاجز اور محتاج بندوں سے براہِ راست تعارف کر کے عیدِ معبود کے درمیان سے سب  
مشکوٰۃ حجاب دور کر دیئے تھے۔ رسول خدا کی ناقابل انکار صداقت اور انکسارِ نفس نے بندے کا  
ہاتھ مالکِ ارض و سما کے مقتدر ہاتھ میں دے کر خود ایک بے تعلق اور پیغامِ وہ بشر کی حیثیت قبول  
کر لی تھی، ذاتیات اور شخصیت کا مُملکِ ایمان اور مُضعف یقین غنصر اسلام کے خمیر میں قطعاً نابود تھا،  
توحیدِ تمام اُمت کے اجمال کا نقطہ وحید رہن گئی تھی، ہر بشر کا معاملہ، بلا واسطہ غیرے اور بلا امتیاز  
احدے، اُس عبس و نذل حقیقی کے ساتھ وابستہ ہو گیا تھا جسکی قدرت اور عظمت کے صحیح اندازے نے ایک  
عالم کو کھپکھپا دیا تھا! نفع اور ضرر کے اسی ہینال یقین نے سرزمینِ عرب میں خوفِ خدا کی مشترک لہر دوڑادی  
تھی، اسی خوف کے باعث باہمی عداوتیں مٹ گئیں، کینے اُچکے لئے گئے، بھائی چارے کا سماں ہر طرف بند  
گیا تھا! انسان کی عزت و تکریم اور اُس کے انعام و اکرام کا معیار بھی خدا کے نزدیک اُس کا تقویٰ ہی تھا،  
”إِنَّ أَكْرَمَكُمْ عِنْدَ اللَّهِ أَتَقْوِي“ (۱۱۳: ۴۹)، ”اللہ علیکم خیر“ (۱۱۳: ۴۹)، ”قلوب کے اندر ایک مشاہدہ وہ حاکم کی مانند اُس کے  
رب مرتبت اور ہول جاہ کی بجلیاں، نفع و ضرر اور بیم ورجا کی لالہ انتہا تاروں کے ذریعے سے دوڑ گئیں،  
پھر وحدتِ ایسر کی کشش اتصال نے، اور یک منہی کے متحد لہلہوب خوف نے ہر مومن کے قلب میں  
مشترک عبودیت کی عصبيت، اور عالم آرا اخوت کا اعتصاب پیدا کر دیا: ”إِنَّمَا الْمُؤْمِنُونَ إِخْوَةٌ فَأَصْلَحُوا  
بَيْنَ أَخَوِيكُمْ“ (۱۱۰: ۴۹) ”یہ وہ علی تقویٰ اور وہ مخلصانہ توحید تھی جو

۱۔ اللہ کے نزدیک تم میں سے بڑی عزت والا اور سچے فضلِ کرم دہی ہے جو خدا سے سب سے زیادہ ڈرنے والا ہے۔ اور اللہ تو انسان کی قدر و  
قیمت کو بڑا جاننے والا، اور اُس کے حال و احوال سے بڑا باخبر ہے۔

۲۔ خدا پر ایمان رکھنے والے تو آپس میں بھائی بھائی ہیں، تمہارا فرض ہے کہ آپس میں نہ کو دھیان صالحہ نہ اور خدا کی ننگی سے ڈرنے والا اور اس کا تقویٰ کرو کہ وہ تم پر رحمان ہو گا۔  
۳۔ یہاں ہر پرصالحات و مواصلات کو اتفاق الہی پر محمول کیا گیا ہے جس قدر خوفِ رعیت کو حاکم اعلیٰ کا ہے سیدِ قدر کے افراد و متحد ہیں گے۔

سا اہم سال تک اسلام کو نئی طاقت اور نئی زندگی بخشی رہی، قل اِنِّیْ اُمِرْتُ اَنْ اَعْبُدَ اللّٰهَ مُخْلِصًا لِّهِ الدِّیْنَ  
 وَ اُمِرْتُ لِاَنْ اَكُوْنَ اَوَّلَ الْمُسْلِمِیْنَ ۝ (۱۳۹-۱۱-۱۲)، قُلِ اللّٰهُ اَعْبُدْ مُخْلِصًا لِّهِ دِیْنِیْ ۝ (۱۳۹-۳۰-۱۳۲) اسی تقویٰ کی پادشاهی  
 عمل میں اللہ کی رحمتوں کے دریا اُبھ جاتے تھے! یہی اتقاد تھا کہ اُس طلیل القدر ذات کی سچی عبادت  
 اور اُسکی موجودگی اور وحدت کا زندہ شہار تھا! اسی کی بے انتہا برکت سے نصرت حق اور فتح مبین ہر  
 وقت شامل حال رہ کر اشاعت اسلام کا قطعی باعث ہوا کرتی تھیں: (اِذَا جَاءَ نَصْرُ اللّٰهِ وَالْفَتْحُ ۖ وَ رَاٰیْتَ  
 النَّاسَ یَدْخُلُوْنَ فِیْ دِیْنِ اللّٰهِ اَفْوَاجًا ۖ فَسَبِّحْ بِحَمْدِ رَبِّكَ ۚ وَ اسْتَغْفِرْ لَهُ ۚ ؕ اِنَّهٗ كَانَ تَوَّابًا ۝ (۱۱۵-۱-۳)۔ اللہ کے محکم  
 اور خالص اُسی سے ڈرنے والے سپاہی، عقیدت کے سرسبز شانہ جو شہر، تعدی کی داعی انقلاب  
 اُمنگ، اور محبت کی مضطر امتحان وفا کے باعث صبر اور استقلال، توکل اور مردانگی کے عظیم نظیر پیکر

۱۔ اے پیغمبر! ان لوگوں سے کہدو کہ مجھ کو تو خدا کے نام سے ہی حکم ملا ہے کہ میں تمام ارادت اور اخلاص (الدِّیْن) تمام عقیدت اور اعمال (الْاَعْمَال) کو خالصتاً خدا ہی کیلئے وقف کر کے ہمدن ہیک کا غلام بنارہوں (اَعْبُدِ اللّٰه)۔ اور مجھے یہی حکم ملا ہے کہ میں ہی سب سے پہلے اُسکا پناؤں قاتے حقیقی تسلیم کروں،  
 اور اسی طور پر اُسکی عبودیت میں رہوں (اَوَّلَ الْمُسْلِمِیْنَ)۔

۲۔ ان سے کہدو کہ میں اپنی تمام ارادت اور محبت کو اُسی کے لئے خالص کر کے اُسکی غلامی کر رہا ہوں (اَعْبُدْ)۔

۳۔ اے پیغمبر! جب اللہ کی مدد آئے گی، اور دین اسلام کی فتح عظیم کا وقت آجوں چمکا، اور تو دیکھے گا کہ لوگ جوق در جوق دین خدا میں داخل ہو رہے  
 ہیں، تو ان وقت اپنے پروردگار کے شکر کرنے میں سرسجود ہو جاؤ! اُسوقت اپنی طاقت کی اور اپنی گزشتہ تقصیروں کی معافی طلب کرو کیوں کہ وہ  
 فی الحقیقت بڑا توبہ قبول کرنے والا ہے (اور اسی مہربانیوں کے موقع پر ہی اُس سے ایسی درخواستیں کرنی چاہئیں)۔

۴۔ یہاں اَعْبُدْ کے معنی صاف ظاہر ہیں اور اس سے مقصود نماز پڑھنا قطعاً نہیں ہو سکتا۔ دین کے معنی قرآن کی اصطلاح میں طرز عمل یا راہ  
 عمل کے ہیں۔ یہی معنی لفظ مذہب کے ہیں۔ گویا اَعْبُدِ اللّٰهَ مُخْلِصًا لِّهِ الدِّیْنَ کا مفہوم یہ ہے کہ اپنا تمام طریق عمل خالصتہ خدا کی منشا کے  
 مطابق کر کے اُسکے غلام بنے رہو۔ ہر سچے ملازم (یعنی عابد) کا شیوہ بھی یہی ہے کہ وہ کوئی کام اپنی مرضی سے نہیں کرتا، اُسکی سب ہماگ و ڈور آقا کی مرضی پر منحصر  
 ہے اور وہ اپنی مشیت اور اپنی خواہشات کو مالک کے حکم کے بالمقابل غما کر دیتا ہے۔ یہاں اس امر کا تصفیہ کہ مالک میں آسان کی مشیت فی الواقع کیا ہے؟ یہ  
 ایک بڑا دقیق سوال ہے اور اہل کتاب میں اسی کی ایک ہم شوق پر بحث جاری ہے۔ بہر نوع ان دونوں آیتوں سے ظاہر ہے کہ دین کے معنی کسی شخص کا مسلمان ہونا،  
 یا نصرانی ہونا، یا یہودی ہونا نہیں بلکہ ہر غلام کا اپنے آقا کے حق میں طرز عمل ہی اُسکا دین ہے۔ والا مُخْلِصًا لِّهِ دِیْنِیْ کے کچھ معنی نہیں بنتے  
 یہی بات لکھ کر دیکھو کہ دِیْنِیْ دِیْنِیْ (۱۰۹، ۶) سے ظاہر ہے یعنی تمہاری خدمت کا اجر لیکھا اور مجھے میرے کیسے کا۔ خدا کو ملائکہ یَوْمَ الدِّیْنِ  
 (۳۱) بھی ایسے حکماء کہ وہ دن اعمال کی اجرتوں، اور خدمتوں کی مزدوریاں، ادا کرنے کا ہو گا۔ (دین کے ان طلب کی حقیقت کے لیے دیکھو یہاں کتاب صفحہ ۷)۔  
 ۵۔ اس سورہ کے صحیح معانی کے متعلق حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے بھی ایک دفعہ سوال کیا گیا تھا۔ میں نے مربوط اور ناقابل انکار معافی لکھ دی ہے۔ خدا  
 کی نصرت قطعاً کسی قوم کے شامل حال نہیں ہوتی جب تک کہ اُسکی سعی و عمل خدا کو فی الواقع خوش نیکو نہ ہو۔ یہی وقت فی الحقیقت کسی حاکم سے معافی  
 مانگنے کا بھی ہے۔ یہ وقت اسکی رحمت کا دریا جو شہر میں آتا ہے اور وہ بسا اوقات علی الحساب سے دیتا ہے۔



بن گئے تھے، انکی قوت و استحکام کار از دروں انکے متحد اور متفق قلوب میں مضمحل ہوا، نیتوں کی نجات  
اور تہذیب نفس کے لہتیا مآفرین اثر نے ان کے اعمال میں ناقابل یقین ضبط، اور افعال میں طبعی  
یکسانیت پیدا کر دی تھی، بڑے بڑے مقتدر اور جبری عساکر جو مدت مدید کی تیاری اور صرف کشیر کے  
بعد ان کے مقابل کھڑے ہوتے تھے، انکے ضابطہ عمل، انکی پیش بندی اور ہتھام، انکے نظم و نسق،  
اور خوف قانون خدا، انکی مشق تحمل اور ستم برداری پرورنگ رہ جاتے تھے: **يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا اتَّقُوا اللَّهَ**  
**وَلْتَنظُرْ نَفْسٌ مِّنْكُمْ لَعَلَّهَا تَرْوِي اللَّهَ وَتَرْوِي النَّفْسَ لَعَلَّهَا تَرْوِي اللَّهَ** (۱۸۱: ۵۹) لالچ اور بدولی، ہر اس موت  
اور قنوط، تشقت اور جمود کے ان زرخیز اور بے مولا، ان ناآشنائے پایان عمل اور کرار پر پڑے ہوئے

۵۹ اسے ایمان والو! قانون خدا سے ڈرتے رہا کرو اور تمہیں چاہیے کہ ہر شخص اس بات پر نظر کرتا رہے کہ اُس نے اپنے دل کے لیے کیا تیاری  
کی ہے اور آئندہ مصائب کے لیے کیا حفظ نفس اور پیش بندی کی ہے۔ اور قانون خدا سے گھر ڈرتے رہو۔ اللہ جو کچھ سعی عمل کرے ہو اُسے بخوبی دیکھتا ہے۔  
۶۰ اس آیت الہی میں پیش از وقت تیاری اور دوران فطری کو افعال کے الہی پر محمول کیا گیا ہے اور دشمن کے بالمقابل حفظ نفس کو استعداد ہم قدر دیوا  
کہ **وَتَقُوا اللَّهَ** کے الفاظ ایک آیت کے اندر آئے ہیں۔ اس نکتہ کو اسے مقصود لا محالہ یہ ہے کہ خدا کا قانون اہل اور واجب الخوف و وہابی  
قوم کو انعام کا مستحق قرار دیتا ہے جو ہر نوع اسکی اہل ہو، جسے سعی عمل سے اپنے آپ کو فتح و ظفر کا اہل ثابت کیا ہو، جس نے ایمان و عمل کے لیے  
تیار کی ہو (**وَلْتَنظُرْ نَفْسٌ مِّنْكُمْ لَعَلَّهَا تَرْوِي اللَّهَ وَتَرْوِي النَّفْسَ لَعَلَّهَا تَرْوِي اللَّهَ**)۔ اسی بات **يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا اتَّقُوا اللَّهَ** سے ظاہر ہے  
گویا خدا عمل اور صرفہ عمل کو چاہتا ہے اور اُسکی دیکھ کر فیصلے صادر کرتا ہے۔

نہیں پسند اور آخرت کے شہدائی مسلمانوں نے **فَذَكَّرْتُمْ لَعَلَّكُمْ تَرْوِي اللَّهَ وَتَرْوِي النَّفْسَ لَعَلَّهَا تَرْوِي اللَّهَ** کے معنی روز قیامت کی تیاری کے لیے ہیں حالانکہ **يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا اتَّقُوا اللَّهَ** کے معنی کسی نے  
دلے کل کے ہیں، اور مزید یہ ہے کہ اس پر الی تخصیص بھی درج نہیں کہ اس کے معنی خاص روز قیامت کے ہوں۔ جامع ترمذی المتوفی ۳۸۰ھ میں  
میں حضرت ابن عباس سے روایت ہے کہ **اِنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ لَا يَدْرِي لَعَلَّ** یعنی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کل کے لیے کوئی ذوق و رغبت  
نہ کرتے تھے۔ روایت کی صحت یا عدم صحت سے بحث نہیں، صرف **لَعَلَّ** سے مطلب ہے جس کے معنی ہمارے صاف آئیوے کل کہیں روز قیامت کے نہیں پہنچے۔  
خود قرآن کریم میں چار موقعوں پر **لَعَلَّ** کا لفظ استعمال ہوا ہے اور چاروں موقع آئیوے کل کے معنی میں ہیں۔ سورہ یوسف میں یوسف علیہ السلام  
کے متعلق انکے بہائیوں کا قول ہے: **أَرْسَلَهُ مَعْنَا غَدًا يَرْجِعُ وَيَلْعَبُ وَآتَاكَ السَّحَابُ طُوفًا** (۱۲: ۱۳) یعنی ہمارے ساتھ کل یوسف کو بھیج دے کہ  
اپنے اور کھیلے، اور ہم اسکی حفاظت کا ذمہ لیتے ہیں۔ سورہ کہف میں ہے: **وَلَا تَقُولُوا لِمَنْ يُشَاقُّ إِلَيْنَا شَأْنٌ إِنَّهُ يَفْعَلُ ذَلِكَ غَدًا** (۲۲: ۱۸) یعنی کسی شے کی  
بابت یقینی طور پر مت کہو کہ میں اسکو ضرر بالضرر کر دوں گا۔ سورہ لقمان کے اخیر میں ہے: **وَمَا تَذَكَّرِي نَفْسٌ قَدْ انْكَسَبَ غَدًا** (۳۱: ۳۲) اور کوئی  
متفلسف نہیں جانتا کہ کل کہا کر لگا۔ علی ہذا القیاس سورہ قمر میں قوم ثمود کی تباہی کے متعلق ہے: **سَيَعْلَمُونَ غَدًا مِنَ الْكِتَابِ الْأَوَّلِ** (۹۶: ۱۵) یعنی یہ لوگ غفریب کسی نے دلے کل کو دیکھ لیں گے کہ کون جوڑا اور گستاخ ہے۔ تب ہی کہ اس شہادت کے ہوتے ہوئے **يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا اتَّقُوا اللَّهَ** کے معنی کھڑے  
قیامت ہو سکتے ہیں، اور کس میدروی سے مسلمان آیات خدا کو توڑ کر تحریف منہوی کے مجرم بنتے ہیں۔

سپاہیوں کی، ان اللہ کے عاشق، بیقرار استلا و محن نصرت حق اور وراثت زمین کے موعود، موت کے تشنہ و منتظر، دست پخت گوارہ ہمد، اور جنت خرید غلاموں کے مقابلے میں کیا بساط تھی جو ہرگز آتی، مومنوں کے فلک کشا حصے اور متحدہ دلوں کی کوہ شکن طاقتیں، دشمن کے جہم غفیر کو پہلے امین پیوند زمین کر دیتیں، ایمان کا جرات افزا اثر معائن کی قوت عمل کو چند و چند کر دیتا، اور ایک ہجرت انگیز طریقے پر یہی ظاہر اکم سامان جماعت دشمن کا تہس نہس کر دیتی!

یار مردان خدا باش کہ در شتی نوح

ہست خاک کے کہ بہ آبے بحر و طوفان!

لَا اَنْتُمْ اَشْدُّ رَهْبًا لِّفِي صَدُورِهِمْ مِنَ اللّٰهِ ذٰلِكَ بِاَنَّهُمْ قَوْمٌ لَا يَفْقَهُوْنَ ۝ لَا يُفَاتِنُوْكُمْ جَمِيْعًا اَلَا فِیْ ذٰلِکُمْ لَخَصْمَةٌ اَوْ مِیْنٌ فَاَلَا جُدُّ بَا سَمِیْمْ بَیْنَهُمْ شَرٌّ یَّدُ تَحْسِبُهُمْ جَمِیْعًا وَّ قُلُوْهُمْ شَرٌّ ذٰلِكَ بِاَنَّهُمْ قَوْمٌ لَا یَعْقِلُوْنَ ۝ (۱۵۹: ۱۶۳)

مسلمانو! تم اللہ پر ایمان رکھنے کے باعث ہی ان منکرین خدا کے دلوں میں اللہ شدید مہمیت بٹھلا رہے ہو، اور محض اسلئے ہی کہ یہ ایک ناسمجھ قوم ہے، جسکو ایمان کی قوت کا علم نہیں۔ اب تو انکی یہ حالت ہو کہ سارے کے سارے بلکہ بھی تم سے لڑنے کی تاب نہیں رکھتے مگر یہ محفوظ استیلا یا دیواروں کی آڑ میں ہو کر لڑیں۔ بات یہ ہے کہ انکی آپس کی لڑائیاں اور باہمی عداوتیں سخت ہیں بظاہر

۱۵۹ قَوْمٌ لَا یَفْقَهُوْنَ، اور قَوْمٌ لَا یَعْقِلُوْنَ کے الفاظ یہاں پر نہایت قابل غور ہیں۔ گویا یہ منکرین خدا لوگ اس بات کا تفکر و اعتدال ہی نہیں کر سکتے کہ قانون خدا کیا ہے، وہ کن اقوام کو دنیا پر جبر و سرکتاب ہے، کن کو سزا دیں دیتا ہے۔ یہ لوگ آپس میں لڑکر اپنی قوتوں کو ضائع کر رہے ہیں اور دشمن سامنے آتا ہے تو دم و باکر بہاگ جاتے ہیں ان کو اتنی عقل ہی نہیں کہ سمجھیں کہ اتحاد اور اختلاف قلوب میں کیا برکتیں ہیں، اور خدا کس طرح متحد القلوب قوم پر اپنی رحمتیں نازل کرتا ہے۔ گویا ان آیات میں رمزا اور کنایہ جملہ دیا ہی کہ بڑول متفرق! اور حاد ہونا کا فرق قوم کا فتنہ آج مسلمانان عالم خود قَوْمٌ لَا یَفْقَهُوْنَ، اور قَوْمٌ لَا یَعْقِلُوْنَ، اور تَحْسِبُهُمْ جَمِیْعًا وَّ قُلُوْهُمْ شَرٌّ کے صحیح مصداق بنے ہوئے ہیں دوسری قوموں نے اپنے اندر اذ کے مابین اتحاد پیدا کر لیا ہے۔ مسلمان ان کے خوف سے بہاگے بہاگے ہر رہے ہیں اور قلعہ کی اوت میں جھمک رہی نہیں سکتے۔ ہر جگہ شکست و رنجیت ہے، خوف و حسرت ہے، بچ و ماتم ہے: 'بَا سَمِیْمْ بَیْنَهُمْ شَرٌّ یَّدُ'، اسقہ ہے کہ ہر مسلمان دوسرے مسلمان کو کاٹ کھائے کو دڑتا ہے۔ آہ لیکن خدا کوئی مسلمانوں ہی کا خدا نہیں وہ رب العالمین ہے اور ہر قوم کو، کسی سعی و عمل کے سوا حق اجر دے رہا ہے۔ فَاعْتَبِرُوْا اَیُّا وَلِیِّ الْاَبْصَارِ!

"بَا سَمِیْمْ بَیْنَهُمْ شَرٌّ یَّدُ" کے معنی یہ بھی ہو سکتے ہیں کہ تمہارے متعلق ان کا خوف آپس میں بہت شدید ہے مگر اس سے مطلب

کافی طور پر مربوط نہیں ہوتا۔



جُنْدَنَا لَهُمُ الْغُلَبُونَ (۱۳۷-۱۴۳)

اور لوگو! ہمارے پیغامبر بندوں کے حق میں ہمارا پیٹھ ہی ارشاد ہو چکا ہے کہ ہمارے پاس ہے ملّا  
انکو مدد دیجائے گی، اور بیشک ہمارے بندوں کی فوج ضرور غالب کر رہے گی۔

إِنَّ الَّذِينَ قَالُوا رَبُّنَا اللَّهُ ثُمَّ اسْتَفْتَاؤُا نَتَزَّلَ عَلَيْهِمُ الْمَلَائِكَةُ أَلَّا تَكُونُوا مَنَافِقًا  
وَأَنْتُمْ رَوَّابِلُ الْجُنُودِ الَّتِي كُنْتُمْ تُوعَدُونَ ۚ بَيْنَ أُولَئِكَ فِي الْحَيَاةِ الدُّنْيَا وَفِي  
الْآخِرَةِ ۚ وَلَكُمْ فِيهَا مَا تَشْتَهُي أَنْفُسُكُمْ وَلَكُمْ فِيهَا مَا تَدْعُونَ ۚ نَزَّلَاهُمْ مِنْ عَفْوَ  
تَرْجِيهِ ۚ (۳۱-۳۲)

بیشک جن لوگوں نے خدا کو اپنا آقا مان لیا اور ہر کسپر تندہی اور استقلال سے جے رہے، ان پر  
ہماری رحمت کے علمبردار فرشتے نازل ہو کر ان سے کہتے ہیں کہ اے خدا کے خالص بندو! دنیا کے  
مصائب اور دشمن کے هجوم کو دیکھ کر کچھ اندیشہ مت کرو اور غم نہ کھاؤ بلکہ اپنے عمل اور استقلال کے  
صلے میں بہشت کی، جبکہ تم سے وعدہ کیا گیا تھا، خوشیاں مناؤ۔ خدا سے عفو قبول فرماتا ہے کہ اس  
دنیا کی زندگی میں ہم تمہارے مددگار ہیں اور آخرت میں بھی تمہارا ساتھ نہ چھوڑینگے۔ اور تمہارے لئے  
دنیا اور آخرت دونوں جگہ میں (فیہما) جو کچھ تمہارا جی چاہے گا ملے گا، اور جو کچھ بھی طلب کرو گے  
حاضر کیا جائے گا۔ غفور رحیم خدا کے ہاں سے یہ تمہاری ممانی ہے۔

۞ ان آیات الہی اور بعد کی آیات سے صاف ظاہر ہے کہ دنیاوی ممکن اور اضی القلب کا ایمان والوں کے شامل حال ہونا قطعی ہے۔ اس موقع پر اگر  
نیکو دینا الرسولین کے الفاظ سے ہیں مگر بعد کی آیتوں میں یہ قید اٹھادی گئی ہے: مَنَافِقًا کی نصرت سے بعض عافیت پسند اور کامچور مسلمانوں نے  
یہ لغو نتیجہ نکالا ہے کہ صرف پیغامبر ہی منظر و منور ہو کر آتے ہیں یا وہ مومن جو ان کی میت میں خدا کی لڑائیاں لڑتے ہیں۔ بعد کے مومنوں کیلئے  
اَعْلَوْنَ بَنَیْکُمْ بِکَیْفَ کُنْتُمْ تُشْرِكُونَ وہ صرف زبانی ایمان سے مومن کے درجے تک پہنچ سکتے ہیں۔ یہ پھر اور زاپاک تاویل استدرجہ حکہ الجبر ہے کہ اس کے لئے  
کسی رد کی ضرورت نہیں۔ فتح و نصرت کا سلسلہ دنیا میں روز اول سے لگا ہے اور روز قیامت تک جاری رہے گا۔ کامچور تو میں اس طرح کے مکر بنا کر  
اپنے نفس کو دہوکہ دیتی ہیں: اَنْتُمْ اَعْلَوْنَ اِنْ کُنْتُمْ مُؤْمِنِیْنَ، کاماکہ اسقدر صاف اور ناقابل تاویل ہے کہ اس کے بعد کسی مکر ویا کی گنجائش  
نہیں رہتی۔ لیکن یہ بحث و تمحیص چوتھی اور پانچویں جگہ کے لئے وقف کر دی گئی ہے۔

۞ ان آیات سے ظاہر ہے کہ ایمان والوں کی دنیا ہی درست ہے اور آخرت بھی: قَالُوا رَبُّنَا اللَّهُ سے مراد صرف منہ سے کہنا نہیں بلکہ خدا کو نفس  
و عمل سے اپنا حاکم اعلیٰ ماننا، اور اس کے احکام کی نہایت تندہی سے تعمیل کرنا ہے۔ مَلَائِکَہ سے یہاں پر بحث نہیں مگر اسقدر ضرور ظاہر ہے کہ مَلَائِکَہ  
خدا کے عظیم کی وہ مخلوق ہے جو فتح و نصرت کا پروانہ اس دنیا میں لیس کر پونجی ہے۔ جو قوم لکھو فیہا مَا تَشْتَهُی اَنْفُسُکُمْ کی مصداق  
ہے، جسکو اس دنیا میں قوت اور امن نصیب ہے، جو دشمن کے خوف و حزن سے نجات پا چکی ہے اس پر خدا کے ملائکہ کا نزول ہوتا ہے۔ یہی بتا  
کہ کیونکر نزول ہوتا ہے۔ اسکی تشریح میں ابھی دیر ہے: نَزَّلَاهُمْ مِنْ عَفْوَ تَرْجِیْہِ کے قرین سے ظاہر ہے کہ فیہما کی ضمیر کامرچ  
”الحیوة الدنیا“ بھی ہے۔

إِنَّا لَنَنْصُرُ رُسُلَنَا وَالَّذِينَ آمَنُوا فِي الْحَيَاةِ الدُّنْيَا وَيَوْمَ يَقُومُ الْأَشْهُادُ (۵۱:۴۳)  
 اے لوگو! بگوش دل بن رکھو کہ ہم اپنے پیغمبروں، اور ان لوگوں کی جو بچے دل سے ہمارے خدا  
 ہونے پر ایمان لے آئے ہیں مدد کرتے ہیں، ان کو غلبہ عطا فرما کر رہتے ہیں، اور یوم قیامت کو بھی  
 ان کی تائید کریں گے۔

ثُمَّ نُنَجِّي رُسُلَنَا وَالَّذِينَ آمَنُوا كَذَلِكَ حَقًّا عَلَيْنَا نَحْنُ الْمُؤْمِنِينَ (۱۰۳:۱۰)  
 اے لوگو! پھر جس دن ہمارے عذاب کا وعدہ آپ کو پہنچتا ہے تو ہم اپنے پیغمبروں، اور ایمان والوں کو  
 عذاب کی شکست سے نجات دیتے ہیں۔ یہی ہمارا قانون ہے اور ہم نے اپنے آپ کو لازم کر لیا ہے کہ ایمان والوں  
 کو ہر نوع نجات دیں۔

كَانَتْ مَنَافِعُ لِلَّذِينَ أَجْرُ مَوْتِهِمْ وَكَانَ حَقًّا عَلَيْنَا نَصْرُ الْمُؤْمِنِينَ (۱۴۰:۳۰)  
 پھر اے لوگو! ہم نے مجرموں کو شکست دیکر ان سے بدلہ لیا، اور ایمان والوں کو منظر و منصور کرنا تو  
 ہم پر لازم تھا۔

وَالَّذِينَ آمَنُوا وَكَانُوا يَتَّقُونَ (۱۸:۴۱)  
 اور پھر اے لوگو! ہم نے ایمان والوں کو غلبہ عطا فرمایا اور ان لوگوں کو جو ہمارا سچا اتقا کیا کرتے تھے۔

رب الافواج اور عزیز و حکیم خدا نے ایمان کی اسی مقلبِ عمل کیفیت، اتقا و قلوب کی اسی

۱۔ یہاں بصراحت تمام کہہ دیا ہے کہ دُشمن کے سوا صاحبِ ایمان قوم کی دنیوی منسلح یقینی ہے۔  
 ۲۔ یہاں پھر دُشمن کے ساتھ ساتھ دُشمن اُمتی بھی ہے۔ اور نجات کے مطالبہ ہونے ہیں کہ اس سے ملو دنیاوی تمکن سی و نجات  
 کو محض خسروی نجات، سمجھنا آج ناکارہ مسلمانوں نے اپنی طرف سے بنایا ہے۔  
 ۳۔ یہاں دُشمن کا خاص طور پر ذکر نہیں کیا گیا۔ صرف ایمان والوں کی نصرت کا حتمی وعدہ ہے بشرطیکہ وہ ایمان والے ہوں صفحہ ۱۲۰ آیات  
 (۱۳۹-۱۴۰) میں غزوہ احد کی شکست کے باعث میں خدائے عظیم نے مسلمان، ہنگوئوں کو کافر، اور ظالم کہا تھا۔ گویا اگر سب کے سب صاحبِ اتقا ہوتے  
 تو یہ شکست نصیب نہ ہوتی۔ یہاں پر تاکید اسی مضمون کو دوسری عبارت میں دہرایا ہے اور فرمایا ہے کہ جو قوم صاحبِ ایمان ہو اس کو نصرت عطا  
 کرنا ہمارے لیے لازم ہو چکا ہے۔ خدائے عظیم کی اپنے پر یہ پابندی اندوے عدل ہو نہ از روئے احسان و سخاوت جیسا کہ بے سہی عمل مسلمانوں نے  
 فرض کر لیا ہے، اور آج بے درپے شکستوں کو دیکھ کر حیران ہیں کہ خدا کا وعدہ کیوں پورا نہیں ہوتا؟  
 ۴۔ صفحہ ۱۵۰-۱۵۱ کے متن کی آیات میں ہم نے جہت جہت قرآن عظیم سے وہ موقع پیش کر دیئے تھے جس میں متقی اقوام کی دنیوی منسلح اور کفن  
 فی الارض کا قطعی وعدہ کیا گیا تھا اتقا کی بعض اہم شرطیں بیان کر دی تھیں۔ ان آٹھ موقعوں پر جو کتاب کے متن میں پیش کر دیئے ہیں صرف  
 ایمان والوں کی دنیوی منسلح کا ذکر ہے، لیکن خاص اس آیت یعنی (۱۸:۴۱) میں ایمان، اور تقویٰ، دونوں کو یک جا کر کے متقی اور مومن  
 قوم کی دنیوی نجات کا فیصلہ کر دیا ہے۔ ایمان کی شرائط اس سے پیشتر ذکر کر دی گئی ہیں۔ اور ان میں اور تقویٰ کی شرطوں میں  
 مماثلت عیاں ہے۔ چنانچہ آگے پھر صفحہ ۱۵۱ پر ثابت کر دیا جائے گا کہ ایمان اور اتقا قریب قریب ایک ہی شے ہیں۔

عدو شکن طاقت، اور صبر کی اسی ستم گسل استطاعت کو نظر رکھ کر رسول کریم کو طہیسان لایا  
تہا کہ کامیابی اسلام کیلئے توحید کا یہی وحدت انگیز ماحول، اور ایمان والوں کی یہی چوٹی سی  
جماعت کافی ہے!

وَأَلْفَ بَيْنٍ فَلَوْ بِهِمْ لَوْ أَنْفَعَتْ مَا فِي الْأَرْضِ جَمِيعًا مَا أَلْفَتَ بَيْنَ فَلَوْ بِهِمْ  
وَلَكِنَّ اللَّهَ أَلْفَ بَيْنَهُمْ طَائِفَةٌ مِنْهُمْ يَزِيدُ حِكْمًا ۝ يَا أَيُّهَا النَّبِيُّ حَسْبُكَ اللَّهُ وَمَنِ  
اتَّبَعَكَ مِنَ الْمُؤْمِنِينَ ۝ (۶۳-۶۴)

اے پیغمبر! سب سے بڑا احسان جو خدا نے تم پر کیا ہے یہ ہے کہ اُسے مومنوں کے دل کا ٹھہرنے  
اگر تم روئے زمین کے خزانوں کو خرچ کر ڈالتے تو بھی اُنکے دلوں میں یہ الفت نہ پیدا کر سکتے تھے  
لیکن وہ خدا کی مشترک عبودیت ہی تو تھی جس نے ان کو آپ میں جوڑ دیا! بیشک خدا بڑا زبردست اور  
صاحب تدبیر ہے۔ اے پیغمبر! اب تمہیں اللہ اور یہی مومن جو تمہارے تابع فرمان ہیں ہر ایک  
سے نبٹنے کے لئے کافی ہیں۔

کھفایتِ خدا کا عظیم الشان وعدہ عرب کے بے زرا اور بیضر نبی سے اُس وقت ہوا تھا جب کہ  
بعثت کے چھٹے سال میں اسلام کا وہ زبردست اور تندہ خود شمن عمر (رض) محمد کے خلق عظیم کے آگے سپر  
ڈال چکا تھا، اور عرب کے کل براعظم میں صرف چالیس ہزار اور پندرہ عورتیں ایمان لائی تھیں! مگر  
آلفت کی دلوں کے بیچ میں چلی ہوئی نہر سبیل نے اور طاعت کے پیدا کیے ہوئے ابرہار نے  
اس بے نشان اور کمزور پودے کو ایک دن سر فلک درخت بن کر سایہ پرور اور زمیں شگاف  
کر دیا تھا!

مُحَمَّدٌ رَّسُولُ اللَّهِ وَالَّذِينَ مَعَهُ أَشِدَّاءُ عَلَى الْكُفَّارِ رُحَمَاءُ بَيْنَهُمْ شَرَاهُمْ  
رُكْعًا يَنْبَغِي تَخَوُّنَ فَضْلًا مِنَ اللَّهِ وَرِضْوَانًا نَزِيمًا هُمْ فِي وُجُوهِهِمْ مِنْ أَشْرَ  
السُّجُودِ ذَلِكَ مَثَلُهُمْ فِي التَّوْرَةِ وَمَثَلُهُمْ فِي الْإِنْجِيلِ كَنَزِيرٍ أَخْرَجَتْ شَطَا

اللَّهُ أَلْفَ بَيْنَهُمْ کے مطالب کے لئے صفحہ ۴۴ کے تحت المتن کو دیکھنا چاہیے۔ مرقومہ صدر ترجمے میں ہم نے ان معانی کا اصل بیان کر دیا ہے۔ خدا کو جو  
مومنوں میں خدا بن لینے کے بعد اسکے ماننے والوں کا آپس میں اتحاد ہو جائے قطعاً یہی حقیقت کو اصل کتاب میں توحید کا وحدت انگیز ماحول کہا گیا ہے  
اگر آج یہ کیفیت پیدا نہیں ہوتی تو اس کا باعث یہ ہو کہ مسلمان خدا کو درحقیقت خدا نہیں مانتے۔

فَازِرًا فَاسْتَغْلَظَ فَاسْتَوَىٰ عَلَىٰ سَوْقِهِ يَعْجِبُ الزُّمَرُ لِيَعْظُمَ لَهُمُ الْكُفَّارُ  
وَعَلَّمَ اللَّهُ الَّذِينَ آمَنُوا وَعَمِلُوا الصَّالِحَاتِ مِنْهُمْ مَغْفِرَةً وَأَجْرًا عَظِيمًا (۲۹:۴۸)  
اے دین خدا کے دشمنو! یاد رکھو کہ محمد خدا کا بھیجا ہوا نبی ہی، اور اسی لیے تمہاری سبکدوشیوں کا جو  
بخوف خطر ہے! جو لوگ انکے ساتھ ہیں اعدائے اسلام کے حق میں بڑے سخت ہیں، آپس میں بھید چل  
ہیں رافت و محبت کی ایک سلسیلہ لگنے لگوں میں بہری ہی تم کو دیکھو گے کہ ہمارے حضور میں کبھی گھٹیل  
کے بل کھڑے ہیں، کبھی زمین پر اتنا ٹیک ہے میں گویا ستر یا سطح رکھ کر فصل خدا اور خودی رب العالمین کی  
طلبگاری میں لگے ہیں۔ اطاعت کے نشان (آيَةُ التَّحِيُّدِ) انکے چہروں میں (رَفِي وَجْهِهِمْ) عیاں ہیں (سَيِّمَاهُمُ)  
عکبر لاری کی علامتیں انکی شکلوں نظر آ رہی ہیں۔ یہی اوصاف انکے توحید اور تعظیم میں کوہیں، یہی آج انکا طرز عمل ہے۔  
وہ رفد برفہ طرح زہر پکڑتے جانتے جیسے ایک کہت ہو جسے پہلے عین اپنی سوئی نکالی، پہر چلنے اور حرکت  
سے آہستہ آہستہ زہر پکڑتا، پہر زہر زہر موتا ہو کر لینی جڑ پر سرور کھڑا ہو گیا۔ اکسان ہیں کہ اپنی سختیوں کو باز رکھ کر  
بلغ بالغ ہو رہے ہیں، اور دشمن ہر کس مارے حسد کے حل سے ہیں۔ اے لوگو! خدا نے محمد کے ساتھیوں سے جو  
دل سے ایمان لائے، اور جنہوں نے تندرستی مناسب اعمال بھی کیے (آمَنُوا وَعَمِلُوا الصَّالِحَاتِ مِنْهُمْ) اس میں نیاں اجر  
عظیم دینے اور انکی اجتماعی دامن دگیوں اور بدعالیوں پر پردہ پوشی کرنے کا وعدہ فرمایا ہے!

۴۸۔ یہ آیت عظیمہ آمَنُوا وَعَمِلُوا الصَّالِحَاتِ کی پہلی قسط ہی جو ہم نے صفحہ ۳۵ کے جواب میں ایمان کی تشریح کے بعد پیش کر دی ہے گویا اَشْكَالًا  
عَلَى الْكُفَّارِ دینا، رُحْمًا يُبْذَرُہُمْ ہونا، تعمیل حکام خدا میں رکھنا، اور سب اہم یہ کہ ہر مومن خدا کے انعامات کی تلاش میں لگے رہنا،  
قوت اور طاقت، تمکین اور تسلط کے واسطے رہنا (يَبْتَغُونَ كَثْرَةً مِنَ اللَّهِ) اور انکے لئے وسائل تلاش کرنا ہی ایمان اور عمل صالح ہی جو قوم دشمن  
ساتھ نہایت سختی سے پیش آ رہی ہے، آپس میں نہایت خمد اور حمل ہی، قانون خدا کی نہایت پابندی، خدا کی دنیاوی نعمتوں اور ثلثت دین حاصل کرنے کے واسطے ہر  
ساتھ ہی خطے حضور میں اپنے آپے عاجز و ناتوان رہی، وہی اعمال صالحہ کر رہی ہے، وہی ایمان کی شرطوں کو پورا کر رہی ہے، وہی حیرت انگیز سرعت نشوونما پا رہی ہے،  
وہی ان زمین کے طول و عرض میں سطح پہل رہی ہے کہ نام نہاد سلطان آج انکے تمکین کو دیکھ کر دنگ رہے، اور شدت غیظ کے باعث اپنی انگلیاں کٹ رہے۔ آہ!  
لیکن نہ صرف مسلمانوں ہی کا خدا انہیں وہ رب العالمین ہے اور جو انکے قانون پر عمل رہے وہی انعام پارا ہے!

سینما ہم فِی وَجْهِهِمْ وَفِی آيَةِ التَّحِيُّدِ سے یہ ملامت گز نہیں کر ان لوگوں میں پڑھ کر بھلائی پشانیوں پر گٹے ڈال لیے ہیں جیسا کہ آج کل بعض  
سادہ لوح مسلمان اپنے ماتوں کو زمین پر خدا رکھ کر رکڑ رکڑال لیتے ہیں اور سب کی سب توحید رسول اور اجرا عظیمہ (۲۹:۴۸) کے حصار بننے میں بلکہ چھڑ  
قرون اولیٰ کے مسلمانوں کی کیفیت قلب اور شدت اطاعت کا تمثیل انکے ہمارے گویا یہ کہ ہے کہ اطاعت کے نشان تم نے چہرے پر چھپو گے چھپ کر کسی  
کہا جاوے کہ انت و اقبال انکے چہرے پر نظر آتے ہیں۔ جیسا کہ کاؤز تک نہیں بلکہ چہرے (وَجْهِهِمْ) کا ہی اور تمام چہرے میں طاعت نظر آ رہی ہے نہ صرف تھے میں اس عرصے کی تصدیق  
مُكَلِّمٌ وَالتَّوْرَةُ اور مُكَلِّمٌ وَالْإِنْجِيلِ کے الفاظ سے ہوتی ہے کہ زمین پر اتنا گرنا کہ ازل کا شیوہ نماز نہ تھا۔ سینما کے معنی نشان کے ہیں چنانچہ سرور بقوہ میں مجاہد بھی سبیل انفسار  
بارگاہی ارشاد ہو: تَعْرِفُهُمْ بِسَيِّمِهِمْ (۲۹:۴۸) یعنی تم انکے لوگوں کے نشانوں سے (دیکھو) تم انکے (۲۰:۱) یہاں بھی گٹوں کا قطعہ کوئی ذکر نہیں اور بڑے گٹے  
ڈال لینے سے کوئی شخص مطلع نہ ہو کہ نہیں پہچانے وہ گٹے نام چہرے پر ڈال لیے ہوں! اقبال تو جہاں بات آیت میں لفظہم سے جس نے ظاہر ہے کہ رسول خدا کے  
ساتھیوں میں بھی عظیم دعوہ صرف انہی کو ہے جو آمَنُوا وَعَمِلُوا الصَّالِحَاتِ کے مصداق رہے، گویا کہ پھر مسلمان بن جانا شرط نہیں بلکہ یہ عمل کرتے رہنا  
اور ہر مومن جتنے ایمان بنے رہنا شرط ہے!



## اطاعتِ رسول

مَنْ طَاعَ الرَّسُولَ فَقَدْ طَاعَ اللَّهَ (۳۰:۳۱)

جس نے رسول کا حکم مانا اُس نے گو یا خدا کی اطاعت کی۔

طاعتِ رسول، اور اُس کے منجانب اللہ ہونے کا یہ یقین تھا کہ عین اُس وقت جب کہ مردوں اور عورتوں کی ایک جماعت اس پاک نبیؐ کی امامت میں اللہ جل شانہ کے حضور میں، اپنے عجز اور بنیوئی کی داستان گزرتا گزرتا کر سنا رہی تھی، اور مسلمانوں کے ایمان سے منور دل اس بارگاہ عالیہ کی فیت کا سماں اپنے سامنے صاف دیکھ رہے تھے، تحویل قبلہ کا حکم ملا؛ قیصرِ کسری کی سلطنتوں کو پاش پاش کر دینے والے یہ مومن سنا اس اللہ کے سچے نبیؐ کی تبدیلِ سمت پر اسی طرح بیچون و چرا درست بے شائبہ استعجاب منتقل ہو کر ہر صدف بستہ ہو گئے، اور آستانہٴ خدا پر ہر پٹختے لگے؛ عرش کے دم بخود اور صف آرا فرشتے جنہوں نے اپنی مَدۃ العمر طاعت، بے اختیارانہ عبودیت اور دم مزین عبادت کے حوصلے پر ایک مرتبہ اللہ کی جناب میں انسان کو بُرا بہلا کھنے، اور اپنی فوقیتِ جت لانے کی جرات کی تھی، اور جنہیں خدا نے پاک نے انسان کی خفت و توہین کرنے پر ٹوک دیا تھا، اس کیفیت کو دیکھ کر انگشت بدندا رہ گئے، مگر جبریدہ رحمت کے کاتبوں کو حکم ملا کہ اس نادۂ روزگار شہت کے نام پر روئے زمین کی بادشاہت اور اللہ کی سب نعمتوں کی وراثت ابھی سے لکھ دی جائے!

۴۴ سورۃ بقرہ میں اس عبرت آموز اور شاندار قصے کا یوں ذکر ہے۔ ہم نے ایک شفقی ترجمہ کر دیا ہے لیکن اس کا نتیجہ خیر مفہوم پیرسری مجلد سے پہلے بیان نہ ہو سکے گا۔ ملائکہ کی شیخ اور سورۃ بقرہ کا ربط پانچویں جلد میں عیاں کر دیا جائے گا۔

وَلَوْ قَالَ رَبُّكَ لِلْمَلٰٓئِكَةِ اِتِيْۤیْ جَاعِلٌ فِی الْاَرْضِ خَلِیْفَةً ۗ قَالُوْۤا اَنۡجَعِلْ فِیۡہَا مَنْ یُّفۡسِدُ فِیۡہَا وَیَسۡفِكُ الدِّمَآءَ وَیَحۡكُمُ بَیۡنَہُمۡ ۚ وَتَقۡرِۡنُ سَآۡءَ کُلِّ اٰیۡۃٍ اِلَیَّۤہِۭنَّ اَعۡلَیۡۤہُ مَا لَا تَعۡلَمُوۡنَ (۳۰:۴۲)

اور اے پیغمبر! سکھان زمین کو وہ وقت یا دولاؤ جب تمہارے پروردگار نے مَلٰٓئِکَۃ سے مخاطب ہو کر فرمایا کہ اے فرشتو! میرا ارادہ ہے کہ اس زمین میں اپنا ایک قائم مقام بناؤں۔ فرشتوں نے عرض کیا کہ اے ہمارے پروردگار! کیا حضور کسی ایسی مخلوق کو اپنا نائب منتخب فرمائے گا جو اس زمین میں فساد پھیلائے اور انہیں میں خونریزیاں کرے، حالانکہ ہم ہیں کہ روزِ آخر فرشتے سے تیری تعریف میں لگے ہیں، اور تمہیں سلجھام کے پڑاوی بول بالا کر رہے ہیں۔ پروردگار عالم نے جوابے یاکہ ہاں بیشک لیکن میں اپنی ان شہنشاہی مصلحتوں کا خوب علم رکھتا ہوں۔ جن کی اہمیت تک تم نہیں پہنچ

وَمَا جَعَلْنَا الْقِبْلَةَ الَّتِي كُنْتَ عَلَيْهَا إِلَّا لِنَعْلَمَ مَنْ يَتَّبِعُ الرَّسُولَ مِمَّنْ يَنْقَلِبُ عَلَى  
عَقْبَيْهِ ۚ وَإِنْ كَانَتْ لَكُمُ بَیْرُةٌ إِلَّا عَلَى الذِّنِّ هَدَى اللَّهُ وَمَا كَانَ اللَّهُ لِيُضِلَّ رِجَالَكُمْ  
إِنْ اللَّهُ بِالنَّاسِ لَشَرُّوفٌ رَحِيمٌ ۝ (۱۴۳-۱۴۲)

اور اسے پیغمبر اہم نے کچھ عرصے کے لیے بیت المقدس کو قبلہ اسی غرض سے قرار دیا تھا کہ جسبت قبلہ  
حکم پونچے تو ہم ان لوگوں کو جو رسول کی بے چون و چسپاں پیروی کریں، ان سے جو سرتابی کر کے اٹھے  
پاؤں پر جائیں، الگ معلوم کر لیں۔ اور قبلہ کا دفعہ بدلا جانا بلاشبہ ایک اہم بات تھی مگر جن لوگوں کو  
خدا نے اطاعت رسول کا رستہ دکھا دیا تھا ان کے لیے کچھ قابل اعتراض نہ تھی۔ اور خدا ایسا نہیں کہ  
رسول کی صداقت پر ہمارے اس حیرت انگیز علی ایمان کو ضائع ہونے دے، وہ تو ایسے اعمال کو بھگت کر  
بیشک تمام عالم پر حیدر مشفق اور مہربان ہوتا ہے۔

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا أَطِيعُوا اللَّهَ وَاسْمَعُوا لِرَسُولِهِ وَلَا تَوَلَّوْا عُنْدَهُ ۖ وَأَنْتُمْ تَسْمَعُونَ ۚ وَلَا تَكُونُوا  
كَالَّذِينَ قَالُوا سَمِعْنَا وَأَوْحَوْا لَا يَسْمَعُونَ ۚ إِنَّ شَرَّ الدَّوَابِّ عِنْدَ اللَّهِ الصُّمُّ الْبُكْمُ  
الَّذِينَ لَا يَعْقِلُونَ ۝ (۲۳-۲۰: ۱۷)

اے ایمان والو! اللہ کے احکام مانو، اور رسول کے بالمشافہ احکام کی بھی بلا حیل و حجت تعمیل کیا کرو،  
اور درانحالیکہ تم اسکا حکم سن رہے ہو یعنی دیدہ و دانستہ، اس سے سرتابی نہ کیا کرو۔ کیونکہ وہی تھا را  
اولوالامر ہے۔ اور نہ تم ان لوگوں کی مانند بنو جو منہ سے اس کہہ چوڑتے ہیں اور پر حکم کی تعمیل فوراً نہیں کرتے  
اس کے نزدیک بدترین حیوانات وہ ڈھیسٹھ اور مچلے لوگ ہوتے ہیں جو کچھ نہیں سمجھتے خواہ انکو کتنا ہی سہلایا  
جائے، اور اطاعت امیر کی لم سے پیچھے ہیں۔

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا اسْتَجِيبُوا لِلَّهِ وَلِلرَّسُولِ إِذَا دَعَاكُمْ لِمَا يُحْيِيكُمْ ۚ وَاعْلَمُوا أَنَّ اللَّهَ

۱۷۰ اس آیت کریمہ سے ظاہر ہے کہ قرون اولیٰ میں متابعت رسول بھی فی الحقیقت ایمان کی ایک اہم شق تھی۔ رہا یہ امر کہ یہ اتباع کن  
معنوں میں تھا اور آج جبکہ رسول خدا صلعم موجود نہیں کیونکہ جو اسکے اسکی تصریح اسی صفحہ کے آئندہ تحت اہم تن میں کر دی ہے۔ تحویل قبلہ کی  
متذکرہ صدر توضیح سے صرف ظاہر ہے کہ رسول خدا کے قدم بقدم چلنا اور بے چون و چرا اس کے حکم کی تعمیل کرنا اُس پر ایمان لانے کے ملوف تھا۔  
یہی بات "امنا" آیت کے الفاظ سے ظاہر ہے جو آیت (۱۷۰: ۱۷) میں آگے چل کر آتی ہے۔ (دیکھو صفحہ ۱۷۱)۔

۱۷۱ "اسْمَعُوا لِلَّهِ وَاسْمَعُوا لِلرَّسُولِ" کا اتنی مقصود مرادیت اور نسیان دس کے باعث مسلمانانِ جہان کے ذہنوں سے استقامت مٹ چکی ہے کہ وہ آج  
اس اخطا طے کے زمانے میں شرعی رسوم اور فقہی مسائل کی ایک غامض سی پابندی کو ہی اطاعت خدا و رسول سمجھ لیتے ہیں آپ کو دین اسلام کے ایک اہم  
فریضے سے سبکدوش کر رہے ہیں۔ ان کے نزدیک صوم و صلوة وغیرہ ارکان دین کا شرعی التزام یا کتب احادیث کا کلتی دین اور سطحی اتباع یا  
اطاعت خدا و رسول کا انتہائی مقصود ہے۔ اسکے سوا کوئی دوسری شے ان کے ذہنوں میں ساقی نظر نہیں آتی، کوئی ایسی یا پیچیدہ جبری آواز آج ان کی

يَحُولُ بَيْنَ الْمَرْءِ وَقَلْبِهِ ۚ وَاللَّهُ أَكْبَرُ الْحَشَّشُونَ ۝ وَاتَّقُوا فِتْنَةً لَا تُغِيِبُ الْإِيمَانَ  
ظُلُمًا مَوَاطِنًا فَخَاصَّةً ۚ وَاعْلَمُوا أَنَّ اللَّهَ شَدِيدُ الْعِقَابِ (۲۵-۲۳:۸)

اسے ایمان والو! جب اللہ اور رسول تمہیں کسی ایسے کام کے لیے بلائیں جو تمہیں زندگی اور موت بخشے ہو  
(یعنی قتال اور متعلقہ فرائض) تو تم انکے احکام کو بغور دل سنو اور مستعدی سے انکی تعمیل کرو اور خوب

(تفسیر تحت المتن صفحہ ۱۷۰) خواب استراحت میں گھل نہیں، کوئی امیر اس پر لائق امتثال و استیجاب نہیں۔ اطاعت خدا، اور اطاعت رسول کی اصلی اور ابتدائی غرض و غایت کو عیاں کر دینے کا یہ موقع نہیں۔ یہ موضوع اطاعت امیر کے عنوان میں بالاستغفال باندھا گیا ہے جو دوسری جگہ میں آئے گا مگر تذکرہ صدر آیات (یعنی ۲۰-۲۲:۸) سے جو یہاں پر بطور تیسرے کے پیش کر دی گئی ہیں، ظاہر ہے کہ اطاعت خدا کا عملی منظر تین اول میں کچھ ہی ہو، لیکن اطاعت رسول کا مقصود نبی آخر الزمان کے عہد حیات میں اس کے بالمشافہ احکام کی تعمیل تھی۔ آیات (۲۰-۲۲:۸) میں وَأَنْتُمْ تَسْمَعُونَ اور قَالُوا سَمِعْنَا وَهَلْ كُنَّا نَسْمَعُونَ کے الفاظ، اور آیت (۲۳:۸) میں إِذَا دَعَاكَ فَاكْرَهُ کی تفسیر دوسرے کی صریح تائید میں ہے۔ گویا رسول خدا کا کسی بات کو منہ سے کہنا، اور صدر اسلام کے مومنوں کا بطیب خاطر اس حکم کی فوری تعمیل کرنا، اور لنگ عذرات پیش نہ کرنا ہی اطاعت رسول تھا۔ صدر اسلام میں نہ کوئی حدیث کی کتابیں تھیں جن کی رسمی درس نہ تھیں اطاعت رسول کے مترادف تھی، نہ فقہی تصانیف تھیں جنکو عینک لگا کر پڑھ لینا، اور پڑھ کر باب تمام بالاس طاق رکھ دینا اتباع رسول کے ہم معنی تھا، جیسا کہ آج اکثر سہل پسند مسلمانوں کا شیوہ اعتقاد ہے۔ قرن اول میں رسول خدا مسلمانوں کے قائد عظم اور سپہ سالار نبوی حیثیت میں وقتاً فوقتاً احکام نافذ کیا کرتے تھے جو مصلح وقت کے لحاظ سے مسلمانوں کے اجتماعی فعل کے لیے ضروری تھے، عرب کے جس جس گوشے میں ابن خربزہ کی صدائیں پہنچتی تھیں لوگ بلیک بلیک کرتے حاضر ہو جاتے، اور اپنا تین من دھن اس نیک سیرت سردار کی خاطر قربان کر دیتے! یہ اطاعت رسول کا صحیح مفہوم تھا۔ رہا یہ امر کہ آج جب کہ رسول خدا بذات خود مصلحت وقت کے مطابق حکم دینے کے لیے موجود نہیں تو اطاعت رسول کا بدل کیا ہو، اور کسے حکم کی تعمیل فرض ہے، یہ ایک علمی سوال ہے جسکی تصریح اپنے موقع پر کر دی جائیگی مگر اس محبت میں آیت (۲۵:۸) کے مطالب خاص طور پر قابل التفات ہیں جس میں عصیان خدا اور رسول کا نتیجہ وہ فتنہ عظیم قرار دیا گیا ہے جسکی لپیٹ میں بلا امتیاز اصرے ساری کی ساری جہاں آ رہی ہے۔ یہ فتنہ لا محالہ سیاسی شکست و ریخت اور اجتماعی بد نظمی ہی جو امیر جماعت کی نافرمانی اور تشکیست آراء سے ہر جا پیدا ہوتی ہے اور جو نظام کائنات کا اصل اصول ہے۔ اس نقطہ نظر سے اطاعت رسول اور استیجاب اللہ رسول کے معانی اور بھی صاف ہو جاتے ہیں اور اسلامی جماعت کی رہنمائی کے لیے ہر وقت کسی ایسے امیر کا موجود ہونا لازم و ملزوم ہو جاتا ہے جو خدا و رسول کے احکام کی ناجائز ہٹائی نہ کرے اور جب موقع شکست و ریخت سے بچانے کے لیے ایسی تدابیر اور نظریہ گرہ پی رہا ہو کہ جو کچھ کلام الہی کے اندر لکھا ہو انکی پیروی کرنی اطاعت خدا ہو، مگر عملی مقام نظر سے یہ بات ناممکن العمل ایسی ہے جو کہ قرآن حکیم ایسے احکام و قوانین کا مجموعہ ہے جنہیں اکثر کی سبک دقت پیری کرنی محال ہو جاتی ہے، انہیں بعض (مثلاً ہمارا سیف اور ہجرت وغیرہ) ایسے اور ہیں جن کا نفاذ وقتی اور مقامی حال احوال کو دیکھ کر ہوتا ہے اور جو لامحالہ کسی امیر کے ماتحت رکھ کر ہو سکتے ہیں۔ اس بنا پر بھی مسلمانوں کی بہت کا کسی ایک دلو الامر کے اذن میں نہ ہونا اور اسے قرآن ضروری ہے، مگر رسول خدا کے عہد حیات میں اطاعت خدا سے مراد عملاً رسول خدا کے احکام کی تعمیل ہی تھی خواہ وہ احکام بالمشافہ اور صلیقی تھے یا بذریعہ وحی خدا کے ماں سے پہنچتے تھے، حتیٰ کہ سورۃ میں مِنْ تَحْتِ يَدَيْهِ السُّورُ فَقَدْ أَطَاعَ اللَّهَ (۸۰:۲۴) کہہ کر اطاعت خدا کو فی الحقیقت اطاعت رسول میں مدغم کر دیا ہے۔ گویا فرقہ اولی کے عربک بارگاہ خداوندی سے حکم ہوتا ہے کہ جس شخص نے رسول خدا کے کہے کو بلا جہل و علم مانا اسنے فی الحقیقت خدا کے کہے کو مانا۔ پس أَطِيعُوا اللَّهَ، کا منہ پر صدر اسلام میں اطاعت رسول ہی تھا اس نکتے کی تائید وَلَا تَوَلَّوْا عَنَّهُ (۸:۲۴) اور إِذَا دَعَاكَ فَاكْرَهُ (۲۳:۸) کی واحد غائب ضمیر میں سے بھی ہوتی ہے

سمجھ لو کہ اللہ آدمی اور اس کے دل کے درمیان حامل ہے، اور جو کچھ اُن کے درمیان بخت و پزیر ہوتی ہو اُنکو خوب جانتا ہے یہ بھی جانے رہو کہ تم ایک نہ ایک ان اُنکی حضور میں حاضر کیے جاؤ گے۔ اور اُس اجتماعی موت سے ڈرتے رہا کرو جو ایسے جماعت کی حکم عدولیوں اور داخلی فتنہ و فساد سے بالآخر پیدا ہوتی ہے اور جو خاص کر انہی لوگوں پر نازل نہیں ہوگی جنہوں نے تم میں سے سربا بی کی ہے بلکہ تم سب اُنکی زوئیں آ جاؤ گے، اور جانے رہو کہ اللہ کی مار بڑی سخت ہو۔

هَٰلَٰكَ بَيْنَ اٰمَنُوْا بِهٖ وَعَنْدَرُوْهُ وَلَنْصُرُوْهُ وَاتَّبِعُوْا التَّوَكُّلَ الَّذِیْ اَنْزَلَ مَعَنَا وَوَلَّیْنَاکُمْ  
هُمْ الْمَقْلُوْبُوْنَ ﴿۱۵۷﴾

تو جو لوگ اس رسول کی صداقت اور منجانب اللہ ہونے پر ایمان لائے، اور اُنکی حمایت کی، اور ان کو مدد دی، اور عیسےٰ جو راہ ہدایت انہوں نے اس نور عظیم (قرآن) کے ذریعے سے دکھائی جو اُن کے ساتھ آئے، یا جو اُن کے قلب میں تھا، اُنکی متابعت کرتے رہے تو یہی وہ لوگ ہیں جو اس دنیا میں کامیاب ہوں گے۔

آہ! یہ وہ صادق النسیۃ متابعت، اور وہ محیۃ لاجل اطاعت ایسے تھی جو مومنوں کے ہمیشہ ال اختلاف و تلوپ و طہارت نفس کا نتیجہ تھی، یہ وہ کرشمہ اتحاد و عمل تھا جس کا قطعی اور حسی باعث ہوتا نفس اور اتقائے خدا تھا، یہ وہ محتبانہ اتقا، اور مقام خدا کا ہول تھا جس کا محسوس صلی وجود خدا کا یقین اور اُنکی خالص عبادت تھی، فاعْبُدِ اللّٰهَ مُخْلِصًا لَهُ الدِّیْنَ ۚ اَلَا لِلّٰهِ الدِّیْنُ الْخَالِصُ (۳۹: ۲-۳)۔ یہ وہ غیر

سلہ تو خاص خدا ہی کی فرمانبرداری مد نظر رکھ کر اُنکی خدمت کیا کرو۔ ویکو سچی خدمت گذاری خدا ہی کے شایان ہے۔

(تمہ تحت لہتن صفحہ ۱۷۱) جن کا مرجع رسول ہی ہے، تشبیہ کی ضمیروں کی ضرورت نہیں سمجھی۔ لیکن ابن باتوں سے قطع نظر آیت (۲۵: ۸) میں ظَلَمُوْا کا لفظ سے زیادہ قابل غور ہے۔ مقدمہ کتاب میں کئی جگہ (مثلاً صفحہ ۹۶، ۸۱) پر اس قرآنی اصطلاح کی جامعیت کی طرف اشارہ کیا گیا تھا۔ ان آیات (یعنی ۲۵-۲۴) سے صاف ظاہر ہو کہ شایع کائنات کی نگاہوں میں ایسے جماعت کی نافرمانی کرنا ظلم ہے اور اس کا نتیجہ عذاب خدا اور عذاب شکست ہو۔ ظلم کے معانی کی یہ دوسری قسط ہے جو ضمتا یہاں پر یاد کر دی گئی ہے۔ پہلی قسط صفحہ ۱۲۰ کی آیت کریمہ (۱۳۹: ۳) کے تحت لہتن میں ادا کی تھی جہاں بتلایا گیا کہ جو قوم بڑبڑل ہو کر میدان جنگ میں لڑتی ہے وہ رب زمین و آسمان کی نظروں میں ظالم ہے۔

۱۷۱۔ ان آیات کے مطالب پر غور کر کے بعد لفظ دین کے معانی اور بھی صاف ہو جاتے ہیں جو صفحہ ۱۶۱ کے تحت لہتن میں بیان ہوئے۔ واللّٰہ الدّیْنُ الْخَالِصُ کا مقصود یہی ہے کہ انسان کا سب سچی عمل (الدّیْنُ) خالصۃ (الخالص) خدا ہی کی رضائیں و تقف (اللّٰہ) ہو، سب خالص فرمانبرداری (الدّیْنُ الْخَالِصُ) خدا کی ہو، ماسوائے اس کے جو سچے دل سے اطاعت (الدّیْنُ الْخَالِصُ) اُنکی حکم کما مین کی ہو، خالص راہ عمل (الدّیْنُ الْخَالِصُ) خدا کے لیے مخصوص کر دیا جائے گویا دین کے معنی راہ عمل کے ہیں اور یہ طرز عمل ہی خدا کی نظروں میں کسی شخص کا پھلن یا مذہب یا دین ہو سکتا ہے۔ اعتقاد ہی یا نظری دین کے معنی خدا کی نگاہوں میں کچھ نہیں، جیسا کہ آج کل بعض خوش اعتقادوں نے دین اسلام کو سمجھ لیا ہے۔ نیز تشریح کیلئے او دو دیباچے کے پہلے صفحوں پر غور کرنا چاہیئے۔

محل اور مسکرا سوا تو حید تھی جس نے دل کی تسلیم پر خدائے بزرگی کا مل حکومت قائم کر کے انسان کو تسلیم کا غور اور قانون الہی کا پابند کر دیا تھا: **قَالَ لَهُمُ اللَّهُ وَاحِدٌ فَلَا أُشْرِكُ بِهِ ۚ أَتَقُولُونَ الْمَلٰٓئِكَةُ مُرْسَلَةٌ ۚ ذٰلِكُمْ فَتٰوٰنٌ مِّنْ عِندِ رَبِّكَ يُخَفِّفُونَ ۚ** (۳۵-۳۴-۳۳) اور یہ وہ ادب آموز باطن، ماحی نفس مبطل کذب، اور محرک اعتصاب اسلام تھا جس کا واحد منتہا ہے تقویت قوم اور استحکام جماعت تھا۔ خدائے جل وعز کے اس کے اپنے ہاتھ سے بنائے ہوئے بندوں اور نطفہ منی سے پیدا کیے ہوئے انسان کے رسمی سجدوں، ظاہری عبادتوں، قربانیوں اور بیسوں کی مطابق حاجت نہ تھی: **وَمَنْ كَفَرَ فَاِنَّ اللَّهَ غَفِيْرٌ عَنِ الْعٰلَمِيْنَ** (۹۶:۱۳)۔ وہ اس پیچیز بشر کے ترک اولاد اور ترک وطن، ایثار مال، ایثار جان سے قطعی بے نیاز تھا۔ اس کو اس نرہ مقدار اور بے حقیقت انسان کی نصرت کی کچھ خواہش نہ تھی: **وَمَنْ جَاهَدْ فَاِنَّمَا يَجْحَدُ لِنَفْسِهٖ ۚ اِنَّ اللَّهَ لَغَفِيْرٌ عَنِ الْعٰلَمِيْنَ** (۶:۲۹)۔ وہ اگر چاہتا تو ایک لمحہ کی جھپک میں سرکش اور متمرّد انسان کو فطرت کی زریں پاش طاقتوں کے قابض ارواح ملائک، اور طبیعت کے عالم آشوب حوادث کے علمبرار مصیطروں کو ایک اشارہ کر کے کھٹی یا بچھری کی طرح نسل ڈالتا:

**وَاَوْفَاٰنَا لِمَسْنَا عَلٰٓی اَعْمٰیہُمْ فَاَسْتَبَقُوْا الضَّرَاطَ فَاَنۢیٰ یُضِرُّوْنَ ۚ وَكَوْنَا لَآلِسَآئِهِمْ عَلٰی مَکَّۃَ لَنَبۡیِہِمْ فَمَا اسْتَطَاعُوْا مُضِيۡۤا وَلَا یَرۡجِعُوْنَ ۚ** (۳۶:۶۶-۶۷)

اور اگر ہم چاہیں تو فوراً ان سب کی آنکھوں سے بینائی اچکالیں اور پھر یہ رستے کی طرف ڈریں تو کہاں سے دیکھ پائیں، اور اگر ہم چاہیں تو یہ جہاں ہیں ہمیں انکی صوتیں اور طاقتیں مسخ کر دیں پھر نہ تو ان سے آگے جاتے ہی بن پڑے اور نہ لوٹتے ہی بن پڑے۔

۱۔ تم سب خدا ہی خدائے واحد ہے پس اسی کے حکام کی تعمیل کیا کرو اور اسی کے آگے سر تسلیم خم کرو۔ اور بے پیہر، ہماری طرف سے ہمارے حضور میں عاجز بن کر رہنے والے بندوں کو بشارت دو کہ ہم انکی خدمت خوش ہیں۔ یہ وہ لوگ ہیں جو تعمیل حکام تو نہ کیا جب اللہ کا نام لے آگے ذکر کیا جاتا تو انکے دل لرزٹھٹھ ہیں اور انکی حمایت میں جو جو مصیبتیں بھی آپڑیں پڑتی ہیں بلیب خاطر وہ شست کرتے ہیں اور بدن میں پانچوقت ہمارے سامنے مانتا گرستے ہیں جس کو ہم نے انکو دیا اس میں سے خرچ کرتے ہیں۔ ۲۔ اور جو کوئی خدائے معز سے محروم ہو تو اللہ وہ غنی ذات ہے کہ تمام جہاں سے بے نیاز ہے۔ ۳۔ اور جس نے تکلیفیں سہیں اور جہاد کیے، سعی و عمل کیا اور مصائب کا مقابلہ کیا سو وہ کچھ اپنے ہی پہلے کے لئے کر رہا ہے ورنہ خدا تو تمام عالم سے نطفہ بے نیاز ہے، اُسکے واسطے کسی کو کچھ کرنے کی ضرورت نہیں۔

۴۔ اس ذاتی مفاد اور لذت نفسیہ کی تشبیح عقرب آئندہ صفحوں میں آئے گی۔ (دیکھو صفحہ ۱۸۰-۱۸۱)

مگر اسکی شان عافیت اور کبریا ئی اس بات کی مقتضی تھی کہ وہ ہمیشہ کرام اور کتابہ **حی** کے ذریعے سے اس ظلم و جہول انسان کو جسے فہم و ادراک کی امانت اپنے ذمے لیکر (۳۲: ۴۲) اور حیوانوں کی غیرتاً اپنے آپ کو قانونِ فطرت سے قطعاً بے خبر کر رکھا ہے، جسکے ایک حد تک صاحب اختیار ہونے کی وجہ سے اسکو اپنی راہِ عمل میں ہر قسم پر لغزش کا سامنا ہے، جو آپ صاحب ارادہ ہونیکے باعث اپنے مالکِ حقیقی کے ارادے سے طبعاً نا آشنا ہے، جسکے صاحب تدبیر ہونیکے جرم میں فطرت نے اسکو اپنے پاس کوئی ہدایت نامہ یا طرزِ عمل مہیا نہیں کیا، جسکے فساد فی الارض کی اور خونریزی کی دوستانیں جسکے ظلم و ستم اور تمرد، نفس پرستی اور خود پسندی کی حکایتیں، اسکی نشاۃِ اول سے پہلے ہی، زمین و آسمان کی حکمران قوتوں، اور مقدس فرشتوں کے بزبانِ چوہکی تھیں، جو آج اپنے علم و عقل کے غرور اور ہوشِ تیز کے گھمنڈ میں کتابِ خدا حتیٰ کہ وجودِ خدا کا بھی مست کبرانہ انکار کر رہا ہے: **أَوَلَمْ يَرَوْا أَنَّا خَلَقْنَاهُمْ مِنْ نَظْفَةٍ فَاذَاهُمْ خِصْمٌ مُّبِينٌ ۚ وَكَرَبَ لِنَاثِلًا وَنَسِيَ خَلْقَهُ قَالَ مَنْ يُغْنِي الْعِظَامَ وَهِيَ رَمِيمٌ ۚ** (۳۶: ۷۷)، جو اپنی تجویز پر نازاں، اور اپنی سعی و عمل پر مستون ہو کر قدرت کی قاہر اور جابر روحانی قوتوں، اور کارخانہ جہان کے اہل اور عظیم المثل اسلاقی اصولوں کی معاندانہ روک اور تمسخر کے درپے ہے: **فَاذَاهُمْ أَتَى النَّاسَ الْغُرُورًا ۚ وَأَنزَلْنَاهُمْ فِي غَمَرَةٍ مِّنْهُمَا فَسَاوَا قُلُوبَهُمْ غَمَرًا ۚ وَلَئِنْ أَكْثَرْتُم مِّنْهُمْ لَا يَعْلَمُونَ ۚ** (۳۹: ۷۹)، مانہ

کتاب **حی** کے ذریعے سے اس ظلم و جہول انسان کو فطرت کے عالم آرا اسلاقی اور احسانی، مادی اور روحانی قانون سے باخبر کر کے، ابدال آباد تک بخوف و خطر، اور قوت و استقامت سے رہنے کے قابل بنادے، وہ اسکی قوائےِ مدرکہ کے سامنے **فطرت** کی کتابِ مبین کا فوری اور تیارِ مختص پیش کر کے کارگاہ

ملہ کیا انسان کو معلوم نہیں کہ ہم نے اسکو گندے پانی سے پیدا کیا پہنچو کہ تم کھلا ہمارا مخالف بنا رہتا ہے اور ہماری نسبت باتیں بناتے لگاتے، اپنی اہل کو بہول گیا اور کتاب ہے کہ ہمارا گلی سٹری ہڈیوں کو کون از سر نو زندہ کرے گا۔

۱۵ انسان کی عادت ہے کہ جب اسے کوئی تکلیف پہنچتی ہے تو ہمیں پکارنے لگتا ہے۔ پر جب اسکو کوئی نعمت ہم بطور احسان عطا فرماتے ہیں تو کہنے لگتا ہے کہ یہ تو مجھے میری ذاتی یاقوت کی وجہ سے (یعنی سمیع و بصیر اور ذہن سلیم کے صحیح استعمال کے باعث) (علی علیہ السلام کا ترجمہ دیکھو صفحہ ۸۳) ملی ہے۔ اسے نا سمجھ انسان! یہ نیت تو آدائش کے طور پر ہی ہو کہ ہم دیکھ لیں تو اسکا جائز استعمال کہاں تک کرتا ہے لیکن افسوس کہ انہیں سے اکثر لوگ ہماری اودست کے قانون کا ظلم نہیں رکھتے۔

قدرت کے عظیم الشان اور متنوع الحصول اسرار سے آگاہ کر دے، اِنَّكَ اَيْتُ الْقُرْآنِ وَكِتَابٍ مُّبِينٌ هُوَ الَّذِي  
وَلْيُبْرَأِ لَوْنُ مَنِينٌ ﴿١٠٢﴾ (۱۰۲-۲) ، الَّذِي عَلَّمَ بِالْقَلَمِ عَلَّمَ الْإِنْسَانَ مَا لَمْ يَعْلَمْ كَلَّا إِنَّ الْإِنْسَانَ لِكَبِيرٌ سَفِيٍّ هُوَ الَّذِي  
اَسْتَكْبَرُوا عَنْ رَّبِّهِمْ اِنَّ إِلَىٰ رَبِّكَ الْاُنْحَادُ ﴿١٠٣﴾ (۱۰۳-۲) وہ اسکے محدود اور ناقص علم پر کچھ حقیقی کی لامتناہی حکمت کے  
مہتمم بالشان سرار و خفایا کا اضافہ کر کے اُسکو حفظ نفس اور اجتماعی استحکام کے اہل اصول سکھلا دے، و  
اسکے مجزوی اختیار کے بالمقابل قادر مطلق کی ناپید کنار قدرت اور استطاعت کی علمی سرحد مقرر کر کے،  
بنی نوع انسان کو تجاوز کے نفس کش عمل، اور عدوان کے ضبط شکن فعل سے روک دے: يٰۤاَيُّهَا النَّاسُ اتَّقُوا اللَّهَ فَمَا كَانَ لَهُ  
اللَّهُ فَلَا تَعْتَدُوا هَٰذَا وَمَنْ يَتَعَدَّ حُدُودَ اللَّهِ فَأُولَٰئِكَ هُمُ الظَّالِمُونَ ﴿١٠٤﴾ (۱۰۴-۲) وہ اُن کو نظم و نسق کا طبعی اور  
صحیح طریقہ سکھلا کر، ان کے اعمال میں فطری صلاحیت، اور عزائم میں لازوال استقامت بخش دے۔ وہ  
انسان کے تنگ افق نظر کو کتاب خدا کے اہل فیصلوں، اسکی غیبی امثال ہدایت اور بشارت، برکت اور  
رحمت، علم اور حکمت، نور اور شفا کی وساطت سے وسیع تر کر کے اقوام عالم کے متمکن بنیاد کا سلسلہ سہل تر  
کر دے: وَلَقَدْ جَعَلْنَاهُمْ رِبَكُنِب فَجَعَلْنَاهُمْ عَلَىٰ عُظْمٍ مِّنْ عِلْمِهِ هُدًى وَرَحْمَةً لِّقَوْمٍ يُؤْمِنُونَ ﴿١٠٥﴾ (۱۰۵-۲) وہ انضر انسان کی  
دینی اور دنیاوی نفس راہی اور اجتماعی دونوں زندگیوں کو اعتدال کے زریں اصول، صلاحیت کی محکم

۱۵۔ یہ قرآن کریم کی آیات ہیں اور اس کتاب میں بین کے احکام ہیں جو ہر شخص کے پیش نظر ہے۔ ایمان والوں کے لئے ان احکام میں ستر ستر ہدایت عمل اور بشارت ہو۔

سلسلہ ضلوعہ پاک داستانِ حیرتِ معلوم و معلول انسان کو کتابِ حسی کے ذریعے سے (بالذکر) وہ عظیم الشان جہانِ سکھلا دینے جو اس سے پہلے وہ ہرگز نہیں جانتا تھا۔ نہیں نہیں یہ حقیقت انسان کی کمال سرکشی ہے کہ وہ اپنے آپ کو ہدایت سے بے نیاز سمجھتا ہے اور اگر یہ غلط عقیدہ رکھے تو وہ اس قدر غماز جو کہ ہر بات میں اس کو اپنے پروردگار کی طرف رجوع کرنے کی حاجت ہے۔

۱۰۔ یہ قانون فطرت ہے، اور یہی اللہ کی مقرر کردہ ہوتی حدود ہیں۔ پس اس سے تجاوز نہ کرو۔ حدود سے آگے نہ بڑھو۔ اور جس قوم نے خدا کی حدود کو مجاوزہ کیا، وہی ظالم ہے۔

۱۱۔ اگر ہم تو ان لوگوں کے پاس ایک ایسی کتاب لاتے ہیں جنہیں ہم نے ہر اہم امر کی تفصیل اپنے علم کے ذریعے سے کھڑی کر دی۔ ایمان والی قوم کے قریب اس کے احکام سے مزاسر ہدایت اور رحمت ہے۔ (یہ آیت شریفہ صفحہ ۵۸ کے متن اور صفحہ ۹۶ کے تحت اہتمام میں چھپائی ہے)

۹۰ کتاب نمبر ۱ کی ضمنی تشریح مقدمہ کتاب میں صفحہ ۶۱، ۶۲ پر گزرتی ہے جہاں اس آیت کا ذکر بھی کیا گیا ہے۔

۸۱۔ محاکمہ کے مطابق ہلاکت کی اہل - ظالمہ کے معانی کے متعلق یہ تیسری قسطی جو ہم نے ادا کر دی ہے پہلی دو قسطیں یعنی عُثْمَانُ فِي الْقَتَالِ اَوْ عُثْمَانُ فِي الْمُنْفَرَةِ ۱۷۰ اور آیت ۱۷۱: ۱۷۲ کے محاکمہ ۱۷۲ کے تحت الدن میں لپکی ہیں۔ ﴿قرآن حکیم کے متعلق صفحہ ۸۹-۹۰ کے تحت بہن کی آیات کی طرف اشارہ ہے۔



سطح، اور اتفاقاً اتحاد کی استوار زمین پر لاکر انکی جماعت کو پیش از وقت شکست کے خوف سے طعی بجا اور بیوقت فنا سے عملاً مامون و مصنون کرنے!

قَدْ جَاءَكُمْ مِنَ اللَّهِ نُورٌ وَكِتَابٌ مُبِينٌ ۝ يَهْدِي اللَّهُ لِنُورِهِ مَن يَشَاءُ وَاللَّهُ وَاسِعٌ عَلِيمٌ ۝ (۱۵: ۱۶)  
 اے باشندگان زمین! پروردگار عالم کی طرف سے ہمیں وہ نور اور واضح کتاب آچکی ہے جسے دیکھنے سے خدائے تم کو جو نشانے ایزدی کی متابعت کرتی ہے، قیام فی الارض اور سلامتی کے رستوں پر لے جائیگا، انہیں اپنے فضل و کرم سے جہالت اور نا عاقبت اندیشی کی ظلمتوں سے نکال کر علم اور حفظ نفس کے نور کی طرف لائیگا، اور انہیں اس نعمت عظمیٰ کے سیدھے رستے پر ڈال دیگا!  
 وَزَلَّلْنَا عَلَيْكَ الْكَتَابَ تِبْيَانًا لِّكُلِّ شَيْءٍ وَهُدًى وَرَحْمَةً وَبُشْرَىٰ لِلْمُسْلِمِينَ ۝ (۱۶: ۱۷)  
 اور اے محمد! ہم نے تم پر یہ کتاب اس پائے کی نازل کی ہے کہ ہمیں انسان کے متعلق تمام صوبی قواعد کا مفصل بیان موجود ہے۔ اور تسلیم عمل کرنے والی قوم کے لیے تو یہ سراسر ہدایت ہے، رحمت ہے اور سلامتی اُمم کی بشارت ہے!

وَلَقَدْ ضَرَبْنَا لِلنَّاسِ فِي هَٰذَا الْقُرْآنِ مِن كُلِّ مَثَلٍ لَّعَلَّهُمْ يَتَذَكَّرُونَ ۝ (۳۹: ۲۷-۲۸)  
 اور ہم نے تو کافرانہ انسان کو راہ ہدایت اور طریق عمل بتلانیکے لیے اس قرآن میں ہر ممکن حالت کو پیش نظر رکھ کر مثالیں بیان کر دی ہیں تاکہ لوگ اُن سے نتائج اخذ کر سکیں۔ اسی وضاحت کے لحاظ سے ہم نے اسکو عربی زبان میں کو بیاباں سہیں کس طرح کی پیچیدگی یا منطق کی گجی نہیں رکھی۔ اور یہ سب اس لیے

۱۵: ۱۶ کے متعلق بحث صفحہ ۶۲ کے تحت اہتم میں گذر چکی ہے: سُبُّلُ الشُّكْرِ کے الفاظ سے ظاہر ہے کہ قرآن حکیم کا منتہا اقوام عالم کو ممکن فی الارض لفظ نفس کے اصول سکھانا ہے۔ بظاہر، کا صحیح مفہوم بھی جہالت اور عدم تعقل قلوب خدا کی تاریکیوں کے سوا کچھ نہیں ہو سکتا۔ کیونکہ مقدمہ کتاب میں ثابت کر دیا گیا ہے کہ قرآن کا طغرائے تہیاباؤ کا علم ہی ہے اور یہی بات آیہ (۵۱: ۱۶) سے ظاہر ہے جو صفحہ ۱۷ کے متن میں آچکی ہے۔ روحانی ظلمتوں اور روحانی نور کا ذکر بعض ناقرآن شناس مسلمان کرتے ہیں ایک بے معنی سی ادب سے نتیجہ بات ہو صفحہ ۵۵ کی آیت (۱۱: ۱۲) بھی نئی معانی کی تفسیر کو ان الفاظ اور الفاظ پر کل بحث جہیز کی۔ ضیاء الان آیات کبر سے یہی منبسط ہوتا ہے کہ سُبُّلُ الشُّكْرِ یعنی حفظ نفس کی راہوں پر چلنا اور جہالت کی ظلمتوں سے نکل کر علم کی منور راہوں پر گامزن ہونا ہی صراط مستقیم ہے۔ صفحہ ۱۷، ۱۸ اور ۱۹ کے حواشی میں کسی قوم کا علم کی حقیقت نامعلوم نہ ہو سکتا، خدایا پر چلنے کے مترادف قرار دیا گیا تھا، اور قریب قریب یہی معنی ان آیات میں جو تحوُّلِ مَسْتَقِيم کے مکمل مفہوم بیان کرتی ہیں ابھی کچھ دیر ہو کر کسی سبلی قسطی ہے کہ اُس اجتماعِ خوف (دیکھو سلسلہ تفاسیر تحت اہتم صفحہ ۱۷) کے ماحول سے نکل کر سلامتی اور اُن کی راہ پر قدم بڑھائے، اور جہالت کی فیوض سے آزاد ہو کر علم کے جہاں کش نور سے مزین ہو۔ یہی صراط مستقیم ہے جس کی درخشاں راہیں پانچوں فرقہ کے حضروں میں جھلکی ہے: (هُدًى صِرَاطَ الْمُسْتَقِيمِ ۱۷: ۱) اُسے خدا کو صراط مستقیم یعنی سیدھی راہ پر چلا۔

کہ لوگ ان مشرَح احکام کو سنکر اتقا پید کریں، ہر بادی سے بچیں۔ اور غفلت نفس اختیار کریں (یَعْنُوْنَ)  
وَلِكُلِّ اُمَّةٍ اَجَلٌ ۚ فَاِذَا جَاءَ اَجَلُهُمْ لَا يَسْتَاخِرُوْنَ سَاعَةً وَلَا يَسْتَقْدِرُوْنَ ۚ يَبَيِّنُ  
اَدَمَ اِمَّا يَا اَيُّهَا النَّاسُ رُسُلُكُمْ يَعْظُمُوْنَ عَلَيْكُمْ اِيْتِي ۚ فَمِنْ اَتَقٰى وَاصَلٰ فَلَا  
خَوْفٌ عَلَيْهِمْ وَلَا هُمْ يَحْزَنُوْنَ ۝ (۳۵-۳۴)

اور ہر ایک قوم کے صفحہ ہستی سے مٹنے کی ایک میعاد مقرر ہے۔ پہر جب انکی تباہی کے اسباب  
مکمل ہو چکے ہیں تو اس سے ایک گھڑی نہ پیچھے رہ سکتے ہیں، نہ ایک گھڑی آگے بڑھ سکتے ہیں۔  
پھر اگر اس وقت کوئی عذر پیش کرے گا تو ہم کہیں گے کہ اے بنی آدم! اپنے تمہیں پہلے ہی کہہ دیا تھا  
کہ جب کبھی ہماری طرف سے تم ہی میں سے ہمارے قاصد تمہارے پاس پہنچیں اور ہمارے حکام تم پر  
واضح کر دیں۔ توجو قوم ہلاکت سے دامن بچا کر چلی اور جسے اپنی حالت کی صلاح کر لی، انکو اس دنیا  
میں کسی قسم کا خوف و خطر لاحق نہیں ہوگا۔

بَلٰی قٰمَنَ اَسْمٰہُ وَجْہَہُ لِلّٰہِ وَہُوَ خَشِيْعٌ ۚ فَلَاۤ اٰخِرَۃَ عِنْدَ رَبِّہٖہٗ ۚ وَلَا خَوْفٌ عَلَیْہُمْ  
وَلَا ہُمْ یَحْزَنُوْنَ ۝ (۱۱۳:۲)

اصل تو یہ ہے کہ جسے اپنے آپ کو ہمہ تن قانون خدا کے سپرد کر دیا، اور اس کے بتائے ہوئے پسندیدہ عمل کیے  
تو اسکا اجر تو اس شخص کے پُروردگار کے ہاں سے ملے گا۔ لیکن وہ قوم دنیا میں بے خوف و خطر ہے!  
يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا اذْكُرُوا نِعْمَتَ اللّٰہِ عَلَیْكُمْ اِذْ هَمُّوْا اَنْ يَّبْسُطَ اِلَیْكُمْ اَیْدِیْہُمْ

۱۔ یہ آیت مسئلہ ارتقا کے تحت امتن صفحہ ۳۷ میں آچکی ہے مگر وہاں پر اِنْفِیٰ اور اَصْلَحْ کے صحیح مفہوم کو ملتوی کر دیا گیا تھا۔ اس وقت تک  
اِنْفِیٰ کے الٰہی مفہوم کی کئی شقیں ظاہر ہو چکی ہیں، مثلاً اَمْت و جسدہ بنا (آیہ ۲۳: ۵۲) صفحہ ۴۹، باہمی اتفاق قائم رکھنا (آیہ ۳: ۱۹۹)  
صفحہ ۱۵۰، ایک دوسرے کو استقلال کی تلقین کرنا (آیہ ۳: ۱۹۹) صفحہ ۱۵۰، تفرستہ نہ پیا کرنا (آیات ۱۳-۱۰۱-۱۰۲) صفحہ ۱۳۲، محنت  
میں افسر یقین کرنا (آیہ ۱۰: ۱۳۹) صفحہ ۱۶۰، آئندہ مصائب کے لیے پیش از وقت تیاری کرنا اور غفلت نفس کے لیے مستعد رہنا (آیہ ۱۸: ۵۹)  
صفحہ ۱۶۲ وغیرہ وغیرہ سب اعمال اِنْفِیٰ میں داخل ہیں۔ جس قوم میں یہ فاضلتیں بدرجہ اتم موجود ہوں گی وہ از روئے تشران  
فَمِنْ اَتَقٰى، کہ مصداق ہے۔ اور اس دنیا کے اندر وَلَا خَوْفٌ عَلَیْہُمْ وَلَا ہُمْ یَحْزَنُوْنَ کا مصداق بننا بھی سیکھا حصہ سہا  
اَصْلَحْ کی تشریح ہی کچھ کچھ ہو چکی ہے۔ مثلاً مَرْحَمًا بَيْنَہُمْ وَالِیٰ آیت (۳۸: ۲۹) صفحہ ۱۶۸ کے متن میں، اور اَن اَیْتُوْا میں جو  
مقدمہ کتاب میں صفحہ ۸۷، ۸۸ اور ۱۵۹ پر جو چکی ہیں۔

۲۔ اسلام اور اخسان کا ذکر جو اس آیت میں آیا ہے وہ دراصل اِنْفِیٰ اور اصلاح ہی کے دوسرے نام ہیں جیسا کہ کچھ دیر  
بعد عیاں کر دیا جائے گا۔ اسی لیے مُسْلِم اور مُخْشِن، قوم بھی دنیا میں بے خوف و خطر ہے۔ بلکہ اس سے ذیہ کثرت اھد کی ضمیر تعال کرنا  
اور بعد ازاں عَلَیْہُمْ اور یَحْزَنُوْنَ میں جمع کی ضمیر لانے کا مقصود یہ ہے کہ ہر نفس کو اس کے ذاتی عمل کا اجر آخرت کی صورت میں واضح ہو جائے، فَلَاۤ اٰخِرَۃَ  
عِنْدَ رَبِّہٖ اور جس قوم کا وہ رکن ہو اسکا دنیاوی اجر کا خوف عَلَیْہُمْ وَلَا ہُمْ یَحْزَنُوْنَ کی صورت میں ہویدا ہو جن یہاں بھی اجتماعی موصول ہو سکا ایک مثال  
صفحہ ۳۳ پر گزر چکی ہے۔

كَانَتْ اِيْدِيَهُمْ عَنْكُمْ ذَاتَقُوَّةٍ وَاللّٰهُ عَلٰى الْمُؤْمِنِيْنَ كَرِيْمٌ (۵: ۱۱)

اے ایمان والو! اللہ کے اس احسان کو یاد کرو جب ایک دشمن قوم نے تم پر پناہ دست تعدی دراز کرنے کا تہیہ کر لیا تھا اور اللہ نے تمہیں صبر اور استقلال، تہور اور اتحاد کا سبق دیکر تم کو ان کے ہاتھوں کو روک دیا۔ اور اے مسلمانو! مقام خدا کا خوف دلیں ہر آن رکھو اس کے احکام کی متابعت کرتے رہو کیونکہ دشمن پر غالب آنے کا راز اسی تقویٰ میں ہے اور ایمان والوں کو چاہیے کہ اپنی حتی الامکان سعی کے بعد تنہا کے بارے میں خدا ہی پر توکل کیا کریں۔

آہ! اُس مالک الملک، اُس رب العالمین خدا کی عالم آرا رواداری امت رسول کے ہی خوفِ حزن کو امن و امان میں بدل دینے کے ہستام میں تھی۔ قرآن حکیم کے اوامر و نواہی، آجکل کے عام اور پست کن تخیل کے مطابق، دنیاوی نقطہ نظر سے محض بے وجہ اور بے نتیجہ نظریے نہ تھے، وہ کسی شہِ آخرت اور زادِ سعادت کے بے سبب اور بے دلیل، انفرادی اور شخصی سامان نہ تھے جن کا تیار کرنا خوشنودی خدا کے لیے "لَمَنِ الْقِيَمُ رِضْوَانُهُ" (۱۶: ۵) رہا اور فردا ضروری تھا، بلکہ وہ مستقل اور نتیجہ خیز اجتماعی اعمال تھے جن کا اولین پیشینہ اس دنیا کو خوش اسلوبی سے نبا ہنایا تھا۔ خدائے وحد پر ایمان، اسکی عبادت اور طاعت، اس کے تقویٰ اور اتحاد، اس کے جہاد اور ہجرت، صبر اور توکل، بلکہ صدقات اور زکوٰۃ کا صحیح مال یہی تھا کہ دین اسلام مسلمانوں کے متفقہ کسبِ عمل سے دنیا کی تمام مجتہعات پر سیاسی اور اجتماعی معنوں میں غالب آجائے۔ وحدتِ جماعت، مصالحتِ افراد، استلافِ قلوب، اطاعتِ خدا، اطاعتِ رسول، متابعتِ اولوالامر، ایمان کے وہ لاینفک اجزا، اور اتقائے خدا کے وہ ناقابلِ انفصال

۴۴ اس آیت شریفہ کے مطالب کی مسئلہ ارتقا کی شق ۳ و ۴ ص ۱۱۱ سے مائلت عیاں ہے۔ قابلِ لحاظ بات یہ کہ اس میں دشمن سنی کے نیکلے کو نعمتِ خدا سے تعمیر کیا گیا ہے اور ظاہر کر دیا ہے کہ قانونِ خدا پر چلنا ہی دشمن کے دستِ تشدد سے بچنے کا بہترین ذریعہ ہے۔ نہیں بلکہ قرآن حکیم کی حکمتِ جامعہ نے حفظِ نفس کا تیرہ ہدف نسخہ "ذَاتَقُوَّةٍ" کے جامع اور ملغ الفانط کے اندر بند کر دیا ہے۔ گویا جس قوم کے افراد میں اتقا کی صلاحیتیں موجود رہیں، جو قوم متحد اور متفق ہو کر رہی، جس نے تفرق سے اپنے آپ کو بچائے رکھا اور خطہ تقدیم کے طور پر اپنے آپ کو بہ وجہ مبارک کیا وغیرہ (دیکھو ص ۱۷۷، ۱۷۸) اس پر کسی دشمن کی دست درازی عبث ہے۔ آیت کے آخری حصے سے توکل کے معانی کی ایک جملہک نظر آتی ہے۔ گویا توکل یہ ہے کہ انسان قانونِ خدا پر کھڑے ہو کر تنہا کا منتظر رہے، عافیت پسند مسلمانوں نے آج توکل کے معانی ہاتھ پر لٹھ دیکر پیشنا سمجھ لئے ہیں:

حصص تھے جبکہ مال کا رلا محالہ اس دنیا میں حصول عافیت اور غلبہ اسلام ہی تھا، فَاتَّقُوا اللَّهَ وَأَصْلِحْ  
ذَاتَ بَيْنِكُمْ وَأَطِيعُوا اللَّهَ وَرَسُولَهُ إِنْ كُنْتُمْ مُؤْمِنِينَ (۱: ۸)، يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا أَطِيعُوا اللَّهَ وَأَطِيعُوا

الرَّسُولَ وَأُولَى الْأَمْرِ مِنْكُمْ فَإِنْ تَنَازَعْتُمْ فِي شَيْءٍ فَرُدُّوهُ إِلَى اللَّهِ وَالرَّسُولِ إِنْ كُنْتُمْ تُؤْمِنُونَ بِاللَّهِ وَالْيَوْمِ  
الْآخِرِ ذَلِكَ خَيْرٌ وَأَحْسَنُ تَأْوِيلًا (۵۹: ۱۳)، قَالَ اتَّقُوا اللَّهَ إِنْ كُنْتُمْ مُؤْمِنِينَ (۱۱۳: ۵)۔ ہجرت اور جہاد کے

جارجانہ اور مدافعتانہ اور امر بھی حفظ نفس اور تقویت جماعت کے وہ عالم آرا، معرکہ الآرا اور حلیل القدر اصولی  
تھے جس نے ظہور آفرینش سے آج تک روئے زمین کی ہرزندہ قوم، عالم حیوانات کی ہر صلاح اور متعدد نوع

بلکہ کائنات فطرت کی ہر ذی حیات جنس طبعاً اور حقاً کا رہندہ ہے! شارع فطرت کے نزدیک اعلائے حق  
کی خاطر حرب خدا اور علمون بننا ہی وہ لازمہ ایمان، مستحق اجر، اور مستوجب رضا فعل تھا جس کا انجام

راحت دنیا اور صلاح عاقبت دونوں تھا، رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمْ وَرَضُوا عَنْهُ أُولَئِكَ حِزْبُ اللَّهِ أَلَا إِنَّ حِزْبَ اللَّهِ  
هُمُ الْمُطِيعُونَ (۲۲: ۵۸)، فَإِنْ حَرَّبَ اللَّهُ هُمْ الْغُلَبُونَ (۵۶: ۵)، وَأَنْتُمْ الْأَعْلَوْنَ إِنْ كُنْتُمْ مُؤْمِنِينَ (۱۱۳: ۱۳)

۱۔ یہی اس علم الحاکمین کے مقام منصب ہے جو اور اگر نہیں اس کے منصب کا صحیح احساس ہے تو آپس میں کامل طور پر متحد اور صاحت سے رہو۔  
اور اگر تم ایمان اور تقویٰ کے مدعی ہو تو خدا کے سب احکام کی کلی متابعت کرو اور اس کے علاوہ رسول (یعنی تمہارے امیر جماعت) ہی کو چھو نہیں کہیں مٹا  
تعمیل کیا کرو۔

۲۔ اے ایمان والو! اللہ کے احکام کی فوری اور کمالی متابعت کرو، رسول کا کہا بلا چون چسپا نا کرو، اور تم میں جو شخص تمہارے گروہ کا امیر مقرر کیا گیا ہو  
اس کے احکام کی بھی پوری متابعت کرو۔ پھر اگر خدا خواستہ تمہارے اور حاکم وقت کے درمیان کسی معاملے میں جھگڑا ہی ہو جائے تو امداد رسول پر  
چوڑو اور حاکم جماعت کی اطاعت میں کسر اٹھانا نہ رکھو اگر تم فی الحقیقت اللہ پر ایمان رکھتے ہو اور روز قیامت کا تمہیں پورا یقین ہے (رسول آپنی  
خدا اور رسول نبی کے کون غلطی پر تھا) یہی تمہارے لیے بہترین طریق عمل ہو اور تمہاری اطاعت گزاری کی بہترین تائید ہے۔

۳۔ تو اس سے یہاں کہ اگر تم میں فی الحقیقت ایمان موجود ہے تو خدا کو ہر دم محسوس کرتے رہو اور اس کا اتقا کرو (یعنی وہ اعمال پیدا کرو جو اتقا کے لیے ضروری ہیں)  
خدا اُن سے اُن کے اعمال کے باعث خوش ہو چکا ہے اور وہ خدا سے اپنے کیے کا اجر پا کر خوش ہو گئے ہیں۔ یہی وہ لوگ ہیں جو خدا کی فوج اور اللہ کے سپاہی  
ہیں۔ منکرو! بگوش ہوش شن رکھو اور یومنون مطمئن رہو کہ خدا کی فوج ہی اس دنیا میں غلبہ آئیگی اور آخرت میں فلاح پا کر رہے گی۔

۴۔ تو لا محالہ خدا کے سپاہی ہی اس دنیا کے اندر غالب اگر رہیں گے۔

۵۔ اور اگر تم فی الحقیقت ایمان والے ہو تو بلا غرہم ہی تم غالب اگر رہو گے۔

۶۔ اس وسیع التاویل ایچ پی دہ، لیکن اہم اور سبق آموز آیت کے صحیح مطالعہ کی تصریح دوسری جگہ میں پیش کر دی جائے گی۔ یہاں پر مطالبہ صرف  
اس فقہ بحث ہے کہ اطاعت خدا، اور اطاعت رسول، کو ایمان کی شرط لا ینفک قرار دیا گیا ہے۔ اطاعت اولوالامر کا سوال بعد میں اٹھایا جائیگا  
۷۔ اس آیت میں صریح طور پر اتقا کو شرط ایمان قرار دیا گیا ہے۔ اتقا کے اعمال کا موجود ہونا فی الحقیقت ایمان کے موجود ہونے کے مترادف ہے (دیکھو صفحہ ۱۷۶)

آخری سطر۔

خوشنودی خدا کی خاطر ایثار مال اور اتیانے زکوٰۃ بھی وہ مصدق ایمان، محرک عشق اور مطہر قلب اعمال تھے جن کی تہ میں اسلامی جماعت کی اقتصادی استواری اور مالی استحکام کا عظیم الشان راز مضمر تھا، انہی کے باقاعدہ اجرا و اتسار میں تائیس بیت المال کی وہ عظیم المنفعت اور کثیر النفع حکمت پنہاں تھی جو سب مہمات امور میں اور خوف و خطر کے موقع پر، اُمت کو مالی مشکلات سے قطعاً بے نیاز کر سکتی تھی بغیر اس چارہ فرمائے جہاں کو جس کی ذات تجميع الصفات عارضۃً تیلج سے قطعاً مستبعد ہے۔

اسلام کا فرمائی سے انسانوں کی اپنی ہی یہودی نظیر تھی: **هَآ اَنَّهُ هُوَ لَا تَدْعُوْنَ لِّلْمُتَّقِيْنَ فِي سَبِيلِ اللّٰهِ فَيُؤْتِيَهُم مِّنْ فَضْلِهِ**

مگر قرآن حکیم نے جیسا فرمائی مال کو ایمان کا جزو عظم قرار دیا ہے، بلکہ ایک رو سے ایمان کی تصدیق کا معیار ہجرت، جہاد فی سبیل اللہ، نصرتِ نبیہ صلوٰۃ کے ساتھ ساتھ (جن کا ذکر صفحہ ۱۱۴ کی آیت ۱۸) میں موجود ہے) اقامت صلوٰۃ اور جہادِ مال کو بھی تسلیم کیا ہے جیسا کہ سورۃ انفال کی ذیل آیت کے الفاظ **اُولَٰئِكَ هُمُ الْمُؤْمِنُونَ حَقًّا** سے ظاہر ہے:

**اَلَّذِيْنَ يُؤْتُوْنَ الصَّدَقَاتِ مِمَّا كَسَبُوْا ۚ وَتَمَّ كَسْبُهُمْ بِمُتَّقِيْنَ ۚ اُولَٰئِكَ هُمُ الْمُؤْمِنُونَ حَقًّا لَّهُمْ دَرَجَتٌ عِنْدَ رَبِّهِمْ وَمَغْفِرَةٌ ۚ**  
**رَبُّدُقِ كَسْبِهِمْ ۚ** (۸: ۲-۳)

اور یہ وہ لوگ ہیں جو صلوٰۃ پر قائم رہتے ہیں اور جو کچھ ہم نے ان کو دے رکھا ہے انہیں سے ایک مستند بہ حدت تقویت جماعت کے لئے صرف کرتے ہیں۔ اور یہی وہ لوگ ہیں جو فی الحقیقت ایمان والے ہی ہیں۔ ہر فرد کا ریل و علی کے نزدیک ایسے ہی لوگوں کے حصے بلند ہونگے، انکی پہلی دانا بڑی پولا سے انھیں کیا جائے گا (مغفرت) اور عزت و آبرو کے مقام انکے لئے وقف ہونگے۔

الصَّلَاةُ کی حقیقت سے یہاں بحث نہیں، مگر الْمُؤْمِنُونَ حَقًّا کا استعمال تمام قرآن میں صرف انہی دو موقعوں پر ہوا ہے۔ اور ان سے ایثار مال کا مصدق ایمان ہونا ظاہر ہے۔ کلام اتنی نے صدقہ (یعنی اتفاق مال) کی مطلق بھی اسی تہ سے منع کی ہے (دیکھو تحت آیت صفحہ ۱۱) اور اسی شخص کو 'صادق' اور 'مصدق' نہیں دیا ہے جو اپنے زبان سے دعویٰ کو عملاً یعنی نہ صرف کر کے سچ کر دکھائے۔ سورۃ حدید میں ہے:

**اِنَّ الْمُصَّدِّقِيْنَ وَالْمُصْبِرِيْنَ وَقَدْ اٰتَوْا اللّٰهَ فَرَصًا حَسَنًا يُّضَاعَفُ لَهُمْ وُجُوْهُرُهُمْ** (۱۸: ۵۵)

ایسے شکر مند کہ اپنے ایمان کی تصدیق کرنے والے مرد اور تصدیق کرنے والی عورتیں وہی ہیں جنہوں نے فداۃ زمین و آسمان کی خاطر اپنے مال کا بہترین حصہ کاٹ کر الگ کر دیا۔ یہی وہ لوگ ہیں جنکو ان کے ایثار کا اجر چند در چند کر دیا جائے گا، اور انکے چکر بھی انکی ارض مسرت کا باعث بدلے دیگا۔

ایثار مال کا محرک عشق اتنی ہونا سورۃ آل عمران کی اس آیت سے ظاہر ہے:

**لَنْ تَنَالُوا الْبِرَّ حَتّٰی تُنْفِقُوْا مِمَّا تُحِبُّوْنَ ۚ وَمَا تُنْفِقُوْا مِنْ شَيْءٍ فَاِنَّ اللّٰهَ بِهٖ عَلِيْمٌ** (۹۱: ۳)

لوگو! خدا کی محبت کے بارے میں تزکیہ نفس اور اخلاص کے مرتبے (الذین) کو تم ہرگز نہ پونچ سکو گے جب تک کہ انکے اعلان میں ان کے احکام کی تعمیل میں ان چیزوں میں سے نہ خرچ کرو جنکو تم محبت کرتے ہو (مقابلہ کرو اسکا آیت) **وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا اَشَدُّ حُبًّا لِلّٰهِ** (۹: ۱۰۲) سے جو صفحہ ۱۱۴ پر گزری ہے اور جس میں بتلایا ہے کہ خدا کی محبت کے بالمقابل کسی شے کی محبت نہیں ہو سکتی (اور یاد رکھو کہ جو کچھ بھی خرچ کرو گے خدا اس سے خوب واقف ہے۔

اس آیت شریفہ میں بالضرحت اس واقعہ الامر کا اظہار کیا گیا ہے کہ کسی محبوب کی خاطر کسی عزیز شے کا ایثار کرنا عاشق کے شملہ محبت کو اور بہتر کا نام ہے بالخصوص اس حالت میں کہ عاشق کو کمال محبت کو انکے ایثار کا علم ہے۔ یہی مکمل تصور فیض میں ایسی بہت ہے۔ یہاں ہم نے ترجیح میں ظاہر کر دیا ہے کہ

مَنْ يَجْعَلْ فَإِنَّمَا يَجْعَلْ عَنِ نَفْسِهِ ۗ وَاللَّهُ الْعَزِيزُ ۖ وَأَنَّهُمُ الْفُقَرَاءُ ۖ وَإِنْ تَتَوَلَّوْا يَسْتَبَدِلْ قَوْمًا غَيْرَكُمْ  
لَعَلَّ لَا يَكُونُوا آمِنًا لَّكُمْ ۝ (۳۸۱-۳۸۴) ” وَمَنْ جَاهَدْ فَإِنَّمَا يُجَاهِدُ لِنَفْسِهِ ۚ إِنَّ اللَّهَ لَغَنِيٌّ عَنِ الْعَالَمِينَ ۝ (۶۱۲۹) ۱- وہ

مسلمانوں کے سب اعتقادات اور معاملات اور ہر فعل و عمل کو انکی دنیاوی فلاح و بہبود کی خاطر ہی درست کرنا چاہتا تھا، وہ انکو دنیا کی اس غلبہ کشمکش میں غیر اقوام کے بالمقابل قوت اور زور سے رکھنا چاہتا تھا، وہ کائنات جہان کی اس ہولناک اور تاب گسل فراغت میں مسلمانوں کی مسالمتی کے طریقے، حفظ و ان کے دائمی اصول، اور عافیت اور تمکن کے اثل قواعد بتلانا چاہتا تھا، وہ توحید کے متحدہ لقب ماحول اور عبودیت کے سرشارانہ ولولے میں مسلمانان عالم کو ایک نصب العین پر قائم کر کے انکو حقیقت اور حقیقت کے

سلسلہ تم لوگ بگوش ہو جس میں رکھو کہ تم وہ قوم ہو کہ آج تمہیں خدا کی راہ میں اپنے قومی فائدے کے لئے خرچ کرنے کو بلایا جاتا ہے۔ اس پر بھی تم میں ایسے آدمی موجود ہیں جو دینے سے بخل کرتے ہیں۔ اور جو بخل کرتے ہیں تو حقیقت میں اپنے آپ بخل کرتا ہے۔ اور نہ اللہ تو غنی اور بے نیاز ہے اور تم ہی اس کے محتاج ہو اور اگر تم نے حکم خدا سے روگردانی کی تو یہی بخل کے باعث ہلاک ہو جاؤ گے اور خدا دوسرے لوگوں کو تمہاری جگہ لا بیٹھائے گا اور وہ تم جیسے بد عمل، نفس پسند، اور ناکارہ لوگ بھی نہ ہونگے! ۱۲ اور جسے خدا کی حمایت میں اپنے پیچھے بغیر بہیں اور دشمن سے جہاد کیے تو وہ اپنے ہی ہلے (یعنی حصول قوت) کیلئے سعی کر رہا ہے۔ ورنہ خدا تو دنیا جہان کے لوگوں سے بے نیاز ہے (۳۹۶-۲۰۵ کو ملاحظہ رکھ کر جاکھ کا یہ ترجمہ کیا گیا)

(تمہ تحت اہم ص ۱۸۰) ماسوا کی محبت سے خدا کی محبت کو مبرا، رکھنا، ان کا جزو لا ینفک سمی۔ اشار مال کا مشقہ قلب ہوا اور فی الحقیقت پر کا مقام حاصل کر کے مترادف ہی کلام الہی کی اس آیت سے ظاہر ہے:

خُذْ مِنْ أَثَرِهِمْ صَلَافَةً نَّظَرَهُمْ هُمْ وَتَرَكُوا حُرِيًّا وَصَلَّ عَلَيْهِمْ إِنَّ صَلَاتَكَ سَكَنٌ لَّهُمْ وَاللَّهُ سَمِيعٌ عَلِيمٌ (۱۰۳۱۹)  
اسے پیغمبر ان مشنگین اور منافقین عرب کے لئے تذبذب اور لفاق کے قلبی مرض کو دور کرنے کی غرض سے ان کے مال میں سے کچھ لئے بطور صدقہ لے لیا کہ وہ یہ صدقہ ہادی النظر میں انکی ضرورت کی کیفیت کی تصدیق کرتا ہے اتم یہ طریقہ غمناک کے فی حقیقت ان کے دلوں کو محبت و مسکا پاک کرنے (نظرہم) اور انکے نفوس کو الایس حیت زور سے مبرا کر دے (تُرَكُّوْهُمْ) اور یہی نہیں بلکہ ان کا شکریہ ادا کیا اور (صلی علیہم) انکو عات خیر و رحمت علیہم) انکے اس فعل کے عوض میں حسین آفرین کو (صلی علیہم) کیونکہ تمہاری شاہد (صلواتک) انکے لئے موجب سکین ہوتی ہے اور انکو اور بھی بہتر کام کرنے کی راہ دکھائی کرتی ہے اور یوں تو خدا ہر شخص کے ظاہر باطن کو سمجھنے والا اور مال کی کیفیات کو خوب جاننے والا ہے۔

صلی اور صلوات کے مفہم کے متعلق تفصیلی بحث ص ۱۳۳ کے تحت اہم میں ہو چکی ہے۔ یہاں پر اس نقطہ نظر کی کمال تصدیق ہو جاتی ہے۔ اور ظاہر ہو کہ صلوات سے مقصود تحسین آفرین ہو لیکن ہمنما یہاں پر مکرر کیے گئے لفظ سے ”زکوۃ“ کی وجہ تسمیہ بھی معلوم ہو گئی کہ زکوۃ فی الحقیقت وہ شے ہے جس سے ترکیب نفس ہو یعنی مال کی محبت گئے اور خدا کا عشق رہے!

۱۴- آیت (۳۸: ۳۸) سے صاف ظاہر ہے کہ اتفاق مال فی سبیل اللہ کی صحیح غرض غایت اُمت کی اجتماعی اور سیاسی بہتری ہی ہے، اور یہیں بخل کرنا تو اپنی قومی بہتری میں بخل ہونا ہے۔ اس امر کی تائید مکرر کی گئی ہے کہ غلبہ سے مراد قوم کی دنیاوی اچھی تہذیبی بہبودی سے بخل کرنا ہی ہے، ورنہ روز قیامت کے بہشت سے بخل کرنا جیسا کہ بعضوں نے زکوۃ کے اعلیٰ مدعا کو سب کرنے کی غرض سے اپنی طرف سے گزرا ہے، ”وَإِنْ تَتَوَلَّوْا يَسْتَبَدِلْ قَوْمًا غَيْرَكُمْ“ کے الفاظ سے ہوتی ہے جو سنا ہو میں آئے ہیں گویا اشار مال نہ کرنے کا یہ نتیجہ ہو گا کہ قوم کی مالی قوت کو نقصان پہنچے گا، پوری طرح سے غیروں کے بالمقابل اسکی مرافعت نہ ہو سکے گی

علمدار، اخوت اور مساوات کے مبلغ، عالم آراء عصیت کے محافظ، اور وراثت زمین کے اہل بنانا چاہتا تھا!  
 هُوَ الَّذِي ارْسَلَ رَسُولَهُ بِالْهُدَىٰ وَدِينِ الْحَقِّ لِيُظْهِرَهُ عَلَى الدِّينِ كُلِّهِ  
 وَلَوْ كَرِهَ الْمُشْرِكُونَ ۝ يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا أَهْلَ آدَمَ عَلَىٰ بَنِي آدَمَ وَنَحْنُ  
 إِلَيْكُمْ ۝ تَوَكَّلُوا عَلَى اللَّهِ وَرَسُولِهِ وَتَجَاهِدُوا فِي سَبِيلِ اللَّهِ بِأَمْوَالِكُمْ وَأَنْفُسِكُمْ فِي سَبِيلِ اللَّهِ  
 خَالِدِينَ فِيهَا ۝ يَغْفِرْ لَكُمْ ذُنُوبَكُمْ وَيُدْخِلْكُمْ جَنَّاتٍ جَارِي مِنْ تَحْتِهَا  
 الْأَنْهَارُ وَمَسْكِنٌ طَيِّبٌ فِي جَنَّاتٍ عَذْرَىٰ ذَٰلِكَ الْقَوْلُ الْعَطِيفُ ۝ وَالْآخِرَىٰ لَكُمْ حَسْرَةً  
 مِنَ اللَّهِ وَفَتْحٌ قَرِيبٌ ۝ وَلَقَدْ مَنَّ اللَّهُ عَلَى الْمُؤْمِنِينَ ۝ (۱۳-۹۱۷)

(بقیہ تحت اسٹن صفحہ ۱۸۱) مجاہدین کو ہتھیاروں سے لیس کرنا مستعد کر دیا جائے گا اور بلاآخر کوئی دوسری قوم جو اعمال میں اس کم ہمت قوم سے بہتر ہوگی  
 ان کے ملک پر قبضہ کرے گی اور اس قوم کی سیاسی قوت کو تباہ کر دے گی۔

جن خوش اعتقادوں نے زکوٰۃ، کوہیت المال کی حکمت عملی سے الگ سمجھ کر کسی بجک منگے کو چار پیسے دینا سمجھ لیا ہے انکے لیے یہ آیت اہل  
 قابل غور ہے لیکن فی سبیل اللہ کے صحیح معانی اور نیکو کے متعلق باقی بحث آگے چل کر آئے گی۔

آیہ (۶۱۲) میں بھی لَوْ كَرِهَ الْمُشْرِكُونَ کا لفظ ہے، اور ان دونوں آیتوں کے مضامین کی مماثلت سے ظاہر ہے کہ یہاں بھی لَوْ كَرِهَ الْمُشْرِكُونَ لَنُفِذَنَّ  
 ملاوہی دنیاوی بہتری کے لیے سعی و عمل کرنا ہے۔ باغ بہشت کا قصہ جو لوگ آسانی سے وضع کر لیتے ہیں اور چاہتی کے لفظ سے مراد سچ بہتر اور  
 روحانی مجاہدہ سے کرنا ہے جیتے ہیں، اسکی سند قرآن میں موجود نہیں۔ بہشت بھی آخرت میں تہی ملکتا ہے جب سب امت امتیوں کی متفقہ طاقت  
 عمل سے اُغلوں بنکر رہے۔ ورنہ نہ روحانی مجاہدہ ہے جسے معنی ہیں اور انکی کچھ بہت نہیں لیکن اس بحث کو چھوڑا یہاں پر پیش از وقت ہو۔  
 ۱۱۱ ان آیات جلیلہ میں چند باتیں غور طلب ہیں:-

(۱) اسلام کا اس دنیا میں منہ تائے وحید اُغلوں اور غالب بنکر رہنا ہے، اور اسی واحد غرض و مطلب کے لیے رسول خدا صلی اللہ  
 علیہ وسلم بھیجے گئے تھے۔ قرآن کے تمام طول و عرض میں رسول کے بھیجنے کی اسکی سو کوئی اور غرض کہیں نہیں بتلائی گئی۔ یہ اس عنوان کا جواب  
 ہے جو ہم نے صفحہ ۱۱۱ پر قائم کیا تھا۔

(۲) ہمارا باسیف اور ہمارا مال کا نتیجہ قرآن حکیم نے غلاب الیم سے نہات، ذنوب کی مغفرت، جنت میں داخل ہونا اور اس کا طریقہ بتایا ہے اگر یہ  
 باتیں روز قیامت سے متعلق کریجائیں تو بھی آخری جتنی ہمارا نصرت اللہ و فتحہ قریب کے الفاظ سے ظاہر ہے کہ اُمت کی دنیاوی اور اجتماعی بہتری ہی  
 خدا کا وعدہ ہے جس نقطہ نظر سے اشار مال یعنی زکوٰۃ کی غرض اور بھی عیاں ہو جاتی ہے۔

(۳) انجیل کی تشریح کے ضمن میں ہم نے صفحہ ۱۱۱ پر دعویٰ کیا تھا کہ قرآن حکیم میں یہ لفظ افوی بادشاہت کے معنوں میں استعمال ہوا ہے، آخرت کے باغ  
 بہشت کے لیے 'الْجَنَّةُ' کا لفظ مخصوص ہے۔ یہاں پر اس دعویٰ کی بادی النظر میں غلطی ہوئی ہے مگر چونکہ ساتھ ہی لفظ 'فَتْحٌ قَرِيبٌ' کے  
 الفاظ استعمال کر کے سیاسی اور دنیاوی غلبے کو واضح کر دیا ہے، انجیل کا ذکر ہم اس انداز سے کیا ہے کہ دنیاوی غلبہ اور آخری انجام دونوں معنی لیے جاسکتے  
 گویا جس مجاہد بالمال والا نفس کو یا جو اسکے ہمارے جنت زمین کی بادشاہت نہ مل سکی اسکے لیے آخری جنت مخصوص ہے۔ بطریق کا استثنائی ہوتا  
 قرآن میں ایک وجہ دہوا ہے جو اسکے آئینے کے مستثنیات میں ہیں ان سے نفس دعوے کی تردید نہیں ہوتی۔

(۴) صفحہ ۸۱ کے تحت بہتس میں بشارتِ رسل کی نوعیت و طرح کی گئی تھی یہاں وَلَقَدْ مَنَّ اللَّهُ عَلَى الْمُؤْمِنِينَ (۱۳:۶۱) کے الفاظ سے پہلے اس دعویٰ کی تائید ہوئی کہ بشارت  
 اجتماعی ممکن کی بشارت ہی ہے۔ ایمان کی مامیت کے بارے میں اب تک کچھ قرآن حکیم سے مستنبط ہوا ہے یہ ہے کہ (۱) فطرت کا بغور مشاہدہ کرنا (۱۶:۶۹)  
 (۱۰۰:۶) صفحہ ۱۰۲-۱۰۳، (۲) لڑش قلب کا موجود ہونا (۲:۱۸) صفحہ ۱۰۳، (۳) مخالف متعلقین سے اعلائے اسلام کے لیے قطع قلع کرنا آیہ (۲۲:۵۸)





يُرِيدُونَ أَنْ يُطْفِئُوا نَوْرَ اللَّهِ يَأْذَنُ اللَّهُ وَيُأْتِي اللَّهُ بِاللَّهُ نُورٍ لَمْ يَكُنْ لَكُمْ نَوْرٌ وَلَوْ كَرِهَ الْكَافِرُونَ  
 هُوَ الَّذِي أَرْسَلَ رَسُولَهُ بِالْهُدَى وَدِينِ الْحَقِّ لِيُظْهِرَهُ عَلَى الدِّينِ كُلِّهِ وَلَوْ كَرِهَ الْمُشْرِكُونَ  
 یہ لوگ تو چاہتے ہیں کہ اللہ کی شعل نور کو ٹھونکیں مگر اللہ اس بات پر اڑا ہوا ہے کہ علی الرغم  
 اعدائے نور کو پور کر کے رہے۔ خدا ہی تو وہ پاک ذات ہے جسے اپنا رسول ہدایت اور دین حق دیکر بھیجا  
 تاکہ اسکو دنیا کے تمام مذاہب پر غالب کرے، گو مشرکوں کو یہ بات کیسی ہی ناگوار لگے۔

هُوَ الَّذِي أَرْسَلَ رَسُولَهُ بِالْهُدَى وَدِينِ الْحَقِّ لِيُظْهِرَهُ عَلَى الدِّينِ كُلِّهِ وَلَوْ كَرِهَ الْمُشْرِكُونَ  
 وہ خدا کی مقتدر ذات ہی تو ہے جسے اپنا رسول ہدایت اور دین حق دے کر بھیجا تاکہ اسکو بلا خردنیہ کے  
 تمام طرق عمل پر غالب کرے، اور درحقیقت اس طرز عمل کو کامیاب کرنے کیلئے خدا نگہبان بس ہے۔

وَيُرِيدُ اللَّهُ أَنْ يُخَيِّطَ الْحَقَّ وَكَلِمَتَهُ وَيَقْطَعَ دَابِرَ الْكَافِرِينَ ۚ لِيُخَيِّطَ الْحَقَّ وَيَجْلِبَ الْبَاطِلُ لَكُمْ  
 كِرَةً الْخَيْرُ مَوْجُونَ (۸: ۷۰-۸)

۱۔ اس آیت کریمہ سے جس کے لگ بھگ ایک آیت سورہ صف میں بھی مذکورہ صمد آیات (۹۱: ۹-۱۳) سے عین پہلے آتی ہے، اور بھی ظاہر ہے کہ  
 لِيُظْهِرَهُ عَلَى الدِّينِ كُلِّهِ سے مراد اسلام کا اجتماعی اور سیاسی غلبہ ہی ہے۔ اسکے ماسواحتہ کچھ نہیں: کافر عوب اسلام کی دنیاوی طاقت ہی کو  
 مٹانا چاہتے تھے، وہ اپنی گشتی ہوئی قوت کے بالمقابل مسلمانوں کے بڑھتے ہوئے سیلاب کو روکنے کے واسطے تھے۔ اور اس سیاسی ممکن ہی کو  
 لَوْ كَرِهَ اللَّهُ کہا گیا ہے جسکے انجام کا وعدہ خدا نے عزوجل کر رکھا تھا کہ کفار کو اسلام کی روحانی طاقت سے کچھ حسد یا تعرض نہ تھا۔ بن نام نہاد مسلمانوں  
 آج امت کی زبوں حالی اور شرعی وضع قطع کو مذاہب عالم پر اپنی روحانی فتح، سمجھ لیا ہے انکے لیے یہ آیات نہایت سبق آموز ہیں، سو وصف کی تذکرہ  
 صمد آیت یہ ہے: يُرِيدُونَ أَنْ يُطْفِئُوا نَوْرَ اللَّهِ يَأْذَنُ اللَّهُ وَيُأْتِي اللَّهُ بِاللَّهُ نُورٍ لَمْ يَكُنْ لَكُمْ نَوْرٌ وَلَوْ كَرِهَ الْكَافِرُونَ (۸: ۷۰)۔ لہذا پھر ترجمہ کرنے کی ضرورت نہیں۔

۲۔ اس آیت شریفہ سے پیشتر کی آیت ہے:

لَقَدْ صَدَّقَ اللَّهُ رَسُولَهُ الْوَيْدَ بِالْحَقِّ ۚ لَنْ تَخْلُذُوا إِلَّا مَعَهُ الْيَوْمَ ۚ إِنَّ اللَّهَ شَاءَ اللَّهُ آمِينَ ۚ لَعَلَّ الَّذِينَ لَا يُحِبُّونَ دَعْوَةَ اللَّهِ وَرَسُولِهِ  
 مَقْضِيَّيْنِ لَا تَخْلُفُوا ۚ فَعَلِمُوا مَا تَعْلَمُوا ۚ فَجَعَلَ مِنْ دُونِ ذَلِكَ فَتْحًا قَرِيبًا (۲۴: ۴۸)

اس میں شک نہیں کہ خدا نے عزوجل نے اپنے پیغمبر سے رسول کی وہ رویا سے ظہری جو اسکو پیغمبر نظر سادہ و رشادہ و رفقاہت تمام کیا تھیں عالم خواب میں کافی ہو گیا  
 بالتحقیق یہ کہ دکھایا، اور وہ دنیا ہی تھی کہ اگر خدا سے بے نیاز نہ ہوتی تو اسکی عقل کو پسند فرما کر مناسب جہاں (لَنْ تَخْلُذُوا إِلَّا مَعَهُ الْيَوْمَ) تو تم لوگ جہاد میں سب  
 دشمنوں سے محفوظ رہا مگر بے خوف خطر داخل ہو گے، اور وہاں باکر سکھ مطابق اپنا سرمنڈہ او گے یا بال کٹاؤ گے۔ پھر مسلمانوں فتح مکہ کے اس  
 اہم مرحلے تک پہنچنے کیلئے خدا وہ وسیلہ تازہ کیا جس کا قبیل علم نہ تھا (فَعَلِمُوا مَا تَعْلَمُوا) اور صدیقہ کا عہد نامہ لکھ کے سر پہنے دشمن سے کراہی باج و بیعت  
 ایک منہی منتہی ہے۔

روایات کی حقیقت سے یہاں پر بحث نہیں اگرچہ ہم نے ترجمے میں رویا کے واقع ہونے کی توجیہ اور مناسب حالات میں صحیح سعی و عمل کے بعد اسکے سچ ہونے کی تو  
 بھی اشارہ بیان کر دی ہے مگر یہ آیت اس امر کا مزید ثبوت ہے کہ زیر بحث آیت یعنی (۲۸: ۴۸) میں لِيُظْهِرَهُ عَلَى الدِّينِ كُلِّهِ سے مراد مسلمانوں کا اجتماعی اور سیاسی  
 غلبہ ہی ہے کیونکہ جہاد میں دُعا کے لئے اہل بیت کے قریب کا قلوبہ از روحانی غلبہ، جسکی داستان آج کل کے کم ہمت اور ناکارہ مسلمانوں اپنا دل خوش رکھنے کیلئے گزرتی ہے  
 شتا مرا نہیں، اور نہ روحانی غلبہ کوئی ایسی شے ہے جسکو ذکر الکفر (۱۹: ۲۹) اور ذکر کفر (۱۹: ۲۹) اور ذکر کفر (۱۹: ۲۹) اور ذکر کفر (۱۹: ۲۹) کا  
 اطلاق ہو سکے، اور جس کا قلوبہ کی جڑ نیا و کٹ سکے، جیسا کہ آگے چل کر سورہ انفال میں ہے: وَيَقْطَعُ دَابِرَ الْكَافِرِينَ (۸: ۷۰)۔

اور لوگو! خدا تو اس بات کا ارادہ کر رہا ہے کہ اپنے احکام کے قوت افزا اثر سے صداقت کو اس دنیا کے اندر مستحکم کر دے، اور منکرین کی جڑ بنیاد کاٹ ڈالے، اور یہ اس لیے کہ حق کو حق اور باطل کو باطل کر دکھائے اگرچہ ان مجرموں کو یہ بُرائی کیوں نہ لگے جو اسکے احکام کی تعمیل نہیں کرتے!   
 وَيُحِقُّ اللَّهُ الْحَقَّ بِكُلِّ مِثْلٍ وَلَوْ كَرِهَ الْغَافِقُونَ ۝ (۸۲:۱۱)

اور خدا اپنے احکام کی قوت افزا وساطت سے حق کو اس دنیا کے اندر مستحکم کر دیتا ہے اگرچہ مجرموں جو خدا کی نافرمانی کرتے ہیں بُرائی کیوں نہ لگے۔

## غلبہ اسلام و اتحاد عالم

لَا تَقْرَأُ بَآيَاتِ الْكِتَابِ حَتَّى يُخْرِجَ لَكَ قُرْآنًا مِّنْهُ لَعَلَّكَ تَلْتَمِذٌ مِّمَّنْ أُولَٰئِكَ لَدُنْكَ يُسْتَلَمُونَ ۝ (۱۳۶:۱۲)

ہم انبیاء میں سے کسی ایک کے مابین فرق نہیں کرتے (سب کے ایک پیغام کے لئے دلا جھٹکتے ہیں) اور ہم تو درحقیقت خدا ہی کو عالم اعلیٰ ماننے والے ہیں

اُس قاضی حاجات کے پیش نظر واصل ایک ایسی مقتدر جماعت کی تنظیم و تسبیق تھی جو اس جان کی مہذب نفس اور مطہر اخلاق قربانیوں سے دنیا کی تمام اہمتوں پر غالب کر انسان کی دنیوی فلاح اور اجتماعی نجات کا باعث ہو، وہ مسلمانوں کی جماعت کو عبادت خدا کے حوصلہ انگیز عمل، تقویٰ کی وحدت افزا خلش، اور ایمانِ غلبہ اندوز عزم کے ذریعے سے ہر معاند گروہ سے عمدہ برا کر کے اُسکے عالم آرا اتحاد، او، ناقابل شکست اخوت کی ہمیت دلوں میں بٹھارنا تھا! وہ جہاد فی سبیل اللہ کو حفظ جماعت اور دفاع نفس کا اسلحہ و حید اور فلاح عاقبت کا قطعی اور فوری وسیلہ قرار دیکر، متنفس کے دل میں مقابلے کی ناقابل شکست رُج، اور فیروز مندی کی شدید ترپ پیدا کرنا چاہتا تھا! اِذْ لَكُمْ خَيْرٌ لِّكُمْ اِنْ كُنْتُمْ تَعْلَمُونَ ۝ (۱۱:۱۱)

وہ اسلام کی عالم آرا صداقت، توحید کی ناقابل انکار حقیقت، اور انسان کے مخلصانہ اعمال کے تہلیل اثر سے پہنائے جہان کے اندر اسکی ہمیت اجتماعی میں روز بروز تقدم اور ارتقائی تقویت دیکھنا چاہتا تھا!

اس غلبہ کو پیش نظر رکھ کر اسلام کا اتحاد عالم کی دعوت بنیاد حید کا آگے چل کر وضع ہوگا اظہار میں نظروں میں و متبادلات میں معلوم ہوتی ہیں لیکن اسکی تامل اس نتیجے پر پہنچاتا ہے کہ اسلام انسان کی ہمیت اجتماعی میں ایک تہجد و عمل (الحمد لله) ایک ناول (الذین)، اور ایک صلہ و تقسیم (بین الحق) پیدا کر کے سب کے مجمع کرنا چاہتا تھا۔ سب کے نظر سے اس صلہ و تقسیم پر علا چلا جاتا تھا تا جبر کا نتیجہ ممکن فی الارض ہو، یوں یوں اور نصیبوں کی طرح ایک شرعی فرقہ بنانا اور اسکا پیش نما و قلعہ نہا اگرچہ آج بھی بچاؤ اور اتحاد اور انسان کے معبودی نادرے کو پیش نظر رکھ کر سب انبیاء کو ماننے کا اعلان کیا تاکہ فرقہ کا ذاتی تقسیم میں اتحاد برعکس نہ ہو! (مجموعہ بیچ کتاب صفحہ ۶۲)

نہیں وہ سب نسلی اور تمدنی ختلافات، اور سب ملکی اور اعتقادی تفرقات کو خدائے مشترک کی مشترک ملازمت (عبادت)، اور ایک قانون اور ایک حاکم کی عملی اطاعت کے بالمقابل نیامنیہ کر کے، انسان کی مختلف العقائد، متخالف الآراء، اور منتشر الاغراض جماعتوں میں بنی نوع آدم کی طبعی یکپہلوگی، اور کار کا فطر کی جنسی یک وضعی از سر نو قائم کرنا چاہتا تھا، وہ نفس حیات کی اس المناک کشمکش میں خدا پرستوں کی یک عمل اور باعمل، ایک خدا اور با خدا، ایک قانون اور تابع قانون جماعت کو حصول قوت کے محکم حصول، حفظ نفس کے لازوال طریقے، اور دنیوی ترقی کے مستحکم ضوابط سکھا دینا چاہتا تھا!

قُلْ يَا أَهْلَ الْكِتَابِ تَعَالَوْا إِلَى كَلِمَةٍ سَوَاءٍ بَيْنَنَا وَبَيْنَكُمْ أَلَّا نَعْبُدَ إِلَّا اللَّهَ وَلَا نُشْرِكَ بِهِ

۴۔ اس آیت میں اہل کتاب یعنی یہود و نصاریٰ کو اَلَّا نَعْبُدَ إِلَّا اللَّهَ کی مشترک اساس پر بلا تردد العمل کرنے کی سعی کی گئی ہے۔ یہود اور نصاریٰ دونوں فرقے کم از کم بانی طور پر اَلَّا نَعْبُدَ إِلَّا اللَّهَ کے معنی تھے۔ اسی لیے اس آیت کے کلمۃ سَوَاءٍ بَيْنَنَا وَبَيْنَكُمْ کہا گیا ہے مگر علامہ وہ خدا کے حکموں کی جو تورات و انجیل میں مذکور تھے کہ نہیں دہرتے تھے۔ اہل کتاب کے مسلمانوں کی طرح خدا کو منہ سے خدا کہہ چڑنا، یا اس کے نام پر نہانہ پڑھ لینا ان کا رسمی اعتقاد تھا مگر عبادت یعنی ملازمت خدا کی معنی میں ہرگز نہ ہی تھی۔ یہودیوں نے احکام خدا کی تعمیل کو خیر باد کہہ کر، اجار اور یہبان (یعنی مستغنیوں اور گوشہ نشینوں) کو اپنا محضوم بنایا ہوا تھا، وہ ان کے پیچھے لگ کر ایک دوسرے سے الگ اور منفرقہ بند بن گئے تھے۔ علیٰ ہذا القیاس نصرانی بھی خدا کی اطاعت اور ملازمت کو جوڑ کر اپنے اپنے لیے دنیویوں کے صحیح معنوں میں ملازم بنے ہوئے تھے۔ گویا ان کا مرتبہ عملاً خدا کے برابر بلکہ اس سے بہتر بنا رکھا تھا۔ سورہ توبہ میں اسی عبادت ماسوا کی طرف اشارہ کر کے اجار اور یہبان کو اَدْبَابًا مِّنْ دُونِ اللَّهِ کہا گیا ہے: اَلَّذِينَ اٰجَبَاكُمْ وَاٰجَبُوكُمْ وَوَعَدُكُمْ اَنْ يَّكُوْنُوْا مِّنْ دُوْنِ اللَّهِ وَالْمَسِيحُ ابْنُ مَرْيَمَ ؑ (۳۱:۹) یعنی انہوں نے خدا کو جوڑ کر اپنے عملاً اور مشائخ کو اوسج بن مریم اپنے نبی کو خدا بنا کر لیا ہے اور عملاً ان کی ملازمت اور عبادت میں لگے ہیں۔ اس آیت شریفہ میں فرقوں اولیٰ کے کارکن مسلمانوں کی طرف سے یہود و نصاریٰ کو دعوت ہو کہ اَلَّا نَعْبُدَ إِلَّا اللَّهَ کے اصل اصول پر عملاً کار بند ہو جائیں (یہی معنی تعالٰو الیٰ کے ہیں) اور بصراحت تمام تہذیبیہ کہ خدا کی ملازمت کرنا، کسی کو عملاً اور معنی اس کے برابر نہ کرنا، اور خدا کے حکموں کو پس انداز کر کے عملاً اور مشائخ کے سن گشت حکموں پر نہ چلنا ہی عین اسلام ہے۔ گویا یہ زبانی اعتقاد کو خیر باد کہہ کر عمل کی طرف آنا اور خدا کو معنی حاکم اعلیٰ سمجھنا ہی مسلم بننے کے مترادف ہے: (فَقُولُوْا اَللّٰهُمَّ اِنَّا اَتَاكُمْ مُّسْلِمِيْنَ) یہ وہ بیشال دعوت اتحاد اور وہ وسیع النظر بنائے مصاحبت تھی جس پر قرن اول کے مسلمان سب بننا کو متحد العمل کرنا چاہتے تھے آج جو بدالشرفین انکے اور یہود و نصاریٰ کے درمیان اتق ہو چکا ہے، نہیں، بلکہ جو ناقابل گذر خلیج انکے آپس کے فرقوں کے درمیان حائل ہو اور جبکہ باعث وہ ایک دوسرے کو کاٹ کھا نہیں مضرف ہیں، اسلام کی ماہیت نہ سمجھتے اور منشا خدا کے مطابق عمل نہ کر سکتے صریح شہادت: ماہیت اسلام اور اتحاد عمل کے متعلق یہ ہم بحث تفصیل کیساتھ پہر پانچویں جلد میں کیا گئی ضرورت جو بات غور طلب ہے یہ ہے کہ آج امت مرحومہ کا ایک ایک فرد بذات خود اَلَّا نَعْبُدَ إِلَّا اللَّهَ کے برخلاف صحیح معنوں میں عمل کر رہا ہے۔ یہود و نصاریٰ کی طرح اپنے اپنے اجار اور یہبان کے پیچھے لگ کر فرقہ بند بن چکا ہے۔ انکو اَدْبَابًا مِّنْ دُونِ اللَّهِ بنا رہا ہے۔ ہرگز نہ نے اپنا اپنا طریقہ الگ کر کے امت کو صدام بلکہ نیرافرقوں میں تقسیم کر دیا ہے اور وہ غرض غایت جو خدا کی مشترک عبودیت اور ایک حاکم اعلیٰ کی اطاعت میں مضمر تھی قطعاً مفقود ہو چکی ہے۔ گویا آج انکے طرز عمل کو دین اسلام کہنا حقیقت کا منہ چڑا نا ہے۔

ضمناً اس آیت شریفہ میں عبادت کے معانی کی تائید ہو گئی جس پر ایک طویل و طویل بحث صفحہ ۱۸۷ کے تحت المتن میں گذر چکی ہے۔

۵۔ چنانچہ اسی آیت میں ان الفاظ کے بعد: وَلَا تَعْبُدُوا الْاَشْجَارَ وَلَا الْاَنْجَارَ وَلَا الْاَنْجَارَ وَلَا الْاَنْجَارَ (۳۱:۹) کو عبادت خدا صحیح معنوں میں ہرگز ہی بلکہ خدائے حق تھے، یہاں عبادت کا صحیح معنی ہرگز نہیں لیا گیا

بِهِ شَيْئًا وَلَا يَسْتَحْذِرُ لِبَعْضِنَا بَعْضًا أَرَأَيْتَ بَارِئٌ دُونَ اللَّهِ قُلْ أَنْ تَقُولُوا أَفَعَدَّ اللَّهُ لَهُ  
يَا أَيُّهَا الْمُسْلِمُونَ ○ (۶۳:۳)

اے پیغمبر! ان سے کہہ دو کہ اسے اہل کتاب! آؤ ہم سب ایک ایسی حقیقت پر متفق ہو جائیں جس کا ہمارے  
اور تمہارے درمیان کم از کم زبانی طور پر یکساں اقرار ہے، اور جس پر فی الواقع عمل کرنے میں تمہیں کوئی  
عذر ہو سکتا ہے نہ ہمیں، اور وہ یہ ہے کہ ہم ماسوا خدا کے کسی غیر کے ملازم نہ بنیں گے، اور نہ کسی شے کو  
اطاعت گذاری میں اس کے ہم مرتب کرینگے، اور ہم میں سے کوئی اللہ کے سوا کسی کو اپنا اتقا نہ سمجھے گا۔  
پھر اگر اس سچی اور مطلق عمل بات کے ماننے سے بھی منہ موڑ لیں تو ان سے کہہ دو کہ اب گو ابھی دو کہ ہم  
حقیقت میں خدا کو خدا مانتے ہیں نہ تم۔ کہ صرف تم سے اقرار کرتے ہو لیکن اس کے احکام پر عمل نہیں کرتے۔  
قُولُوا آمَنَّا بِاللَّهِ وَمَا أُنْزِلَ إِلَيْنَا مِنْهُمُ وَمَا أُنْزِلَ إِلَيْنَا مِنْهُمْ وَمَا أُنْزِلَ إِلَيْنَا مِنْهُمْ وَمَا أُنْزِلَ إِلَيْنَا مِنْهُمْ  
وَالْأَسْبَاطُ وَمَا أُوتِيَ مُوسَىٰ وَعِيسَىٰ مَا أُوتِيَ النَّبِيُّونَ مِنْ دُونِهِمْ لَا نَقْرُبُكَ بَيْنَ آدَمَ  
وَنُوحٍ وَهَارُونَ لَهُ مُسْلِمُونَ ○ قُلْ آمَنَّا بِمِيقَاتِ مَا أُنْزِلَ إِلَيْنَا مِنْهُمْ وَمَا أُنْزِلَ إِلَيْنَا مِنْهُمْ وَمَا أُنْزِلَ إِلَيْنَا مِنْهُمْ  
قُولُوا أَفَأَمَّا اللَّهُ فَبِمَا كَفَرْنَا بِهِ نَلْعَنُكُمْ اللَّهُ، وَهُوَ السَّمِيعُ الْعَلِيمُ ○ صَبَّغَهُ اللَّهُ  
وَمَنْ أَحْسَنُ مِنَ اللَّهِ صَبَّغَهُ دُخَانٌ لَهُ عَلَيْهِ وَنُ ○ (۱۳۶:۲-۱۳۸)

اے ایمان والو! تم تمام عالم کی امتوں سے مصالحتانہ طور پر کہہ دو کہ ہم تو اللہ کو اپنا خدا مان چکے ہیں اور  
ہم قرآن کو اس کا قانون تسلیم کر کے اس پر عمل کرتے ہیں اور ہم یہ بھی مانتے ہیں کہ جو کچھ ابراہیم، اسمعیل اور  
اسحق اور یعقوب اور ابراہیم و یعقوب پر نازل ہوا، اور جو کچھ موسیٰ اور عیسیٰ کو دیا گیا، اور جو کچھ نیا کے دیا گیا

○ (ان آیات الہی میں اتحاد کی طرف ایک اور اہم قدم بڑھایا گیا ہے اور صاف الفاظ میں تمام انبیاء نے جہاں کو بلا تفریق احد سے منجانب اللہ  
تسلیم کر کے متحدہ عمل ہونے کی دعوت دی گئی ہے۔ لیکن اس اتحاد کا اساس کار ہر وہی خدا کو حاکم علیہ تسلیم کرنا (دُخَانٌ لَهُ عَلَيْهِ وَنُ ○) (۱۳۶:۲) اور اس کی  
اور اس کی عبادت کرنا (دُخَانٌ لَهُ عَلَيْهِ وَنُ ○) (۱۳۸:۲) قرار دیا گیا ہے۔ قُلْ آمَنَّا بِمِيقَاتِ مَا أُنْزِلَ إِلَيْنَا مِنْهُمْ وَمَا أُنْزِلَ إِلَيْنَا مِنْهُمْ وَمَا أُنْزِلَ إِلَيْنَا مِنْهُمْ  
ایمان فی حقیقت عمل ہی کا دو سر نام ہے، زبان سے اس کو کچھ تعلق نہیں، جو شخص کہتا ہے مگر کرتا نہیں وہ از روئے اسلام کچھ  
نہیں۔ اس امر کی تصدیق میں کہ دعوت عام ہے اور دوسرے محن کسی ایک فتنے مثلاً یہودی یا نصاریٰ کی طرف ہی نہیں بلکہ تمام عالم کی طرف  
ہے، قرآن حکیم کی ان آیات کو پیش نظر کرنا چاہیے۔ جن میں بسراحت تمام کہا گیا ہے کہ ہر آفت بلکہ ہر فتنے میں خدا کا کوئی نہ کوئی رسول  
ہو گا ہے جو لوگوں کو عبادت خدا کی طرف بلا کرے گا۔ سورہ نحل میں ہے:

وَلَقَدْ بَعَثْنَا فِي كُلِّ أُمَّةٍ رَسُولًا أَنِ اعْبُدُوا اللَّهَ وَاجْتَنِبُوا الصَّلَاحَ ○ (۱۶:۱۳۶)

یعنی ہم ہر امت میں کوئی نہ کوئی رسول اس غرض کے لئے بھیجتے رہے ہیں کہ لوگوں کو بتلائیں کہ اے لوگو! اس خدا سے غزو

جہل کی ملازمت خست یا کر لو، اور شیطان کی غلامی سے بچتے رہو۔

اس قسم کی اور آیتیں آگے چلا کر دوسری جگہ میں آئیں گی۔ دریا چہ کتاب میں آئیں نے اسلام کی اس اتحادی دعوت کی حکمت کو دوسرے نقطہ نظر سے واضح کیا

پہنچیں اور اپنے پروردگار سے ملا، سب اسی ایک خدا کی طرف سے تھا۔ ہم ان میں سے کسی ایک میں بھی، اس حالت میں کوئی مابہ الامت یا تسلیم نہیں کرتے۔ اور ہم تو ہر نوع اسی خدا کے واحد کے فرمانبردار ہیں۔ تو اگر یہ سب طرح جس طرح تم نے اپنے آپ کو اطاعت احکام خدا کے لیے وقف کر دیا ہے یہ بھی اپنے آپ کو سپرد کر دیں تو بس راہ راست پر آگئے اور تمہاری انہ کوئی وجہ پر غاش نہیں لیکن اگر یہ روگردانی کریں تو سمجھ لو کہ تمہاری ضد پر ہیں۔ پھر اس حالت میں خدا تم کو ان کے شر سے اپنے حفظ و امان میں رکھے گا اور وہی حقیقت میں حالات کا بڑا سمجھنے والا اور بڑا جاننے والا ہے۔ ان سے کہہ دو کہ جس مصالحانہ اور اتحادی رنگ میں ہم رنگ ہوئے ہیں یہی اللہ کا رنگ ہو۔ اور اللہ کے رنگ سے بہتر رنگ کس کا ہوگا، اور ہم تو اسی کی خدمت کر نیوالے ہیں۔

قُلْ اٰمَنَّا بِاللّٰهِ وَمَا اُنْزِلَ عَلَيْنَا وَمَا اُنْزِلَ عَلٰى اٰرَٰضِهِمْ وَعِيسٰى وَاسْمٰعٰىلَ وَاسْحٰقَ وَيَعْقُوْبَ  
وَالْحَبْطَ وَمَا اَوْثَقٰى مُوسٰى وَعِيسٰى النَّبِيُّوْنَ مِنْ رَبِّهِمْ لَا نُفَرِّقُ فِىْ بَيْنِ اَحَدٍ مِنْهُمْ  
وَلَا نَحْنُ لَهُ مُسْلِمُوْنَ ﴿۸۳﴾

اے محمد! ان یہود و نصاریٰ سے صلح صفائی سے کہہ دو کہ ہم تو اللہ پر ایمان لائے ہیں، اور اس کتاب پر جو ہر کوئی لکھی، اور ہم تسلیم کرتے ہیں کہ جو کچھ ابراہیم اور اسمعیل اور یعقوب پر اتارا گیا تھا اور جو کچھ موسیٰ اور عیسیٰ اور دنیا کے تمام پیغمبروں کو ان کے پروردگار کی طرف سے دیا گیا تھا، اسی خدا کی طرف سے تھا۔ ہم ان میں سے کسی ایک میں بھی کوئی فرق تسلیم نہیں کرتے۔ اور ہم تو ہمہ تن اسی خدا کے فرماں بردار غلام ہیں۔

كَانَ النَّاسُ اُمَّةً وَّاحِدَةً فَفَعَلَ اللّٰهُ النَّبِيَّيْنَ مُبْتَلٰٓئِيْنَ وَمُنْذِرِيْنَ وَاُنْزِلَ مَعَهُمُ  
الْكِتٰبَ بِالْحَقِّ لِيَحْكُمَ بَيْنَ النَّاسِ فِىْ مَا اَخْتَلَفُوْا فِيْهِ وَمَا اَخْتَلَفَ فِيْهِ اِلَّا الَّذِيْنَ اٰوَدُوْهُ  
مِنْۢ بَعْدِ مَا جَاءَتْهُمْ الْبَيِّنٰتُ بَغْيًاۤ اَبِيْهُمْ فَاَمَّا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا اِلَّا اَخْتَلَفُوْا فِيْهِ  
مِنْ الْحَقِّ بِاٰذِنِ اللّٰهِ يَهْدِىْ مَنْ يَّشَآءُ اِلٰى صِرَاطٍ مُسْتَقِيْمٍ ﴿۸۴﴾

صفحہ ۸۴ کی آیہ (۸۳) سے اس آیت کی مماثلت عیاں ہے۔ قابل لحاظ بات یہ ہے کہ وَنَحْنُ لَهُ مُسْلِمُونَ کی شرط یہاں بھی التزام کے ساتھ موجود ہے۔ گویا مشرک بننا خدا کی خدائی کو عملاً تسلیم کر لینے کا ہم معنی ہے۔

مفسرین قرآن نے اس آیت شریفہ کے مفہوم کو کثرت غلط سمجھا ہے اور نہایت لایعنی، بے نتیجہ، اور مستناقض ترجمہ کر کے مطالب کو گڈ بٹ کر گئے ہیں۔ میں نے متن میں ایک بامعنی اور مدلل ترجمہ کر دیا ہے مگر ایک باتیں لائق تشریح ہیں:-

(۱) كَانَ النَّاسُ اُمَّةً وَّاحِدَةً عَنِ النَّاسِ كَانِ کسی گزشتہ واقعہ کو بیان کرنے کے لیے استعمال نہیں کیا گیا، بلکہ ایک ایسے واقعہ الامر کے اظہار کیلئے جو بہر حال درست ہو۔ اس طرح ہر گز 'کا' استعمال قرآن میں بیسیوں جگہ ہوا ہے۔ ہم صرف سورہ نساء کے پہلے چند رکوعوں سے مثالیں اخذ کرتے

انسان تو حقیقت میں ایک ہی امت ہیں کیونکہ ایک ہی نوع کی مخلوق ہیں اور اسی وحدت کو ملحوظ نظر رکھ کر خدا نے انکی طرف مشیت الہی سے باخبر انسان زنی بھیجے جو انہیں اجتماعی بقا کی بشارت دے اور اجتماعی ہلاکت سے متنبہ کرتے رہے، اور خدا نے ان سب کے ساتھ بنی نوع انسان کیلئے مختلف زبانوں میں ایک دستور العمل بھیجا تھا جو کتاب کی صورت میں تھا اور بسنی برحق تھا تاکہ وہ کتاب کے

(تفسیر تحت الممتحن صفحہ ۱۸۸) ہیں، اِنَّ اللّٰهَ كَانَ عَلِيْمًا حَكِيْمًا (۱۱: ۳۲)، بیشک خدا بڑا صاحب علم و حکمت ہے، اِنَّ اللّٰهَ كَانَ نَوَّابًا عَلِيْمًا (۱۱: ۳۳)، بیشک خدا بڑا تو بہ قبول کرنے والا ہے، وَكَانَ اللّٰهُ عَلِيْمًا حَكِيْمًا (۱۱: ۳۴)، اور خدا بڑا صاحب علم و حکمت ہے، اِنَّ اللّٰهَ كَانَ عَفُوًّا رَحِيْمًا (۳۳: ۳۴)، بیشک خدا بڑا صاحب عفو و درگزر ہے، اِنَّ اللّٰهَ كَانَ بِكُلِّ شَيْءٍ عَلِيْمًا (۳۳: ۳۵)، بیشک خدا تم پر بہت مہربان ہے، وَكَانَ لِلّٰهِ عَلَى كُلِّ شَيْءٍ حَكْمٌ عَلِيْمٌ (۳۳: ۳۶)، بیشک خدا ہر شے پر پوری گرفتاری کر رہا ہے، اِنَّ اللّٰهَ كَانَ عَلِيْمًا حَكِيْمًا (۳۳: ۳۷)، خدا عظیم و جلیل فدا ہے، اِنَّ اللّٰهَ كَانَ عَلِيْمًا حَكِيْمًا (۳۵: ۳۷)، خدا بیشک بڑا صاحب علم و خبر ہے، اِنَّ اللّٰهَ لَا يَفْتِنُ مَنْ كَانَ يَتَّقِ وَلَا يَخْذُلُ (۳۶: ۳۷)، بیشک خدا اس شخص کو پسند نہیں کرتا جو اپنے اور بڑائی ماننا پر ہے، وَخَيْرٌ وَغَيْرُ لَيْكِنَ كَانَ كَايَ اسْتَمَالَ خُدَّاءَ عَزَّوَجَلَّ كِي صِفَاتِ كِي مَنطِقِ مَخْصُوصِ نَہِیْ بَلْکَ ہَرَقِ اَلَامَرِ كِي اظہارِ كے یَہِ اَیَہِ مَثَلًا سُوْرَۃِ بَنی اِسْرَآئِیْل مِیْن ہِے، وَكَانَ الْاِنْسَانُ عُجُوْبًا (۱۱: ۳۷)، اور انسان بڑا ہی جلد باز ہے، عَلٰی ہٰذَا الْاِنْسَانِ سُوْرَۃُ كُفِّ مِیْن ہِے، وَكَانَ الْاِنْسَانُ اَكْثَرُ شَيْءٍ جَدًّا (۵۳: ۱۸)، اور انسان کثرتِ علامات میں جگر و لہو کی اسی سُوْرَۃِ نَسَبِیْنِ اُسْے ہَلَاکَ ہِے، اِنَّ السُّلُوْۃَ کَانَتْ عَلٰی الْمُؤْمِنِيْنَ کِتَابًا مُّؤْتُوْۃً (۱۰۳: ۱۳)، اس میں شک نہیں کہ ناز و حکم الہی ہے جو اپنا والوں پر یقین و وقت فرض ہے، سُوْرَۃِ بَنی اِسْرَآئِیْل مِیْن ہِے، اِنَّ الشَّيْطٰنَ كَانَ لِلْاِنْسَانِ عَلُوًّا مُّہِيْمًا (۵۳: ۱۴)، بیشک شیطان انسان کا کُلاؤٹھن ہے، الغرض کما تکتب شالیں کئی جائیں تمام کلام مجید اُن سے بہرا پڑے لیکن اُنکے مطالعے سے عیاں ہو جاتا ہے کہ کَانَ النَّاسُ اُمَّۃً وَاحِدَةً (۲: ۲۱۳) میں صرف ایک واقع الامر اور حقیقت کو بیان کیا گیا ہے، اور وہ حقیقت کہ یہ ہے کہ کُلُّ بَنی اَدَمَ فِی الْحَقِیْقَۃِ کِیسی گروہ میں، ایک دوسرے کے اعضا میں، انکی نوع ایک ہی ہے، ایک جیسی شکل صورت، ایک جیسے عضاء، ایک ہی آبا و اجداد، بلکہ آفرینش ہی ایک ہے جو ہر سے ہی وغیرہ وغیرہ۔ اس وحدتِ نوع کے ہوتے ہوئے اُن میں بنائے نزع و اختلاف طبعاً اور فطرتاً ناروا ہے۔ کارگاہ فطرت کے قانون کے مطابق اگر کسی غیر انسانی نوع یا فرد کو وجہ پر غاش ہے تو صرف غیر نوع کے افراد سے۔ ہم جنس سے برسرِ پرکار اور آئادہ جلال رہنا مقتضائے طبیعت ہرگز نہیں، اور نہ ادنیٰ مخلوق کی طرزِ معاشرت اس طریق عمل کی تائید کرتی ہے۔ (اس آئینِ طبیعت کی طرف مہمل اشارت مسئلہ ارتقاء کے تحت الممتحن صفحہ ۱۲ میں کیے جا چکے ہیں لیکن تفصیل کے لیے ابھی وقت درکار ہے۔ ہر نوع پر بحث آیت میں اس گرانقدر حقیقت کو آشکارا کر کے کہا ہے کہ شارع کائنات نے انسان کو ایک ہی امت گردان کر انکی طرف مختلف اوقات میں مختلف انبیاء کی وساطت سے الکتاب، یعنی اُن کا واحد لائحہ عمل بھیجا جو اگرچہ مختلف زبانوں میں آئادہ مگر اسکا منشا و حاصل ایک تھا وَ اَنْزَلَ مَعَهُمُ الْکِتٰبَ (۱: ۱۰۱) اس لائحہ عمل کا مقصود بالذات نسل انسانی کو اجتماعی بقا کی بشارت دینا، یا عدم تمیل کی صورت میں اجتماعی ہلاکت سے ڈرانا ہی تھا، (فَعَسَا اِلَیْہِ السَّابِقِیْنَ مُبَشِّرٰتِیْنَ وَنَذٰرِیْنَ)۔ انبیاء کے پیغام کی نوعیت کے متعلق کافی بحث صفحہ ۸۱ کے تحت الممتحن میں ہو چکی ہے۔ اور یہاں بھی علی ہذا القیاس ہی تھی بقا کی بشارت مقصود ہے جو قانون خدا کی تمیل کا طبعی نتیجہ ہے۔ (الکتاب کے صحیح مفہوم کے متعلق زیادہ توضیح کرنے کی یہاں ضرورت نہیں۔ آگے چل کر دہریہ جلد میں ہم نے ایک متقل عنوان اس موضوع کے لیے بانڈا ہے، مگر اِنَّکُمْ لَمَعَمُ الْکِتٰبِ کے الفاظ سے ظاہر ہے کہ وہ لائحہ عمل جو مختلف انبیاء کی وساطت سے آیا فی الاصل سب اقوام عالم کیلئے ایک تھا۔ اور معقول بات یہی دراصل یہی ہے کہ ایک خدا کی طرف سے ایک ہی نوع انسان کی طرف ایک ہی پیغام ہو، خواہ اُسکے پیغام پر کئی مختلف اشخاص ہوں۔ اسی حقیقت کہ نہ نظر رکھ کر تو ان حکیم نے بلا امتیاز سب اہل



اعمال کی رہنمائی کرے اور اگر کسی امر میں اُن میں اختلاف پیدا ہو تو اسکا قطعی فیصلہ کر دیا کرے۔  
لیکن جن لوگوں کو کتاب دی گئی تھی وہی لوگ اپنے پاس کھلے کھلے اور واضح احکام آئے چھپے اُس کے  
مقاصد میں اُسکے معانی اور مطالب میں بجز اختلاف، محض آپس میں سر کے باعث کرنے لگے اور  
فرقے بن گئے۔ پھر آخر کار وہ راہ حق جسے متعلق لوگوں میں اس قدر اختلاف پیدا ہو گیا تھا اللہ نے  
اپنے حکم سے ان ایمان والوں کو دکھا دی اور اللہ تو اسی کو راہ راست دکھاتا ہے جو مناسب سمجھتا ہے

(بقیہ تحت اہم صفحہ ۱۸۹) کتابوں کو الکتاب کے جامع اور مانع لفظ سے تعبیر کیا ہے جیسا کہ آگے چلکر واضح ہوگا، اور یہی وجہ ہے کہ سب  
انبیائے جہان کو پنجائے نبی تسلیم کرنا، اور اُن میں کوئی بابہ الامت یا قائل نہ کرنا عین اسلام ہی۔ آیت زیر بحث میں بتایا  
کہ الکتاب، اس لیے بھی گئی تھی کہ انسان کی امت واحدہ میں اگر کوئی جنسہ روی یا فرعی اختلاف واقع ہو جائے، تو یہ کتاب جلیل اُسکے متعلق اپنا  
قطعی حکم کرے کہ اُس اختلاف کو مٹاتی رہے، اور ہر نوع انسان پرستور اُمت واحدہ بنے رہیں جیسے کہ وہ نظر ثانیائے گئے تھے، لیکن کونین  
التاس فیما اختلفوا فیہ، بعد ازاں انسانوں نے آپس میں صد اور ہٹ دھرمی سے این روشتن احکام (البیت) کو توڑ دیا اور کئے معانی پیدا کر لیے  
اور الگ الگ فرقہ بن دیاں کر لیں۔ کتاب خدا کے سب انسانی معاملات میں آخری اور قطعی حکم ہو گیا متعلق کئی آیتیں مقدمے کے اخیر (یعنی صفحہ ۹)  
میں پیش کر دی تھیں، مگر آیت زیر بحث سے عیاں ہے کہ الکتاب کے بھیجے اور انبیاء کی بعثت کا مقصود بالذات نوع انسانی کو مستحق العرض  
اور متفق العمل کرنا ہی تھا، متفرق و فرقہ بند کر کے ایک فریق کو دوسرے کے برخلاف لڑوانا حتم نہ تھا۔ یہ اتحاد عالم کا برتسرار کرنا ہی اسلام  
کی تعلیم کا وہ درس اولین ہے جو اُسکے ہر صفحے سے عیاں ہے اور اسی کیلئے حتی الامکان سعی کرنا عین ایمان ہی، (فہکالی اللہ الذین اختلفوا) یہی سچی  
ہدایت ہے اور قرآن حکیم کی حکیمانہ گفت میں یہی صراط مستقیم کے مفہوم کی اہم شق ہے (واللہ یحکمی فی ما یشاء لعلی صراط مستقیم) صراط مستقیم  
کے مفہوم کی پہلی شق، یعنی علم فطرت کا حامل ہونا صفحہ ۳۰ کے تحت المتن (آیہ ۱۲۲، ۱۲۳) میں، اور دوسری شق یعنی حفظ نفس صفحہ ۳۰ کے تحت اہم (آیہ  
۱۵، ۱۶) میں بیان ہو چکی ہے۔ دیا چہ کتاب میں جو دعویٰ میں نے انبیائے کرام علیہم السلام کے ایک پیغام لانے کی بابت کیونچے کی تصدیق بیان ہو یا بطریق  
اس آیت شریفہ کے مطالب میں نیاں مقاصد کے باعث معنوی تحریف اس قدر واقع ہو چکی ہے کہ مسلمانوں کے لیے متذکرہ صدر مفہوم کا  
معترف بن جانا تاج نہایت غیر مانوس معلوم ہوتا ہے۔ فرقہ بندی اور مذہبی تعصب انسان کے ہر رگ پے میں اس شدت سے سرایت کر چکے ہیں کہ اسلام کو  
جامع ملل مذہب یقین کر لینا آج مسلمانیت کے منافی اکثر ہو چکا ہے۔ تاہم اگر غائر نظر سے حقیقت کی طرف دیکھا جائے تو ماننا پڑتا ہے کہ رب العالمین  
اور رازق کبر برہمن خدا جسے نزدیک سب انسان یکساں ہیں، جو سب کو کمال محبت سے پال رہا ہے، جسے خزانہ غیب سے سب کیساں انعام پارہے ہیں  
ایسا حکم دینا کیونکر گوارا ہو سکتا ہے جس سے انسان ایک دوسرے کو کاٹ کاٹ کر کھائیں، اس روحانی باپ کی طرف سے اگر کوئی پیغام ہو سکتا ہے  
تو یہی کہ سب انسان مل جلکر رہیں، اتحاد و اتفاق سے رہیں، ایک حکم عطا کے حکموں پر چلیں، شیطان کی ملازمت نہ کریں، آپس میں بہائی بہائی  
نہیں، وغیرہ وغیرہ۔ یہی عین اسلام ہی، اور یہی سلاف صالحین کے اس قول کا صحیح مفہوم ہے کہ اسلام کے اندر کوئی فرقہ نہیں۔ قرآن حکیم کے پہنچ فی  
المطالب اور عریق فی البیان ہونے کی یہ آیت ایک روشن شہادت ہے۔

قرآن کی عبارت کے متعلق ترتیل کے نشانات اور رموز و اوقاف اہل عرب نے نزولِ وحی کے بہت دیر بعد غالباً تاج بن یوسف والی عراق کے ایک  
امیر عبدالملک (متوفی ۶۸۵ھ) کے عہد خلافت میں لگائے تھے۔ یہ وہ زمانہ تھا جبکہ قرآن کا صحیح علم سینوں کے اندر ناز و ناز تھا۔ یہ وجہ سے کو حوالہ  
کے نشان اور اوقاف کی علامتیں اکثر اوقات قرآن کے ربط کو معلوم کرنے اور صحیح مطالب کے حل کرنے میں بہت کچھ مدد دیتی ہیں۔ آیت زیر بحث میں کان الناس  
اُمۃ قاصۃ کے بعد علامت تفسیر جس سے مراد یہ کہ مطالب کی تہ تک پہنچنے کیلئے کافی دیر تک ٹھہرنا ضروری ہے اگرچہ ٹھہرنے کے لیے کہاں پر  
مسلل عبارت کا لگانا ہوتا ہے۔ یہ دلیل بجا ہے خود اس امر کی شہادت ہے کہ کان الناس اُمۃ قاصۃ کے معنی میں جو اختلاف شارحین کے کہئے ہیں۔ انبیائے  
کرام ہرگز اس طلب کے لیے نہیں آئے تھے کہ فرقہ بند بنکر لوگوں کو آپس میں لڑائیں۔



علم کے آئنے پیچھے جو انکو نبیوں کی وساطت سے منشاء خدا کے متعلق ملتا تھا۔ اور زیادہ تر اس اختلاف کی وجہ آپس میں ضرب دہی تھی۔ لیکن جو شخص خدا کے صریح احکام کو پس پشت ڈالتے ہیں ان سے بہت جلد حساب لے لیتا ہے۔ پس اے پیغمبر! اگر مشیت خدا کی اس کامل تشریح کے بعد بھی یہ لوگ تم سے کٹ جتنی کریں (اور اپنی بزدلی، کم ہمتی، اور مہٹ کے باعث اپنے آپ کو خدا کے سپرد کر نیے گریں) تو ان سے کہہ دو کہ میں تو خدا کے آگے اپنا تسلیم خم کر چکا اور جو لوگ میرے پیرو ہیں وہ بھی اپنے آپ کو اللہ کے غلام بنا چکے۔ پھر ان اہل کتاب اور عرب جاہلوں کو کہہ دو کہ کیا تم اس بات کے لیے تیار ہو پھر اگر یاں کریں تو بیشک راہ راست پر آگئے اور اگر منہ موڑیں تو اے پیغمبر! تم پر حکم خدا کا پونچا دینا فرض ہے اور بس۔ اور اللہ بندوں کے اعمال کو بغور تمام دیکھ رہا ہے۔

وَلَوْ شَاءَ اللَّهُ لَجَعَلَكُمْ أُمَّةً وَاحِدَةً وَلَكِنْ يَجْعَلُ مَنِ يَشَاءُ وَيَهْدِي مَنِ يَشَاءُ ط  
وَلَسْتَ عَلَىٰ عَذَابٍ مُّتَعَمِّلٌ ﴿۹۳﴾

ہم اس آیت شریفہ میں امت واحد بن کر نہ ہونے کو بصراحت تمام ضلال کجا گیلے (یَجْعَلُ مَنِ يَشَاءُ)، اور متفق و متحد بننے کو ہر چھٹی یا ہدایت سے تعبیر کیا ہے (يَهْدِي مَنِ يَشَاءُ)، اور غیر متشوک الفاظ میں دیکھ دی ہے کہ تفریق و انتشار کی پشیمانی خدا کی جانب ضرور باضرور ہوگی جیسا کہ آج مسلمانان عالم کو محسوس ہے، مگر وہ نہیں سمجھتے یہاں نہیں پہنچتا ہی موصولی اور تمام قوم کیلئے آیا ہی پہلی مثالیں صفحہ ۳۴، ۳۵ پر گزرنے لگی ہیں۔ اتحاد کو بالائے نام (۱۳: ۴۲)، (۲۲: ۱۱۳)، (۳: ۱۹)، اور (۹۳: ۱۱۶) میں ہدایت کے لفظ سے تعبیر کرنا قرآن حکیم کے حیرت انگیز استقلال مطالب اللہ بے مثال تطابق کا وہ بدیع ثبوت ہی جو ہر صاحب نظر پر واضح ہے۔

مشاء کا استعمال اس آیت میں تین بار ہوا ہے اور اس دقیق المطلب مطلق کے متعارف مفہوم کو پیش نظر رکھ کر باقی نظریات میں اعتراض ہو سکتا ہے کہ جب خدا نے عزوجل نے انسان کو ایک امت بنانا نہیں چاہا، تو اس بچارے کا اس کی کیا قصور ہے، اور جب خدا اپنے حبیبی لوگوں کو گمراہ کرتا ہے اور علی الحساب ہدایت دیتا ہے تو پھر ہم سے پشیمانی کیوں کرے گا اصرار فعل کو کُنْ لَكُمْ لَعْنَةُ اللَّهِ سے تعبیر کرنا ناوا ہے یہ اعتراض بجائے خود اس امر کی روشنی دلیل ہے کہ مشاء کے وہ معنی قطعی نہیں ہیں جو عوام نے لے لیے ہیں۔ مشیت خدا کے متعلق مکمل بحث فلسفہ عمل کے عنوان (غالباً تیسری جلد) میں آئے گی مگر مذکورہ صدر آیات کو پیش نظر رکھ کر مختلف پسند ہی انسان کے متعلق پیش ہوتی ہیں ظاہر ہے کہ انسان کے اعمال ہی اختلاف کا باعث ہوتے رہے ہیں، خدا کا منشا ہرگز نہ تھا کہ انسان مختلف الغرض اور منتشر العمل ہو کر رہے لیکن خدا نے عزوجل چونکہ قادر علیٰ کل شے ہے، اور اس کے بالمقابل انسان کا جزوی خستیا بعض میچ ہے، اس لیے بلند مقام نظر سے یہ بھی اختلاف بھی جو انسان نے اپنے اعمال کے باعث پیدا کیا ہے لامحالہ اس کی مشیت کے مطابق ہو رہا ہے۔ اس کے دائرہ قانون و اقتدار سے باہر نہ ہو نہیں ہوتا۔ منشاء اسی اور مشیت ایزدی کے درمیان یہ بائیک فرق بعد میں اور بھی عیاں کر دیا جائے گا لیکن قرآن حکیم میں خدا کے عزوجل کے متعلق مشاء کا استعمال جہاں کہیں ہوا ہے اسی اصول کو پیش نظر پیشتر ہوا ہے اور اس آیت کریمہ میں تو لَعْنَةُ اللَّهِ کو کہہ کر انسانی فتنہ داری کو قطعاً صاف کر دیا ہے۔ پس جب انسان ہی تمام اختلاف کا بانی ہے تو یہ بحث آیت کا ایک ہی مفہوم ہو سکتا ہے اور وہ یہ ہے کہ اگر خدا اپنا منشا کرنا (وَلَوْ شَاءَ اللَّهُ)، مگر وہ اپنی مرضی کے مطابق کرنا اور تمہاری مرضی کو اپنے منشا میں داخل نہ ہونے دینا (وَلَوْ شَاءَ اللَّهُ) تو تم کو کھمت و جدہ بنا تا اور روز قیامت تک یوں ہی بنائے رکھتا (لَجَعَلَكُمْ أُمَّةً وَاحِدَةً)، کیونکہ تم سب ایک ہی نوع کی مخلوق ہو

اگر اسد اپنی مرضی کے مطابق کرتا تو تم کو ایک امت بنا کر رکھتا اور تم میں کبھی کسی اہم امر کے متعلق اختلاف نہ پیدا ہوتا۔ لیکن جسکو گمراہی کا اہل سمجھتا ہے گمراہ کر دیتا ہے اور جسکو درخود ہدایت دیکھتا ہے ہدایت دیدیتا ہے لیکن لوگو! یاد رکھو کہ یہ سب تفرقہ جو تم بذات خود آپس میں پیدا کر رہے ہو اسکی باز پرس تم سے ضرور ہونی ہے۔

وَلَوْ شَاءَ اللَّهُ جَعَلَكُمْ أُمَّةً وَاحِدَةً وَلَكِنْ لِيَبْلُوَكُمْ فِي مَا آتَاكُمْ فَأَسْبِغُوا الْخَيْرَاتِ  
إِلَى اللَّهِ مَرْجِعُكُمْ جَمِيعًا فَيُنَبِّئُكُمْ بِمَا كُنْتُمْ فِيهِ تَخْتَلِفُونَ (۴۸: ۵)

اور اے ساکنان زمین! اگر خدا اپنی مرضی کرتا (لَوْ شَاءَ اللَّهُ)، اگر وہ اپنے حسب پسند کام کرتا (لَوْ شَاءَ اللَّهُ) تو ضرور تم انسانوں کو ایک ہی امت بنا دیتا اور تم سب کے سب متحد الخیال اور متفق الاعمال ہو جاتے اور

(بقیہ تحت المثنیٰ صفحہ ۱۹۲) اور واحد الاصل ہو (بیان اللہ کے لفظ پر زور ہے) لیکن چونکہ اسے تم اشرف المخلوق اور ذی شعور انسانوں کو اپنے اعمال پر ایک بہت بڑی حد تک قدرت دے رکھی ہے اسلئے یہ اختلاف جو پیدا ہو رہا ہے تمہارے اپنے کرمات سے ہے۔ اس صورت حال میں وہ خدا کے عظیم بھی تمہارے اعمال کو دیکھ کر جس قوم کو نا اہل قرار دیتا ہے اپنی مشیت (یعنی قانون اور سنت اللہ) کے رو سے تفریق و شکست کی راہ ضلال دکھاتا ہے، (وَلَكِنْ يَجْعَلُ مِنْ يَشَاءُ) اور جسکو بہرہ جوہ اہل سمجھتا ہے اپنی مشیت کے اہل زور سے اتحاد عمل کا راہ راست دکھاتا ہے، (وَيَهْدِي مَنْ يَشَاءُ)، لیکن لوگو! یاد رکھو کہ جو کچھ بھی تم کر رہے ہو اسکی پرسش ضرور ہوگی: (وَلَسْتَ تَخْلُقُ عَمَّا كُنْتُمْ تَخْلُقُونَ) آگے چلکر ہم دوسری جگہ میں عیاں کر دیں گے کہ خدا کے خیر آفریں نے اپنی سب ادنیٰ حیوانی مخلوق کی ہر نوع کو جو انسان کی غیر اند اپنے میں کچھ خستیاں ارادہ نہیں رکھتی، اور جسکا ذاتی اقتدار منشاء خدا میں کچھ خیل نہیں ہوتا، امت واحدہ ہی بنایا ہے اُن کے افراد کے مابین خٹکائی اختلاف رونما نہیں ہوتا۔ وہ سب کے سب مختلف جماعتوں میں منقسم ہیں۔ لیکن آپس میں متحد اور متفق ہیں پس یہ انسان کا اپنی نوع کے ساتھ تخالف تباہی فی الحقیقت اسکی خود رانی اور صاحب اختیار ارادہ ہونیکے باعث جو وہ فطرت کا منشاء ہے۔

وہ اس آیت کریمہ سے اور بھی واضح طور پر عیاں ہو جاتا ہے کہ اختلاف کا اصلی باعث خود انسان ہی ہے: (يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا اتَّقُوا اللَّهَ الَّذِي تَخْتَلَفُونَ) اور خدا کی عین مرضی یہ ہے کہ بنی نوع انسان متحد ہو کر رہے۔ (التخلف) کے صحیح مفہوم کی تشریح صفحہ ۱۳ کے تحت ملے گی جو یہ ہے کہ اور خدا کے ہر ایک فرد کا کسی امت کو اجتماعی انعاموں سے مشرف کرنا، اس بات کی علامت ہو کہ وہ امت مشیت ایزدی کے مطابق جن رہی ہے۔ (دشال کے طور پر کہ وہ امت اُمَّةٌ قَرِيبَةٌ بنکر رہتی ہے اور منہ پر بند نہیں بنی تو لامحالہ خزانہ خدا سے باوجود یا آزادی وغیرہ کا انعام باقی رہتا ہے) اقوام کے بارے میں ایک آیت مسئلہ ارتقا کے تحت المثنیٰ صفحہ ۱۳ میں آچکی ہے۔ اور یہاں بھی ظاہر ہے کہ اقوام عالم کے متعلق منشاء ایزدی انکاسعی عمل اور ایک دوسرے پر مسابقت ہی جو مسئلہ ارتقا کو پیش نظر رکھ کر اس آیت کا مفہوم اور بھی واضح ہو جاتا ہے۔

اس آگے چلکر فلسفہ عمل میں ہم ثابت کر دیں گے کہ مشیت خدائی بحقیقت اس کا قانون ہی ہے۔ جو قانون خدا نے عزوجل نے روز اول سے بنا دیا ہے، اُسی کے مطابق عمل در آمد ہوتا ہے، اُنیکے روست جزا و سزا مل رہی ہے اور وہی اُنکی مشیت ہی۔ ہر معقول حاکم کے شایان شان ہی ہے کہ ایک فہرست جو سمجھنا قانون نافذ کرنے اور ہر کے مطابق عمل کرنا اپنا ضرر گروائے، حتیٰ الامکان سب پر قائم رہے، بلکہ اسکو ہر خارجی آسیہ بچائے رکھے۔ خدا کی مشیت الہیہ (اللہ کوئی استبدادی مشیت نہیں کہ گمراہی میں لائے اور گمراہی میں تولد نہ دے کہ وہ روز آخر منہ سے اُٹلے، ناقابل رد و بدل اور بالاتق ترسیم ہے: فَلَنْ يَخْلُقَ لَكُمْ إِلَهًا تَبْدِيلًا وَلَا تَكُنْ يَخْلُقُ لَكُمْ إِلَهًا تَبْدِيلًا) یعنی اُسے مخاطب تو قانون خدا میں ہرگز کوئی تبدیلی نہیں پائے گا اور ہرگز کوئی تحول نہیں دیکھنا گا۔

تم میں کسی امر کے متعلق کوئی کشمکش پیدا ہی نہ ہوتی، لیکن یہ صورت خست سبب جواب تمہاری  
اپنی خورانی، خدا سے گشتگی، اور ضلال کی وجہ سے پیدا ہوئی ہے اسلئے کہ وہ خدا سے عالمیان تم  
سب مختلف شدہ امتوں کا امتحان اُن اہلیتوں کے بارے میں لے جو اسے تم کو دی ہیں (لَقَدْ خَلَقْنَا  
فِي تَابَاتِ الْكَوْنِ) تو اسے انسانی امتوں! تم بھی اس آدمی میں پورے اترنے، اور اس کشمکش عظیم  
میں فتح پانے کیلئے خداوند عالم کے بہترین اجتماعی انعاموں کی طرف مابقت کرو (فَاَسْتَقْبِلُوا  
الْحَيَاةَ) جانے رہو کہ تم سب خدا کی طرف لوٹنا، اور اسے حضور میں اپنے سعی و عمل کی جوابدہی  
کرنی ہے، پھر اس دن وہ انسانوں کا خالق خدا تم کو اس حقیقت حال سے آگاہ کر دیا جائے گا کہ تم نے  
تم آپس میں اختلاف پیدا کرتے تھے!

وَلَوْ شَاءَ رَبُّكَ لَجَعَلَ النَّاسَ أُمَّةً وَاحِدَةً ۚ وَلَا يَزَالُ الَّذِينَ مَخْتَلِفِينَ ۝ (الْاَمِنْ  
تَرْجَمَ رَبُّكَ وَلَئِنْ لَانَ خَلَقَهُمْ وَوَدَّ تَمَّتْ كَلِمَةُ رَبِّكَ لَا مَلَكْنَ جَعَلَهُمْ مِنَ الْجِنَّةِ  
وَالنَّاسِ الْجَمْعَيْنِ ۝ (۱۱: ۱۱۸-۱۱۹)

اور اسے پیغمبر اگر تیرا پروردگار اپنے منشاء کے مطابق کرتا تو تمام لوگوں کو ایک امت بنا دیتا۔ لیکن یہ  
لوگوں کی شقاوت ہی کہ وہ ہمیشہ آپس میں اختلاف قائم کرتے رہتے ہیں۔ اور پھر اذیتیں اہل ہو کر

مہ جو حیرت انگیز اور موت افزا معنوی تحریف کچھ مدت سے ان دو آیات جلیلہ کے مطالب میں بعض نا عاقبت اندیش مسلمانوں نے عجز اور لڑائی  
پیدا کر لی ہے، جس دیدہ دلیری اور ایسی مکروریا سے وہ ان آیات، الہی کو سند گردانکر اپنی موجودہ فرقہ بندی اور شکست انگیز حالت کو جہت  
انسانی "بلکہ مشیت یزدی" پر محمول کر کے موت کی نیندیں لے رہے ہیں اور چاروں عالم سے ایک آواز اس تشبیح کے برخلاف آئینی  
و کمانی نہیں دیتی، اس سے آج عالم اسلام کے فقدان فہم و فکر کا خوب پتہ چلتا ہے اور یہ امر متحسّس ہو جاتا ہے کہ جب کسی امت کی اجتماعی موت  
تزیب ہوئی ہے تو سب و بصیر اور قلب پر اس کے افراد سے خود بخود خست ہو جاتے ہیں، اور اِذَا جَاءَ الْحِجَابُ لَمْ يَبْقِ أَفْئِدَةٌ وَلَا عَيْنٌ کا سماں  
ہر طرف عیاں بندہ جاتا ہے۔ آج مسلمانوں نے "وَلَئِنْ لَانَ خَلَقَهُمْ" کا یہ مطلب سمجھ لیا ہے کہ انسان فطراناً و خلقاً اختلاف پیدا کرنے پر مجبور  
ہو جاتا ہے، اور کُلُّ شَيْءٍ كَالْحَاكِمِ اسکی تائید میں ہے! اور اسی لئے مسلمانوں کی موجودہ حالت طبیباً اور حکماً لا علاج ہے، بلکہ اختلاف پیدا کرنا اور  
امت کو ٹکڑے ٹکڑے کر کے شکست و بخت کے جہنم کی طرف گسیٹنا ہی رحمت الہی کی علامت اور مشیت خدا کی تکمیل ہے! اس شرارت انگیز  
انجیل کی تلقین ان ہر طریقت خور نے اپنے ماتم افزا حجرے میں پیچھا کر کے رکھنا ہے اور اپنے زعم میں رب زمین و آسمان کی ایک ہم  
ہدایت کی تبلیغ کر رہا ہے۔ اور یہ سب نظر و تبلیغ صرف و نحو کے اُن خلافت ستارہ قاعدوں کے تیغ میں ہو رہی ہے جن کے پیغمبر قطرب اور کسان  
و غیر ہم تھے، اور جنہوں نے اپنی مستبہ کلمہ میں کہا کہ یہ ہو گا کہ ذَلِكْ اَمْشَرُ شَارَةِ قَرِيبٍ لِّیْ اَتَاہُ، اور اشارہ بعید کے لیے ذَاکْ کا لفظ  
وقضی۔ اس فرمان واجب الاذعان کے رد سے ذَلِكْ کا اشارہ اَلِیْہِ مَخْتَلِفِیْنِ ہی ہو سکتا ہے، اَمَّةً وَاحِدَةً، نہیں ہو سکتا۔ اور اسی لیے رب  
زمین و آسمان اُن کے زعم میں اختلاف کا یکسر حامی ہے: یہ سب طرز استدلال ظاہر ہے کہ نہایت لغو اور شرمنگاہی۔ اور کسی ذہن سلیم کہ اپنے  
قابل التفات نہیں۔ یہاں پر اَلَا مَنْ تَجَمَّ ذَلِكْ کے الفاظ صاف ظاہر کرتے ہیں کہ اختلاف پیدا نہ کرنا اور امت واحدہ بنے رہنا رحمت  
خدا کی نشانی ہے، اور لَئِنْ لَانَ خَلَقَهُمْ کا اشارہ تفسیر یہ رحمت سمر کی طرف ہے، وَلَا يَزَالُ الَّذِينَ مَخْتَلِفِينَ کے الفاظ کی طرف نہیں ہونا

تو ہی رہتے ہیں جن پر تمہارا پروردگار رحم کرے۔ فی الحقیقت خدا نے انسانوں کو پیدا ہی ایسی کیا تھا کہ ایک امت بن کر رہیں، لیکن اگر خستہ سلاف نہ مٹا تو فرمودہ خدا پورا ہو کر رہیگا کہ ہم کیا ہیں اور کیا انسان سب کو ضرور بہر دیئے، اور نافرمانی احکام کا انتقام لیکر رہیں گے۔

(بقیہ تحت آیت ص ۱۹۴) دور جاڑے ہیں۔ لیکن اتحاد کا اسلامی تعلیم کا جزو عظیم ہونا چونکہ مسلمانوں کی موجودہ منہ تو بند پوکا شدت سے مانع ہے اور آگے چلکر ایسی امت کے کل جن وانس کو جہنم میں بہر دینے کی دھکی دی گئی ہے اس لیے امت حاضرہ پر جسے اپنے امت کے ماضیوں کے زعم میں جہنم کی گگ مدت سے حرام ہو چکی ہے اسکا اطلاق ختم نہیں ہو سکتا! اس خوش اعتقادی کا نتیجہ بعض اوقات یہاں تک ظاہر ہوا ہے کہ لوگوں نے دلائل خلاقہ، تک ایک مضمون سمجھا ہے اور کائنات جہنم میں الجنت والکائنات اجماعاً کو دنیا مضمون فرض کر کے قرآن کو ٹکڑے ٹکڑے کر گئے ہیں۔ حتیٰ کہ بعض حلقوں میں جہنم والے آخری جگہ کو پہلے مضمون کے ساتھ ملا کر پڑھنا ناروا سمجھا گیا ہے۔ اور دلیل یہ دی گئی ہے کہ جب اختلاف پیدا کرنے سے مشیت ایزدی کی تکمیل ہو رہی ہے اور یہی انسانی فطرت بھی ہے تو پھر اس انسان کا کوئی قصور نہیں اور جہنم کی سزا بھی اس قصور کے متعلق نہیں۔

اصل کتاب میں ان آیات کے صحیح مطالب افصح کر دیے گئے ہیں اور صاحب نظر بطور خود ہمہ شکائے کہ قرآن حکیم کس استقلال اور انفرادیت سے جا بجا اتحادی نوع انسان کا حامی اور وحدت امت کا مؤید ہے اور تناقض اور اختلاف کے انسانی عیب کے قدر بڑے ہیں۔ لیکن (۱۱۹: ۱۱) کے آخری جملے کے متعلق کلمت کذبت کے معانی کی ضروری توضیح باقی ہے جو یہاں پر لکھ دی جاتی ہے۔

سورہ اعراف میں شیطان کے انسانی لغو کے متعلق یہی خیر مکالمہ درج ہے جس پر آج ہر جگہ حرف بحرف عمل ہوتا ہوا صاف نظر کو نظر آرہا ہے:

قَالَ فَبِمَا أَتَىٰ يَتَىٰ لَا تَعْبُدُونَ إِلَّا اللَّهَ صِرَاطَكَ الْمُسْتَقِيمَ ثُمَّ لَا تَعْبُدُونَ إِلَّا اللَّهَ بَيْنَ يَدَيْهِمْ وَبَيْنَ خَلْقِهِمْ وَعَنْ أَعْيُنِهِمْ فَكُنْ لَّهُمْ بَلَاءً وَلَا يَجِدُوا إِلَّا اللَّهَ شَكُوكًا ۚ قَالَ أَخْرِجُونِي مِنْ هَاهُنَا وَأَوْعَاظُكُمْ وَأُولَٰئِكَ أَصْحَابُ الْجَهَنَّمَ وَنُفُوسُ أَجْمَعِينَ ۝ (۱۸-۱۶: ۴)

پھر شیطان رب زمین و آسمان کی جناب میں یوں گستاخی سے بولا کہ اے مالک کون و مکان! جس طرح تو نے مجھے ناحق ناروا انسان کے صلیع ہو کر نہ رہنے اور اسے آگے سجدہ نہ کرنے کے جرم میں جنت کے آرام دہ سبز زاروں سے نکالا ہے تو میں بھی بنی نوع انسان کی تک میں جبر سے تباہ ہو کر صراط مستقیم پر بیٹھ رہوں گا، پھر انکو اس صراط مستقیم سے ہٹانے کی غرض سے طرح طرح کے لباس پہنکر اور قیاس قیاس کے مکر و فریب بچے اڑھ کر کہی اگے سے آدھا اور پیچھے سے چاروں طرف سے آدھا بنکا، کبھی داہنی طرف سے آدھا بنکا، کبھی بائیں طرف سے آدھا بنکا، اور جس طرح بن پڑے گا سادہ لوح انسان کو ہکا کر رہوں گا، اور اگر میرا تیر نشانے پر بندھ گیا تو انسانوں میں کبھی کو تو اپنا قدم دان اور طبع نہ پائے گا۔ شیطان کی اس انتہائی گستاخی پر خدا نے عرض جل تمنا اٹھا اور فرمایا کہ باغ بہشت سے یکدم نکل باہر ہو اور اس کے لیے ملعون اور مردود بنا رہو۔ لیکن بنی نوع انسان جس جس میں نے تیری پیروی کی ہوگی تو یہ میرا حسی وعدہ ہے کہ میں ہی تم سے اور ان سب جہنم کو بابل بہر دوں گا۔

شیطان کی ماہیت سے یہاں پر بحث نہیں، اور نہ اس پر کہ یہ مکالمہ کیونکر ہوا اور کہاں پر ہوا لیکن ان آیات کے آخری جملے سے ظاہر ہے کہ کلمت کذبت، والی آیت یعنی (۱۱۹: ۱۱) میں اسی قول کی طرف اشارہ ہے صفحہ ۱۸۸ کے تحت المتن میں آیت (۲۱۳: ۱۲) کی تشریح کے ضمن میں ہم ابھی ابھی بتائے ہیں کہ اتحاد امت ہی صراط مستقیم کی ایک ہم شق ہے پس شیطان کا صراط مستقیم سے ورغلانا انسانوں کے درمیان نفاق پیدا کرنا ہی ہے۔ اور اسی خستہ سلاف کی منزلیں شیطان اور انسان دونوں کو جہنم میں بہر دینے کی دھکی دی گئی ہے اور صاف فرمایا ہے کہ جو قوم اس طرح پر شیطان کی متابعت کرے گی اس پر یہ قول پورا ہو کر رہے گا۔ بعینہ اسی طرح کا مکالمہ سورہ ص میں ہے:- (باقی)

# تمثیل اسلام و نقش توحید

لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ مُحَمَّدٌ عَبْدُهُ وَرَسُولُهُ

خدا کے وجود کی گواہی دیتے ہوئے اعتدال قائم رہی

آہ! یہ وہ ماحی اختلاف، متحد الاعمال، اور جامع الناس اسلام تھا جس کا آماجگاہ سعی روئے زمین پر ایک اُمت کا قیام تھا۔ فطرت کی اساسی وحدت اور اتحاد، اور اولاد آدم کے طبعی اور نبوی

رہنمائی تحت (ص ۱۹۵) قَالَ فَبِعِزَّتِكَ لَا تُخَيِّرُ بَيْنَهُمْ أَجْمَعِينَ ۚ إِنَّهُمْ جَمْعٌ بَيْنَهُمْ وَبَيْنَهُمْ فَخُتٌّ ۚ وَالْحَقُّ أَقُولُ ۚ لَا مَلَكٌ جَعَلَ مِنْكَ وَبَيْنَ تَبَعَاتٍ وَبَيْنَهُمْ أَجْمَعِينَ ۚ (۸۵-۸۴-۸۳)

۱۔ سپریمان لین نے کہا کہ مجھے تیری عزت کی قسم کہیں بھی ماسوا ان چند بندوں کے جو خالق تیرے ہی غلام ہیں اور جو میرے بس کے نہیں باقی صوبہ کو گمراہ کیے ہوئے۔  
 ۲۔ رب تم نے فرمایا کہ بہت قریب تو نے اپنا عندیہ سج گدیا اور اب میں ہی سج ہی کہتا ہوں کہ اگر یہ تو ہم بھی تم کو میں تمہارے چلے جانے کو کہ جنم میں بالباب ہونے کے  
 یہاں میں نے ایک شخص سے ظاہر ہو کر انسانوں کے سوا خود کو اب بھی جنم میں بسر کیا جائیگا۔ گویا آیت زیر بحث یعنی (۱۱۹، ۱۱۸) میں مِنَ الْجِنَّةِ وَالنَّاسِ اَجْمَعِينَ کے  
 کے لفظ سے مراد شیطان یا وہ شیاطین کا گروہ ہے جو انسان کو صراطِ مستقیم سے غفلت دیتا ہے۔ میں اس موقع پر حقیقت شیطان یا مابہیت جن کی بحث میں پڑنا  
 نہیں چاہتا صرف اپنے قول کی تائید مزید میں سورہ کہف کی آیت کا ذکر کرتا ہوں ۱۱۸، ۱۱۹ کو پیش کرتا ہوں جہاں بصرحت  
 تمام اہلس کو از قسم جن کہا گیا ہے جس نے حکم خدا سے سرِ تاب کی نفی۔ جنم کو ہر دینے کا ایک اور اشارہ سورہ سجدہ میں ہے،  
 وَلَوْ شِئْنَا لَآتَيْنَا كُلَّ نَفْسٍ هُدًى وَلَٰكِنْ حَقَّ الْقَوْلُ مِنِّي لَأَمْلَأَنَّ جَهَنَّمَ مِنَ الْجِنَّةِ وَالنَّاسِ اَجْمَعِينَ (۱۳۱-۱۳۲)  
 اور اگر ہم اپنی مرضی کے مطابق عمل کرتے (وَلَوْ شِئْنَا) (یہاں بھی آیت ۱۱۸، ۱۱۹) صفحہ ۱۹۱ کی طرح شیعنا کے قائل ہر ذرے اور انسانی اختیار  
 اور اسے کو اپنے منشا میں ذیل نہ ہونے دیتے تو ہم ضرور بالضرور ہر فرد بشر کو اس کے صراطِ مستقیم اور صحیح راہ عمل (ہدایا) پر چلا دیتے (اور  
 وہ ہدایت لامحالہ یہی انت واحد بننے کی ہدایت ہوتی، لیکن چونکہ انسان اسلاف خود رائے ہی اور ہدایت کو من وعن مان لینا اس کے شران سمجھتا ہے  
 اس لیے لامحالہ میرا وہ قول پہلے ہو کر رہے گا جو میں نے شیطان سے کیا تھا کہ میں ضرور بالضرور جنم کو جن و انس سب بالباب ہرگز ہوں گا۔  
 یہاں وَلَوْ شِئْنَا لَآتَيْنَا كُلَّ نَفْسٍ هُدًى اور لَوْ شِئْنَا لَجَعَلْنَا النَّاسَ اُمَّةً وَاحِدَةً میں منہوی تراوی عیاں ہے کیونکہ ہدایت کے قرنی  
 معانی کی ایک اہم شق ہم اتحاد اُمت ثابت کر چکے ہیں (دیکھو صفحہ ۱۹۲) اور یہاں پر اس مفہوم کی تائید مزید ہوتی ہے۔

بہر نوع اس تمام استدلال کو پیش نظر رکھ کر حقیقتِ اظہر من الشمس جو جاتی ہے کہ اُمتِ احمد نے رہنما فطرتِ انسانی ہی اور فطرتِ الہی کے  
 عین مطابق ہی، اختلاف کی سڑک سے ریخت کا جنم لیا، اور آخرت میں اس سے بدترین حالت ہی۔ اسلام تمام عالم توحید کے نصب العین  
 پر متفق اہل کر کے اُمت واحد بنائے آیا تھا، فرقہ بندیاں پیدا کرنا اس کا مال کا سرگزشت تھا۔ سب انبیاء کو منجانبِ انبیا تسلیم کر لینا، سب الہامی کتابوں کو  
 مینوع ایک سمجھنا، ایک ضد کی ملازمت پر متفق اہل ہو جانا، ایک حکم اعلیٰ کو ماننا، اور اس کے سوا کوئی دوسرے رب کے پیچھے لگ کر فرقہ بند نہ بننا، اسلام کی اصلی تعلیم تھی۔  
 اُمت واحد بنے رہنا اس کا تباہ و برباد اور اُمت تقسیم تھا، متحی الغرض اور متفق اہل رہنا اس کی ہدایت تھی۔ یہی اللہ تعالیٰ اور دینِ نبوی کا صحیح مفہوم تھا (دیکھو آیت  
 (۹، ۱۶۱) صفحہ ۱۸۲) اسی فطرت کے عظیم الشان اصل اصول کو لیکر رسول آیا تھا اور اس کا نتیجہ لفظِ توحید کا تھا۔ اسی عمل کر کے قرون تک مسلمانان  
 عالم غالب ہوئے، اسی پر آج سب مغرب چلے غالب آ رہے ہیں، یہی وہ دین فطرت کی ایک ہم شق ہی جس پر تمام عالم مجبول ہے (قطرۃ اللہ علی ذکر الناصر  
 علیہ السلام ۳: ۲۰) اور اگر آج مسلمان اس سبق کو ہو کر شکست پر شکست کہتا ہے تو اس کی وجہ یہی ہے کہ دین فطرت سے انحراف کے سوا کچھ نہیں!



استلاف کی طرف یہ چہنبری بازگشت تھی جسکا اولین پیش نهاد ساکنانِ عالم کو پابندِ خدا، اور بریدہ ماسوا کے ایک کر دینا تھا! دین اسلام کی سلسلے عام (۱۳: ۱۳۱)، (۱۳: ۱۳۲)، (۱۳: ۱۳۳) انسان کی اعتقادی اور نسلی، ملکی اور تہذیبی تفریق کو تنزیہ کے برخلاف وہ عربہ جو صدا، اور آمادہ پیکار آواز تھی جس سے عہدہ برآمد ہونے کی شرط وجہ توحید کا علی اقرار، اور ہنگی خدا کا علی اعتراف تھا، وَمَنْ يَبْتَغِ غَيْرَ الْإِسْلَامِ دِينًا فَلَنْ يُقْبَلَ مِنْهُ، وَهُوَ فِي الْآخِرَةِ مِنَ الْخَاسِرِينَ (۱۳: ۱۳۲)، فَادْعُوا اللَّهَ مُخْلِصِينَ لَهُ الدِّينَ وَلَوْ كَرِهَ الْكَافِرُونَ (۱۳: ۱۳۳) بین المللی مصالحت اور جنسی اتحاد عمل کی یہی وہ طبعی اور قابل تسلیم بنا، اور یہی وہ مشترک اساس تھی جس پر خلق خدا کے اجماع و استلاف کا امکان ہو سکتا تھا! اِسَ اللَّهُمَّ احْدِكِ عَلٰی اَنْتَ سَيِّدُ الْخَيْرِ لِلْكَافِرِينَ هٰذَا هِيَ وَهٰذَا هِيَ

۱۳۵ اور جو شخص اس علی اسلام کے سوا کسی اور مذہب عمل کی تلاش میں ہوگا، اسکا وہ مسلک ہرگز قابل قبول نہیں ہوگا، اور بالآخر وہ نیاں کاروں میں سے ہوگا۔

۱۳۶ تو اسے ایمان والو! اپنی تمام اراد مندی اور عقیدت کو اسی خدا کے لیے مخصوص کر کے اُس کو پکار کر، اگر تمہیں سکرین خدا کو برکبی ہو تو گئے۔ یہ آیت شہیدہ قرآن حکیم میں صریحاً کہے کہ تن کی آیت قُلْ اٰمَنَّا بِاللّٰهِ وَمَا اُنْزِلَ عَلَيْنَا وَمَا اُنْزِلَ عَلٰی اٰبَادِهِمْ وَاسْمِعُوا لِقَابِ الْوَحْيِ وَتَقْبَلُوا الْاٰمَنَاتِ وَمَا اُوْتِيَ مِنْ لَوْحٍ عِندَ رَبِّكَ الَّذِيْنَ مِنْ رَبِّكَ لَا تَقْرَأُ بَيْنَ يَدَيْكَ اَحَدٌ مِنْهُمْ وَتَحْنُ لَهُ مُسَلِّمُونَ (۱۳: ۱۳۳) کے عین ہمراہ ہوتی ہے دونوں آیتوں کو ملا کر پڑھنے سے ظاہر ہوتا ہے کہ الاسلام، وحیقت انبیاءے جان کو صرف ایک پیغامِ الٰہی کا حامل سمجھنے، اُن میں سے کسی ایک کو دوسرے سے الگ نہ ہونے کا موجب نہ بنی ہو، بنی نوع انسان کو مشترک اساس عمل پر لانے اور خدا کو فعل و عمل میں حاکم اعلیٰ تسلیم کر کے اس کے قانون پر عمل کرنے کا نام ہے۔ یہی وہ راہ عمل (دین) تھی جسے سوا کوئی اور طرز عمل اختیار کرنا خدا کی نظروں میں پسندیدہ نہ تھا، اَوَّلُ الْفِتْنَةِ وَنَبَا (۱۳: ۱۳۴) گویا تفرقہ و بجا دینا، عمل میں اتحاد انسانی کو پیش نظر نہ رکھنا، اور اپنے سعی و عمل کا مطمح نظر اصلاح بین الناس نہ سمجھنا وہ شیوہ کا ہے جسکا نتیجہ بہت بُرا ہے، جس کا انجام شکست و بربط ہے، (وَهُوَ فِي الْآخِرَةِ مِنَ الْخَاسِرِينَ) جس میں بالآخر زامردی ہی زامردی ہے۔ یہ دونوں آیتیں اسلام کو محبت و اتحاد ثابت کرنے میں بے مثل ہیں مگر آج لوگوں نے آیت وَصَلْتُمْ بَيْنَهُمْ كَمَا مَطَّلَعْتُمْ بَيْنَهُمْ یَا سَیِّدُ الْخَيْرِ کے سبب تک کوئی تشدد نما برہمن اپنی چشمیا کاٹ کر اور زنا رنور کر کسی امام مسجد کے ہاتھ پر اُس کے کھنے کے سلطان کلمہ شہادت نہ پڑھ لیا، اور بعد ازاں دشمنوں تک کے پانی پیچھے والے پا جاسے اور شرعی جیتہ دوستا کو تادم موت اپنا اسلامی شعائر بنائے گا تب تک اس بے چارے کو قیامت کے دن گھانا ہی گھانا ہے۔ گویا آخرت کو ت جارنے کے لیے اس ہیئت کذاقی میں ہونا لازمی ہے۔ اور رب زمین و آسمان اسی طرح کی قطع کی ہوئی قیص و ازار کو پسند فرماتا ہے۔ کسی دوسرے خیاط کے ہاں کا بنا ہوا کپڑا اسکو پسند نہیں۔ آہ و تڑپ حکیم کے الفاظ اس طرح کی قطع کی ہوئی قیص و ازار کو پسند فرماتا ہے۔ اور حکمرانی حقیقت شناس اور دقیقہ رس قوم کے جسم کی کہیں بن رہی ہے اگر جس قوم میں حلول مکرر گئی ہے۔ اُس کی لگ رہیں ہیں کہ انہیں حیات کا عالم انیز فروع و ذراہی ہے۔ مسلمان لکھ باریچے اس شرعی امور و انیز اسلام کو سلام سمجھتے ہیں لیکن اسلام دیں، جہاں اُس خدا نے بے نیاز اور حاکم عادل کی طرف قبولیت کی سنبل لگی ہے، جہاں طاقت اور حکومت، عز و شرف کا دیار ہے، جہاں سلطانیت لوٹیاں بنی ہوئی ہیں، جہاں بادشاہت زمین کی عروس جلوہ گر ہے۔ جہاں دولت و فساد و رعب اور حکم کی دیویاں تھانے کھڑی ہیں نہ جگہ جہاں سب طرف عز و شکست ہی غرض پھارگی ہے، مانگے ہوئے شکر و برکتوں پر گزارہ، اور جو میں جو بدن ہو رہی ہیں!

طاقت، اور وہ انجذابی اثر نہاں تھا جو ہر مقامی نصب العین، اور ہر نسلی مطمح سر کو نالائق التفات کر دیتا تھا! اسی حقیقت کی عالم آرا عظمت، اور مستم بالشان نافیت کے باعث مومن کا ایمان ایثار کا لازوال مصدر، اسطرارِ عمل کا عظیم الشان پیکر، اور سچوم قوت کا بے خوف و خطر مسکن بن گیا تھا۔ لیکن یہ توحید ہی وہ مسکنِ قلب اور ہر کی نفس دوا تھی جو غلبے کے سُکرا اثر کے باوجود قدم قدم پر بھی جذبات کو مشتعل ہونے سے روکتی تھی، جو بڑے سے بڑے دشمن کے بالمقابل رفق و مسامحت، حسنِ معاملات اور اخلاق کے ملکوتی صفات کو ہر مومن کے قلب میں جو بن کر رکھتی تھی، جو احتسابِ نفس کی پرہیز و برید کے باعث اُسکے ادنیٰ سے ادنیٰ عمل کو بھی حدِ اعتدال سے گزرنے نہ دیتی تھی، جو حق خدا کی ہر دم محافظ، اور حقوقِ عباد کی ہر آن نگران تھی، جس نے حُسنِ حِلاقی کی ربانی فضیلتیں، اور خوفِ خدا کی تدوینی بزرگیاں ہر تنفس کے اعمال میں جاری و ساری کر دی تھیں، جسکے صحیح نقش نے مومنوں کے زندہ قلوب میں باہمی محبت کا جس، اور یک نگی کی لہر دوڑادی تھی، جسکے مصلح اعمال اثر نے مسلمان کی زندگی کو ہر انسان کے لیے قابلِ تقلید نمونہ بنا دیا تھا۔ اسی توحید کے نفع مند اور تیسرے خیر یقین نے، مسلمانوں کے روزانہ معاملات میں بلا تفریق قوم، اور بلا امتیاز مذہب رستی اور صلاحیت پیدا کر دی تھی: **بَلَىٰ مَنْ أَوْفَىٰ بِوَعْدِهِ وَاتَّقَىٰ ۖ إِنَّ اللَّهَ شَدِيدُ الْعِقَابِ** (۵۵:۳)۔ میدانوں میں لڑنے والے یشیر ہر ہر، اور پہاڑوں سے ماتھ پائی کرنے والے یہ

سچ تو یہ ہے کہ جو شخص بھی اپنے عہد پر قائم رہا، اور خوفِ خدا کے باعث بد معاہلی سے بچا تو اسے تقویٰ کرنے والوں کو بیشک دوست رکھتا ہے۔

توحید کے سعلق میں نے قطعی طور پر ثابت کر دیا ہے کہ اس کا اٹل نتیجہ اتحادِ قلوب ہے علیٰ ہذا القیاس جو قوم متحد ہے اُسکے افراد کے دلوں میں توحید بس ہی ہے! چونکہ سب ایک کام کرتے ہیں اسلئے انکا آقا بھی ایک ہی جو قوم متفرق ہو اُسکے خدای الگ الگ ہیں بلکہ اسکا خدا و حقیقت شیطان ہو جائے ہیں اور انکا تباہی و تخریب اپنے آپ کو خدائیں نہ کہ ہے۔ اسی لیے تعادل کی کوئی صورت پیدا نہیں ہوتی۔ یہی رازِ اللہ اَللّٰہُمَّ اِنِّیْ اَسْأَلُکَ اَلْعِلْمَ بِمَعْنٰیہِ (۱۳۳) معنوی، کہ الفاظ میں ظہر تھا۔ اسی نظر سے توحید کی حقیقت ظاہر ہے یہاں ایفا سے عہد کو اتنا سے اتنی پر محمول کیا گیا ہے گویا جو شخص اپنے قول کا پکا اور معاملے کا مستباز ہے وہ خدا سے صحیح معنوں میں رُخا ہے، اسکو اللہ کے ہر دم حاضر و ناظر ہونے کا یقین ہے، وہ فی الحقیقت اُس پاک ذات کو اپنے اور سرِ رقی ثانی کے درمیان گواہ (یعنی شاہد) اور ضمان شہیرا کر عہد کرتا ہے، اور ہر ایسی جلیل القدر ذات کی ضمانت میں اُس عہد کو نبانے کے لیے اپنی جان تک کی پروا نہیں کرتا۔ ایسا کھر شخص اور ایسی خوش عالم قوم بلاشبہ خدا کی دوستی کے قابل ہے **إِنَّ اللَّهَ يُحِبُّ الْمُتَّقِينَ** (۱۶:۹)۔ اسوۂ نعل میں ہے:

وَأَوْفُوا بِعَهْدِ اللَّهِ إِذَا عَاهَدْتُمْ وَلَا تَنْقُضُوا الْأَيْمَانَ بَعْدَ تَوْكِيدِهَا وَقَدْ جَعَلَهُ اللَّهُ عَلَيْكُمْ كَفِيلًا ۚ إِنَّ اللَّهَ يَكْتُمُ مَا

تَعْمَلُونَ (۹۱:۱۶)

جاننا بطل، اسلام کی تنہی صدا اور اللہ کے امر و نہی کے آگے یوں جھک گئے تھے کہ انکے اعمال کو بھی  
بعض اوقات ان کی بشریت پر گمان گذرتا تھا! وہ سلاطین عالم پر حکم کی نظر رکھتے تھے، مگر سنگبار توغلی کا

(بقیہ تحت المشرق صفحہ ۱۹۸) اور لوگو! جب جب کسی شے کے کرنے کا اپنے دل میں عزم مصمم کرو تو اس خدا سے باندھے ہوئے عہد کو پورا کر کے رہو! اور یہی  
نہیں بلکہ ان معاہدوں کو جنکو تم اپنے واسطے ہاتھوں (الایمان) کو ایک دوسرے سے ملا کر کرتے ہو، چٹکائے پیچھے نہ توڑو کیونکہ اگرچہ معاہدہ دو  
شخصوں ہی کے درمیان ہوا ہے مگر تم فی الحقیقت خدا کو اپنا ضامن ٹھہرا چکے ہو۔ اور میں شک نہیں کہ جو کچھ تم کر رہے ہو خدا اُس سے بخوبی خبر ہے۔  
اسلام نے ایفائے عہد کو ہر حالت میں سختی سے برقرار رکھنا اپنے پراسقار لازم کر لیا تھا کہ عین اسوقت جب کہ اکیس برس کی مسلسل سعی و عمل کے  
بعد دینے میں مسلمانوں کی اجتماعی طاقت اوج کمال پر پہنچ چکی تھی، جب دشمنان دین کو خدا کی جانب سے قتال کی صلائے عام مل رہی تھی اور  
برارت کی آیتیں نازل ہو رہی تھیں، رب عزوجل نے مسلمانوں کو عہد پورا کرنے کی بہر حال تلقین فرمائی اور کہہ دیا کہ میری دوستی کا تقاضا یہ ہے  
کہ میری ضمانت رسولانہ ہونے پائے، جب تک عہد ہو چکا ہے تب تک قائم رہے بعد ازاں تمہارا اختیار ہے لیکن اُس سے پہلے دشمنوں  
کو چھیڑنا اتفاقاً خدا کے برخلاف ہے۔

إِنَّا إِنَّمَا نَعَاهِدُكُمْ مِنَ الْمَشْرِكِ كَيْفَ تَمْلِكُونَ لَكُمْ مَقْعُودَاتِهِ تَعَاهِدُوا لَكُمْ كَيْفَ تَحْكُمُونَ ۚ إِنَّا لَا نَقْبَلُ الْعَهْدَ مِنْكُمْ إِنْ لَمْ تُعِظُوا بِهِ ۚ وَتَعْلَمُونَ ۚ إِنَّا إِنَّمَا نَعَاهِدُكُمْ مِنَ الْمَشْرِكِ كَيْفَ تَمْلِكُونَ لَكُمْ مَقْعُودَاتِهِ تَعَاهِدُوا لَكُمْ كَيْفَ تَحْكُمُونَ ۚ إِنَّا لَا نَقْبَلُ الْعَهْدَ مِنْكُمْ إِنْ لَمْ تُعِظُوا بِهِ ۚ وَتَعْلَمُونَ ۚ

ہاں یہ سب کرو لیکن دشمنان دین میں سے جن لوگوں کے ساتھ تم نے صلح کا عہد بیان کر رکھا ہے، اور بعد ازاں انہوں نے ایفائے عہد میں  
تمہارے ساتھ کسی طرح کی کمی نہیں کی، اور نہ تمہارے مقابلے میں کسی کی مدد کی، وہ مستثنیٰ ہیں۔ ان کے ساتھ جو عہد بیان ہے اس پر  
تک جو انکے ساتھ ٹھہری تھی پورا کرو۔ اور جانے دو کہ خدا نے بے نیاز انہی لوگوں کا دوستی جو اُس سے صحیح معنوں میں دُستے رہتے ہیں  
اور ہر حال انکی آبرو کو برقرار رکھتے ہیں۔

یہاں چھ سورتوں کے تفاوت کے بعد ایفائے عہد کے بارے میں پہلی آیت (إِنَّا إِنَّمَا نَعَاهِدُكُمْ مِنَ الْمَشْرِكِ كَيْفَ تَمْلِكُونَ لَكُمْ مَقْعُودَاتِهِ تَعَاهِدُوا لَكُمْ كَيْفَ تَحْكُمُونَ) کے الفاظ کو دہرانے اور تکمیل عہد کو اتفاقاً الہی  
پر ماحول کرنا قرآن کے حیرت انگیز لطافت اور انکا مطالبہ کا بدیہی ثبوت ہے۔

عہد و پیمان کو برقرار رکھنا، آپس ذاتی اغراض کو ہر حال حائل نہ ہونے دینا، ہر دم خدا کو فریق ثالث سمجھتے رہنا، اور ایفائے عہد کا اطلاق  
بلکہ تفریق رنگ و نسل ہر قوم پر کرنا وغیرہ عظیم الشان سیاسی اصول ہیں جن پر سلطنت کی سبیا وین ستوار ہوتی چلی آ رہی ہیں۔ جب تک مسلمانان عالم  
نے اس اصل اصول کو برقرار رکھا وہ تمام عالم کے بادشاہ بنے رہے، جب ان سے چیل تین چھوٹ گئی، اور مغربی اقوام کی استواری عہد کی دھاک  
جیشی تو مغرب کو ایشیائی اقوام پر وہ تسلط و تکلف اور عیسیت کو ذرا پرہیزگار اور کھانسیا ہوا کہ دنیا عیش و عشرت کر لے، اور آج حکمہ جنگستان کے عدم اتفاق اور  
بد عہدی کا چرچا ہر جا ہوتا ہے تو اس کے رعب و فکار کی سبیا دیں ہی اس تیزی سے چلی رہی ہیں کہ ہر صاحب نظر قانون خدا کے نکل ہونے کا ثبوت  
پاکر کھپکا جاتا ہے۔

قرآن حکیم کے عجائب خانے کے اندر آیتیں وہ غریب القدر جو اہریر سے ہیں جو تمہوں کے اندر پیٹے ہوئے موجود ہیں، انکی قدر و قیمت  
کا صحیح اندازہ لگانا، انکی حکمت عالیہ کی تہ تک پہنچنا، اس کام کا متناہیں! یہ وہ انمول موتی ہیں جنکو نا اہل کا ہاتھ لگنا بھی جائز نہیں، وہ انکو  
سنگ خد سے سمجھ کر ہینک دیگا، انکے اُسے سیدھے معافی کر کے ولیم اساطیر الاولین سمجھ لیگا۔ لیکن جن قوموں نے ان کثرت کشا اصول کو لیکر  
خزانہ غیبیہ انعام پاسے ہیں وہی ان الفاظ کو سمجھیں گی، نادان کیا سمجھے اور کیا پاسے اسکا پلید و مانع اور نارسا ذہن قرآن کے پاکیزہ مقولات کو عرض  
بحث میں لاکر وہ حقیقت پلید کر رہا ہے اور اسی لئے قرآن عظیم کو ایسے شخص کے ہاتھ لگنے سے بچ رہا ہے،

إِنَّكَ لَن تَجِدُ الْقَوْمَ الْعَاقِلِينَ ۚ فِي كَيْفِيتِ مَا لَكُمْ مِنَ الْعِلْمِ ۚ لَا تَسْأَلُهُ إِلَّا الْمُطَهَّرُونَ ۚ تَنْزِيلُ مِنَ رَبِّ الْعَزَّوَجَلَّ (۵۸: ۵۹: ۶۰)

۴ سورۃ برادرہ کی پہلی آیتوں کا نزول سیدھے میں ہوا تھا گو یا رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کی تلخی کو کہیں تیار نہ کر سکے تھے۔

اُن میں نام نہ تھا! ولا تَشْرَعُ فِي الْأَرْضِ مَرَحًا إِنَّكَ لَن تَخْرِقَ الْأَرْضَ وَلَكِن تَبْلُغُ الْجَبَالَ طُورًا (۱۷: ۳۷) وہ آسمان کی زمینوں پر تمکین کے چشم براہ تھے، مگر اللہ کی اس زمین پر دھیمے چلتے تھے! وَجِبَادُ الرَّحْمَنِ الَّذِينَ يَمْشُونَ عَلَى الْأَرْضِ هَوْنًا وَإِذَا خَاطَبَهُمُ الْجَاهِلُونَ قَالُوا سَلَامٌ (۱۷: ۷۳) مغرور و مست کبر شمشاہوں کے تاج آئے دن

۱۷ اور اسے انسان! میری اس زمین پر اگر کثرت چلا کر کیونکہ اس دھماکے کے ساتھ چلنے سے تو زمین کو پھاڑ نہیں سکیگا، اور نہ تن کر چلنے سے تو پہاڑوں کی لمبائی کو پونچ سکیگا۔ ۱۷ اور اللہ کے پیارے بندے تو وہ ہیں جو اس زمین پر فروتنی کے ساتھ چلیں، اور جب کم علم اور لغو زبان آدمی آئے بحث مباحثہ کریں تو سلام کہہ کر ٹال دیا کریں۔

(ترجمہ تحت المیزان صفحہ ۱۹۹) گو کہ یہ قرآن عظیم بڑی ہی عزیز القیہ کتاب ہے۔ اس کے اندر کے ہر ہر حرف اور آیت میں تہ ذرہ اس طرح چلے ہوئے ہیں کہ قدر شناس لوگوں (المطالعین) کے سوا کوئی اسکو چومنے نہیں پاتا، کوئی ایسی جگہ نہیں پونچتا، انکی عظیم الشان نافیت کا اندازہ نہیں لگا سکتا۔ اس کے اندر سب سے بڑا گہر کیوں نہیں ہے تو پروردگار عالم کی طرف سے اتنا ہوا کلام ہے!

سلطنت کے امور عالیہ تو یک طرف، ذاتی اور چوٹے چوٹے معاملات میں بھی آج مسلمان کو قطعاً حق نہیں رہا کہ وعدہ کیا شے ہے، اس کے ایفا کے کیا معنی ہیں، وہ کس سبیل کا نام ہے، اس کے کرتے ہی کس قدر ہتھام کی ضرورت ہو، خدا کے نزدیک اسکا پورا کرنا کس قدر محبوب ہے۔ اسلاف صالحین کے نزدیک کریم انسانی بلکہ مودی ہی تھی کہ وعدہ ہر حال وفا ہو خواہ اس کے ایفا میں جان و کھنوس بچے، اللہ کے آفاذ و فی۔ اور قول مرواں جان اردو کے مثلاً ایسی شہادت میں ہیں۔ لیکن آج بدعہدی اور ناپا دوسی کا شیوہ زبان مسلمانوں میں اس قدر رواج پا گیا ہے کہ ہر ایک نظر نہیں آتا۔ یورپ کی قومیں مقابلہ اب بھی بدجہا اچھی ہیں، ان میں ایفا کے عہد کا خاص اہتمام ہے، پابندی وقت بچہ ہے، زمین و آسمان نجاتے لیکن اوسط مغربی اپنے وعدے کو نال دینا مادی سمجھتا ہے اور اسی لیے صحیح معنوں میں متقی ہے، محبوب خدا ہے، اور اسی محبوبیت کے صفات میں بادشاہت زمین کا انعام پار ہے!

۱۸ تکبر نہ کرنا اور زمین پر اگر کر چلنا جہان بانی، حکمرانی، اور ہر لہو سنہری کا عظیم الشان اصل اصول، جو جس کی اہمیت کا صحیح اندازہ وہی لوگ کر سکتے ہیں جنہوں نے منکبر اور جسوعون اعمال اتواں کی بادشاہت کے تختے اپنی آنکھوں سے لٹتے دیکھے ہیں۔ آج مغرب کے متمدن اور زانجام شناس عالم کو کچھ اپنی رغبت سے غریبی سلوک اور ناک نتیجہ ہندوستان کی مسافر نواز اور غیر پرور زمین میں لے دیکر یہ ہوا ہے کہ برطانیہ کی عالم تسلط کی بنیادیں سو برس کی نہایت قلیل مدت میں تسنزل ہو چکی ہیں، دلوں پر حکومت کے آثار قطعاً باقی نہیں ہے، اعتماد کا اکثر حصہ کا لودم ہو چکا ہے، عزت کے دل بگڑ چکے ہیں، اور اگر نظام سلطنت باقی رہتا تو کبھی جبر و تعدی کے زور پر دوسرے کھوکھلی ہو چکی ہے، اور کوئی انسانی تجویز آج اسکو مضبوط نہیں کر سکتی۔

۱۹ اس آیت شریفہ میں منکسر المزاج اور فروتن انسانوں کو عباد الرحمن کا خطاب دیا گیا ہے، گویا ایسا اخلاق پیدا کرنا صحیح معنوں میں عبادت ہے۔ جو شخص پس قطع کا ہو، ہر ایک سے نہایت خائف سے پیش آئے، عجب غور کا اس میں نام لکھ ہو، اور بڑے سے بڑا دنیاوی مرتبہ رکھنے کے باوجود خوش خلقی سے پیش آئے وہ فی حقیقت خدا کی خدائی سے مرعوب ہے۔ اپنے آپ کو اس کے بالمقابل پہنچ سمجھتا ہے، سب انسانوں کو برابر تعین کرتا ہے اور اسی لیے صحیح معنوں میں اسکا بندہ (عبد) ہے۔ علیٰ ہذا لیا کس جاہل اور کم علم آدمی سے بحث نہ کرنا اور حکمت علی سے اسکو ٹال دینا بھی چھادوست میں داخل کیا گیا ہے گویا باوجود کس تمام انکسار طبیعت کے لغو اور لابیانی آدمیوں کی صحبت سے حتی الوسع اعراض کرنا بھی ملازمہ خدایں شامل ہو سکتا ہے۔

فَمَنْ يَصْحَبْكَ فَلْيَعْلَمْ أَنَّهُ لَا يَخْلُقُ شَيْئًا وَكَانَ كَمَا عَلَّمَ اللَّهُ وَلَا تَكُنْ مِنَ الْغَالِبِينَ (۱۸: ۷۵)

اُن کے قدموں پر بچھا دیتے تھے، مگر اُن کے انکسار طبع، اُنکی لعینت دل، اُنکی ملائمت سلوک، اُن کی نیچی نظروں میں فرق نہ آتا تھا! فرمانروائی کی منگیں، اور جانہانی کے ولولے اُن کے دلوں میں جڑ تھے مگر طبائع میں وہی سادہ پن اور خاکساری، وہی اطاعت کیشی اور اللہ کا شغف، وہی شکر انجام قوم اور ناموس اسلام کا پاس گھر کر گیا تھا۔ اُنکی زندگیاں فطرت کے عتدال کی صحیح تصویریں، اور اُنکے دل خشیتِ خدا کے مستقل نشین بن گئے تھے: قُلْ مَرَدِّقٍ بِالْأَفْئِدَةِ (۲۹:۴) اُن کا ہر عمل اور ہر شغل رب

(بقیہ تحت المثل صفحہ ۲۰۰) اور یہ وہ لوگ ہیں کہ جب کسی نوبت کو سنتے ہیں تو اس سے حتی الوسع کنارہ کش ہو جاتے ہیں، اور ایسے لوگوں سے کہہ دیتے ہیں کہ ہماری جو ہم کر رہے ہیں اس کا نتیجہ ہم کو دلیکا اور جو ہم کر رہے ہو تمہارے ساتھ ہے۔ آپ مہرانی فرمائیں اور ہم کو اس بحث میں شامل نہ سمجھیں، خدا کی سلامتی تم پر ہو لیکن ہم ان لوگوں کی تلاش میں نہیں جو علم نہیں رکھتے اور بے علم احمقوں کی دزدانہ ہیں۔

یہاں پر قریب قریب ہی مضمون ہے جو زیر بحث آیت (۶۳:۲۵) میں ہے۔ بلکہ قائلو! اور سلمو! اور الجاھلین کے الفاظ بھی مشترک ہیں اگرچہ سَبَّحُوا لِلَّهِ کا مضمون آیت (۶۳:۲۵) میں بالصرحت بیان نہیں کیا گیا بلکہ آگے چل کر اسی سورہ میں عِبَادُ اللَّهِ کی تعریف کے تسلسل میں بیان کیا گیا ہے: وَالَّذِينَ لَا يَشْعُرُونَ الزُّدَّ وَلَا أُمُودًا بِاللَّغْوِ مَرُودًا كَمَا هُمْ (۶۲:۲۵)، یعنی خدا کے بندے وہ ہیں جو جہول تو ہی نہیں دیتے اور جب کسی بیوقوف مشافوں کے پاس سے گزرتے ہیں تو بے نیاز ہو کر گذر جاتے ہیں۔ اس کرا کر کوئی نظر نہ کرے کہ وہ کھڑے ہیں اور کھڑے ہیں۔ قائلو! سلمو! اور وَالَّذِينَ لَا يَشْعُرُونَ الزُّدَّ وَلَا أُمُودًا بِاللَّغْوِ مَرُودًا كَمَا هُمْ (۶۲:۲۵) کے دو قریب المعانی مضامین میں ایک ہی بیان کے سیاق میں واقع ہوتی ہے، مجھے خیال پیدا ہوا ہے کہ اول الذکر آیت میں جہل کو علم اور جہل کو علم نہیں بلکہ ناواقف اور نا آشنا لوگ مقصود ہیں جیسا کہ سورہ بقرہ میں سخن نزولہ فقرہ کے لئے کیا گیا ہے: يَحْسَبُهُمُ الْجَاهِلُ أَغْنَاءَ مِنَ التَّعْقُفِ تَعْرِفُهُمْ بِسِيمَاهُمْ لَا يَسْتَكْبِرُونَ تِلْكَ قُلُوبُهُمْ (۲:۲۰)، یعنی یہ فقراء و ضعیف راہ میں جہاد کرنے والے اور اپنے مال و جان کو نشانے والے ست است لوگ ہیں کہ ناواقف ان کی ظاہر بے نیازی اور خود داری کو دیکھ کر ان کو غنی سمجھتا ہے، اُنکے چہرے اس قدر بارونق اور پیشانیوں پر قدر کشادہ کشادہ ہیں کہ تم ان کی صورت سے اُنکو صاف پہچان جاؤ گے، وہ جھک نگوں کی طرح لوگوں سے پست کر سوال نہیں کرتے۔ علی ہذا القیاس خا طہم سے مراد بھی مخاطب ہونا یعنی بالمقابل آجانا ہے نہ بحث و مباحثہ کرنا۔ اگر اس تاویل کو تسلیم کر لیا جائے تو آیت (۶۳:۲۵) کے معانی نہایت مربوط و صاف ہو جاتے ہیں اور وہ یہ ہیں:

اور اللہ کے خاص بندے تو وہ ہیں جو اس زمین پر نہایت ہی اور انکسار کے ساتھ چلیں، اور اُنکی اخوت کا حق

اس قدر تیز ہے کہ جب ناواقف اور نا آشنا آدمی بھی سب باران سے دوچار ہو جاتے ہیں (خا طہم المجرعون)

تو انہیں سلام کرنے میں سبقت کرتے ہیں۔

یہ تشریح اس قدر محسن اور نتیجہ خیز ہے کہ میں اسکو عالم اسلام کے سامنے پیش کرنے پر مجبور ہو گیا ہوں۔ یہ ناواقف اور نا آشنا شخص کو سلام کرنے میں پہل کرنا عالی ہمتی اور جرح خلاق کا وہ انتہائی درجہ ہے جسکو مسلمان کسی نامے میں سیکہ کر تمام عالم کے بادشاہ بن گئے تھے، اسی کے باعث ایک نیا نئے قدیموں پر شمار گئی تھی، یہی وہ عالم آرا اخوت تھی جسے دشمن کو کپکپا دیا تھا۔ رسول خدا خود اسی خلق عظیم کے موجد تھے۔ راہ چلتے لوگوں کو سلام کرتے۔ اور ہمیشہ پہلے سلام کرنے میں بازی لیا کرتے تھے چنانچہ صحیح بخاری کتاب الایمان میں ہے کہ ایک دفعہ ابوبکر صدیقؓ بہترین اسلام یہ کہ گفتار کو کھانا کھلاؤ (یعنی اُن فقرہ کو جسکی تعریف (۲۴:۲) میں گدزی) اور سچ جان پہچان ہو یا نہ ہو اسکو سلام کرو۔ یہی اسوۂ حسنہ فاروق اعظمؓ کا تھا۔ اسلام کا یہ جابر الایمانین اور احزاب اکابر و العزم سلاطین مدینہ کی گلیوں میں شکست کھانے پر آمادہ ہو چاروں طرف اقصا و اواقف سب کو سلام کرتا گذر جاتا تھا۔ اور اگر کسی مسلمان باطنی عالم بھی چند چھوٹے بے یخیزہ عمل خیر کر رہا ہو تو اب بھی اُنکی سب گزری پر ہو سکتی ہے مگر آہ! ابل خوت کا وہ پرانا احساس باقی نہیں رہا۔ اور اُننے عکس روپ کی بد اخلاق اور کافر قوموں میں چلا گیا ہے!

لم نزل کے وجود کی صریح شہادت، اور اسلام کے دین اللہ ہونے کا زندہ ثبوت تھا۔ توحید کی یہ روح عمل  
لاریب اُس مصدقہ حقیقت، اُس سید البشر، اُس نبی اسلام (علیہ التحیۃ والسلام) کی حیرت انگیز تسلیم اور  
مقابلہ لعلوب صحبت کا نتیجہ تھی جس نے غارِ صرا کی انہن آراخوتوں سے ٹکڑا کر، ریگ زارِ عرب کے ان بادِ یہیما  
بدوں کے سامنے خدائے ہیثال کی ذات اسقدر مشخص کر دی تھی!

سر خدا کہ عابد و زاہد یکس گفت

در حیرتم کہ در و کشاں از کجا شنید

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا كُونُوا قَوَّامِينَ بِالْقِسْطِ شُهَدَاءَ لِلَّهِ وَلَوْ عَلَىٰ أَنْفُسِكُمْ أَوِ  
الْوَالِدِينَ وَالْأَقْرَبِينَ (۱۳۵:۴)

اے ایمان والو! علی الاعلان خدا کے وجود کی گواہی دیتے ہوئے اعتدال اور میانہ روی پر قائم رہو!  
خواہ یہ اعتدال تمہیں اپنے پر یا والدین اور رشتہ داروں پر ہی کیوں نہ کرنا ہوا  
يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا كُونُوا قَوَّامِينَ لِلَّهِ شُهَدَاءَ بِالْقِسْطِ وَلَا يَجْرِمَنَّكُمْ شَنَاٰنُ قَوْمٍ  
عَلَىٰ أَنْ تَعْدِلُوا الْعَدْلَ ۚ هُوَ أَقْرَبُ لِلتَّقْوَىٰ وَاتَّقُوا اللَّهَ إِنَّ اللَّهَ خَبِيرٌ بِمَا تَعْمَلُونَ (۸:۵)  
اے ایمان والو! انصاف کے شاہد بنکر خدا کی حمایت میں حکم کر رہے ہو جاؤ اور کسی قوم کی عداوت بھی  
تم کو بے انصافی کے ارتکاب کی باعث نہ ہو۔ نہیں! بہر حال انصاف کرو! یہی تقویٰ ہے، اور خوفِ خدا  
قریب تر ہے۔ اور اللہ سے ہر دم ڈرتے رہو، وہ جو کچھ تم کر رہے ہو اچھی طرح جانتا ہے۔

۴۴۔ یہاں ہر معاملے میں قسط و اعتدال پر قائم رہنے، اور عدل کو بہر حال اور بلا امتیاز حد سے رہنمائے حیات بنانے کو اتقانے خدا پر محمول کیا گیا ہے۔ گویا  
ہر شخص خدا کے وجود کا صحیح معنوں میں شاہد ہے وہی اسکا نوکر اور اُس سے بیگانہ نہ ہو جو شری سے بڑی آزمائش اور ذاتی مفاد کے موقع پر بھی نا انصافی نہیں کرتا،  
بلکہ ہر آن اسکو حاضرِ ناظرِ تعین کر کے اُس کے قانون کے مطابق فیصلہ کرتا ہے۔

آہ! صدر اسلام کا عالم انگیز زمانہ تو درکنار نزولِ قرآن کے کامل سات سو برس بعد تک بھی مسلمانوں نے فخرِ رسالت کے ابنِ سام سے لائے ہوئے  
پیغامِ رحیل کو اسقدر ضروری سمجھا ہوا تھا کہ محمد شاہِ تعلق بادشاہِ ہند کی انصاف پسندی کا ذکر کرتے ہوئے مشہور مسافر ابن بطوطہ (متوفی ۷۱۳ھ/۱۳۱۲ء)  
اپنا چشم دید واقعہ درستی بیان کرتا ہے کہ ایک دفعہ کسی سپہ سالار کے نے دعویٰ کیا کہ بادشاہ نے بلا سبب سکوا مارا ہے، قاضی نے حکم دیا کہ بادشاہ یا اس کے  
کو بیٹھی کرے، ورنہ قصاص ہے۔ ابن بطوطہ ذکر کرتا ہے کہ شاہِ تعلق نے لڑکے کو دربار میں بلایا اور لکڑی لے کر کہا کہ اپنا عوض لینے پہنچنے سے کہی تم  
ولا کہہ کر کہا کہ جیسا میں نے تجھ کو مارا ہے تو بھی مار لے کہ نے ہاتھ میں لکڑی لیکر ایسے بید بادشاہ کے لگائے حتیٰ کہ ایک دفعہ اسکی کلاہ بھی سر سے گرتی!!

ہاں! لیکن جہاں اُس زمانے میں حکمِ خدا کی تعمیل یہ تھی، جہاں خوفِ خدا اس اوج کمال تک پہنچ چکا تھا وہاں باگاہِ خدا سے انعام بھی یہ تھا کہ مسلمان  
عالم کے دنیا کے طولِ عرض کے بادشاہ بن گئے تھے، دنیا کے رعب و قار کے آگے لرزہ پراندام راکرتی تھی۔ جبکہ قرآن کو جو دم چوم کر بالائے طاق کرنا  
اسلام کا حاصل بن چکا ہے تو خدا بھی کان سے کپڑے کھڑکیوں سے نکال رہا ہے۔ خَافَتِ بَرْدًا يَأْتِيهِ الْوَلَدُ الْكَبِيرُ۔

# حکمت عبادات

لَا تَجْعَلُ مَعَكُمْ بَحْلًا فَاسْأَلُوا اللَّهَ تَعَالَى مَا تَشَاءُونَ وَلَا تَسْأَلُوا اللَّهَ تَعَالَى مَا تَحِبُّونَ

ہر امت کے لئے ہم ہی نے ایک نشانِ ہدایت مقرر کیا ہے جس کو وہ مشاہدہ کرتے ہیں تو چاہتے ہیں کہ لوگ قانون کے لہجے میں کلمہ تراغ نہ پڑا

اس روحانیت، اور علوِ حُلق میں وہ آسمانی طاقت، اور زبردست تبلیغی اثر نہاں تھا جو اسلام کی تقویت اور اشاعت کا بہترین سامان تھا۔ بڑے بڑے دشمنانِ دین اور جبابِ کفر مومنوں کے ان اعمال کو دیکھ کر جو خدا کے از خود قائل ہو جاتے، اور دینِ الہی کے بہترین معاون اور مددگار بنتے، اسلام کا زورِ اثر قرونِ اولیٰ کے ابتدائی ایام میں، ایک بہت بڑی حد تک اسی خاموش طریقِ عمل، شہادتِ خدا، اور تقویٰ پر تھا۔ مومنوں کا صلاحِ عمل، انکی ربانیت، اُن کا سچا زہد و توہُّد، خود بخود دلوں میں گھر کر جاتا اور وہ آپ نمونہٗ حُلق بن کر عوام کے لئے ایک مستقل اور غیر متزلزل ہدایت کا باعث بنتے۔ خود رسولِ کریمؐ کی پاکیزہ زندگی کا مقصود بالذات خلقِ خدا کے سامنے انسانی حیات کی ایک لائقِ رشک اور قابلِ تقلید مثال قائم کرنا تھا۔ قرآن حکیم کی اصلی غرض و غایت فی الحقیقت نبیِ نوع انسان کی درستیِ اخلاق اور صلاحِ اعمال ہی تھی: اِنْ لَرِئْدُ اِلَّا اِلَّا ضَلَالَكُمْ مَا اسْتَطَعْتُ وَمَا تَوْفِيقِيْ فِیْہِ اِلَّا بِاللّٰہِ عَلَیْہِ تَوَكَّلْتُ وَالِیْہِ اُنِیْبُ (۱۱۰: ۸۸) اسلام اور سب باتوں سے قطع نظر امر بالمعروف کا سراپا مجسمہ، اور نبی عنہؐ کا مکمل ضابطہ ہی تھا۔ اگر اور سب مذاہب کی غیر مانس، انکی حیثیت خالصہ و اعیانہ تھی، انکی نسبت بزرگ ترقی، وہ ختم رسالت کی تمامیت اور پیامِ اخیر کی قطعیت کا حکم رکھتا تھا۔ اُس میں پیغامِ خدا کی انانیت، اور انتخابِ العرش کی رعوت تھی: اِنَّ الَّذِیْنَ عٰثَرُوْا اللّٰہَ الْاِسْلَامَ فَضَرُوْا (۱۸: ۱۸)۔ اُس میں تقویتِ نفس کا ہیجان اور اجماعِ خالق کا

سلاہِ شریعت علیہ السلام نے اہل دین سے کہا کہ میری حق الامکان تمہارے اعمالِ اخلاق میں صلاح ہی پیدا کرنا چاہتا ہوں، کچھ تم سے اجرت و رزق نہیں مانگا (۱۱۰: ۸۸) قرآن کریم، میرا اس الادب کے میرا کیا ہے؟ اختیار میں ہے۔ اسی پر توکل کر کے میں نے اپنا کام شروع کیا جو، اور نتائج کے لئے میں میرا رعب بھی اسی کی طرف ہے۔ سلاہِ خدائے زمین و آسمان کی نگاہوں میں اسلام ہی پسندیدہ ترین مذہب ہے۔ ایک سہری ترجمہ جو ہم نے کر دیا ہے اور عوام کے ذہنوں میں لگے ہوئے اگرچہ صحیح معنوں میں آلاہِ لاکم (یعنی خدا کو عملِ احکام کا حکم تسلیم کر لینا) ہی وہ طریقِ عمل (دین) ہے جو خدائے زمین و آسمان کی نظر میں پسندیدہ تر ہے۔ عید الکریم نے صفحہ ۱۹۱ میں واضح کر دیا ہے۔



اضطرار تھا! دعوتِ جہان اُسکا مایہ جھیسرا، اور کل کائنات اسکی مشارالیه تھی:

قُلْ يَا أَيُّهَا النَّاسُ إِنِّي رَسُولُ اللَّهِ إِلَيْكُمْ جَمِيعًا الَّذِي لَهُ مُلْكُ السَّمٰوٰتِ وَالْأَرْضِ لَا إِلٰهَ إِلَّا هُوَ يُحْيِي وَيُمِيتُ مَا مَنَعُ الْبَٰلِغِيْنَ وَرَسُولُهُ الشَّيْخُ الْاَبْيَضُ الَّذِي يُؤْمِنُ بِاللّٰهِ وَكَلِمَتِهِمُ الْاَلْفُ بَعْدَ لَعَلَّكُمْ هَتَدُوْنَ (۱۵۸:۴)

اے عمر! تمام عالم کے لوگوں سے کہہ دو کہ اے لوگو! میں تم سب کی طرف اُس خدا کے عظیم کافصدموں جیسی سلطنت تمام آسمانوں و زمین پر مادی ہے۔ اُسکے سوا کوئی شے لائقِ عبادت نہیں۔ مہی زندہ کر دیتا ہے، مہی مارتا ہے۔ تو آؤ! اُس پاک ذات کے اپنا مالک یقین کرو اور اُسکے پیچھے ہوتے ہوئی نبی کو جو اللہ پر ایمان رکھتا ہے، اور اُسکے احکام بجالاتا ہے، اپنا رہنما تسلیم کرو۔ اور اسی کی پیروی کرو تاکہ تم راہِ راست پر آ جاؤ۔ اگر کیا ایک آقا کو مان کر سب متحد ہو جاؤ دیکھو ہدایت کا منہم تحت الملقن صفحہ ۱۹۲)

وَمَا آتٰ سَلٰتٰكْ اِلَّا كَآفَّةً لِّلنَّاسِ بَشِيْرًا وَّ نَذِيْرًا وَلٰكِيْنَ اَكْثَرُ النَّاسِ لَا يَعْلَمُوْنَ (۲۸:۳۴)

اور اے محمد! ہم نے تو تم کو تمام دنیا کے لوگوں کی طرف قاصد بنا کر بھیجا ہے تاکہ تم ہر اسے قانون پر چلنے والوں کو اجتماعی بہبود کی خوش آئند خبر، اور ہر اسے منکروں کو دائمی عذاب کا پیغام پہنچاؤ۔ لیکن اکثر لوگ ابھی تک اس واقعے سے مطلع نہیں ہوئے کہ تمہارا پیغام تمام عالم کے نام

ہر متنفس قوم، اور مجتمع انسانی کے پیش پیش رہنا اسکی حیات کی علامت تھی! اسکے صلوات عام میں سیما کی جاذبی ترپ، اور قبلہ نما کا مقناطیسی اضطراب تھا! حصولِ قوت اُسکا نشانِ سیما، اور غلبہ عام اُس کا طرہ امتیاز تھا! وہ عامۃ الناس کو اپنی حقیقت اور سادگی تعلیم سے، اپنے رفو افروں اثر اور جماعتی قوتِ خدا سے، اپنی انقلاب انگیز تجویز اور بے مثال ہدایت سے، مومن کے زورِ جنسلاق اور روحِ عمل سے خدا کے احدی علی عبادت اور غلامی کی طرف کھینچ کر جامعیت اور وحدت پیدا کرنا چاہتا تھا، اسی حیثیت کی بنا پر اُسکے اوامر و نواہی کا ہر شعبہ عمل جلبِ اقتدار، توسیعِ اثر، اخوت اور مساوات کا بطور خود متواتر جہاد تھا۔ جنسلاق کی درستی میں بلاشبہ ایک سطحی نقطہ نظر سے متنفس کی ذاتی ہدایت، یا انفرادی نجات ہی پیش نظر تھی، صلوٰۃ اور زکوٰۃ کے نفس راوی افعال بظاہر ایک مسلمان کے اپنے خدا سے تعلق قائم کرنے کے انفرادی ذرائع ہی تھے، صوم کا فریضہ بادی النظر میں، کسی ایمان دار کا شخصی اثبات یا اُسکے نفسِ امارہ کا شخصی اجتہاد ہی تھا، طواف بیت اُمرام بھی ظاہرِ مسلمانوں کے درمیان خدا سے اظہارِ ارادت کا ایک مرسومِ شیعہ ہی تھا، قرآن حکیم کے اور اوامر و نواہی بھی سطحی نظریوں میں تدبیر اور نیکو کاری کی یہی نفس راوی شان لئے ہوئے تھے،

مگر سر نوشت اُمت کے اس خوشنویس اجل نے، ان تمام احکام کی تہ میں، غلبہ اسلام کی وہ نستعلیق حکمت عملی ملحوظ نظر رکھی تھی جو صد برس تک مسلمانوں کو اور امتوں کے بالمقابل، مابہ الامت یا مقام دینی رہی، ان احکام کی اجتماعیت، ان کی مرکزیت، ان کی پابندی وقت اور یک رنگی میں فطرت کی صلاحیتیں اتحاد کی تکرار، انسان کی نوعی وحدت کا اظہار ضبط نفس کی تعلیم، مساوات کا حوصلہ افزا اثر، اور عصبیت کی روح تھی، اُنکے استمرار و تعلق میں، اُن کے تعود اور تسلسل میں حکومت خدا کا متواتر سماں اور اتقانے قلوب کا پیہم ضبط باندھ دیا تھا، وہ تقویت اسلام کے بہترین اوزار، اور تکثیر جماعت کے زبردست محرک تھے، وہ تہذیب نفس اور صلاح اعمال کے بہترین کفیل تھے۔ اس

## اضلوة

کے پنجوقتہ قیام میں باہمی محبت کی لہریں تھیں! ہمیں خدا کی خدائی کا مشترک ہزار، اور اللہ کی غلامی کا مشترک اعلان تھا! اس میں ہر ل کی دو سکرول سے سچی رسم و راہ تھی! ہمیں خوف خدا کی مشترک لہریں تھیں، اور نیاز مندی کی مشترک خلشیں تھیں! **وَادْعُوهُ خَوْفًا وَطَمَعًا إِنَّ دَحَمَتَ اللّٰهِ قَرِيبٌ مِّنَ الْمُحْسِنِينَ** (۱۷۱:۴) ہمیں ہم آہنگ لوگوں کی طبعی ہم رنگی، اور ہم غرض انسانوں کی فطری یک جہتی تھی! ہمیں یک منہ و یک باہمی انس و اجلاس، اور ہم انعاموں کا برابرانہ ربط و خست ملاط تھا! ہمیں ایک امیر کی علی اطاعت، ایک عرض اور ایک غرض، ایک کی پیشوائی اور سب کی اقتداء، ایک کے عرض حال اور سب کے سکوت کا سچا سماں باندھ دیا گیا تھا! یہ ایک منظم اور منضبط، ایک مرعوب خدا اور منکر ماسوا، ایک لرزہ بر اندام اور سر کف فوج کی پنجوقتہ اپنے قائد اعظم کے حضور میں پیشی تھی! ہمیں عصیان کا ر اور خود پسند، تفرقہ ایجاد اور مختلف نواز

۱۔ عذاب خدا سے ڈر کر، اور انعام کی اس میں دونوں موقعوں پر سیکو کا رکرو، بے شک فضل خدا ان لوگوں کے شامل حال ہے جو خلوص دل سے اس کو پکارتے ہیں اور اسکے احکام کی متابعت میں حسن عمل کرتے ہیں۔

۲۔ 'اِحْسَان' کا صحیح قرآنی مفہوم صفحہ ۱۱۰ پر واضح کر دیا تھا جس سے ظاہر ہو کر یہ خوف و طمع بھی اختصامی شکست کا خوف اور اجتماعی راحت کی طبعی جزئی خوف و طمع اور نہیں۔ **ادْعُوهُ** اور محبت کا جمع کا صیغہ بھی اسی پر دل ہے۔

انسان کو دن میں پانچ وقت ایک کی قیادت اور سب کی پیروی، ایک کے اقدام اور سب کے اتباع، ایک کی خدائی اور سب کی عبودیت کا عملی سبق دیا گیا تھا! یہ جماعت کے خارجی نظم و نسق، باطنی ضبط اور ظاہری مساوات، وحدت خدا اور وحدت امام کی سچی مشترک تصویر تھی! اسکے رکوع وسجود میں ادنیٰ اور اعلیٰ، شاہ و گدا کی تمیز عمداً اٹھادی گئی تھی! اسکے وضو میں احکم الحاکمین کی پیشی کا اہتمام، جسم کی پاکیزگی اور لباس کی تطہیر، ظاہر کی صفائی اور خوف پریشان حالی کا سماں چھایا ہوا تھا! وَرَبَّكَ فَكَبِّرْ وَرَبِّكَ فَكَبِّرْ وَرَبِّكَ فَكَبِّرْ وَرَبِّكَ فَكَبِّرْ

اسکی تسبیح صغوف نے پیشگاہِ خداوندی کا ضبط ادب، مساوات کا باطنی احساس اور قرب و ہم پلگی کی عصبت پیدا کر دی تھی، مساجد میں جماعت کے بے تکلف قیام نے مسکینانِ فست مصلحتوں کو صدر نشینان جاہ و چشم کے ساتھ، ایک قطار میں کھڑا کر کے ایک کر دیا تھا! وَأَقِيمُوا الصَّلَاةَ وَآتُوا الزَّكَاةَ وَادْعُوا إِلَى طَاعَةِ اللَّهِ وَاتَّقُوا اللَّهَ إِنَّ اللَّهَ شَدِيدُ الْعِقَابِ

کے نفس عصیان و نفاق سے پاک کر دیئے تھے! إِنَّ الصَّلَاةَ تَنْهَى عَنِ الْفَحْشَاءِ وَالْمُنْكَرِ وَلَذِكْرُ اللَّهِ أَكْبَرُ اللَّهُ

ملے اور اسے پسندیں! اپنے آقاؐ نے نامدار کا بول بالا کیا کرو، اور جب انکے حضور میں جانے کا ارادہ کیا کرو تو صاف مستترے اور پاکیزہ پوشے پہنکر جایا کرو، اور کپڑوں کی پاکیزگی کے علاوہ بدن کو تمام نجاست اور لالائش سے پاک صاف رکھو۔

[illegible]

اَلْبَرُّ وَاللّٰهُ يَعْزِمُ مَا تَصْنَعُوْنَ ۝ (۲۵:۱۲۹) ۱۔ مقام خدا کا پرہیز اور زہار وہ احساس اُن کے اعمال کو میسر نہ ہوا

تھا، دلوں میں حمیت دین کے جو ش زین تنور، اور ذہنوں میں غلبہ اسلام کے موج دریا تھے۔ پھر نازل

اس بیک نماز بشرطیکہ اس خدا کا سچا احساس ہو، اور اس کو الصلوة کہیں اور منظر نفس شے جو تمام اخلاقی بد اعمالیوں (الفحشاء) اور جماعی تفرقہ اور فحاش (المُنکرات) سے روکتی ہے۔ اور خدا کا پرہیز احساس تو نماز سے زیادہ مؤثر ہے۔ اور خدا جو کچھ بھی تم کرتے ہو موبہ جاتا ہے۔

(تبیہ صحت لہنت صفحہ ۲۰۶) میں الفحشاء کا ذکر چند موقعوں پر آیا ہے۔ لیکن وہ موقعے معانی کی تمیز کے لیے کافی ہیں۔ سورہ بقرہ میں ہے:   
 يٰۤاَيُّهَا النَّاسُ كُلُّمِّنْ اِلٰهٍ خَلَقَ لَكُمْ ذٰلِكَ لَعَلَّكُمْ تَذَكَّرُوْنَ ۝ اَلَمْ يَجْعَلْ لَّكُمْ الشَّيْطٰنَ اَنْ يَّكُوْا عَدُوًّا مُّبِيْنًا ۝ اِنَّمَا يَأْمُرُ بِالسُّوْءِ  
الفحشاء وَاَنْ تَعُوْا عَلٰى اللّٰهِ مَا لَا تَعْلَمُوْنَ ۝ (۱۶۹-۱۷۱-۱۷۲)

اے لوگو! میں نے ہر چیز میں پاکیزہ صورت اور خوش تاثیر، تم صحت اور دفع شہوات (خللاک طیبہ) ہوں انکو کہا یا کہ انفس امارہ کا گمان کر شیطان کے قدم قدم نہ چلو، کیونکہ وہ تمہارا اکل و دشمن ہے۔ اور ہمیشہ ایسی چیزوں کے کھانے کی ترغیب دے گا جس سے تمہاری شہوات نفسانی کا بوجھان ہوتا ہے شیطانی عین تو احوال تمہیں بدی اور بے حیائی (الشقاق و الفحشاء) کے کام کرتے کو بھیگا، اور ضرور اس بات پر آمادہ کرے گا کہ نفس پروری کے جو ش میں جوت موٹ وہ احکام خدا کی طرف منسوب کر دے جن کا تمہیں علم نہیں ہے۔ (ذکر: ۱۶۹:۱۷۱) کا مقابلہ ۱۷۱:۲۸۱ سے کرو جو اس صفحہ کے اخیر میں ہے)

حلال جسم اور کی حکمت سے یہاں بحث نہیں۔ یہ موضوع پانچویں جلد میں آئے گا۔ نہ یہاں پر شیطان کی حقیقت سے سروکار ہے لیکن الفحشاء سے مراد یہاں نہ صرف بیچاری، نفس پروری، اور شہوات نفسانی کو فروغ دینے والی باتیں ہیں۔ کیونکہ آگے چلکر آیہ (۱۷۱:۲۸۱) میں لحم خنزیرہ کی حرام کر دیا ہے۔ جو بڑا بیچ شہوت سلیم کیا گیا ہے۔ اسی سورہ میں ہے:-

يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوا اتَّقُوا مِنْ طٰىَِٔاتِ مَا كَسَبْتُمْ وَمِمَّا اَخْرَجْنَا لَكُمْ مِنْ اَرْضٍ وَّ لَا تَتَّبِعُوا الْاَهْوَآءَ وَمَنْ يَّتَّبِعْ اَهْوَآءَهُ لَا يَرْجُ عِندَ اللّٰهِ شَيْئًا ۝ اَلَمْ يَجْعَلْ لَّكُمْ اَنْفُسَكُمْ فَاَتَّعٰوْا فِيْهَا وَاَعْلَوْا اِنَّ اللّٰهَ عَزِيْزٌ حٰمِدٌ ۝ اَلَمْ يَجْعَلْ لَّكُمْ الْفَقْرَ وَاَنْ يَّكُوْا فُقَرٰٓءًا ۝ اَلَمْ يَجْعَلْ لَّكُمْ مَعْفِرًا ۝ مِّنْهُ وَفَضْلًا ۝ وَاللّٰهُ اَسْمَعُ عَلِيْمٌ ۝ (۲۶۸-۲۶۹-۲۷۰)

اے ایمان والو! اپنی انت کی تقویت اور اعلائے کلمۃ الحق کی خاطر اپنی کمائی میں سے بہترین اشیاء (طیبات) صرف کیا کرو، اور جو اشیاء تمہارے لیے زمین سے پیدا کی ہیں اُن میں سے بھی بہترین چیزیں دو، اور انکارہ چیز کے دینے کا ارادہ بھی نہ کرنا کہ لوگو! اسی سے خیرات کا پتہ اساتیر حالانکہ وہی شے اگر کوئی تم کو دے یا چاہے تو تم اسکو طیب خاطر منظور نہ کرو، اسوا اس کے کہ دیدہ دانستہ اپنی بات رکھنے کے لیے اُس شے کے بیکار ہونے سے چشم پوشی کرو۔ جانے رہو کہ خدا لائن چیزوں کو اپنے لیے نہیں مانگتا، جو کچھ ہے تمہاری اپنی خاطر ہے، اور وہ بڑا بے نیاز اور بڑا شہدار صبر و شیطانی عین تمہیں ایثار مال اور بہترین اشیاء کے دینے کے وقت افلاس سے ڈراتا ہے، اور بخل لہاس کی باطنی بے حیائی (الفحشاء) کا حکم دیتا ہے اور خدا تمہیں اس ایثار کے بعد اجتماعی بد حالیوں پر پردہ پوشی (معفرت) اور دنیاوی انعام و اکرام (فضل) کا وعدہ فرماتا ہے اور جانے رہو کہ وہ صبر عظیم بڑی کنجائش والا اور ہر قوم کی نیات سے بخوبی واقف ہے:-

یہاں اُن تسلی سے حسی اور باطنی بے حیائی کو جو قوم کی بہتری کی خاطر ایثار مال نہ کرے پیدا ہوتی ہے الفحشاء سے تعبیر کیا ہے! سورہ اعراف میں شیطان کے آدم کو بہکانے کے قصے کی تفصیل کے بعد ہے:

يٰۤاَيُّهَا اٰدَمُ لَا يَفْتِنَنَّكَ الشَّيْطٰنُ ۝ اِنَّمَا اَخْرَجَ اَبُوْكَ مِنَ الْجَنَّةِ ۝ يٰۤاٰدَمُ عَلٰى مَا لَبِاَسْنَا لَكَ لِيْزِيْهُمَا سُوْرًا مِّنْ اٰيٰتِنَا ۝ اِنَّكَ كَاۡنَ فِيْ سَبِيْلٍ ۝ مِّنْ حَيْثُ لَا تَرَوْنَهُمْ ۝ اِنَّا جَعَلْنَا الشَّيْطٰنَ اَوْلِيَّاۤءَ لِلَّذِيْنَ لَا يُؤْمِنُوْنَ ۝ وَلَوْ اَفْعَلُوْا اِنْفَا حِشَّةً ۝ قَالُوْا وَجَلَّ عَلَيْنَا الْاِبْرَآءُ ۝ اَوَلَمْ نَكُنْ اَمْرًا نَّهٰدًا ۝ قُلْ اِنَّ اللّٰهَ لَا يَأْمُرُ بِالْفَحْشَاءِ ۝ اَتَقْرَوْنَ عَلٰى اللّٰهِ مَا لَا تَعْلَمُوْنَ ۝ (۲۸-۲۹-۳۰)

اے اولاد آدم! کہیں شیطان تم کو ہر سی آزمائش میں نہ ڈالے جس طرح کہ تمہارے والدین کو بہشت سے نکلوا دیا تھا، انکے لباسوں کو بد نواں

انکسار کے اس ملکوتی ارتعاش میں سب شخصی معاملات اور ذاتی تمناؤں کو بالائے طاق رکھ کر جو  
تنہا اور ہر سہم سوال تمام جماعت کی طرف سے متفقہ طور پر، باواز بلند پیش کیا جاتا تھا یہ تھا کہ اسے بار الہا!

(بقیہ تحت المثنیٰ صفحہ ۲۰۷) کہتے ہیں ہر تہا کہ ان کے عیوب اور شررگاہ میں انہیں ظاہر ہو جائیں، وہ مع اپنے چیلے چانٹوں کے تمہاری گناہ میں لگاؤ  
اور کمزور آں دیکھ باہر جان تم انکو نہیں دیکھتے، پس تم اس سے حتی الوسع بچے رہو اور اس کے دام تزییر میں ہنس کر اپنے آپ کو شکار ہونے اور اپنی شررگاہوں  
کو عیاں کرنے کا موقع نہ دو۔ لوگو! ہم نے اس دنیا میں ان لوگوں کو جو ایمان کے قوت افزا اعمال و خصائص سے بے بہرہ ہیں (الَّذِينَ لَا يُؤْتُونَ) انہی شیطانوں کا محب صمیم (اَوْلِيَاءُ) بنا کر رکھا ہے۔ اور یہ ایمان لوگ وہ ہیں کہ جب کوئی مقررہ وقت، اُنت کش، یا سوت افزا عمل (کَاجِئَةٍ) کو  
ہیں تو اپنی عیب پوشی کے لیے یہ بہانہ ایجاد کر لیتے ہیں کہ ہم نے تو اپنے باپ دادا کو شروع سے ہی کرتے دیکھا ہے، بلکہ حقیقت خدانے ہم کو اس کام  
کا حکم دے رکھا ہے، اسے محمد! ان نادانوں سے کہہ دو کہ خدا ہرگز کسی پیورہ کام (الْفَحْشَاءُ) کا حکم نہیں دیتا جس کا انجام ہلاکت ہو، جس کا نتیجہ حفظ  
اس کے جنت سے اخراج ہو، کیا تم جوٹ موٹ خدا پر وہ باتیں تمہیں رہے ہوں جن کا تمہیں علم نہیں۔

یہ قصہ نہایت نتیجہ خیز ہے اور اس کا الطباق جو انسان کی مجرمانہ نسلوں پر کیا گیا ہے اور بھی عبرت انگیز ہو مگر نفس قفسے کو بہا پر کھینچ نہیں نہ آدم و شیطان کی شخصیتوں  
البتہ سیاق کلام سے ظاہر ہے کہ یہاں پر الفحشاء سے مراد قوم کے دو پستی عیوب اور اجتماعی بد اعمالیاں ہیں جو لوگ نہایت وثوق سے بہر خیال  
کرتے ہیں کہ باپ دادا سے چلی آئی ہیں، اور اس نقطہ نظر سے خدا کا حکم ہیں۔ ان بد اعمالیوں میں مثال کے طور پر پند و بنیادیں، گوشت پستی، رسوم  
قبیلہ، اعتقادات و اہمہ غیر مثال ہیں جن کا نتیجہ بحیثیت مجموعی یہ ہوتا ہے کہ اس قوم کے اجتماعی (سَوَات) عیوب رونہ روز عیاں ہوتے جاتے  
ہیں، اور بالآخر وہ ساری کی ساری قوم شیطان کو دوست رکھنے کے جرم میں قوت اور امن کے دار السلام سے بیک بینی و دو گوش کمال  
و بچاوت ہے۔ فحشاء کے ان معافی کی تائید ان آیات سے اگلی آیت سے ہی ہوتی ہے جو متن کتاب میں صفحہ ۲۱۱، ۲۱۰ پر آچکی ہیں: **قُلْ اَمَّا**  
**سِرِّي بِالْقِسْطِ وَقَدْ اَقْبَمْتُكُمْ عَلٰى مَعَدَنَ كُلِّ مَسْجِدٍ وَّادْعُوْهُ مُخْلِصِيْنَ لَهُ الدِّيْنَ ۚ كَمَا بَدَا لَهُمْ لَكُمْ تَعْتَدُوْنَ (۲۱۰:۲۰۹)**  
یعنی اے پیغمبر! ان سے کہہ دو کہ ان بداعتدالیوں کا حکم ہرگز نہیں دیا گیا بلکہ میرے پروردگار نے تو مجھے ہر نوع قسط و اعتدال پر  
پر رہنے کا حکم دیا ہے اور نہ فرمایا ہے کہ ہر سب سے کے وقت ہمہ تن متوجہ ہو جا کر وہ اور تمام ارادہ منہ دی اور اخلاص اس حکم الحاکمین  
کے لیے وقف کر کے اس کے حضور میں کرا ہوا جائے رہو کہ تم انہی سب سے بے یار و مددگار اس کے حضور میں واپس آؤ گے جس طرح کہ تم  
رؤف و انصاف کو تھے۔

اس آیت میں صاف کسی ماسو کو وسیلہ نہ بنانے اور خالصہ خدا کی غلامی اختیار کرنے کی ترغیب دی گئی ہے اور ہر معاملے میں حد سے تجاوز نہ کرنے  
(قِسْط) کو پیش نظر رکھنے کی تلقین کی ہے۔ ان سینوں آیتوں میں ظاہر ہے کہ اول سے آخر تک ربط بھی مکتل ہو سکتا ہے جب الفحشاء کو ان منوں  
میں لیا جلت جو ہم نے اپنے ورثہ الفحشاء کے بالمقابل القسٹ اور ادعوہ مخلصین کہ الدین کے الفاظ ٹھیک نہیں بیٹھے۔ الفحشاء کا ذکر  
قرآن حکیم میں اور جگہ بھی ہے، مثلاً یوسف اور ایما کے مشہور قصے میں جب اول الذکر بفعلی سے صاف بچ نکلے تو فرمایا: **وَلَقَدْ هَمَمْتُ بِهِ وَهَمَّ بِهَا**  
**لَوْ لَا اَنْ دَاوُدَ هَاكَ رِيْبَةً كُنْ لَكَ لَصَرْفَ عَنْهُ الشُّوْءُ وَالْفَحْشَاءُ ۚ لَئِنْ لَمْ يَنْصُرْنَا مِنْ عِبَادِ كَا الْخُلَصِيْنَ (۲۲:۱۱۲)** اور وہ عورت تو یوسف کے ساتھ  
ارادہ بیکری ہی تھی اور علیٰ ہذا القیاس اگر یوسف کو اپنے خدا کے احکام الحاکمین اور حاضر و ناظر ہوسنے کی دلیل اس وقت آنکھوں کے سامنے نہ نہر جاتی تو وہ  
بھی اس عورت کے ساتھ ارادہ بیکری بیٹھتے، اور یہ اسباب ہم نے اس لیے پیدا کر دیے کہ یوسف کو بدکاری اور بے حیائی سے باز رکھیں، اس میں شک نہیں  
کہ وہ ہمارے خالص اطاعت گزاروں میں سے تھا۔ یہاں الفحشاء سے مراد صاف زنا کاری اور بے حیائی ہے۔ سورہ نمل میں خدا کے متعلق بھی  
**عَنِ الْفَحْشَاءِ وَالْمُنْكَرِ الْبَیْعِ (۹۰:۱۱۶)** ہے مگر وہاں الفحشاء کا مفہوم کچھ نہیں دیا۔ سورہ نور میں قصہ افا کے متعلق حضرت عائشہ ام المومنین  
رضی اللہ عنہا کی بریت کے بعد ایمان والوں سے خطاب ہے: **يَا أَيُّهَا الَّذِينَ لَا تَتَّبِعُوا خُطُوَاتِ الشَّيْطَانِ وَمَنْ يَتَّبِعْهُ فَهُوَ مِنْ حُطُوَاتِ الشَّيْطَانِ**

تو اسلام کی جماعت کو سید سے سید، چھوٹے سے چھوٹے، اور قریب سے قریب راستے سے دنیاوی نعمت اور اقدار تمکن فی الارض اور تحلف کے اس سراج پر پونچا جسکو حاصل کرنے کے لیے تو نے اپنا پاک رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

(تیسرے تحت ص ۲۰۸) قَاتِلُوا يَوْمَ الْاَحْزَابِ وَالْمُتَكِبِّرِينَ وَلَا تَقُولُوا لِلَّذِي لَا عَلَيْكُمْ مِنْهُ شَيْءٌ فَانْصَبْ لَهُ وَنُصِبْ لَهُ وَلَئِنْ كُنْتُمْ تُحِبُّونَ اللَّهَ فَاتَّبِعُوهُ لَعَلَّكُمْ تَكُونُوا عِزًّا لِلَّهِ سُبْحَانَهُ عَلَيْهِمُ ۝ (۲۱:۲۲) یعنی اے ایمان والو! ایمان کا تقاضا یہ ہے کہ شیطان کے قدم بقدم نہ چلو اور اس طرح کی بیچانی کی باتیں آپس میں نہ پہنچنے دیا کرو اور تم میں سے جو شخص شیطان کے قدم بقدم چلیگا تو جان لے کہ شیطان بعین اسکو ایسی ہی بیچانی کی باتیں (الْحُجَّتُ) کرنے کا حکم دیکھا اور آپس میں فساد برپا کرنے اور نفاق پہیلانے (الْمُنْكَرُ) کی ترغیب دیگا۔ اور مسلمانوں! اگر تم پر اللہ کا فضل و کرم شامل حال نہ ہوتا تو تم میں سے ایک فرد شخص کا دل بھی آتش عصبیاں سے پاک ہوتا لیکن وہ خدا نے عظیم جسکو مناسب ہوتا ہو (یُكَفِّرُ عَنْكُمْ سَيِّئَاتِكُمْ) کی توفیق دیتا ہے، اور وہ ہر باتوں کو سمجھنے والا (مُبِينٌ) اور لوگوں کی سخت و پُرکوشی جاننے والا (عَلِيمٌ) ہو۔ یہاں (تَفْهِيماً) اور (الْمُنْكَرُ) دونوں کو اکٹھا کر دیا ہے اور دونوں کے مطالب کی تصریح کو ہی جو گویا (تَفْهِيماً) اور (الْمُنْكَرُ) کی طرف سے نفسِ نامہ کو وہ باطنی ترغیب تحریر ہے جس سے کوئی شخص اپنی قوم کے کسی فرد کے متعلق کوئی بیچانی یا بدنامی کی بات پہیلانے پر آمادہ ہوتا ہو اور (الْمُنْكَرُ) وہ باہمی اتفاق اور باطنی کڑتیں، وہ فساد اور انتشارِ عمل ہے جو ایسی باتوں کے ماحق پہیلانے پیدا ہوتا ہے اور جو ہر مسلمان کی کٹھنی میں پڑا ہو۔

اس تمام بحث و تمحیص سے نتیجہ یہ نکلتا ہے کہ (تَفْهِيماً) سے مراد وہ انسانی عیوب ہیں جو شیطان نفسِ نامہ کی وساطت سے کرتا ہے اور جن میں بتخصیص (۱) شہواتِ نفسانی کے سچے سچ جان کی تدریجاً تیار کرنا (۲) محبتِ مال میں غلو کرنا اور خدا کیلئے بہترین شے نہ دیکھنا، (۳) آبا و اجداد کی بیوہ اور یتیم کی ریزہ ریزہ زمین کی نامزد و منہ تغلیب کرنا، (۴) زنا کاری کی طرف مائل ہونا، (۵) افرادِ امت کو بدنام کر کے غرض سے بیچانی کی باتیں لوگوں میں پہیلانا، شامل ہیں۔ باتوں کا کرنا شیطان کا سچا معنوں میں اتباع اور اس کی سچی عبادت ہے۔ یہ بحث آیت یعنی (۲۵:۲۶) میں کہا گیا ہے کہ (الضَّلَوةُ) وہ شے جو (تَفْهِيماً) اور (الْمُنْكَرُ) سے قطعاً روک دیتی ہے۔ اگر ایک شخص صحیح معنوں میں (الضَّلَوةُ) کو خدا کے حضور میں حاضر ہی مجاہد ہو، اگر وہ دن بھر کے اعمال کے بعد (الضَّلَوةُ) کو داکم اعلیٰ کی پیشکش ان اعمال کا محاسبہ ہوتا ہے تو وہ لامحالہ (تَفْهِيماً) سے بچے گا۔ علیٰ ہذا نقیاس اگر (الضَّلَوةُ) وہی متفقہ دعوت ہے جو تمام اسلامی جماعت کی طرف سے خدا کے حضور میں کی جاتی ہو تو اس کے بعد مسلمانوں کے آپس میں نفاق (الْمُنْكَرُ) واقع ہونے کی گنجائش قطعاً نہیں رہتی۔ انہی معنوں میں (الضَّلَوةُ) اور (تَفْهِيماً) کے الٹ تخصیصی اسرار ہیں۔ (الضَّلَوةُ) کی ماہیت کے متعلق مفصل بحث چوتھی جلد میں ہوگی۔ ان اوراق میں سبکی حکمت عملی سے بحث ہوئی لیکن (تَفْهِيماً) کی تخصیص اور تحدید جو قرآن عظیم نے تذکرہ و حدیثِ اہل بیت میں کی ہے زیادہ تر اس وجہ سے ہو کہ یہ پانچوں شعبوں میں ہر قوم کی اجتماعی زندگی کیلئے اہل بیت (علیہم السلام) عالمِ ناز کوئی حقیقت مجرم کی نچوڑ تہ پیش ہو کر فوراً ہی ان پانچوں قسموں میں توجہ انکی بگڑی ہوئی سستی جو مغربی اقوام میں دوسری تیسری اور پانچویں نہیں اس قدر اہم ہیں کہ (تَفْهِيماً) کا ایک کٹھنیر حدیث کی حیثیت اجتماعی سے بالکل نکل چکا ہو۔ ایسا حال نہیں پیدا ہوا کہ وہ اپنی اہل بیت کی تعلیم میں صدیقیت بالکل غائب ہو، علیٰ ہذا نقیاس اپنی قوم کے افراد کی بدنامی کے دھپے نہ مونا انکا قومی شمار ہو۔ ہمیں شک نہیں کہ وہ پہلی اور چوتھی شے یعنی نفسانی شہواتِ دوزنا کاری کی طرف نسبتاً بہت زیادہ مائل ہیں اور جن سے

کمزور قومیں یہی انکی اجتماعی ہلاکت کا باعث بن جائے لیکن اس موضوع پر بحث غالباً تیسری جلد میں آئے گی۔

(الضَّلَوةُ) کی اس جامع و مانع تعریف کے بعد قرآن حکیم نے زیر بحث آیت یعنی (۲۵:۲۶) میں (لَا تَقُولُوا لِلَّذِي لَا عَلَيْكُمْ مِنْهُ شَيْءٌ فَانْصَبْ لَهُ وَنُصِبْ لَهُ) کے صحیح منہاسے نظر کو اور (تَفْهِيماً) کر دیا ہے۔ جب بارہ افسری یہ کہا ہو کہ (الضَّلَوةُ) اگرچہ ان بہر میں پانچ وقت خدا کے حضور میں حاضری اور اپنے اعمال کی جوابدہی ہے لیکن خدا کو یہ ہم پر کہنا (ذُكِّرَ اللَّهُ) اس کا کہنا کہ ہمیں حق تعالیٰ نے کہنا (ذُكِّرَ اللَّهُ) پرچہ میں کہنے اس کا حکم اعلیٰ کا خوف جو کہنا (ذُكِّرَ اللَّهُ) غیبت اور حاضری، نماز اور غیر نماز و موقعِ قعود پر اسکو حاضر نماظر اور غیر احوالِ تقرب کرنا وہ مصلح اعمال شے جو (الضَّلَوةُ) سے کہیں بڑھ کر (ذُكِّرَ اللَّهُ) ہو۔ انسان کو اگر یہ کیف و حال نصیب ہوگا تو (الضَّلَوةُ) سے جدا جدا بہتر ہوگی۔ ذکر کے معنی وہ نہیں جو لوگوں نے نہایت نا فہمی سے وضع کر لیے ہیں اور وہ یہ کہ سب کا وہ باوجود کہ تسبیح فاتحہ میں ہے اور خدا کا نام تمام دن رات رٹ کرے اور کہتے رہے یہ تشبیہ نہایت پھر اور مضحکہ انگیز ہے اور (لَا تَقُولُوا لِلَّذِي لَا عَلَيْكُمْ مِنْهُ شَيْءٌ فَانْصَبْ لَهُ وَنُصِبْ لَهُ) کے الفاظ ظاہر کرتے ہیں کہ تمام دنیاوی کاروبار کے ضمن میں خدا کا کہنا لگائے کہنا اور ان اعمال کو قانونِ خدا کے مطابق کرنا ہی ذکرِ خدا ہے۔

دین الحقؑ ساتھ دے کر ہیجا تھا!

اٰفِدِنَا

۱۲

۱۔ اَلْهَدٰی اور جَزْبِ الْحَقِّ کا اشارہ آیہ هُمْ الَّذِيْنَ اَكْسَلَ سُرُوْلَهُ بِالْقُدْحِ وَفَوْنِ الْحَقِّ لِيُظْهِرَهُ عَلَى الدِّينِ كُلِّهِ وَلَوْ كَرِهَ الْمُشْرِكُوْنَ (۹: ۱۰) کی طرف ہو، جو صفحہ ۱۸۶ پر مستابت اسلام کی تعین کے ضمن میں پیش کی گئی تھی۔ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ جس اھلکے کے پیچھے جانے کا ذکر اس آیت میں ہے، اسکی ایک ہم نشین کی توضیح صفحہ ۱۹۲ وغیرہ ہو چکی ہے جہاں پر ثابت کر دیا ہے کہ الھدٰی کا الٰہی غموم وہ استعداد و مصالحت و اتحاد ہے جو پیغمبر الزمان نے عرب قوم کے انداک بتل قیل مدت میں پیدا کر دی تھی اور جو صحیح معنوں میں لِيُظْهِرَهُ عَلَى الدِّينِ كُلِّهِ کا باعث ہوتی جو جزبِ الْحَقِّ کے معنی پائی کی راہ عمل کے ہیں گو یا سورۃ فاتحہ میں جس الصِّرَاطِ الْمُسْتَقِيمِ پر چلنے کی درخواست ہو قسمت موتی ہو وہ یہی زوالِ الحقیقت جو رسول خدائے ساتھ بجا گیا تھا۔ اگلے اولیٰق میں اسی صراطِ مستقیم کی تیسری گنجی ہو اور بتایا گیا ہے کہ وہ کیا ہے اور کہ نہ لِيُظْهِرَهُ عَلَى الدِّينِ كُلِّهِ یا اَلْهَدٰی عَنِ الْغَيِّ کما صدق بنا، اسکا پہلا برسرانِ مواد و صورت کے لیے سورۃ فاتحہ کا صحیح مفہوم یا پسنا، اور بعد از ان اسکی بیش نظر فکر زندگی کا متبادسے عمل بنانا، اسقدر ہم سے کہ اسکے بقول نہ کوئی نماز صحیح مسئلوں میں نمانے اور نہ اس غرض و طلب کے لیے کوئی منتقل عمل پیدا ہو سکتا ہے۔ اگر آج فرما قرآن کے تدیکی نسبان اور فقدان علم کے بعد اوسط مسلمان کو یہ بھی پتہ نہیں رہا کہ وہ خط کے حضور میں جو قسمت باختر نامہ رکھا گیا مانگ رہا ہے، وہ ہر کے سے کچھ نا فتنہ بھی ہے یا نہیں، یہ رکوع و سجود کیوں ہیں، یہ اٹھنا بیٹھنا کس طلب کے ہے، یہ ظاہری ادب اور مسلل قورے اور قصد کے کس ضابطہ رسل کے مظاہر ہیں، اگر یہ سب سبق جو نبی آخر الزمان علیہ الصلوٰۃ والسلام نے بتیں برس کے مسلسل عمل کے بعد پڑھایا تھا تنطناً بجولا چکا ہے تو ہی نماز سوئے اس کے کہ وہ کچھ بن جائے جو اجکل ہو اور کیا ہو سکتی ہے۔ ان آیات میں بعض امور نہایت غور طلب ہیں، الصِّرَاطِ الْمُسْتَقِيمِ، کیا شے ہے؟ اگر اس کی تعریف صِرَاطِ الدِّينِ اَلْهَدٰی عَلَیْكُمْ ہے تو اس میں یَغْمِتُ، کا کیا مفہوم ہے؟ الْمَقْعَدُ ثَوْبٌ عَلَیْكُمْ ہے تمسیر کنون مراد ہیں؟ الصَّلَاتُ لَیْنٌ کے مصداق کون لوگ ہیں؟ یہ سب سوالات ایسے ہیں کہ ان کے طمسنان بخش حل کے بغیر الصَّلَاتُ کی ماہیت کو سمجھنا از بس محال ہے۔

شامین نظام الہی نے العلوم میں عظیم الشان آیات کے مطالب کو اپنے مشہور خود پسندانہ اور حکمانہ لہجے میں بیان فرما کر خیر جلوں میں خاص کر دیا ہے۔ ان کے نزدیک الصراط المستقیم، دین اسلام کا سیدھا راستہ ہے۔ گویا تعریف الجہول بالجہول ہے۔ انھیں اکتھت علیکم، سے مراد انکی رستے میں رُوحانی نعمتیں ہیں جنک اہل رذائل سے مسلمان قرار پائے ہیں۔ المغضوب علیہم، یہودی ہیں جنپر تر خدا صدیاں گزریں نازل ہوا تھا اور اب تک اُن کی اولاد پناہل ہو رہا ہے۔ الضالین، نصرانی لوگ ہیں جنپر غیب خدا نے والا ہے اور ان کی گمراہی قائم ہے۔ گویا اہل نظام نظر سے مسلمان دن میں پانچوقت وہ شے مانگے ہے جو اسکو کمال حاصل ہے۔ اور ابدالاً بذاتک حاصل رہے گی بشرطیکہ اُس سے مسلمان بتا رہا ہے۔ آج یہ ناروا تجمل ہر مسلمان کی قدیم خیال میں عقیدہ متحکم اور متعین ہو گیا ہے کہ کوئی دلیل اسکو اقوام عالم کی اس مفروضہ حد نشینی سے ہٹانیکے لیے کارگر نہیں ہوتی، بلکہ لطف یہ ہے کہ جب اسکو اسلامی امت کی حشد عالی اور نصرانی کی دنیاوی خوشحالی یاد دلائی جاتی ہے تو وہ غیظ و غضب میں آکر اور بھی اپنے آپ کو خدا کا منظور نظر اور اکتھت علیکم، کا صحیح مصداق شمار کرتا ہے۔ اور اس کرسی نشینی سے دست بردار ہونا اپنے لیے گناہ سمجھ کر روحانیت کی نادیدہ اور ناقابل درک کشوریں سرچھپا لیتا ہے۔ اسکی نظر میں نصرانی ہر نوع مستوجب عذاب ہیں، ان سے خدا بجز ناخوش ہے۔ یہ انعام جو آج انکو مل رہے ہیں بلا استحقاق مل رہے ہیں۔ نہیں بلکہ اُنکے نزدیک آج دنیاوی نعمت کچھ شے نہیں رہی، اگرچہ تیرہ سو برس سے وہ اسی دنیاوی نعمت کا کارگزار اپنے دوسرے بادشاہت زمین کو اپنے منظور خدا ہونے کا ثبوت دیتا رہا ہے، اور طرفہ تیرہ کہ اسکو ہود کے مفضوب علیہ ہونے کا اثبات بھی اکثر اسی بتا رہے کہ انکی قوم پر اجتماعی سکنت اور دولت چاہی ہے، انکی کوئی زمینیں بادشاہت نہیں رہی وہ دنیا کے ملکوں سے بادشاہ اور بادشاہ سے ہمارے ہمارے ہیں وغیرہ وغیرہ مگر جب اسی حالت کا اطلاق آج بعینہ اپنے آپ پر ہوتا ہوا دیکھتا ہے تو اسکا ذہن سلیم اسکو ہنس جاتا ہے۔ اور وہ باصرہ اسی خیال پر قائم ہو جاتا ہے کہ مسلمان باوجود کس بیوں حالت کے صراط مستقیم پر ہیں، الذین اکتھت علیکم، میں، مفضوب علیہم، ہرگز نہیں، الضالین بننے کا امکان ان کے حق قطعاً نہیں۔ وغیرہ وغیرہ اس لٹل خوش کن تجمل کی خاطر



ادنیٰ تا بل بھی ہر شخص کو اس نتیجے پر پونچا دیتا ہے کہ جو خط مستقیم ہال سے سوا باریک اور تلوار سے سوا نیز ہو اُس پر چلتے رہنا کسی قدر انتہائی احتیاط کا کام ہے اور اس میں ادھر ادھر ٹپکنے کی کفایت نہ نکالیں۔ نہیں بلکہ جس طرح کوئی باذکر کسی رستی پر چلتے ہوئے تمام توجہ عدل و توازن قائم رکھنے میں صرف کرتا ہے اسی طرح کسی امت کا ہر لحظہ اپنی تمام احتیاط قسط و اعتدال پر رہنے میں صرف کر دینا صراطِ مستقیم پر چلنے کے مترادف ہے۔ دین اسلام کا یہ اصل اصول قُلْ آخِرُ دِیْنِیْ بِالْإِسْلَامِ (۲۶۰) کے الفاظ سے بھی ظاہر ہے جو اس سے پیشتر صفحہ ۲۰ پر آچکے ہیں۔ اصل کتاب میں آئندہ اوراق (صفحہ ۲۲۶-۲۲۷) میں صراطِ مستقیم کی قرآنی تعریف بصرحت تمام بیان کر دی جائے گی۔ جس کے مطالعے کے بعد واضح ہو جائے گا کہ جو امت صراطِ مستقیم کے اس مفہوم پر بغور تمام اور بسی اتم عمل رہی ہے اُس کا اس دنیا میں قوت اور تگ سے رہنا اٹل ہے، اُس کا بقا فی الارض اور استعلاط قطعی ہے، کوئی دوسری قوم اُس کے بالمقابل صف آرا ہو کر اُس کو میدانِ حیات میں ہچکچاہٹ نہیں سکتی، سب نیاوی انعام اور فضائل الٰہی اُس قوم کے شال حال ہر دم ہیں اور وہیں گے وغیرہ وغیرہ۔ پس یہ دنیاوی تکلن ہی وہ صراطِ مستقیم ہے جس کی تعریف ربّ تعالیٰ آسمان نے صِدَاقَاتِ الدِّیْنِ اَنْعَمْتَ عَلَیْہِمْ ذَکَ کے الفاظ میں کی ہے۔ اور اسی سے ہمٹ کر قرین مضبوط علیم بن جاتی ہیں یا الصَّالِحِیْنَ میں شمار ہو کر شرفِ العقب خدائے عذاب کو دعوتِ دیتی ہیں۔ ان آیات میں یہود و نصاریٰ کی حاکمائی تخصیص نہیں اور نہ مسلمان بالخصوص الدِّیْنِ اَنْعَمْتَ عَلَیْہِمْ میں وہ بلاشبہ اُس وقت تھے جبہ تہتہ رس خدائے انعام اُن کو ہر طرف سے الامال کر رہے تھے مگر اب سب طرف قہر خدائے اہم نماز میں بچو گنگناش اسی کی ہے کہ ہم کو اُس صراطِ مستقیم پہلا جبر چلنے سے تو غرض ہو جائے اور دنیاوی الغامات اور تعسّر زسے الامال کر دے۔ یہی دعا ایک تنخواہ اور غلام کی اپنے آقا سے ہو سکتی ہے، اور اسی صلاحیت عمل کا کوئی آقا اپنے غلاموں سے متمنی ہو سکتا ہے۔ (اٰھْدِنَا) اور الدِّیْنِ اور علیکِ صِحْحہ اور الصَّالِحِیْنَ کے الفاظ سے ظاہر ہے کہ انعام اور سزائیں سب اجتماعی ہیں۔ اور اسی لیے الصَّلٰوۃ خدائے حضور میں قوم کی طرف سے ایک مستفقہ درخواست ہے، افراد کا اپنی جماعت سے الگ ہو کر ان عاکو حضور میں گذرانا ایسا ہی ہے معنی ہے جیسا کہ کسی مسلمان کا انسداد



## صراط

(بقیہ تحت المثنیٰ صفحہ ۲۱۲) اَنْ اَتَّكِلَ صَاحِبًا وَلَا يَكُفِّرْ بِيْ ذُنُوْبِيْ رَاقِيْ تَبَتُّ اِلَيْكَ وَارَاقِيْ مِنْ الْمُسْلِمِيْنَ (۱۵: ۳۶) اور لوگو! ہم نے انسان کو حکم دیدیا ہے کہ ماں باپ کے ساتھ حسن سلوک سے پیش آئے، وہ فی الحقیقت اس سلوک کے مستحق ہی ہیں کیونکہ تکلیف اللہ کا ہی اسکی ماں نے اسکو پیٹ میں رکھا، اور دردناک اذیت کے بعد ہی اسکو جنا، پہنچایا نہیں بلکہ اس کا پیٹ میں رہنا اور اسکے دودھ کا چوسنا اس کی فطرت پر ہی مبنی ہے۔ لیکن انسان وہ ناشکر اور احکام خدا سے باغی انسان ہے کہ ماں کی ان تکالیف کی کماحقہ پروا نہیں کرتا اور طغیانی کی نادانیوں اور کم عقلیوں پرست رہ کر ماں باپ سے ایسا ہیسا پرتا ہے اور اسکے احسان کو کچھ خاطر میں نہیں لاتا۔ اسکو صحیح معنوں میں پرہش نہیں آتی، جب تک کہ آئندہ کارہ سن رشتہ و تہذیب کے کمال کو پونچھ کر آپ چالیس برس کی عمر کا ہو جاتا ہے (حتیٰ اِذَا بَلَغَ اَشُدُّهُ) پر جب باپ بن کر خرداؤن تکالیف کو سنے لگتا ہے تو زبان حال بکا رہتا ہے کہ اے میرے پروردگار! مجھے اس بات کی توفیق دے (قَالَ رَبِّ اَوْزِ عَشِيًّا) کہ میں تیری ان نعمتوں کی صحیح معنوں میں متذکر رہوں (اِنْ اَشْكُرْ، دیکھو مشک کے معانی تحت المثنیٰ صفحہ ۱۱۳) جو تم نے میری فطرت پر عطا کی تھیں اور آج کر رہا ہے، اور جو میرے ماں باپ پر کی تھیں، اور مجھے توفیق دے کہ میں وہ مناسب اعمال کروں جسے تو راضی ہو جائے، اور یہی اولاد کو بھی (جو ہماری میاں بیوی کی تکالیف سے بچ رہے) مناسب راہ پر لا (وَاَصْلِحْ لِيْ فِيْ ذُرِّيَّتِيْ)، میں تو اب چالیس برس کی فطرت کے بعد تیری ہی طرف لوٹ آیا ہوں (اِذَا تَبَتُّ اِلَيْكَ) اور صحیح معنوں میں تیرے احکام کو بڑھکتے سمجھ کر انکو تسلیم کرتا ہوں۔

(قرآن کی بلاغت یہی ہے کہ کم سے کم الفاظ میں زیادہ سے زیادہ مطلب ادا ہو جائے اور ہر صاحب غور و فکر فیصلہ کر سکتا ہے کہ اس میں تفسیر کا بعینہ ہی مطلب ہے جو بیان ہوا اس میں انسان کی فطرت اور عادت مستورہ کو واضح کیا گیا ہے۔ چالیس برس کی عمر کو پونچھ کر حقیقت حال کا لگنا ہر صاحب نظر پر واضح ہے۔ زندگی کی اسی سنسرل پر استعداد تہذیب کو پونچھ جاتی ہے اور انسان کو اپنی ماہیت پر غور کرنے اور کس دنیا جہان کے کا جاننے کو بنظر متق دیکھنے کی اہلیت پیدا ہو جاتی ہے۔ خور و سول خدا صلعم کو بقوت کا خلعت بھی اسی عمر میں عطا ہوا تھا۔ فاقم و تدبر لیکن اس بحث سے قطع نظر اس آیت شریفہ میں نعمت، کا مفہوم سر اسر دنیاوی احسان ہی ہیں۔ روحانیت کا یا پھر کچھ ذکر نہیں۔ سورہ یوسف میں علی ہذا النبیاس تاویل احادیث کے علم کو اتمام نعمت قرار دیا ہے: وَنَعْلَمُكَ مِنْ فَائِدِ الْاَحَادِيثِ وَنَعْلَمُ نِعْمَتَهُ عَلَيْكَ (۶۱: ۱۳)، یعنی تیری نعمت خدا تم کو تاویل احادیث کا علم سہا دے گا اور اپنی نعمت کا تم پر اتمام کرے گا؛ تاویل احادیث کے صحیح مفہوم سے یہاں پر بحث نہیں مگر ظاہر ہے کہ تحصیل علم کو یہاں پر نعمت قرار دیا ہے۔ سورہ نساء آیہ (۴: ۷۲) میں اَتْمَمَ اللہ کے الفاظ دنیاوی مصیبت سے نجات پانے کے معنوں میں آئے ہیں اور وہ آیت صفحہ ۱۲ کے تحت المثنیٰ میں گذر چکی ہے مگر یہاں پر اس سے استدلال نہیں کیا کہ وہ الفاظ بطور قول غیر استعمال ہوئے ہیں بلکہ اسی مقصود ان سے مستنبط کرنا روا نہیں سمجھا!

(ب) انسان کی ناقدر شناسی کے ضمن میں کئی جگہ لفظ نعمت کا ذکر ہے جس سے مراد دنیاوی نعمتیں ہی ہیں۔ سورہ زمر میں: وَ اِذَا مَسَّ الْاِنْسَانَ ضُرٌّ دَعَا نَادِيَهُ اِذَا اَحْزَلْنَاهُ نِعْمَةً مِّمَّا كُنَّا لَ اٰتِيْنَ اَوْ تَنْبِئْتُهُ عَلٰی عِلْمٍ (۳۹: ۴۹)، یعنی انسان کی عادت ہو کہ جب اسکو کوئی تکلیف پونچھے تو ہم کو پکارتا ہے۔ پر جب ہم اسکو اپنی طرف سے کوئی نعمت عطا فرماتے ہیں تو کچھ لگتا ہے کہ یہ تو مجھ کو میرے علم کی وجہ سے ملی ہے۔ سورہ خم السجدہ میں ہے: وَ اِذَا اَنْعَمْنَا عَلَی الْاِنْسَانِ اَعْرَضَ وَ كُنَّا بِنَاجِيْهِ ۚ وَ اِذَا اَمْسَتْ السُّجُرُ فَدُودُ عَاثِرِ عَرِضٍ (۵۱: ۴۲)، یعنی جب ہم انسان پر اپنا دنیاوی فضل و کرم کرتے ہیں تو وہ ہم سے منہ پیر کرنا رکش ہو جاتا ہے اور جب اسکو کوئی تکلیف پونچھتی ہے تو لمبی چوڑی دعائیں کرنے لگتا ہے۔ سورہ جن اسر ایل میں قریب قریب یہی مضمون ہے: وَ اِذَا اَنْعَمْنَا عَلَی الْاِنْسَانِ اَعْرَضَ وَ كُنَّا بِنَاجِيْهِ ۚ وَ اِذَا اَمْسَتْ السُّجُرُ فَدُودُ عَاثِرِ عَرِضٍ (۵۱: ۴۲)، یعنی..... تکلیف کے وقت اس توڑ بیٹتا ہے۔ "اِنْ و نُوْنِ مَوْعُوْنِ پُر اَنْهِنَا عَلَی" کے الفاظ قابل لحاظ ہیں۔ سورہ زمر کے شروع میں ہر اسی دنیاوی نعمت کا ذکر ہے: وَ اِذَا مَسَّ الْاِنْسَانَ ضُرٌّ دَعَا نَادِيَهُ نِعْمَةً مِّمَّا كُنَّا لَ اٰتِيْنَ اَوْ تَنْبِئْتُهُ عَلٰی عِلْمٍ (۳۹: ۴۹)۔

(ج) دنیاوی نعمتوں کے بارے میں انسان کو خطاب بھی جگہ ہے سورہ نحل میں ہے: **وَاللّٰهُ جَعَلَ لَكُم مِّنْهَا حَلٰلًا وَحَلَٰلًا لَّكُم مِّنْهَا رِزْقٌ** (۱۶:۱۱) یعنی لوگو! وہ خدا ہی ہے جس نے ہمارے فائدے اور آرام کے لیے پیدا کردہ مہشیا کے سامنے بنائے، اور تمہاری پناہ کے لیے پہاڑوں کے اوٹ بنائے اور لباس جو تم کو گرمی سے بچائیں۔ اور ایسی نرمیں بھی جو تم کو ایک دوسرے کی ماریں بچائیں، اور ایویں ہی اپنی نعمتیں تم لوگوں پر پوری کرتا ہے۔ تاکہ تم اسکو صحیح عنوان میں خدا تسلیم کرو۔ یہاں ہی صاف طور پر (نعمت) سے ملو دنیاوی نعمتیں ہیں جن کا ذکر آیت (۱۶:۱۱) سے برابر چلا آیا، اور انکے حکم کو تکرید کے طور پر یہ **يَعْرِضُونَ لِنِعْمَتِ اللّٰهِ فَهُمْ يَنْكُرُونَهَا** (۱۶:۱۲) لکھا ہوا ہے یعنی لوگ خدا کی نعمتوں کو خوب سمجھتے ہیں، پر دیدہ دستہ ان سے انکار کرتے ہیں، اور اس میں شک نہیں کہ ان میں سے اکثر ناشکر (کفریوں) ہیں۔ اس آیت شریفہ میں خدا کی عطا کی ہوئی دنیاوی نعمتوں کو نعمت نہ تسلیم کر نیوالوں کو بصراحت تمام کافر کہا گیا ہے، جو مسلمان آج دنیاوی نعمتوں کو کبھی سمجھ کر اس دنیا کو قابلِ نفرت سمجھتے ہیں انکے لینے یہ تہدید ازبس عبرت انگیز ہے۔ اسی سورہ میں انسان کی دنیاوی خوشحالی کو بارگزر نعمت سے تفسیر کیا، **وَاللّٰهُ فَضَّلَ بَعْضُكُم مِّنْ بَعْضٍ فَمِنْهُم مَّنْ رَّبَّيْنَا فِي الْغَنَىٰ وَفَمِنْهُمْ مُّقْتَصِرٌ مَّا بَلَغَ الْإِسْقَاطَ وَمِنْهُمْ يَبْتَغِي الْغَنَىٰ** (۱۶:۱۳) اور لوگو! اُس خدا نے ہم کو رزق میں ایک دوسرے پر فضیلت دی ہے تو جن کو زیادہ رزق دی گئی ہے وہ کچھ اپنی دولت اپنے پیش خدمت غلاموں اور ماتحتوں کو گونا گونا نہیں دیا کرتے تاکہ آقا اور غلام آپس میں برابر ہو جائیں۔ جب وہ ایسا نہیں کرتے اور اپنے فضل رزق کو نہایت اہتمام سے برقرار رکھتے ہیں تو کیا اس کے بعد بھی اللہ کے احسانات سے سنکر ہیں۔ اس خلقِ آیت کے مطالب کے متعلق مدلل بحث اپنے موقع پر آئیگی، مگر صاف ظاہر ہے کہ یہاں فضل رزق کو نعمت کہا گیا ہے۔ اس سے اگلی آیت ہے: **وَاللّٰهُ جَعَلَ لَكُم مِّنْ أَنْفُسِكُمْ أَزْوَاجًا وَجَعَلَ لَكُم مِّنْ أَزْوَاجِكُمْ بَنِينَ وَحَفَدَةً وَرَزَقَكُم مِّنَ الطَّيِّبَاتِ** (۱۶:۱۴) اے اہلِ ایمان! جلد یومئذون وینعمت اللہ حضور کے فرشتے (۱۶:۱۴)، اور لوگو! خدا ہی کا راز دہیتی ہے جس نے تمہاری آسائش کے لیے تم ہی میں کی سیبیاں بنائیں، اور تمہاری بیبیوں سے تمہارے لیے بیٹوں اور پوتوں کو پیدا کیا اور تم کو نہایت عمدہ رزق ارزانی فرمائے، تو کیا یہ لوگ اس حقیقت کے کھل جانے کے بعد بھی منہ منہ سے معبودوں کے لاطال انعاموں پر ایمان رکھیں گے، اور خدا کی دی ہوئی صریح نعمتوں کا کفران کریں گے؟ یہاں بھی صفات اور غیر مشکوک الفاظ میں بیویوں، اولاد، اور طبقات رزق کو نعمت کہا گیا ہے اور انکے عدم تمسک کو کفر پر محمول کیا ہے۔ سورہ فاطر میں ہے: **يَا أَيُّهَا النَّاسُ اذْكُرُوا نِعْمَتَ اللّٰهِ عَلَيْكُمْ هَلْ مِنْ خَلْقٍ غَيْرِ اللّٰهِ يَرْزُقُكُمْ مِّنَ السَّمَاءِ وَالْأَرْضِ** (۳۵:۱۳) یعنی اے سائناتِ زمین! خدا کی نعمتوں کو جو تم کو دی گئی ہیں یاد کیا کرو اور غور کرو کہ کیا فی حقیقت خدا کے سوا کوئی اور وجہ دہی ہے جو اس قدر طاقت رکھے کہ تم کو آسمان اور زمین سے رزق پونچھائے؟ یہاں نعمت وہ مادی وسائل ہیں جس پر انسان کی حیات کا مدار ہے۔ سورہ لقمان میں ہے: **اَلَمْ نَرُكَ اِذَا تَوَلَّى السُّنُوتَ وَمَا فِى الْاَرْضِ لَنُسَمِعَ عَنْكَ نِصَمًا ظَاهِرًا وَنَاظِنَةً** (۳۱:۲۰)

حضرت بعض احسان: بِرَبِّكَ تَقْوَىٰ مُنْمَا عَلٰی اَنْ تَعْبُدُوْا سِوَاَ اللّٰهِ اَوَّلَآءِ (۱۲۱:۱۶۷) میں دیکھیں موسیٰ فرماتے ہیں کہ زعمون! کیا یہ عجیب احسان ہے کہ تم کو کہنے سے غلامی اور کفر سے نجات دے دے۔

## انعمت

(بیتہ تحت المصنف ۱۲۱۴) یعنی کیا تم لوگوں نے اس بات پر نظر نہیں کیا کہ خدا نے ہمارے فائدے اور اسٹافوس کیلئے آسمان اور زمین کے اندر جو کچھ ہے سچ کر رکھا ہے، اور اس شخص کے باعث گویا اپنی ظاہری اور باطنی سب نعمتیں تم پر پوری کر دی ہیں؟ یہ آیت جلیلہ ناقابل انکار طور پر اس حقیقت کی توثیق ہے کہ اشیائے فطرت سے استفادہ کرنا ہی ظاہری اور باطنی نعمتوں کی تکمیل ہے، گویا نعمت کا کامل اور مکمل مفہوم خدا کی تمام بنائی ہوئی اشیاء کا جائز استعمال ہی ہے، اس کے مساوی کچھ نہیں۔ یہاں پر روحانی نعمتوں کے وجود کی بحیرہ تغلیط چلائی ہے اور جیسا کہ چوتھی جگہ میں علم کے عنوان میں وضع کر دیا جائے گا۔ فطرت کی اشیاء کے صحیح استعمال کے اندر اور اس کے ضمن میں ہی روحانیت کے تمام درجے کی تکمیل بھی ہوتی ہے۔ اور یہی وہ اوج تربیت ہے جس کے قابل ہونے کے بغیر کسی قوم کا اس دنیا میں ممکن ناممکن ہے۔ (کتاب کے عربی اختصار میں قرآن حکیم کی اس تعلیم کی ایک جہلک دکھلا دی گئی ہے) (دیکھو صفحہ ۲۸-۲۹)

(۵) انسانوں کی طرف عام خطاب سے قطع نظر بنی اسرائیل کی طرف خدائی خطابات بھی اسی حقیقت کیلئے کو ظاہر کرتے ہیں کہ قرآن حکیم نعمت کا مفہوم دنیاوی و اعلیٰ و اکرام ہی ہے۔ سورہ ابراہیم میں حضرت موسیٰ کا قول ہے: **وَلَقَدْ قَالَ مُوسٰی لِقَوْمِہٖ اِذْ کَرُوْا لِحِمٰہِ اللّٰہِ عَلَیْکُمْ اِذْ اَنْجَلْکُمْ مِنْ اِلٰہِ فِرْعَوْنَ یَسُوْۤوُوْۤکُمْ سُوۡۤءَ الْعَذَابِ وَاِنَّکُمْ لَیَہُوۡۤنَ اٰیٰتِہٖ اَکْثَرُ وَیَسْتَحْیِیُوۡنَ لِبَشَآءِہٖ اَکْثَرُ (۱۱۳: ۶)** یعنی ایک وہ وقت تھا کہ جب موسیٰ نے اپنی قوم سے کہا کہ اے لوگو! خدا کی اس نعمت کو یاد کرو جب اُس نے تم کو فرعون کے لوگوں کے ظلم سے نجات دی تھی، وہ تم کو غلامی میں چلنے اور ناک طور پر نکلیں دیتے، تمہارے بیٹوں کو ڈھونڈھ ڈھونڈھ کر قتل کرتے کہ تم قتل و دہشت میں رہ جاؤ، اور تمہاری عورتوں کو زندہ رکھتے کہ لوندیاں بن کر رہیں؟ یہاں ایک قوم کی سیاسی نجات کو نعمت خدا کہا گیا ہے۔ سورہ ابراہیم میں ہے: **وَلَقَدْ قَالَ مُوسٰی لِقَوْمِہٖ یٰقَوْمِ اِذْ کَرُوْا لِحِمٰہِ اللّٰہِ عَلَیْکُمْ اِذْ جَعَلَ فِیْکُمْ اَنْبِیَآءَ وَجَعَلَ لَکُمْ مِّنْکُمْ کُلًّا نَّبِیًّا وَّکَلَّہُمْ اَلَّہُ فَاٰتٰہُم مِّنْکُمْ اٰیٰتِہٖ اَکْثَرُ (۱۱۳: ۲۰)** اور ایک وہ وقت تھا کہ جب موسیٰ نے اپنی قوم سے کہا کہ اے لوگو! خدا کی اس عظیم الشان نعمت کو یاد کرو جب کہ اُس نے تم میں سے کئی پیغمبر تمہاری ہدایت کیلئے بھیجے، پر تم کو بادشاہ بنادیا، اور وہ انعامات عطا فرمائے جو دنیا جہاں میں کسی قوم کو نہ دیئے تھے؟ یہاں ایک سطح میں شخص کہہ سکتا ہے کہ انبیاء کا بنی اسرائیل میں سمجھوتہ ہونا ایک دعائی نعمت تھی، لیکن ادنیٰ تا ثل ہی اس نتیجے پر پہنچا دیتا ہے کہ ان انبیاء کا آنا حقیقت اُس قوم کی فحاشی اور دنیاوی بہتری کے لئے ہی تھا، جیسا کہ **وَجَعَلَ لَکُمْ مِّنْکُمْ کُلًّا نَّبِیًّا وَّکَلَّہُمْ اَلَّہُ فَاٰتٰہُم مِّنْکُمْ اٰیٰتِہٖ اَکْثَرُ (۱۱۳: ۲۰)** کے الفاظ سے ظاہر ہے۔ خود موسیٰ علیہ السلام پیش نہاد بھی بنی اسرائیل کو فرعون مصر کے مظالم سے نجات دینا، اور اُس قوم کو قانون خدا کا پابند بنا کر بادشاہ بنانا ہی تھا جیسا کہ مذکورہ صدر آیت (۱۱۳: ۶) سے بھی ظاہر ہے۔ نہیں بلکہ اس آیت سے بعد کی آیتیں (یعنی ۲۱: ۵ - ۲۶) جس میں موسیٰ علیہ السلام نے اپنی قوم کو ارض مقدس پر حملہ کرنے اور دشمن سے مروانہ دار لڑکر بادشاہت زمین حاصل کرنے کی زبردست ترغیب دی ہے، پیغمبری کے منہنا، اور **وَجَعَلَ فِیْکُمْ اَنْبِیَآءَ (۱۱۳: ۲۰)** کی نعمت کے مفہوم کو اظہار میں لائے ہیں۔ آگے چل کر اسی تحت المصنف میں اس آیت کے مزید تفصیل کر دیا جائے گی لیکن ہر صاحب نظر بطور خود دیکھ سکتا ہے کہ بنی اسرائیل کے پیغمبر، بشمول موسیٰ علیہ السلام، اُس قوم کو اس دنیا میں ممکن اور مستلک کرنے کیلئے ہی مبعوث ہوئے تھے۔ اور یہ اجتماعی بقا کی بشارت دینا ہی ہر مرسل کا پیغام جلیل ہو کر رہا ہے جیسا کہ صفحہ ۱۱ کے تحت المصنف میں واضح کر دیا گیا ہے۔ بنی اسرائیل کی قوم کے لئے یا تمام دنیا کے لئے چند روشن احکام خدا کے ہاں سے آئے ہیں، پہرہ بیک لوگ اُن پر عامل رہتے ہیں اجتماعی بقا کی بشارت اُن کو ملتی رہتی ہے، جب اُس راہ سے ہٹ جاتے ہیں ہلاکت جاتے ہیں، یہی سچی روحانیت، اور صحیح معنوں میں نعمت ہے۔ اسی حقیقت کیلئے کہ اور صاف سورہ بقرہ میں دو کفر لفظوں میں واضح کیا ہے: **سَلِّیْ عَلَیْہِ السَّلَامُ اَللّٰہُ عَلَیْہِ اَلْاٰیٰتِہٖ اَکْثَرُ (۱۱۳: ۲۰)** یعنی اے محمد! تم بنی اسرائیل سے پوچھو جو موسیٰ کہ ہم نے اُن کو کیا کچھ روشن قانون اور کتنے کلمے کلمے اور غیر منلوک حکم دیئے تھے (آیۃ بچنے)، (وہ اگر ان پر عامل رہتے تو ہمارے خزانہ عامر سے کیا کیا انعام نہ پاتے)، لیکن جس قوم نے خدا کی نعمت کو اُس کے لئے نیچے

(تبیخہ تحت ہفتین صفحہ ۲۱۵) بل ذلالتو خدا نے بھی افسوس تو میرے انتقام لینا ہی تھا اور میں شک نہیں کہ وہ بہت شدت سے بدلہ لینے والا ہے۔ یہاں ان احکام خدا کی نعمت کما گیا ہو کیونکہ آپ عمل کرنے کا نتیجہ اجتماعی راحت تھی، اور ذکر کرنے کا بدلہ ہلاکت کی صورت میں ظاہر ہوا یہی بات سورہ بقرہ کے اس خطاب ظاہر ہے: **يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰذْكُرُْوا نِعْمَتِيَ الَّتِيْۤ اَنْعَمْتُ عَلَيْكُمْ وَاَنْتُمْ تَنْكُرُوْنَ** (۱۱۲:۲) یعنی اے بنی اسرائیل! میری اس نعمت کو یاد کرو جو کسی زمانے میں میں نے تم کو عطا کر رکھی تھی، اور بالخصوص اس کو کہ میں نے تم کو دنیا جہان کی سب قوموں پر ہر طرح کی فوقیت دی تھی۔ نہیں بلکہ ایک موقع پر دنیا وی فضیلت کو دوبارہ واپس دینے کا اقرار کیا ہے بشکل احکام پر عمل نہ کرنا شروع ہو جائے۔ یا بشارتہ آخر سے ماسوا کا خوف (جو فی الحقیقت تمام بحیمان و عدم تعلیل کا باعث ہے) اٹھ جائے، **يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰذْكُرُْوا نِعْمَتِيَ الَّتِيْۤ اَنْعَمْتُ عَلَيْكُمْ وَاَوْفُوا بِعَهْدِيْ اَوْفِيْ** (۱۱۲:۱۲) یعنی اے بنی اسرائیل! یاد کرو وہ نعمتیں جو میں نے تمہیں دے رکھی تھیں، یاد کرو کہ کیونکر تمہیں گنیں اور میری تو یہ شان ہے کہ اگر آج میرے عہد کو پورا کر دو گے تو جی میں بھی اپنے عطاے سلطنت کے عہد کو پورا کر دوں گا۔ اور وہ عہد یہی ہے کہ مجھ کو حاکم اعلیٰ مانکر مجھ ہی سے ڈرتے رہو۔ کسی وقت موقع پر اس عہد پیمان کی جو خدا سے عزوجل نے بنی اسرائیل سے کیا تھا تصریح کر دی جائے گی، یہاں بحث صرف نعمت کے صحیح مفہوم سے ہے۔ اور ظاہر ہے کہ وہ نعمت باو شاست نہیں رہی تھی جو ان سے چین لی گئی تھی۔ علیٰ التماس فرعون کے ہائے یہ کہ وہ کوئی اعزاز و تکریم دے دے وہ عہد یہی ہے کہ وہ ان کا اپنا تکریم (۱۱۲:۱۳)

(۱۱۲:۱۳) بنی اسرائیل سے خطاب کے علاوہ قرآن حکیم میں کسی موقع پر جہاں بالخصوص مسرتوں اولیٰ کے مسلمانوں سے خطاب ہے، لیکن باہر بھی نعمت سے مراد دنیاوی نعمتیں ہی ہیں۔ سورہ نحل میں رزق کی صلت اور صرمت کے ہائے میں ہے: **فَلَمَّا اِيْتَاكَ رَبُّكَ فَكَوْنُكَ اللَّهُ حَلَاظَةً بَاحٍ** (۱۱۲:۱۳) اور اگر تم نے ان نعمت خدا ہی کے تابع اور لازم ہو (وَلَمَّا اِيْتَاكَ رَبُّكَ فَكَوْنُكَ اللَّهُ حَلَاظَةً بَاحٍ) تو انکی نشانی کا صحیح استعمال کرو (معانی شکر کے لیے دیکھو تحت صغیرہ ۱۱۳) سورہ اعراب میں ہے: **يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوا اذْكُرُْوا نِعْمَتَ اللَّهِ عَلٰكُمْ اِذْ جَاءَكُمْ مِنْكُمْ جُنُودٌ كَانَتْ لَكُمْ عَلِيْمًا بِرِيْضَا وَجُودٍ اَلَمْ تَوَدُّوْا** (۱۱۳:۱۳) یعنی اے ایمان والو! خدا کی اس نعمت غلطی کو یاد کرو جب کہ غزوہ خندق میں تم پر لشکر کے لشکر چڑھے تھے پہرہ نہ لگنے کے زور کو توڑنے کے لیے ان پر شہداء بھیج دی اور تمہاری کے علاوہ اور مقابلہ کرنے والی قوتیں اور افواج جن کو تم دیکھ نہیں سکتے تھے۔ یہاں بھی نعمت وہ خدا فی تائید تھی جس کا نتیجہ دنیاوی فتح کی صورت میں ظاہر ہوا۔ سورہ مائدہ میں ہے: **يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوا اذْكُرُْوا نِعْمَتَ اللَّهِ عَلٰكُمْ اِذْ هَلَمَّ قَوْمٌ اِنْ يَّسْطَرُّوْا عَلَيْكُمْ اَيُّكُمْ فَكَفَّ اَيْدِيَّكُمْ عَنْهُمْ كَذٰلِكَ يُبَيِّنُ اللَّهُ لَكُمْ اٰيَاتِهِ لَعَلَّكُمْ تَهْتَدُوْنَ** (۱۱۳:۱۳) یعنی اے ایمان والو! اپنے اوپر خدا کے اس احسان کو یاد کرو جب ایک گروہ نے تم پر دست تقدیر دوڑا کر لیا تھا لیکن خدا نے تم سے ان کے ہاتھوں کو روک دیا۔ یہاں دشمن کے حملے سے بچ جانا نعمت خدا ہے۔ سورہ آل عمران میں: **لَقَدْ مَنَّ اللَّهُ عَلَى الْمُؤْمِنِيْنَ اِذْ هَمَّ بِصُلْحٍ مَعِ الدُّمِيَّةِ** (۱۱۳:۱۳) یعنی اے ایمان والو! خدا نے تم کو جو اس شان سے لے لیا کہ خدا کی نعمتوں اور اس کے فضل و کرم سے نہ تھے، بلکہ میدان میں تین دن رات پڑے رہنے کے باوجود ان کا بال تک یکساں نہ ہوا (لَقَدْ مَنَّ اللَّهُ عَلَى الْمُؤْمِنِيْنَ اِذْ هَمَّ بِصُلْحٍ مَعِ الدُّمِيَّةِ) وہ خدا کی خوشنودی پر کما کر رہا ہونے تھے اور خدا نے ان کی صاحب فضل و کرم سے جو میں کچھ کچھ کر دیتا ہے۔ یہاں نعمت کے دنیاوی مفہوم کے علاوہ فضل کے معانی بھی صاف ہو گئے کہ قرآن کی نئی نئی اس کا مفہوم بھی دنیاوی مال و دولت ہی ہے۔ سورہ آل عمران میں راہ خدا میں اپنی جان لڑا دینے والے مجاہدین کی نسبت فرمایا ہے۔ وہ مرے نہیں بلکہ زندہ اور خوش بخش خدا کے پاس موجود ہیں، ان مجاہدوں کو جو ابھی مارے نہیں گئے (اَضْرَوْا) ان کی بشارت دے دے میں پہلے کے بعد فرمایا ہے: **يَسْتَبْشِرُوْنَ بِرَوْحٍ مِّنَ اللَّهِ وَفَضْلٍ** (۱۱۳:۱۳) یعنی وہ لوگ دنیا میں رہے رہا

۱۱۳:۱۳ یعنی ان لوگوں کو ہادی اخرا فی کے عوض کیسے عطا باغات اور جنت کیسے عطا کیا ہوگی اور خدا کا فضل و کرم ان کی جنت میں سے لے کر دے گا۔



## عنبر

رفیقہ تحت اس صنف (۲۱۶) مومنوں کو خدا کے ماں سے (عَنْ اللّٰهِ) ونبوی انعام واکرام اور فضل و کرم کی بشارت دے رہے ہیں۔ یہاں نعمت صاف دنیاوی نعمت مراد ہے کیونکہ غریبی انعام کا ذکر پیشتر کی آیت میں آچکا ہے۔ سورہ فتح میں صلح حدیبیہ کی دور رس حکمت عملی کو فتحِ قُتَیْبَہ (۱: ۲۸) کہہ کر تمام نعمت اور صراطِ مستقیم کے معنی خیز القاب عطا فرمائے ہیں، وَلَیْقَوْمُ نِعْمَتُهُ عَلَیْكَ وَهَلْ یَاکُ جَوَاطَا مُسْتَفِیْہَا (۲: ۲۸) یعنی یہ سعادہ جو بظاہر سخت آزمینہ معلوم ہوتا ہے کمزور مسلمانوں کے لئے دراصل فتحِ مبین ہے کیونکہ ان کو اپنی مثال میں اپنی قوتوں کو اور جمع کر نیک موقع مل جائے گا۔ دشمن اپنی قوت کے غرور میں اور قوی بننے کی سعی کر کے گا، اور یہ متارکہ فی الحقیقت تم پر خدا کے عز و جل کی نعمت مکمل ہو جانے کا پیش خیمہ ہوگا، اور نیز اس لئے کہ خدا تم کو دشمن پر غالب آئیے صراطِ مستقیم پر لیجائے۔ یہاں نعمت کے سیاسی مفہوم کی توضیح کے ساتھ ساتھ صراطِ مستقیم کے مطالب کی بھی ایک حد تک تشریح کر دی ہے۔ سورہ آل عمران میں قرونِ اولیٰ کے مومنوں کے بیشمال اتحاد اور اخوت کو دوبار نعمت کہا ہے، وَادَّکُرُوا نِعْمَتَ اللّٰهِ عَلَیْکُمْ اِذْ کُنْتُمْ اَعْدَاۗءَ ۭ فَآلَفَ بَیْنَہُمْ قُلُوْبُکُمْ فَاَصْبَحْتُمْ وَفِیْہُمْ رُحُوۡا (۱۰۲، ۱۰۳)۔ مطالبہ صنف (۳) پر آچکے ہیں یہاں اعادے کی ضرورت نہیں۔ سورہ مائدہ میں بدن کی تطہیر اور ناز سے پیشتر ہاتھ منہ دھونے کو بھی اتمامِ نعمت فرمایا ہے، فَاِذْ یُنِی اللّٰہُ لِحَکْمِکُمْ عَلَیْکُمْ قُرْءٰنٌ حَرَجٌ وَلٰکِنْ یُّرِیْدُ لَیُطَهِّرَکُمْ وَیُکْمِلَ فِیْہُمْ نِعْمَتَہٗ عَلَیْکُمْ لَعَلَّکُمْ تَشْکُرُوۡنَ (۶: ۵) یعنی خدا اس صنف اور تیمم کی بند سے فی الحقیقت تم پر کوئی ناروا یا بے سبب تسلی کرنا نہیں چاہتا، بلکہ وہ انسان اپنی شرف المخلوقات کو ظاہری شجاعت اور آلائش سے ہرگز پیچو تہ پاک صاف کرنا چاہتا ہے، اور جہاں اسے تمہاری دنیاوی بہتری، معاشری بہبودی اور آخری نجات کیلئے تم کو نہایت گرانقدر اصول سکھائے ہیں وہاں وہ تمہاری جسمانی صفائی کا یہ چوٹا سا اصول سکھانے کی محنت تم پر اپنی نعمت کی تکمیل کرنا چاہتا ہے تاکہ تم اس نعمت حقیقی کی اس حیرت انگیز محافظت کی دل سے قدر کرو (لَعَلَّکُمْ تَشْکُرُوۡنَ) یا گویا یہاں بھی نعمت سے دنیاوی نعمت (یعنی جسمانی صحت) مقصود ہے، محض بدن کو دہولینا کسی شخص میں روحانیت پیدا نہیں کر سکتا، اور نہ وضو سے اس روحانیت کا اتمام پیش نظر ہے۔ بعینہ اسی نقطہ نظر سے اس آیت شریفہ سے ذرا پہلے احکامِ حرمتِ ماکولات کے ضمن میں اتمامِ نعمت کا تذکرہ کیا ہے، اَلْیَوْمَ اَکْمَلْتُ لَکُمُ دِیْنَکُمْ وَرَضِیْتُ لَکُمُ الْاِسْلَامَ دِیْنًا (۲: ۱۸۵) یعنی آج اے مسلمانو! ہم نے معاشری اور اجتماعی اور فردی کی کامل شرح و بسط کے بعد حلت اور حرمت کے ان نتیجہ خیز احکام کی بھی توضیح کر کے گویا تمہارے آئندہ اور مجوزہ طرزِ عمل کو رہنمائی دینا ہے اس ابتلا گاہ سعی و عمل میں پائیدار بننے کی پونہ چا دی ہے، بلکہ ایک روستے اپنی تمام نعمتوں کی تکمیل کر دی ہے، اور تمہارے لئے اسی تقویت انگیز اور غلبہ اندوز اسلام کو بطور راہِ عمل پسند کیا ہے۔ حلت اور حرمت کے احکام کی نتیجہ خیز حکمت اور انکی اہمیت کے متعلق فلسفیانہ بحث کرنے میں اجماعِ دیر ہے۔ یہ موضوع غالباً پانچویں جلد میں آئیگیگا، مگر پوری آیت کے مطالعے سے ظاہر ہے کہ مقرر شدہ کے کما فیہ بچا، اور جیسی کرامت انگیز شے سے پرہیز کرنا، یا لحمِ خنزیر سی پلید اور مضمرہ صحت چکر کھراہ مہنا، یا اور باقی اشیاء جنگلی حوت کی تصدیق اس آیت میں ہوئی ہے لکے کھانے سے گریز کرنا فی حقیقت انسان کی معاشری اور دنیاوی زندگی کی صلاح کا ایک منظر ہے، ان کو روحانیت سے متعلق تعلق نہیں، اور اسی اتمامِ نعمت کا مفہوم یہاں پر بھی دنیاوی ہے۔ علیٰ ذلٰلہ القیاس طلاق کے متعلق احکام خدا کی شرح و بسط کے بعد ارشاد ہے، وَادَّکُرُوا نِعْمَتَ اللّٰهِ عَلَیْکُمْ وَادَّکُرُوا نِعْمَتَ اللّٰهِ عَلَیْکُمْ وَمَا اَنْزَلَ عَلَیْکُمْ مِنَ الْکِتٰبِ وَالْحِکْمَۃِ یُعِظْکُمْ بِہٖ (۲: ۲۱۷) یعنی مسلمانو! جہاں خدا کو منہسی مغول یا یہ نتیجہ اور بے مطلب باتیں (ہُزُوًا) سمجھ کر مثال دیا کرو، بلکہ ان کی تعمیل خدا کے ان بیش قیمت احسانوں کو دل میں رکھ کر کیا کرو جو اسے وقتاً فوقتاً تم کو مناسب احکام دے کر کیئے۔ اور جو گرانقدر کتاب اُس نے تم پر اتاری ہے بلکہ حکمتِ الہی کے جو بیشمال نکات اس نے تم کو اپنی جناب سے عطا فرمائے ہیں اور جن کے ذریعے وہ تم کو مناسب راہِ عمل بتاتا رہتا ہے انکو پیش نظر رکھ کر تعمیل کیا کرو۔ یہاں بھی نعمت سے مراد وہ اجتماعی خوش حالی ہے جو احکامِ خدا پر کما حقہ عمل کر کے ہر قوم کو اس دنیا میں نصیب ہوتی ہے، روحانی بھجوت شامل نہیں۔



## المَغْضُوبِ

(تعبیر تحت آیت ص ۲۱) قریب قریب ہی مضمون سورہ مائدہ میں احکام وضو کے بعد ہے: **وَإِذْ كُنَّا نَبْعَثُ رَبَّكَ نَادِيًا وَقَدْ عَلِمْتُمُ اللَّهَ عَلِيمًا يَوْمَئِذٍ** (۱۵)، یعنی اے مسلمانو! وضو کے بارے میں اس الٰہی حکم کو بے سبب یا بے نتیجہ نہ سمجھو بلکہ اس اجتماعی راحت اور قوت (نعمت) کو خیال میں لاؤ اور اذکر فی جہتم کو خدا کے ہاں سے وسمدم نصیب ہوتی رہی ہے، نیز اس الٰہی عہد و پیمان کے قوت انگیز نتائج پر غور کرو جس کے ساتھ اُس نے کچھ مدت ہوئی تم کو وابستہ کر دیا تھا (وَإِذْ كُنَّا نَبْعَثُ رَبَّكَ نَادِيًا) اور جس کی نتیجہ خیز اہمیت کو پیش نظر رکھ کر تم نے بھی اُس کے مشمولہ احکام کے آگے سر تسلیم خم کر دینے کی تہان لی تھی (وَإِذْ كُنَّا نَبْعَثُ رَبَّكَ نَادِيًا) اور دیکھو! خدا کے قہر و غضب کے ذکر (وَإِذْ كُنَّا نَبْعَثُ رَبَّكَ نَادِيًا) اُس کے ہر حکم کی بطیب خاطر تعمیل کیا کرو کیونکہ وہ تمہارے دلوں کی کشمکش اور سینوں کی شش و پنج کو بھی موبہ جانتا ہے (عَلِمْتُمْ يَوْمَئِذٍ) اس آیت کا ربط پہلی آیت کے ساتھ نہایت خود طلب ہے۔ لیکن ظاہر ہے کہ خدا نے عزوجل نے صفائی بدن کی اہمیت کو پیشین کر دینے کی غرض سے قرون اولیٰ کے مسلمانوں کو ثبوت کے طور پر وہ اجتماعی فائدہ (نعمت) یاد دلایا جو احکام خدا کی تعمیل کے باعث اس سے پیشتر مل چکے تھے۔ گویا یہاں پر نیز غیبی تحریر کا عجیبہ و ہی رنگ ہی جیسے کوئی بادشاہ اپنی رعیت کو کہے کہ فلاں کام بھی اسی انعام اور سرگرمی سے کرو جیسا کہ اور حکم ملتے آئے ہو، اور ذرا خیال میں آئے کہ پہلے حکموں کی تعمیل کے باعث تم کو کیا فائدہ حاصل ہوئے ہیں۔ اس مقام نظر سے صاف ظاہر ہے کہ یہاں پر بھی نعمت سے مراد دنیاوی تنعمات ہی ہیں۔ سورہ بقرہ میں علیٰ ہذا الفیاس تحویل قبلہ کی بحث کے ضمن میں اسلام کی عالم آرائی کے لئے ایک مرکز کی ضرورت کو وضع کر کے فرمایا ہے: **وَلَا تَتَّبِعُوا فِي مَتَاعِكُمْ سَوَاءً وَقَدْ كُنْتُمْ تَكْفُرُونَ** (۱۵۰:۱۴۹)، یعنی اور یہ تمام عالم اسلام کا ایک نقطہ پر متمرکز کرنا چاہیے جو کہ میں اپنی نعمت کی تکمیل تم پر کروں اور تاکہ لوگ اس دنیا میں قوت اور اتحاد کے ساتھ رہنے کا راہ راست مل جائے۔ سورہ عنکبوت میں پھر اسی بیت الاحرام کے تقدس اور فوقیت کی شان میں ہے: **أُولَئِكَ جِئُوا بِالْحَقِّ وَالْحَقُّ أَكْبَرُ مِنْ كُلِّ شَيْءٍ وَهُمْ لَا يَخَافُونَ** (۲۹:۶)، یعنی اے محمد! کیا دشمنان اسلام اس بات پر نظر نہیں کی کہ ہم ہی نے بیت الاحرام کو رذالہ سے جاتے امن بنا رکھا ہے حالانکہ عین اسکی چار دیواری کے باہر یہ حال ہے کہ لوگ ان کے آس پاس سے بے دہش بچھڑتا رہے جابہ ہاں (اور کوئی شخص انکی داد دینے میں کرسکتا) تو کیا یہ لوگ لا طائل اور بے نتیجہ باتوں کو سنتے ہیں اور خدا کی اس نعمت عظمیٰ کی قدر نہیں کرتے؟ گویا خدا کا حرم کعبہ کو پر نظر ماحول کے عین وسط میں دارالامان بنا دینا نعمت الٰہی ہے اور مسکڑوں کو جو احکام خدا کے امن انگیز ہونے پر کچھ یقین نہیں رکھتے، ایک زندہ مثال لگے گرد و پیش سے بیکردی ہے تاکہ بطور خود غور کریں کہ خدا کی مکرر وفوف و خطبہ کرد و نواح میں امن و آسائش کی صورت پیدا کرسکتا ہو، اور کیوں کر ایک وقف اجل، خود فرد اور مختلہ مشق حد قوم میں سے ایک با عیب، صاحبِ قار اور محفوظ دست کثری کرنے کی قدرت رکھتا ہے۔ یہاں پر بھی صاف نعمت سے مراد دنیاوی امن و راحت ہی ہے۔ خود پیغمبر آخر الزمان کو اتنی ارشاد ہے: **مَا أَفْتَى بَعْضُكُمْ دَابَّاتٍ وَبَعْضُكُمْ دَابَّاتٍ** (۲۷:۲۶)، یعنی اے محمد! تم اپنے پروردگار کے فضل و کرم سے پاگل نہیں ہو جیسا کہ اہل مکہ کہتے ہیں، گویا صحیح الاعضا ہونا بھی نعمت الٰہی میں داخل ہے۔ سورہ البیل میں خدا کے ہاں سے انعامات کی تقسیم کے متعلق ایک قاعدہ کلیہ بیان کر کے اُسکے دنیاوی مفہوم کو اور بھی واضح کر دیا ہے: **وَمَا يَكُونُ لَكُمْ أَنْ تُبَدِّلُوا دِينَكُمْ وَتَتَّبِعُوا أَهْلَ الْبَيْتِ** (۱۹:۲۰)، یعنی اے لوگو! خدا نے عزوجل کے پاس (عَنْدَهُ) کسی فرد و واحد کے لئے بھی (کَلَامًا) کوئی نعمت (نعمت) نہیں کہ بطور بدلہ کے دی جائے (تُجْزَى) مگر یہ کہ وہ انعام اس شخص کو اپنے پروردگار جل و علا (وَلَدِهِ) کی تلاش خدا کے صلہ میں ملتا ہے، یعنی اس نیک اندر جو کچھ مل رہا ہے خوشنودی خدا کے صلہ میں مل رہا ہے۔ یہاں پر اس حلیل القدر کلمہ کی صداقت پر بحث نہیں صرف لفظ نعمت سے سروکار ہے۔ سورہ الطہ میں **وَالَّذِينَ آمَنُوا وَعَمِلُوا الصَّالِحَاتِ سَنَجْزِيهِمْ أَجْرَهُمْ أَكْبَرَ** (۱۱:۹۳)، یہاں پر بھی نعمت صاف دنیاوی ہے۔

(۹) ان تمام نصوص صریحہ کے علاوہ جن کا ذکر اوپر ہوا، قرآن میں چند سورتے ایسے بھی ہیں جہاں نعمت کا مفہوم باوری لفظ صریح

ملہ ضمنا اس آیت میں **وَسَنَجْزِيهِمْ أَجْرَهُمْ أَكْبَرَ** کا لفظ بصراحت تمام ظاہر کرتا ہے کہ ہدایت کا قرآنی مفہوم انعام ہی ہے جو اس مفہوم کی گواہی میں ہے ص ۱۳۳ کے تحت آیت میں دی ہیں۔

## عَلَيْهِمْ

(بیشتر المثنیٰ صفحہ ۲۱۸) مشکوک سا معلوم ہوتا ہے، یا کم از کم اس مضمون کے متعلق وہاں پرتاویل کی بہت کچھ گنجائش ممکن ہے۔ سورۃ اخراہ میں حضرت زید بن حارثہ کے مشہور قصے کے ضمن میں ہے: وَكَذَلِكَ يَقُولُ الَّذِي أَنْعَمَ اللَّهُ عَلَيْهِ وَأَنْعَمْتَ عَلَيْهِ أَمْسَيْتَ عَلَيْكَ تَرُوحُكَ وَ اللَّهُ (۳۳، ۳۴) یعنی تھے محمدؐ وہ بھی عجب وقت تاجب تم زید بن حارثہ کو، جس پر خدا نے چند و چند احسانات کیے تھے، اور تم بھی اُس پر احسان کرتے رہے تھے، سمجھتے تھے کہ اپنی بی بی زینبؓ کو زوجیت میں رہنے دے اور اللہ سے ڈرے یہاں شامین نے کہا ہے کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت زیدؓ کو بچپن سے پالا تھا، پھر غلامی سے آزاد کر کے اپنی بیوی بھی زادوین لائے بیاہ دی، وغیرہ وغیرہ۔ أَنْعَمْتَ عَلَيْهِ میں انہی احسانوں کی طرف اشارہ ہے۔ یہ سب نبوی انعامات ظاہر ہے کہ مادی اور دنیاوی تھے، تحقیق کی کوئی پرہیزگار کو روزِ حافی تسلیم نہیں دے سکتی، لیکن اَللّٰهُمَّ عَلَيْكَ کے متعلق مفسرین نے بہت کچھ خیال فرمائی کر کے "اسلام کی روحانی نعمت" کو انعامِ خدا تسلیم کر دیا ہے۔ ممکن ہے کہ خدا کے عَزَّوَجَلَّ نے اس آپؐ شریفہ میں حضرت زیدؓ کو اسی روحانی نعمت کا احسان جتلا یا جو کر الفاظِ وحی کے اندر اس دعوے کی قطعاً کوئی سند موجود نہیں بلکہ جب پیغمبرِ خدا کے انعام و احسان کی نوعیت دنیاوی تھی تو غالب گمان یہی ہے کہ خدا نے اپنے احسانات ہی اُسی قطع کے یاد دہانے میں ایک حقیقت اور پیچیدہ زخام کا پیغمبرِ عرب کی خالہ زاد بہن سے رشتہ کر دینا ہی میرے نزدیک اُس منعم بے حساب کا وہ غیر مستقیمہ انعام تھا جس کو صحیح معنوں میں اَللّٰهُمَّ عَلَيْكَ کہا جاسکتا ہے، حلقہٴ اسلام میں داخل ہونے کا احسان کم از کم یہاں نہیں جتلا یا کیوں کہ اولاً اس کی تخصیص صرف زیدؓ بن حارثہ کے ساتھ نہ تھی بلکہ سب مسلمان اس میں داخل تھے۔ ثانیاً اس احسان کو یاد دلانا یہاں پُر صلا غیر متعلق ہے کیوں کہ اَمْسَيْتَ عَلَيْكَ تَرُوحُكَ سے اس کا کوئی ربط نظر نہیں آتا۔ اگر عورت کو طلاق دینا اسلام میں شرعاً ممنوع ہوتا تو زیدؓ کے مسلمان ہونے کا احسان یاد دلانا کچھ معنی رکھتا۔ یہاں صرف اس قدر کہا گیا ہے کہ تو دیکھ اُن احسانات کو نہ بھول جو خدا نے تمہاری ذات پر کیے، تم کو ایک اونٹنے طبقے سے اٹھا کر پیغمبرِ خدا کا کفو اور عرب کا سردار بنادیا، خود پیغمبرِ تم کو پالا پوسا، غلامی سے آزاد کیا، وغیرہ وغیرہ۔ ایسے منعم کی بہن کو طلاق دینے سے ڈراور خدا کا خوف کر۔ بنی اسرائیل کے حبشیوں کے بعد موسیٰ علیہ السلام نے اپنی قوم کو کس بات پر ابھارا تھا کہ اپنی تمام قوتوں کو جمع کر کے اور پوری ہمت دکھلا کر ارض مقدس پر حملہ کریں، دشمن کے بالمقابل جگر لڑیں اور کسی حالت میں ہتھیار نہ دکھلائیں، مگر صدیقیوں کی یہ محکوم قوم اپنی موروثی بُرڈولی اور جین کے باعث اُس زبردست دشمن "قَوْمًا جَبَّارِينَ" (۲۲: ۵) پر ہجوم کرنے کے لیے آمادہ ہو سکی اور تنگ عزرات پیش کر کے نال دیا۔ اس واقعہ کا ذکر سورۃ مائدہ میں ہے، بنی اسرائیل کے دو جوان مرد یوشع اور کالب عام قوم کے برخلاف، اس برائیخت میں موسیٰ اور ہارون علیہما السلام کے ہمراہ تھے، اُن کی بابت ارشاد ہے: قَالَ كَلْبُ بْنُ الْيَدَيْنِ يَحْيَا قَوْمٌ اَلَّذِينَ اَنْعَمَ اللَّهُ عَلَيْهِمْ اَذْخَلُوْا عَلَيْهِمُ الْاَلْبَابَ نَادَا دَخَلُوْهُ فَاَتَوْا عَلَيْهِمْ هَ وَاَعْلَى اَللّٰهُمَّ فَتَوَكَّلُوْا اَلَا كُنْتُمْ مِّنْ مُّؤْمِنِيْنَ (۲۳: ۵)، یعنی بنی اسرائیل کے اس بیہودہ عذر پر خدا نے صحیح معنوں میں ڈونے والوں (مِنَ الَّذِيْنَ يَحْيَا قَوْمٌ) اور اُس کا سچا تقویٰ کرنے والوں (مِنَ الَّذِيْنَ يَحْيَا قَوْمٌ) میں سے دو خصوصیتیں خدا نے خاص احسان کیا تھا اَللّٰهُمَّ عَلَيْكَ، کہہ کر اسے نامزد و دشمنوں کی ظاہری ڈیل ڈیل کی کچھ پرواہ نہ کرو۔ اُنکے گرائڈیل قدم دیکھ کر بزدل نہ بن جاؤ دیکھو آئیہ (۲۲: ۵)، تم جس طرح بن پڑے چڑھائی کر کے شہر کے دروازے میں گھسوا، اور جب دروازے پر قبضہ کر لیا تو بلاشبہ فتح تمہاری ہی ہے، اور یاد رکھو کہ اگر تم میں ایمان موجود ہے تو ایک دم آمادہ سہی ہو کر نتائج کو خدا پر چھوڑ دو (فَتَوَكَّلُوْا) تمام رکوع کا سیاق و سباق یہی ظاہر کرتا ہے کہ اَللّٰهُمَّ سے مراد وہ ہمتِ روانہ اور وہ عزمِ صمیم ہے جو ان بندگانِ خدا کو تمام قوم کے جمود و سکون کے بالمقابل بارگاہِ خدا سے عطا ہوا تھا، اور یہی وہ قوتِ ایمانی تھی جسکو بعض مجاہد اصحاب نے روحانیت سے تعبیر کیا ہے۔ ادنیٰ تا تل بھی ہر شخص کو اس نتیجے پر پہنچا دیتا ہے کہ روحانی نعمت دراصل انسان کی اُس حلقائی برتری، اس کے اعلیٰ ہمت اور تربیتِ نفس کا دوسرا نام ہے جس کا نتیجہ دنیاوی ممکن و ناممکن ہی ہے۔ اس سے کمتر کچھ نہیں۔ اس آیت شریفہ میں یوشع اور کالب کی روحانیت یا ببارۃ اُخرے اُپر خدا کا انعام بھی تھا کہ انہوں نے اپنے پیغمبر کے

دبیرتحت اہل حق صفہ ۲۱۹، حکم کی اطاعت کرنا اپنا فرض میں سمجھنا، اور اس کی تعمیل میں اپنی جانوں کو لڑا دینے سے نہیں ہجکتے تھے پس نعمت سے مراد یہاں پر بھی وہ توفیق عمل ہے جس کا نتیجہ قوم کی دنیاوی راحت ہی ہے، وہ کوئی اعکاف کی کسرت یا تسبیحی و زرش نہیں بلکہ اس دنیا میں بظاہر کوئی نتیجہ مترتب نہیں ہوتا۔ ایمان اور علو مقام کی یہی وہ عملی اور نفع مندی تھی، جس کی بنا پر خدا نے عزوجل نے حکام اسی کے عاملوں اور رسول کے بالمشافہ احکام کی تعمیل کرنے والوں کو اَنَعَمَ اللہُ عَلَیْہِمْ کالقاب عطا فرمایا ہے: وَہُنَّ یُطِیْعُ اللہُ وَ الرَّسُولَ فَاُولَئِکَ مَعَ الَّذِیْنَ اَنَعَمَ اللہُ عَلَیْہِمْ مِنَ النَّبِیِّیْنَ وَالصِّدِّیْقِیْنَ وَالشُّہَدَآءِ وَالصَّالِحِیْنَ وَحَسَنَ اُولَئِکَ رَفِیْقًا (۴: ۶۹) یعنی مسلمانوں، تم میں سے جس شخص نے اپنے آپ کو احکام خدا کی تابعت کے پے وقف کر دیا، اور جس نے رسول کے بالمشافہ احکام کی تعمیل میں وہی اور خصوصیت سے کی تو یہی وہ لوگ ہیں جو ان لوگوں کے دوش بدوش چلے رہے ہیں اور مثل انکے اخروی اجر کے مستحق ہوں گے رفع الذین، جنہر اللہ نے اپنا خاص احسان کیا اَنَعَمَ اللہُ عَلَیْہِمْ، مثلاً وہ ایسی کرام جنہوں نے راہ حق میں جہاد کیے (ہیں الذین) یا وہ صادق لوگ جنہوں نے عمل سے اپنے ایمان کو بچ کر رکھا یا (وَالصِّدِّیْقِیْنَ) دیکھو تحت اہل حق صفہ ۱۱۱) یا وہ شہدائے خدا جو اپنے بلا ضرر اعمال سے خدا کی گواہی دیتے دیتے چلے رہے (وَالشُّہَدَآءِ) دیکھو تحت اہل حق صفہ ۱۱۰) یا وہ صالح اہل لوگ جنہوں نے اپنی جماعت کی حالت درست کی (وَالصَّالِحِیْنَ) (دیکھو تحت اہل حق صفہ ۱۲) اور یہ لوگ کیا ہی اچھے ساتھی ہیں، اطاعت رسول کے صحیح مفہوم کے متعلق ایک فنی بحث صفہ ۱۰۱ کے تحت اہل حق میں گند چکی ہے وہاں پر اشارہ کر دیا ہے کہ اس سے مراد رسول خدا صلعم کے ان بالمشافہ احکام کی فوری تعمیل ہے جو آپ کی حیثیت قائد عظیم یا رہنمائے امت وقتی اور مقامی حالات کو مد نظر رکھ کر دیا کرتے تھے، اور جن کا مبنائے نظر تقویت جماعت یا غلبہ اسلام ہی تھا۔ چنانچہ یہاں پر بھی جہاد یا سیف اور ہجرت وطن کے احکام اس آیت سے پیشتر آئے (۲۶: ۱۲) میں اَفْتَنَّاوْا اَنْفُسَکُمْ اَوْ اَخْرِجُوْا مِنْ دِیَارِکُمْ کے الفاظ میں ہو چکے ہیں۔ اور اَنَعَمَ اللہُ کا حکم بھی اسی قطع کے جان مال اٹھانے والوں کے بارے میں ہے۔ اس بنا پر مختصر الفاظ میں اَنَعَمَ اللہُ عَلَیْہِمْ سے مراد یہاں پر بھی وہ توفیق عمل ہے جو ایمان کا جزو لا ینفک ہے اور یہ کہ اس دنیا میں نتیجہ فلاح قوم، اور اگے چل کر فلاح آخرت ہی، اس کے واسطہ پر نہیں۔ جن لوگوں نے اسلامی اور مدنی و انسانی کے اجتماعی مقاصد کو نظر انداز کر دیا، اور بعد ازاں انہیں چھوڑ کر ان کا مثلاً نماز روزہ کو اپنے لیے پسند فرما کر ان کی انفرادی مشق پیدا کر لی ہے، اور نہ تو تنوع کی اس عالمیانہ شان کو ملحوظ ثانیہ، فرض کر کے اپنے آپ کو اَنَعَمَ اللہُ عَلَیْہِمْ کا مصداق مانا ہے ان کے لیے یہ آیت از بس سبق آموز ہے۔ صدیق اور شہدار اور صالحین اور نبیاء کی ہمدوشی کا مقام حاصل کر کے اپنے انتہائی سعی و عمل شرط ہے، جان و مال کی قربانی مشروط ہے، خدمت عباد و شرط ہے وغیرہ وغیرہ، پس ہی شخص اَنَعَمَ اللہُ عَلَیْہِمْ کا صحیح مصداق ہو سکتا ہے جو ان جیسے نتیجہ خیز اور غلبہ اندوز، مصلح قوم اور محرک اعضا کام کر رہا ہے۔ سورہ مریم میں صدیق لعل، ابراہیم (۱۹: ۳۱)، مخلص الاعمال موسیٰ (۱۹: ۵۱)، اور صادق الوعد اسمعیل (۱۹: ۵۲) علیہم السلام کے ذکر کے بعد ارشاد اسی ہے: وَ اِذْ کُذِّیَ النَّبِیُّ اِذْ یَسِّرُ اِنَّہٗ کَانَ صِدِّیْقًا نَّبِیًّا وَ کَذٰہُنَّ مَکَا تَا عَلَیْکَ اُولَیْکَ الَّذِیْنَ اَنَعَمَ اللہُ عَلَیْہِمْ مِنَ النَّبِیِّیْنَ ذِیْ ذُرِیَّۃٍ اٰدَمَ (۱۹: ۵۶-۵۸) یعنی اے پیغمبر! ابراہیم اور موسیٰ اور اسمعیل کے مثل اقدار کارناموں کو یاد کر لینے بعد اس ہماری کتاب میں ادیس کا تذکرہ بھی کر دو کیونکہ میں تم کو یہ یاد دلاؤں گا کہ ان شخص ہی اپنے اعمال و افعال سے اپنے ایمان کی بڑی ہی تصدیق کرنے والا (صِدِّیْقًا)، اور قانون خدا سے بڑی باخبر (نَّبِیًّا) تھا، اور اسی وجہ سے ہم نے ان کو ایک نہایت بلند منصب پر فائز کیا تھا، (ہم کا ناکار) اُولَیْکَ اٰدَمَ میں سے بھی وہ انبیاء لوگ تھے جنہر خدا نے اپنے جدا احسان کیے، اور جو اس دنیا سے فی حقیقت منفر و ہرگز گئے، گویا یہ عمل کے ذریعے سے اپنے ایمان کو بیکار کر دیا تھا اور صدیق بننا ہی خدا کی سب سے بڑی نعمت ہے، اور یہی سچی روحانیت بھی ہے۔ گوشہ نشین بیکر خدا خدا کہتے رہنا اور مخلوق سے بے نیاز ہونا حقیقت نہ کوئی عمل ہے اور نہ ہمیں خلق خدا کی بستی کی کوئی صورت عمل سکتی ہے۔ انبیاء کرام علیہم السلام کی

اسے پروردگار عالم اور اسے نعمتوں کے بخشنے والے خدا! تو ہم سب کو اس سید سے

دقیقہ تحت المہین صفحہ ۲۲۰) بے مثال علی زندگیاں، انکے اس خیال میں عالم انگیز کارناموں، اور مخلوق خدا کی جستجائی اصلاح کے بارے میں ان کی آن تھک کوششوں کو پیش نظر رکھ کر ہی رب زمین و آسمان نے جا بجا ان پر سلام بھیجا ہے، انکے اعمال کو سراہا ہے، اور عوام کے سامنے انکو بطور نمونہ پیش کر کے انعم اللہ علیہم کا عزیز القدر لقب دیا ہے۔ چنانچہ قرآن میں جا بجا اس سلام بھیجے کی کئی مثالیں موجود ہیں جن کے اعادے کی یہاں ضرورت نہیں۔

(مر) انبیائے عظام کی اسی علامہ حیثیت کو پیش نظر رکھ کر سورہ زخرف میں خاص حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے ذکر میں ہے: (ان هُوَ الَّذِي اَنْزَلْنَا عَلَيْكَ الْكِتَابَ الَّذِي يَتْلُوهُ اَنْتَ وَتُحْمَلُهُ اَنْفُسُ اُولٰٓئِكَ اَنْتَ عَلَمٌ لِّاُولٰٓئِكَ) یعنی توحیٰ حقیقت ہمارا ایک حکیم دار اور کارکن غلام (عبداللہ) دیکھو سخت المہین صفحہ ۱۰۱) ہی تم اس پر ہم نے اپنی جاسکے توفیق عمل عطا فرمایا خاص احسان کیا تمہارا انعمنا علیک، اور یہ روح عمل اس تک ازراہی کر دی تھی کہ ہم نے اسکو نبی اسرائیل کی جمود زدہ اور غافل قوم کے لیے ایک نمونہ (مثلاً) بنا دیا۔ نبی اسرائیل کے اس باطل اور اولوہیت پرستی پر خدا نے جل و علے کے یہی وہ بے مثال انعامات تھے جن کی بنا پر سورہ مائدہ میں حضرت کی والدہ پر احسان قبلایا ہے۔ یہاں پر ربط قائم کر نیکیے لیے اس سے پہلی آیت بھی نقل کر دی جاتی ہے جس سے احسان قبلانے کا سبب اور بھی واضح ہو جائے گا:

يَوْمَ يَخْلَعُ اللّٰهُ الرُّسُلَ فَيَقُولُ مَاذَا اُجِبْتُمْ قَالُوا لَا اَعْلَمُ لَنَا اِنَّكَ اَنْتَ عَلَّامُ الْغُيُوبِ اِذْ قَالَ اللّٰهُ لِيُحْيِيَنَّ اٰبَنَ هٰرُونَ اِذْ كُنَّ يَفْتَحِيْنَ عَلَيْهِ عَلٰىكَ وَعَلٰى وَلَدِكَ هٰرُونَ (۵: ۱۰۹-۱۱۰)

اے پیغمبر! وہ وقت بھی نہایت ہی کڑا اور کچپکا دینے والا ہوگا جب وہ مالک زمین و آسمان اور صاحب کبریا و جبروت خدا اپنے سب پیغامبروں اور قاصدوں کو اکٹھا کر کے (یَوْمَ يَخْلَعُ اللّٰهُ الرُّسُلَ) اُن سے اپنے پیغام کے صحیح طور پر اور کچپکے متعلق محاسبہ کرے گا اور فرمائے گا کہ تم خوب! آج تم اپنا پناہ بیان پیش کرو کہ ساکنان زمین کی طرف سے تم کو ہمارے پیغام کا کیا جواب ملا (فَيَقُولُ مَاذَا اُجِبْتُمْ) (۵: ۱۰۹) اُنہوں نے تم کو کیونکر متبول کیا (مَاذَا اُجِبْتُمْ) اُس کا باشندگان زمین پر کیا اثر ہوا (مَاذَا اُجِبْتُمْ) اور بعد ازاں اور پیغمبروں سے صرف نظر کر کے عیسیٰ علیہ السلام کی طرف جس کی امت نے پیغام رب العالمین کی معیت کو قطعاً مسخ کر کے اسکو خدا کا بیٹا بنالیا تھا متوجہ ہوگا اور فرمائے گا (اِذْ قَالَ اللّٰهُ) بلکہ اے ہر مہم کے بیٹے عیسیٰ! تم میرے اس احسان کو یاد کرو جو میں نے تم پر اور تمہاری ماں پر کئے تھے۔

سورہ مائدہ کے دو آخری رکوعوں کے مطالب کو ملحوظ کرنے کا یہ موقع نہیں بلکہ پوری آیت (۵: ۱۱۰) کی شرح و بطور دینا ہی جہاں پر بہت کچھ پیش از وقت ہے، مگر اوقاف قرآن کے رموز کو جاننے والے غور و خوض کے بعد اس نتیجے پر بطور خود پونج سکتے ہیں کہ اس آیہ شریفہ میں اِذْ قَالَ اللّٰهُ سے عَلٰى وَلَدِكَ تک ایک متقل بیان ہے جس میں خدا نے عظیم نے احتساباً بلکہ تہدیداً تہذیباً میں حضرت عیسیٰ کی توفیق عمل و استعداد نبوت کو اُنہر بلکہ اُن کی ماں پر بھی احسان کے طور پر قبلایا ہے۔ اس دعویٰ کی تائید علامت ہر سے ہوتی جو وَلَدٌ لِّكَ کے بعد ہے اور جس مراد یہ ہے کہ ایسے بعد تہذیب جانا لازمی ہے۔ ورنہ بعد کی عبارت سے ملا کر پڑھنے سے مطالب کے بگڑ جانے (حتیٰ کہ بعض ظاہر پرست اشخاص کے نزدیک کفر کے مرتکب ہونے) کا خوف ہو! گویا تم جیسے باطل اور کارکن شخص کا ہونا ہی تم پر خدا کا ایک احسان عظیم تھا، اور بالخصوص اس ماں پر جسے ایسا سپوت جنا۔ ماں اور بیٹے دونوں کو احسان قبلانے کا سبب سولہویں رکوع کے شروع میں ظاہر ہوتا ہے۔ جہاں چند ہیوں رکوع کے بعد انبیائے جہاں کے ہرے مجمع میں فرمایا ہے کہ اے ہر مہم کے بیٹے عیسیٰ! کیا تم نے فی الحقیقت لوگوں کو کسا تھا کہ خدا کو چوڑ کر مجھے اور میری ماں کو خدا بنا لو؟ حالانکہ میں نے ہی تم کو نبی اسرائیل کا سردار بنایا تھا اور تمہاری ماں کو ایسا کارکن میتا دیا تھا۔ اکثر شائین نے کلام خدا کے ربط کو نظر انداز کر کے آیہ (۵: ۱۱۰) میں وَلَدٌ لِّكَ کے بعد کی عبارت کو متذکرہ صدر مکرر سے ملا کر اِذْ اٰتٰیكَ يَرْحَمُ الْقُدُّسُ مَنَّكَ الْاَنَسُ فِي الْمَهْدِ دیکھا کہ وہ وغیرہ وغیرہ کو نعمت قرار دیا ہے۔ یہ واقعات یعنی تائید روح القدس اور کلام فی المہد وغیرہ خواہ ان کا مفہوم کچھ بھی ہو حضرت عیسیٰ علیہ السلام پر

راستے پر ملے، ان لوگوں کے رستے پر جن کو تو نے اپنی نعمتوں سے مالا مال کر دیا ہے

دقیقہ تحت المیزان صفحہ ۲۲۱) احسان کے حامد ہو سکتے مگر حضرت مریم پر ان کا جتنا نا کچھ بے معنی سا ہے۔ یہ آیت اس امر کی بہترین مثال ہے کہ قرآن حکیم کے اوقاف اور نشانات رکوع جو علمائے سلف نے حجاج ابن یوسف کے زمانے میں لگائے تھے کس غم و جست و جوی سے لگائے اور انکو کلام الہی کے صحیح مطالب پر متنازع و متنازعہ بنا کر پیرا غالب گمان بلکہ یقین ہی ہے کہ آیت (۱۱۰: ۵) میں بھی نعمت سے مراد حضرت کی وہ حیرت انگیز روحِ عمل تھی جسے اُنکو **صَلَاةٌ لَّيْلِيَّةٌ اَسْمَاؤُوبِلَہ** (۵۹: ۳۳) بنا دیا تھا، اور نوعیت احسان حضرت مریم پر یہی ہے کہ ایسے جلیل الشان نبی کی ماں تھیں۔ چنانچہ اسی مستی از کی بنا پر سورہ آل عمران میں ولادت مسیح کی بشارت دینے والے ملائک کا خطاب مریم علیہا السلام ہے **اِنَّ اللّٰهَ اصْطَفٰكِ وَطَهَّرَكِ وَاصْطَفٰكِ عَلٰی نِسَاءِ الْعَالَمِيْنَ** (۳: ۴۲) یعنی تھے مریم! (پس) شک نہیں کہ خدا نے تمہیں منتخب کر لیا ہے تم کو آلائش گناہ سے پاک صاف کر دیا ہے، اور یہی نہیں بلکہ دنیا جہان کی عورتوں سے تمہیں اس منصب یعنی اُمّ نبی بننے کے لیے پسند فرمایا ہے قرآن حکیم کے مطالب میں مزید غور و غوض کرنے والے شاید اس نتیجے پر پہنچ سکیں کہ یہ انتخاب محض بے سبب یا علی الحساب نہ ہوا تھا بلکہ خود مریم علیہا السلام کی بے لوث اور پاکیزہ زندگی، اُن کا عملی ایمان، اُن کی صداقت اور حکیم داری اس انعام و اکرام کا باعث ہوئی تھی جیسا کہ سورہ تحریم کے اخیر میں بت ہیشال نے **وَصَرَّبَ اللّٰهُ صَدْرًا لِّلَّذِيْنَ اٰمَنُوْا اَسْکَ الْفَاظِیْنَ** (آستئہ) اور مریم علیہا السلام کی زندگیوں کو ایمان والوں کے لیے بطور نمونہ پیش کر کے **مَوْجَّہَ الذِّکْرِ** کے حق میں فرمایا ہے: **وَصَدَقَتْ بِحُکْمَتِہِ** (۱۱۰: ۵) یعنی تم نے اس کے لیے نمونہ عمل اس وجہ سے ہے کہ نیک اور با عمل قانون ہمیشہ احکام خدا کی بذریعہ عمل تصدیق کرتی رہی، اور اس کی یہی ہوتی کتابوں کو قانون خدا سمجھ کر اُس پر حق الویس عمل پیرا رہی، اور وہ فی الحقیقت خدا کے فرماں بردار بندوں میں سے ایک بندہ تھی۔ یہی تونستہ عمل صحیح مسنون میں وہ نعمت عظمیٰ ہے جس کی بنا پر سورہ نمونہ میں عیسیٰ علیہ السلام اور حضرت مریم دونوں کو خدا کی نشانی کہا گیا ہے، **وَجَعَلْنَا ابْنَ مَرْیَمَ وَآلَہٖٗٓ اٰیۃً** (۵۰: ۱۳) یعنی ہم نے ابن مریم اور اس کی ماں کو اُن کی بے لوث و با عمل زندگی کی وجہ سے خدا کی قدرت کی ایک نشانی اور راجحہ بنا دیا تھا۔ اور اسی نعمت کا ذکر آیت (۱۱۰: ۵) میں ہے جس کی تشریح میں یہ سب ضمنی آیتیں پیش کی گئی ہیں۔

ان تمام حیرت انگیز شہادتوں سے جو متذکرہ صدر عنوانات (الف - ز) میں پیش ہوئیں ہر نوع یہ ظاہر ہے کہ نعمت کا اتنی مفہوم عمیق و اور بہر کیف نیا وی ہی ہے، کہیں اس سے مراد وہ اجتماعی ممکن اور رحمت ہی جو ہم حقیقی اقوام عالم کو ان کے کُن عمل کے صلہ عطا فرماتا ہے (الف) (۵۳: ۵)، (۳۵: ۵)، (ح) (۱۱۳: ۶)، (۲۰: ۵)، (۲۱: ۱۲)، (۳۴: ۱۲)، (۱۲۲: ۲)، (۱۰۱: ۱۲)، (۲۴: ۲۴)، (۲۴: ۲۴)، (۱۱: ۵)، (۱۳: ۱۳)، (۱۴: ۱۴)، (۱۵: ۱۵)، (۱۶: ۱۶)، (۱۷: ۱۷)، (۱۸: ۱۸)، (۱۹: ۱۹)، (۲۰: ۲۰)، (۲۱: ۲۱)، (۲۲: ۲۲)، (۲۳: ۲۳)، (۲۴: ۲۴)، (۲۵: ۲۵)، (۲۶: ۲۶)، (۲۷: ۲۷)، (۲۸: ۲۸)، (۲۹: ۲۹)، (۳۰: ۳۰)، (۳۱: ۳۱)، (۳۲: ۳۲)، (۳۳: ۳۳)، (۳۴: ۳۴)، (۳۵: ۳۵)، (۳۶: ۳۶)، (۳۷: ۳۷)، (۳۸: ۳۸)، (۳۹: ۳۹)، (۴۰: ۴۰)، (۴۱: ۴۱)، (۴۲: ۴۲)، (۴۳: ۴۳)، (۴۴: ۴۴)، (۴۵: ۴۵)، (۴۶: ۴۶)، (۴۷: ۴۷)، (۴۸: ۴۸)، (۴۹: ۴۹)، (۵۰: ۵۰)، (۵۱: ۵۱)، (۵۲: ۵۲)، (۵۳: ۵۳)، (۵۴: ۵۴)، (۵۵: ۵۵)، (۵۶: ۵۶)، (۵۷: ۵۷)، (۵۸: ۵۸)، (۵۹: ۵۹)، (۶۰: ۶۰)، (۶۱: ۶۱)، (۶۲: ۶۲)، (۶۳: ۶۳)، (۶۴: ۶۴)، (۶۵: ۶۵)، (۶۶: ۶۶)، (۶۷: ۶۷)، (۶۸: ۶۸)، (۶۹: ۶۹)، (۷۰: ۷۰)، (۷۱: ۷۱)، (۷۲: ۷۲)، (۷۳: ۷۳)، (۷۴: ۷۴)، (۷۵: ۷۵)، (۷۶: ۷۶)، (۷۷: ۷۷)، (۷۸: ۷۸)، (۷۹: ۷۹)، (۸۰: ۸۰)، (۸۱: ۸۱)، (۸۲: ۸۲)، (۸۳: ۸۳)، (۸۴: ۸۴)، (۸۵: ۸۵)، (۸۶: ۸۶)، (۸۷: ۸۷)، (۸۸: ۸۸)، (۸۹: ۸۹)، (۹۰: ۹۰)، (۹۱: ۹۱)، (۹۲: ۹۲)، (۹۳: ۹۳)، (۹۴: ۹۴)، (۹۵: ۹۵)، (۹۶: ۹۶)، (۹۷: ۹۷)، (۹۸: ۹۸)، (۹۹: ۹۹)، (۱۰۰: ۱۰۰)، (۱۰۱: ۱۰۱)، (۱۰۲: ۱۰۲)، (۱۰۳: ۱۰۳)، (۱۰۴: ۱۰۴)، (۱۰۵: ۱۰۵)، (۱۰۶: ۱۰۶)، (۱۰۷: ۱۰۷)، (۱۰۸: ۱۰۸)، (۱۰۹: ۱۰۹)، (۱۱۰: ۱۱۰)، (۱۱۱: ۱۱۱)، (۱۱۲: ۱۱۲)، (۱۱۳: ۱۱۳)، (۱۱۴: ۱۱۴)، (۱۱۵: ۱۱۵)، (۱۱۶: ۱۱۶)، (۱۱۷: ۱۱۷)، (۱۱۸: ۱۱۸)، (۱۱۹: ۱۱۹)، (۱۲۰: ۱۲۰)، (۱۲۱: ۱۲۱)، (۱۲۲: ۱۲۲)، (۱۲۳: ۱۲۳)، (۱۲۴: ۱۲۴)، (۱۲۵: ۱۲۵)، (۱۲۶: ۱۲۶)، (۱۲۷: ۱۲۷)، (۱۲۸: ۱۲۸)، (۱۲۹: ۱۲۹)، (۱۳۰: ۱۳۰)، (۱۳۱: ۱۳۱)، (۱۳۲: ۱۳۲)، (۱۳۳: ۱۳۳)، (۱۳۴: ۱۳۴)، (۱۳۵: ۱۳۵)، (۱۳۶: ۱۳۶)، (۱۳۷: ۱۳۷)، (۱۳۸: ۱۳۸)، (۱۳۹: ۱۳۹)، (۱۴۰: ۱۴۰)، (۱۴۱: ۱۴۱)، (۱۴۲: ۱۴۲)، (۱۴۳: ۱۴۳)، (۱۴۴: ۱۴۴)، (۱۴۵: ۱۴۵)، (۱۴۶: ۱۴۶)، (۱۴۷: ۱۴۷)، (۱۴۸: ۱۴۸)، (۱۴۹: ۱۴۹)، (۱۵۰: ۱۵۰)، (۱۵۱: ۱۵۱)، (۱۵۲: ۱۵۲)، (۱۵۳: ۱۵۳)، (۱۵۴: ۱۵۴)، (۱۵۵: ۱۵۵)، (۱۵۶: ۱۵۶)، (۱۵۷: ۱۵۷)، (۱۵۸: ۱۵۸)، (۱۵۹: ۱۵۹)، (۱۶۰: ۱۶۰)، (۱۶۱: ۱۶۱)، (۱۶۲: ۱۶۲)، (۱۶۳: ۱۶۳)، (۱۶۴: ۱۶۴)، (۱۶۵: ۱۶۵)، (۱۶۶: ۱۶۶)، (۱۶۷: ۱۶۷)، (۱۶۸: ۱۶۸)، (۱۶۹: ۱۶۹)، (۱۷۰: ۱۷۰)، (۱۷۱: ۱۷۱)، (۱۷۲: ۱۷۲)، (۱۷۳: ۱۷۳)، (۱۷۴: ۱۷۴)، (۱۷۵: ۱۷۵)، (۱۷۶: ۱۷۶)، (۱۷۷: ۱۷۷)، (۱۷۸: ۱۷۸)، (۱۷۹: ۱۷۹)، (۱۸۰: ۱۸۰)، (۱۸۱: ۱۸۱)، (۱۸۲: ۱۸۲)، (۱۸۳: ۱۸۳)، (۱۸۴: ۱۸۴)، (۱۸۵: ۱۸۵)، (۱۸۶: ۱۸۶)، (۱۸۷: ۱۸۷)، (۱۸۸: ۱۸۸)، (۱۸۹: ۱۸۹)، (۱۹۰: ۱۹۰)، (۱۹۱: ۱۹۱)، (۱۹۲: ۱۹۲)، (۱۹۳: ۱۹۳)، (۱۹۴: ۱۹۴)، (۱۹۵: ۱۹۵)، (۱۹۶: ۱۹۶)، (۱۹۷: ۱۹۷)، (۱۹۸: ۱۹۸)، (۱۹۹: ۱۹۹)، (۲۰۰: ۲۰۰)، (۲۰۱: ۲۰۱)، (۲۰۲: ۲۰۲)، (۲۰۳: ۲۰۳)، (۲۰۴: ۲۰۴)، (۲۰۵: ۲۰۵)، (۲۰۶: ۲۰۶)، (۲۰۷: ۲۰۷)، (۲۰۸: ۲۰۸)، (۲۰۹: ۲۰۹)، (۲۱۰: ۲۱۰)، (۲۱۱: ۲۱۱)، (۲۱۲: ۲۱۲)، (۲۱۳: ۲۱۳)، (۲۱۴: ۲۱۴)، (۲۱۵: ۲۱۵)، (۲۱۶: ۲۱۶)، (۲۱۷: ۲۱۷)، (۲۱۸: ۲۱۸)، (۲۱۹: ۲۱۹)، (۲۲۰: ۲۲۰)، (۲۲۱: ۲۲۱)، (۲۲۲: ۲۲۲)، (۲۲۳: ۲۲۳)، (۲۲۴: ۲۲۴)، (۲۲۵: ۲۲۵)، (۲۲۶: ۲۲۶)، (۲۲۷: ۲۲۷)، (۲۲۸: ۲۲۸)، (۲۲۹: ۲۲۹)، (۲۳۰: ۲۳۰)، (۲۳۱: ۲۳۱)، (۲۳۲: ۲۳۲)، (۲۳۳: ۲۳۳)، (۲۳۴: ۲۳۴)، (۲۳۵: ۲۳۵)، (۲۳۶: ۲۳۶)، (۲۳۷: ۲۳۷)، (۲۳۸: ۲۳۸)، (۲۳۹: ۲۳۹)، (۲۴۰: ۲۴۰)، (۲۴۱: ۲۴۱)، (۲۴۲: ۲۴۲)، (۲۴۳: ۲۴۳)، (۲۴۴: ۲۴۴)، (۲۴۵: ۲۴۵)، (۲۴۶: ۲۴۶)، (۲۴۷: ۲۴۷)، (۲۴۸: ۲۴۸)، (۲۴۹: ۲۴۹)، (۲۵۰: ۲۵۰)، (۲۵۱: ۲۵۱)، (۲۵۲: ۲۵۲)، (۲۵۳: ۲۵۳)، (۲۵۴: ۲۵۴)، (۲۵۵: ۲۵۵)، (۲۵۶: ۲۵۶)، (۲۵۷: ۲۵۷)، (۲۵۸: ۲۵۸)، (۲۵۹: ۲۵۹)، (۲۶۰: ۲۶۰)، (۲۶۱: ۲۶۱)، (۲۶۲: ۲۶۲)، (۲۶۳: ۲۶۳)، (۲۶۴: ۲۶۴)، (۲۶۵: ۲۶۵)، (۲۶۶: ۲۶۶)، (۲۶۷: ۲۶۷)، (۲۶۸: ۲۶۸)، (۲۶۹: ۲۶۹)، (۲۷۰: ۲۷۰)، (۲۷۱: ۲۷۱)، (۲۷۲: ۲۷۲)، (۲۷۳: ۲۷۳)، (۲۷۴: ۲۷۴)، (۲۷۵: ۲۷۵)، (۲۷۶: ۲۷۶)، (۲۷۷: ۲۷۷)، (۲۷۸: ۲۷۸)، (۲۷۹: ۲۷۹)، (۲۸۰: ۲۸۰)، (۲۸۱: ۲۸۱)، (۲۸۲: ۲۸۲)، (۲۸۳: ۲۸۳)، (۲۸۴: ۲۸۴)، (۲۸۵: ۲۸۵)، (۲۸۶: ۲۸۶)، (۲۸۷: ۲۸۷)، (۲۸۸: ۲۸۸)، (۲۸۹: ۲۸۹)، (۲۹۰: ۲۹۰)، (۲۹۱: ۲۹۱)، (۲۹۲: ۲۹۲)، (۲۹۳: ۲۹۳)، (۲۹۴: ۲۹۴)، (۲۹۵: ۲۹۵)، (۲۹۶: ۲۹۶)، (۲۹۷: ۲۹۷)، (۲۹۸: ۲۹۸)، (۲۹۹: ۲۹۹)، (۳۰۰: ۳۰۰)، (۳۰۱: ۳۰۱)، (۳۰۲: ۳۰۲)، (۳۰۳: ۳۰۳)، (۳۰۴: ۳۰۴)، (۳۰۵: ۳۰۵)، (۳۰۶: ۳۰۶)، (۳۰۷: ۳۰۷)، (۳۰۸: ۳۰۸)، (۳۰۹: ۳۰۹)، (۳۱۰: ۳۱۰)، (۳۱۱: ۳۱۱)، (۳۱۲: ۳۱۲)، (۳۱۳: ۳۱۳)، (۳۱۴: ۳۱۴)، (۳۱۵: ۳۱۵)، (۳۱۶: ۳۱۶)، (۳۱۷: ۳۱۷)، (۳۱۸: ۳۱۸)، (۳۱۹: ۳۱۹)، (۳۲۰: ۳۲۰)، (۳۲۱: ۳۲۱)، (۳۲۲: ۳۲۲)، (۳۲۳: ۳۲۳)، (۳۲۴: ۳۲۴)، (۳۲۵: ۳۲۵)، (۳۲۶: ۳۲۶)، (۳۲۷: ۳۲۷)، (۳۲۸: ۳۲۸)، (۳۲۹: ۳۲۹)، (۳۳۰: ۳۳۰)، (۳۳۱: ۳۳۱)، (۳۳۲: ۳۳۲)، (۳۳۳: ۳۳۳)، (۳۳۴: ۳۳۴)، (۳۳۵: ۳۳۵)، (۳۳۶: ۳۳۶)، (۳۳۷: ۳۳۷)، (۳۳۸: ۳۳۸)، (۳۳۹: ۳۳۹)، (۳۴۰: ۳۴۰)، (۳۴۱: ۳۴۱)، (۳۴۲: ۳۴۲)، (۳۴۳: ۳۴۳)، (۳۴۴: ۳۴۴)، (۳۴۵: ۳۴۵)، (۳۴۶: ۳۴۶)، (۳۴۷: ۳۴۷)، (۳۴۸: ۳۴۸)، (۳۴۹: ۳۴۹)، (۳۵۰: ۳۵۰)، (۳۵۱: ۳۵۱)، (۳۵۲: ۳۵۲)، (۳۵۳: ۳۵۳)، (۳۵۴: ۳۵۴)، (۳۵۵: ۳۵۵)، (۳۵۶: ۳۵۶)، (۳۵۷: ۳۵۷)، (۳۵۸: ۳۵۸)، (۳۵۹: ۳۵۹)، (۳۶۰: ۳۶۰)، (۳۶۱: ۳۶۱)، (۳۶۲: ۳۶۲)، (۳۶۳: ۳۶۳)، (۳۶۴: ۳۶۴)، (۳۶۵: ۳۶۵)، (۳۶۶: ۳۶۶)، (۳۶۷: ۳۶۷)، (۳۶۸: ۳۶۸)، (۳۶۹: ۳۶۹)، (۳۷۰: ۳۷۰)، (۳۷۱: ۳۷۱)، (۳۷۲: ۳۷۲)، (۳۷۳: ۳۷۳)، (۳۷۴: ۳۷۴)، (۳۷۵: ۳۷۵)، (۳۷۶: ۳۷۶)، (۳۷۷: ۳۷۷)، (۳۷۸: ۳۷۸)، (۳۷۹: ۳۷۹)، (۳۸۰: ۳۸۰)، (۳۸۱: ۳۸۱)، (۳۸۲: ۳۸۲)، (۳۸۳: ۳۸۳)، (۳۸۴: ۳۸۴)، (۳۸۵: ۳۸۵)، (۳۸۶: ۳۸۶)، (۳۸۷: ۳۸۷)، (۳۸۸: ۳۸۸)، (۳۸۹: ۳۸۹)، (۳۹۰: ۳۹۰)، (۳۹۱: ۳۹۱)، (۳۹۲: ۳۹۲)، (۳۹۳: ۳۹۳)، (۳۹۴: ۳۹۴)، (۳۹۵: ۳۹۵)، (۳۹۶: ۳۹۶)، (۳۹۷: ۳۹۷)، (۳۹۸: ۳۹۸)، (۳۹۹: ۳۹۹)، (۴۰۰: ۴۰۰)، (۴۰۱: ۴۰۱)، (۴۰۲: ۴۰۲)، (۴۰۳: ۴۰۳)، (۴۰۴: ۴۰۴)، (۴۰۵: ۴۰۵)، (۴۰۶: ۴۰۶)، (۴۰۷: ۴۰۷)، (۴۰۸: ۴۰۸)، (۴۰۹: ۴۰۹)، (۴۱۰: ۴۱۰)، (۴۱۱: ۴۱۱)، (۴۱۲: ۴۱۲)، (۴۱۳: ۴۱۳)، (۴۱۴: ۴۱۴)، (۴۱۵: ۴۱۵)، (۴۱۶: ۴۱۶)، (۴۱۷: ۴۱۷)، (۴۱۸: ۴۱۸)، (۴۱۹: ۴۱۹)، (۴۲۰: ۴۲۰)، (۴۲۱: ۴۲۱)، (۴۲۲: ۴۲۲)، (۴۲۳: ۴۲۳)، (۴۲۴: ۴۲۴)، (۴۲۵: ۴۲۵)، (۴۲۶: ۴۲۶)، (۴۲۷: ۴۲۷)، (۴۲۸: ۴۲۸)، (۴۲۹: ۴۲۹)، (۴۳۰: ۴۳۰)، (۴۳۱: ۴۳۱)، (۴۳۲: ۴۳۲)، (۴۳۳: ۴۳۳)، (۴۳۴: ۴۳۴)، (۴۳۵: ۴۳۵)، (۴۳۶: ۴۳۶)، (۴۳۷: ۴۳۷)، (۴۳۸: ۴۳۸)، (۴۳۹: ۴۳۹)، (۴۴۰: ۴۴۰)، (۴۴۱: ۴۴۱)، (۴۴۲: ۴۴۲)، (۴۴۳: ۴۴۳)، (۴۴۴: ۴۴۴)، (۴۴۵: ۴۴۵)، (۴۴۶: ۴۴۶)، (۴۴۷: ۴۴۷)، (۴۴۸: ۴۴۸)، (۴۴۹: ۴۴۹)، (۴۵۰: ۴۵۰)، (۴۵۱: ۴۵۱)، (۴۵۲: ۴۵۲)، (۴۵۳: ۴۵۳)، (۴۵۴: ۴۵۴)، (۴۵۵: ۴۵۵)، (۴۵۶: ۴۵۶)، (۴۵۷: ۴۵۷)، (۴۵۸: ۴۵۸)، (۴۵۹: ۴۵۹)، (۴۶۰: ۴۶۰)، (۴۶۱: ۴۶۱)، (۴۶۲: ۴۶۲)، (۴۶۳: ۴۶۳)، (۴۶۴: ۴۶۴)، (۴۶۵: ۴۶۵)، (۴۶۶: ۴۶۶)، (۴۶۷: ۴۶۷)، (۴۶۸: ۴۶۸)، (۴۶۹: ۴۶۹)، (۴۷۰: ۴۷۰)، (۴۷۱: ۴۷۱)، (۴۷۲: ۴۷۲)، (۴۷۳: ۴۷۳)، (۴۷۴: ۴۷۴)، (۴۷۵: ۴۷۵)، (۴۷۶: ۴۷۶)، (۴۷۷: ۴۷۷)، (۴۷۸: ۴۷۸)، (۴۷۹: ۴۷۹)، (۴۸۰: ۴۸۰)، (۴۸۱: ۴۸۱)، (۴۸۲: ۴۸۲)، (۴۸۳: ۴۸۳)، (۴۸۴: ۴۸۴)، (۴۸۵: ۴۸۵)، (۴۸۶: ۴۸۶)، (۴۸۷: ۴۸۷)، (۴۸۸: ۴۸۸)، (۴۸۹: ۴۸۹)، (۴۹۰: ۴۹۰)، (۴۹۱: ۴۹۱)، (۴۹۲: ۴۹۲)، (۴۹۳: ۴۹۳)، (۴۹۴: ۴۹۴)، (۴۹۵: ۴۹۵)، (۴۹۶: ۴۹۶)، (۴۹۷: ۴۹۷)، (۴۹۸: ۴۹۸)، (۴۹۹: ۴۹۹)، (۵۰۰: ۵۰۰)، (۵۰۱: ۵۰۱)، (۵۰۲: ۵۰۲)، (۵۰۳: ۵۰۳)، (۵۰۴: ۵۰۴)، (۵۰۵: ۵۰۵)، (۵۰۶: ۵۰۶)، (۵۰۷: ۵۰۷)، (۵۰۸: ۵۰۸)، (۵۰۹: ۵۰۹)، (۵۱۰: ۵۱۰)، (۵۱۱: ۵۱۱)، (۵۱۲: ۵۱۲)، (۵۱۳: ۵۱۳)، (۵۱۴: ۵۱۴)، (۵۱۵: ۵۱۵)، (۵۱۶: ۵۱۶)، (۵۱۷: ۵۱۷)، (۵۱۸: ۵۱۸)، (۵۱۹: ۵۱۹)، (۵۲۰: ۵۲۰)، (۵۲۱: ۵۲۱)، (۵۲۲: ۵۲۲)، (۵۲۳: ۵۲۳)، (۵۲۴: ۵۲۴)، (۵۲۵: ۵۲۵)، (۵۲۶: ۵۲۶)، (۵۲۷: ۵۲۷)، (۵۲۸: ۵۲۸)، (۵۲۹: ۵۲۹)، (۵۳۰: ۵۳۰)، (۵۳۱: ۵۳۱)، (۵۳۲: ۵۳۲)، (۵۳۳: ۵۳۳)، (۵۳۴: ۵۳۴)، (۵۳۵: ۵۳۵)، (۵۳۶: ۵۳۶)، (۵۳۷: ۵۳۷)، (۵۳۸: ۵۳۸)، (۵۳۹: ۵۳۹)، (۵۴۰: ۵۴۰)، (۵۴۱: ۵۴۱)، (۵۴۲: ۵۴۲)، (۵۴۳: ۵۴۳)، (۵۴۴: ۵۴۴)، (۵۴۵: ۵۴۵)، (۵۴۶: ۵۴۶)، (۵۴۷: ۵۴۷)، (۵۴۸: ۵۴۸)، (۵۴۹: ۵۴۹)، (۵۵۰: ۵۵۰)، (۵۵۱: ۵۵۱)، (۵۵۲: ۵۵۲)، (۵۵۳: ۵۵۳)، (۵۵۴: ۵۵۴)، (۵۵۵: ۵۵۵)، (۵۵۶: ۵۵۶)، (۵۵۷: ۵۵۷)، (۵۵۸: ۵۵۸)، (۵۵۹: ۵۵۹)، (۵۶۰: ۵۶۰)، (۵۶۱: ۵۶۱)، (۵۶۲: ۵۶۲)، (۵۶۳: ۵۶۳)، (۵۶۴: ۵۶۴)، (۵۶۵: ۵۶۵)، (۵۶۶: ۵۶۶)، (۵۶۷: ۵۶۷)، (۵۶۸: ۵۶۸)، (۵۶۹: ۵۶۹)، (۵۷۰: ۵۷۰)، (۵۷۱: ۵۷۱)، (۵۷۲: ۵۷۲)، (۵۷۳: ۵۷۳)، (۵۷۴: ۵۷۴)، (۵۷۵: ۵۷۵)، (۵۷۶: ۵۷۶)، (۵۷۷: ۵۷۷)، (۵۷۸: ۵۷۸)، (۵۷۹: ۵۷۹)، (۵۸۰: ۵۸۰)، (۵۸۱: ۵۸۱)، (۵۸۲: ۵۸۲)، (۵۸۳: ۵۸۳)، (۵۸۴: ۵۸۴)، (۵۸۵: ۵۸۵)، (۵۸۶: ۵۸۶)، (۵۸۷: ۵۸۷)، (۵۸۸: ۵۸۸)، (۵۸۹: ۵۸۹)، (۵۹۰: ۵۹۰)، (۵۹۱: ۵۹۱)، (۵۹۲: ۵۹۲)، (۵۹۳: ۵۹۳)، (۵۹۴: ۵۹۴)، (۵۹۵: ۵۹۵)، (۵۹۶: ۵۹۶)، (۵۹۷: ۵۹۷)، (۵۹۸: ۵۹۸)، (۵۹۹: ۵۹۹)، (۶۰۰: ۶۰۰)، (۶۰۱: ۶۰۱)، (۶۰۲: ۶۰۲)، (۶۰۳: ۶۰۳)، (۶۰۴: ۶۰۴)، (۶۰۵: ۶۰۵)، (۶۰۶: ۶۰۶)، (۶۰۷: ۶۰۷)، (۶۰۸: ۶۰۸)، (۶۰۹: ۶۰۹)، (۶۱۰: ۶۱۰)، (۶۱۱: ۶۱۱)، (۶۱۲: ۶۱۲)، (۶۱۳: ۶۱۳)، (۶۱۴: ۶۱۴)، (۶۱۵: ۶۱۵)، (۶۱۶: ۶۱۶)، (۶۱۷: ۶۱۷)، (۶۱۸: ۶۱۸)، (۶۱۹: ۶۱۹)، (۶۲۰: ۶۲۰)، (۶۲۱: ۶۲۱)، (۶۲۲: ۶۲۲)، (۶۲۳: ۶۲۳)، (۶۲۴: ۶۲۴)، (۶۲۵: ۶۲۵)، (۶۲۶: ۶۲۶)، (۶۲۷: ۶۲۷)، (۶۲۸: ۶۲۸)، (۶۲۹: ۶۲۹)، (۶۳۰: ۶۳۰)، (۶۳۱: ۶۳۱)، (۶۳۲: ۶۳۲)، (۶۳۳: ۶۳۳)، (۶۳۴: ۶۳۴)، (۶۳۵: ۶۳۵)، (۶۳۶: ۶۳۶)، (۶۳۷: ۶۳۷)، (۶۳۸: ۶۳۸)، (۶۳۹: ۶۳۹)، (۶۴۰: ۶۴۰)، (۶۴۱: ۶۴۱)، (۶۴۲: ۶۴۲)، (۶۴۳: ۶۴۳)، (۶۴۴: ۶۴۴)، (۶۴۵: ۶۴۵)، (۶۴۶: ۶۴۶)، (۶۴۷: ۶۴۷)، (۶۴۸: ۶۴۸)، (۶۴۹: ۶۴۹)، (۶۵۰: ۶۵۰)، (۶۵۱: ۶۵۱)، (۶۵۲: ۶۵۲)، (۶۵۳: ۶۵۳)، (۶۵۴: ۶۵۴)، (۶۵۵: ۶۵۵)، (۶۵۶: ۶۵۶)، (۶۵۷: ۶۵۷)، (۶۵۸: ۶۵۸)، (۶۵۹: ۶۵۹)، (۶۶۰: ۶۶۰)، (۶۶۱: ۶۶۱)، (۶۶۲: ۶۶۲)، (۶۶۳: ۶۶۳)، (۶۶۴: ۶۶۴)، (۶۶۵: ۶۶۵)، (۶۶۶: ۶۶۶)، (۶۶۷: ۶۶۷)، (۶۶۸: ۶۶۸)، (۶۶۹: ۶۶۹)، (۶۷۰: ۶۷۰)، (۶۷۱: ۶۷۱)، (۶۷۲: ۶۷۲)، (۶۷۳: ۶۷۳)، (۶۷۴: ۶۷۴)، (۶۷۵: ۶۷۵)، (۶۷۶: ۶۷۶)، (۶۷۷: ۶۷۷)، (۶۷۸: ۶۷۸)، (۶۷۹: ۶۷۹)، (۶۸۰: ۶۸۰)، (۶۸۱: ۶۸۱)، (۶۸۲: ۶۸۲)، (۶۸۳: ۶۸۳)، (۶۸۴: ۶۸۴)، (۶۸۵: ۶۸۵)، (۶۸۶: ۶۸۶)، (۶۸۷: ۶۸۷)، (۶۸۸: ۶۸۸)، (۶۸۹: ۶۸۹)، (۶۹۰: ۶۹۰)، (۶۹۱: ۶۹۱)، (۶۹۲: ۶۹۲)، (۶۹۳: ۶۹۳)، (۶۹۴: ۶۹۴)، (۶۹۵: ۶۹۵)، (۶۹۶: ۶۹۶)، (۶۹۷: ۶۹۷)، (۶۹۸: ۶۹۸)، (۶۹۹: ۶۹۹)، (۷۰۰: ۷۰۰)، (۷۰۱: ۷۰۱)، (۷۰۲: ۷۰۲)، (۷۰۳: ۷۰۳)، (۷۰۴: ۷۰۴)، (۷۰۵: ۷۰۵)، (۷۰۶: ۷۰۶)، (۷۰۷: ۷۰۷)، (۷۰۸: ۷۰۸)، (۷۰۹: ۷۰۹)، (۷۱۰: ۷۱۰)، (۷۱۱: ۷۱۱)، (۷۱۲: ۷۱۲)، (۷۱۳: ۷۱۳)، (۷۱۴: ۷۱۴)، (۷۱۵: ۷۱۵)، (۷۱۶: ۷۱۶)، (۷۱۷: ۷۱۷)، (۷۱۸: ۷۱۸)، (۷۱۹: ۷۱۹)، (۷۲۰: ۷۲۰)، (۷۲۱: ۷۲۱)، (۷۲۲: ۷۲۲)، (۷۲۳: ۷۲۳



بتائے ہوئے راستے سے ہٹ گئے ہیں۔

## ”صراطِ مستقیم“

یہ تھا سچا فلسفہ اُس نماز کا جسے اہم تر تھے کو خود خدائے جل و علی نے مومنوں کی ہدایت اور آئندہ نسلوں کی رہنمائی اور طہیستانِ مزید کے لئے، بطور وحی نازل کر کے قرآن کے ورقِ اول پر لکھ دیا تھا۔ یہی وہ واحد، فرارِ سرسی، اور درِ غرِ طلبِ نصبِ عین تھا جو اسلام کی دنیاوی اور دُنیوی بہتری کے اُس بہترین مجتہد نے، دن میں پانچ وقت مسلمانوں کے پیشِ نظر کر دیا تھا، اس صراطِ مستقیم کی دعائیں رب العالمین کے حضور میں نعمت کے جلد تر عطا ہونے کی درخواست تھی، اِس میں اُس اعلیٰ مقام حاصل کرنے کا صبرِ کسبِ اشتیاق شعلہ زن تھا، اِس میں درنگ کی بے صبرانہ تڑپ، اور توفیقِ والتوا کا بسلائے اضطراب تھا:

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا يَا اللَّهُ وَاعْتَصِمُوا بِاللَّهِ فَسَيُدْخِلُهُمْ فِي رَحْمَةِ قَبْلِهِ وَفَضْلٍ وَيَهْدِيهِمْ إِلَى صِرَاطٍ مُسْتَقِيمٍ (۱۴۶:۳)

سو جن لوگوں نے خدا کو اپنا آقا مان لیا، اور ہم کر کے قانون کی تعمیل کرتے رہے، انہیں عنقریب اپنی مہربانیوں اور بخششوں سے مالا مال کر دے گا۔ اور انہیں دنیاوی مرفہِ عالمی کی طرف مختصر سے مختصر اور قریب سے قریب رستے سے لے آئیگا۔

اِس میں اولین نصرت پر، اور سہل تر طریقے سے، اس معاملے کو طے کرنے کی خواہش لگینی تھی، اِس میں گنجائشِ صبر اور تابِ مہلت کا انکار تھا، اِس میں ناقابلِ تلافی اور سوئے تدبیر، نا دور بینی اور غلط طریقِ عمل کی مشکلات

۱۔ اس آیت کریمہ میں الفاظِ ”يَهْدِيهِمْ إِلَى صِرَاطٍ مُسْتَقِيمٍ“ اس امر کی شہادت ہیں کہ صراطِ مستقیم کا اسی مفہوم مختصر سے مختصر اور قریب سے قریب رستہ بھی ہے۔ دو مقامات کے درمیان سب سے مختصر رستہ صراطِ مستقیم ہے، اور ایک شے کو دوسری شے کی طرف سیدھے رہتے سے لے جانے میں انحصار اور سرعتِ نقل و حرکت دونوں مد نظر ہوتی ہیں، طے ہمارا سب سے اختیار کرنے میں لا محالہ طوالت اور دیر میں دونوں کا خوف لاحق ہے پس اِھْدِنَا الصِّرَاطَ الْمُسْتَقِيمَ ۝ صِرَاطَ الَّذِينَ أَنْعَمْتَ عَلَيْهِمْ (۱۴۶:۳) کی دعا اور اس نیت تک نہایت سرعت اور مختصر سے مختصر رستے سے پہنچنے کی دعا بھی ہے اور اِس نیت کے جلد تر حاصل ہونے کا اضطرابِ ضمیر ہے۔ قرونِ اولیٰ کے مسلمانوں کے دلوں کی بھی وہ اضطرابِ ضمیر کی کیفیت تھی جو نماز کے وقت ہم حقیقی تھے حضور میں اکویشوع و خضوع کرنے بلکہ بار بار اُٹھنے اور بیٹھنے پر بدل مجبور کر دیتی تھی۔ آج بھی اضطرابِ





میں جہاں ہر قدم پر مشکلات کا سامنا ہے، جہاں معاملات کی عظمت و اہمیت کے باعث کم علم اور کوتاہ بین انسان کے لیے اکثر اوقات حق و باطل میں تمیز، اور صحیح و غلط میں فرق کرنا محال ہو جاتا ہے تو دنیا کے اس وسیع مجاہدے میں اسلام کی جماعت کو حصول قوت کے سیدھے اور آسان طریقے بتا دے، تو ان میں حسن تدبیر اور صلاح عمل کی اہلیت پیدا کرے۔ تو ان میں اعتصام خدا اور تسلیم اتقا اور اتحاد کے جذبات موجزن کرے! وَمَنْ يَتَصَبَّحْ بِاللَّهِ فَقَدْ هَوَّاهُ إِلَى صِرَاطٍ مُسْتَقِيمٍ يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا اتَّقُوا اللَّهَ حَقَّ تَقْوَاهُ وَلَا تَمُوتُنَّ وَلَا وَأَنْتُمْ مُسْلِمُونَ۔ وَأَعْتَصِمُوا بِحَبْلِ اللَّهِ جَمِيعًا وَلَا تَفَرَّقُوا (۱۰۲-۱۰۰-۱۰۱)۔ تو ان میں صبر کی توفیق اور توکل کی تہمت

۱۔ اور جو لوگ اللہ کے دامن کو جبرم کر پڑے رہے، (اُس کے قانون کی تنہی سے قہیل کر کے اُسی کا سر اٹھو ڈرتے رہے)، وہ تو صراطِ مستقیم لگ گئے۔ اے ایمان والو! تمہارے لیے راہِ راست یہی ہے کہ مقامِ خدا سے ہر وقت ڈرتے رہو اور ایسا ڈر وجہاں کہ اُس سے ڈرنے کا حق ہے، اور اُس کے احکام کے آگے مرتے دم تک سر تسلیم خم رکھو۔ اور سب ایک دوسرے سے گھل ملکر اللہ کی رسی کو مضبوط پکڑے رہو اور دیکھنا آپس میں تفسیق ہرگز پیدا نہ ہونے دینا۔

۲۔ یہاں سے صراطِ مستقیم کی قرآنی تعریف شروع ہے۔ بعد کی آیات جو اس عنوان کے تحت میں پیش کی گئی ہیں سب کی سب الصِّرَاطُ الْمُسْتَقِيمُ کے مفہوم کی کسی ایک شق کی توضیح کر رہی ہیں۔ یہاں یہ امر نہایت غور طلب ہے کہ اسوایک مقام کے جس کا ذکر آگے چل کر دیا ہے، قرآن حکیم کے تمام طول و عرض میں الصِّرَاطُ الْمُسْتَقِيمُ کے الفاظ سورہ فاتحہ سے قطع نظر اور کہیں نہیں آئے۔ سب موقعوں پر صِرَاطُ الْمُسْتَقِيمُ بالسنن موجود ہے، جس سے ظاہر ہے کہ ان آیات میں الصِّرَاطُ الْمُسْتَقِيمُ کے الہی مفہوم کی صرف ایک شق بیان کر دی ہے، تمام و کمال مفہوم کا ادا کرنا اُس جا مقصود نہ تھا۔ صراطِ مستقیم کے الہی مفہوم کی تین شقیں یعنی (۱) علمِ فطرت کا حاصل کرنا صفحہ ۳۷ تحت آیت (۴۹:۱۲۳) میں (۲) حفظِ نفس پر کار بند ہونا صفحہ ۱۴۶۔ آیت (۱۶:۵) میں اور (۳) اتحاد و امت صفحہ ۱۸۸۔ آیت (۲۱:۱۳) میں بیان ہو چکی ہیں دیکھو تحت آیت صفحہ ۱۹۰۔

آیت زیر بحث (یعنی ۱۰۰:۲) کے موضوع کی مائت صفحہ ۲۲۴ کی آیت (۱۴:۹) سے واضح ہے۔ اعتصام باللہ اور صراطِ مستقیم کے الفاظ دونوں جگہ استعمال ہوئے ہیں اور مضمون بھی قریب قریب واحد ہے۔ آیت (۱۰۱:۱۳) سے نئے رکوع کے شروع ہونے کے باعث عبارتِ راض وارد ہو سکتا کہ لَا تَفَرَّقُوا یعنی اتحاد کے مضمون کو جو (آیت ۱۰۲:۱۳) میں آیا ہے صراطِ مستقیم کا ایک شقی مفہوم سمجھنا اور از کار تادیل ہے، مگر اُسے تاہل لہی اس نتیجے پر پہنچا دیتا ہے کہ یہ محاکمہ درست نہیں۔ اولاً قرآن حکیم میں نئے رکوع کا شروع ہونا اس امر کی حتمی دلیل نہیں کہ بعد کے رکوع کا پہلے رکوع سے تعلق نہیں، برخلاف اس کے کلامِ الہی کے ربط کو سمجھنے والے اشخاص خوب جانتے ہیں کہ قرآنی رکوع بسا اوقات ایک سلسلہ استدلال کی کئی منازل کے مابین بطور وقفے کے ہو کر ملتے ہیں، انکے واقع ہونے سے اُس موضوع کا انقطاع مراد نہیں ہوتا۔ اکثر موقعوں پر کئی رکوعوں میں ایک ہی قواعد بیان اور سلسل خیال چلا جاتا ہے۔ اور بعد کا رکوع پہلے رکوع کے وعدی کا مؤید بہت کر اُس بیان کی ترکیب مذہب یا تشریح کر دیتا ہے۔ بعینہ ہی بات ان دو رکوعوں میں ہے جو زیر بحث آیات کے متعلق ہیں جیسا کہ کسی آئندہ موقع پر تمام سورہ کا مربوط ترجمہ کرتے وقت عیاں ہو جائیگا۔ ثانیاً آیت (۱۰۲:۱۳) میں وَأَعْتَصِمُوا بِحَبْلِ اللَّهِ جَمِيعًا کے الفاظ اور آیت (۱۰۰:۲) میں يَتَصَبَّحْ بِاللَّهِ کو صراطِ مستقیم کی ایک شق قرار دینا اس امر کی روشن دلیل ہے کہ بعد کے رکوع میں صراطِ مستقیم کے مفہوم کی مزید توضیح ہی لَا تَفَرَّقُوا کے الفاظ میں کی گئی ہے اور مضمون برابر ایک ہی چلا آ رہا ہے۔ گو یہ نقطہ طور پر اعتصام بحبل اللہ کرنا، اور نہ صرف ایمان (آمَنُوا)، اور اتقا (اتَّقُوا اللَّهَ)، اور اسلام (وَأَنْتُمْ مُسْلِمُونَ) ہی کی ایک اہم شق ہے بلکہ صراطِ مستقیم کا ایک شوشہ بھی ہے۔

عطا فرما! وَمَا لَكُمْ لَا تُنْفِقُوا عَلَى اللَّهِ وَقَدْ هَدانا مَبَازِغًا وَلَقَدْ بَعَثْنَا فِي الْأُمَمِ قَبْلِكَ رُسُلًا مِّنْ قَبْلِكَ عَلَىٰ مَا آدَّبْنَاهُ وَلَعَلَّ اللَّهُ يَلْتَمِذُونَ ﴿١٣﴾ تَوَّانٌ مِّنْ قَانُونِ خُدا کا صحیح علم و عمل، اور ایمان کی اٹل طاقتیں قائم رکھ، اور اللہ  
 طَارِدِ الْبَلَّاءِ آمَنُوا إِلَىٰ صِرَاطٍ مُّسْتَقِيمٍ ﴿١٤﴾ مَا كُنْتُ تَدْرِي مَا الْكِتَابُ وَلَا الْإِيمَانُ وَلَكِنْ جَعَلْنَاهُ ذِكْرًا فَهَدَىٰ  
 بِهِ مَن نَّشَاءُ مِنْ عِبَادِنَا وَأَنَّا كَلَّمْنَا نَحْنُ إِلَىٰ صِرَاطٍ مُّسْتَقِيمٍ ﴿١٥﴾ تَوَّانٌ مِّنْ ایشیا و مال کے محبت انگیز و کو  
 اور ایشیا و جان کا نتیجہ خیر ہیجان پیدا کر! اَمْ تَتْلُوهُمْ حَوَاجًا فَخْرًا زَيْدٌ حَبِيبٌ وَهُوَ خَيْرٌ مِنَ الزُّبُرِ قُلْ لَّيْسَ  
 لَّيْسَ عَوْنُهُمْ إِلَىٰ صِرَاطٍ مُّسْتَقِيمٍ ﴿١٦﴾ تَوَّانٌ کو تفسیق کے ہونا ک تلخ اور شتات انتشار کی

۱۳ اور قاصدان خدا نے قوم موسیٰ سے کہا کہ ہم کیوں نہ اپنا تمام معاملہ اللہ پر چھوڑ دیں، اور ڈٹ کر خدائے حق کی تبلیغ و اشاعت کریں،  
 حالانکہ اسنے ہمارا طریق عمل ہم کو بتلا دیا ہے۔ اور ہم کیوں نہ استقلال سے اس ذکر کو برداشت کریں جو قوم نے ہم کو دیا، اور توکل کر نیکو  
 تو یہی چاہیے کہ اللہ پر توکل کریں۔

۱۴ اور خدا لا محالہ ان لوگوں کو جو اس کے خدا ہونے پر ایمان لے آئے اور جنہوں نے اس کی تصدیق میں فرمودہ خدا اعمال کیے، صراطِ مستقیم کی طرف ضرور لے جایگا۔  
 ۱۵ اسے پیغمبر اتم اس سے پہلے کیا جانتے تھے کہ کتاب خدا کیا چیز ہے، اور کیا سمجھتے تھے کہ ایمان کسے کہتے ہیں، مگر ہم نے اس ایمان کو تمہارے  
 اندر نازل کر دیا ہے جس سے تمام اصلیت تم پر کھل چکی ہے۔ اپنے بندوں میں جو کہ ہم مناسب سمجھتے ہیں اس نور کے ذریعے سے رستہ دکھاتے ہیں  
 اور تم تو لا محالہ لوگوں کو صراطِ مستقیم پر ہی چلا رہے ہو۔

۱۶ اسے محمدؐ اکیلا تم ان نا بکار اور نا انجام شناس لوگوں (یعنی منافق اہل عرب) سے خچ مانگ رہے ہو، کیا تم امت کی بہتری کے لیے انکو  
 ایشیا و مال کے واسطے کہہ رہے ہو، ان کو اپنے حال پر چھوڑ دو، خدا کا ہیچا ہوا مال جو سچے مسلمانوں کی درمالت سے تم کو ملا ہے تمہاری امت کے حق  
 میں بہتر ہے کیونکہ وہ در و مند لوگوں نے دیا ہے، اور دینی بہترین رفق دینے والے اور تم تو لا محالہ ان لوگوں کو صراطِ مستقیم پر ہی چلا رہے ہو۔

۱۷ صَدَقَ الرَّسُولُ بِمَا يَأْتِيهِ مِنَ الْبَيِّنَاتِ وَالْحَقِّ فِي مَا كُنَّا بَارِئِينَ مِّنَ الْمُشْرِكِينَ ۚ هَذِهِ آيَاتُ اللَّهِ نَزَّلْنَا فِي الْقُرْآنِ لِقَوْمٍ يَعْلَمُونَ ۚ عَلِيٌّ هَذَا الْقِيَامُ ۚ وَكَانَ فِيهِ لِقَوْمٍ يَعْلَمُونَ ۚ  
 المتن و یکہنا چاہیے: ہَذِهِ آيَاتُ اللَّهِ سے مراد صراطِ مستقیم کی طرف رہنمائی ہی ہے گویا مصائب کو استقلال سے برداشت کرنا، ان کا حکم رکھنا  
 کرنا، ان کے دینے کے لیے سعی کرنا اور بعد ازاں تلخ کے بارے میں خدا کے فیصلوں پر بہر حال اعتماد کرنا اسلامی صراطِ مستقیم کی ایک شرط ہے۔  
 ۱۸ ایمان کی کرنشی شرطوں اور اس کے قوت افزا اعمال کے متعلق مفصل بحث ابھی ابھی ہو چکی ہے اور ظاہر ہے کہ یہاں پر اَمْنُوْا سے مراد صرف منہ و آواز  
 یا شہرہ کشا نہیں بلکہ اُن جاگزا اور روح فرسا اعمال کا کرنا جو جسکا نتیجہ غلبہ قوم ہے اور انہی اعمال کو شعائر بنالینا صراطِ مستقیم کی طرف جانا ہے۔

۱۹ اَلَمْ يَكُنْ لَّكَ الْكِتَابُ الَّذِي تَدْرِي مَا الْكِتَابُ ۚ مَا كُنْتُ تَدْرِي مَا الْكِتَابُ ۚ مَا كُنْتُ تَدْرِي مَا الْكِتَابُ ۚ مَا كُنْتُ تَدْرِي مَا الْكِتَابُ ۚ مَا كُنْتُ تَدْرِي مَا الْكِتَابُ ۚ  
 سے مراد قانون خدا ہی ہے۔ اور یہ لفظ مطلق معنوں میں استعمال ہوا ہے۔ اس سے کوئی خاص کتاب اتنی مراد نہیں۔ تو نہیں جانتا تھا کہ تیرا کیا حق امت  
 کہنا جب کہ قرآن آنحضرتؐ پر نازل بھی نہیں ہوا تھا بے معنی ہے۔ ایمان سے مراد یہاں پر یہی وہ تکلف قلب ہے جسکا نتیجہ خدا کی راہ میں جان و مال  
 کی قربانی ہے۔ منہ سے کچھ کہہ کر چھوٹ جانا مراد نہیں۔ اس مقام نظر سے ایمان کو جَعَلْنَاهُ ذِكْرًا کہا گیا ہے اور بالآخر اسکو صراطِ مستقیم کی ایک شرط قرار دیا گیا ہے۔  
 بہت ممکن ہے کہ جَعَلْنَاهُ ذِكْرًا کی تفسیر ہو کہ مارج نہ صرف ایمان، بلکہ الکتاب بھی ہو کیونکہ کتاب خدا کو نور سے تشبیہ پہلے بھی  
 دی جا چکی ہے روکھو صفحہ ۱۶۱۔ آیہ (۱۵ ۱۵)۔

لا علاج شکست و سخت سے بچا! وما اختلف فيه الا الذين اوتوه من بعد ما جاءهم اليك بينهم فهدى الله الذين امنوا لما اختلفوا فيه من الحق يا اذنه والله يهدي من يشاء الى صراط مستقيم (۲: ۱۳۳) تو ان میں اپنی سچی ملازمت اور لاشریک عبادت کے ولولے پیدا کرو۔ اَلَمْ اَعْمَدُ لَكُمْ بَنِي اٰدَمَ اَنْ لَا يَعْبُدُوا الشَّيْطٰنَ اِنَّهٗ لَكُوْهُمۡ رٰحِبٌ ۝۱۰۱ وَ اَنْ اَعْبُدُوْنِيْ ۝۱۰۲ هٰذَا صِرَاطٌ مُسْتَقِيْمٌ (۲: ۱۳۲) تو اسلامی امت کے لیے ایک منسک عمل، ایک طریق ملازمت، اور ایک انداز عبادت مقرر کر چکنے کے بعد ان کو اصل قانون (اتحاد) کے متعلق سب تنازعات سے باز رکھ۔ لِكُلِّ اُمَّةٍ جَعَلْنَا مُنْشَجًاهُمْ نَاسَهُمْ ۚ فَلَا يُمَارِعُكَ فِي الْاَهْرِ وَاَدْعٰ اِلٰى دِيْنِكَ ۚ اِنَّكَ لَعَلٰى هٰذَا لَمُسْتَقِيْمٌ (۲: ۱۳۲) تو ان کو صورتاً اور معنایک مرکز پر جمع کر کے انکی جماعت کو قوت کا لازوال مصدر، تمرکز کا بے مثال سپر، اور شہادت خدا کا بیحدیل نمونہ بنا دے۔ اَسْمِعُوْنِى الْاَسْمَاعَ

۱۵ اور کتاب خدا کے متعلق تو انہی لوگوں نے آپس میں صحیح احکام آئے پیچھے، اختلاف قائم کر لیا جن کو وہ دی گئی تھی، اور اس اختلاف کی وجہ ان کی آپس میں ضد ہی تھی۔ پھر جسے کاروہ راہ حق، جسکے بارے میں لوگوں میں اس قدر اختلاف پیدا ہو گیا تھا، اُس نے اپنے فضل و کرم سے ان ایمان والوں (یعنی قرون اولیٰ کے مسلمانوں) کو کما دی، اور اس درجہ کو مناسب سمجھا ہے صراط مستقیم کی طرف بچاتا ہے۔

۱۶ اسے اولاد آدم! کیا تم مکہ و قحطاً فوقاً تاکید نہیں کرتے رہے، اور کیا ہم نے تم سب کی جبلت سے اس بات کا معنوی عہد نہیں لیا کہ دیکھو شیطان کی غلامی نہ کرنا کیونکہ وہ تمہارا کھلا دشمن ہے، اور میری ہی عبادت اور علی خدمت میں لگے رہنا کہ ہی صراط مستقیم ہے، (عبادت کا مفہوم ظاہر ہے کہ یہاں پر بھی لازم نہیں کہ کوئی شخص شیطان کی ناز نہیں پڑتا بقصد عمل اطاعت ہی ہو۔ دیکھو بحث اہلن صفحہ ۱۰۶۔) اگر کسی مطالب کا مقابلہ آید (۲: ۱۵۱) صفحہ ۱۱۸ سے کرنا چاہیے۔

۱۷ لوگو! ہم نے روئے زمین کی ہر اُمت کے لیے خدا کی عبودیت اور قانون خدا کی اطاعت کا ایک ظاہری نشان مقرر کر دیا ہے جس پر وہ چل رہی ہیں لیکن اصل قانون سب کے لیے ایک ہے (اور وہ اتحاد ہے) تو لوگوں کو چاہیے کہ اصل قانون (الامر) کے متعلق تم سے کوئی نزاع قطعاً قائم نہ کریں۔ پس تم سب دنیا کو اپنے پروردگار کی طرف ہلا کر ایک مرکز پر جمع کرو اور اسی توحید کے ذریعے سے اتحاد عالم پیدا کرو۔ اسیں شک نہیں کہ تم عالم کے مابین اس اتحاد معنوی کے قائم کرنے میں تم لامحالہ صراط مستقیم پر ہو۔ الامر کی تشریح کیلئے آئندہ تحت المتن کے علاوہ دیا چکتا ہوں صفحہ ۳-۹ و ۳۲-۳۳ کے مطالب پر غور کرنا چاہیے۔

۱۸ اس مشکل آیت کے صحیح مفہوم کو میں نے متذکرہ صدر الشریعہ میں ظاہر کرنے کی سعی کی ہے اور مطالب کو گندہ شدہ اور آئندہ سیاق و سباق سے بڑھ کر دیا ہے۔ محولہ بالا مطالب کی صحت کا اندازہ شاید اُس وقت زیادہ صراحت سے ہو سکے گا۔ جب سورہ حج کے داخلی ربط اور مطالب کو جس میں یہ آیت واقع ہوئی ہے واضح کر دیا جائے گا اور حج کی اسی حکمت علی بھی ذہن نشین ہو جائے گی۔ حج بیت اکرام کے متعلق ایکسا تبدیلی بحث دوسری جلد میں آئے والی ہے اور وہاں پر بھی اس آیت کے تذکرہ بالا مطالب کی تصدیق کا موقع مل رہے گا۔ یہاں پر فی الحال لفظ ھَسْبُکَ اور لِكُلِّ اُمَّةٍ جَعَلْنَا مُنْشَجًا لِّهٖمۡ نَاسَهُمْ کے صحیح مفہوم سے بحث ہے۔ ھَسْبُکَ کے معنی میں نے نشان ملازمت خدا کیے ہیں، اور میری مراد اس سے وہ اجتماع رسم و رسوم اور مشرعی روایات ہیں جن کے ذریعے سے روئے زمین کی ہر قوم بلا کافور مذہب ملت و ثقافتاً معبود سے اپنے تعبد و تعلق کا رسمی اظہار کرتی آتی ہے۔ بعض امتوں میں یہ مناسک حیوانی تشرائیاں ہیں، بعض میں سالانہ اجتماع اور میلے ہیں، بعض میں کئی ظاہری نشان مثل شتہ و زرتار کا لگائے رکھنا ہے، بعض میں عجیب غریب اور ناقابل فہم رسومات ہیں جن کی اعلیٰ غرض و غایت مرہدت کے باعث سمجھ ہو چکی ہے۔ وغیرہ وغیرہ۔ (ان مشرعی

مِنَ النَّاسِ مَا وَلَهُمْ عَزْزَتُهُمُ اللَّهُ كَانُوا عَلَيْهَا قُلُوبًا لِّلَّهِ الْمَشْرِقُ وَالْمَغْرِبُ يَهْدِي اللَّهُ لِمَنْ يَشَاءُ إِلَى صِرَاطٍ مُسْتَقِيمٍ (۱۳۲:۲)

تو ان کو ابراہیم کی مخلصانہ اطاعت اور ایک منعمی کے کامل اتحاد عمل کی طرف مائل کر۔ قُلْ إِنِّي هَدَيْتُ

۱۔ نا سچہ اور نادان لوگ تو یہی کہیں گے کہ ہلا محیر (صلعم) کے پیرو کیوں بے وجہ اور بلا سبب اپنے پہلے قبلے سے ہٹ کر دوسرے قبلے کی طرف آگئے، اور وہ کیا ہی معمولی سی بات تھی جس پر یہودیوں اور عیسائیوں سے لڑائی ممل کی۔ قانون خدا کے ان نادانوں کو یہی مختصر سا جواب دے کر چپ کرادو کہ تمہیں اس بات کی کیوں غلطی ہے، خدا ہی کا مشرق اور خدا ہی کا مغرب ہے۔ وہ جو چاہے پسند کرے لیکن وہ جس قوم کو چاہتا ہے اور جس امت کو دیکھتا ہے مکرز اور وحدت کا صراط مستقیم دکھا دیتا ہے۔

۲۔ اس آیت شریفہ کے صحیح مطالب میں نے مذکور بالا ترجیح میں ظاہر کر دیے ہیں۔ شاہین نے جو کچھ لکھا ہے۔ سوال ان آسمان اور جواب ان زمین کا مصداق ہے۔ سفہاء اور نادانوں کا اعتراض ہے کہ قبلہ بیت المقدس سے کہ متعلقہ کی طرف کیوں بدل دیا گیا انکو بے وقوفوں کا سا جواب دیا ہے کہ مشرق بھی اللہ کا ہے اور مغرب بھی اللہ کا۔ اسے جو چاہے پسند کر لیا۔ عاقلاً اور سوچ والوں کے لائق یہ جواب ہے کہ اسلام کو ایک مرکز چاہئے تھا سو جس قوم میں خدا اہمیت دیکھتا ہے اسکو ایک مرکز پرانے کا صراط مستقیم دکھا دیتا ہے۔ اگر بیت المقدس بدستور قبلہ رہتا تو یہ مرکز ممکن نہ تھا۔ عیسائی الگ تہنگ رہ کر اپنی ڈیڑھ ایتھ کی مسجد جدا بناتے، یہود جدا شہر بناتے، اور وہ تہا اتحاد جو پیش نظر تھا قائم نہ ہو سکتا۔ پس بہتر یہی تھا کہ الگ مرکز بنایا جائے جس پر وہ مضارے بلکہ تمام عالم مجتمع ہو سکے اور ہو جائے۔ مٹنا جواب میں اس اہم حقیقت کی طرف بھی اشارہ کر دیا کہ خدا کا مشرق مغرب کی کچھ تخصیص نہیں، سب اسی کے ہیں۔ اسلئے نہ بیت المقدس مقصود بالذات تھا نہ اب کہہ ہے جو مقصود ہے وہ مرکز اور اتحاد جو گویا مسلمانوں کو متنبہ کر دیا ہے کہ اصل قانون کی طرف رجوع کریں جیسا کہ میں نے مشکک کے تحت اس آیت کے اخیر صفحہ ۲۳۳ میں واضح کرنے کی سعی کی ہے۔ یہ تحت اہم چنانچہ اس صفحہ پر بھی جاری ہے اور اس آیت کے مطالب پر غور اس تمام سیر کو پڑھ کر کرنا چاہئے۔

(بقیہ تحت اہم صفحہ ۲۳۸) علامات کی پابندی کسی قوم کے اس کے اپنے معبود سے لگاؤ کا صرف ایک ظاہری نشان ہے، معبود کے احکام کی تعمیل پر آمادگی یا اس کے بتائے ہوئے قانون کی پابندی اُن سے لازم نہیں آتی۔ بہت ممکن بلکہ نہایت کم ایک شخص ان رسومات کے ساتھ ساتھ صحیح معنوں میں ملازم خدا بن رہے۔ مگر ہر سی نبائے والا غلامی (یعنی عبادت) کا دعویٰ اُس وقت تک نہیں کر سکتا جب تک کہ اصل قانون اور احکام کی تعمیل بھی کما حقہ نہ ہوتی رہے۔ اس مقام نظر سے کسی مذہب کے اُس کے اپنے معبود سے انظار تعلق کی ان ظاہری علامات کو نبھاؤا کہنا قطعاً نادرست ہے کیونکہ عبادت، اقل کے ملکوں پر ہی عمل اور اُس کی خاطر مسلسل تکلیف برداری ہی ہے۔ اور ان رسوم کو بقید وقت پورا کر لینا صحیح معنوں میں عمل نہیں گو کہ ان کی پابندی بھی معبود کے احکام میں داخل ہو۔ قرآن حکیم نے اسی نقطہ نظر سے اس قطع کے وقتی اور رسمی افعال کو صحت کا سلسلہ کے جامع اور مانع لفظ سے تعبیر کیا ہے۔ اور عبادت کا لفظ کسی شخص کے باطنی عقیدہ اور اُس کی تسلیی اطاعت کے ساتھ مخصوص کر دیا ہے۔ چنانچہ اسی موضوع پر ایک مستقل بحث عبادت کے تحت اہم صفحہ ۱۰۵-۱۰۶ میں گذر چکی ہے۔ اسلام میں صلوٰۃ اور حج، صوم اور زکوٰۃ کے افعال، باوہ شرعی مجاس، فقہی مراسم اور اجتماعی تیواریوں اور ظہور اسلام کے بعد امت میں رواج پائے گئے ہیں، اور جن کے باعث مسلمان باقی مسلمان اتھوں سے ممتاز نظر آتے ہیں، سب کے سب مناسک ہیں۔ وہیں شک نہیں کہ نماز اور حج کے اوکرنے یا دن بھر بھجکا رہنے اور مقرو زکوٰۃ اوکرنے کے لینے ہر منتقل میں کچھ نہ کچھ اطاعت کا مادہ موجود ہونا ضروری ہے۔ مگر زکوٰۃ نماز گزار، صائم یا حاجی وغیرہ بن جانے سے عیناً درجہ لازم حاصل نہیں ہوتا جب تک کہ اطاعت کا کیف ان مناسک کے اوکرنے کے بعد بھی بہر وقت موجود نہ رہے، اور تمام احکام مستہ آن کی حسب موقع تعمیل نہ ہوتی رہے۔ پس مناسک اور عبادت میں تسبیح کی کیفیت لکھنے کا فرق ہے اور جو مناسک قہمی اطاعت سے ادا ہو اور حاکم کا دیکھا پیدا کر دے وہ بلا مشتبہ عبادت کا ایک جزو ہے۔ مناسک اسلام کی اسی باطنی استعداد صلاح کو نظر رکھ کر کھڑے صوم و صلوٰۃ اور حج و زکوٰۃ کو عبادت میں داخل کیا ہے، اور اصل کتاب میں بحث اسی العقولہ پر ہو رہی ہے جو کیفیت دل کے ساتھ ادا ہو کر

لَبَنِي إِلَى صِرَاطٍ مُسْتَقِيمٍ ۚ وَيُنَادِي مُنَادٍ اٰتِزْهِيْكُمْ حَيْضًا ۚ فَمَا كَانَ مِنَ الْمُشْرِكِيْنَ ۚ قُلْ اِنَّ صَلَاتِيْ وَنُسُكِيْ وَمَحْيَايَ وَمَمَاتِيْ

(یعنی تحت اہل حق ص ۲۲۹) صحیح معنوں میں 'نعت' پیدا ہو سکے۔ نہ تو اسے اور قہر سے کر لینا اگرچہ مناسک میں داخل ضرور ہے لیکن عبادتِ حقاً نہیں۔ قرآن مجید نے مناسک ج کے اسی سطحی نظار قہر کو پیش نظر رکھ کر سورہ بقرہ میں واضح کر دیا تھا کہ ان سے اہل مقصود اس حاکم اعلیٰ کا کشاکش ہی ہے، توجہ وقت وہ مناسک اور ہو جائیں اہلی غرض و غایت کی طرف بیش از بیش رجوع ہو جاؤ: **فَاِذَا قَضَيْتُمْ مَنَاسِكَكُمْ فَاذْكُرُوا اللّٰهَ الَّذِيْ كُنْتُمْ اٰبَآءُكُمْ اَوْ اَسْكَنْتُمْ فِيْهِ كُورًا** (۲۰۰: ۱۲)، یعنی جب تم مراسم حج اور حیکو تو اس اہل حاکمین کی کُور میں اُس طرح لاؤ جس طرح جو شجبت میں اپنے باپوں کو یاد کرتے ہو بلکہ اس سے بھی بڑھ کر اُس کا کشاکش لگا رہے تو اچھا ہے۔ یہاں ذکر سے مراد تبجیں چلانا نہیں بلکہ قہر خدائے عظیم کی رکب و لیس رکنا ہے۔ لوگ اپنے باپوں کو تبجیں چلا چلا کر یاد نہیں رکھتے بلکہ ان کا خیال کرنا ان سے دلی رحم و راء رکنا ہی ان کا ذکر ہے۔ اس آیت سے ذرا پہلے ہے: **فَاِذَا قَضَيْتُمْ مِنْ عَرَقَاتٍ فَاذْكُرُوا اللّٰهَ عِنْدَ الْمَشَارِقِ ۚ فَاذْكُرُوْهُ كَمَا هُمْ مَّحْدُوْنَ** (۱۹۸: ۱۲) یعنی ہر جب تم عرفات سے کوڑ تو مشعر الحرام (یعنی مزدلفہ) میں تیر کر خدا کا کشاکش اپنے دلوں میں پیدا کرو (فَاذْكُرُوا اللّٰهَ)، اور سو کو اس شدت سے دل میں لاؤ جس طرح تمہیں بتلایا ہے۔ "یعنی ہی مقصود اہل صلوة کے مناسک ادا کرنے کے بعد پیش نظر کر دیا ہے۔ چنانچہ سورہ نسا میں اس نماز کے بار میں جو میدان جنگ میں خوف عدو کے باعث قصر کر دی جائے، ارشاد ہے کہ اُسے مناسک ادا کر لینے کے بعد وہی تکلیف دل میں پیدا کرو جو اہل صلوة کا منتہا نظر ہے: **وَإِذَا قَضَيْتُمُ الصَّلَاةَ فَاذْكُرُوا اللّٰهَ قِيَامًا وَقُعُودًا وَعَلَىٰ جُنُوبِكُمْ ۚ فَإِذَا اطَّلَعْتُمْ فَاذْكُرُوا الصَّلَاةَ ۚ إِنَّ الصَّلَاةَ كَانَتْ عَلَى الْمُؤْمِنِينَ كِتَابًا مَّوْقُوتًا** (۲: ۱۰۳)، یعنی ہر جب میدان جنگ میں نماز کے ارکان کو ادا فرمائی اور گھر میں ادا کر چکو تو اس کے بعد کمرے اور بیٹھے اسی طرح بھی ہو سکے خدا کا کشاکش دل میں پیدا کر لو کہ یہی مقصود اصل نماز کا ہے، ہر جب شہن کی طرف سے بے خوف و خطر ہو جاؤ تو اسی سطحی کشکے والی، اور یاد پیدا کرنے والی نماز (الصلوة) کو ہر قائم کرو اور جو میدان جنگ میں ہی تم کو نماز پڑھنے کے لیے بھاگایا ہے اسکی وجہ یہ ہے کہ صاحب ایمان بندوں پر یہ بوجہ حاضری بقید وقت فرض ہے، نہ یہ کہ جب جی میں آیا اور قلب مطمئن ہوا پھر لی اور جب چاہا ملتوی کر دی؟ اس آیت شریفہ کے معانی نہایت غور طلب ہیں اور ان مطالب سے جو پیش کیے گئے ہیں بعض اہم نتائج مترشح ہوتے ہوئے ہیں: اولاً مناسک صلوة کو انتہائی خطر سے کے وقت بھی ادا کر لینا اسلئے ضروری ہے کہ پابندی وقت کا درس جو قرآن مجید نے اہل صلوة کی تہ میں رکھا تھا نہ ہونے پائے۔ ثانیاً الصلوة ایمان والوں کے لیے موقوف اسلئے بھی ہے کہ بادشاہ زمین و آسمان کے حضور میں بوقت حاضرتہ نماز ادب شہنشی کے برخلاف، اور طاعت کے منافی ہے۔ ثالثاً صرف مراسم یعنی قہر اور قہر کر لینے سے نماز ادا نہیں ہوتی بلکہ اسکے بعد خدا کی ٹیس دلیں پیدا کرنا لازمی ہے۔ ہر فرد ان تمام مثالوں سے ظاہر ہے کہ اسلامی مناسک عبادت کے درجے پر اُسی وقت پہنچ سکتے ہیں جب ان سے ذکر خدا یعنی طاعت پیدا کرنے والی وہ صحیح معنوں میں پیدا ہو، اور یہ ذکر کا پیدا ہو جانا ان مناسک کی رستہ کی تہل سے کہیں بہتر ہے۔ جیسا کہ آیت (۲۹: ۲۵) میں **قُلْنَا لِلّٰهِ اَلْحَمْدُ** کے الفاظ سے ظاہر ہے جو صفحہ ۲۰۹ کے تحت اہل حق میں گذر چکی ہے۔ اگرچہ مناسک اپنے وقت اور موقع پر ادا کرنا بھی ایسا ہی ضروری ہے جیسے اور ادا و امر و نواہی کی تعمیل۔ اس مقام نظر سے اسلامی مناسک فی بحقیقت ایک شخص کو مطیع خدا بنانے کے اور اس کے وسائل ہی ہیں۔ بجائے خود منتہا، یا اصلاً عمل نہیں۔ ان کے ہوتے ہوئے یا ان کی وساطت سے تہتہ پیدا ہو سکتا ہے مگر ان کا اختیار کر لینا فی نفسہ عبادت نہیں اگر ایک شخص کسی حاکم کے نشانات ملازمت مثل چپرس یا نمند جات، یا رنگ لباس وغیرہ اختیار کرتا ہے، اور اسکو ملائیم پہنے پہرتا ہے تو یہ ہمیت کذائی ایک رو سے اس حاکم اعلیٰ کی طاعت کرنے کی تحریک ہو سکتی ہو ولا بہت ممکن ہے کہ محض ہمیش کے لیے چپرس لگانا بہرے، لیکن فی الحقیقت مطیع نہ ہو، اور اسیم علیہ السلام کی اس دل شکاف اور نہرہ گزار دعا کا جواپنے خانہ کعبہ کی تعمیر کے وقت کی تھی بعینہ ہی راز تھا، اور اسی لیے شہی اور گارے کی نوکریاں سر پر اٹھاتے وقت پہلی بے اختیار ٹیس جو اس اولو العزم نہی کے دل سے نکلی یہی مسلم اور مطیع بننے کی ٹیس تھی: **وَبَنَآءُ اجْعَلْنَا مُسْلِمًا لَّكَ وَمِنْ ذُرِّيَّتِنَا اُمَّةٌ مُّسْلِمَةٌ**

۱۵۔ اے پیغمبر تم علی الاعلان کہدو کہ اس خدا کے عظیم نے مجھے صراطِ مستقیم دکھا دیا ہے، اور وہ وہی راہِ راست (دینِ حق) ہے، جو ابراہیم علیہ السلام پر بھی تھا اور جو خالصہ ضدِ باہی کے ہورہے تھے، اُسی کے قانون کی عملاً متابعت کیا کرتے تھے، اور اطاعتِ گدازی میں کسی شے کو بھی خدا کے برابر نہ کرتے تھے (ماکانَ مِنَ الْمُشْرِكِينَ)۔ اے پیغمبر تم کہدو کہ میں تو اس سب زمین و آسمان کے قانون کی عملی اطاعت کی طرف اس طرح جھک گیا ہوں کہ میرے سب افعال، میرا نماز میں جھکنا، میری ملازمت و اطاعت سب انداز (مشقی) میری خدمت اور بندگی کے سب ظواہر (مشقی) میری باطنی اطاعت (صلائی) اور ظاہری عبودیت (مشقی) حتیٰ کہ میرا جب نماز و نماز بھی اُسی رب العالمین کے اعلیٰ لینے ہے، اُسی کی حکومت کو لوگوں کے دلوں میں استوار کر نیکی واسطے ہے۔ اور وہ وہ حاکمِ اعلیٰ ہے جس کا کوئی ہم پلہ نہیں، جس کے برابر کوئی حکمران نہیں۔ یہی حکم مجھے اُسکے ہاں سے ملا ہے اور میں سب پہلے اُسکو اپنا خدا تسلیم کرتا ہوں (اَوَّلُ الْمُسْلِمِينَ)۔

۴۔ مناسک کے تحت اہلن میں جو اس صفحہ پر جاری ہے میں نے آیت (۱۶۳، ۱۶۴) کی تشریح کر دی ہے۔ چنانچہ یہ آیت حُن اتفاق سے اسی صفحہ کے ذیل میں آگئی ہے۔ آیت (۱۶۴، ۱۶۵) کے الفاظ اَنَا اَوَّلُ الْمُسْلِمِينَ سے واضح ہے کہ یہاں پر بھی شُك سے مقصد وسیع و اطاعت ہی ہے۔ اور ظاہر ہے کہ خدا کو چھوڑ کر ماسو کی محبت میں گرفتار ہونا (مُتَاكِلًا مَعَ الْمُتَكِلِينَ) اپنی تمام تسلی یا زامندی (حُكَاةً) اور ظاہری نشان ملازمت (شُرُكًا) اور زندگی (سُخْيَاةً) اور جان (مَمَاتًا) کو قانونِ خدا کے مطیع کر دینا اور تسلیم پنا مشیہ و عمل بنالینا صراطِ مستقیم ہے۔

(رقیقحت ۱۸۳ صفحہ ۲۳) لکھا: **وَأَرَادَ هُنَا بِسُكْنَاءِ** (اُنک اُنٹ التَّوَّابِ الرَّحِيمِ ۲: ۱۲۸) یعنی اُسے حاکموں کے حاکم اور ہمارے  
 پالنے والے خدا! تو اس ریگستان اور بیابان عرب کے اندر ہماری ناچیز کوششوں کو جو ہم اس چوہنے سے اور بے حیثیت گمراہی سے حلیل القدر  
 نام پر موسوم کر چکے تھے کسے ہیں، قبول کر دینا **تَقْبَلُ** ہُنَا کا ترجمہ جو آیہ (۲: ۱۲۴) میں ہے، **تَوَّابٌ** نیک نیت مسامح کو بار آور کر، اور اسے حکم الٰہی کی  
 توبہ کو صحیح معنوں میں اپنا محکمہ قرار بنا۔ اور ہماری اولاد میں سے ایک اُنٹ پیدا کر جو فی حقیقت تیرے حکموں کو ماننے والی ہو، اور ہم کو ہماری ملازمت کے  
 نشان (منا سکتا) بتلا، ہماری گزشتہ دامانگیوں سے دگدگہ کو نہ کہ اس میں شک نہیں کہ تو تائب بندوں کے حق میں بڑا ہی درگزر کر دینا والا  
 مہربان ہے۔ اسی اطاعت کے منہا کو مدنظر رکھ کر ابراہیم علیہ السلام کے دین پر "تم" اور ملت حبیبہ کو دوسرے موقع پر یوں وضع کیا  
 ہے، **قُلْ اِنْ صَلَاةٍ وَنَسَبٍ وَخَيْرٍ يَأْتِيَكُمْ مِنْ رَبِّ الْعَالَمِينَ ۝ لَا تَشْرِكْ لَهُ ۝ وَبِذَلِكَ اُمِرْتُ وَاَنَا اَتِلُ الْمُتَسْلِمِينَ ۝**  
 (۱۶۳-۱۶۴) لیکن چونکہ یہ آیات عفتہ سرب آگے چل کر اصل کتاب میں آ رہی ہیں۔ اسلئے مطالبہ کیے گئے وہاں دیکھنا چاہیے۔ تاہم ظاہر ہے کہ  
 یہاں پر صلاات سے باطنی تبت اور شکت سے اُس تبت کے ظاہری نشان مراد دیے ہیں۔ اور یہ اس وجہ سے کہ اردو سے قرآن دی نامزدی بحقیقت صلاۃ  
 ہے جس کا منہج باطنی تبت ہے۔ ورنہ کچھ نہیں۔ گویا مقصود یہ ہے کہ اگر میرا باطن (صلاتی) کسی کی ملازمت کر رہا ہے تو رب العالمین کی، اور  
 اگر میرا ظاہر (شیخی) کسی کے ملازم ہونے پر دال ہے تو خدا کے۔ اور یہی اصل دین، دین حنیف، اور صراطِ مستقیم ہے! سورۃ حج میں احکام قربانی  
 کی توجیہ بھی اسی **وَكُرْذَا** اور تسلیم کے اصل اصول پر کی ہے۔ چنانچہ فرمایا ہے:

وَلَقَدْ آتَيْنَاكَ الْكِتَابَ بِالْحِكْمَةِ وَعَلَى الْمَعَارِفِ مُبِينًا ۚ وَإِذْ يُرِيدُ لِيَفْجِرَ الْبَلَدَ ثَمُودَ ۖ بَنَىٰ لَهُمْ إِبْرَاهِيمُ الْمَذْبُوحَ الْأَوَّلَ ۚ فَلَقِيَ إِبْرَاهِيمَ اللَّهَ فَخَوَّلَهُ ۚ إِنَّ اللَّهَ لَذُو فَضْلٍ لِّعَالَمِينَ ۚ وَإِذْ يُرِيدُ لِيَفْجِرَ الْبَلَدَ ثَمُودَ ۖ بَنَىٰ لَهُمْ إِبْرَاهِيمُ الْمَذْبُوحَ الْأَوَّلَ ۚ فَلَقِيَ إِبْرَاهِيمَ اللَّهَ فَخَوَّلَهُ ۚ إِنَّ اللَّهَ لَذُو فَضْلٍ لِّعَالَمِينَ ۚ وَإِذْ يُرِيدُ لِيَفْجِرَ الْبَلَدَ ثَمُودَ ۖ بَنَىٰ لَهُمْ إِبْرَاهِيمُ الْمَذْبُوحَ الْأَوَّلَ ۚ فَلَقِيَ إِبْرَاهِيمَ اللَّهَ فَخَوَّلَهُ ۚ إِنَّ اللَّهَ لَذُو فَضْلٍ لِّعَالَمِينَ ۚ

اے مسلمانو! تم قرآنی جان کے ان ظاہری مہم کو احکام خدا میں شامل نہ کیا کہ متوجہ نہ ہو، ہم نے اس دوسرے زمین کی ہر اہمیت کے لیے (انہر کے مخصوص احوال کو پیش نظر رکھ کر) کوئی نہ کوئی نشان ملازمت قرار دے رکھا ہے اور ہمارا مقصد یہ ہے کہ وہ انہیں موشی اور چار پاؤں کے عزیز ہند اور بے مثال انعاموں کو جو خدا نے انہیں دے رکھے ہیں پیش نظر رکھ کر، قرآنیان کرنے وقت اس منہم حقیقی کی مٹا دینے والی اور اسکا انکشاف پیدا



قَارِنَا لِلَّهِ حَبِيبًا وَكَوْنُكَ مِنَ الشُّرَكَاءِ لَا تَعْمِيهِ رَحْمَتُهُ وَهَدَاهُ إِلَى صِرَاطٍ مُسْتَقِيمٍ وَأَتَيْنَاهُ فِي الدُّنْيَا حَسَنَةً وَلَاقَهُ فِي الْآخِرَةِ قَدْرَيْنَ الصَّالِحِينَ ﴿١٢٠-١٢٢﴾ تو ان کو دشمن کے بالمقابل کامل حفظ و امن عطا فرما

۱۲۰ بے شک ابراہیم دنیا کے علیل القدر بنیادوں میں سے تھے۔ وہ خدا کے کامل فرمانبردار بندے تھے اور عالمۂ اُسی کے ہر بے تھے۔ اور کسی شے کو بھی خواہ وہ انہیں کتنی ہی غصہ نہ ہو خدا کے ہم مقام نہ کرتے تھے۔ اور بالیں ہم خدا کی دی ہوئی نعمتوں کی بچی قدر کر لیتے تھے۔ خدا نے انہیں منتخب فرمایا تھا اور انہیں صراطِ مستقیم عطا دیا تھا۔ اور ان تمام اعمال کے صلے میں ہی ہم نے ان کو دنیا میں ہر طرح کی نعمتوں سے معزز فرمایا تھا اور بے شک آخرت میں بھی وہ ہمارے معزز بندوں میں سے ہوں گے۔

۱۲۱ یہاں قَارِنَا لِلَّهِ بننا یعنی تسلیم و اطاعت کو شعار بنالینا اور خدا کی دی ہوئی ہر شے کا صحیح استعمال کرنا لاشکرہ لَا تَعْمِيهِ دیکھو معافی شکر تحت البتہ صفر ۱۳۱ صراطِ مستقیم ہے۔ جو شخص یا قوم تمہارے اُسی کا مناسب اعمال کرتی ہے اسکی دنیا ہی درست ہے۔ اسی لیے اس پیمبرِ عظیم کے بار میں کہہ دے وَأَتَيْنَاهُ فِي الدُّنْيَا حَسَنَةً۔

(بقیہ تحت البتہ صفر ۱۳۱ م) کرنے والا ڈراپے دلوں میں وقتاً فوقتاً جلا لیا کریں (لَیْسَ كُودُ الشَّمِّ اللّٰهُ) لیکن لوگوں نے اس پیش نما کو خیر باد کہہ کر تیرائیوں کو نئے نئے معبودوں پر چڑھا کر شمع کی مانند کیا یا اس کے صلی مقدوس سے الگ ہو کر ان نتیجہ خیر رسد کو بے اثر کر گئے، تو اے مسلمان! بگوشش ہوش شن کہو کہ تمہارا حکم الحاکمین وہی ایک خدا ہے، تم اُسی خدا کے تابع بن کر رہو (فَلَا تَسْبُحُوا) اور اُن کے درگاہِ خدایں خشوع و خضوع کرنے والی قوم کو اجتماعی بقا اور زندگی اس کی خوش خبری دو۔ اور یہ وہ لوگ ہیں کہ جب خدا کی یاد ان کو دلائی جاتی ہے تو ان کے دل تپ لٹھ میں اور وہ پیش از پیش احکامِ خدا کی تعمیل میں سہم ہو جاتے ہیں۔

ان تمام مثالوں سے ظاہر ہے کہ مناسک کی صحیح حکمت علیٰ سہی تھی کہ ان کے ذریعے سے وقتاً فوقتاً انسان کے دل میں شائع زمین آسمان کی یاد و پیدا ہوتا کہ لوگ احکامِ خدا کی طرف پیش از پیش رجوع ہوں، اسکی ٹیس اور ڈر دلیں رکھیں، ان کے اس فہمِ احکام سے غافل نہ ہو جائیں اسکی سزاؤں کو یاد کر کے لرزائیں، ان کے انعاموں کو خیال میں لا کر تیار عمل ہو جائیں۔ اس سے زیادہ ان سے فی الحقیقت کچھ مقصود نہ تھا، اور جب خدا کے عظیم کا دعویٰ ہے کہ ہر امت کے مناسک اُس نے بذاتِ خود مقرر کیے تھے تو صاف نتیجہ نکلتا ہے کہ ایک قوم کے مناسک دوسری قوم کے مناسک پر کوئی وجہ فضیلت نہیں، ان کے مابین کوئی بنیادی فرق نہیں، وہ کسی قوم کیلئے فی نفسہ مقصود بالذات شے نہیں، وہ صرف تسلیم، بیجان قلب اور ذکر پیدا کرنے کے لیے ہیں، جو شے اُنے ہر نوع مقصود ہے۔ اطاعت احکام الہی ہو سہی عمل ہے حکمران واری اور تقویٰ ہے، احکام الحاکمین کا ڈر اور اتحاد ہے چنانچہ اسی سورۃ میں قربانیوں کے احکام کے ضمن میں صاف فرمایا کہ لَنْ يَنَالُ اللَّهُ بِهَذَا شَيْئًا وَلَا دِمَآ ذَهَبًا وَلَٰكِنْ يَتَالَهُ الشُّعْرَىٰ مِنْكُمْ (۲۳: ۳۴)، یعنی خدا انکے تو ان قربانیوں کے گوشت ہی بچنے میں امانہ اپنے خون، بلکہ اگر کوئی شے وہاں بروئے کار آتی ہے تو وہ تمہارا تقویٰ ہے۔ پس جب تقویٰ کا جزو اعظم اتحاد ہے، لا تَقْرَبُوا سے اَعْتَصِمُوا بِحَبْلِ اللَّهِ ہے، صابر و اور راضی و اطمینان، اُمتہ ذی اِحْدَیۃ بنے رہنا ہے وغیرہ وغیرہ (دیکھو تحت البتہ صفر ۱۳۱ م)، تو ان کا حق کا فرض ہے کہ خدا کے عظیم کے مقرر کیے ہوئے مناسک کو اسی اتحادِ قوم، اسی عبودیت، اسی حکمران واری اور اطاعت کو پیش نما و بنا کر بالاجماع ادا کریں، انکو فی نفسہ مقصود و منتهی نہ سمجھیں کیونکہ اصل قانونِ امت کے افراد کے مابین اجماع و اتحاد پیدا کرنا ہے، افرادِ قوم کے دلوں میں خدا کا ڈر پیدا کر کے انکو متحد کرنا ہے، اس سے کمتر خدا اور لصلہ کچھ نہیں۔

اس تمام بحث و تمحیص کے بعد اصل کتاب کی آیت یعنی یَحْجِلْ اُمَّتًا جَعَلْنَا مَنَسَكًا هُمْ تَا سِکُلُهَا فَلَا يَنَالُ عَنَتَكَ فِي الْاَوَّلِ وَلَا فِي الْاٰخِرِ وَلَا يَنَالُكَ لَعَلِّيٰ هَٰذَا مَنَسَكًا تَعْبُدُونَ (۱۲۳: ۱۲۴) کے معانی بالکل صاف ہو جاتے ہیں۔ خدا کے عَزَّوَجَلَّ فرماتا ہے کہ ہر اسمِ عبادت جس پر دنیا جہان کی سب امتیں چل رہی ہیں فی الحقیقت ہم ہی نے مقرر کیے تھے (لیکن ان سب کے رائج کرنے کی اساسی حکمت اتحاد بین الافراد اور تقویٰ، تسلیم خدا

دنیاوی نعمتوں سے مالا مال کر! وَعَدَكُمْ اللَّهُ مَغَارِبَ كَثِيرَةٍ تَأْخُذُونَ بِهَا فَعَلَّ كَذِبُ هَذِهِ وَكَفَّ الْبِدَى الْقَائِمَةَ كَذِبًا

وَلَيْتَ كُنُوزُ آيَةٍ لِّلْمُؤْمِنِينَ وَيَهْدِيَكُمْ صِرَاطًا مُسْتَقِيمًا (۲۰: ۳۸) ۱۔ تَوَان کی ہیئت اجتماعی میں پیغمبر ابنِ جہان

۱۵۔ ایمان والوں! اللہ تم سے بہت سی غنیمتوں کا وعدہ کر چکا ہے جس پر تم تمام عالم کے دشمنوں کو شکست دیکر قابض ہو گے تو یہ خیر کی غنیمت تم کو سروسرست دلا دی اور بڑی بات تو یہ ہے کہ دشمنوں کے دستِ تعدی سے تم کو بچائے رکھا۔ اور یہ سب انصافِ الہی تمہارے شامل حال ہے۔ پس کہ ایمان والوں کو قوتِ ایمان کا پتہ لگ جائے اور تمہیں دشمن کے بالمقابل غلبہ حاصل کرنے کا صراطِ مستقیم معلوم ہو جائے۔

۱۶۔ یا بیتِ بیعت! تمہاری ہر بات کے بعد اللہ کی افواہ کی جہاں پر حضرت عثمان کی ہدایت کے بعد پندرہ سو مومنوں کی ایک فوج کے نیچے رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وسلم کی شانِ جلال و جلال کے لیے جان فدا کرنے کا عزم تھا۔ یہاں اور اس پر آیت (۱۹: ۱۲) میں فرمائی کہ غزول نے بصرِ حجت مومنوں کی انہیں بتا دیا کہ وہ لوہا کا وہ لکڑی کا، دشمن کے ہاتھ سے لیا گیا ہے اور ان سب اہلِ صراطِ مستقیم کو ہر گویا ابنِ نبی میں ہے کہ صراطِ مستقیم ہی ہو کہ دشمن کے خلاف کامل طور پر حفظِ نفس کیا جائے، انہیں جب حق جہاد نہ تشدد کے نکتے کے لیے کہہ کر دیا جائے مسئلہ تقاضا کی شش سوچ و چارم صفحہ ۱۲ و ۱۳ سے اس قانونِ الہی کی مائیت عیاں ہو اور ظاہر کی نظر پر کی اور حیوانی خلق کی شہادت کو ذلالتِ ظلم اور دینِ فطرت کی باندھی، جن لوگوں نے فطرتِ دہو کا دیکر کئی فطرتِ خوف میں اگر اسلام کو برائے لیل میں پسند اور صرخانِ مرجع نہ دیکر دیا ہو اور نبی کریم کی جانتا گئے غزوات کو یہی شدت پر جو کئی اگر ای علی شہر کے آپس کر کی آئیں اگر تم کہہ رہے ہیں کہ یہ کیا بات نہیں ہے کہ انہیں صراطِ مستقیم کے لکڑی کے رستوں کو صراطِ مستقیم کرنا آیا (۱۶: ۱۵) صفحہ ۱۷ میں لکھا ہے کہ ۱۲۲ پر لکھا ہے کہ (۱۱: ۱۵) صفحہ ۱۸ میں لکھی ہوئی ہے۔

(بقیہ تحت الملتح صفحہ ۲۳۲) اور اطاعتِ خدا ہی تھی کہ یہی اصل قانون اور اس کا گاہ جہان کا الٹا ہے) تو ان لوگوں میں یہود و نصاریٰ اور اور اقوام کو جبکہ مناسکِ اسلام کے قبول کرنے میں اعتراض ہو، چاہیے کہ ایک منسک اور دوسرے منسک کے مابین ظاہری فرق کو نظر انداز کریں اور اصل قانون کے بارے میں تم سے کوئی نزاع پیدا نہ کریں وَلَا يَتَذَكَّرُ فِي الْأَمْرِ، اور وہ اصل قانون سے محمد ایسی ہے کہ تم لوگوں کو صحیح معنوں میں اپنے پروردگار کی طرف دعوت دیکر تمہارا عمل کر دو (وَأَذِّنْ لِّي ذِكْرًا) اور میں شک نہیں کہ تو حید کی یہ مشترک سطح قائم کرنے میں تم لا محالہ راہِ راست پر ہو! ان مطالب کی صحت کی قطعی شہادت اس آیتِ شریفہ کے عینِ بعد کی آیات سے ہوتی ہے جو مطالب کو مربوط کرنے کی غرض سے

یہاں پر لکھ دی جاتی ہیں، اس مضمون کے بعد ارشاد ہے:

وَأَن جَادُوا لَكَ فَقُلْ اللَّهُ أَعْلَمُ بِمَا تَكْمُلُونَ ۚ اللَّهُ يَكْتُبُ لَكُمْ دِينَكُمْ الْقِيمَةُ فِي كِتَابِهِ فَيَكْتُبُ فِيهِ تَحْتَلِفُونَ (۶۹-۶۸)

اور اسے محمد! اگر آپ حقیقت کشائی کے بعد یہی یہ لوگ تم سے اختلاف قائم کریں اور اپنے مناسک پر صدمہ اڑے ہیں تو تم ان سے کہہ دو کہ جو فرقہ اندازیاں اور انتشار تم ہی نوعِ انسان میں پیدا کر رہے ہو اس سے خدا موبود و افضل اور وہی روزِ قیامت کو تمہارے مابین ان باتوں کے متعلق فیصلہ کر دے گا جن میں تم ناحق اختلاف پیدا کر رہے تھے۔

اسلام ہی نوعِ انسان کے اٹھا دیکھنے آیا تھا اور جو تحتِ اللہ صلی اللہ علیہ وسلم، خدا فرماتا ہے کہ منک بھٹہ کچھ شے نہیں، وہ سب ہم ہی نے مقرر کیے تھے کیا ہو کہ مناسک اور کیا انصاف کے، انکا مطلب امتیاق و قوم تھا، جب یہ مطلب ان سے فوت ہو گیا تو انہیں اپنے رہنا اپنے معنی ہے۔ اب یہ اسلامی مناسک ہیں، ہر پہلو پر یہ ہیں انکی غرض بھی بعینہ وہی ہے بلکہ ایک دوسرے سے یہ حج کا منک تھا کہ می جالی اور پیشینہ ہر سہ ماہی کی ترمیم شدہ صورتوں کی ہر ایک گز میں نزاع پیدا نہ کرو اور تمہارا نیا و کہ صراطِ مستقیم ہی ہو سہ سہ نزدیک کہ اور بیت المقدس، چین و روم سب ایک ہیں، مشرق و مغرب ایک ہے۔ زمین و آسمان ایک ہے، نہ مجھے تمہاری قربانیوں کے گوشت پونچھنے میں نہ خون، مجھ تک تو صرف تمہارا تقویٰ، تمہارا اتحاد و عمل، تمہاری اطاعت اور غمے تسلیم، تمہارا قلبی و جب (دیکھو)، اور لرزش پونچھتی ہے اور بس۔ اس کی کو دیکھ کر میرے سب فیصلے ہیں۔ (نبی پر سزا و جزا کا سبب حصر ہے، لیکن یہ جامع الامام اور عالمِ انبیا اسلامی مناسک آج خود رسم و رواج کی لکیر میں پڑ کر وہ بے مطلب و انتشار پرور، وہ اصنام خیز اور تفریق آراشے بن گئے ہیں کہ ایک نفس بھی آج انکی اس خالص حکمت عملی کا معترف نہیں رہا!

پس اگر ان لوگوں کا گاہ جہان کا وہ مختص قانون، اس بے پروا خدا کا وہ خاص الخاص حکم، اس شدید العقاب آقا کا وہ علیٰ آئینِ عمل

کی عالی ہستی، اُن کے اخلاف کا تفضل، اور سلاف کی برتری بخش! **وَأَسْمِعِلْ وَالْيَسَعَ وَيُؤْتِ وَلَوْ طَادَ وَلَا أَفْطَلْنَا**  
**عَلَى الْعَالَمِينَ ۖ وَمِنَ الْآبَاءِ وَدَرَجَاتِهِمْ وَإِخْوَانِهِمْ وَاجْتَنِبْنَهُمْ وَهَدَيْنَهُمْ إِلَى صِرَاطٍ مُسْتَقِيمٍ** ۱۶: ۸۴-۸۸  
 تو عالمگیر غلبہ عطا فرما کر ان کے ہنس و میں عدل دوستی اور حق پسندی کی خصلتیں برقرار رکھ! **يَا أَيُّهَا النَّاسُ إِنَّا جَعَلْنَاكَ خَلِيفَةً فِي الْأَرْضِ فَاحْكُمْ بَيْنَ النَّاسِ بِالْحَقِّ وَلَا تَتَّبِعِ الْهَوَىٰ فَيُضِلَّكَ عَنْ سَبِيلِ اللَّهِ إِنَّ الَّذِينَ يَضِلُّونَ**  
**عَنِ سَبِيلِ اللَّهِ لَهُمْ عَذَابٌ شَدِيدٌ يَوْمَ الْحِسَابِ** (۲۹: ۳۸) تو اُن میں قانونِ خدا کے احترام، اور حُر  
 خدا کی رعایت سے، حمایت حق اور طہارتِ نفس سے، تقویٰ کے مقتدر عزائم اور ایمان کی اٹل طاقتوں سے،  
 اعانتِ عدل اور نگہداریِ محمد سے، وہ اجتماعیت، وہ عنزمِ باخبرم، اور وہ قوتِ نظم و ادارت نصیب فرما،  
 جو اسلام کے شیرازہ امت کو تشقت کی شکست و سخت سے ہمیشہ کیلئے مامون و مسون کر دے!

**قَدْ جَاءَكُمْ مِنَ اللَّهِ نُورٌ وَكِتَابٌ مُبِينٌ ۚ يَهْدِي لِلَّذِينَ يَرِثُوا اللَّهَ بِحُبٍّ وَرِثَوا اللَّهَ مِنْ أَلْفِهِمْ رِثَوا اللَّهَ سُبُلَ**  
**السَّلَامِ وَخَرَجُوا مِنْ الظُّلُمَاتِ إِلَى النُّورِ بِإِذْنِهِ وَيَهْدِي اللَّهُ إِلَى صِرَاطٍ مُسْتَقِيمٍ**

۱۷ اور اسماعیل اور الیسع اور یونس اور لوط (علیہم السلام) پر سب ہمارے حکم پر رہنا یا ن خلق تھے۔ اور ہم نے ان سب کو تمام عالم کے لوگوں پر برتری  
 دی۔ ان کو اپنی قوم کا سرور بنایا اور بادشاہت دی۔ اور نہ صرف انہی کو بلکہ ان کے آباء و جد اور اولاد اور ہمائین میں سے بھی ہتیروں  
 اُن کے علو بہت، حسنِ عمل، اور شجاعت کے صلے میں دینا جہان کی قوموں میں سرفراز کیا۔ اور ہم نے اُن کو باقی قوموں سے منتخب کر کے  
 ممتاز کر دیا اور ان کو دنیا میں قوت سے رہنے کا صراطِ مستقیم دکھا دیا۔

۱۸ اے داؤد! ہم نے جو تم کو اس زمین پر بادشاہ بنایا ہے تو لوگوں کے معاملات میں انصاف کے ساتھ فیصلہ کیا کرو، اور خواہشات  
 نفس کا تسبیح نہ کرنا کیونکہ یہی خواہشات انسانی تم کو اعدل صراطِ مستقیم سے ہٹا دیں گی۔ جو لوگ عدل و انصاف کی راہ سے ہٹک جاتے ہیں انکو  
 اس دنیا میں سخت عذاب ملے گا۔ اسلئے کہ روزِ جزا کو بھول گئے۔

۱۹ (تمہ تختِ امتن صفحہ ۲۳۳) جس کا نام امتحا ہے، اتحاد بین الانس اور اقبال بین اللابسز ہے، اتحادِ عمل اور اتحادِ اثر ہے۔ یہی وہ شے  
 ہے جس کے باعث امتیں چشمِ فردن میں ممکن کے باہم بلند چرچہ جاتی ہیں، جو باعثِ قیامِ عالم اور علتِ تکوین کا نانت ہے جو فنا و زوال کا  
 حجاب کہ جس سے ہر شے میں زندگی ہے۔ جس کا نہ ہونا موت و شکست کے مترادف ہے۔ یہی وہ ماز حیات ہے جس کے ہوتے ہوئے شکست  
 ناممکن، نامرادی کا لحد، اور مادی امکان سے خارج ہے۔ میرا عقین ہے کہ روئے زمین کے ہر مذہبِ ملت کا اصل اصول یہی تھا۔ یہی  
 وہ پیغام تھا جو سب نبیائے جہان اپنے آقا سے نامداری سے لائے تھے۔ اور اسی حقیقتِ کبرے کو کتاب کے دیباچے میں میں نے سب مٹا  
 کی **الْأَصْل** اور اعلم الحاکمین کا **الْأَمْس** قرار دیا ہے۔ دیکھو صفحہ ۴ و ۳۱۔

۲۰ **مَنْ أَتَمَّ التَّكْلِيفَاتِ** سے میں نے اس کتاب میں بالاتزام قانونِ خدا کے عدمِ تقبل کی تاریکیاں اور اجتماعی اخطا کی نارہ بینیاں، اور **التَّوَدُّ** سے علم و  
 عمل کی انجام شناسیاں اور ممکن فی الارض کی روشنیاں ملا لیا ہے۔ دیکھو صفحہ ۵ و ۱۳۳ و ۱۴۶۔ ان معانی پر ایک فیصلہ کن بحث غفر رباً اس  
 مجلد کے ختمِ تمام ہر آئے گی۔

مُسْتَقِيمٌ ○ (۱۵-۱۶)

لوگو! پروردگار عالم کی طرف سے تمہیں وہ رہنما نور اور وہ واضح قانون یعنی صحیفہ فطرت کا بخش دیکھو تحت المتن صفحہ ۶۲) اچکا ہے جسے فریے سے خدا اس قوم کو جو رضائے الہی کی متابعت کرتی ہے، قیام فی الارض اور سلامتی کے رستوں پر لے جائیگا، انہیں اپنے فضل و کرم سے جہالت اور ناانجام شناسی کی ظلمتوں سے نکال کر حفظ نفس و علم اور ممکن کے نور کی طرف لائیگا، اور انکو قیام و بقا کے صراط مستقیم پر ڈال دیگا۔

وَاللّٰهُ يَدْعُوْا اِلٰی دَارِ السَّلَامِ وَيَهْدِيْ مِنْ يَنْشَاءُ اِلٰی صِرَاطٍ مُسْتَقِيْمٍ ○ (۱۵: ۲۵)

اور اللہ تو اُمتوں کو حفظ نفس اور سلامتی کے گہرے گہرے صراط مستقیم پر بلاتا ہے، اور جس قوم میں اہمیت دیکھتا ہے اُسکو ممکن اور قیام کا صراط مستقیم دکھا دیتا ہے۔

پس صراط مستقیم کیا تھا! تحفظ و بقا تھا! قوم کی سلامتی تھی! اُنّت کا دار السلام تھا! عباد کا کامل امن اور فرو کا اضطراب عمل تھا! اتحاد کا التہاب رون، اور توحید کا کرداری اظہار تھا! تعبد کا معنوی اقرار اور ملازمت کا عملی پہلو تھا!

اِنَّ اللّٰهَ هُوَ الَّذِيْ دَرَجَكُمْ فَاَعْبُدُوْهُ هٰذَا صِرَاطٌ مُسْتَقِيْمٌ ○ (۲۳: ۶۲)

اے لوگو! وہ خدا ہے عظیم میرا اور تمہارا پروردگار ہے! مولا ہے! آقا ہے! نام ہے! رازق ہے! مشاہدہ حاکم ہے! توہنی احکام الٰہی کے غلام بنے رہو (فَاَعْبُدُوْهُ)، اُسی کی خدمت میں لگے رہو (صِرَاطٌ مُسْتَقِيْمٌ)، اُسی کے قانون کی تعمیل کرو (فَاَعْبُدُوْهُ) اُسی کے آگے تسلیم فرم کرو (فَاَعْبُدُوْهُ)، اُسی کے سچے بندے بنو کہ یہی صراط مستقیم ہے!

عبادت کا وحدت انگیز کیف، اور ختلاف سے اجماعی گریز تھا! اتقا تھا! اطاعت امیر تھی!

وَلَمَّا جَاءَ عِيسٰی بِالْبَيِّنٰتِ قَالَ فَذَرِكُمْ بِالْحِكْمَةِ وَلَا يَتَّبِعَنَّ لَكُمْ بَعْضَ الَّذِيْ فِيْ سَخِرْتُمْ فِيْهِ فَاتَّقُوا اللّٰهَ

وَاطِيعُوْنَ ○ اِنَّ اللّٰهَ هُوَ الَّذِيْ دَرَجَكُمْ فَاَعْبُدُوْهُ هٰذَا صِرَاطٌ مُسْتَقِيْمٌ ○ (۲۳: ۶۳-۶۴)

فَاَخْتَلَفَ الْاَكْثَرُ مِنْ بَنِيْزِمٍّ قَوْلًا لِّلَّذِيْنَ ظَلَمُوا مِنْ عَدَاۤئِهِمْ اَلْكِبْرُ ○ (۲۳: ۶۵)

۴۰ دارالسلام کے الفاظ کو لوگوں نے بہشت کا نام سمجھا لیکن آیت کو عالم آخرت میں منتقل کر دیا، لیکن اس لفظ تاویل کی کوئی سند نہیں۔ تیسری جگہ میں اس کدے کا جس کا یہ آیت واقع ہوئی ہے یہ تمام کمال ترجمہ کر کے واضح کر دیا جائیگا کہ دارالسلام ہرگز کوئی اخروی مکان نہیں۔ لیکن اگر دارالسلام جنت کے اعمال میں کوئی رہ رہی ہے تو خوش اعتقاد شامین سے پوچھنا چاہیے کہ پھر سبیل السلام جو آیہ (۱۶: ۱۶) میں واقع ہوا ہے کیا شے ہے کیا وہ بھی جنت کی شریک نہیں۔ افسوس کہ لوگوں نے قرآن حکیم کو کبیرا افساد نہایا ہے!

اور جب عیسیٰ علیہ السلام بنی اسرائیل کے پاس خدائے جلّ و علا کے روشن اور کھلے کھلے احکام (الذین انزلنا) لے کر آئے تو انہوں نے ان کو مخاطب ہو کر کہا کہ اے ہمایو! میں تمہارے پاس یہ احکام کیا لایا ہوں، واصل وہ عظیم الشان حکمتی اصول لایا ہوں جس کا شائع خود خدائے بیشال ہے (حجۃ الیوم یا لکم فیہ)۔ اور میرے آنے کا اہم مقصد یہ ہے کہ میں تم پر ان باتوں کی صحتیت واضح اور دل نشین کر دوں جن میں اختلاف پیدا کرنے کے باعث تم ایک دوسرے سے الگ ہو کر ٹکڑے ٹکڑے ہو گئے ہو، تم میں اتحاد کی مشترک سطح از سر نو قائم کروں، تم سب کو مل کر ایک کروں! پس اے لوگو! اُس شدید العقاب خدائے ذرّہ! اُس کے مشترک خوف سے متحد ہو جاؤ لاھوتاً، اور سب کے سب ایک ایسے کی (یعنی میری) اطاعت کرو، میرے نیچے لگ جاؤ، وہ خدائے عظیم میرا ڈر تھا اور وہ لوں کا آقا ہے۔ پس اُسی کی غلامی میں لگ کر ایک ہو جاؤ، اُسی کے سچے بندے بن جاؤ کہ صراطِ مستقیم ہی ہے۔ لیکن لوگوں نے اس اولوالعزم پیغمبر کا کچھ کمانہ مانا، وہ آپس میں اُسی طرح اختلاف کرتے رہے، اُسی طرح فرقہ بندی بنے رہے، تو جن لوگوں نے یوں اپنی جانوں پر ظلم کیا تھا، اُن پر ہلاکت کے دردناک اور کپکپاوتیے دالے دن کے اعتبار سے ہزار حریف ہو۔

### تسک قانونِ خدا تھا!

فَاسْتَمْسِكْ بِالَّذِي أُوحِيَ إِلَيْكَ إِنَّكَ عَلَىٰ صِرَاطٍ مُسْتَقِيمٍ (۲۳:۲۳)

تو اسے پھیرا، تم اس قانون کو جو تم پر وحی کر دیا گیا ہے مضبوطی سے پکڑے رہو، اُس پر جب کہ عمل کرو۔ اس میں شک نہیں کہ تم صراطِ مستقیم پر ہو (اور لا محالہ اپنی مراد کو پہنچو گے)۔

### خوف عذابِ اللہ تھا! بیم روزِ جزا تھا!

وَأَنذَرْتُكُمْ لَاسْتِعَاقَةِ فَلَا تَمُوتُنَّ فِيهَا وَابْتَغُوا هَذَا صِرَاطٍ مُسْتَقِيمٍ (۶۱:۴۳)

اور لوگو! اس میں شک نہیں کہ عیسیٰ (علیہ السلام) بھی بنی اسرائیل جیسی تفرقہ آرا اور فتنہ برہنہ قوم کے لئے ہلاکت اور موت کی عیسائی اور قطعی، آخری اور قرار واقعی دلیل تھے (وَعَلَّمَ لَاسْتِعَاقَةِ) اُن کا آنا اور جہنم یا جانا، اتحاد کی تبلیغ کرنا اور کامیاب رہنا، یہود کے لئے صلائے اہل تھا، پیامِ موت تھا، ہلاکت کی علی الاعلان شہادت تھی (وَعَلَّمَ لَاسْتِعَاقَةِ)۔ پس اے لوگو! اُس روزِ جزا کے آنے میں کبھی شک کرو، اس سے اہل یہود کی طرح بے پروا نہ ہو جاؤ، لمبی تان کر نہ سوؤ (فَلَا تَمُوتُنَّ فِيهَا) اور میرے احکام کی تعمیل کرو کہ یہی صراطِ مستقیم ہے! (وکیہو علم کی تعریف تحت اہلن صفحہ ۸۲-۸۳۔ گو یا حضرت کا آنا یہود کی ہلاکت (الاستعاقۃ) کا علم (نشان) تھا)۔

وہ صراطِ تھا جس پر چل کر تعزیر اور نعمت ہو، خدائے ذیہوی انعام، اور بے حساب بخششیں ہیں، صراطِ الذین

أَنعَمْتَ عَلَيْهِمْ (۶۱:۱)۔ وہ خوف تھا جس کا اٹل نتیجہ انعام و اکرام ہے، یَا أَيُّهَا النَّاسُ إِنَّا خَلَقْنَاكُمْ فَرَقْنَاهُ ذَكَرًا وَأُنْثَىٰ

مَنْ الشَّاعَةِ اور ہم نے تم کو جن پر انعام کیا ہے، ان کے لئے صراطِ مستقیم (یعنی انعام) کا ذکر کیا ہے، اور ہم نے تم کو مذکر و مؤنث میں

وَجَعَلَكُمْ شُعْرًا وَقَبَائِلَ لِتَعَارَفُوا إِنَّ أَكْرَمَكُمْ عِنْدَ اللَّهِ أَتْقَاهُ إِنَّ اللَّهَ عَلِيمٌ خَبِيرٌ (۳۱، ۳۲) جس سے  
ہٹ کر قبر خدا نازل ہوتا ہے، اہمیتیں مغضوب علیہ ہوتی ہیں، ذل و مسکنت، موت و افلاس صدیوں  
اور قرونوں تک پہنچا نہیں چھوڑتے: غَيْرِ الْمَغْضُوبِ عَلَيْهِمْ وَلَا الضَّالِّينَ (۱۱۷)۔ وہ سیاست تھی جس پر چلکر  
ہر سو امن ہے، امتوں اور نسلوں کا امن ہے، افراد اور قبیلوں کا امن ہے، گھروں اور محلوں کا  
امن ہے! وہ مذہب خدا اور راہ مالک الملک تھی جس پر دنیا کی سب زندہ اور انعام یاب تھیں آج چل رہی  
ہیں اور اختلاف مناسک کے باوجود، اپنے اپنے دائرے کے اندر قانون خدا اور الامم میں نزاع  
پیدا نہیں کرتیں، اَلْحَمْدُ لِلَّهِ جَعَلَنَا مَسْکَاةً لَا يَسْكُوهُ كَلَامًا يَنْزِعُ عَنْكَ فِي الْاَكْثَرِ وَانْجِ إِلَى رَبِّكَ إِنَّكَ لَعَلَّ  
هَٰذَا يَوْمًا تَنْفَعُ (۶۷، ۶۸) نہیں! نصراط مستقیم وہ تلوار سے سواتیر اور بال سے سوا باریک اہ تھی  
جس پر چلتے رہنا کمال حرم و احتیاط کا کام ہے، جس سے ذرا دیر ہٹ کر ضلال ہے، شکست و  
انتشار کا جہنم ہے، محکومیت کا دفرخ ہے، افلاس کی آہ و بکا ہے! وہ دراصل سعی اور امن، تلاش  
اور مقصود، طالب اور مطلوب کے درمیان وہ خط مستقیم تھا جس کے سوا کوئی دوسرا خطرہست نہیں، کوئی  
سعی مشکور نہیں، کوئی عمل نسیجہ خیر نہیں! وہ وہ تکلیف قلب اور مضبوط نفس تھا جس سے قوم کے  
سب افراد تسلیم کے مجتہد اور سعی و عمل کے فوارے بن جاتے ہیں، جس سے سینے قانون خدا کی اطاعت  
کے لیے یکسر کھل جاتے ہیں جس سے دلوں کی تنگیاں اور صوصلوں کی پستیاں کا عدم ہوتی ہیں، ہر شخص

۱۔ اے ساکنان زمین! ہم نے تم سب کو ایک ہی نوع کے مرد اور اسی نوع کی عورت سے پیدا کیا، اب تم سب ایک ہی جنس کے ہو، اس لیے آپس میں  
اختلاف پیدا نہ کرو، ہمارے نزدیک تم سب برابر ہو۔ اور تمہارے مختلف گروہ اور قبیلے محض ایسے بناویے کہ تم ایک دوسرے سے امتیاز کر سکو کہو جس کے  
مصلحا نہ صرف بنو۔ اور خدا کے نزدیک تم میں سے وہی گروہ عزت اور انعام کا مستحق ہوگا جو سب سے زیادہ قانون خدا سے خوفزدہ ہوگا جو سب سے زیادہ سعی،  
سب سے زیادہ صابر، محافظ نفس، اولوالعزم اور متقن لہل بن کر رہے گا۔ (اَلْاَنْفُکُمْ دِیْکُمْ وَثِقَاتُکُمْ مَعَانِیْ تَحْتَ اَمْسِ صَفْرہ ۱۵۴) اور استقلال سے احکام خدا پر  
عمل کرے گا۔ یاد رکھو کہ خدا تمہارے اعمال سے موبود واقف، اور تمہاری نیتوں کو سرسیر جاننے والا ہے۔

۲۔ ان قوموں کی راہ نہ دکھا جو تیرے قہر و غضب میں آکر ہلاک ہو چکی ہیں، اور نہ انکی چوراہ رکھو، بلکہ کر تیرے قہر و غضب کو دعوت دے رہی ہیں۔  
۳۔ اے لوگو! ہم نے زمین کی ہر اترت کیلئے خدا کی عظیم اور قانون خدا کی اطاعت کا ایلا ہری لٹان مقرر کر دیا، جس کو وہ شعاریاتی پر لکھ کر قانون کسب کیا  
ہے لوگو! کہ چاہیے کہ اصل قانون (الاکثر) کے متعلق تم سے کوئی نزاع قطعاً قائم نہ کریں، اور وہ اصل قانون یہ ہو کہ تم تمام عالم کو اپنے پروردگار کی اطاعت  
کی طرف بلاؤ۔ اور سب کو اس ایک مرکز پر ہی جمع کرو۔ اس میں شک نہیں کہ اس اتحاد معنوی قائم کرنے میں تم ضرور صلح مستقیم ہو۔

دوسرے بمقام اور ہم جماعت فرد کے لئے اپنی آغوش مرجا کھول دیتا ہے، کوئی سینہ بچا ہوا اور تنگ ظرف نہیں رہتا، پر محبت اور اخوت کی نہر سبیل لوں میں چل جاتی ہے، اور اس حسن عمل کے صلے میں امن و امان کا دار السلام اس قوم کے استقبال کے لئے دھڑکتا ہے!

فَمَنْ يُرِدِ اللَّهُ أَنْ يَهْدِيَهُ يَشْرَحْ صَدْرَهُ لِلْإِسْلَامِ وَمَنْ يُرِدْ أَنْ يُضِلَّهُ يَجْعَلْ صَدْرَهُ ضَيِّقًا حَرَجًا كَمَا يَصْعَدُ فِي السَّمَاءِ كَذَلِكَ يَجْعَلُ اللَّهُ الرِّجْسَ عَلَى الَّذِينَ لَا يُؤْمِنُونَ ○ وَهَلْ أَضْرَاطٌ لَكَ مِنْ تَعْلِيمِنَا إِلَّا نَبْتَ لِقَوْمٍ يَذَّكَّرُونَ ○ لَهُمْ دَارُ السَّلَامِ عِنْدَ رَبِّهِمْ وَهُمْ وَلِيَهُمْ مَا كَانُوا يَعْلَمُونَ (۱۲۶-۱۲۸)

اے لوگو! جس قوم کی نیت خدا ارادہ کر لیتا ہے کہ اس کو صحیح راہ عمل دکھاوے تو اس کے سینوں کو الاسلام اور تسلیم قانون خدا کے مطلق مذہب عمل کے لئے کسر کھول دیتا ہے، اور جب کو اپنی ہی بد اعمالی کے باعث گمراہ کر دینے کا ارادہ کر لیتا ہے تو اس قوم کے سینوں کو بھجوا دیتا ہے اور تنگ کر دیتا ہے، ان میں جو صلہ عمل اور توفیق خیر مفقود ہو جاتے ہیں۔ باہمی مدد اور ہمدانی کرنے کا یار نہیں رہتا، ان کی یہ حالت ہو جاتی ہے کہ احکام خدا کی تعمیل کرنا ان کے نزدیک گویا آسمان پر چڑھنا، اور اپنے آپ کو ناقص تکلیف میں ڈالنا ہے۔ جو لوگ ہمارے احکام کے مفید ہونے پر ایمان نہیں رکھتے ان پر خدا کی ہتھکڑیوں پڑا کر دی ہے!

اور اے پیغمبر! یہ اپنے سینے کسبِ عمل کے لئے کھول دینا ہی تیرے آقا کے جلیل کتبنا یا ہوا صراطِ مستقیم ہے۔ یہی عین اسلام ہے، غور و فکر اور صحیح نتائج اخذ کرنے والی قوم کے لیے ہم نے اپنے کلم کھول کھول بیان کر دیئے ہیں۔ یہی وہ قوم ہے جن کے لئے اس دنیا کے اندر ان کے پروردگار کے نزدیک ان کے اعمال کے صلے میں امن و امان کا گھر ہے، اور وہی اس دنیا میں اس کے نچا دوست اور خیر گیراں ہے۔

کیا آج اس پہنائے زمین کے طول و عرض میں صراطِ مستقیم کے اس مفہوم کے متعلق ایک شق باقی رہے؟ جیسے اسلام کا کوئی فرد بشر چل رہا ہے؟ کیا دن بہر میں بار بار اور غوش الحانی سے دھڑلے کے باوجود کسی متنفس کو

۱۲۶-۱۲۸: ہاں نبی صمد کے بالمقابل یضیلا کا آئنا اس بات پر دلالت کرتا ہے کہ کلام الہی کی اصطلاح میں کسی قوم کے اندر الاسلام پر عمل کرنے کی توفیق کا ناہید ہر حال (دیکھو تعریف الاسلام تحت آیت صفحہ ۱۹۱) احکام خدا پر عمل کرنے کے قابل ہو اشد تکلیف کا محسوس ہونا ہی ضلال ہے۔ ضلال کے پہلے تشریح شدہ غانی میں نے صفحہ ۲۲۳ کے تحت آیت میں جن کو دیکھتے ہیں، یہ ایک نئی قسط ہے۔ مسلمانوں کو سوچنا چاہیے کہ وہ آج خود اس ضلال کے مصداق کس شذیت ہیں!



اس بات کا احساس رہ گیا ہے کہ صراطِ مستقیم یہ ہے، نمازیں پنجوقتہ اسی کی گزارش ہیں، اسی سے ہٹ جانے کا ہر لحظہ ڈر ہے، اسی کی آرزو اور اسی کی ترغیب ہے، اسی کے لیے اٹھنا اور بیٹھنا ہے، اسی کی درخواست میں رکوع و سجود ہیں، قوسے اور قعرے ہیں، جھکنا اور سرنگوں ہو جانا ہے؟ کیا دلوں میں اسکے متعلق ذرا سی چوٹ، رتی بھر حسرت، ادنیٰ سی سنسناہٹ، یا اورو کی سفیدی کے برابر سعی و عمل باقی ہے؟ نہیں، کیا اس مفہوم کی آج سرے سے خبر بھی ہے! کیا گزشتہ ایک ہزار برس کے اندر ہزار درہزار فقیر بند یوں اور شرک آرائیوں، تفریقِ عمل اور عصیانِ امیر، عدم تمرکز اور تشکیکِ آراء، حُبِ نفس اور محبتِ مال، عبادتِ طاغوت اور ملازمتِ شیطان کے مہلک اثرات کے باوجود ہر مسلمان اس رسم میں نہیں کہ وہ دینِ اسلام کے صراطِ مستقیم پر چل رہا ہے، وہ خدا کو خدا مان رہا ہے، رسول کو رسول کہہ رہا ہے، اُس کے خُلالِ حرم کو نباہ رہا ہے، خیرِ اُلم کار کنِ عظیم، اسیلئے اسکو کسی اصلاح کی ضرورت نہیں، کسی فریبِ راہ ڈھونڈنے کی حاجت نہیں۔ کیا وہ اس مہلک گراںِ خوابی، کوتاہِ نظری اور آشوبِ چشمِ کامریض نہیں کہ دنیا کی سب انعامِ یاب اور خدائی نعمتوں سے مالا مال اُمّتیں اُسکی نگاہ میں ٹیرے راستوں پر چل رہی ہیں، جہنم کی مکین ہو رہی ہیں، دوزخ کا ایندھن بن رہی ہیں، مگر اسلام کی لادائی مگر بے نوا اُمت صراطِ مستقیم پر چل رہی ہے، اَنفَعَتِ عَلَیْکُمْ کی مصداقِ ابدِ آباد تک ہے! کیا آج ارضی نعمتوں کے چھین جانے کے بعد کسی روحانی نعمتوں کی تاویل کر کے، یا دارِ السلام کے بے ضرر لفظ کو اسلامی بہشت بنا بنا کر دل کو تسکین دے دینا قہرِ خدا کو کم کر سکتا ہے؟ کیا صاحبِ القرآن کی اس حیرت انگیز اور ناقابلِ انکار، اس نصی اور صحیح شہادت کے ہوتے ہوئے کوئی انسانی لغت، کوئی قیاس و رائے کوئی اجماعِ اُمت، کوئی یونانی حکمت، کوئی ملائی تاویل، یا خود ساختہ حدیث "صراطِ مستقیم" کی اس سے بہتر اور صحیح تر تشریح کر سکتی ہے؟ کیا قربانیوں کے حشر سے بکروں کے مینڈھے اور مینڈھوں کے گھوڑے بنا بنا کر اُمت کو پلصراط پر سے گذار دینا، سنتِ خدا اور قانونِ رب العالمین کو بدل سکتا ہے!



رکو۔ ہم کسی شخص کو اسکی استطاعت سے بڑھ کر تکلیف نہیں دیتے، اسلئے تجارت کے متعلق اور کوئی بندش نہیں کرتے۔ اور جب کسی کے متعلق کچھ کہو تو انصاف کو مدنظر رکھ کر کہو، گو وہ تمہارا عزیز ہی کیوں نہ ہو، اور سب سے بڑھ کر یہ کہ عہد خدا (وعدہ) کے پابند ہر مہم جو۔ یہ سب کچھ تمہیں اسلئے کہا گیا ہے کہ تم اس کے نتائج پر غور کرو۔ اور بیشک یہی میرا صراط مستقیم ہے، جس میں امتوں کی سلامتی اور امن ہے، اور اسی کی پیروی کرو۔ اور دوسرے کسٹوں پر نہ پڑ لینا کہ تم کو ان اور حفظ نفس کے راستے سے ہٹا کر تمہاری طاقت کو منتشر اور جماعت کو تیر پتر کریں۔ تیم کو خاص طور پر اس لئے کہا گیا ہے کہ تم شکست و انتشار کے خوفناک نتائج سے بچتے رہو۔

الغرض صراط مستقیم کی اس شق میں بھی ایمان اور تقویٰ صبر اور توکل کے اجتماعی عناصر اور استقامتی مصلح کی طرح، جماعتی استحکام، تمدن اور سیاست کے جراثیم مخفی تھے۔ اس تمام صلاحی ترغیبی تاکید کا آل کار بھی مسلمانان عالم کو جانگیری سے قطع نظر جہان بینی اور جہان داری کے سیاسی رموز اور بادشاہت اور حکومت کے دقیق آداب و قواعد سے باخبر کرو دینا تھا؛ ذلکھ و ضلکھ بہ لعلکھ و نعلکھ و نعلکھ و نعلکھ (۱۵۲:۶)۔ انصاف پسندی اور بے رُویا عدل، ضبط نفس اور حسن سلوک، حسن معاملت اور اعتماد باہمی ہی قیام سلطنت کے وہ عبرت آموز اور نصیحت آمیز اصول تھے جن پر سختی سے عمل کرنا ناگزیر، اور جن سے تغافل روا رکھنا مجرمانہ خودکشی تھی؛ ذلکھ و ضلکھ بہ لعلکھ و نعلکھ و نعلکھ و نعلکھ (۱۵۲:۶)۔ خدائے میثال نے کلام پاک

۱۔ نصیحت تم کو خدائے اسلئے کی ہے کہ تم معاشری اور اجتماعی، سیاسی اور تمدنی اصولوں کو سمجھ جاؤ۔ دیکھو آیہ (۱۵۲:۶) صفحہ ۲۳۰۔

۲۔ ان باتوں کا حکم خدائے نہیں اسلئے دیا جو کہ تم اس سے نصیحت اخذ کر کے اس کے مطابق عمل پیدا کرو۔ دیکھو آیہ (۱۵۳:۶) صفحہ ۲۳۰۔

۳۔ ایک موقع پر احکام خدا کی اجتماعی اور سیاسی مصلحتوں کو مذکورہ صدر آیات (۱۵۲:۶-۱۵۳) سے زیادہ واضح الفاظ میں ادا کیا ہے اور انکی سیاسی حکمت عملی بھی بالصرحت بیان کر دی ہے۔ سورہ نساء میں ہے:

إِنَّ اللَّهَ يَأْمُرُكُمْ أَنْ تُؤَدُّوا الْأَمَانَاتِ إِلَىٰ أَهْلِهَا وَإِذَا حُكِمَ بَيْنَ النَّاسِ أَنْ تَعْلَمُوا بِالْعَدْلِ إِنَّ اللَّهَ نِعِمَّا يَعِظُكُمْ بِهِ إِنَّ اللَّهَ كَانَ سَمِيعًا بَصِيرًا (۵۸:۴)

اے مسلمانو! خدا تم کو حکم دیتا ہے کہ امانتوں کو ان کے مالکوں کے حوالے کر دیا کرو، اس کا رگاہ سعی و عمل میں خائن ہونے کے مجسم ہرگز نہ بنو اور جب تم اپنی رعیت کے درمیان فیصلہ کرنے لگو تو نہایت دیانت داری اور انصاف کے ساتھ فیصلہ کرو۔ اس میں شک نہیں کہ خدا جو نصیحت تم کو کر رہا ہے تمہاری معاشری اور اجتماعی ترقی کے حق میں بہت اچھی ہے کیونکہ بلاشبہ وہ اس کا رگاہ فنا و بقاء کے قانون کو بڑا سمجھنے والا (سمیعاً) اور اس کی باریکیوں کو خوب پرکھنے والا ہے (بصیراً)۔

میں قرونِ خالیہ کی کئی ایک متمدن اور مستلط قوموں کی ہلاکت انہیں غلط کاریوں اور سہل انگاریوں کی مثالیں دے کر، ان اعمال کی اہمیت کو بصراحت تمام بیان کر دیا تھا، مگر بالآخر نماز کے صراطِ مستقیم کا فوری اور پیش نظر مفہوم تقویٰ کا وہی اسیام آفریں اثر، اور توحید کا مجتمع القلوب احساس تھا: وَلَا تَتَّبِعُوا السُّبُلَ فَتَفَرَّقَ بِكُمْ عَنْ سَبِيلِهِ ذَلِكُمْ وَصَّاكُمْ بِهِ لَعَلَّكُمْ تَتَّقُونَ (۱۵۳:۶)۔ متحرک اور متفق قلوب کی یہ اسلامی جماعت، بارگاہِ خداوندی میں اپنے دن بھر کے حلیل القلوب کارناموں کی خاموش شہادت اور حوصلہ افزا سند پیش کر کے، اپنے آپ کو سزاوار انعام، اور مستحقِ سچائی تھی۔ اعلیٰ حق کے متعلق اپنے مخلصانہ اعمال، اور ربِّ عظیم کی غائبانہ خدمتیں، انہیں تحسینِ آفریں کا بسملانہ اضطراب اور حضورِ خدا کی اضطرابی تڑپ پیدا کر دیتی تھیں۔ عمروں کے سلجھے ہوئے مخلص ملازم اپنی روزِ روز کی نئی اور خوش کن خدمتوں کے بعد اس انائے نہان و عیاں کے حضور میں لپک لپک کر پونچتے اور دستِ بے کھرے ہو جاتے! ان کو روئے زمین کی سلطنتیں اور حفظ و امان کی راہیں ان کے شبانہ روزِ جہاد اور متواتر عمل کے صلے میں ملا کرتی تھیں: وَالَّذِينَ جَاهَدُوا فِينَا لَنَهْدِيَنَّهُمْ سُبُلَنَا وَإِنَّ اللَّهَ لَمَعَ الْمُحْسِنِينَ (۶۹:۲۹) انہیں اتمامِ نعمت کا راہِ رست اور حصولِ قوت کا صراطِ مستقیم، صلحِ حدیبیہ جیسی اہم حکمت عملیوں، اور فتحِ خیبر و فتحِ مکہ جیسے متم بالشان کارناموں کے عوض میں ملتا تھا: إِنَّا فَتَحْنَا لَكَ فَتْحًا مُبِينًا لِيَغْفِرَ لَكَ اللَّهُ مَا تَقَدَّمَ مِن ذَنْبِكَ وَمَا تَأَخَّرَ وَيُتِمَّ نِعْمَتَهُ عَلَيْكَ وَهَذَا يَكُونُ آيَةً لِّكَ يَوْمَ تَصِفُّ أَعْيُنُ النَّاسِ لِمَنَ أَتَتْهُمُ الرِّجَالُ وَهُنَّ صُفُوفٌ مَّرْتَبَتٌ (۱۱۸:۸)

۱۵۱ اور مسلمانوں مختلف رستوں کا اتباع ہرگز نہ کرنا، کہ یہ نفسِ دین و انتشارِ تم کو خدا کے امن و رستے سے ہٹا کر مصلح کر دے گا، تمہاری ہیبت اجتماعی کو کمزور، اور قوت کو سلب کر دے گا۔ یہ نصیحت تم کو خاص کر اس لیے کی گئی ہے کہ تم اجتماعی ہلاکت سے بچے رہو۔ سلسلے کے لیے دیکھو آیت (۱۵۴:۶) صفحہ ۲۴۔

۱۵۲ اور جن لوگوں نے ہمارا نام بلند کرنے کی غرض سے جاو کیے ان کو ہم ضرور دنیا میں اس سے رہنے کے اپنے طریقے بتا دیں گے، اور دنیا کے اندر حسنِ عمل کرنے والوں کا ساتھ دیتا ہے (رحمۃ اللہ علیہ) کی تعریف صفحہ ۱۳۰ کے تحت المتن میں ہو چکی ہے اور یہاں بھی صاف ظاہر ہے کہ جہاد کو اپنا حسنِ عمل اسے پیغمبرؐ یہ معاہدہ حدیبیہ کیا ہوا حقیقت میں ہم نے تم کو دشمن پر کھلم کھلا فتح دی۔ اور یہ اس لیے ہے کہ اللہ تیری اگلی سچائی و مانڈگیوں اور کمزوریوں پر پردہ ڈال دے، اور دشمن کے بالمقابل تم اس دنیا میں اور بھی مضبوط ہو جاؤ۔ اور تاکہ یہ آئندہ نعمتوں کے اتمام کا پیشِ ضمیر بنے، اور تمہیں حفظِ نفس کی حکمت عملی اور غلبے کا صراطِ مستقیم دکھلا دے۔ لَوْ كُنَّ بِسَافِطِ طَرَفِ الْوَادِیْنِ لَمَّا كَانَ يَوْمَ بَدْرٍ مَّا كَانَتْ أَعْيُنُهُمْ لَكُمُ الْبَصِيرَةَ (۱۵۵:۶) کسی اہم اجتماعی معاملے کے متعلق صراطِ مستقیم نہ ملنے کی وجہ سے ظاہر ہوئی تھی۔

انہیں نگہبانی زمین کا انعام عظیم اثار جان، ترک وطن، اور شدائد سفر کے پیہم تحمل کے عوض میں میدان جنگ کی روح گسل مصائب کے لطیف خاطر برداشت کے صلے میں، اور اولوالامر کے احکام کی فوری قطعی تعمیل کی تاباش میں ملا کر تاتھا، وَلَوْ اَنَّ كَتَبْنَا عَلَيْهِمْ اَنْ اَقْتُلُوا اَنْفُسَهُمْ اَوْ اَخْرَجُوا مِنْ دِيَارِهِمْ مَا فَعَلُوْهُ اِلَّا قَلِيْلٌ مِّنْهُمْ وَلَوْ اَنَّ تَعَهُمْ فَعَلُوْا مَا لِيْ بِعَظُوْنٍ بِهٖ لَكَانَ خَيْرًا لَّهُمْ وَاَسَدًا تَشِيْبًا ۚ وَاِذَا لَا تَذِيْنَهُمْ مِنْ لَّدُنَّا جَزَا عَظِيْمًا ۚ وَلَهْدِيْنَهُمْ حُرَّ اَطَاعَتِنَا ۚ وَمَنْ قَطَعَ لِّلّٰهِ وَالرَّسُوْلِ مَا وَلَيْكَ مَعَ الَّذِيْنَ اَنَعَمَ اللّٰهُ عَلَيْهِمْ مِنَ الشَّيْءِ يَنْتَهِ وَيُحْيِيْهِمْ وَيَقِيْلُ الشُّهَدَاءُ وَالصَّالِحِيْنَ ۚ وَحَسُنَ اُولٰٓئِكَ رَفِيْعًا ۚ ذٰلِكَ الْفَضْلُ مِنَ اللّٰهِ وَكَفٰى بِاللّٰهِ عَلِيْمًا ۝۶۰

لیکن صراطِ مستقیم کے ان تمام شقی اور قسمی، ان وقتی اور مقامی معانی سے قطع نظر نماز اور فاتحہ کتاب کے

۱۵ اور اگر ہم ان کمزور ایمان والے مسلمان نامنافقوں کو حکم دیتے کہ تم اپنی جانوں کو اللہ کی حمایت میں لادو، یا اپنے وطن سے ہجرت کر جاؤ مگر تم سے کمزور صلح نہ کرو تو ان میں سے چند آدمیوں کے سوا ہرگز ہمارے اس حکم کی تعمیل نہ کرتے، اور اگر جو کچھ ان کو سبھایا جاتا ہے کرتے تو ان کی اپنی ہی بہتری کی بات تھی کیونکہ ان کی جماعت اور جمعی غصب و طرہ تصور بن جاتی۔ اور اس صورت میں ہم ان کو ضرور اپنی طرف سے بڑا چھاپا بدل دیتے۔ ان کی جماعت غالب رہتی، اور حفظ نفس کا صراطِ مستقیم انکو ہم دکھا دیتے۔ پس جس نے ہم تن اپنے آپ کو احکام خدا کی متابعت کے لیے قن کر دیا۔ اور جس نے اپنے ایسے جماعت (رسول کریم) کا کما ناما تو یہی وہ لوگ ہیں جو ان لوگوں کے دوش بدوش چل رہے ہیں جنہو اللہ نے اپنی نعمتیں بخشیں، مثلاً وہ انبیائے کرام جنہوں نے راہ حق میں جہاد کیے، یا وہ صادق لوگ جنہوں نے اپنے اعمال سے اپنے ایمان کی تصدیق کی یا وہ شہداء اور خدا جو خدا کا بول بالا کرتے کرتے ہلاک ہو گئے، یا وہ صالح لعل لوگ جنہوں نے اپنی جماعت کی حالت کو درست کیا اور یہ کیا ہی اچھے ساتھی ہیں۔ یہ تو نیک عمل محض اللہ کی طرف سے ہی اور اللہ ہر شخص کی نیت دل جاننے کے لیے بس ہے۔

۱۶ شریفین میں سران آیات کے سیاق کو نظر انداز کر کے آیت (۶۹: ۳) کے مطالب پر دو عجیب و غریب اور ظلمت انگیز تفسیریں کی ہیں اٹھتا خدا و رسول کو وہ جانی مجاہدے فرض کر کے بہشت اور آخرت میں نسیا، و صاحبین کی معاجرت کے متعلق افانوں کا وہ طوطا و عظیم مطالب کے گردا گرد گھمکھڑا دیا ہے کہ انکی طرف نوازی کو دیکھ کر بعض اوقات عقل حیران ہو جاتی ہے۔ اصل کتاب میں آخری آیتیں (۶۹: ۳) پہلے مضمون کے تسلسل میں پیش کی گئی ہیں۔ اور ظاہر ہے کہ آیت (۶۹: ۳) میں ہوسے ایمان والے منافقوں کے بارے میں کہا گیا ہے کہ انکے حصے اس قدر بلند ہیں کہ وہ خدا و رسول کے حکم سے اعلائے جماعت کی خاطر اپنی جانوں کو لڑا دیں، یا اپنے گروں کو چھوڑ کر جہاد باسیف کریں، حالانکہ یہ جہاد اور ترک وطن ان کی اپنی بہتری کی خاطر ہی ہے، اور جماعتی حفظ نفس کا صراطِ مستقیم ہے (۶۹: ۳)۔ آیت (۶۹: ۳) میں صرف اس قدر کہا ہے کہ نبی اور صدیق اور شہداء اور صاحبین کا بلند مقام حاصل کرنے کے لیے جان و مال کی ایسی ہی انتہائی قربانی کی ضرورت ہے۔ ورنہ اس کے بغیر جنت کا حاصل کرنا ناممکن ہے۔ و صاحبین وغیرہ کے برابر جہاد یا محال ہے۔ صفحہ ۱۱ کے تحت اہل حق میں واقع کر دیا گیا تھا کہ عظیم اللہ والی رسول، کا قرآنی مفہوم صدارۃ اسلام میں رسول خدا صلعم کے وقتی اور مقامی احکام کی تعمیل تھی۔ علیٰ ہذا القیاس یہاں پر بھی یہی مطلب ہے کہ رسول جو انکو وقتاً فوقتاً حسب موقع نوازا رہے اور مال و اولاد سے مفارقت اختیار کرنے کا حکم دیتا رہتا ہے اور وہ ان احکام کی تعمیل سے اکثر گھبراتے ہیں، اگر ان میں اطاعت رسول کی نفی پیدا ہو جاتی تو ان کے دوسرے بھی ایسے ہی بلند ہو جاتے جیسے کہ انبیائے کرام کے جنہوں نے اپنی تمام عمریں اس صلاح انسانی میں صرف کر دیں، یا ان صدیقین

الصَّارِطُ الْمُسْتَقِيمُ کا جامع اور مانع مفہوم دراصل نبیائے اولوالعزم اور اچلہ رہنمایان زمین کی اُن  
منزل الارض اور مقلب الانام مہتوں، اُنکی اُن بلند نظر اور وسیع الابصار تحریکوں، اُن لشکر انگیز اور بیخ بزل

(بقیہ تحت المہتمم صفحہ ۲۴۳) اور شہداء اور صلح اہل لوگوں کے جنہوں نے جماعت کی خاطر قربانیاں کیں۔ اس سے زیادہ ان آیات کا کچھ مطلب  
نہیں۔ راہِ مکر اور اُولَئِكَ مَعَ الَّذِیْنَ اَنْعَمَ اللّٰهُ عَلَیْہُمْ سے کس طرح کی معیت اور رفاقت مراد ہو۔ (اسکے متعلق بحث کرنا باعثِ ہرج و مرج کیونکہ آخرت کی  
کیفیت کا علم خدا ہی کو ہے، انسان کو اس میں پیش از وقت دخل دینے کی ضرورت نہیں (دیکھو تحت المہتمم صفحہ ۲۴۳) آیہ ۱۴۲: ۱۶۹) نبوت کے تحتین  
میں صفحہ ۲۴۰ پر بھی آچکی ہے اور وہاں پر عیاں کر دیا ہے کہ اَنْعَمَ اللّٰهُ عَلَیْہُمْ سے مراد وہ توفیقِ عمل ہے جو ہر ایمان شخص کے شامل حال ہوتی ہے  
اور یہ استعدادِ سعی و عمل کا حسب موقع موجود ہونا ہی صراطِ مستقیم پر چلنے کے مترادف ہے۔

الصَّابِرِیْنَ یَقِیْنِ کے صحیح مفہوم کی مکمل تشریح صفحہ ۱۱ کے تحت المہتمم میں آئیہ اُولَئِكَ هُمُ الصَّابِرِیْنَ (۱۴۰: ۱۵۱) کے ضمن میں کر دی تھی  
اور عیاں کر دیا تھا کہ از روئے قرآن صبر یعنی وہ شخص ہے جو اپنے ایمان کی تصدیق ہر لحظہ اور ہر حال میں عمل کرتا رہے ایمان کی اہم قرآنی  
شرائط بھی اصل کتاب میں بالتفصیل آچکی ہیں اور صفحہ ۱۸۳ کے تحت المہتمم میں جمع کر دی گئی ہیں۔ الشَّامُ قَدِ اُتِیَ کی توضیح بھی صفحہ ۱۲۱ تحت  
المہتمم اور صفحہ ۲۰۲ کے متن میں آچکی ہے جس سے ظاہر ہے کہ شاہنشاہِ دہلی شخص ہو جانے کاموں کے ذریعے سے خدا کے نوکر ہوئی شہادت  
ہر وقت دیتا رہے اور جان و مال کو آقا کی خدمت میں پیش کرتے رہنا اس نوکری کی اہم شرط ہے (دیکھو آیہ ۱۴۳: ۱۴۴) صفحہ ۱۸۳ (الصَّابِرِیْنَ  
کا معنوی ذہنی بھی اسی ہذا النیساکس کچھ کچھ صفحہ ۱۷۸ کے متن آیہ ۱۴۸: ۱۴۹) میں کچھ صفحہ ۱۷۸ کے تحت المہتمم میں آچکا ہے۔ صلاحیت کی مکمل تشریح اور  
قرآن ابھی نہیں ہوئی، اور اسکی تکمیل کے لیے ابھی بہت دیر بھی ہے تاہم اس اجمال سے ظاہر ہے کہ اَلَّذِیْنَ اَوْفَوْا بِالْعَهْدِ اور اَلَّذِیْنَ اَوْفَوْا بِالْعَهْدِ  
ہونا (دیکھو آیہ ۱۴۸: ۱۴۹) صفحہ ۱۷۸) وہ اجتماعی اعمال کرنا جس سے قوم کے ہر عضو میں بیداری اور حیات پیدا ہو (دیکھو آیہ ۱۸۹: ۱۹۰) صفحہ ۱۸۹  
زمین بننا (دیکھو آیہ ۱۰۵: ۱۰۶) صفحہ ۱۰۵) اختلاف فی الارض کا سختی بننا (دیکھو آیہ ۱۰۵: ۱۰۶) صفحہ ۱۰۵) وغیرہ وغیرہ صلاح ہے۔ آیہ ۱۴۲: ۱۶۹ کے  
الفاظ سے ظاہر ہے کہ اَلَّذِیْنَ یَقِیْنِ کا درجہ تفسیر کا کمترین درجہ ہے اور یہی عاتقہ الناس کے اتباع کے لائق ہے، اس سے بلند تر درجہ  
مَالِئُ قَدْرًا کا ہے جس میں مالِ جان کی انتہائی پیشکش شامل ہے، اس سے بلند درجہ کے لوگ الصَّابِرِیْنَ ہیں جن کا سعی و عمل اور بھی  
جاگزا اور روحِ فہر سا ہونا چاہیے مثلاً حضرت ابوبکر الصدیقؓ کے سب سے بڑے لوگ جنہوں نے راضی ہو چکے: اَلَّذِیْنَ، کا درجہ سب سے بلند اور  
منبعِ المصطلح ہے، اس کے مفہوم کی تشریح حسن اتفاق سے حضرت موسیٰ اور ہارون علیہما السلام کے متعلق آئینہ آیات (۱۲۳: ۱۲۴) صفحہ ۱۲۳  
میں آ رہی ہے جس سے ظاہر ہے کہ اَلَّذِیْنَ، وہ لوگ تھے جو ایک جمود زدہ اور شکست خورہ، ایک مفصل اور محکوم قوم کو اپنے زہر و گداز اور فزائل  
الارض عمل سے اقل قلیل مدت میں ترقی اور امن کے فلک الافلاک تک پہنچا گئے۔ اور اب مالک کون و مکان ہی اُن پر سلام بھیج رہا ہے۔  
نبوت کی ماہیت کے متعلق میں نے چند اشارے دیا چاہے کتاب (صفحہ ۲۶۴) میں بھی کیے ہیں جسے نبوت کا کیف ایک حد تک واضح ہو جاتا  
ہے۔ اگرچہ یہ موضوع کسی آئندہ بحث کے لیے ہو کر دیا گیا ہے۔

اس امر کی تفسیر میں کہ ان آیات میں یُطِيعُوا الرَّسُولَ سے مراد صدر اسلام میں رسول کے بالمشافہ یا وقتی احکام کی فوری یا حسب موقع  
تعمیل ہی تھی۔ اور آج جبکہ رسول خدا امت کے درمیان بالمشافہ حکم دینے کے لیے موجود نہیں تو اُس کا بدل امیر جماعت کے احکام کی  
فوری اطاعت ہی ہے اس سے کم و بیش کچھ نہیں: یَا أَيُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوا اطِيعُوا اللّٰهَ وَاطِيعُوا الرَّسُولَ وَاُولِی الْاَمْرِ مِنْكُمْ  
(۵۹: ۱۰۲) کے الفاظ سے ہوتی ہے جو آیات زیر بحث سے کچھ پہلے آئے ہیں اور جن میں ایمان والوں کو کہا گیا ہے کہ خدا، رسول اور امیر جماعت  
کے احکام کی تابعداری کریں۔ اسی اطاعت پر زور آیات زیر بحث (۱۲۳: ۱۲۴) سے دوا میں پہلے ان الفاظ میں دیا گیا ہے: وَمَا اَرْسَلْنَا  
مِنْ رَّسُولٍ اِلَّا لِيُطِيعُوهُ وَلَوْ اَنَّهُمْ اِذْ ظَلَمُوْا اَنْفُسَهُمْ جَاءُوكَ كَاسْتَغْفِرُكَ وَاللّٰهُ وَاسْتَغْفِرُ لَكُمْ الرَّسُولُ لَوْ جَاءُوكَ

سکون کوششوں کا اجرا، تسلسل و تکمیل ہی تھا جسکے لیے وہ اپنی زندگیوں وقف کر گئے تھے، اور جب فیرواری کا  
 بوجھ وہ اخلاف عاملین پر قاطبہ چھوڑ گئے تھے:

وَلَقَدْ مَنَّا عَلَىٰ مُوسَىٰ هَارُونَ ۖ وَجِئْنَا هُمَا مِنَ الْكَرْبِ الْعَظِيمِ  
 وَنَصَرْنَهُمْ فَكَانَ زَاهِمًا الْعَالِيَيْنِ ۖ وَآتَيْنَاهُمَا الْكِتَابَ الْمُسْتَقِيمَ ۖ وَهَدَيْنَاهُمَا  
 الصِّرَاطَ الْمُسْتَقِيمَ ۖ وَتَرَكْنَا عَلَيْهِمَا فِي الْأَخْرَبِ ۖ سَلَامٌ عَلَىٰ هَارُونَ

(بقیہ تخت الحق صفحہ ۲۴۴) ﴿۶۳:۴۳﴾ یعنی ہم نے آجک کوئی رسول ہی نہیں بھیجا مگر یہ کہ اس کے پیچھے ہمارا مقصود ہمیشہ  
 یہی رہا ہے کہ لوگ ہمارے حکم سے اسکی اطاعت بے چون و چرا کریں، اور اگر یہ منافق بھی علیٰ ہذا القیاس اس ظلم کے بعد جو انہوں نے ہماری نافرمانی  
 کے باعث اپنی جانوں پر کیا تھا، اللہ سے معافی مانگتے اور تم بھی اس مضر است میں اس کے شریک حال ہوتے تو ان کو معلوم ہو جاتا کہ خدا بھی یہی حقیقت  
 بڑا ہی توبہ قبول کرنے والا اور ظلم کار انسان پر بڑا ہی رحم کرنے والا ہے۔ گو یا رسول کا مقام من حیث الجماعت کسی سپہ سالار یا حاکم اعلیٰ کا  
 مقام ہے۔ اور اس کے اس نیامیں بھیجے جانے کی غرض و غایت اکثر یہی ہوتی ہے کہ سب لوگوں کو ایک حاکم اور ایک حکم کے حلقہ اطاعت میں لائے کہ منظم  
 اور منسلک کر دے، اور جب وہ آپ ابن نبیاء سے رخصت ہو جائے تو یہ اطاعت کا وہ ارکان است میں بدستور جاری ہے۔ اور اسکی بجائے  
 اولوالاھر میں کھر کی طرف منتقل ہونا ہے۔ اس مقام نظر سے رسالت کا مقصود افراد امت میں اطاعت پیدا کرنا ہے اور اس کے مطابق  
 ﴿۶۳:۴۳﴾ مطاع کی ذات اس اطاعت میں مخصوص ایسی نہیں کہ ہر رسول اپنے اپنے وقت میں خدا کی اجازت سے لائق اطاعت ہی جیسا  
 کہ مثلاً آیہ (۶۳:۴۳) میں حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے الفاظ فَاتَّقُوا اللَّهَ وَأَطِيعُوا ۖ سے ظاہر ہے جو اصل کتاب صفحہ ۳۳ پر آئے ہیں۔  
 رسول کے بعد وہ اہل اولیٰ الاکھبر میں کھڑے (۴:۵۹) جو امت کی شہزادہ ہندی اور غلبے کو قائم رکھنے کے لیے ﴿۶۳:۴۳﴾ مقرر ہوتے ہیں۔ اس  
 اطاعت کے اہل ہیں، اور از روئے قرآن ان کی اطاعت کرنا فی الحقیقت خدا کی اطاعت کرنا ہے۔ متذکرہ صدر آیت (۶۳:۴۳) کے الفاظ فَاتَّقُوا  
 أَنْفُسَهُمْ سے بھی ظاہر ہے کہ عصیان امیر و حقیقت وہ شکست انگیز شے ہے جسکے بے نتائج نافرمانوں کے اپنے حق میں مضر ہوتے ہیں۔ گو یا  
 اس حکم عدولی کے باعث تمام جماعت کا شیرازہ درہم برہم ہو جاتا ہے اور بدیہ یا زور و سبوت کو موت کے گھاٹ اتارنا پڑتا ہے۔ چنانچہ صفحہ ۱۱ کی  
 آیات میں عصیان رسول کو ظلم سے تعبیر کر کے صاف الفاظ میں بیان کر دیا ہے کہ امیر امت کی نافرمانی کرنا وہ فتنہ عظیم ہے جسکی سزا تمام جماعت کے  
 افراد کو ہگھکتی پڑتی ہے۔ وَاتَّقُوا فِتْنَةً لَا تُصِيبُنَّ الَّذِينَ ظَلَمُوا مِنْكُمْ خَاصَّةً (۲۵:۸)۔

۱۔ قرآن حکیم کے تمام طوائف عرض میں موقوفات سے قطع نظر صرف یہی ایک موقع ہے جہاں پڑ الصراط المستقیم کے الفاظ واقع ہوتے ہیں  
 باقی سب قعول پر ضرب لگانے کے مستند نہیں، بالخصوص موجودہ اور مطالب کی تنکیر میں جو اس ناورد اور مسنی غیر تخصیص اور آیات کے سابق میانی سے  
 صاف ظاہر ہے کہ موسیٰ اور ہارون علیہما السلام کی بے لوث دیانتدگیوں کا تمام سعی و عمل، انکی اپنی امت کی خاطر مسلسل تکلیف برداریاں، ان کے دشمنوں  
 سے جہاد باسیف، ان کا ترک وطن، انکی قربانی مال جان، ان کا فرعون پر غلبہ حاصل کرنا، انکی وادی سینا اور عین تلویش میں جماعتی تنظیم و تفسیق،  
 اور بالآخر مسلسل تعلیم و تلقین کے بعد بنی اسرائیل ایسی غلام اور محکوم، ذلیل اور نامراد، پست اخلاق اور نامرد قوم کو اقل قلیل مدت کے اندر غالب  
 اور متکبر، حکومت لگے اہل ابداد شامت کے لائق قوم بنادینا یہی وہ الصراط المستقیم تھا جو قرآن عظیم کے روستہ اس نیا کو نبائے کا واحد اور سچی  
 دستور العمل ہے۔ یہی وہ عزیز القدر اور پسندیدہ خدا لا محالہ ہے جسکے مطابق چکر عرب کے پیغمبر طویل اور سرور انبیاء نے تیس برس کے جائگرا اور  
 روح فرما سعی و عمل کے بعد وہ فقید المثال کامیابی حاصل کی کہ دنیا ابد لا بد تک اس کا زمانے پر سرور ہفتی رہے گی۔ یہی اسوہ عمل اور نمائے کرام کا

محسوس باطنی صراط المستقیم ہے۔ وغیرہ۔





کی جناب میں ان وقف عمل اور اسلام کے پتے خادموں کو ضربِ دل اور شوق و خضوع سے آمادہ رکھ دے جو  
 کر دیتا تھا: اَللّٰهُمَّ كَاثِرُ الْعُتُوِّ فِي الْحَيَاةِ وَبَدَنُ الْعَالَمِينَ وَكَانُوا الْخَائِعِينَ (۹۰: ۱۲۱) یہ دُعا گہری  
 رُت پر اعتماد، اور نصرتِ خدا کا یقین ہی تھا جو تملق کی جسمِ آفریں اور مضطرِ انعام حالت میں خدا کی سچے دل  
 سے تحمید و تقدیس کراتا:

اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعَالَمِينَ ۝ الرَّحْمٰنُ الرَّحِيْمُ ۝ مَلِكٌ يَوْمَ الدِّينِ ۝ اِيَّاكَ  
 نَعْبُدُ ۝ اِيَّاكَ نَسْتَعِيْنُ ۝ (۱: ۱-۴)

اے پروردگارِ عالمین! سب تعریف اور شکر اے کا مستحق تو ہی ہے۔ تو بڑا ہی رحم کرنے والا،  
 اور بڑا ہی مہربان ہے۔ روزِ جزا و سزا کا بھی تو ہی حاکم ہے۔ ہم اپنے سب اعمال میں تیری ہی مدد  
 اور تیری ہی چاکری کریں گے، اور ہم معاملے میں تجھی سے مدد مانگیں گے۔

یہ دوستی حق پر اعتماد، اور تائبِ خدا کا انتظار ہی تھا کہ انعام کی آس پر سب کی سب جماعت یکدم گمٹنوں  
 پر، اور ماتھوں کے بل گر پڑتی! پھر اٹھتی اور بار بار گرتی! اس نمازیں سوج تھی، اس میں مقصد تھا، اس میں  
 غرض کی دلچسپی تھی، اس میں انعام کی لہم اور رکوع و سجد کی منطق تھی، اس میں ایمان کے شعلے تھے، اس میں  
 عصبیت کی یک رنگی تھی، اس میں سچا شوق و خضوع تھا، اس میں محبت کی جنبشیں اور موانعات کے باہمی لطم  
 تھے! اس میں اطاعت کا بہیم احساس، اور نظم و نسق کا سچا سبق تھا! اس میں توحید کا عملی اور تہذیب  
 منظر تھا! اس میں خدا کی سچی خوشامد، اور متفقہ جماعت کی استقامت و رزاری کے بعد طمانینتِ دل، تسکین  
 قلب حاصل ہوتی تھی: اَلَا بِذِكْرِ اللّٰهِ تَظَلُّونَ الْقُلُوبُ (۲۸: ۱۱۳) یہی وہ مُسکن سوج اور مُسرح قلب و ماتھی جو

۱۔ اس میں شک نہیں کہ یہ لوگ خدا کے قوت افزا اور مفید قوم اعمال (الْحَيَاتُ) کی طرٹ پک پک کر پہنچے تھے، اور یہ کہ اجتماعی انعام کی غربت سے اور اجتماعی  
 سزا کے خوف سے چلا کر تھے، اور یہ کہ اس میں درجہ کے تکلیف کو دہلیں رکھ کر ہماری جناب میں سچا شوق و خضوع کیا کرتے تھے۔  
 ۲۔ گو گو! بگوشِ دل سن کہ وہ لوگوں کو کامل شقی خدا کے سچے احساس سے ہوا کرتی ہے۔

۳۔ اللہ تعالیٰ کے لیے دعا کی جاتی ہے کہ اس میں ایک طویل و طویل بحث صفحہ ۱۱۳ سے ۱۱۴ کے تحت لہجے میں گزرتی ہو، دیکھو یہ آیت بھی آئی، جو بتا دے کہ یہ صراطِ اب  
 کی تصدیق کے لیے دامنِ کھینا چاہیے۔

۴۔ صفحہ ۱۱۳ کے تحت لہجے میں عبادتِ کلاسیک مفہوم واضح کر دیا تھا کہ عینِ سطح میں اِيَّاكَ نَعْبُدُ کا اقرار بادشاہِ زمینِ آسمان کے سامنے کرنا اس امر کی دلیل ہو کہ وہ  
 بہیم ملازمتِ خستہ کار کرنے کا یہ نہ نماز پڑھنے کا۔ یہ نہ کہ ہم نے صفحہ ۱۱۲ پر بھی واضح کر دیا ہے۔

مشکلات کے آسان کرنے میں معین خاص ہو کر تھی: يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا اسْتَعِينُوا بِالصَّبْرِ وَالصَّلَاةِ إِنَّ اللَّهَ مَعَ الصَّابِرِينَ (۱۵۲: ۲)۔ آج یہی نماز جسکے ہر قوسے اور قعدے پر خدائے بے نیاز کی رگ لطف و رحمت میں مسلسل متصل جنبشیں ہو کر تھیں، جسکے ہر کیفِ سجود پر منشیانِ لطفِ کرم کے قلمِ محشر ستانِ صریح بنجاتے تھے: لَئِنْ شَكَرْتُمْ لَأَزِيدَنَّكُمْ (۱۱۳: ۱)، جسکی تہلیل جراحِ عشق کی بے خستیاٹھیں، اور ہر تکیبِ سر کسی نمکِ پختِ ناسور کی جگرِ شگافِ چنچ تھی، جسکے ہر زخمِ اذان اور ہر صراپِ عا پر لطفِ الہی کے لانتہا ساز یکدم بچے شروع ہو جاتے تھے: وَقَالَ رَبُّكَ ادْعُونِيْ اَسْتَجِبْ لَكُمْ (۱۰: ۴۰)، جسکی جاذبِ القلب صبا میں پردہ زنگاری کے اُس بے نیاز، حیر چشم، اور پرکار معشوق کو بھی محب و ریاد اور آمادہ جواب کر دیتی تھیں: وَ اِذَا سَأَلَكَ عِبَادِيْ عَنِّيْ فَارِنِّيْ قَرِيْبًا اُجِبْ دَعْوَةَ الدَّاعِ اِذَا دَعَا فَلْيَسْتَجِبُوْا لِيْ وَلْيُؤْمِنُوْا بِلَعَنَتِهِمْ يَرْشَلُوْنَ (۱۸۶: ۲)، فاذا كروني اذ كركم (۱۵۲: ۲)، آہ! یہی نمازِ آج اُمت کی بے حسّی اور ایمان کی سطحیت، مطالبِ کینِ بیان اور مقاصد کی فرو گنداشت کے باعث ایک بے معنی اٹھک بیٹھک بنگلی ہے! غرض تو درکنار، اس کے لفظی معانی بھی آج تو میں پانچ نماز گزاروں کو میسر نہیں! اسکی اہمیت، غرضِ غایت کی ناواقفیت کے باعث روز بروز ذہنوں سے اٹھ رہی ہے! مقصود کے فقدان اور کساد بازاری کی وحشت نے ہمیں بے مطلبی کا متغیر اور بے سبب فرضیت کا اکراہ پیدا کر دیا ہے! نصب العین کے سقوط، اور

۱۔ اسے ایمان والو! مشکلات و مصائب کا مقابلہ کرنے کے لیے استقلال اور خدا کی بھی یاد سے مدد لیا کرو۔ بے شک خدا انہی کا ساتھ دیتا ہے جو منتقل رہتے ہیں (گویا اول مرحلہ سعی و عمل میں استقلال (الصبر) ہے اور آخری مرحلہ دعا (الصلاة) ہے)۔  
 ۲۔ اگر تم میری نعمتوں کا صحیح استعمال اور ان کی سچی قدر کر کے میرا شکر یہ ادا کرتے رہو گے تو میں تم کو ادھی زیادہ کرونگا (شکر کے ان معانی کے لیے دیکھو تحت (معنی صفحہ ۱۳۸))

۳۔ اللہ نسر تا ہے مجھے بلاؤ اور مردوں سے بلاؤ میں تمہاری مدد کروں گا اور تمہاری درخواست کو تسلیم کر دوں گا۔

۴۔ اور اے محمد! جب ہمارے بندے تم سے ہماری ایت پوچھیں تو ان کو کہہ دو کہ ہم ان کے پاس ہر وقت موجود ہیں۔ ہم پکارنے والے کی پکار کو سنتے ہیں بلکہ اگر اس کا دل کراہنے لگے تو جواب بھی دیتے ہیں۔ پس انکو چاہیے کہ سرتاپا ہمارے حکموں اور اشاروں پر طویل اور ہر حق الوسیع سعی کر کے ہم پر اعتماد بھی کریں۔ ممکن ہے کہ انکو راہِ حل جانے  
 ۵۔ تو تم کو ہر وقت سچے دل سے محسوس کرتے رہا کرو۔ پہر ہم بھی تمہارا خیال رکھیں گے۔

طیش دل کے زوال نے اسکے رہنے والوں اور خدا دوستی کے بڑے دعوے داروں اور شب زندہ داروں میں ایک الناک دوسری دل اور پریشانی خیال پیدا کر دی ہے۔ اسکا ہر کوخ و سجود، حقیقت ایک غم و پشیمانی اور محک کہ انگیزہ بیکار بن گیا ہے؛ (لَا تَكْفُرْ بِالْأَعْلَىٰ الْحَشِيِّينَ ۚ) (۲۵:۲) بڑے بڑے رسمی اولیاء اللہ اسکو برسوں تک نباہ کر اپنے آپ کو خدا سے ویسا ہی دور پاتے ہیں جیسا کہ روز اول میں تھے! اُدھر تجویدین دین کُھن، اور نبض شناسان عہد حاضر، اس نماز کو یورپ کے فراعنہ کبر و تکبر اور مبلغین فسق و شیطنت کے آگینہ تہذیب و جاہلیت کو ٹھیس نہ لگ جانے کی خاطر، ازمنہ منظم کی ایک جاہلی رسم اور فحش حرکت خیال کر رہے ہیں! اسکی اذانیں، محفل آرایان طرزِ جدید کے لطیف اور ناقص دماغوں میں، بے ہنگام اور تکلیف دہ صدائیں بن گئی ہیں! یورپ کا شیوہ حکومت آج اپنے ہیمنال تھکن اور خاموش تبلیغ سے اپنی مخصوص طرزِ تسلیم اور مصالحانہ دخل سے، اپنی باطنی بدستی اور ظاہر احسان سے، اصلاح کے دلفریب بہانوں اور تہذیب کے مشہور عُذروں سے محکوم مسلمانوں میں تفریح کا رنگ پیدا کر کے، انکی محبوب روایات اور مہتمم بالشان شعائر کی بیخ و بن یاد کو کھوکھلا، اور اسلام کی شانہ براندازی کا تماشا نہایت ٹھنڈے دل سے کر رہا ہے! اسکی پرفن اشاعتی تعلیم محکوم مشرق میں مذہب اور جماعت کو عمداً کا لہم کر رہی ہے۔ نئی پود کی کشمکش عصبت، اُن کے ہتھیارِ شان، انکی ملی خصائص اور حسداتی بزرگیاں حرفِ غلط بن کر رست رہی ہیں۔ اسلام کی مسخ شدہ تصویر کے بقیتہ الموت سب خط و خال علمِ جدید کی عاریتی اور خانہ سوز شعاع کے بالمقابل برف بن بن کر گھل رہے ہیں۔ مغرب کی شانِ مکروہ تکنت آج مشرق کی ہر خوبی کے متعلق اپنے معنی خیز استخفاف اور عیارانہ سکوت سے ہی سادہ لوح مسلمانوں کے دلوں پر مصالحانہ جھستال کر کے اُن کو اپنے دین سے، اپنی روایات سے، اپنے اعمال سے، اپنے ابطال اور اعظم الرجال سے، اپنے خدا سے قطعاً شامِ رہی ہے! مروت و درکنار، اسلام کی محفوظ اور محافظہ مہرِ صنفِ لطیف، یورپ کی آغوشِ لطف و مہربانی اس جیاسو

لہ! ہمیں شک نہیں کہ یہ نماز ماسوا ان لوگوں کے جنکا سببِ ایم و امید ہمارے ساتھ دہستہ ہو چکا ہے باقی لوگوں کے نزدیک بیگناہی بیگناہ ہے۔

سرعت سے ہمارے ہر ہی ہے کہ ہر صاحب نظر کی نگاہیں میں گڑی جا رہی ہیں! انا انجام شناس مسلمان نشتر تبلیغ کے ان متلب القلوب مرکزوں میں ایک ناقص اور سطحی، نظری اور بیکار کُن علم کی پتلی سی تہ چسکا کر تعلیم کے خوشنما تبرے اپنی ہی جسر کاٹ رہا ہے۔ اُدھر علمائے دین کی ماتم انگیز کرم علمی، علم و شہادت کے اس عہد حکومت میں اسلام کی ایک قطعاً ناقابل تسلیم اور مضحکہ خیز تصویر پیش کرنے میں بڑھ بڑھ کر قدم مار رہی ہے۔ الغرض دنیائے اسلام کے کشر اہم حصوں میں خدانے زمین و آسمان کے اس لشکر انگیز اور جہاں کشادین کا ہر باقی ماندہ اصول مغرب کے امتہ المکر کی ہشیار فریب چالبازوں، اور مشرق کے اجلۃ الجہل کی نارواضیہ کے باعث عجب تنہی مخول بن رہا ہے!

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا لَا تَتَّخِذُوا الَّذِينَ اتَّخَذُوا دِيَارَكُمْ دِينًا وَأَوْلِيَائِهِمْ أَزْوَاجًا ۚ إِنَّكُمْ مُوقِنِينَ ۝  
وَإِذَا نَادَيْتُمُ إِلَى الصَّلَاةِ اتَّخَذُوا هَاهُنَا دِينًا وَأَوْلِيَائِهِمْ ذَٰلِكَ يَأْتِيهِمْ قَوْمٌ مِّنْ لَّا يَعْقِلُونَ ۝ (۵۸: ۵۷: ۵۶)

اے ایمان والو! تم میں ان کے ساتھ جو مناسک دین کا متخیر نہیں، جو ان کی تخفیف و توہین کر کے مسلمانوں کو اس سے بیزار کرنے کی سعی کریں، کسی قسم کی دوستی اور موالات نہ رکھنے کو اتنا سے اتنی اور ایمان پر محمول کیا گیا ہے، اور صاف لفظوں میں بیان فرمایا ہے کہ ایسا کرنا ایمان کا جزو لا ینفک ہے۔ گو یہ جو شخص باجماعت اُن سے موالات اختیار کرتی ہو اس کے ایمان میں خلل ہے، اور اُس کے مومن ہونے کا اُدعا محض ٹپس ہے: (يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا لَا تَتَّخِذُوا دِيَارَكُمْ دِينًا وَأَوْلِيَائِهِمْ أَزْوَاجًا ۚ إِنَّكُمْ مُوقِنِينَ ۝) جو جماعت اس صورت حال کو دیکھ کر بھی ایسی جماعت سے شُرکاء رہتی ہے، جو اُس کے ساتھ تجارتی کا و با یا ر نہ نہ تعامل، مراہم حُب یا تعاون، برسر رکھنا کچھ عجیب نہیں سمجھتی وہ لا محالہ شدید العقاب خدا کی دوزخ کا کچھ خوف (اتقاء) نہیں کرتی، اُس کو اُس اجتماعی ضعف شکست کا کچھ باک نہیں رہا جس کا ایسی حالت میں امت پر خدا کے ہاں سے نازل ہونا قطعی ہے، اور اسی لیے ایسا اگرچہ کچھ ترقی، بلکہ کچھ مومن نہیں۔ جو قوم اتَّخَذُوا دِيَارَكُمْ دِينًا وَأَوْلِيَائِهِمْ أَزْوَاجًا ۚ إِنَّكُمْ مُوقِنِينَ ۝ کے نصب العین سے پرے ہٹ رہی ہے، جس کے اعمال امت کی اجتماعی قوت کو ضعف پونچھا رہے ہیں، اُس کا ایمان دینے رہنا انہوں نے قرآن بہت مشکوک ہے۔ مسلمانوں نے آج موالات کے معانی میں بھی غافیت وہ تاویلیں پیدا کر لی ہیں حالانکہ آیہ (۵۷: ۵۶) سے صاف ظاہر ہے کہ اس ترک دوستی سے غرض دشمن قوم کی مختصر تعلقین تعلیم کے اثرات سے محفوظ رہنا اور ضمانت اُن کو اس ترک دوستی کے باعث انتہائی مالی اور اقتصادی نقصان پہنچا کر اپنی قوت کو محفوظ رکھنا ہی ہے۔ حفظ نفس کا اصل اصول قرآن حکیم کے ہر ورق پر لکھا ہے۔ یہی اسلام کی اصلی تعلیم ہے، یہی ایمان و تقویٰ ہے اپنی انتہائی حفاظت کرنا اور دشمن کو انتہائی ضرر پہنچانا۔ اس دنیا کو خوش اسلوبی سے نبھانے کا وہ صراطِ مستقیم ہے جو جریدہ کائنات کے ہر شعبہ ہذا پر چلی حروف میں لکھا ہے۔ اُن کے مخلوق سے لیکر اعلیٰ سے اعلیٰ مخلوق تک سب اسی پر عمل پیرا ہیں، قانونِ فطرت کا لپ باب یہی ہے، یہی فِطْرَتَ اللَّهِ الَّتِي فَطَرَ النَّاسَ عَلَيْهَا ہے، یہی دین اسلام ہے اور یہی دفاعی حکمت علی الصلوة کے قیام میں مضبوطی ہے مگر اس موضوع پر مہبوط بحث کسی آئندہ صحبت میں کی جائے گی۔

اے ایمان کے دعوے دارو! اُن اہل کتابِ یہود و نصاریٰ میں سے جن کو تم سے پہلے کتاب الہی دی جا چکی ہے، جن لوگوں نے تمہارے دین اسلام کو ہنسی کھیل بنا رکھا ہے، نیز اُن لوگوں کو جو خدا کے سرے سے منکر ہیں، اپنا دوست نہ بناؤ، اور اگر تم سچے ایمان والے ہو تو خوفِ خدا کر کے اُن سے الگ تھلاک ہو، اور اُن سے میل ملاپ پیدا کر کے خود کشی نہ کرو! اور یہ تمہیں وہ قومیں ہیں کہ جب تم لوگوں کو نماز کی طرف بلاتے ہو تو یہ لوگ اُسکو ہنسی اور محول بنانے میں کوئی کسر اٹھا نہیں رکھتے، اور یہ اس لیے کہ ان ناسمجھوں اور بے وقوفوں کو نماز کی اہمیت اہمیت کا کچھ اندازہ ہی نہیں، یا محض تجاہلِ عارفانہ کر کے تمہارے دلوں میں ایسی اہمیت کو کم کرنا چاہتے ہیں۔

خود مساجدِ خدا کی مصنوعی حالت اس بلورانہ لالچِ اہمیت سے کہیں اترے! اُن کے صحنوں میں درزناک خموشیاں، اور محجروں میں ہولناک ویرانیاں ہیں۔ خدا کے نام لیواؤں کی ایک تعدادِ شیریں جتنی کے سوت آفریں ماحول میں خانہ نشین رہ کر، اس نماز کو، نہیں اس صراطِ مستقیم کی متفقہ درخواست کو، اگر دلوں کے اندر ہی اندر ٹرخا لیتی ہے، لیکن رب زمین و آسمان کیلئے دس قدم چلنا گوارا نہیں کرتی! سینوں کی کپٹ اور دلوں کی سیاہی کا یہ حال ہے کہ مساجد میں حاضر ہونے کے باوجود نماز کی جماعتی حیثیت تہا اور معنا نابود ہو گئی ہے۔ وہ مسجدیں اور آلتی و بارگاہیں جو کسی زمانے میں مسلمانوں کے سیاسی اجتماع اور دینی مواخا کی بچھڑتِ رنج نہیں ہو کر تھیں، جن میں اسلامی بہبودی کے ہر ممکن موضوع پر بے تکلف مباحثے اور دشمن سے عہدہ برآہونی کے بے خوف و خطر منصوبے سوچے جاتے تھے، وہ اعلانِ خدا کے تقاضائے آج باہمی رنج و حسد کے باعث غموشوں کے مقبرے بن گئے ہیں! ہر مسجد دوسری مسجد کے مقابل صف آرا، اور ہر دل دوسرے دل سے جدا ہے! فرعی خستِ ملاقات ہیں، عقائد کی ہولناک تفریق ہے، الفاظ اور لغات پر فرقہ بندیاں ہیں، پیش امام کا جہلِ محیط ہے، بیعتی کی بیکاری اور نامرادی کا جمود ہے! پھر پریشانیِ دل اور فکرِ حاش میں چند پے درپے سجدے ہیں، برسوں کی بھولی ہوئی باتوں کی یاد دہانیاں وسط نماز میں ہیں، پھر منافقت کے رسمی علیک سلیک، یا دو ایک سطحی مصافحے ہیں، پھر خانہ خدا سے نکل کر ان سجدوں کی رعونت، اور اُس عبادت کا

غور ہے! فاحش اور منکر خیالات بیش از پیش ہیں، تمام باقی وقت استیصال حریف، ٹھٹھری اور تنک ظرفی، اندائے خلق اور مد مقابل سے جھڑپ مول لینے ہیں صرف ہو رہا ہے گویا فلاح و نجات کا منشور یزدی خانہ خدا کی دہلیز پر پل چکا ہے!

زباہ مائے صبوحی بدامن عصمت

چہ دلغ شرم کہ نہماؤ۔۔ دروغ از تو!

قَوْلُ اللَّهِ الْمُصَلِّينَ ۝ الَّذِينَ هُمْ عَنْ صَلَاتِهِمْ سَاهُونَ ۝ الَّذِينَ هُمْ يُرَاءُونَ ۝  
وَيَسْتَعْجِلُونَ الْمَاعُودَ ۝ (۱۰۴: ۴-۵)

تو اسے لوگو! حیف ہی ان نمازگزاروں پر جو اپنی نماز کی اصلی غرض و غایت کو فراموش کر چکے ہیں، اور یہ وہ لوگ ہیں جو محض کھلا دے کیلئے نمازیں پڑھتے ہیں اور باہمی مصالحت اور تلافی اور رحمت کے سبق کو بیش نظر نہیں رکھتے۔ انکی باہمی کشمکش اسقدر بڑھ گئی ہیں، اور دل ایسے تنگ گئے ہیں کہ محبت تو درکنار وہ ایک دوسرے کو روز قہر کے برتنے کی چوٹی چوٹی چیرنے سے مدد کرنا بھی گوارا نہیں کرتے!

۴: آیت (۱۰۴: ۴-۵) سے ظاہر ہے کہ نماز کے ارکان اور دنیا اور اسکی غرض غایت یعنی مسامت اور مصالحت بین الناس کو فراموش کر دینا وہ عمل ہے جس کی خدا کے نزدیک کچھ وقعت نہیں، ایسی نماز محض ہوگا اور دکھلاوا ہے۔ درنہ الصلوة وہ نیتوں کو نیک، ارادوں کو بلند اور حوصلوں کو فراخ کر دینے والی شے ہے کہ انکے ذہنی انسان دوسرے انسان کے لینے ہر ممکن ایثار کرنے پر آمادہ ہو جاتا ہے۔ چہ جائیکہ ایسا شکر دلا اور کم حوصلہ ہو جائے کہ اسی مسامت (مثلاً ایک دوسرے کو روز کی برتنے والی مشابہت سے مدد دینا) بھی روانہ رکے۔ الصلوة کی اصل صلیح الایمان استعدا کا ذکر سورۃ المعارج میں بھی ہے:

إِنَّ الْإِنْسَانَ خُلِقَ هَلُوعًا ۝ إِذْ أَمْسَخَهُ الْفُجُورَ ۝ إِذْ أَمْسَخَهُ الْفُجُورَ ۝ إِذْ أَمْسَخَهُ الْفُجُورَ ۝ إِذْ أَمْسَخَهُ الْفُجُورَ ۝  
هُمْ عَلَى صَلَاتِهِمْ ذَاهُونَ ۝ (۱۹۰: ۲۳-۲۴)

تو! اس میں شک نہیں کہ آدمی پہلے ہی کم حوصلہ اور ہٹھولا پیدا کیا گیا ہے۔ اگر اسکو کسی طرح کا نقصان پہنچتا ہے تو اسے دانے کرتے لگتا ہے اور اگر ذرا سافانہ پہنچ جاتا ہے تو پیرے درجے کا بغیل اور سبب بن جاتا ہے البتہ وہ الصلوة کو قائم رکھنے والے لوگ جن کا پیش نماز اپنی فراخ حوصلگی سے دلوں کو سواہینا ہے اتفاقاً سے سے تشبہ میں اور یہ لوگ ہیں جو دم ہر کے لیے الصلوة کے پیش نماز کو نظر انداز نہیں کرتے (الَّذِينَ هُمْ عَلَى صَلَاتِهِمْ ذَاهُونَ)۔

الصلوة پر دیوست کر نیکی ہی معنی ہیں کہ ایک لمحے کے لیے بھی اسکی اہمیت کو بھولا نہ جائے، ہر دم نماز پڑھتے رہنا نہ ہو سکتا ہے اور نہ مقصود ہی یہ۔ علیٰ ہذا القیاس زیر بحث آیت (۱۰۴: ۴-۵) میں الَّذِينَ هُمْ عَنْ صَلَاتِهِمْ سَاهُونَ سے مراد نماز کے مضمون کو بھولا دینا یا اسکے ادا کرنے میں غفلت کرنا نہیں بلکہ نمازیں بکرنے کے منتہا کو بھولنا یا نامراد ہے۔ دونوں جگہ الْمُصَلِّينَ کا ذکر ہے بے نمازوں سے بحث نہیں اور اسی لیے آیت (۱۰۴: ۴) میں یُرَاءُونَ کہا ہے یعنی نمازیں تو پڑھتے ہیں مگر محض دکھلا دے کی۔ شاعرین قرآن نے ان معنی خیز آیات کا نہایت نفوٹ ترجمہ کر دیا ہے اور صلیت سے دور جا پڑے ہیں۔



إِنَّ الْمُتَّقِينَ لَنَجْعَلَنَّ اللَّهُ وَهُوَ خَادِعُهُمْ وَإِذَا قَامُوا إِلَى الصَّلَاةِ قَامُوا كَسَالَى  
يُرَاءُونَ النَّاسَ لَا يَكُونُ كَرُونَ اللَّهُ لَا قَلِيلًا مِّنْ بَيْنَ بَيْنَ ذَلِكَ لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ  
وَلَا إِلَهَ إِلَّا هُوَ لَا إِلَهَ إِلَّا هُوَ فَكُنْ لَهُ سَبِيلًا (۱۴۲-۱۴۳)

اسلامی جماعت میں نفاق والے والے اور فرقہ بند لوگ تو گویا اپنی ظاہر داری سے خدا کو دھوکا  
دینا چاہتے ہیں۔ حالانکہ حقیقت میں خدا ہی ان کی بد اعمالیوں کو ان کی نظروں میں اچھا دکھا دکھا کر  
انکو دھوکا دے رہا ہے۔ انکی نشانی یہ ہے کہ جب نماز کے لیے کھڑے ہوتے ہیں تو بیدلی سے او  
الکسائے ہوئے کھڑے ہوتے ہیں محض دکھلاوے کی نمازیں پڑھتے ہیں، ورنہ خدا کا احساس ان کے  
دلیں فی الحقیقت بہت ہی کم ہے۔ انہیں خدا کا یقین تو ہے نہیں، کفر اور ایمان کے بین بین بہر  
مذبذب رہتے ہیں۔ نہ پورے ادھر کے نہ اُدھر کے۔ سوچن کو خدا گمراہ کرنے انہیں کوئی مستقل طریق  
عمل کبھی نہیں ملتا۔

جب اسلام کے اس بہترین شعار، اولیٰ التیام جماعت کے اس بہترین چارہ کار کے متعلق مسلمانوں  
کی کار فرمائی کے یعنوان ہوں، افراد میں تفسیق و فساد، اور اتحاد میں یہ سطحیت اور نمائش ہو، یہ بے  
توجہی اور خدائے ذوالجلال کی جناب میں پنجوقتہ یہ صریح گستاخی ہو، بندگان خدا میں کفر و الحاد کی یہ طرح دہرائی  
اور خود داری کی یہ وضع بن گئی ہو، اللہ کے آگے ماتھا گر کر تا یہ باعث ننگ عار، اور بے روح سجدوں  
میں کبر و اذعان کی یہ شان ہو، جب نصب العین مفقود، اور مدعائے سوال کا عدم ہو، نہیں، جب سائل کو

یہاں پر الصلوٰۃ کا پیش نماز وہی اتحاد اور صلاح بین الناس ظاہر کیا ہے۔ نفاق پیدا کرنے والے لوگوں کی بات کہ ہے کہ نماز میں ایسے  
ہوئے شامل ہوتے ہیں ایسے کہ الصلوٰۃ کا مطلق نظر تھا وہ اور یہ لوگ تفریق پیدا کرنے کے درپے ہیں بدیں وجہ نماز ان کو کچھ پہلی نہیں لگتی۔  
ابن کی نمازیں بھی ایسے محض دکھلاوے کی ہیں۔ یعنی غرض لوگوں کو دھوکا دینا ہے۔ پُر اذنی کا نقطہ یہاں پر آیا ہے۔ اور صاف ظاہر ہے کہ اس  
سے مراد یہاں بھی دکھلاوے کی نماز پڑھنا مراد ہو جیسا کہ پیشتر کی آیت (۶۱۱) میں دعویٰ کیا تھا عبرت کا مقام ہے کہ آج عالم اسلام میں کتنے  
لوگ ہیں جو نماز میں ایسے ہوئے شامل ہوتے ہیں، اور ان سے متاثر ہو کر وہ کس گروہ میں شامل ہیں جس کی بات یہ آیت سے نکالے گیا ہے:  
إِنَّ الْمُتَّقِينَ فِي الدَّرَجَةِ الْأَعْلَىٰ مِنَ النَّارِ (۱۴۵) یعنی جماعت میں نفاق پیدا کرنے والے لوگ جہنم کے سب سے نیچے درجے میں  
ہوں گے۔ فاعتبروا۔

ضمناً یہاں اس بات کا فیصلہ بھی ہو گیا کہ منافقوں کی سی نماز پڑھنا ذکر خدا قطعاً نہیں ہے (وَلَا يَكُونُ كَرُونَ اللَّهُ لَا قَلِيلًا) نہیں بلکہ ذکر  
سے مراد تسبیح چلانا بھی نہیں بلکہ وہی خدا کا کشتاد دل میں لگائے رکھنا ذکر خدا ہے۔

سوال کی خبر اور منہم سے سوال کا رخ بھی نہ ہو، جب اعمال قطعاً نابود، انعام کا جس نازل، اور سعی سے سقد  
گریز ہو تو پھر خدا سے کیا شکایت ہو کہ جس ہے اور صدیوں کی خواب آفرین مہلت، اور شوکتِ جہنم  
کے بعد یہ ناگہاں عذاب کیا ہے! ۱۱

فَلَمَّا سَوَّاهُ وَابْنَاهُ فَخَنَّا عَلَيْهِمُ ابْنِ آدَمَ كُلِّ شَيْءٍ خَلْقًا إِذَا فِرْخُوا إِذَا دُونًا  
أَخَذَ لَهُمْ بَغْتَةً كَإِذْ أَهَمُّ مُبْلِسُونَ ۝ فَقَطَّعَ دَابِرَ الْقَوْمِ الَّذِينَ ظَلَمُوا وَالْحَمْدُ  
لِلَّهِ رَبِّ الْعَالَمِينَ ۝ (۲۴:۶-۲۵)

پھر جب یہ امت رفتہ رفتہ اُس تمام دستورِ عمل کو بھول گئی جو ہم نے اُنکو کبھی اچھی طرح یاد دلایا تھا۔  
تو ہم نے بھی اُنکو اور مغالطے میں ڈالنے کی غرض سے اُنپر تمام دنیاوی نعمتوں کے دروازے چوڑے  
کھول دیئے، یہاں تک کہ جب وہ اُن نعمتوں کے نشے میں اچھی طرح مست ہو گئے اور یقین کرنے  
لگے کہ یہی سب برحق عملِ فرمودہ خدا ہے، اور ہم ہی اس نیا کے اندر خدا کے چاہیتے ہیں، تو ہم نے  
ایک لخت اُنکو آویزاں کیا۔ اور عذاب کا آنا تھا کہ اب وہ بے آس ہیں اور ہمارے حضور میں کراہ رہے  
ہیں۔ پھر کیا تھا اُس ظالم قوم کی جرکات کر رکھی گئی اور اس پروردگارِ عالم کا شکریہ  
کہ ان نااہل لوگوں کا قصہ پاک ہو گیا!

وَقَالَ رَبُّكُمْ ادْعُونِي أَسْتَجِبْ لَكُمْ إِنَّ الَّذِينَ يَسْتَكْبِرُونَ عَنْ عِبَادَتِي  
سَيَخْلُقُونَ جَهَنَّمَ دَاخِرُونَ ۝ (۹۱:۴۰)

لوگو! پروردگار فرماتا ہے کہ میں پکارا کرو۔ اگر ضربِ دل سے ہمیں پکارو گے تو تم ہماری دعوتیں  
بھی قبول کر لیا کریں گے لیکن جن لوگوں نے اپنے آپ کو بڑا سمجھا اور غور کے بارے ہم سے سرتابی  
کی اُنکو ہم عنقریب ذلیل و غوار کر کے جہنم وصل کر دیں گے۔

لیکن الصلوٰۃ کی ماہیت کے متعلق جو عبرت انگیز تنبیہی حکم رسول کریم علیہ التحیۃ والتسلیم کو منافقین بن  
کی ریشہ دوانیوں سے آگاہ کرنے، اور مساجد کو تصرفِ قبیح سے باز رکھنے کی غرض سے نازل ہوا تھا بجائے خود  
نماز کے فلسفے کی بہترین تشریح تھا۔ دینے سے چار میل باہر قصبہ قبا میں بنی عمرو بن عوف کے محلے میں ایک

۱۱۔ ظالم کے صحیح مفہوم کے متعلق ایک بیروہا مشیہ آگے چل کر صفحہ ۲۵۵ پر گرا ہے، یہاں صرف اس قدر کہنا ہو کہ فَقَطَّعَ دَابِرَ الْقَوْمِ الَّذِينَ ظَلَمُوا کے الفاظ سے ظاہر  
ہے کہ ظالم قوم کی ہلاکت قطعی ہے جیسا کہ صفحہ ۸۱-۸۲ پر آچکا ہے۔

سجد تھی جسکے محل وقوع پر پیغمبر اسلام نے مکے سے ہجرت کے چند روز بعد تک نماز پڑھی تھی اور بعد ازاں  
یہ مقام تعظیماً مسجد میں تبدیل کر دیا تھا۔ محلہ والوں کی ایک شریر سلمان ناجامعت نے اسلام میں نفاق ڈالنے  
کی غرض سے ایک اور جماعت اس مسجد قبا کے بالمقابل اس غریب کھڑی کی کہ بیاروں اور مسند و ردوں کو  
آسانی ہو، مگر نماز اول کی امامت بطور فستلح خود صاحب شریعت سے کرانی چاہی کہ ضد میں کس باقی نہ رہے  
اللہ کے اُس نکو کار و نکو سگال رسولؐ نے وعدہ کیا کہ جنگ تبوک سے واپسی پر یہی مسجد میں نماز پڑھ کر  
شہر میں داخل ہوں گے، مگر وہ دانائے اسرار قلوب اور محافظِ اسلام خدا جسے نماز کی بنیاد میں نبیوں  
کے تالیف قلوب اور حقیقی اتحاد کی اہم حکمت عملی رکھی تھی، جسے نماز کو استحکام جماعت اور عالم آراخت کا  
بہترین پیش خیمہ قرار دیا تھا، اس غیر مجاز وعدے پر برہم ہو گیا، اور ارشاد ہوا کہ جس مسجد کی وجہ بنا  
پر آگندگی امت اور تفریق جماعت ہو، جو مسجد تقویٰ کے حقیقی منہا اور عبودیت کے صحیح مطمح نظر کے  
مخالف ہو، اور اسلامی جماعت کو اشتات و انتشار کے جہنمی گرہ کی طرف لیجاوے اس میں تیرا ایک لمحے  
کے لیے بھی کڑھونا مملکت ہے!

وَالَّذِينَ آمَنُوا مِنَّا ذُكِّرُوا وَكُنُفًا أَوْ تَفَرُّوا يَأْتِيَنَّ الْمُؤْمِنِينَ وَاِزْصَادًا لِّمَن  
حَارَبَ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهُ مِنْ قَبْلُ وَلِيُخْلِفَنَ اِنْ اَرَادْنَا اِلَّا الْحَسَنٰى وَاللّٰهُ يَهْدِي لِقَوْمٍ  
لِّكٰذِبُوْنَ ۝ لَا تَقُمْ فِيْهِ اَبَدًا لِّسَيِّئِ الْاَسْسِ عَلٰى التَّقْوٰى مِنْ اَوَّلِ يَوْمٍ اِذْ اَخْبَرْنَا  
تَقُوْمَ فِيْهِ فِيْهِ رِجَالٌ يَّحِبُّوْنَ اَنْ يَّنْظُرُوْا وَاللّٰهُ يُّحِبُّ الْمُطَهَّرِيْنَ ۝ اَقْسَنُ  
اَسْسَ بَنِيَّانَكَ عَلٰى تَقْوٰى مِنَ اللّٰهِ وَرِضْوَانٍ خَيْرٌ اَمَ مَنْ اَسْسَ بَنِيَّانَكَ عَلٰى  
شَفَا جُرْبٍ هَآرِفًا نَّارِيْهِ فِيْ نَارِ جَهَنَّمَ وَاللّٰهُ لَا يَهْدِي الْقَوْمَ الظّٰلِمِيْنَ ۝  
لَا يَزَالُ بُنْيَانُهُمُ الَّذِيْ بَنَوْا رِيْبَةً فِيْ قُلُوْبِهِمْ اِلَّا اَنْ نَّقْطَعَ قُلُوْبَهُمْ وَاللّٰهُ  
عَلَيْهِمْ حٰكِمِيْمٌ ۝ (۹: ۱۰۷-۱۱۰)

۱۔ ان آیات الہی سے ظاہر ہے کہ جماعت کے اندر نفاق پیدا کرنے والے اور فرقہ بند لوگ قرآن حکیم کی مطلق مہطلح میں ظالم ہیں، اور ایسے آیات  
(۵۹: ۱۲۸) و (۱۶: ۱۰۷) صفحہ ۱۶ یا آیت (۳۵: ۱۶) صفحہ ۲۵۲ کے رو سے انکی اجتماعی ہلاکت قطعی ہے۔ ایسے لوگوں کو ظالم اس لیے کہا ہے کہ وہ



اس بات کا خدا گواہ ہے کہ یہ جھوٹے ہیں! تم اس مسجد میں بزرگ بھی نماز نہ پڑھا، بلکہ کھڑے بھی نہ  
 ہونا۔ یہی مسجد جسکی بنیاد و مزا اول سے ہی اختلاف امت اور خوف خدا (تقوے) کو پیش نظر رکھ کر  
 ڈالی گئی تھی اسکی اہل ہے کہ تم انہیں امامت کیا کرو۔ اسی مسجد میں ایسے لوگ موجود ہیں جو طہارت نفس کو  
 پسند کرتے ہیں، اور اللہ تو حقیقت میں دل صاف رکھنے والے لوگوں کو پیارا کرتا ہے۔ بہلا جس شخص  
 نے اپنے تمام اعمال کی بنیاد خوفِ اعظم الحاکمین اور خوشنودی خدا پر رکھی وہ اچھا ہے یا وہ کم نعت  
 جس نے اپنی عمارت کی بنیاد تفریق و انتشار کے ایک کھوکھلے گڑھے کے کنارے پر رکھی  
 اور جو بعد میں اسکو جہنم کی آگ میں لے گری۔ اور اللہ تو تفریق پیدا کرنے والی ظالم قوم کو کسی مستقل  
 طریق عمل کی طرف ہرگز راہنمائی نہیں کرتا۔ یہ مسجد جو ان لوگوں نے تفرقہ آرائی کی غرض سے تیار کی تھی  
 اب معنوں کی بجائے خود اپنی کے دلوں میں جو رسید کر دی گئی۔ یہاں تک کہ ان سب کے دل ٹکڑے ٹکڑے  
 ہو جائیں گے۔ اور ایک ایک کا دشمن بن جائے گا، اور اللہ تو بڑا واقف حال اور صاحبِ حکمت ہے۔

(بقیہ بحث اسن صفحہ ۲۵۶) اُترنے سے روکنے کا کوئی مؤثر ذریعہ رہ گیا ہے تو ہی جو خود فخرِ سل اور سید کائنات علیہ الصلوٰۃ والسلام نے اپنی میں چٹا  
 میں تجویز کیا تھا اور وہ یہ کہ ایسی سب سے بد کو بلا اتفاق آتشیں مطہر سے کراہت کو نفاق کی مشیطانی آرایش سے ایک فہرہ پاک صاف کر دیا جائے۔  
 اور فیہرہ جال یخبتون آن یخطفہم ذلک (۱۰۸:۹) کا مصداق بن کر از سر نو واللہ یحبب المظاہرین (۱۰۸:۹) کا انعام حاصل کیا جائے۔ مگر نہیں  
 تو اُترت کے منافقوں کو نکال دینا چاہئے کہ یہاں کا مطہر تو آگے چل کر ملنا ہی ہے۔

لیکن بڑی بات جو مذکورہ صدائیات ضرر (۱۰۷:۱۰۹-۱۱۰) اور بالخصوص آیہ واللہ یحبب المظاہرین (۱۰۸:۹) سے مستنبط ہوتی ہے یہ ہے کہ  
 از روئے اسلام خدا نے عظیم کے نزدیک سچی طہارت دلوں کے تفریق و نفاق سے پاک صاف ہونے کی طہارت ہی ہے، اور یہی اس کے  
 مال محبوب بھی ہے۔ بدنی صفائی کا ذکر ان آیات میں متا نہیں آیا۔ تمام بحث صرف کفر یقیناً بکفر المؤمنین کے متعلق ہو رہی ہے۔ اسلئے  
 طہارت کا الہی مفہوم صاف ہے۔ جن لوگوں نے واللہ یحبب المظاہرین سے صرف طہارت بدن مقصود سمجھا اپنی زندگیاں استخوانوں کے دست کرنے  
 اور ڈھیلوں کو نہایت خوش اسلوبی سے آراہ کرنے میں وقف کر دی ہیں۔ اور اختلافِ قلوب اور اتحاد کی اہم حکمت کو غور ضروری سمجھ لیا ہے۔ ان کو  
 یہ آیات بہ اعلانِ نظر دیکھنی چاہئیں! اس میں شک نہیں کہ بدنی صفائی اور بالخصوص طہارت ایک نہایت ضروری اور فہم شدہ ہے۔ جسمانی صحت کا  
 اکثر انحصار اسی پاکیزگی پر ہے، اور جن قوموں نے اس کی طرف کما حقہ توجہ نہیں کی وہ آج اسے بُرے نتائج نہایت التزام سے بھگت رہی ہیں!  
 بلکہ بدن صاف رکھنے والی قوموں کی عام جسمانی بہتری کو دیکھ کر آپر رشک کھا رہی ہیں۔ لیکن بالانہہ ان فروعات کو نفسِ سہام بھکر سارا روزگاری  
 رسمی تکمیل پر صرف کر دینا اور اہم اور امر کے متعلق خالی الذہن ہو کر اصل میں سے غافل ہو جانا بھی وہ غلو فی الدین ہے جسکا نتیجہ آج مسلمانوں کے حق  
 میں برا ثابت ہو رہا ہے۔ قرآن حکیم نے دن میں پانچ وقت وضو کرنے کی حکمت کو اتمام نعمت کہا ہے (دیکھو بحث اسن صفحہ ۲۱-۲۲) آیہ (۵:۵) اور  
 ہو کہ پاکیزگی بدن کی توفیق ہی ایک خدا و انعام ہے جو ہر قوم کو حاصل نہیں۔ قرآن کی تمام تعلیم کا نفاذ ہر نوع اور ہر حال قل اکثر دینی بالحق صراط (۲۹:۱۰) صلوٰۃ  
 (۲۰:۱) اور کذا آقاؤ ابنی بالحق صراط اللہ (۱۳۵:۴) کی عام حکمت کے تحت رہ کر ہی اس کے کسی اور معنی میں قسط و اعتدال کو اٹھ سے چوڑوینا  
 یا اسکی تکمیل میں حد سے تجاوز ہونا بھی فی حقیقت اس تعلیم کے منہا کی تغلیط کرنا ہے۔ آج جہاں اقوام مغرب و ایشیائی، اسلام کو بعض معنی اور بونہاں بیماریاں ہمارا  
 بدن کے دھونیکے باعث لاحق ہو رہی ہیں، ایک مثالوں میں لازماً سوک نہ کرنے اور کسانیکے بعد بکلی نہ کرنے ہی کا جزا نہ محکمہ فطرت سے ہوں معمول کر لیا ہو کہ  
 عہدِ انصاف اسوجہ کا کہ جہاں ازلیہ عظیم الشان انعام دے گا خاتمہ نہایت عزیز اللہ تو بڑا واقف حال اور صاحبِ حکمت ہے۔

جب تبوک سے واپس پہرے تو سرور کائناتؐ نے مالکؓ اور معینؓ بن عدی کو حکم دیا کہ جا کر اس مسجد میں لگ لگادیں!

۵ امامت جس کا جلیل القدر اور عالم انگیز منصب کسی زمانے میں نبوت کا شاہد خاص الخاص ہو کرتا تھا، جسکو اس زمین پر غوش اسلوبی سے بنا بنے کیلئے آسمان سے تقرری ہوتی تھی! جب کائنات کے وحید خالق خدا کو اس دنیا میں اسلام کے بال سے باریک اور تلوار سے سواتیز صراط مستقیم پر بحفظ تمام چلائے رکھنا تھا، جسکے حاصل کرنے کی شرط فریاد امتحان خدا میں کامیابی تھی! جس سند علی پر ابراہیم ایسا حصا الایمینی والابصار (۲۵:۳۸) نبی مدۃ العمری وعمل اور روح فرسا بصیرت کے بعد ممکن ہوا تھا، جس مقام میں کوشش اور بے زور عمل پالینا رب امتحان طلب کو اپنے دوست کی اولاد کے لئے گوارا نہ تھا!

وَاِذْ اٰتَيْنَاكَ الْوَحْيَ وَرَبُّكَ يَكْلِمُكَ ۚ فَاتَّبِعْهُ ۚ قَالَ لَنِي جَاعِلُكَ لِلنَّاسِ اِمَامًا ۚ قَالَ وَبَيْنَ ذٰلِكَ ۚ عَهْدُ الظَّالِمِيْنَ ۝ (۱۲۳:۲)۔

اور اے ساکنان زمین! کیا تم کو وہ لشکر انگیز زمانہ یاد ہے جب خلاق زمین و آسمان اور صنایع کون و مکان تعالیٰ نے بعض مہمات امویں ابراہیم علیہ السلام کا امتحان لیا، اور اس آزمائش کو پیش نظر رکھ کر انکو سخت امتحان دلا، لیکن جس جلیل القدر نبی کے غم صمیم نے ان سب امور کو جو حسن و پور کھلایا، قورب ذوالجلال نے غوش ہو کر اپنی بنیاد پر حکم دیا کہ اے ابراہیم! میرے ہاں تمہارے سعی و عمل کو دیکھ کر فیصلہ ہو چکا ہے کہ میں تم کو ساکنان زمین کا امام اور پیشوا بنادوں! (تم کو یہ منصب مبارک ہو اور تم اس پر ایک تہ مدد تک فائز ہو) ابراہیم نے فرط انبساط کے مضطرب ہر نفس کا اسے حضور! یہ منصب بدستور میری اولاد میں بھی جاری رہیگا! خدا نے امتحان طلبنے فرمایا کہ ہمارے اس اقرار میں وہ خدا و خلق ہونگے جو ہماری اصطلاح میں ظالم نہیں ہوں گے۔

(تمہ تحت مہتمم صفحہ ۲۵) تمام منور کے دانت ہمیشہ کیلئے بگڑ گئے ہیں، وہاں مسلمانوں کے انجام طہارت میں تو عمل کا اکثر نتیجہ ہوا ہے کہ ہر شخص فقہ کے چند مسئلے مسائل عمل کر کے اپنے آپ کو پکا مسلمان سمجھ لیتا ہے اور اصل دین سے قطعاً غافل ہو گیا ہے۔ امام مجتہد کے نزدیک آج مسلمان ہی وضو کو نہایت صورت پر کر لینا، پانی کو بالوں کی جڑوں تک پونچھنا، ضروری بالوں کو در کرنا، اور ہتھکڑوں کی نہایت بدایت و بیجا بیانی سے تکمیل کر لینا نام پر گنجی ہو، اسلام کی روح انکی تعلیم سے ہٹا کر نکل چکی ہے۔

۴ سورہ من کی آیہ کا ذکر عندنا آراہیم و یوسف و یعقوب اذلی الا یبکی فی الا بصار (۲۵:۱۳۵) کی طرف اشارہ ہے۔ یعنی اے محمد! ہمارے بندوں ابراہیم، یوسف اور یعقوب کا ذکر اذکار کیا کہ یہ لوگ فی الحقیقت بڑے صاحب دست قدرت (افعی الا یبکی فی) بڑے باخبر اور صاحب فضل بند (واذا بصار) تھے، گویا انکے بیٹاں علم و عمل کو بچھو انکو یہ لقب دیا۔

۳ جس حیرت انگیز کلماتی ناوانی اور طاغوتی تجاہل سے شاہین قرآن نے آسمانی وحی کے ان الفاظ کا مفہوم بیان کیا ہے، جو یا سوز اور شرم پاش شرطیں حضرت ابراہیم علیہ السلام کے منصب امامت پر مقرر ہونے کی بیان کی ہیں، جس رد انگیزہ رسمی سے انہوں نے فاطمہ زہراؑ میں آسمان کی تسلسل انسانی کی طرف

ہاں جس عہدِ جلیل چسب دیوں کے عزل والتوا کے بعد عرب کا اولوہم شرم نبی اور آل ہرہیم کا بہترین  
 رکن فائز المرام ہو کر ختم رسالت کی ٹہر ابد الابد تک ثبت کر گیا جس اوج مرتبت اور سراج اتم کا اہل نبوت  
 کے بعد فاروق عظمیٰ جیسا عظیم المثال شخص سراپا تھا، جو مقام بلند کسی زمانے میں مجاہدین اسلام  
 اور سپاہیانِ خدا کے لیے مختص ہو چکا تھا، آہ! اُس امانت عظمیٰ اور اُس مومینیت کبرے کو آج اُمت  
 کے گدیہ گر سنبھال رہے ہیں! اہل زود قوم کا سبے ناکارہ، سبے بزدل، کم حیثیت اور کم علم، فرقہ بند اور  
 محتاجِ ترغیظ، اس عہد سے پر فائز القنوط ہے۔ عجز و سکنت کا ماحول پیدا کر رہا ہے، اجل و جمود کا اشتہار  
 دے رہا ہے، تفریق و انتشار کو ثواب سمجھ رہا ہے، شدید العقاب خدا کی سزا کو جزا کہہ رہا ہے، عذاب کے  
 انعام بتا رہا ہے، اور کذبِ غلط کی بیجا منادی کر کے اُمت کو ہلاکت کے قعرِ عمیق کی طرف گھسیٹ رہا ہے!  
 اُمتِ مرحومہ کا فقدانِ فہم و عقل اس غلط انتخاب کے بارے میں آج اس کمال تک پہنچ چکا ہے کہ جہاں  
 کسی ادنیٰ سی ادنیٰ دنیاوی حکومت سے تعبد کا انہار حاکمِ وقت کے بڑے منظورِ نظر اس کے بڑے سے  
 بڑے کارندے، اُس کے با اثر کارکن، اُس کے مشہور تر جاں باز اور سر فروش کی سیادت میں کرتے ہیں!

(بصیرتِ لہن صفحہ ۲۵۸) اس آخری مکتوب، اس ذکرِ کَرِّ اللہِ عَلَیْہِمْ کی منشی پدید کی ہے، اسکو دیکھ کر اگر آسمانِ زمیں کھپا اُٹھیں تو کچھ عجب نہیں  
 رسولِ خدا کی اس نام لبو اُمت پر آسمان ٹوٹ پڑے تو کچھ در نہیں! شامین کا ایک بڑا گروہ انبئی اَزْہِم دُجَّہ بچکنہ کی تشبیح میں باہنی جاسو زجالت اور  
 تلافی بکبر کے باعث اس طرف گیا ہے کہ حضرت اپنے بدن کو خاص تہیاب سے پاک صاف رکھتے تھے، زیناف کے بال نہایت صفائی سے جو کہتے تھے  
 وضو کے سب ارکان خوش سہلوی سے ادا کرتے تھے، واڑھی کو شریعتِ ابراہیمی کے مطابق کرتا تھے، مونچوں کو بڑا کر رکھتے تھے، ناسن بڑھا  
 تھے، خستہ اُنہوں نے کر رکھا تھا، پانی سے استنجائے اُن کا مشیوہ خاص تھا، ان امورِ مہمہ کے علاوہ حضرت کو توجیر کے کلمے اور عقائدِ ابراہیمی خوب نیک  
 زبان تھے، وغیرہ وغیرہ۔ ابراہیم علیہ السلام نے ان احکام کی تعمیل ایسی مدگی سے کی، بدن کو زائد بالوں سے اس خوش سہلوی اور پاکت سے صاف کرنا  
 واڑھی ایسی خوب صورت اور منشرع بڑھائی، اسکی پردش اور اچھی جھینگی میں اس طرح دن رات مشغول رہے کہ خدا نے رضامند ہو کر ان کو لوگوں کا امام  
 بنادیا! اس منصبِ علی کو خوش بخوش منظور کرتے ہوئے حضرت نے بتقاضائے جبلت جا اُکدان کی نسل بھی اس انعام سے محروم نہ رہے۔ خدا نے  
 اس رعایت کو بھی منظور فرمایا لیکن صرف ظالموں کو مستثنیٰ کر دیا! <sup>بیکھنے کے لفظوں میں</sup> خافِ اُسُوف سے آج تک امامت کی پرستشیں برابر جاری رہی ہیں اور ابراہیم علیہ السلام کی  
 ذریت میر جبر کے مجروح میں موجود ہے۔ اگر اگلے میں آسمان کے اوصاف میں حلم و درگزر کا ناپید اکنار غصہ شامل نہ ہوتا تو صرف اس آیت الہی کی تشبیح  
 شامین قرآن کی سطح زمین پر سے ہیج و دنیا و اکیر دینے کیلئے کافی تھی لیکن یہ اسکی طرح کا ایک منظر ہی ہے جو اسکے باوجود فوری گرفت نہیں ہوتی اور غصہ  
 جو چاہتا ہے اسکی شان میں بے خوف خطر کہے جاتا ہے۔ یہاں پر ایسے آئے کے لفظ سے صاف ظاہر ہے کہ ابراہیم علیہ السلام کا آسانی امتحان کوئی بڑی ست، ہی اور کڑی  
 سے کڑی آزمائش ہوگی، کوئی صبر نہ اور تاب گسل تکلیف ہوگی، وہ آزمائش بھی لامحالہ اس قطع کی ہوگی کہ اُسیں کُور اُتزان (کَا تَمَّوْنَ) اُنکو بلیق خدائی پیشوا کی  
 رہبری کا اہل بنانا ہوگا، پس جب وہ ایک طولِ طویل اور مزہ و گداز سعیِ عمل کے بعد قوم کو شرک کے ظلمِ عظیم سے نجات دلا چکے، جبچہ غفلت اور نااہلی مشاسیوں کی



اُسی کو سرخیل اور رئیس و سرد بنا کر اپنی معروضات پیش کرتے ہیں، اُس کو پیش پیش رکھ کر اپنی ارزش انگیز اور  
 دل آسان سازندگیوں کا اظہار کرتے ہیں، وہاں حاکمِ زمین و آسمان کی اس زبانی اور سطحی و دودلی اور شرکانہ عبادت  
 کو ٹرخانے کی غرض سے اپنی نگاہوں میں سب کچھ مایہ اور سینوا، محتاج اور ذلیل شخص کو اگر کمزور و ناتوانی،  
 فرض کر کے اُسکی نیچو قہ پیشی اور عرض گنداری کے لیے منتخب کر رہے ہیں! ہاں لیکن جس قوم کا  
 نصب العین جہان بانی اور خداوندی، قوت اور عزت سے بہت کرگداری اور غلامی محکومیت اور خوشامد  
 تعبد ماسوا اور تعلق غیر کی طرف منتقل ہو گیا ہو۔ اُس کے مرشد و رہبر بالآخر یہی پھک منگے بن  
 جائیں تو اور کیا ہو!

فَبَذَلُ الَّذِينَ ظَلَمُوا مِنْهُمْ قَوْلًا غَيْرَ الَّذِي قِيلَ لَهُمْ فَأَرْسَلْنَا عَلَيْهِمْ رِجْزًا  
 مِنْ السَّمَاءِ بِمَا كَانُوا يَظْلِمُونَ ﴿۱۶۲﴾

تو لوگو! اس امت میں سے ناحقیت شناس اور اپنے اوپر ظلم کر نیوالے گروہ نے خوشحالی اور امن کے اس  
 عظیم کو جو انکو سکھا دیا گیا تھا بلکہ کچھ اور ہی رویہ اختیار کر لیا، اور اُس تعلیم کو کیسے فراموش کر دیا تو ہم نے بھی  
 اُنکے اس ظلمِ عظیم کی پاداش میں آسمان سے بلا اتاری اور انکی سب غفلت خاک میں ملا دی۔

(تقریباً تحت المتن صفحہ ۲۵۹) ظلمتوں نے حکمرانوں کے ذریعہ طرف آگئی اور اُنکے رہنمائے بھی قوم کی ایذا رسانیوں کو صبر و تحمل سے برداشت کیا، دشمن سے سپہم جہا  
 بالسیف کیے، جان کچھ کچھ خلق تک پہنچی مگر سچی دہل کو نہ چھوڑا تو خدا نے بھی انکو اپنی قوم کی پیشوائی اور امامت کا منصب عطا فرمایا، بادشاہت  
 زمین دی، نبوت سے سرفراز کیا۔ اولیٰ الہٰی کی ذی کلالہ کا (۲۵۳) صفحہ ۲۵۸ کے الفاظ سے یاد دہاؤ! غیر اہل بیت علیہ السلام نے امامت کی اس مہمیت علمی کو  
 پا کر طبائیہ چاہا کہ پیشوائی خلق کا یہ منصب اعلیٰ انکی اولاد میں بھی برسرار رہے لیکن خدا نے ظالم قوم کو اس منصب سے ہمیشہ کیلئے محروم کر دیا۔ ظلم کی بعض اہم شقوق کی  
 تشریح کافی طور پر صفحہ ۲۵۵ و ۲۵۶ کے تحت المتن میں گذر چکی ہے جس سے ظاہر ہے کہ خدا نے عزوجل نے فرمایا کہ ابراہیم! تم بلاشبہ اس منصب کے اہل ثابت ہو  
 ہو لیکن میدان جنگ میں ہم کہہ لے لے لے اور ناموسی ظالم کر نیوالے ظالم، کچھ ایمان دانے اور نزول بنے رہنے والے ظالم، امیر جماعت کی نافرمانی کر کے عجات  
 کو شکست و ریخت کی طرف گسیٹنے والے ظالم، جماعت کے اندر تفریق پیدا کرنے والے ظالم وغیرہ وغیرہ۔ اس عہد خداوندی اور امامت کو ہرگز نہ پاسکیں گے۔ بادشاہت کا  
 منصب مجسے دی قوم ملتی ہے جس میں یہ خاصیتیں نہ ہوں اور ظلم کا رقوم کی ہلاکت تو ایک طے شدہ امر ہے! (دیکھو صفحہ ۲۵۹ تحت المتن)۔

صدیہ اسلام میں مسجود کے اندر امامت کا منصب بھی اسی اہل بیت کی امامت کی تجدید کا ایک خطر تھا، قرن اول کے مسلمانوں کی خدائی فوج میں پانچ وقت کسی حبیب اللہ  
 مجاہد کی پیشوائی اور امامت میں سپہ سالارِ عظیم کے رد پر پیش ہوتی، اُسکے استثناء علیہ پر حاضر ہو کر اطاعت کے دلوں میں جھک جھک پڑتی، بہتر سے بہتر شخص اس ریت  
 کیلئے منتخب ہوتا، مسجد نبوی کے اندر رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم اپنی حیات میں اس منصب کے فرائض خود ادا کرتے رہے، باقی مسیحی کی امامت کیلئے اکثر شری صابر کرام سے جکا علم کل پیشال ہوتا  
 تھا، وہاں کچھ مدت پہلے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کا حضرت ابو بکرؓ کو امامت کیلئے مقرر کرنا بھی عوام کی نظر میں اُنکے بعد اُنکے پیارین بننے کا اہم اہم گمان تھا۔ بغرض ان قوتوں نے بادشاہت  
 خلافت اور امامت ایک شے تھی، شایفہ وقت خود امام عظیم ہوتا تھا، اُسکے مقرر کیے ہوئے امام صحیح منوں میں اولو الامر تھے، انہیں بلکہ شخص اول الامر  
 مقرر ہوتا تھا! اس پر امامت کا فرض بھی ادا کرنا ضروری تھا۔ بادشاہان سلف نے صرف ایک صد تک اس اہم رواج کی متابعت کی لیکن رفتہ رفتہ امامت کی



تھی، منعم علیہ نجات کی طمع تھی، مفضوب علیہ نہ بننے کا خوف تھا! اسی بیم ورجا کی تڑپ میں قومے اور قعدے تھے، اسی کے اضطراب میں رکوع و سجود تھے، اسی کی تڑپ میں شام و سحر، فراغت اور شغل میں، سوتے جاگتے سلام تھا، اسی اجتماعی ہلاکت کے خوف میں شب روز سعی و عمل تھا، دنوں کو جہاد بالسیف تھے، چیتھڑوں کے پرتلوں میں حائل کی ہوئی تلواریں تھیں، رسیوں سے مرمت کیے ہوئے نیزے تھے، راتوں کو کوچ اور اسکی جناب میں کراہیں تھیں، بستروں سے پہلو آستانہ ہوتے تھے: **يُتَجَاوِزُ جُنُودُكُمْ عَنِ الْمَضَاجِرِ بَعْدَ عَمَلٍ**

سلا مطالب کے لئے دیکھو تحت المتن صفحہ ۲۴۶۔

(تحت المتن صفحہ ۲۶۱) صفحہ ۱۸۲-۱۸۳ اپنے اندر قائم رکھنا (آیہ ۵۴:۲۲) و (۵۳:۲۳) صفحہ ۲۲۷ (صراط مستقیم ہے ۲۲) قوم کی ہتھی کے لئے ایشار مال کرنا (آیات ۴۳:۲۳-۴۳:۲۴) صفحہ ۲۲۷ صراط مستقیم ہے (۵) قانون خدا کے مطالب اور مفاہد کے باک میں اختلاف پیدا کرنا (آیہ ۲۱۳:۲۲) صفحہ ۲۲۸ اور آیات (۵۳:۲۳-۵۳:۲۴) صفحہ ۲۳۵ صراط مستقیم ہے، (۶) خدا کی ملازمت میں شیطان کی بجا دہی کو حائل کرنا (آیہ ۶۰:۲۶) صفحہ ۲۲۸ اور آیہ (۶۴:۲۳) صفحہ ۲۳۵ صراط مستقیم ہے، (۷) الامرار قانون خدا میں نزاع نہ پیدا کرنا (آیہ ۶۴:۲۳) صفحہ ۲۳۸ صراط مستقیم ہے، (۸) ایک مرکز پر عملاً اور معاً قائم ہو جانا (آیہ ۱۲۲:۱۲) صفحہ ۲۲۹ صراط مستقیم ہے، (۹) سب اعمال انسانی کو خدا کیلئے وقف کر دینا اور ان اعمال میں کسی غیر کی اطاعت کو شریک نہ کر کے ابراہیم علیہ السلام کی توحید پر چلنا آیات (۱۶۲:۱۶-۱۶۲:۱۷) صفحہ ۲۳۹-۲۴۱ صراط مستقیم ہے، (۱۰) نعمتائے خدا کی کما حقہ قدر کرنا **قانون خدا کے مطیع رہنا**، آیات (۱۲۲:۱۶-۱۲۲:۱۷) صفحہ ۲۳۲ صراط مستقیم ہے، (۱۱) دشمن کو اپنے سعی و عمل سے بے دست پا کر دینا، اس کے وسائل حفظ و دفاع پر قباض ہو کر ان کو تباہ کر دینا، اور حتی الوسع اپنے آپ کو اس کے دست تقدیر سے بچائے رکھنا (آیہ ۲۰:۴۸) صفحہ ۲۳۳ صراط مستقیم ہے، (۱۲) اس دنیا کے اندر قوت اور زور سے رہنا، دنیا جہان سے بڑھ چڑھ کر اور ہرگزیدہ ہو کر رہنا (آیات ۸۷:۸۸-۸۷:۸۹) صفحہ ۲۳۴ صراط مستقیم ہے، (۱۳) بادشاہ زمین ہو کر رعیت پر عدل و انصاف سے حکومت کرنا (آیہ ۲۶:۱۳۸) صفحہ ۲۳۴ صراط مستقیم ہے، (۱۴) اس دنیا کے اندر سلامتی اور بقا کے رستوں پر چلنا، قانون خدا کے عدم تعقل کی تاریکیوں سے نکل کر علم و عمل کے نور کی طرف آنا (آیات ۱۵:۱۵-۱۵:۱۶) صفحہ ۲۳۴-۲۳۵ اور (۲۵:۱۱) صفحہ ۲۳۵ صراط مستقیم ہے، (۱۵) خدا کی علی ملازمت اور اتفاق اور اطاعت امیر کرنا (آیات ۶۴:۲۳-۶۴:۲۴) صفحہ ۲۳۵ صراط مستقیم ہے، (۱۶) قانون خدا سے استعسا کرنا اور ہر ہمیشہ چلتے رہنا (آیہ ۶۴:۲۳) و (۶۴:۲۴) صفحہ ۲۳۶ صراط مستقیم ہے، (۱۷) اپنے سینے سے سچی عمل کیلئے گہر کھول دینا اور ان کے اندر احکام خدا کی تعمیل کے بارے میں کوئی شک نہ رکھنا (آیات ۱۲۶:۱۲۸-۱۲۶:۱۲۹) صفحہ ۲۳۸ صراط مستقیم ہے، (۱۸) ملازمت خدا کی تعمیل میں غیر خدا کے حکموں کو مان کرنا، والدین کے ساتھ احسان، اولاد کے ساتھ رافت، مکارم اخلاق پر عمل، قتل سے پرہیز کرنا، مال تمہیم کی نگہداشت، پورے ماپ، پورے تول، عدل، ایقانے عہد پر قائم رہنا اور مقہر بنے رہنا (آیات ۱۵۲:۱۵۲-۱۵۲:۱۵۳) صفحہ ۲۴۰ صراط مستقیم ہے، (۱۹) راہ خدا میں جہاد بالسیف کرنا، دشمن سے متاثر نہ ہونا اور خدا کی خاطر نفس کی خاطر کرنا (آیات ۲۹:۱۶۹) و (۱۱۴:۱۱۴) صفحہ ۲۴۲ صراط مستقیم ہے، (۲۰) قوم کی ہتھی اور شہیت کیلئے جہاد بالسیف کرنا، ہجرت وطن اختیار کرنا، اطاعت امیر سے چوٹی چاکرنا (آیات ۶۶:۶۶-۶۶:۶۷) صفحہ ۲۴۲ صراط مستقیم ہے، (۲۱) اور سب سے اہم یہ کہ مولیٰ اور ماردن علیہما السلام کے اعمال کر کے ایک فیل اور جو زوہ قوم کو جا رہا بادشاہ کے ظلم و ستم سے آزاد کرنا، اور بالآخر قانون خدا کا پابند بن کر ان کے دین کا حکمران اور بادشاہ بنادینا وہ **الصراط المستقیم** ہے جس کی تفسیر سورہ فاتحہ میں **الْهَدْيُ** کے الفاظ میں کی گئی ہے۔ مسلمانوں کو سچا چاہیے کہ آج وہ ان آگاہی شوق میں ایک پرستی معنوں پر غافل ہیں، نہیں بلکہ دیکھنا چاہئے کہ مغربی قوموں کا ابراہیم صراط مستقیم پر کھڑا انسانی عمل ہے۔ اور ان کے انعمت علیہم ہونے کی کیا وجہ ہے وہ نماز کی اس دعا پر کس قدر غافل ہیں۔ جو احکام پر پورا عملی قلم سے لکھے ہیں ان میں سے اکثر یہ مغربی اقوام کا بیشتر عمل ہے۔

يَسْأَلُونَكَ عَنِ الْأَنْفَالِ قُلِ الْأَنْفَالُ لِلَّهِ وَالرَّسُولِ فَأَتَقِوا اللَّهَ وَأَطِيعُوا  
ذَاتَ بَيْنَكُمْ وَأَطِيعُوا اللَّهَ وَرَسُولَهُ إِنْ كُنْتُمْ مُؤْمِنِينَ إِنَّمَا الْمُؤْمِنُونَ  
الَّذِينَ إِذَا ذُكِرَ اللَّهُ وَحُجِّلَتْ فَأُوتُوا بِهِمْ وَإِذْ لَبِثَ عَلَيْهِمُ الْيَمِينُ زَادَتْهُمْ إِيمَانًا وَ  
عَلَى رَبِّهِمْ يَتَوَكَّلُونَ ۝ الَّذِينَ يُقِيمُونَ الصَّلَاةَ وَمِمَّا رَزَقْنَاهُمْ يُنْفِقُونَ ۝  
أُولَئِكَ هُمُ الْمُؤْمِنُونَ حَقًّا لَهُمْ دَرَجَاتٌ عِنْدَ رَبِّهِمْ وَمَغْفِرَةٌ وَرِزْقٌ كَرِيمٌ (سورة انفال ۱-۴)

اے محمد! مسلمان تم سے مال غنیمت کے متعلق دریافت کرتے ہیں تو ان سے کہہ دو کہ مال غنیمت صرف  
خدا اور اس کے رسول کا ہے، وہ جس طرح مناسب سمجھے اس کو تقسیم کر دے تو تم لوگ مال غنیمت کی تقسیم

۱۴۸۰

اپنے مابین جھگڑا نہ کرو اور اس غضب خدا سے ڈرو جو فساد کرنے والی قوم پر نازل ہوتا ہے اور اپنے باہمی تعلقات کو درست کر کے متحد بنے رہو اور اگر تم فی الحقیقت صاحب ایمان لوگ ہو تو خدا کے حکموں اور اس کے رسول کے فیصلوں کے آگے سب تسلیم کر دو۔ اصلی ایمان دار تو وہی لوگ ہیں جن کو جب خدا انکو یاد دلایا جاتا ہے تو ان کے دل کانپ اٹھتے ہیں اور جب حکام خدا (انکو بتائے جاتے ہیں تو ان کا انکی تعمیل پر یقین اور آمادگی عمل (ایمان کا) اور بھی بڑھ جاتی ہے اور یہ وہ لوگ ہیں جو حتی الوسع تعمیل کے بعد نتائج کے بارے میں خدا پر بہرہ ور رکھتے ہیں (یَتَذَكَّرُونَ) جو اس تمام اتحاد اور اطاعت اور لڑش اور مصالحت اور توکل اور سعی عمل کو پیش نظر رکھ کر الصلوٰۃ کو قائم کرتے ہیں اور جو کچھ ہم نے انکو دے رکھا ہے انہیں سے حتی الامکان ایسا مال بھی کرتے ہیں۔ ایسے لوگ ہی فی الحقیقت سچے ایمان والے ہیں، اور یہی وہ ہیں جنکے لینے انکے پروردگار کے ہاں عزت و کرم کے درجے ہیں، جنکی واماندگیوں اور اجتماعی بد حالیوں پر خدا کی طرف سے پردہ پوشی (مَغْفِرَةٌ) ہو اور جنکو بالآخر اس دنیا میں عزت اور آخر کی روزی ہے۔

یہی وہ قوت انگیز اور غلبہ اندوز الصلوٰۃ تھی جس کا الہی میثاق بنی اسرائیل سے جب بندہ تواتر چشم زدن میں نہال ہو گئی، اسکی اجتماعی بد حالیوں کیسے کافور ہو گئیں، جنات زمین قدموں پر تیار ہونے لگے، نیچو سے نہریں پھوٹ بہیں، قوت اور حکومت، عزت اور امن قوم کے گوارے ہو گئے، خدا دوست بن گیا، وَلَقَدْ أَخَذَ اللَّهُ مِيثَاقَ بَنِي إِسْرَءِيلَ وَبَعَثْنَا مِنْهُمُ اثْنَيْ عَشَرَ نَبِيًّا وَقَالَ اللَّهُ إِنِّي مَعَكُمْ وَلَئِنْ أَقَمْتُمُ الصَّلَاةَ وَآتَيْتُمُ الزَّكَاةَ وَآمَنْتُمْ بِرُسُلِي وَعَزَّرْتُمْ مَعَهُمُ أَفْرَضْتُمْ اللَّهُ قُرْبَانًا خَيْرًا لَا يُفْرَبُ عَنْكُمْ سَيَاتِكُمْ وَلَا دَخَلَتْكُمْ جَنَّتِ الْجَنَّةُ فِي مَنِّهِمْ إِلَّا أَهْلًا قَلِيلًا كَفَرًا بَعْدَ ذَلِكَ هُنَّ لَكُمْ قَدْ ضَلَّتْ سَوَاءَ السَّبِيلِ (۵: ۱۲)۔ لیکن جب قوم اس عہد خداوندی کو بھول گئی، جب لوں کی

۱۵ اور لوگو! بنی اسرائیل سے عہد اس خدا سے پاک ہی نے لیا تھا اور ہم ہی نے انہیں میں سے بارہ سووارانہ نامور کر دیئے تھے اور وہ خدا ہی تھا جس نے اپنا قول دیا تھا کہ اسے بنی اسرائیل! میں تمہارا دوست اور رفیق ہوں، اگر تم الصلوٰۃ پر قائم رہے، الزکوٰۃ کو دیتے رہے، میرے پیروں کو منجانباً تسلیم کر کے ان کے بتائے ہوئے احکام پر عمل کرتے رہے (أَمِنْتُمْ بِرُسُلِي) تو قوت و قناعت انکی بدل جان مدد بھی کی، خدا کے احکام کی تعمیل میں اپنے آرام اور مال اسباب کا بہترین حصہ کاٹ کر الگ کر دیا (أَفْرَضْتُمْ) اللہ قرضاً خیراً دیکھو تحت المتن صفحہ ۱۳۷-۱۳۸) تو میں تمہاری سب اجتماعی بد حالیوں کو تم سے دور کر دوں گا کہ لَقَدْ هَمَمْتُ أَنْ كُفِّرَ بَعْدَ ذَلِكَ هُنَّ لَكُمْ قَدْ ضَلَّتْ سَوَاءَ السَّبِيلِ (۵: ۱۲) اور تمکو ایسے خوشگوار باغوں اور سرسبز ملکوں میں لیا دواں کہ وہ جگہ جگہ نیچے نہریں پڑی بہ رہی ہوگی، پھر جس ان نعمتوں کے حصول کے بعد کفران خدا کیا اور اس عہد کو توڑا تو وہ راہ راست کیسے ہلک گیا۔

۱۶ صفحہ ۲۶۴ کے تحت المتن میں اور نیز سورہ انفال کی آیتوں (۸: ۱-۴) کے متذکرہ صدر ترجمے میں یہ بات ظاہر کر دی گئی تھی کہ اقامت الصلوٰۃ کا قرآنی منہوی

(القیہ تحت لہتن صفحہ ۲۶۳) نہ صرف یہی نماز کی رکعتوں کو مسجد میں جا کر بصحت تمام ادا کر دینا جو بلکہ ان تمام اعمال (مثلاً وصت اہل بیت، اطاعت امیر و جاد بالمال، ہجرت جاد بالستیف، استقامت فی البسی، توکل فی الشیخ، نصرت باہمی، علویت و غیرہ) کو جو ایمان کی لاینفک شرط لفظیہیں اپنے اندر پیدا کر کے خدا کے حضور میں حاضر ہونے کی وجہ بننا جو جو شخص مومن ہو ہمیں ان اعمال کا باطل و حجت موجود ہونا اہل جو پس الصلوٰۃ کی قیامت ہی جو اصل کی سی جو ہمیں (خدا کے علاوہ) مومن بننے کی باقی شرط بننا جو جو ہوں، سورہ مائدہ کی زیر بحث آیت (۵: ۱۳) میں اَقِمُوا الصَّلَاةَ کہہ کے مفہوم کی قطعی تائید ہوتی ہو کہ نیز مذکور ہوئی شریعت کی تائید ظوار اسلام کی نماز طے کر کے باطل حد تک اور جو جو اس ظاہری اختلاف کے اَقِمُوا الصَّلَاةَ کی مطلق مطلق استعمال اس امر کی دلیل ہو کہ اس مثنیٰ سے مراد اس قانون کی پابندی ہی تھی جو الصلوٰۃ سے مقصد و بالذات ہو، صرف ظوار پر کی پابندی مقصود نہ تھی۔ و یہاں پر کتاب صفحہ ۳۲-۳۳ میں قرآن حکیم کی اس مطلق لغت کی طرف اشارہ کیا گیا تھا اور اس اطلاق کی کئی مثالیں آگے چکر ملیں گی۔

آیت ریحوت (۱۱۳۵) میں کاذِبًا کَذِبًا جَنَّتْ جَحِیْمًا مِّنْ جَحِیْمًا اَلَا نَعْلَمُ کہ الفاظ اس امر کی قطعی دلیل ہیں کہ جنت سے ملو جنت زمین ہی تھے، آخری جنت کا ذکر بیان نہ قطعاً نہ تھا۔ حدیث میں اسی بیانی از روی کج از آمدی بادشاہ نکلی ہے کہ کتاب خروج باب ۶، آیت ۳-۸) بعض موقعوں پر ان ابوی جانات کو شہر اور ریحوت کی شہروں والی سرزمین کہا ہے کہ کتاب تشنا باب آیت ۳-۲) کتاب ثانی سمویل باب آیت ۲۳-۲۹ میں پھر وعدہ اسی ابدی سلطنت کا ہے، اور کتاب اذل سلاطین باب آیت ۱-۹ میں اس سلطنت کو ہمیں لینے کی دعا بھی دی گئی ہے۔ علاوہ ان میں نبی اسرکریل میں ویناوی سلطنت کا قائم ہونا اس امر کی شہادت ہے کہ وعدہ جنت زمین ہی کا تھا اور اسی لیے مَن کَفَرَ بَعْدَ ذٰلِكَ کی شرط عام موجود ہے۔ خود آیہ اختلاف میں مسلمانوں کے ساتھ وعدہ ہی ویناوی سلطنت کا تھا جیسا کہ الفاظ لَیْسَ لَکُمْ فِیْہَا اَصْحَابًا اَلَا نَعْلَمُ اَنَّکُمْ تَخْلُفُ الْاَوَّلَیْنَ مِنْ قَبْلِکُمْ (۵۵: ۲۳) صفحہ ۷۷ء ظاہر ہے اور وہاں ہی وَفَعَلْنَا کَفَرَ بَعْدَ ذٰلِكَ کے الفاظ آئے ہیں۔ سورہ طہ میں بھی اسی قطع کا اسلوب بیان ہے: وَهُوَ الَّذِیْ جَعَلَ کُفْرًا کَیْفًا فِی الْاَوَّلِیْنَ مَن کَفَرَ فَعَلِیْہِ کُفْرًا وَکَیْ لَا یَرْبِیْتُ الْکَافِرِیْنَ کُفْرًا عَن کُفْرٍ لَّا مَقْنَنًا وَکَیْ یَرْبِیْتُ الْکَافِرِیْنَ کُفْرًا لَّا حَسَارَۃَ (۳۵: ۳۹) یعنی لوگو! وہ خدا ہی ہے جسے تم کو اس زمین میں (تمہاری سعی و عمل کو پسند فرما کر) بادشاہ بنا رکھا ہے تو اس نعمت عظمیٰ کے حصول کے بعد جس قوم کے قانون خدا سے انکار کیا (کفر) تو اس انکار کی ذمہ داری کا بوجھ ہی اُنسی کی گردن پر ہے اور قانون خدا سے منکر قوم کو ان کا اظہار خدا کی نگاہوں میں سوائے نافرمانی کے کسی شے کو نہیں بڑھاتا اور کفر ان نعمت کی نیوالی قوم تو سوائے اسکے کہ روز بروز گناہات میں رہے کسی اور شے میں ترقی نہیں کرتی۔ "الغرض ہر تمام شہادت کے بعد اس امر کا ناقابل انکار فیصلہ ہو جا کہ جنت جَحِیْمًا اَلَا نَعْلَمُ سے ملو جگہ جانات زمین ہی میں۔ آخرت کیلئے الجنت کے اصطلاح مخصوص ہے۔ جنت کی قرآنی اصطلاح پر پیش کی بحثیں صفحہ ۱۱-۱۱۶، ۱۱۳، ۱۱۴، ۱۱۵، ۱۱۶، ۱۱۷، ۱۱۸، ۱۱۹، ۱۲۰، ۱۲۱، ۱۲۲، ۱۲۳، ۱۲۴، ۱۲۵، ۱۲۶، ۱۲۷، ۱۲۸، ۱۲۹، ۱۳۰، ۱۳۱، ۱۳۲، ۱۳۳، ۱۳۴، ۱۳۵، ۱۳۶، ۱۳۷، ۱۳۸، ۱۳۹، ۱۴۰، ۱۴۱، ۱۴۲، ۱۴۳، ۱۴۴، ۱۴۵، ۱۴۶، ۱۴۷، ۱۴۸، ۱۴۹، ۱۵۰، ۱۵۱، ۱۵۲، ۱۵۳، ۱۵۴، ۱۵۵، ۱۵۶، ۱۵۷، ۱۵۸، ۱۵۹، ۱۶۰، ۱۶۱، ۱۶۲، ۱۶۳، ۱۶۴، ۱۶۵، ۱۶۶، ۱۶۷، ۱۶۸، ۱۶۹، ۱۷۰، ۱۷۱، ۱۷۲، ۱۷۳، ۱۷۴، ۱۷۵، ۱۷۶، ۱۷۷، ۱۷۸، ۱۷۹، ۱۸۰، ۱۸۱، ۱۸۲، ۱۸۳، ۱۸۴، ۱۸۵، ۱۸۶، ۱۸۷، ۱۸۸، ۱۸۹، ۱۹۰، ۱۹۱، ۱۹۲، ۱۹۳، ۱۹۴، ۱۹۵، ۱۹۶، ۱۹۷، ۱۹۸، ۱۹۹، ۲۰۰، ۲۰۱، ۲۰۲، ۲۰۳، ۲۰۴، ۲۰۵، ۲۰۶، ۲۰۷، ۲۰۸، ۲۰۹، ۲۱۰، ۲۱۱، ۲۱۲، ۲۱۳، ۲۱۴، ۲۱۵، ۲۱۶، ۲۱۷، ۲۱۸، ۲۱۹، ۲۲۰، ۲۲۱، ۲۲۲، ۲۲۳، ۲۲۴، ۲۲۵، ۲۲۶، ۲۲۷، ۲۲۸، ۲۲۹، ۲۳۰، ۲۳۱، ۲۳۲، ۲۳۳، ۲۳۴، ۲۳۵، ۲۳۶، ۲۳۷، ۲۳۸، ۲۳۹، ۲۴۰، ۲۴۱، ۲۴۲، ۲۴۳، ۲۴۴، ۲۴۵، ۲۴۶، ۲۴۷، ۲۴۸، ۲۴۹، ۲۵۰، ۲۵۱، ۲۵۲، ۲۵۳، ۲۵۴، ۲۵۵، ۲۵۶، ۲۵۷، ۲۵۸، ۲۵۹، ۲۶۰، ۲۶۱، ۲۶۲، ۲۶۳، ۲۶۴، ۲۶۵، ۲۶۶، ۲۶۷، ۲۶۸، ۲۶۹، ۲۷۰، ۲۷۱، ۲۷۲، ۲۷۳، ۲۷۴، ۲۷۵، ۲۷۶، ۲۷۷، ۲۷۸، ۲۷۹، ۲۸۰، ۲۸۱، ۲۸۲، ۲۸۳، ۲۸۴، ۲۸۵، ۲۸۶، ۲۸۷، ۲۸۸، ۲۸۹، ۲۹۰، ۲۹۱، ۲۹۲، ۲۹۳، ۲۹۴، ۲۹۵، ۲۹۶، ۲۹۷، ۲۹۸، ۲۹۹، ۳۰۰، ۳۰۱، ۳۰۲، ۳۰۳، ۳۰۴، ۳۰۵، ۳۰۶، ۳۰۷، ۳۰۸، ۳۰۹، ۳۱۰، ۳۱۱، ۳۱۲، ۳۱۳، ۳۱۴، ۳۱۵، ۳۱۶، ۳۱۷، ۳۱۸، ۳۱۹، ۳۲۰، ۳۲۱، ۳۲۲، ۳۲۳، ۳۲۴، ۳۲۵، ۳۲۶، ۳۲۷، ۳۲۸، ۳۲۹، ۳۳۰، ۳۳۱، ۳۳۲، ۳۳۳، ۳۳۴، ۳۳۵، ۳۳۶، ۳۳۷، ۳۳۸، ۳۳۹، ۳۴۰، ۳۴۱، ۳۴۲، ۳۴۳، ۳۴۴، ۳۴۵، ۳۴۶، ۳۴۷، ۳۴۸، ۳۴۹، ۳۵۰، ۳۵۱، ۳۵۲، ۳۵۳، ۳۵۴، ۳۵۵، ۳۵۶، ۳۵۷، ۳۵۸، ۳۵۹، ۳۶۰، ۳۶۱، ۳۶۲، ۳۶۳، ۳۶۴، ۳۶۵، ۳۶۶، ۳۶۷، ۳۶۸، ۳۶۹، ۳۷۰، ۳۷۱، ۳۷۲، ۳۷۳، ۳۷۴، ۳۷۵، ۳۷۶، ۳۷۷، ۳۷۸، ۳۷۹، ۳۸۰، ۳۸۱، ۳۸۲، ۳۸۳، ۳۸۴، ۳۸۵، ۳۸۶، ۳۸۷، ۳۸۸، ۳۸۹، ۳۹۰، ۳۹۱، ۳۹۲، ۳۹۳، ۳۹۴، ۳۹۵، ۳۹۶، ۳۹۷، ۳۹۸، ۳۹۹، ۴۰۰، ۴۰۱، ۴۰۲، ۴۰۳، ۴۰۴، ۴۰۵، ۴۰۶، ۴۰۷، ۴۰۸، ۴۰۹، ۴۱۰، ۴۱۱، ۴۱۲، ۴۱۳، ۴۱۴، ۴۱۵، ۴۱۶، ۴۱۷، ۴۱۸، ۴۱۹، ۴۲۰، ۴۲۱، ۴۲۲، ۴۲۳، ۴۲۴، ۴۲۵، ۴۲۶، ۴۲۷، ۴۲۸، ۴۲۹، ۴۳۰، ۴۳۱، ۴۳۲، ۴۳۳، ۴۳۴، ۴۳۵، ۴۳۶، ۴۳۷، ۴۳۸، ۴۳۹، ۴۴۰، ۴۴۱، ۴۴۲، ۴۴۳، ۴۴۴، ۴۴۵، ۴۴۶، ۴۴۷، ۴۴۸، ۴۴۹، ۴۵۰، ۴۵۱، ۴۵۲، ۴۵۳، ۴۵۴، ۴۵۵، ۴۵۶، ۴۵۷، ۴۵۸، ۴۵۹، ۴۶۰، ۴۶۱، ۴۶۲، ۴۶۳، ۴۶۴، ۴۶۵، ۴۶۶، ۴۶۷، ۴۶۸، ۴۶۹، ۴۷۰، ۴۷۱، ۴۷۲، ۴۷۳، ۴۷۴، ۴۷۵، ۴۷۶، ۴۷۷، ۴۷۸، ۴۷۹، ۴۸۰، ۴۸۱، ۴۸۲، ۴۸۳، ۴۸۴، ۴۸۵، ۴۸۶، ۴۸۷، ۴۸۸، ۴۸۹، ۴۹۰، ۴۹۱، ۴۹۲، ۴۹۳، ۴۹۴، ۴۹۵، ۴۹۶، ۴۹۷، ۴۹۸، ۴۹۹، ۵۰۰، ۵۰۱، ۵۰۲، ۵۰۳، ۵۰۴، ۵۰۵، ۵۰۶، ۵۰۷، ۵۰۸، ۵۰۹، ۵۱۰، ۵۱۱، ۵۱۲، ۵۱۳، ۵۱۴، ۵۱۵، ۵۱۶، ۵۱۷، ۵۱۸، ۵۱۹، ۵

نَفْسِهِمْ قَبِيحًا قَوْمَهُمْ لَعَنَهُمْ وَجَعَلْنَا قُلُوبَهُمْ قَاسِيَةً يُحَرِّفُونَ الْكَلِمَ عَنْ مَوَاضِعِهِمْ وَكَسُوا أَسْمَاءَهُمْ تَكْنِيسًا ۚ وَلَا تَزَالُ تَطَّلِعُ عَلَى خَائِنَةٍ مِنْهُمْ إِلَّا قَلِيلًا مِنْهُمْ فَأَعْفُ عَنْهُمْ وَاصْفَحْ ۚ إِنَّ اللَّهَ يُحِبُّ الْمُحْسِنِينَ ۝ (۱۳: ۵)۔ اگر مسلمان آج اس عہد خداوندی کو توڑ کر لعنت خدا کے مستحق بنے ہوئے ہیں، اگر آج ان سے بھی سب کچھ چھین کر ان لوگوں کو دیا جا رہا ہے جنہوں نے عمر بھر ایک ہی نماز نہیں پڑھی، ایک سلامی رکعت ادا نہیں کی، ایک شرعی سجدہ نہیں کیا، ایک محمدی کلمہ نہیں پڑھا تو اسکی وجہ بھی یہی قسوت قلب ہی، یہی تحریف فیہن اور نسیان درس ہے، یہی مقاصد خدا میں مہرمانہ خیانت ہے، یہی الصلوٰۃ کو معنًا اور صورتًا بگاڑ دینا ہے، یہی خدا کو چھوڑ کر نفسانی خواہشات کی پیروی ہے۔ ایسی نمازیں پانچ نہیں پانچ ہزار ہوں خدا کے نزدیک سب ٹالے ہیں، ان سے ضعف کے سوا کچھ حاصل نہیں، ان کا نتیجہ ہلاکت کے کچھ نہیں، اَخْلَفَ مِنْ بَعْدِهِمْ خَلْفًا أَضَاعُوا الصَّلَاةَ وَاتَّبَعُوا الشَّهْوَاتِ فَسُوفَ يَلْقَوْنَ عَذَابًا ۝ (۵۹: ۱۹)۔ پس اگر آج

۱۳ لیکن بنی اسرائیل کے اس بیٹائی اُنی کو توڑ دینے کے باعث ہم نے ان پر زل اوبار کی لعنت برسا دی، ان کے دل کو اپنے احکام کی تعمیل کیلئے تہر کر دیا، یہ وہ اسقدر جمود زدہ و غافل ہو گئے کہ ہر حکمت اور احکام کو ان کے مناسب تعویج کے بنا کر ان کے الہی مقاصد میں سب مطلب تبدیل کرنے لگے (یُحَرِّفُونَ الْكَلِمَ عَنْ مَوَاضِعِهِمْ) اور تامل سے اپنے آلام کیلئے ان میں معنوی تحریفیں پیدا کیں (يُحَرِّفُونَ الْكَلِمَ عَنْ مَوَاضِعِهِمْ) اور یہی نہیں بلکہ اسی تن آسانی اور آرام پسندی کے باعث رفتہ رفتہ اس درس الہی کے ایک اہم حصے کو بھول گئے جو انکو اچھی طرح یاد دلایا گیا تھا، اور اسے محمد! قرآن میں سے متعدد چند کے اسوانت بخود کسی نہ کسی ایسے منکر کی اطلاع پاتے سبکو جسے صریح خیانت اور بدشاہی سے احکام خدا مقاصد میں تبدیل کر کے اپنی اہم کو گمراہ کیا ہو تو ان فاضل اور کارکن کا علاج سوا اس کے کچھ نہیں کہ تم نے پرے پرے سے بڑے بڑے دُعاغت عنہم، اُن سے قطعاً گناہ کشی اختیار کرو (وَاصْفَحْ) (دیکھو ان معانی کی تائید میں مہیا کردہ کتاب صفحہ ۱۲۰ کی آخری سطر) خدا تعالیٰ کو پسند کرنا ہی جوئی عمل کر کے اپنی اہم کو قوت اور عزت کے درجے علیاً تک پہنچا دیتے ہیں (وَاللَّهُ يُحِبُّ الْمُحْسِنِينَ) دیکھو تحفہ بین کی توفیق صفحہ ۱۳۰ تحت اہم آیہ (۵۹: ۱۹)۔ ۲۶۶ تحت المتن آخری دو سطر و آیات (۱۳: ۵)۔ ۱۳۱-۱۳۲)۔

۱۴ ہر ان لوگوں کے بعد ایسے نابکار جانشین آئے جنہوں نے الصلوٰۃ کو بالکل ناکارہ کر دیا، اسکی حکمت کو اسقدر بھلا دیا کہ وہ بالکل ایک لائل شے بن گئی (وَاصْغُرُوا الصَّلَاةَ) اور اپنی نفسانی خواہشات کے پیچھے لگے رہے تو یہی وہ لوگ ہیں جو عنقریب ہلاکت سے دوچار ہونگے۔

تفسیر اہم صفحہ ۲۶۵ پیش کردی میں جتنے بغور مطالعے سے اس امر کا فیصلہ ہو جاتا ہے کہ جنت سے مراد ارضی بادشاہت ہی تھی۔ شامین قرآن نے بادشاہت زمین پر لات مارنے اور اپنے نفس کیلئے آسانیاں پیدا کر لینے کے لئے اس سے مراد آخری جنت الیلا اور مذہب ہلام کو رفتہ رفتہ نیچر بنا کر رہبانیت کی طرف لیگے! آیت زیر بحث میں فَقَدْ صَلَّىٰ سَوَاءَ السَّبِيلِ کے الفاظ بھی نہایت قابل غور ہیں۔ گویا ارضی بادشاہت کا کفران نعمت کرنا ہی صراط مستقیم سے پر ہٹنا اور صحیح معنوں میں ضلال ہے۔ یہ غموم بعینہ وہی ہے جو صفحہ ۲۶۳ کے تحت اہم کے اخیر میں سورہ فاتحہ کے لفظ الضَّالِّیْنَ کی تشریح میں حاصل ہوا تھا۔

۱۵ الصلوٰۃ کے معنی گرجا لینے کے علاوہ اسے صورتاً بجز چھینکے متعلق ایک ابتدائی بحث صفحہ ۱۱۱-۱۱۲ کے تحت المتن میں ہو چکی ہے جس سے کم از کم یہ ظاہر ہے کہ مساجد میں امام صاحبان کا خدا کے حضور میں ناکر تو ترقی سے ادا کرنا وہ بدعت سیئہ ہے جو نقص قرآن کے قطعاً بخلاف مساجد میں سنت اور نوافل کا ادا کرنا اور طرح پر نماز خدا کے اندر ہے ترقیبی اور بد نظمی کا ماحول پیدا کرنا بھی (جہاں ذکر صفحہ ۲۰۶ کے تحت المتن میں ہو چکا ہے) رسول خدا صلعم کے اسوہ حسنہ کے بخلاف صریحاً بجز



اُس صادق الوعد خدا کی بتائی ہوئی الصلوٰۃ وہی قرن اول کے نتائج پیدا نہیں کرتی تو وہ الصلوٰۃ بگڑ چکی ہے، اُس کا کیف دل بدل چکا ہے، مطمح نظر بدل چکا ہے، اُس کے ادا کرنے والوں کے دل بدل چکے ہیں، حوصلے اور جگر بدل چکے ہیں، نصب العین بگڑ چکا ہے، نہیں اُس کو ادا کرنے کا محرک باقی نہیں رہا، نعمت کا پیش نہاد نہیں رہا، خشوع پیدا کرنے والی غرض نہیں رہی، غرض کا پیدا کیا ہوا اضطراب نہیں رہا، صبر ڈھانچ یا الفاظ باقی رہ گئے ہیں، اٹھک اور بیٹھک رہ گئی ہے، مصیبت کو کم کرنے کا ترخم رہ گیا ہے، اٹھنا لکھنے والا (الآنکذا الخ) (۲۵:۲) یا پانی کو بالوں کی جڑوں تک پہنچانے کے وسوسے رہ گئے ہیں یا مسح اور قصر، غسل اور استنجا، تیمم اور وضو کے مسئلے رہ گئے ہیں یا خدا پر احسان اور سجدوں کا ادعا رہ گیا ہے، جنت کے سبز باغوں کے خواب رہ گئے ہیں ورنہ نماز کا الصلوٰۃ رہ کر وہی قرن اول کے نتائج پیدا نہ کرنا ناممکن ہوا صراط مستقیم کے نصب العین کو ہر وقت پیش نظر رکھ کر اُس کے لئے شبانہ روز سعی و عمل کرنا، سعی و عمل کر کے اُس راہ رست کی وعدہ دی ہوئی نعمت کی ترپ میں منعم لم نیل کے حضور میں لپک لپک کر پہنچنا، دستی کھڑے ہو جانا اور نعمت کو مانگنا، بیٹھ جانا اور پھر اٹھ اٹھ کر بالاح تمام مانگنا، ماتھا گر گر کر گر کر مانگنا، گھنٹوں پر جھک جھک کر مانگنا، اور ساتھ ہی باقی دستوں میں صبر اور استقلال، تکلیف برداری اور مشقت، غم

(فقیر تحت لہتن صفحہ ۲۶۶) آجکل مساجد کے اندر وضو کر نیکیے لئے حوضوں اور کنوؤں، حماموں اور غسل خانوں کا موجود ہونا بھی وہ بدعت اور قرن آسانی کے شیوے ہیں جو قرن اول کی مساجد میں قطعاً موجود نہ تھے۔ اُس زمانے میں لوگ مساجد کے اندر اپنے گروں سے تیار ہو کر آتے اور خانہ خدا کے اندر اُٹھ کر نماز پڑھتے اور پھر نکلتے۔ فرقہ بندیوں نے جو اختلافات نماز کے ارکان میں از خود پیدا کر لئے ہیں وہ ان کے علاوہ ہیں اور آہستہ آہستہ نماز کی اصلی صورت کو بگاڑ رہے ہیں۔ الحقیقت کے بعد اللہ صلی علیہ وسلم کے لئے نماز کا ایک نئے نئے نمونہ کے الفاظ جو پڑھے جاتے ہیں گمان غالب ہے کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم اپنی حیات میں امامت کے وقت خود نہ پڑھتے تھے۔ نہ معلوم کہ یہ درود و شریف کیسے پڑھے جاتے شروع ہوئے، کس کے حکم سے ہوئے اور خود رسول خدا اکیلی جگہ کیا پڑھتے تھے، قلن اور خدا کی مشورہ آتیں جو آجکل نماز عشا کے بعد وڑوں میں پڑھی جاتی ہیں اگر بدستور عید نبوت میں ہی پڑھی جاتی تھیں تو حیرت ہو کہ جمع قرآن کے وقت اُن کے کلام وحی دہونے میں خلوک کیوں پیدا ہوئے۔ الغرض ان سب امور کو پیش نظر رکھ کر یہ کہنا کچھ غلط نہیں کہ نماز کی ظاہری صورت بھی آہستہ آہستہ نامحسوس طور پر بگڑ رہی ہے۔ اور یہ بگاڑ اس لئے نہیں پیدا ہو گیا ہے سبکی بابت ہر مسلمان کا دعویٰ ہے کہ وہ علی التواتر قرن اول سے بلکہ خود نبی آخر الزمان علیہ الصلوٰۃ والسلام کی سنت منکدہ سے ہم نوا ہیں، میرے القیمن ہو کہ قرن اول دلی مردوں اور عورتوں کی مخلوط نماز جس کی امامت رسول خدا خود کیا کرتے تھے نہ صرف اپنے کیف حال میں، خشوع و خضوع میں، اصلاح قلوب میں، تزکیہ نفس میں، انعام النعمان اور انکسار میں، اتحاد اور اطاعت، موافقات اور مسامحت کا نتیجہ خیر اخلاق پیدا کرنے میں مہلک مختلف نبی بلکہ اس کے ادا کرنے کا اہتمام، اس کی قرأت کے الفاظ وغیرہ وغیرہ بھی کچھ نہ کچھ ضرور آجکل کی ترخم دلی نماز سے ضرور مختلف اور جدا لگانے تھے۔



کوئی نصب العین نہیں۔ یہ اُس خدا کی زمین پر نعمت خدا کو برت کر رکھنے کا علم حاصل کرنا ہی وہ نور ہے جس سے بڑھکر نفع مند کوئی نور نہیں۔ سعی و عمل کے اس کارگاہ عظیم میں اسی علم سے، پیغمبر مینا اور حصول نعمت کیلئے اپنے ہاتھ پاؤں، تن من و حن وقف نہ کر دینا ہی وہ ظلمت عظمیٰ ہے جس سے تاریک تے کوئی ظلمت نہیں، عزیز اور حمید خدا کا بتایا ہوا یہی وہ معزز اور محمود مقام، اور یہی وہ عزت افزا اور قابل ستائش صراط ہے جس سے مستقیم تر کوئی صراط نہیں۔ اسی الصراط المستقیم کو ہر دم پیش نظر کر دینے کیلئے سبع مثانی کا دُہرانا نمازیں تہا، اور اسی واحد غرض و مطلب کے لئے خدائے عظیم کا قرآن عظیم اس زمین پر نازل ہوا تھا:

كَتَبَ الْوَحْيَ الْكَرِيمَ لِيُخْرِجَ النَّاسَ مِنَ الظُّلُمَاتِ إِلَى النُّورِ بِإِذْنِ رَبِّهِمْ إِلَى صِرَاطٍ  
الْعَزِيزِ الْحَمِيدِ ۝ (۱:۱۴)

اے محمد! یہ قرآن عظیم ایک مکتوب خدا اور حکماء رب العالمین ہے جسکو ہم نے تمہاری طرف اس نیت سے بھیجا ہے کہ تم تمام عالم کو قانون خدا کے عدم تعقل اور اس دنیا میں نامراد اور مغضوب علیہ ہو کر رہنے کی ظلمتوں (الظلمات) سے علم و عمل اور نور مند بن کر رہنے کے (النور) کی طرف نکال لاؤ۔ قانون الہی کا عمل کرنا ان کے قائل ہونا اور خدا و فرشتے ان کو قوت اور عزت کے اس صراط مستقیم کی طرف بجا و جو صاحب ثبات و لائق ستائش خدا کا بتایا ہوا ہے۔

اگر یہ الصلوٰۃ مسلمانان عالم کے شرعی ملاؤں کی جمالت اور منافات قرآن دانی یا مسلمانوں کی اپنی تن و چری

(بقیہ تحت اہل صفحہ ۲۶۸) اہمیت، اور اس کے قرآن عظیم سے الگ ذکر کرنے کی وجہ اشارۃً بیان کر دی ہے، اور یہ مسلمانوں کے سامنے دراشت زمین کی مہبت کبرے اور بظہر کے علی اللہین علیہ کی نعمت عظمیٰ کا لازوال نصب العین پیش کر دینا یا المخصوب علیکم اور الضالین نہ بننے کا قلبی ہیجان پیدا کر کے قوم کو سعی و عمل کی طرف متوجہ کر دینا ہی میرے نزدیک سورہ فاتحہ کی واحد وجہ مثال فضیلت تھی جو آج نظروں سے نہاں ہو چکی ہے۔ صفحہ ۲۶۱-۲۶۲ کے تحت میں صراط مستقیم کے الہی مفہوم کو بکجا جمع کر دیا تھا اور اس کا بغور مطالعہ کرنے اور اس کے متعلق تمام قرآنی آیات کو پیش نظر رکھنے کے بعد ہر صاحبِ روح و فکر اس نتیجے پر پہنچ سکتا ہے کہ کلام الہی کی تمام تعلیم کا لب لباب دراصل اسی اھدنا الصراط المستقیم کے الفاظ میں مضمر ہے۔ تمام اوامر و نواہی جو دین اسلام کے اصل اصول و اذھمت علیکم و آلہ صراط پر چلائیے صحیح و نادر ہیں اسی صراط مستقیم کی جامع و مانع اصطلاح میں داخل ہیں۔ سورہ فاتحہ اگر اس نصب العین کو قرآن کے مدق اول پر پیش کر رہی ہو تو باقی تمام قرآن اُس نصب العین کو حاصل کر سیکے و سائل بتلارہا جو توحید کا اصل اصول ہی اِنَّكَ تَعْبُدُ وَ اَنَّكَ تَسْتَعِينُ کے الفاظ میں اسی سورہ اندہو۔ ایمان، اتقا، صلح، شق، یسکر کفر، الرض، دین اسلام کی تعلیم تمام کمال اسی اھدنا سے لیکر الضالین تک کے الفاظ میں مضمر ہے (دیکھو فتاویٰ کتاب صفحہ ۵۶ تا صفحہ ۱۳۹)۔ دینی معنوں میں سورہ فاتحہ تمام باقرہ کا مخلص، اس پر صحیح معنوں میں مادی، بلکہ اس کی صحیح معنوں میں تفسیر۔ اسی لیے اس کی یہ مثال فضیلت بھی جو جس قسم نے سورہ فاتحہ کے علم نظر کو پایا اور اس کے بنیاد پر عمل ہو گئی، جو خلق دین حقاً حاصل ہو۔ اس کے سامنے اس کے اند کوئی ہم عظم ہو، نہ اس کو برابر نہ ہونے میں کوئی ثواب ہے۔ نہ اس کو صحیح طور پر پڑھ لینے کا کوئی اجر ہے، نہ اس کی فضیلت و رتبہ تشریحیں کر کے اس کے الفاظ کی دینی فضیلتیں بتلانا خدا کو خوش کر سکتا ہے!

۴۰ یہ آیہ عظیمہ سورہ ابراہیم کے شروع میں واقع ہوئی ہے۔ اور صفحہ ۵۵ پر آچکی ہے۔ یہاں نہ صرف اس بات کا نظم فرمایا کہ الظلمات اور النور سے الہی مراد

اور نا خدا شناسی کے باعث ایک نابکار اور ناکار برادر، ایک مضحکہ انگیز اور بے مطلب، ایک ناتوان اور  
اور مسکنت خیز، ایک بیگارا اور مصیبت بن چکی ہے تو اس میں تشرآن اور اسلام یا خدا اور رسول کا  
کیا گناہ ہے!

إِنَّ هَذَا الْقُرْآنَ يَهْدِي لِلَّذِي هُوَ وَيُبَيِّنُ الْمُؤْمِنِينَ الَّذِينَ هُمْ أُولُوا الضَّلَالَةِ  
أَنَّهُ لَهُمْ أَجْرٌ كَبِيرٌ ۝ (۹:۱۷)

اس میں شک نہیں کہ یہ قرآن عظیم اپنے عالموں کو اس راہ پر لے جاتا ہے جو سب سے زیادہ درست اور قیام  
آفریں ہے اور ان صاحب ایمان لوگوں کو جو ایمان کے لوازم پیش نظر رکھ کر مناسب عمل کرتے  
ہیں بشارت دیتا ہے کہ ان کے لئے دنیا اور آخرت دونوں جگہ بڑا اجر ہے۔

(یعنی تحت المتن ۲۶۹) بعینہ کس قسم کی تاریکیاں اور کس قطع کی روشنی ہے۔ شارحین قرآن جب معمول ان الفاظ سے علی الحساب روحانیت کی  
روشنیاں یا نا خدا دانی کی تاریکیاں لے لیتے ہیں لیکن یہ سب غیر معین اور بے نتیجہ باتیں ہیں جو دراصل قرآن حکیم کو بغیر مطالعہ نہ کرنے کا نتیجہ ہیں ایک  
آیت (۴۳:۳۳) جس میں الظلمات اور النور کے الفاظ آئے ہیں صفحہ ۱۳۳ کے تحت المتن میں آچکی ہے، دو آیتیں (۱۵:۱۵-۱۶) جن میں بھی الفاظ  
ہیں صفحہ ۱۷۶ پر آچکی ہیں۔ صفحہ ۱۷۶ والی آیتوں سے کم از کم اس قدر مستنبط ہوتا ہے کہ صاحب القرآن تعالیٰ نے قرآن عظیم کو نور کہا جو اور فرمایا ہے کہ یہ  
قرآن وہ نور ہے جسے دنیے سے خدا اقوام عالم کو سلامتی، قیام فی الارض، اور بقا کی راہوں پر لیتا ہے اور انکو الظلمات سے النور کی طرف  
نکا کر صراط مستقیم کی طرف لیتا ہے۔ فَذَرْهُمْ كَلِمَةَ اللَّهِ وَكَلِمَةَ الْفُورِ ۝ تَقْوَىٰ إِلَىٰ اللَّهِ تَعَالَىٰ إِنَّ اللَّهَ لَشَدِيدُ الْعِقَابِ ۝ (۱۵:۱۵-۱۶) (دیکھو صفحہ ۱۷۶ و ۲۳۴) گویا اس آیت کے بعد سے صاف  
ظاہر ہے کہ الظلمات کا اسی مفہوم وہ تاریکیاں ہیں جو اقوام کو سلامتی اور بقا کے راستوں سے پرے ہٹا دیتی ہیں اور انھیں تکلیف دہ صراط مستقیم  
سے ورغلا کر المغضوب علیہم اور الصالحین بنا دیتی ہیں۔ اور النور وہ روشنی ہے جو اقوام کو اس دنیا میں بے خوف خطر کر دیتی ہے اور صراط مستقیم  
پر چلائے رکھتی ہے۔ اس نقطہ نظر سے الظلمات، دراصل قانون خدا کو نہ سمجھنے یا اس پر عامل نہ ہونے کی تاریکیاں ہی ہیں اور النور وہ قانون خدا  
تفصل اور اس کی تعمیل ہے جس کا نتیجہ اجتماعی دوام و بقا ہے۔ اور اسی لحاظ سے خود قرآن (یعنی قانون خدا) کو بھی نور کہا گیا ہے۔ ریحوت آیت (۱۱:۱)  
میں ہی یہی دونوں الفاظ آئے ہیں اور صراط کا معنی خیر لفظ بھی وارد ہوا ہے بلکہ صراط العزیز الحمید، کلمہ گناہ یہ بھی کہ یہ ہے کہ وہ صراط  
عزت اور حمد کا صراط ہے ذلت اور مغلوب ہر کر رہنے کا صراط نہیں۔ الظلمات اور النور کے ان مطالب کی تطبیق اور ناقابل انکار تائید  
اسی سورہ ابراہیم کی آیت (۱۴:۵) سے ہوتی ہے جس میں صاف طور پر فرمایا ہے کہ ہم نے موسیٰ علیہ السلام کو اپنے احکام دے کر بھیجا کہ وہ  
ان احکام کے ذریعے سے اپنی قوم کو الظلمات سے النور کی طرف نکال لائیں اور حکم دیا کہ اس غفلت زدہ قوم کو آیات خدا کی یاد دہانی  
کراؤ، اس میں شک نہیں کہ اس یاد دہانی جہاد میں ہر عقل فرج (صہبائے) عامل اور نعمت خدا کے قدر دان (مشکور) بندے کے لئے بہت سے  
ارشادات موجود ہیں: وَلَقَدْ أَرْسَلْنَا نُوحًا بِآيَاتِنَا أَنْ أَخْرِجْ قَوْمَكَ مِنَ الظَّلَامَاتِ إِلَى النُّورِ ۝ وَذَكَرَهُمْ بِآيَاتِ اللَّهِ الَّتِي وَفَّيْنَاكَ  
لَا يَتَّبِعُ لِحُكْمٍ صَبْرًا رَشِيدًا ۝ (۵:۱۴)۔ ایک ہی سورہ میں چار آیتوں کے وقفے کے بعد الظلمات اور النور کے مطالب کی یہ اتنی شریح  
اس بات کی حقیقت دلیل ہے کہ موسیٰ علیہ السلام کو یہی کہا گیا تھا کہ قوم کو نکال دیتا ہے اور بچا کر دیتا ہے، قانون خدا کے عدم تفصل اور ناجائز شتم  
کی ظلمتوں سے نکال کر باو شہادت اور امن، قوت اور عزت کے سبیل السلولہ پر لے آؤ اور جہاد بالسیف (آیت اللہ) کے دعوے

### (بقیہ تحت المتن صفحہ ۲۷۰)

اُن میں پیدا کر کے اُنکے اندر صبر اور استقلال، بادشاہت کی صحیح تدبیر شناسی یعنی حکماء اور مشکوکہ بننے کا اخلاق جاری و ساری کروا دی، منتہا تھا جسکے لئے موسیٰ علیہ السلام ہوش ہوئے تھے اور یہی انہوں نے کر دکھایا۔ چنانچہ اسی سورۃ کے مصباحی میں نوح علیہ السلام وغیرہ کے بارے میں بھی وَاسْتَفْتَحُوا وَخَابَ كُلُّ جَبَّارٍ عَنِینٍ (۱۵: ۱۱۳) آیا ہے، یعنی انہوں نے وہ ملک نسخ کر لیا۔ اور نہ معاند اور ظالم گروہ مند دیکھتا رہ گیا۔ بلکہ (۱۴: ۲۳) میں ہے: **وَادْخُلِ الدِّیْنَ اٰمَنُوْا وَعَلُوا الصَّٰلِحٰتِ جَنَّتِمْ** یعنی منہ سے کلمہ اَلَا تَنْهٰهُمْ جَلْدًا فَمِنْ فَمِنْ یَا اٰدَمَ لَا تَخِمْ لَہُمْ (۱۴: ۲۳) میں ہے: **فَمِنْہَا سَآئِرُہُمْ** (۲۳: ۱۱۳) یعنی عمل صالح کرنے والے ایمان دار سرسبز باغوں میں داخل کروئے گئے، وہ جب تک خدا ان کا ماضی رہے گا اور اگر سرکھٹا اس میں ہمیشہ رہیں گے اور اُنکے اندر سب طرف سے یہی دعائے خیر ہوگی کہ امن سے رہو! (ضمناً) اَدْخِلْہَا مَاضِی کا صیغہ اس امر کی ناقابل انکار دلیل ہے کہ جنت سے مراد ارضی بادشاہت ہی تھی۔

الغرض سورۃ ابراہیم کی مذکورہ صدر آیت (۵: ۱۱۳) الظَّالِمٰتِ اور المؤمنین کے معانی کی صحیح تعبیریں جٹا کر دی ہیں۔ اور تشریح ظالم کی بات ہی سورۃ ابراہیم کے شروع میں ہی کیا گیا تھا کہ یہ وہ کتاب ہے جو اقوام کو حکومت اور افلاس کی ظلمتوں سے نکال کر قوت اور عزت، غلبہ و امن، باوقار اور جرات زمین حاصل کرنے کی طرف جو عزیز و حمید خدا کا بتایا ہوا صراط مستقیم ہے نکال دیتی ہے۔ قرون اولیٰ کے مسلمانوں کی دنیاوی ترقی اور غلبے کو قرآن حمید میں کئی جگہ بالقرائن نور کیا گیا ہے۔ مثلاً یُرِیدُ مَنْ اَنْ یُّظْفِرَ الْوَرْدَ لِلّٰہِ بِاَقْوَامِہُمْ وَیَاۤیَ اللّٰہِ اَلَا اَنْ یُّخْرِجَ نُوْرًا وَلَوْ کَرِہَ الْکَافِرُوْنَ (۳۲: ۹) اور یُرِیدُ مَنْ لِّیْظْفِرَ الْوَرْدَ لِلّٰہِ بِاَقْوَامِہُمْ وَیَاۤیَ اللّٰہِ اَلَا اَنْ یُّخْرِجَ نُوْرًا (۸۱: ۶) میں جو صفحہ ۱۸۴ پر آچکی ہیں اور جہاں نور سے مراد سیاسی ممکن اور دنیاوی قوت کے سوا کچھ اور لینا ناممکن ہے (دیکھو تحت المتن صفحہ ۱۸۴) علیٰ ہذا تقابلاً سورۃ حدید کی آیات (۱۵: ۱۳۰-۱۳۱) اور سورۃ تحریم کی آیت (۸۱: ۶) میں **یُسَبِّحُہُمْ نُوْرٌ مِّنْ اٰیٰتِہُمْ** (۱۳: ۵۷) اور **لَّوْہُ لَہُمْ سُبْحٰنٌ** (۸۱: ۶) کے الفاظ بلکہ جنتیہ جنتیہ منہ سے کلمہ اَلَا تَنْهٰهُمْ جَلْدًا فَمِنْ فَمِنْ یَا اٰدَمَ لَا تَخِمْ لَہُمْ (۱۴: ۲۳) میں دُخِلَ ہونے تو بادشاہت اور غلبے کا نور اُنکے آگے آگے دوڑ رہا ہوگا، منافق عرب جنہوں نے اس بادشاہت زمین کے حاصل کرنے میں روڑے اٹھائے تھے حسرت کے مارے مسلمانوں کو کہیں گے کہ خدا تیرا ہم سے ہی اس نور سے کچھ لے لیں اور جب جواب نفی میں ملے گا تو عجبتیں کر نیچے کر کیا ہم تمہارا ساتھ نہیں دیا کرتے تھے؟ پھر جواب ملے گا کہ نہیں۔ تم منتظر رہا کرتے تھے، ہمارے ختم ہونے میں شک کیا کرتے تھے، تم کو تمہاری من مانی آرزوؤں نے دھوکا دے رکھا تھا۔ وغیرہ وغیرہ۔ ان آیات کو یہاں نقل کرنے کی ضرورت نہیں جس وقت ان کا موقع آئے گا ان کا پورا مفہوم عیاں کر دیا جائے گا۔ لیکن نور کے مفہوم کے لئے صفحہ ۱۷۷ کی آیت (۱۵: ۷) پر بھی غور کرنا چاہیئے +

## تَمَّ الْجُلْدُ الْاَوَّلُ

مرکب

تذکرہ

طَحْمَدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ ۔ الْکَافِرُ الرَّحِیْمُ ۔ مَلٰکِ یَوْمِ الدِّیْنِ ۔ اِنَّا لَنَعْبُدُ اِیْکَ اَوْ اِیْکَ لَنَسْتَعِیْنُ  
اِهْدِنَا الصِّرَاطَ الْمُسْتَقِیْمَ ۔ صِرَاطَ الدِّیْنِ اَنْعَمْتَ عَلَیْہُمْ ۔ غَیْرِ الْمَغْضُوْبِ عَلَیْہُمْ

وَالَا الضَّالِّیْنَ

رَبَّنَا ظَلَمْنَا أَنْفُسَنَا

إِنْ لَمْ تَغْفِرْ لَنَا وَتَرْحَمْنَا لَنَكُونَنَّ مِنَ الْخَاسِرِينَ

رَبَّنَا لَا تَجْعَلْنَا فِتْنَةً لِّسَيِّئَاتِنَا أَوْ خَطَايَا رَبَّنَا وَلِغَلْ

عَلَيْنَا أَصْرًا كَمَا حَمَلْتَهُ عَلَى الَّذِينَ مِنْ قَبْلِنَا

رَبَّنَا وَلَا تَجْعَلْنَا مَآلَاطَةً لِّلْآيَةِ وَ

اغْفُ عَنَّا وَاغْفِرْ لَنَا وَارْحَمْنَا أَنْتَ مَوْلَانَا فَانصُرْنَا عَلَى الْقَوْمِ

الْكَافِرِينَ <sup>(يُؤَيِّنُ)</sup> رَبَّنَا إِنَّكَ أَنْتَ الْغَنِيُّ وَأَمْوَالُ فِي الْحَيَاةِ الدُّنْيَا

رَبَّنَا لِيُضِلُّوا عَنْ سَبِيلِكَ رَبَّنَا اطْمِسْ عَلَى أَمْوَالِهِمْ وَاشْدُدْ عَلَى قُلُوبِهِمْ فَلَا يُؤْمِنُوا حَتَّى يَرَوْا

الْعَذَابَ الْأَلِيمَ <sup>(يُؤَيِّنُ)</sup> رَبَّنَا لَا تَجْعَلْنَا فِتْنَةً لِّلْقَوْمِ الظَّالِمِينَ وَنَجِّنَا بِرَحْمَتِكَ مِنَ الْقَوْمِ الْكَافِرِينَ <sup>(يُؤَيِّنُ)</sup>

رَبَّنَا اغْفِرْ لَنَا ذُنُوبَنَا وَإِسْرَافَنَا فِي أَمْرِنَا وَإِصْرَكَ وَتَيْبَتِ أَقْدَامُنَا وَانصُرْنَا عَلَى

الْقَوْمِ الْكَافِرِينَ <sup>(يُؤَيِّنُ)</sup> رَبَّنَا إِنَّا أَسْعَمْنَا مُنَادِيًا يِّنَادِي إِلَى الْإِيمَانِ أَنْ آمِنُوا بِرَبِّكُمْ فَآمَنَّا رَبَّنَا

فَاغْفِرْ لَنَا ذُنُوبَنَا وَتَجَاوَزْ عَنَّا سَيِّئَاتِنَا وَتَوَقَّاهُمْ الْإِيمَانُ رَبَّنَا وَاتِنَا مَا وَعَدْتَنَا

عَلَى رَسُولِكَ وَلَا تَجْعَلْنَا يَوْمَ الْقِيَامَةِ أَتَكَافُلًا لِّمِيعَادِهِ فَاسْتَجَابَ لَهُمْ رَبُّهُمْ

إِنِّي لَا أَصْبِحُ بِغَيْرِ عَمَلٍ مِّنْكُمْ مَنْ ذَكَرَ أَوْ أَنْتَى بَعْضُكُمْ مِنْ بَعْضٍ

فَالَّذِينَ هَاجَرُوا وَآخَرُوا

مِنْ دِيَارِهِمْ أَوْ ذُوقُوا فِي سَبِيلِي وَقَاتِلُوا أَوْ

قَاتِلُوا الْكَافِرِينَ عَنْهُمْ سَيِّئَاتِهِمْ وَلَا دُخْلَ لَهُمْ جَنَّةٌ

بِحَرَمِي مِنْ تَحْتِهَا إِلَّا الْكَافِرُونَ أَوَابَ مِنْ عِنْدِ

اللَّهِ وَاللَّهُ عِنْدَهُ حُسْنُ الثَّوَابِ <sup>(رَأَى عَزَّ)</sup>





CALL No. { ۲۹۷۶۱۲ } ACC. No. ۵۹.  
 AUTHOR محمد عناية الله خاں اشرقي الهندی  
 TITLE تذکرہ - محلہ اول

RESERVED SECTION

۲۹۷۶۱۲  
 ۲۹۷۶۱۲  
 ۵۹.  
 محمد عناية الله خاں اشرقي الهندی  
 تذکرہ - محلہ اول

Date	No.	Date	No.

BOOKED AT THE TIME  
 JE



**MAULANA AZAD LIBRARY**  
**ALIGARH MUSLIM UNIVERSITY**

**RULES:-**

1. The book must be returned on the date stamped above.
2. A fine of Re. 1-00 per volume per day shall be charged for text-books and 10 Paise per volume per day for general books kept over - due.

